# تیج ویکلی دہلی کا دوسرا دلچسپ انعامی مُعمّہ

یہ مُعمّہ صرف آٹھ بار شائع ہوگا

# پانسو روپے نقد انعام

یہ مُعمّہ صرف آٹھ بار شائع ہوگا

## حل کیجئے اور لیجئے

جیسا کہ ہم پیشتر ہی اعلان کر چکے ہیں۔ تیج ویکلی کے دلچسپ معموں کے سلسلہ کا دوسرا انعامی معمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ پہلے معمہ کی نسبت زیادہ آسان اور زیادہ دلچسپ ہے، تھوڑی سی محنت سے حل ہو سکتا ہے۔ ذیل میں بیس الفاظ دیئے گئے ہیں۔ ان پر نقطے نہیں ہیں۔ بعض نشانات آپ کو نقطے وغیرہ لگا کر ہر لفظ کو مکمل کرنے ہوں گے۔ آپ کی آسانی کے لئے ہر لفظ کے سامنے مناسب اشارہ بھی درج کر دیا ہے۔ ان الفاظ کے اصل جوابات جو صحیح تسلیم کئے جائیں گے، لفافہ میں بند کر کے سنٹرل بنک دہلی میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ جو جوابات لفافہ میں بند جوابات کے مطابق ہوں گے، وہی صحیح اور درست مانے جائیں گے۔

اوّل انعام ۱۰۰ روپیہ، دوسرا انعام ۵۰ روپیہ، پانچ انعام دس دس روپیہ کے اور باقی ۵۰ انعام پانچ پانچ روپیہ کے ہیں۔

مثال:- فصص = دوسروں کو پہونچانا = فیض

اس طرح نقطے وغیرہ لگا کر ذیل کے الفاظ کو مکمل کیجئے۔

| نمبر | الفاظ | اشارے | جواب | نمبر | الفاظ | اشارے | جواب |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | فصص | دوسروں کو پہونچانا | | ۱۱ | عرس | ادھر مسلمان آئے | |
| ۲ | کسات ملس | ایک جگہ کا نام | | ۱۲ | حصوب | اس سے بچ | |
| ۳ | مالو | بڑی مشقت کرتا ہو | | ۱۳ | مال | جو آپ کھاتے ہیں | |
| ۴ | لول | ہمیشہ سچ ہو | | ۱۴ | فرص | اس جلد [illegible] | |
| ۵ | مار | اسکو سب چاہتے ہیں | | ۱۵ | سعا | سنگار کی چیز | |
| ۶ | کمسی | ایک انجمن | | ۱۶ | عرص | خدا سب کی [illegible] | |
| ۷ | برائی | زیادہ نہ کر | | ۱۷ | سامپ | ایک خطرناک جانور | |
| ۸ | لوب | حفاظت سے رکھو | | ۱۸ | اوکسو | ایک شہر کا نام | |
| ۹ | محلی | ایک قسم کی روشنی | | ۱۹ | سرسرسا | ایک بڑا آدمی | |
| ۱۰ | السور | سب کا مالک | | ۲۰ | ملمسہ | اس میں بیٹھے | |

نوٹ:- منیجر صیغہ انعامی تیج ویکلی دہلی

### شرائط داخلہ انعامی مقابلہ

(۱) [illegible] ٹکٹ یا [illegible] فیس داخلہ [illegible] منیجر صیغہ انعامی اخبار تیج دہلی کے پاس [illegible]

(۲) کوپن پر الفاظ [illegible] داخل [illegible] وغیرہ صاف صاف ہوں [illegible]

(۳) ایک شخص [illegible] کوپن کے ہمراہ فیس [illegible] چاہیئے۔

(۴) [illegible]

(۵) اگر کسی کے بھی جواب صحیح نہ ہوں [illegible] صحیح جواب والوں کو انعامات ملیں گے۔

(۶) تقسیم انعام بطریق قسمت آزمائی کیجائے گی۔

(۷) منیجر اخبار تیج دہلی کا فیصلہ آخری اور [illegible] ہوگا۔ اس پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی۔

(۸) اس سلسلہ میں کوئی خط و کتابت نہ کی جاوے گی۔

### کوپن

منیجر صاحب صیغہ انعامی اخبار تیج دہلی

[illegible] کوپن و جواب [illegible]

دستخط

نام

پورا پتہ

نوٹ:- [illegible]

یہ کوپن [illegible]

۴
چانڈو
اگر تمباکو کا شوق ہے تو
قوام نورتن
ہدایت نامہ لمیٹڈ کمپنی
مصنفہ
بابو موہن لعل بھٹناگر ایڈوکیٹ
مینیجر دَرپن پریس فاضلکا ضلع فیروزپور کو لکھو
وی۔ پی بھیجدیگا اور پوسٹیج اپنی گرہ سے ادا کریگا
دہلی کا سب سے پرانا چالیس سالہ مشہور کارخانہ ہارمونیم
رتی رام اینڈ سن نئی سڑک دہلی
RATIRAM & SON DELHI
میری آنکھیں
ہمیشہ
بھارت برانڈ فنائل
استعمال کریں
یہ ہندوستان کی ایک بہترین فنائل ہے
ضرورت ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے
بھارت برانڈ فنائل۔ پل مٹھائی دہلی

# تہذیب کی رفتار ۸

## خصوصیات

(جملہ حقوق محفوظ)

(از شری بیت موہن لال بھٹناگر ایڈووکیٹ)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

پالیٹکس میں تہذیب کی رفتار کی مزید تشریح کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ شخصی حکومت اور جمہوری حکومت کی خصوصیات کو عرض کر دیں تاکہ ناظرین کو دنیا کی حالت اور ہندوستان کی مشکلات سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) شخصی حکومت میں ایک شخص حکمران ہوتا ہے جس کو حکومت یا تو بذریعہ وراثت ملتی ہے یا بذریعہ فتح۔ ہر دو صورتوں میں وہ رعایا کے ارادہ سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس کی مرضی اور اس کا حکم لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ چون و چرا کا دخل نہیں ہوتا۔ وہ حکومت اور قانون کا منبع ہوتا ہے۔ اس کی حکومت کا انحصار فوج پر رہتا ہے۔ عام طریقہ حکومت کا یہ ہوتا ہے کہ ملک کا کچھ حصہ بادشاہ کے خانگی اخراجات کیلئے رکھ لیا جاتا ہے جس کو خالصہ علاقہ کہتے ہیں۔ باقی ملک کو علاقہ غیر کہتے ہیں۔ اس کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا جاتا ہے جن کو صوبے کہتے ہیں۔ ہر ایک صوبہ پر ایک فوجی افسر مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس سے سالانہ رقم لی جاتی ہے جس کو خراج کہتے ہیں۔ خالصہ علاقے میں بادشاہ کے اہلکار انتظام کرتے ہیں۔ صوبوں میں صوبیدار اور اس کے ماتحت اہلکار کام کرتے ہیں۔ اگر صوبہ وسعت اور رقبہ میں بڑا ہو تو صوبیدار بھی اپنے علاقہ کو خالصہ اور جاگیر میں تقسیم کر دیتا ہے اور اپنے ماتحت فوجی افسروں کے جاگیر میں دے دیتا ہے۔ صوبیدار اور ان کے ماتحت افسروں کو بھی اپنے عہدے وراثت میں ملتے ہیں۔ قصہ مختصر شخصی حکومت میں وراثت مقدم ہوتی ہے اور حکومت کا انحصار فوجی طاقت و جبر پر ہوتا ہے۔ قاعدے کی بات ہے کہ جہاں پر وراثت ہو قابلیت کو کوئی نہیں پوچھتا۔ جہاں پر جبر کا راج ہو حقوق بے معنی چیز ہوتی ہے۔ لہٰذا شخصی حکومت میں محکمہ تعلیم اور محکمہ انصاف دوسرے درجہ کی چیزیں گنی گئی ہیں۔ حکومت اوپر سے نیچے کو چلتی ہے اور حکمران کی ذاتی خواہشات رعایا کی قسمت کو بناتی اور بگاڑتی ہیں۔

(۲) جمہور میں حکومت رعایا کی ہوتی ہے جو اپنے نمائندوں کے ذریعہ اپنے اوپر حکومت کرتی ہے۔ انتخاب دو طرح کا ہوتا ہے۔ "ڈائرکٹ" اور "ان ڈائرکٹ"۔ ڈائرکٹ طریقہ میں حکمران جماعت کے انتخاب میں ہر شخص حصہ لیتا ہے۔ اور ان ڈائرکٹ طریقہ میں رعایا اپنے نمائندوں کو منتخب کرتی ہے اور یہ نمائندے حکمران جماعت کو منتخب کرتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں جو اصلاحات ہندوستان کو ملی تھیں ان میں لیجس لیٹو کونسل کے ممبروں کو منتخب کرنے کا طریقہ "ان ڈائرکٹ" تھا۔ شہری میونسپل کمیٹی کے ممبر اور دیہاتی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر چنتے تھے۔ میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر لیجس لیٹو کونسل کے ممبروں کو منتخب کرتے تھے۔ اب انتخاب کا طریقہ ڈائرکٹ ہے۔ یعنی اب لیجس لیٹو کونسل کے ممبروں کو میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبروں کی معرفت نہیں چنا جاتا۔ بلکہ رعایا براہ راست کونسل کے ممبروں کو چنتی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ڈائرکٹ یعنی موجودہ طریقہ پہلے طریقہ سے بہتر ہے۔

جمہور کی دو قسمیں ہیں :-

(۱) یونی ٹیرل یعنی اکہری۔ اس میں صرف ایک پارلیمنٹ ہوتی ہے۔ جو اندرونی اور بیرونی۔ داخلی اور خارجی معاملات کی مالک ہوتی ہے۔ یورپ میں سب تمام جمہور اکہری ہیں۔

(۲) فیڈریشن یعنی حکومتوں کا مجموعہ۔ اس کا نمونہ ممالک متحدہ امریکہ ہے۔ اس میں کئی ملک شامل ہیں۔ ہر ایک ملک کی اپنی اپنی پارلیمنٹ ہے۔ اور اپنا اپنا پریذیڈنٹ۔ ہر ایک اپنا خرچ علیحدہ رکھتا ہے۔ ہر ملک اپنے اپنے نمائندے بھیجتا ہے۔ اور یہ ایک مشترکہ پارلیمنٹ بناتے ہیں۔ یہ پارلیمنٹ ممالک متحدہ امریکہ کی پارلیمنٹ کہلاتی ہے۔ اس کا پریذیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کا پریذیڈنٹ کہلاتا ہے۔ تمام خارجی معاملات اور مشترکہ معاملات اس پارلیمنٹ کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ مثلاً محکمہ ریلوے۔ ڈاکخانہ۔ ہوائی جہاز۔ دخانی جہاز۔ تجارت وغیرہ غیر ملکوں کے ساتھ جنگ یا صلح۔ نامہ و پیام وغیرہ۔ ہندوستان کا موجودہ کنسٹی ٹیوشن بھی فیڈریشن کے نمونہ پر ہے بعض محکمہ جات و اختیارات ارکان گورنمنٹوں کو ہیں اور بعض انڈین گورنمنٹ کو۔ سوائے برطانیہ اور جاپان کے دنیا کی کسی جمہور میں بادشاہ نہیں ہے۔ ان دونوں ملکوں کی حکومت کو علاوہ جمہور کے "لمیٹڈ مانرکی" یعنی محدود بادشاہت بھی کہتے ہیں۔ مگر بادشاہ "آئینی" بادشاہ کہلاتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ خود مختار نہیں ہے بلکہ قانون سے بندھا ہوا ہے۔ ہر متعلقہ کاغذ پر بادشاہ کے دستخط ہوتے ہیں۔ اور جب تک دستخط نہ ہو لیں کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایک دفعہ اٹھارویں صدی میں فرانس کے ساتھ برطانیہ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ روپیہ کی سخت ضرورت پڑی۔ وزیر اعظم نے خزانہ سے روپیہ نکلوانا چاہا۔ وزیر خزانہ نے روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک بادشاہ کے دستخط نہ ہوں وہ روپیہ نہیں دیگا۔ بادشاہ کو دیوانگی کا دورہ آیا ہوا تھا۔ وہ دستخط کرنے کے ناقابل تھا۔ ادھر روپیہ سے جواب تھا۔ ادھر فوج کٹ رہی تھی۔ وزیر اعظم عجیب مشکل میں تھا۔ نہ اسے ماندن نہ جائے رفتن والا معاملہ تھا۔ برطانیہ کی خوش قسمتی تھی کہ بادشاہ کو بیماری سے عارضی افاقہ ہو گیا۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر وزیر اعظم نے کاغذات پر دستخط کرائے اور روپیہ مل گیا اور لڑائی فتح ہو گئی۔ باقی جمہوروں میں سب سے اعلیٰ انتظامیہ افسر پریذیڈنٹ کہلاتا ہے مگر برطانیہ اور جاپان میں وزیر اعظم کہلاتا ہے۔ جمہور میں حکومت مرتب کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ رعایا چند لوگوں کو بذریعہ انتخاب ممبران پارلیمنٹ کو چنتی ہے۔ ممبران اپنے میں سے ایک کو اعلیٰ انتظامیہ افسر منتخب کرتے ہیں جس کو برطانیہ اور جاپان میں وزیر اعظم اور دیگر جمہور ممالک میں پریذیڈنٹ کہتے ہیں۔ مگر یہ پریذیڈنٹ مجلس انتظامیہ کا پریذیڈنٹ ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے اجلاس کا پریذیڈنٹ علیحدہ ہوتا ہے انتظامیہ پریذیڈنٹ کثرت رائے والی پارٹی میں سے ہوتا ہے اور وہ اپنے ساتھی چن لیتا ہے۔ اس انتظامیہ مجلس کو کیبنٹ کہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا پریذیڈنٹ کسی پارٹی کا آدمی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا شخص ہوتا ہے جس کو تمام پارٹیاں منظور کریں۔ اگرچہ پارلیمنٹ میں بحث مباحثے ہیں اور انتظام کے متعلق سوالات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر تمام اہم معاملات کیبنٹ میں طے ہوتے ہیں۔ اس کے اجلاس خفیہ ہوتے ہیں اور کسی ممبر کو اجازت نہیں ہوتی کہ اس کی کارروائی کو یا اس کے فیصلہ جات کو ظاہر کرے۔ برطانیہ میں یہ قاعدہ ہے کہ کثرت رائے والی پارٹی کے لیڈر کو بلا کر بادشاہ سلامت وزیر اعظم مقرر کر کے سند شاہی عطا فرماتے ہیں مگر یہ محض ضابطہ ہے۔ بادشاہ سلامت کسی اور کو وزیر اعظم مقرر کر ہی نہیں سکتے۔ اگر بالفرض وہ کسی اور کو کر دیں تو تمام کام رک جائے گا۔ سالانہ بجٹ پاس کرنا سب ضروری اور اہم کام ہوتا ہے۔ اگر کثرت رائے والی پارٹی کا لیڈر وزیر اعظم نہ ہو تو وہ اپنی پارٹی کی مدد سے بجٹ نامنظور کرا دیگا۔ اور جب تک بجٹ منظور نہ ہو نئے سال کے ٹیکس وصول نہیں ہو سکتے۔ تمام انتظام سلطنت رک جائے گا اور بادشاہ مجبوراً کثرت رائے کے لیڈر کو ہی وزیر اعظم مقرر کرنا پڑے گا۔ برطانیہ میں یہ بھی قاعدہ ہے کہ سالانہ بجٹ سے زیادہ روپیہ رعایا سے وصول نہیں کیا جاتا۔ سال کے آخیر پر خزانہ قریباً خالی ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں خزانہ کا چارج وزیر خزانہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ بغیر منظوری پارلیمنٹ کے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیتا۔ نہ صرف کثرت رائے والی پارٹی کے لیڈر کو مقرر ہی کرنا پڑتا ہے بلکہ جب کبھی بادشاہ وزیر اعظم کا کہا ماننے سے انکار کر دے یا اس کی صلاح یا مشورہ کے خلاف عمل کرنے کا ارادہ کریں تو وزیر اعظم استعفیٰ دے دینے کی دھمکی دیتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پارلیمنٹ کا تمام کام رک جائیگا۔ یہ دھمکی فوراً حکمران کو راہ راست پر لے آتی ہے۔ خزانہ پر ان کو کوئی اختیار نہیں۔ ان کو اور ان کی اولاد کو مقررہ وظیفہ ملتا ہے۔ انتظام سلطنت میں ان کا قطعی کوئی دخل نہیں۔ ان کے وزرا تمام کام ان کے نام پر کرتے ہیں۔ بعض بعض کاغذات پر بادشاہ سلامت کے دستخط بطور ضابطہ کے کروائے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ان پر دستخط کرنے سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔ ان کے وزیر پولیٹکل کاموں میں جب ان کو کھڑا ہونے کو کہیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں جب بٹھانا چاہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ جب جب اور جہاں بولنے کہیں وہ بول دیتے ہیں جب وہ چاہیں چپ ہو جاتے ہیں جو وعدے ان کی زبان مبارک سے کرا دیں کر دیتے ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے وہ اخلاقاً ذمہ وار نہیں ہوتے۔

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ ہمارا مطلب یہ دکھانے سے ہے کہ بادشاہ سلامت کی موجودگی جمہور کے کاموں میں کسی قسم کی روکاوٹ نہیں ڈالتی۔ خالص جمہور اور لمیٹڈ مانرکی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک دوست نے ہم سے سوال کیا کہ اگر کوئی فرق نہیں تو انگلستان اور جاپان نے بادشاہ کا خرچ کیوں ملک پر بار رکھا ہے۔ اس کا ماہر برطانیہ اور جاپانی مدبر جانیں۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ایشیائی دلوں میں بادشاہ کی اہمیت اور بزرگی بڑی ہے اور انہیں بادشاہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہوتا ہے اس لئے بادشاہ کی زبان مبارک سے کوئی وعدہ کہلوا دیا جاتا ہے یا ان کے نام نامی پر کوئی اپیل کرا دی جاتی ہے۔

قصہ کوتاہ جمہور میں قابلیت مقدم چیز ہے۔ اگر موجودہ ممبروں سے زیادہ قابل کوئی امیدوار مل جائے تو حکومت موجودہ ممبروں سے چھین کر ایسے امیدواروں کو دے دی جاتی ہے۔ رعایا اپنے قابل نمائندے پارلیمنٹ میں بھیجتی ہے۔ یہ نمائندے اپنے میں سے قابل ترین شخص کو لیڈر بناتے ہیں وہ پارلیمنٹ کے لیڈران میں سے بہترین اشخاص کو اپنے ساتھ ملا کر کیبنٹ بناتا ہے۔ یہ کیبنٹ ملک پر حکومت کرتی ہے چونکہ حکومت کی سیڑھی پر چڑھنے کا ذریعہ قابلیت ہے اس لئے قابلیت اور عقلمندی کی دوڑ جاری ہو جاتی ہے۔ ہر شخص اس دوڑ میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا جمہوری حکومت کے انچارج ملک کے قابل ترین شخص ہوتے ہیں۔ مگر قابلیت کس بات کی۔ لٹریری نہیں۔ تحریر اور تقریر کی نہیں الجبرا اور اقلیدس کی نہیں۔ دانائی کی نہیں نہ شاعری کی نہیں۔ ڈاکٹری کی نہیں۔ قانونی نہیں۔ سادہ عادات کی کل تمنائیں اور اس کی تمام خواہشیں ایک جملہ میں آ جاتی ہیں اور وہ یہ کہ وہ سکھی رہنا چاہتا ہے جو شخص رعایا کو سکھی رکھنے کی قابلیت رکھتا ہو وہی رعایا کے خیال میں قابل ترین نمائندہ ہے۔ انسان کو سکھی رہنے کے لئے دو چیزیں چاہئیں۔ دولت اور تندرستی۔ پہلے زمانہ میں ایسے بزرگ ہو گزرے ہیں جنہوں نے کبھی دولت کی خواہش نہیں کی۔ اور اب مہاتما گاندھی جیسی شخصیتیں ہیں جو دولت کو ہیچ سمجھتے ہیں مگر ان کی اغراض کیسے نہ سہی مذہبی۔ خیرات۔ دھرم [illegible] دھرم پنّ کے کام کے لئے ان کو بھی دولت چاہئے۔ پیسہ اتنی گنتی کے مہاپرشوں کو چھوڑ کر دولت انسان کی اہم ضرورت ہے۔ تندرستی تو دولت مندوں کو بھی [illegible] محض دولت حاصل کرنا ہی کافی نہیں۔ سکھ [illegible]


(باقی صفحہ ۲۸ پر)

# وطن کی محبت ایمان ہے

(تیج ویکلی کے متعلق مکہ سے ایک دلچسپ خط)

مائی ڈیر ایڈیٹر صاحب اخبار تیج ویکلی دہلی۔ بعد سلام مسنون تسلیم مزاج شریف!

کئی ہفتہ سے آپ کا اخبار ہفتہ وار تیج یہاں مکہ شریف میں پڑھ رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب نہ سہی اُن کا اخبار تو حاجی بن گیا۔ ماشاء اللہ تیج کی بڑی عزیزی ترقی کر رہی ہے۔ جیسا تصاویر نے اس کی دلچسپی کو اور چار چاند لگا دئے ہیں اور پھر ہندو مسلمان اہل قلم بزرگوں کے مضامین بلا کسی فرق اور امتیاز کے نکلنا ملکی اتحاد و محبت کے بہترین آثار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے وطن میں اتحاد و محبت پھیلانے میں کامیاب کرے۔ لڑائیاں تو دونوں خوب لڑ چکے۔ اب ضرورت ہے کہ محبت کے کھیل بھی دنیا کو دکھا دیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہندوستان چھوڑنے کے بعد اب وطن کی قدر معلوم ہوئی ہے اور عربی کا مقولہ "حب الوطن من الایمان" یعنی وطن کی محبت میں ایمان ہے" کا مطلب سمجھ میں آیا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو اہل عرب ہندو کہہ کر پکارتے ہیں اور ہماری زبان کو ہندی کہتے ہیں۔ مکہ کے ایک [illegible] جبل ہندی یا جبل الہنود ہے، [illegible] ہم ہندی ہیں تو ہند سے محبت کرنا اس [illegible] سب کچھ کرنا ہمارا فرض ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ لاہور سے دو اخبار نکلا کرتے تھے یعنی پیسہ اخبار اور اخبار عام۔ یہ دونوں ایسے مضامین اپنے کالموں میں جگہ نہ دیتے تھے جو ہندو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں۔ پیسہ اخبار کے مالک مسلمان اور اخبار عام کے مالک ہندو تھے۔ مگر خریداروں کی حالت یہ تھی کہ مسلمان "اخبار عام" کو کثرت سے خریدتے تھے اور پیسہ اخبار خریدنے والے مسلمانوں سے زیادہ ہندو ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ کام دونوں کا چلتا تھا۔ مگر اتحاد ترقی کرتا جاتا تھا۔ جب اخباروں نے یہ پالیسی اختیار کر لی کہ ہندو اخبار صرف ہندوؤں کے کام کا اور مسلم اخبار صرف مسلمانوں کے کام کا، تو نفرت و عداوت [illegible] ہو گئی۔ انتہائی بد اخلاقی و قومیت کی پروا نہ رہی اور بے غرض کاری کی۔ اب باوجود محبانِ وطن ہند کی جان توڑ کوشش کے کسی طرح اصلاح نہیں ہوتی۔ ان [illegible] حالت کو سامنے رکھ کر جب میں نے تیج ویکلی کی [illegible] پالیسی کو انکی [illegible] سے دیکھا تو بے حد مسرت ہوئی۔ [illegible] کا یہ نتیجہ ہے کہ کسی دہلوی حاجی کے اعزا تیج کو خرید کر ہر ہفتہ مکہ بھیجدیتے ہیں۔ ہمارے لئے کرنے کے صرف دو کام ہیں ایک تو اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ نیکیوں کی توفیق مانگنا۔ اس کے بعد اپنے دوست عزیزوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔ چنانچہ میں نے بہت سی دعائیں کی ہیں۔ تیج ویکلی کی ترقی اور ہر دلعزیزی کے لئے بھی دعا کی ہے۔ میرے خیال میں تیج اخبار پہلا ہوگا جس کی بہتری کی دعا کسی حاجی نے خانہ کعبہ میں کی ہو۔ اس لئے میں [illegible] کے آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔

یہاں کی بیکاری ہند سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ میں نے یہاں والوں کو اس مرض کا یہی نسخہ بتایا ہے کہ غیر ملک کی چیزوں کا استعمال حتی الامکان کم کرو تاکہ لوگ کام کرنے لگیں اور ہندی حاجیوں سے چاہئے کہ وہ بجائے زر نقد یا کھانا تقسیم کرنے کے جب تک یہاں رہیں یہاں کی بنی ہوئی چیزوں کو خریدیں تاکہ لوگ کام کرنے لگیں۔

آپ کا خیر اندیش

ابو القلم خاموش ہندی فتحپوری۔ رباط بھوپال محلہ شامیہ۔ مکہ معظمہ۔ حجاز (عرب)
یکم دسمبر ۱۹۳۴ء

# ویکلی تیج مکہ میں

(از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)

مولانا حسن الدین صاحب خاموش ایڈیٹر اخبار "دلچسپ" فتحپور (یو۔پی) آجکل عرب کے سفر میں ہیں۔ انھوں نے ۱۲ شعبان ۱۳۵۳ھ کے حالات سفر اخبار "منادی" کو بھیجے ہیں۔ اس کے چند الفاظ ناظرین ویکلی تیج کے پڑھنے کے قابل ہیں۔ لکھتے ہیں:—

"تیج اخبار ویکلی ایڈیشن بھی نہ معلوم کدھر سے آگیا۔ ہندی حاجیوں نے شوق سے پڑھا اور خوش ہوئے۔ سب نے دعا کی کہ یہ اخبار ترقی کرے اور ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور محبت بڑھانے میں کامیاب ہو۔"

مولانا خاموش کا پورا مضمون یکم جنوری کے منادی میں شایع ہوگا۔ اس کا اقتباس ناظرین ویکلی تیج کے لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ خوش ہوں کہ اُن کا اخبار مسلمانانِ عالم کے محبوب شہر مکہ معظمہ میں پہنچا ہے اور اسکو ہندوستانی حاجی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب ویکلی تیج کو چاہیئے کہ حاجیوں کے لئے بھی اپنے اخبار میں مضامین درج کیا کریں تاکہ عرب ملک میں ہندو مسلمانوں کے اتحاد کا اثر محسوس ہو۔

# پرماتما کی آواز

(از جناب منظر صدیقی اکبرآبادی سابق مدیر مشاعرہ آگرہ)

جب رات اپنے دور کی آخری منزل میں پہونچی، تاروں کی آنکھیں نیند کی تمی سے شبنم کے آنسو برسانے لگیں اور چاند کا رخ بے صدا ہو گیا۔ جب مایوس اور مجبور دعا کرنے والے اپنے دل کا خون عبادت کی سیاہی میں ملا چکے اور بے شمار تعداد دعائیں عرش کے دروازے پر جمع ہو گئیں تو پرماتما کی آواز فضا میں گونجی! ذرے چھوٹے یا روشن ہو گئے، دھندلکے میں ایک رنگین اور روشن غبار پیدا ہوا۔ فرشتوں کے پروں کی سنسناہٹ سنائی دینے لگی اور خدا نے کہا:

"اے انسان صبر کر——صبر کر——میں تیرے دشمنوں سے عنقریب بدلہ لینے والا ہوں صبح نزدیک ہے۔ تحمل کر اور خاموش ہو جا، میں تیری ہر مصیبت کو جانتا ہوں، تیرے ہر دکھ کو پہچانتا ہوں، خوشی بھی میرا ہدیہ ہے اور رنج بھی میری نعمت ہے۔ ہر ایک کی فکر کر اور نعمتوں کا شکر ادا کر، غم میں جوہر بقا ہے اور خوشی میں جذبۂ فنا، بقا کو اختیار کر اور فنا کو چھوڑ دے۔ باقی میرا ہے فانی دنیا کا ہے۔ جو میرا ہے اُسے دنیا سے مطلب نہیں۔

تو نے اپنی کمان سے دعا کے تیر پھینکے، اور کمان کو چھپا لیا۔ تیرا ترکش خالی ہے اور نشانہ کے انتظار میں تیرا دل گھبرا رہا ہے۔ میں کسی کی آس نہیں توڑتا، میں کسی کو اپنے دروازے سے خالی نہیں پھیرتا! اپنے تیر بھی لے، شکار بھی لے، اور خوش ہو جا، مگر میں خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ رنگین آنسوؤں میں میری رحمت کے پھول کھلتے ہیں۔ گرم گرم آہیں میری نسیم کرم کی گود میں کھیلتی ہیں اور دل سے تڑپ کر نکلے ہوئے چند آنسو میرے سامنے رقص کیا کرتے ہیں۔ میں انہیں ہنس ہنس کر دیکھتا ہوں اور پھول بنا کر رونے والی آنکھوں پر برسا دیتا ہوں۔

صبح قریب ہے آنکھوں کو تبسم کی حرارت دے۔ تیرے سجدوں کی آواز میرے کانوں تک پہنچ چکی ہے تو مجھے اپنے وہم سے بھی دور سمجھتا ہے اور میں تیری شہ رگ سے زیادہ تیرے قریب ہوں۔ تو روتا ہے میں دیکھتا ہوں، تو دعا کرتا ہے میں سنتا ہوں، تو تڑپتا ہے میں سنبھالتا ہوں۔ تو آہ کرتا ہے اور میں پیام تسکین بن کر تیرے دل کو مطمئن کرتا ہوں۔

رونے اور تڑپنے کے بعد، دعا و التجا کے بعد، پوجا اور پاٹھ کے بعد سجدے اور نماز کے بعد پشیمانی اور عذر خواہی کے بعد، تو اپنے دل میں جو سکون معلوم کرتا ہے، تیری روح میں جو اعتماد پیدا ہوتا ہے اور تیری سمجھ میں جو تسکین کی خنکی محسوس ہوتی ہے وہ کیا ہے؟ وہ میں ہی تو ہوں، تو مجھے پہچان اور تردد آمیز بدگمانی سے رہا ہو جا۔

تیرے سینے میں کشمکش کا دھواں گھٹ رہا ہے، اپنی آنکھوں کے روزن سے اسے نکل جانے دے، یہ غبار دور ہوتے ہی میں تجھے صاف نظر آؤں گا، تو مجھے اپنے بال بال میں آشکارا دیکھے گا۔ پھر میں تجھے اسطرح جذب کر لوں گا جسطرح سورج کی کرنیں شبنم کو جذب کر لیتی ہیں۔ تو میری لازوال بقا میں باقی رہے گا اور تیرے فانی اجزاء دنیا کی نظروں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ بشارت سن، یہ فردہ یاد رکھ، یہ پیام قبول کر اور میری رحمت کا منتظر ہو جا۔"

# دھلی یونیورسٹی اور اُردُو

(از جناب آغا محمد اشرف ایم۔ اے سینٹ اسٹیفن کالج دھلی)

(خاص ریاست دہلی کے لئے)

دہلی کو عہدِ قدیم سے ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن کے مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس امتیاز کو ہندوستانی حکومتوں نے بھی دہلی کو دارالسلطنت بنا کر قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ اردو زبان کو دہلی کی سرزمین سے ایک قدیمی اور گہرا تعلق ہے جس کی شاندار داستان تاریخ ہے جسمیں میر، درد، سودا، مومن، غالب اور ذوق جیسے بلند پایہ شعرا کے نام نمایاں نظر آتے ہیں اور نثر کی دنیا میں سر سید احمد آزاد، نذیر احمد، ذکاء اللہ اور سرور جیسے انشا پرداز زبانِ حال سے دہلی کے عروج کی گواہی دے رہے ہیں۔ اب اگرچہ وہ دہلی اجڑ گئی ہے۔ اور اس کی مرحوم اور زمانے کی نئی روش نے اسکے آثار و اثاثہ کو خاک میں ملا دیا ہے۔ لیکن اہلِ ادب کی آنکھیں اب بھی دہلی کی خاک کی طرف اٹھتی ہیں۔ اور ہر محبِ وطن کی آرزو ہے کہ اس سرزمین پر ایک مرتبہ پھر امپیریل حکومت کی امداد کے ساتھ ساتھ خداوندان اردو کی بزم اسی زیب و زینت اور شان و شکوہ سے آراستہ کی جاسکے تاکہ یہ شہر اصلی معنوں میں نہ صرف ہندوستان کی حکومت کا مرکز بن جائے۔ بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ہندوستان کی مشترکہ اور محبوب ترین زبان اردو کی ٹکسال بھی یہی شہر قرار پائے جہاں اردو علم و ادب کے چشمے جاری ہوں۔ علمی فضا میں شعر و سخن کے عنادل اپنے نغمہ ہائے ترنم سے گلستانِ ادب کو مسحور کرتے ہوں اور جہاں ہندوستان کے ادبی متلاشی اردوئے معلّیٰ کی شفاف اور دلکش شراب سے اپنی پیاس بجھا سکیں۔

بظاہر یہ ایک خوشنما تخیل اور دلپذیر خواب ہے لیکن چند لمحوں کیلئے اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ہمارا قیاس اور ہماری آرزو کچھ ایسی بے جا اور بے محل بھی نہیں ہیں۔

دہلی یونیورسٹی کی موجودگی میں ایسے علمی ادارہ یا ادبی مرکز کا خیال بے محل تصور نہیں ہو سکتا۔ جب سے دہلی یونیورسٹی کا قیام ہوا ہے تمام دنیا کی آنکھیں اس نونہال کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ اس قدیم شہر میں ایک یونیورسٹی صرف اسی غرض سے قائم نہیں کی جاتی کہ ہر سال اس کے ذریعہ چند فیشن ایبل انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان نکال دیئے جائیں جو یا تو ملک کی عظیم الشان بیکاروں کی برادری میں اضافہ کریں یا آنکھیں بند کر کے کسی دفتر کی محکمانہ مشین کے ایک بیکار پرزے بن جائیں۔

فی الحقیقت دہلی جیسے تہذیب و تمدن کے مرکز میں ایک یونیورسٹی کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا فرض اس شہر کی قدیم ادبی اور تاریخی روایات کا قائم رکھنا ہے۔ ورنہ یہی گریجویٹ گھڑنے کا کام تو پنجاب یونیورسٹی سے بھی لیا جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج تک تقریروں اور سالانہ تقسیم انعامات کے جلسوں کے علاوہ اس طرف یونیورسٹی کے حکام نے کبھی توجہ نہیں فرمائی ہے۔ اس سے پہلے ہمیں شکایت تھی کہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر کسی غیر صوبے کا باشندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اور اردو دہلی کی ضروریات سے بے خبر رہتا ہے۔ لیکن سر عبدالرحمٰن کے دورِ حکومت میں بھی ہمیں ضرورت کا احساس نہیں کیا گیا۔ [illegible]

اب جب کہ یونیورسٹی کی عنانِ حکومت دہلی کے ایک قدیم خاندان کے قابلِ فخر سپوت والے ہمارے مسٹر رام کشور کے ہاتھ میں آئی ہے ہم ایک مرتبہ پھر آپ کی خدمت میں اردو کے مسئلہ کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس بارے میں ذرا وضاحت درکار ہے۔ اس لئے ذیل میں کلام کی معافی چاہتے ہوئے تمام واقعات صاف عرض کئے دیتے ہیں۔

## اُردُو کی موجودہ حالت

اس وقت دہلی یونیورسٹی کے نصاب میں اُردُو برائے نام موجود ہے لیکن اس کا درجہ صفر کے برابر ہے۔ انٹرمیڈیٹ میں ایک پرچہ اردو کا ہے جو مضمون کی حیثیت سے رکھا ہے جسمیں ہر طالب علم کا پاس ہونا ضروری نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو آسانی سے اس سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ دوسرے دہلی کے کسی کالج میں اس کے پڑھانے کا باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ فارسی یا عربی کے استادوں کے سر بیگار کے طور پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اور یہ حضرات بھی اسے بیکار سمجھ کر ٹال دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض کالجوں میں تو آج تک ایک دفعہ بھی باقاعدہ جماعت میں اردو کو نہیں پڑھایا گیا۔ ایسی حالت میں طلباء سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ وہ امتحان میں جا کر اس پرچہ میں عمدہ نتائج دکھا سکیں گے۔

بی۔ اے میں اردو کی حالت نہایت دلچسپ ہے۔ اسے انگریزی میں شامل کر کے پڑھایا جاتا ہے یعنی انگریزی کے تین پرچے مقرر ہیں۔ دو تو انگریزی کے خاص اور تیسرا اردو کا جو صرف پچاس نمبر کا ہے۔ اس میں سے ۲۵ نمبر مضمون اور ترجمہ کے لئے ہیں اور ۲۵ نمبر کتابوں کے ہیں۔ اب بتایئے کہ ان نمبروں میں کون سی ادبی کتاب پڑھائی جا سکتی ہے۔ اور کون سا مضمون لکھایا جا سکتا ہے۔ انٹرمیڈیٹ کی طرح اس کے پڑھانے کا وہاں بھی استادوں کے سر ہے۔ جو اسے مصیبت سمجھ کر ٹال دیتے ہیں۔

یہ ہے اردو کی موجودہ حالت۔ گویا اسے بالکل غیر ضروری جزو سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ دنیا بھر کے ماہرینِ تعلیم پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہر ملک میں ذریعہ تعلیم اسی ملک کی مادری زبان ہونی چاہیئے۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ مادری زبان کو ایک مضمون کی حیثیت بھی نہیں ملتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے گریجویٹ نہ انگریزی ہی میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اردو سے تو انہیں کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔

ہم اپنے نئے وائس چانسلر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ اپنے عہدہ پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلا کام اردو کے مسئلہ کی طرف فوری متوجہ ہونا تصور فرمائیں۔ اور بہت جلد دوسری یونیورسٹیوں کی طرح دہلی میں بھی اردو کو ایک باقاعدہ مضمون کا سا درجہ عنایت فرمائیں۔ اس سے قبل الہ آباد، آگرہ، بمبئی، علی گڑھ اور لکھنؤ نے اردو کو مثل فارسی، ریاضی اور فلسفہ کے ایک مضمون کا سا درجہ دے دیا ہے۔ اور ان یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام ایم۔ اے تک ہے۔ اسی طرح دہلی یونیورسٹی میں بھی اُردُو تعلیم کا نصاب ایم۔ اے تک مقرر ہو جانا چاہیئے تاکہ دہلی کی پیشانی سے یہ کلنک کا ٹیکہ دور ہو جائے اور ہم بھی اُردُو کی خدمت اسی شد و مد سے کر سکیں۔

گویا ہماری ضروریات کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) اُردُو کی موجودہ حالت دہلی کے لئے نہایت قابلِ افسوس ہے۔ اس لئے فوری تبدیلی اور توجہ کی ضرورت ہے۔

(۲) دہلی یونیورسٹی میں اردُو کو ریاضی، فارسی، اور فلسفہ جیسا درجہ ملنا چاہیئے تاکہ اور مضامین کی طرح اُردُو میں بھی ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کی جا سکے۔

(۳) ہر کالج میں اُردُو پڑھانے کا خاص طور پر انتظام ہو۔ اس کے لئے باقاعدہ استاد مقرر ہوں۔ ورنہ اسے اردو پڑھانے کی اجازت نہ دی جائے

ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ استدعا جو فی الحقیقت تمام اردو دنیا کی التجا ہے صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی۔ بلکہ [illegible] بالخصوص وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی [illegible] میں اس اہم معاملہ کو اپنے [illegible] ضروری کمی کو پورا کر دیں گے [illegible] اردو پر ایک بہت بڑا احسان فرمائیں گے۔

## فطرت کی سنگتراشی

برما کے ضلع داکو کا ایک پہاڑ جس کی چوٹی کی شکل کتے جیسی ہے۔

## جاپانی اوپرا

جاپان میں ڈرامہ اور موسیقی کا ایک دلچسپ منظر

## نئی امریکن ریل گاڑی

امریکہ کی اس ریل گاڑی میں برقی انجن ہے۔ جو نو سو (۹۰۰) گھوڑوں کی طاقت رکھتا ہے اور ڈرائیور کا کمرہ انجن کے اوپر ہوتا ہے۔

## جدید لائف بیلٹ

مس باردولے جو جدید لائف بیلٹ کے ساتھ پانی میں تیرتی ہے اس ... کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا

## آل انڈیا تعلیمی کانفرنس

آل انڈیا تعلیمی کانفرنس منعقدہ دہلی کے ڈیلیگیٹوں کا اجتماع

## کشمیری بھیڑیا

جو برف میں رہتا ہے۔ اسکا ایک جوڑا کشمیر سے لندن کے عجائب
[illegible]

بچوں کی دنیا

# ایماندار

(خاص تیج وکلی کے لئے)

اگر تمہیں راستہ میں کوئی پنسل پڑی مل جائے یا کوئی کاپی مل جائے یا دونی چونی گری ہوئی مل جائے تو تم کیا کروگے۔ فوراً معلوم کروگے کہ وہ چیز کس کی ہے اور مالک کو واپس دیدوگے۔ اگر کوئی مالک نہ ملے تو استاد کے پاس لاؤگے اور استاد مالک کو تلاش کرے گا۔ جو لڑکا ایسا کرتا ہے اُسے کہتے ہیں کہ یہ لڑکا ایماندار ہے۔

اگر تمہاری کتاب کھوئی جائے کسی لڑکے کو مل جائے تو تم کیا چاہوگے۔ یہی کہ وہ تمہیں واپس کردے۔ اگر واپس نہ کرے تو تم اُس کو بُرا کہو گے۔ اسی طرح جو چیز تم کو مل جائے اُسے کبھی اپنے پاس مت رکھو۔ مالک کو تلاش کرکے فوراً واپس کردو۔ اگر مالک نہ ملے تو استاد کے حوالے کردو۔

اگر ایک مزدور محنت کرتا ہے جس طرح اُسے آٹھ آنے ملتے ہیں تو یہ آٹھ آنے اُسی کے ہیں۔ کوئی شخص شوق سے خرید کر کپڑا پہنتا ہے تو کپڑا اُس کا ہے۔ محنت کرکے جو کچھ حاصل کرتے ہیں وہ ہماری ملکیت ہے۔

ایک لڑکا ہے۔ ماں باپ اُسے کپڑا بنواتے ہیں، کتاب خرید کر دیتے ہیں۔ یہ اُس لڑکے کی ملکیت بن جاتی ہے۔ یا کوئی لڑکا امتحان میں اول رہتا ہے اُسے انعام مل جاتا ہے یہ انعام کی چیز اُس کی ملکیت بن گئی۔ وہی چیز ہماری ہے جسے ہم محنت کرکے حاصل کریں یا کوئی شخص ہمیں دیدے۔ کسی اور طریق سے چیز حاصل کرنا ایمانداری نہیں ہے۔

ایک آدمی کسی کے گھر سے کوئی چیز اٹھا لیتا ہے اُسے چور کہتے ہیں۔ چور کو پکڑ لیتے ہیں۔ قید خانہ میں رکھتے ہیں اُسے بڑی سخت سزا ملتی ہے۔

لڑکوں کو چاہیئے گھر میں وہی چیز لیں جو ماں باپ اُن کو دیں۔ ماں باپ سے پوچھے بغیر کوئی چیز نہ اٹھائیں۔ ماں باپ کی چیز کو بھی ایسا ہی خیال کریں جس طرح دوسرے آدمی کی چیز کو خیال کرتے ہیں۔

جو لڑکے کھیل میں گڑبڑ کرتے ہیں وکٹ یوں ہی گرا دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں آؤٹ ہوگیا۔ دوڑیں گننے میں چالاکی کرتے ہیں یہ سب بے ایمانی ہے ہمیں ہر ایک کھیل ایمانداری سے کھیلنا چاہیئے۔ اگر آؤٹ ہوجائیں تو چھپانا نہ چاہیئے۔

اگر کوئی لڑکا دوسرے کا سوال نقل کرکے دکھاتا ہے تو وہ بھی چوری کرتا ہے [illegible]

تو یہ بھی چوری ہے۔ دوسرے کا سوال چُرا کر اپنا ظاہر کرنا بے ایمانی ہے۔

جو لوگ جان بوجھ کر دوسروں کی جائداد کو نقصان پہونچاتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ اس نقصان کو پورا کریں۔ کسی کے مال کو نقصان پہونچانا بے ایمانی ہے۔

بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک آدمی کی ملکیت نہیں۔ جیسے سکول۔ دھرمشالہ، تالاب۔ کنواں۔ پیاؤ۔ مندر۔ مسجد۔ اِن چیزوں کو توڑنا یا کسی طرح نقصان پہونچانا بے ایمانی ہے۔

دھوبی میلے کپڑوں کو دھوتے ہیں۔ صاف کپڑوں کو کوئی نہیں دھوتا۔ اسی طرح جو آدمی ایماندار ہے اُسے کوئی کچھ نہیں کہتا۔ پولیس والے چوروں اور بے ایمانوں [illegible]

ہر ایک شخص اُس کا اعتبار کرتا ہے۔ سکول کا سامان ایماندار لڑکے کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ایماندار آدمی کی موجودگی میں گھر کا سامان اُس کے سپرد کرکے کہیں جا سکتے ہیں۔ چور کو گھر میں کوئی بھی نہیں بٹھاتا۔ اپنی چیز کو بے دھڑک برتتے ہیں۔ چور چوری کا مال چھپا کر رکھتے ہیں۔ [illegible] میں ہر وقت اُن کے دل میں ڈر رہتا ہے۔ ایماندار آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے۔

## میری اور پھسڈی

جو بدشوق لڑکا ہے ہوگا وہ فیل — جو چوری کرے گا وہ جائے گا جیل
جو عزت کی خواہش ہے تجھ کو تو پڑھ! — سبق یاد ہو جائے تجھ کو، تو کھیل
پھسڈی کہاں! اور میری کہاں!! — برابر ہو بندوق کے کب غلیل
جسے شوق ہے، پاس ہو جائے گا — نکل جائیگی، آگے چھکڑے سے ریل
جو لکھنے میں پڑھنے میں بدشوق ہوں — نہ رکھنا کبھی ایسے لڑکوں سے میل
[illegible] عزت [illegible] پائے گا — چڑھیگی نہ ہرگز منڈھے اسکی بیل
ہو جاہل کی پوشاک اچھی تو کیا
چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل

## سوالات

(۱) تم کو راستہ میں ایک کتاب پڑی [illegible] کیا کروگے [illegible]

بنتا ہے؟

(۳) اگر گھر میں سے کوئی چیز [illegible] ہو اور وہ ماں باپ سے تم کو نہ [illegible] ہو تو کیا کروگے؟

(۴) مندرجہ ذیل کاموں کے [illegible] اپنی رائے دو:-

ا۔ ایک لڑکا املا نقل کرکے لکھ[illegible]

ب۔ ایک لڑکا کھیل میں یونہی [illegible] گر اگر دوسرے کو آؤٹ کرتا ہے۔

(۵) جو طلبہ پتھر مار کر کوئیں کی منڈیر تو[ڑ] دیتے ہیں اُن کا یہ کام کیسا ہے؟

(۶) جماعت میں سکول کا سامان کس لڑکے کے سپرد کرتے ہو۔

(۷) ایک لڑکا گھر پر سوال [illegible] کی کاپی سے سوال نقل کرکے دکھاتا ہے۔ اُس کے کام پر رائے دو؟

(۸) ایک لڑکا چیز چرا کر تمہارے پاس [illegible] بیچتا ہے تم کیا کروگے؟

[illegible] ہندوستان کے کاشتکاروں کی غربت کے وجوہات اور ان کو دور کرنے کی کوشش کی بہت باتیں سنے ہوئے ہیں۔ اور ہر شخص نے اپنے خیال کے مطابق خامہ فرسائی کی ہے۔ لیکن [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ ان غریب اور بے [illegible] کی حالت بجائے بہتر ہونے کے روزانہ بد سے [illegible] ہی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی صحیح تشخیص نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کے لئے صحیح [illegible] کوشش کی گئی ہے۔

سرکاری اور غیر سرکاری تشخیص کنندوں نے ہندوستان کے کاشتکاروں کی غربت کے متعدد [illegible] وجوہات بیان کئے ہیں جن پر ہم مختصراً ذیل میں بحث کریں گے۔

پہلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ہندوستانی کاشتکار پرانی طرز اور طریقوں پر کاشت کرتا ہے جس کی وجہ سے پیداوار زیادہ نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان اصولوں پر زیادہ ہونے کی کوئی امید ہو سکتی ہے۔

دوسری وجہ زراعتی زمینوں کا یکجا نہ ہونا ہے۔

تیسری وجہ آبادی کا روز افزوں اضافہ ہے۔ لوگ گھروں سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ وہ دوسرے مقامات پر جہاں آبادی کم ہو جانا پسند نہیں کرتے اور اسی وجہ سے گھر پر بیٹھے ہوئے کاشت کرتے ہیں۔

چوتھی وجہ بارش کی کمی ہے جو ان تکالیف میں مزید اضافہ کرتی ہے۔

پانچویں وجہ ساہوکار کا سود ہے۔ جو اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ مقروض کاشتکار کو جو ایک دفعہ قرض کی لعنت میں پھنس جاتا ہے نہ صرف یہ کہ خود اپنی زندگی میں اس سے رہائی نہیں پاتا بلکہ اس کی نسلیں بھی اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتیں۔

یہی وہ پانچ بڑی بڑی وجوہات ہیں جو کاشتکاروں کی غربت کا ذمہ دار ٹھہائے جاتے ہیں۔

بادی النظر کو یہ وجوہات بالکل ٹھیک اور مناسب حال معلوم ہوں گی۔ لیکن اگر ذرا غور کیا جائے۔ اور حالات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جو غربت کی وجہیں بتائی جاتی ہیں وہ غربت کے نتائج ہیں نہ کہ اس کے سبب۔

پہلا ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا زراعتی پیداوار اس کی کمی واقعی پرانے طریقوں پر کاشت کرنے کی وجہ سے ہے۔ یا اس کا کوئی اور سبب ہے؟

کثیر لوگ اس سبب پر بہت زور دیتے ہیں اور تقریباً تمام سرکاری کمیشنوں کی رپورٹوں میں بھی اس پر ہی بہت زور دیا گیا ہے۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی کاشتکار کا نظریہ اس قدر محدود اور تنگ ہے کہ وہ کبھی نئی ایجادات اور کارآمد سامان کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ چاہے اسے فائدہ ہو یا نقصان۔ وہ اپنے باپ دادا کی تقلید اور اس نقش قدم پر چلنا بہت بڑا فخر سمجھتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ صدی [illegible] غیر ممالک نے زراعت میں مشینیں۔ [illegible] اوزار۔ مصنوعی کھاد۔ [illegible] استعمال سے زراعتی پیداوار کئی گنا [illegible] ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہندوستانی [illegible] پرانے اصولوں اور طریقوں پر کار بند ہے [illegible] ایجادوں اور مشینوں سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ غیر ممالک میں [illegible] مشینیں اور اوزار ایجاد ہیں استعمال [illegible] جو کم از کم ۱۲ انچ گہری زمین کھود سکتے ہیں۔ ملک ہندوستان میں پرانا ہل بمشکل [illegible] کھود سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ [illegible] حاصل نہیں کر سکتے۔ ہندوستانی کسان [illegible] کھاد کے فوائد سے بالکل بے بہرہ ہے [illegible]

(باقی صفحہ [illegible] پر)

صحت

# آنکھوں کے متعلق چند بیش قیمت نصائح

(از ویدیہ موہن حکیم سری نواس شرما کڈوی)

**مضر بصارت**

(۱) کھانا زیادہ نمکین کھانا
(۲) گرم پانی اکثر سر پر ڈالنا
(۳) آفتاب کی طرف دیکھنا
(۴) دشمنوں کا منہ دیکھنا
(۵) سوکر دفعتاً آنکھیں روشنی میں کھول دینا
(۶) یک بیک تاریکی سے روشنی میں جانا۔
(۷) گرم پانی سے آنکھوں کو دھونا۔
(۸) بغیر کچھ غذا کھائے نہار منہ نظری کام کرنا
(۹) تیز دھوپ یا گرد و غبار میں آنکھوں سے کام لینا
(۱۰) کافی وقت (چھ گھنٹے سے کم) نہ سونا یا بلا ضرورت دن کو بکثرت سونا
(۱۱) کسی چیز کا بہت نزدیک سے دیکھنا۔
(۱۲) قبض کی شکایت رہنا۔
(۱۳) چرپری، ترش اور تلخ اشیاء کا بکثرت استعمال
(۱۴) سرخ مرچ، تمباکو، شراب، سگرٹ یا منشیات کا عادی رہنا۔
(۱۵) آنکھوں کو ملنا یا انگلیاں ڈالنا۔
(۱۶) کثرت جماع
(۱۷) ثقیل غذا کا استعمال۔
(۱۸) چلتی گاڑی یا لیٹ کر مطالعہ کرنا
(۱۹) زیادہ رونا، غم و غصہ اعتدال سے زیادہ کرنا
(۲۰) عصر مغرب کے درمیان لکھنے پڑھنے کا کام کرنا
(۲۱) بغیر ضرورت کوئی دوا آنکھوں میں لگانا

**مفید بصارت**

(۱) سبزہ اور آب رواں دیکھنا۔
(۲) نشہ کی چیزیں نہ کھانا پینا۔
(۳) عزیز دل اور دوستوں کو دیکھنا۔
(۴) کھلے میدان میں ورزش کرنا۔
(۵) سرد موسم میں پاؤں کو گرم رکھنا۔
(۶) سونے سے پیشتر سرد پانی سے آنکھوں کو دھونا۔
(۷) غذا میں معتدل اور زود ہضم کھانا
(۸) گرد و غبار کے ایام میں گاہے گاہے سرمہ استعمال کرنا۔
(۹) بوقت نکلنے سورج نیلگوں آسمان کو متواتر دیکھنا۔
(۱۰) ہمیشہ سو کر اٹھنے کے پندرہ منٹ بعد سرد پانی سے آنکھیں دھونا۔
(۱۱) خوبصورت اشیاء کا دیکھنا۔
(۱۲) پانی میں غوطہ لگا کر آنکھیں کھولنا۔
(۱۳) کھانا کھا کر آنکھوں پر گیلا کپڑا پھیرنا۔
(۱۴) روزمرہ داتن کرنا۔
(۱۵) گاہے گاہے اطریفل مجون، ملیٹھی، ہڑتال، ہلیلہ وغیرہ کھانا۔
(۱۶) میوہ جات شیریں و تازہ کھانا۔
(۱۷) صبح و شام باغوں میں سیر کرنا۔
(۱۸) بدبو، دھوئیں، گرد و غبار اور تیز دھوپ میں نہ جانا۔
(۲۰) روغنیات مناسب کا سر پر مالش کرتے رہنا
(۲۱) آگ کے سامنے نہ بیٹھنا۔

## نقطہ

آنکھیں ترپھلا - داتن - چوتھائی چھوڑ کے کھاوے پون - شام سویرے ٹہلی چلنے - دوا کا پیسہ و شہد نہ کھاوے۔ یعنی:- آب ترپھلا سے آنکھوں کو دھونا۔ نمک سے دانت صاف کرنا۔ بھوک سے کم کھانا۔ صبح و شام وقت پاخانے جانے والے کا پیسہ دوا دارو میں صرف نہیں ہوتا۔

(از جناب رادھا کرشن بی۔ اے جرنلسٹ) (ماخوذ از تیج دہلی)

"تیج دہلی" مورخہ ۱۹ اکتوبر میں عرض کیا گیا تھا کہ ہم نہیں ماضیہ کی بہترین روایات متعلقہ خوراک کو فراموش ہوتے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ نوجوانوں میں امراض سے مقابلہ کرنے کی طاقت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ کسی کو آج نزلہ ہے تو کل کھانسی

(باقی اگلے صفحہ پر)

اشتہارات

# وحشی دیوزادوں کی سرزمین

(از جناب محمد عبداللہ خاں خویشگی)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

براعظم امریکہ کے انتہائے جنوب اور پیٹاگونیہ کی جنوبی نوک پر بہترین حصہ پر جزائر ٹیرا ڈل فیوگو (یعنی علاقۂ آتشستان) واقع ہے۔ یہ وہ ویران خطہ ہے کہ جس کے ساحل پر بحر الکاہل اور بحر ظلمات کا سنگم ہے۔ جہاں پر تمام سال طوفانی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ خوشنما اور سبز ترکاریاں ناپید ہیں۔ واس انجرے ویلہ کی مناک زمیوں پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں اور ایک قسم کی "تارنما" گھاس کے سوا مطلق کوئی ہریاول نظر نہیں آتا۔ نہ یہاں رنگین بلبل کا نغمہ ہے۔ نہ آبشاروں کا ترنم ہے۔ نہ یہاں انواع واقسام کے پرندے ہیں۔ نہ چوپائے کلیلیں کرتے ہیں۔ نہ زندگی کی کوئی لہر ہی پائی جاتی۔ ایک ویرانہ ہے جہاں ہر طرف اداسی و وحشت پڑی برستی ہے آب رواں کے چشمے مفقود ہیں۔ حتیٰ کہ وحشی باشندوں کو اپنی ضروریات زندگی کے لئے گھاٹیوں کی بند جوہڑوں کا کھاری پانی استعمال کرنا پڑتا ہے۔

صحرائی وحوش میں امریکن شیر، لومڑیوں اور چوہوں کے علاوہ اور کسی جاندار کا پتہ نہیں ملتا۔ پالتو جانوروں میں امریکہ کے "الپکا" یا "لاما" کی نسل کا ایک چوپایہ ہوتا ہے جس کو دیسی باشندے "گواناکو" کہتے ہیں۔

اہالیان یورپ ماضی قریب تک اس سرزمین کے اندرونی حالات سے ناآشنا تھے لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں محققین اور سیاحوں کی تحقیقات، و جستجو نے ناواقفیت کے پردے چاک کرکے ہر قسم کی آگاہی بہم پہنچائی۔ سرزمین پیٹاگونیہ کی اس نوک کے وحشی باشندے دیو قامت پائے جاتے ہیں۔ جن کے قد کا ایک عام اوسط ساڑھے چھ فٹ ہے اور بعضے تو پورے سات فٹ تک بلند بالا ہوتے ہیں۔ قدرت نے بندروں کی طرح نقالی کرنے کا ان کے اندر مادہ ودیعت کیا ہے۔ دروغ گوئی اور دغابازی گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ گندگی اور میلاپن اس قوم کا مایۂ خمیر ہے۔ نہانا دھونا تو مطلق جانتے ہی نہیں اور ان کی جلد کا اصلی رنگ روپ بعض اس وقت کبھی اتفاق سے نظر پڑ جاتا ہے جب میل کی طبقیں تڑخ کر جلد پر سے گر جاتی ہے۔

مرد اپنے چہروں اور چھاتیوں پر ایک قسم کی ارغوانی مٹی تھوپ لیتے ہیں۔ گویا یہ ان کا دلپسند گلگونہ ہے نیز کلونس کا غازہ بھی ان کو بیحد مرغوب ہے۔ یہاں کی صنف لطیف چکنی مٹی، چربی اور خون کے مرکب سے ایک قسم کا ابٹنا تیار کرتی ہیں جس کو اپنی شکلوں پر مل کر بالکل بھچاسی بنجاتی ہیں۔ اور اپنے اس سنگھار پر اس قدر اتراتی ہیں کہ یہ حبیبان پیرس لطیف ترین پامیڈ POMADE استعمال کرکے یہ عشوہ و انداز دکھاتی ہوں گی یہاں کی عورتیں اس طور پر



دوشیزہ کی اس قدر پرستار ہیں کہ کوئی معشوقہ طناز شادی کرنے پر رضامند نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اس کا فریفتہ جمال اس غازۂ بے مثال کی کثیر مقدار فراہم کرنے کا ٹھیکہ دار نہ بن جاوے۔ کوئی لیسے حسن بیگانہ کا کیسا ہی بانکا چھبیلا کیوں نہ ہو مگر اس حسینہ کا دل نہیں موہ سکتا تاوقتیکہ اپنے ماہر ترین "سارق اسپ" ہونے کا ثبوت پیش نہ کردے۔ من حیث القوم یہ وحشی پرلے سرے کے سست اور کاہل ہوتے ہیں۔ ان کی جبلت ہی میں کاہلی۔ خونخواری۔ خودغرضی اور دغا داخل ہے۔ اسی باعث پیٹاگونیہ والے اس لائق نہیں سمجھے جاتے کہ کوئی برگشتہ بخت وطن آوارہ نہیں جانکلے تو آرام و سکون پاسکے

## طبیہ کالج دہلی کے طلباء سے التماس

برادران محترم! آپ کے علم میں آچکا ہوگا کہ کالج کی جانب سے ایک رسالہ "اجمل میگزین" نامی اشاعت پذیر ہورہا ہے، اور غالباً اس کے چند پرچے جناب کے مشاہدے سے گذر چکے ہوں۔ یاد رہے یہ رسالہ اس کالج کی جانب سے نکل رہا ہے، جس میں آپ عمر عزیز کا ایک معقول حصہ، ایک فن شریف کی تحصیل میں گذار چکے ہیں، اور اس کے بار احسان سے سبکدوشی تازیست ناممکن ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ آپ کے دلوں میں اپنے کالج کی محبت و عظمت اسی طرح جاگزیں ہے، جس طرح کہ آپ کے دور طالبعلمی میں تھی، بانی کالج مسیح الملک حکیم اجمل خان (نوراللہ مرقدہ) کی سی عظیم المرتبہ شخصیت (جن کے نام نامی سے اس رسالہ کو نسبت دیگئی ہے) اور ان کے عظیم الشان فنی کارنامے ہمیشہ آپ سے اور آپ کے توسط سے آنیوالی نسلیں روشناس ہوتے رہیں گے،

اجمل میگزین کے اجراء سے ہمارا مقصد طلب منفعت و حصول زر نہیں، بلکہ فن طب کی خدمت اور انسانی بہبود ہے، ہمارا منشاء یہ ہے کہ اس کے صفحات پر مضامین و مقالات شائع ہوں، جو طب کے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی کریں، جن سے طب کی شہرت و وقعت میں اضافہ ہو جس کے پڑھنے سے اہل دنیا کو اپنے گوناگوں امراض کا سہل الحصول علاج دستیاب ہوسکے، نیز ہمارے کالج کا نام روشن ہو اور دنیا خاندانی حکیموں کے اس آفتاب ایثار کی شعاعوں سے بہرہ یاب ہوسکے۔

ہمارے یہ بلند مقاصد اور اعلیٰ ارادے اس وقت تک تشنۂ تکمیل رہیں گے، جبتک کہ آپ حضرات، ہماری اعانت نہ فرمائیں، ہماری حیثیت محض طالبعلم کی ہے جن کی علمی و عملی قابلیت نامکمل جن کی ذات ہیچمدان کی مصداق ہے۔ بخلاف اس کے آپ اسناد لیکر عملی دنیا میں قدم رکھ چکے ہیں، اور آپ کی فنی قابلیت روز بروز ترقی پذیر ہے، بغیر آپ کی امداد و اعانت کے ہمارے اس سفینہ کا ذرہ بھر بھی متحرک ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے،

بنابریں ہم تمام طلباء قدیم کی خدمت میں عرض پرداز ہیں، کہ وہ اپنے کالج کے اس علمی و فنی آرگن کے حفظ و بقا کی ہر ممکن تدبیر فرمائیں، اپنے بلند پایہ مضامین

بحیثیت سے اس رسالہ کے صفحات کو مزین فرمائیں، اس رسالہ کی خریداری کو اپنا اخلاقی فرض تصور کریں، اور اس کی توسیع اشاعت میں ہر امکانی کوشش سے دریغ نہ فرمائیں،

کیا ہم امید کریں کہ ہماری یہ آواز آپ کے لئے صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی؟ اور امید ہے کہ آپ اپنی علو ہمتی اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ اس مرتبہ اجمل ڈے کے موقعہ پر مسیح الملک نمبر بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے جو جلد خریداروں کو پیش کیا جائے گا۔

ممبران مجلس مذاکرہ طلبہ کالج

# ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت اور اسکے وجوہات

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

[illegible] پیک چاہیے۔ ہندوستان میں عمدہ بیج حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اور اگر کاشتکاروں کو کہیں عمدہ اعلیٰ درجہ کا بیج مہیا کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے استعمال سے فائدہ اٹھائے تو وہ بہت بے پروائی سے اس کے لینے اور استعمال کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ جب کبھی اس کی فصل پر کیڑے مکوڑے یا مصنوعی حملہ کر کے تباہ کر دیتے ہیں تو وہ اس کی تباہی اپنی طاقت سے باہر خیال کرتا ہے۔ اور اس کو خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی مصیبت کہہ کر بیٹھ جاتا ہے۔

یہ ہیں وہ الزامات جو ہندوستانی کاشتکاروں کے خلاف اکثر بیان کئے جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کبھی خود کاشتکاری نہیں کی۔ یا صرف کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو فن زراعت کا ماہر سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ اور عام لوگ ان دلیلوں سے بہت جلد مرعوب ہو جاتے ہیں۔

ہمیں سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کیا ہندوستانی زمین کی پیداوار دوسرے ممالک کی نسبت واقعی بہت کم ہے۔ اور اگر یہ ٹھیک ہو تو کیا ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت کا سب سے بڑا اور اہم سبب یہی ہے؟۔ جو لوگ اس خیال کی تائید کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ملک کی زمین کی پیداوار کو دوسرے ملک کی زمین کی پیداوار سے مقابلہ کرتے وقت ان تین باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے

(۱) زمین کی حالت (۲) آب و ہوا (۳) کسانوں کی قابلیت۔ اگر دونوں ملکوں کی زمینوں میں یہ تینوں باتیں یکساں نہ ہوں تو مقابلہ فضول اور بے معنی ہے۔

مثال کے طور پر آم لے لیجئے۔ آموں کی پیداوار ہندوستان میں تمام ممالک کی نسبت زیادہ ہے۔ یہ بات سب پر واضح ہے کہ باوجود اس کے کہ مغربی ممالک نئی قسم کی مشینیں اور مصنوعی کھاد وغیرہ کا استعمال کرنے کے باوجود اس مقدار اور اتنے اعلیٰ قسم کے آم جیسے کہ ملک ہندوستان میں ہوتے ہیں پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

اگر صرف زراعتی پیداوار ہی جانچ کا صحیح طریقہ ہے تو ہم بلاخوف کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی مالی دنیا کے تمام ممالک کے مالیوں سے ہوشیار۔ عقلمند اور بہتر ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس پھل کی پیداوار میں فرق دونوں ملکوں کی زمین اور آب و ہوا کے فرق کی وجہ سے ہے۔

ممالک متحدہ امریکہ میں ایک سال میں گیہوں کی دو فصلیں اٹھائی جاتی ہیں۔ مگر ہندوستان میں صرف ایک ہی فصل حاصل کی جا سکتی ہے۔ دوسرے ممالک کو الگ رہنے دیجئے ہندوستان کے کوئی دو صوبے ایسے نہیں جن کی آب و ہوا یکساں ہو اسی طرح زمینوں میں بھی بہت فرق ہے۔ بمبئی میں تین انچ گہری زمین کھودنے سے پتھر نکلنے لگتے ہیں لیکن اس کے برعکس پنجاب اور یو۔پی میں زمین سطح آب تک اچھی نکلتی چلی آتی ہے۔ بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ فصل کی پیداوار زمین کی زرخیزی اور آب و ہوا پر بہت کچھ منحصر ہے۔ پھلوں کی مثال اس امر کو بہت عمدہ طریقہ پر واضح کر دیتی ہے۔ ہندوستان میں ہر ممکن کوشش کی گئی اور کی جا رہی ہے کہ ناگپور اور سلہٹ جیسی نارنگیاں اور علاقوں میں بھی پیدا کی جا سکیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اور نہ مدراس اور بمبئی جیسا دوسرے صوبوں میں پیدا کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر کسان کو وقت پر بیج نہ ملے یا وہ وقت پر بیل تبدیل نہ کر سکے یا اسے [illegible] ملے تو اس کی فصل یقیناً نقصان اٹھائے گی اس طرح تجربہ کار کسان ناتجربہ کار کے مقابلہ میں فائدہ میں رہیگا۔

پس کسی دو ملکوں کی پیداوار کا مقابلہ کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ ان تین وجوہات کی بنا پر جو فرق ہوا سے واضح کر دیا جائے۔

---

تیج ویکلی

میں شائع ہونیوالے بلاک

بڑے خوبصورت ہیں

جو ہوں آپ اپنے رسالہ یا اخبار کی زینت بڑھانا چاہیں تو اسکے متعلق ہم سے بات کریں

# بلاک

برائے فروخت

منیجر تیج ویکلی دہلی

---

# فلم ایڈورٹائزنگ کا

## بہترین ذریعہ

تیج ویکلی میں ہر ہفتہ فلم کے متعلق دو صفحے کے نہایت دلچسپ اور پرلطف مضامین شائع ہوا کریں گے۔ اس لئے جو سینما اور فلم کمپنیاں ان صفحوں پر اپنے اشتہار دینگی۔ اُن کے فلم بہت جلد مقبول ہو جائیں گے، اور اُن کو اس تجارت میں زبردست فائدہ ہوگا، فلم کی اشاعت کا اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ آئندہ ہفتہ کے ویکلی میں اپنے اشتہار کے لئے آج ہی جگہ ریزرو کرا لیجئے!

منیجر اخبار تیج دہلی

TELE. YARN.
TELEPHONE 5243
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس : دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جارہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہوجاتا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی باقی نہیں۔ جو یہ مل تیار نہ کرچکی ہو،
ڈرین، ڈویل، لٹھے کورے، دھلے اور رنگین۔ دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، نور بہ ململ، کریپ۔ شرٹنگ۔ سوٹنگ، چادر پلنگ، سوزنی، تولیے روئیدار، رنگین دفینسی۔ جھاڑن۔ مسہری دوسوتی، شیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی۔ آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیا چند ہردیال امرتسر
میسرز دیا چند ہردیال جموں
میسرز دیا چند ہردیال سکھر
میسرز دیا چند ہردیال پالی
میسرز کنہیا لال مولا رام بجے پور
میسرز چندو لال سورج مل کانپور
میسرز رامجی داس شریرام کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن فرخ آباد
میسرز جیا رام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ:- تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہوسکتا ہے،
میسرز کھڑک سنگھ دلیش راج لاہور
میسرز ایس جے۔ کوآپریٹو سوسائٹی کراچی
میسرز ایس۔ جے۔ کوآپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

## [illegible] کے ایک ہفتے کی آمدنی

| | | |
|---|---|---|
| [illegible] | ۹۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | [illegible] | ڈالر |
| [illegible] | ۸۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۷۰۰۰ | ڈالر |
| جان بیری مور | ۶۵۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۶۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۶۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۷۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] میری | ۵۰۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۴۵۰۰ | ڈالر |
| [illegible] | ۳۷۷۵ | ڈالر |
| ای۔جی۔رابنسن | ۳۰۰۰ | ڈالر |
| جیمز کیگنی | ۲۸۰۰ | ڈالر |
| [illegible] گیبل | ۲۵۰۰ | ڈالر |

## حکومت امریکہ کا فلم

حکومت امریکہ نے ایک فلم کمپنی سے معاہدہ کیا ہے اور عنقریب ایک فلم بنایا جائے گا جس میں امریکہ کے سرکاری دفاتر، سرکاری افسران اور سرکاری اداروں کے کام کی تشریح کی جائے گی۔ امریکہ کا خزانہ کس طرح جمع کیا جاتا ہے اور اسے پبلک کے فائدے کے لئے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو کس طرح فائدہ پہنچتا ہے اس کا حال اس فلم سے ظاہر ہوتا ہے۔

## کارٹون فلم

"مکی ماؤس" مشہور نقش ظرافت (کارٹون) بنانے کے لئے صرف ایک فلم کی خاطر تقریباً ۱۵۰۰ نقشے تیار کرنے پڑتے ہیں۔

ہندوستان میں بھی ایک کارٹون "جمبو کا کا" بنایا گیا ہے۔ پہلی کوشش ہے اس لئے ہمت افزائی کے قابل ہے۔

## اپنا اُستاد

رابرٹ منٹگمری نے پیانو بجانا خود ہی سیکھا تھا اور اب وہ دنیا کے مشہور پیانو نوازوں میں شمار ہوتا ہے۔

## بارہ برس کی عمر میں زبانوں کی ماہر

ارسپن ڈیسٹ ریش دنیا کی مشہور فلم ایکٹرس پیدائشی ذہین تھی۔ بارہ برس کی عمر سے پہلے اس نے فرانسیسی انگریزی اور ہسپانوی سیکھ لی تھی اور گفتگو کر سکتی تھی۔

---

"فلم میں آنے کے باعث میرے ولولے فنا ہو گئے۔ دلی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ لیکن شوق کی خاطر ہر خوشی کو برباد کر لیا۔" (جینٹ گینر)

---

"مسرت اپنے ہی خیال کا عکس ہوتا ہے۔ دماغ کے آئینہ کو صاف رکھو۔ عکس ہمیشہ تابناک ہوگا۔" (گاربو)

---

## ایک ایکٹریس کی خودکشی

### خودنوشت کتبہ مزار

ہالی ووڈ کی ایک نوجوان فلم ایکٹریس ڈوروتھی ایڈورڈز نے جو ایک اعلیٰ درجہ کی افسانہ نگار اور اداکار تھی خودکشی کر لی ہے جس کا آج کل امریکن اخباروں میں بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اس نے اپنی زندگی ختم کرنے سے قبل جو خودنوشت سے کتبہ مزار تحریر کیا ہے۔ وہ ادبی حیثیت سے ایک نادر چیز ہے۔ اسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

"کتبہ مزار"

"میں اپنے آپ کو اس لئے موت کا شکار بنا رہی ہوں کہ میں نے آج تک کسی سے مخلصانہ محبت نہیں کی۔ میں نے دوستانہ مسکراہٹ اور محبت کے تحائف کو قبول کیا۔ مگر ان کے بدلے ہدیوں کے عوض کبھی سچی محبت اور مخلصانہ عشق پیش نہیں کیا۔ اس جرم حیات کی پاداش میں میں اپنی جان ضمیر کی پکار کی نذر کرتی ہوں!!"

## خام فلموں پر درآمدی محصول

ہندوستان میں آنے والے خام فلم پر حکومت کو سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء، ۱۹۳۲-۳۳ء اور ۱۹۳۳-۳۴ء میں مندرجہ ذیل محصول وصول ہوا۔

| | |
|---|---|
| سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | ۴۲۳۰۰۰ روپے |
| سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء | ۴۴۲۰۰۰ " |
| سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء | ۰۰۰ [illegible] |

## (انڈیا) بمبئی فلم سنسر کا خرچ

ارکان بمبئی فلم بورڈ آف سنسرز کو حسب ذیل فیس ادا کی جاتی ہے۔

| | |
|---|---|
| سال اگست تا دسمبر | [illegible] روپے |

(باقی صفحہ [illegible] پر)

(باقی صفحہ [illegible] پر)

# دورالہ شوگر ورکس

دورالہ شوگر ورکس شمالی ہند میں دیسی شکرسازی کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے۔ اس کا سرمایہ اور انتظام ہندوستانی ہے، اور ہندوستانی کاریگر ہی صاف، شدھ اور خوش ذائقہ دانہ دار کھانڈ تیار کرتے ہیں،

جب آپ چینی خریدیں، تو دورالہ شوگر ورکس کی بنی ہوئی چینی ہی طلب کریں، یہ پوترتا، پاکیزگی اور عمدگی میں بے مثال ہے، بڑی خوش ذائقہ اور میل مٹی سے پاک ہے،

**دورالہ شوگر ورکس دورالہ ڈاکخانہ خاص ضلع میرٹھ**

TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

No. 326

## تیج ویکلی دہلی کا دوسرا دلچسپ انعامی معمّہ

# پانسو روپیہ کا انعام

معمّہ صرف آٹھ بار شائع ہوگا

## حل [illegible] اور [illegible]

جیسا کہ ہم پیشتر ہی اعلان کر چکے ہیں، تیج ویکلی نے دلچسپ معموں کے سلسلہ کا دوسرا انعامی معمّہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے یہ پہلے معمّہ کی نسبت زیادہ آسان اور زیادہ دلچسپ ہے تھوڑی سی دماغی محنت سے حل ہو سکتا ہے۔ ذیل میں الفاظ دیئے گئے ہیں، ان پر نقطے نہیں ہیں، بعض نشانات آپ کو نقطے وغیرہ لگا کر الفاظ کو مکمل کرنے ہوں گے۔ آپ کی آسانی کے لئے ہر لفظ کے سامنے مناسب اشارہ بھی درج کر دیا ہے۔ ان الفاظ کے اصل جوابات جو صحیح تسلیم کئے جائیں گے، لفافہ میں بند کر کے سنٹرل بنک دہلی میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ جو جوابات [illegible] کے مطابق ہوں گے وہی صحیح اور درست مانے جائیں گے۔

اوّل انعام ۵۰ روپیہ، دوسرا انعام ۲۵ روپیہ، پانچ انعام دس دس روپیہ کے اور باقی ۵ انعام پانچ پانچ روپے کے ہیں۔

مثال:- مص = دوسروں کو پہنچانا = فیض

اسی طرح نقطے وغیرہ لگا کر ذیل کے الفاظ کو مکمل کیجئے

| نمبر | الفاظ | اشارے | جواب | نمبر | الفاظ | اشارے | جواب |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مص | دوسروں کو پہنچانا | | ۱۱ | عوب | ادھر سے مسلمان آئے | |
| ۲ | کساملس | ایک جگہ کا نام | | ۱۲ | تصوب | اس سے بچ | |
| ۳ | مالو | بڑی مشقت کرتا ہے | | ۱۳ | مال | جو آپ کھاتے ہیں | |
| ۴ | ول | ہمیشہ سچا ہو | | ۱۴ | فرص | اس سے جلد [illegible] | |
| ۵ | مار | اسکو سب چاہتے ہیں | | ۱۵ | معا | سنگار کی چیز | |
| ۶ | کسی | ایک انجمن | | ۱۶ | عوص | [illegible] | |
| ۷ | رای | زیادہ نہ کر | | ۱۷ | سامب | [illegible] | |
| ۸ | وب | حفاظت سے رکھو | | ۱۸ | وکو | ایک شہنشاہ | |
| ۹ | کلی | ایک قسم کی روشنی | | ۱۹ | سرسروسا | ایک [illegible] | |
| ۱۰ | السور | سب کا مالک | | ۲۰ | ملمسه | اس میں [illegible] | |

### شرائط داخلہ انعامی مقابلہ

(۱) ہر کوپن کے ساتھ ٹکٹ یا نقد [illegible] جوابات مع [illegible] صیغہ انعامی اخبار تیج دہلی کے پاس آنے چاہئیں۔

(۲) کوپن میں ہر لفظ کا درست ایک ہی حل ہونا چاہیئے نقطے وغیرہ بقدر صاف ہوں کہ لفظ آسانی سے پڑھا جا سکے

(۳) ایک شخص کئی کوپن بھی [illegible] مگر ہر کوپن کے ہمراہ فیس داخلہ ہونی چاہیئے۔

(۴) [illegible]

(۵) اگر کسی کے بھی جواب صحیح نہ ہوں تو قریب قریب صحیح جواب والوں کو انعامات ملیں گے۔

(۶) تقسیم انعامات بذریعہ قسمت آزمائی [illegible]

(۷) منیجر اخبار تیج دہلی کا فیصلہ آخری اور قانوناً جائز ہوگا۔ اس پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی۔

(۸) [illegible]

کوپن

[illegible]

نام

پورا پتہ

نوٹ:- [illegible]

یہ کوپن جوابات [illegible]

نوٹ:- [illegible]

منیجر [illegible]

# مسز سروجنی نائیڈو

شریمتی سروجنی نائیڈو ہندوستان کی محدودے چند ہر دلعزیز ہستیوں میں سے ہیں۔ کسی زمانہ میں بھارت ورش کی دیویاں علم و فضل کا مخزن تھیں آپ اُسکی زندہ یادگار ہیں۔ عالی اخلاق۔ بے تعصبی۔ وسیع النظری اور بے نفسی آپ کے خاص جوہر ہیں۔ لیکن آپ کی شاعری کی قدر انگلستان میں بھی کی جاتی ہے۔ شاید ہندوستانی انگریزی شاعری کرنے والوں میں اکثر بیشتر نے بعد آپ ہی کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے۔ آجکل آپ کی سب سے زیادہ شہرت سیاسی رہنما اور ہندو مسلم اتحاد کی علمبردار کی حیثیت سے ہے۔

شریمتی سروجنی نائیڈو بنگال کے ایک معزز برہمن خاندان سے پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد کا نام اگھور ناتھ چٹوپادھیائے تھا۔ ان کے خاندان کا تعلیمی سلسلہ برہم نگر سے تھا۔ انہوں نے اڈنبرا یونیورسٹی سے ڈی ایس سی کی ڈگری ۱۸۷۷ء میں حاصل کی تھی۔ واپس آنے پر حیدر آباد میں نظام کالج کھولا۔ اور آخر عمر تک تعلیمی ترقی میں منہمک رہے۔

شریمتی سروجنی دیوی ان کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ ۱۳ فروری ۱۸۷۹ء میں ان کا جنم ہوا۔ ان کے والد نے شروع ہی سے ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جن میں قسمتی ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ ابھی ان کی عمر پورے بارہ سال کی نہ ہونے پائی تھی کہ انہوں نے مدراس یونیورسٹی سے میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا۔ ایک ہندوستانی لڑکی کا اس عمر میں یونیورسٹی کا امتحان پاس کرنا خاص واقعہ تھا۔ اور اس کا چرچا تمام ملک میں پھیل گیا۔ سروجنی دیوی کی شہرت کا یہ پہلا زینہ تھا۔ ۱۶ سال کی عمر میں آپ انگلستان تشریف لے گئیں۔ وہاں آپ نے اعلیٰ انگریزی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی انگریزی شاعری کی بنیاد وہیں سے پڑی۔ عنفوان شباب ہی سے آپ مناظر قدرت کے حسن پر فریفتہ رہی ہیں۔ انگلستان میں اولاً آپ نے کنگس (شاہی) کالج لندن میں تعلیم پائی۔ ہندوستان میں واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد آپ کی شادی دسمبر ۱۸۹۸ء میں ڈاکٹر نائیڈو سے ہوئی۔ دونوں کی ذاتیں مختلف تھیں۔ اس شادی سے سروجنی دیوی کی آزادانہ سپرٹ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے شوہر بھی نہایت آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ آپ کی شادی کی وجہ سے آپ کے علمی و ادبی مشاغل میں یا پبلک لائف میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

## شاعری

یوں تو سروجنی دیوی ایک ملکی لیڈر بھی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے وہ شاعرہ ہیں۔ ان کی زندگی کی ابتدا شاعری سے ہوئی جو بیشتر انگریزی زبان میں ہے۔ انگلستان میں ان کی دو کتابیں شائع ہوئیں۔ دی گولڈن تھریشولڈ (آستانِ طلائی) اور دی برڈ آف ٹائم (طائرِ وقت) رُوح سے خطاب کرنے اور مناظرِ فطرت کے بیان کرنے میں انہیں کمال حاصل ہے۔ انگلستان جانے سے قبل ہی آپ نے شاعری شروع کر دی تھی لیکن اس

کی شاعری سے موسیقی کا آرٹ ٹپکتا ہے۔ رنگینی بہار وجد روحانی۔ کیف سرور۔ دل پر درد۔ پیغام اتحاد وغیرہ مختلف موضوعات پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے۔ مذہبی جذبہ بھی خاص انداز میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان کی عظمت کا نقشہ بھی خوب کھینچا ہے۔ دیہاتی گانے بھی خوب نظم کئے ہیں۔ اسی پیرایہ میں انہوں نے ہندوستان کے دُکھ درد کی داستان بیان کر دی ہے سستی پرولٹن

کا پیغام دیا تھا۔ ہندوستانی خواتین کو بھی آپ قوم پرستی کی تلقین کرتی رہی ہیں۔ سر فیروز شاہ مہتہ۔ مسٹر گوکھلے۔ مہاتما گاندھی۔ ماتا کستوری بائی کے جو کیرکٹر آپ نے بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت انسانی کی گہرائیوں میں انہیں کتنا دخل ہے۔ آپ دل سے ہندو مسلم اتحاد کی حامی ہیں اور ان محدودے چند ہندو سیاسی لیڈروں میں ہیں جنہیں مسلمان بھی اچھا سمجھتے ہیں۔

وقت تک آپ کی شاعری کی سپرٹ انگریزی ہوتی تھی۔ انگلستان پہنچنے پر مسٹر ایڈمنڈ گوس نے ان سے اصرار کیا کہ وہ انگریزی خیالات کو انگریزی الفاظ میں نہ دہرائیں اگر وہ ہندوستانی جذبات و خیالات کو انگریزی میں پیش کریں تو یہ نہایت قابل قدر اضافہ ہوگا۔ سروجنی دیوی نے اس پر عمل کیا اور سوا سال کے بعد کی ان کی جتنی شاعری ہے وہ سب ہندوستانی سپرٹ میں ہے۔ سروجنی دیوی کی مرکتہ الآرا نظم ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گی۔

## تقاریر و خیالات

سروجنی دیوی کی تقاریر سے ان کی وطن پرستی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مدراس کی آستک کانفرنس میں ان کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مذہب کو بھی قومی تعمیر کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ ایک تاریخی سوسائٹی میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے پہلے پہل طلباء کو وطن پرستی

[illegible] ملکی حالات میں حصہ لینا شروع کیا ۱۹۱۵ء میں لکھنؤ کانگریس میں حکومت خود اختیاری کی تحریک کی تائید آپ نے نہایت پُرجوش الفاظ میں کی۔ لکھنؤ کانگریس کے بعد آپ نے تمام ملک کا دورہ کیا اور جا بجا سیاسی تقریریں کیں۔ ۱۹۱۷ء میں الہ آباد میں جو تقریر آپ نے افریقہ کے ہندوستانیوں کے متعلق فرمائی اس کا عام طور پر بہت اثر ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے آخر میں کلکتہ کانگریس میں آپ نے حکومت خود اختیاری کے ریزولیوشن کی تائید کی۔ ۱۹۱۸ء میں کانجیورم میں آپ نے مدراس پراونشل کانفرنس کی صدارت کی۔ ستمبر ۱۹۱۸ء میں بمبئی کی اسپیشل کانگریس میں عورتوں کی حق رائے دہندگی کا ریزولیوشن آپ نے کانگریس میں پیش کیا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں دہلی کی آل انڈیا سوشل سروس کانفرنس کی آپ نے صدارت فرمائی۔ تحریک ترک موالات کے شروع ہونے پر آپ ہمہ تن اس میں کوشاں ہو گئیں۔ ۱۹۲۱ء میں لکھنؤ کانفرنس میں آپ نے اردو زبان میں تقریر کی۔ ۱۹۲۴ء میں آپ جنوبی افریقہ تشریف لے گئیں۔ جہاں آپ نے مختلف مقامات پر گشت کر کے ہندوستانیوں کی حالت کا اندازہ کیا۔ جب کہ اس زمانہ میں مس میو نے ہندوستانی قوم کے اخلاق۔ مذہب۔ تہذیب۔ تمدن اور سیاست کے متعلق مدر انڈیا نامی کتاب شائع کی تو ہندوستانی قوم نے آپکو اپنا سفیر مقرر کر کے امریکہ اس بے سرو پا و غلط پروپیگنڈا کا جواب دینے کے لئے بھیجا۔

مہاتما جی کی گرفتاری کے فوراً بعد اسی سال میں آپکی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ اس طرح ۶ ماہ کی سزا پوری کرنے کے بعد آپ نے دوبارہ ستیہ گرہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حکومت سے صلح کے وقت آپ مہاتما جی کے ساتھ مشورہ میں شریک رہیں اور بعد ازاں اُن کے ہمراہ ۲۹ اگست ۱۹۳۱ء کو راجپوتانہ جہاز سے دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئیں۔ جہاں پر آپ کا انگریزوں و دیگر ہندوؤں کے ساتھ شاندار استقبال کیا گیا۔

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی ناکامی کے بعد ہندوستان واپس آنے پر آپ لیڈروں کے ساتھ آپ کو بھی حکومت نے گرفتار کر لیا۔ پھر اپریل ۱۹۳۳ء میں رہا کر دیا۔

اس کے بعد مہاتما جی کے تاریخی برت میں باوجود خرابی صحت کے آپ نے جو تیمارداری کی خدمات انجام دی ہیں ان کو قوم کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

اس کے بعد جولائی ۱۹۳۳ء میں پونا میں کانگریس رہنماؤں کی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے سلسلہ میں کام فرمایا۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۳۴ء میں بمبئی کانگریس کے موقعہ پر جو ورکنگ کمیٹی بنائی گئی اس میں آپ کو بھی منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے پنجاب کا دورہ کیا اور حیدر آباد میں خواتین کانفرنس میں شرکت کر کے واپس تشریف لائیں اور وہاں پر عورتوں کی انجمن کی صدارت [illegible]

# بُلبُلِ ہند

(از قلم جناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

نغمہ تیری رُوح میں پیوست ہے اے شاعرہ
نالہ بن کر لب سے ہر نعرہ نکلتا ہے ترا
بلبلِ ہندوستاں کیا خوب لہجہ ہے ترا
ہے نرالی شان پیدا تیری ہر تحریر سے
تیری طبعِ حوصلہ پرور میں مایوسی کہاں
سچ کہا تو نے یہ ہم سے اے خدائے اتحاد
موجزن ہے جذبۂ حُبِّ وطن دل میں ترے

اس لئے تیری نظر پیہم ترنم ریز ہے
اس لئے تیرا ہر اک پیغام درد انگیز ہے
تیرا ہر اک لفظ ہر اک فقرہ دل آویز ہے
صفحۂ قرطاس پر گویا تو گوہر بیز ہے
ہر شکست اک جہد تازہ کیلئے مہمیز ہے
کشمکش فرقوں کی ہر قوم زہر آمیز ہے
پھر بھی قومی اور نسلی بغض سے پرہیز ہے

تیری سچی قدر ہے نظروں میں اُن احرار کی
آتشِ حُبِّ وطن سینوں میں جن کے تیز ہے

گذشتہ پرچہ میں جو نظم حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے متعلق شائع ہوئی ہے اس کے پہلے مصرعہ میں مسیح ملک کے بجائے مسیح الملک غلطی سے درج ہو گیا ہے۔ (اڈیٹر)

ترقی دہلی
مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء

# اعتماد اور تبدیلی قلب

## موجودہ ہندی برطانی سیاسیات کی روشنی میں

جب سے ہندوستان میں تحریک آزادی شروع ہوئی اور ملک میں مختلف سیاسی جماعتیں مختلف طریقوں پر آزادی کے نصب العین یا اس سے کم درجہ کے نصب العین کو پیش نظر رکھ کر جد و جہد یا تقریر و تحریر میں مصروف ہوئیں۔ یہ دو الفاظ یعنی "اعتماد" اور "تبدیلی قلب" بہت کثرت سے استعمال کئے جانے لگے۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح "پروپیگنڈا" کا لفظ گذشتہ جنگ عظیم کی پیداوار ہے اسی طرح اپنے موجودہ سیاسی معنوں میں "اعتماد" اور "تبدیلی قلب" بھی ہندوستان کی تحریک آزادی کی پیداوار ہے۔ برطانی حکومت کہتی ہے کہ میرے وعدوں پر اعتبار کرو۔ ہندوستان صرف وعدوں کو نہیں بلکہ عمل کو دیکھتا ہے اور اس کے دل میں اعتماد کا احساس پیدا نہیں ہو تا جب تک مطمئن کر سکے بات اتنی ہے کہ ہندوستان آزادی طلب کرتا ہے۔ برطانیہ اس کے دینے سے انکار نہیں کرتا۔ مگر یہ نہیں بتلاتا کہ یہ عطیہ کب دیا جائیگا اور وہ فردائے قیامت کتنی دور ہے جب ہندوستان آزاد ہو جائیگا

وعدے پہ مرے اُن کے قیامت کی ہے تکرار
اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے اِدھر آج

لیکن غائر نگاہ سے دیکھنے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے صرف "آج" اور "کل" کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ برطانیہ کا عمل ایسا ہے جس سے اس کی نیت بخیر نہیں معلوم ہوتی۔ ہندوستان سے اگر کل کوئی کھلا وعدہ کر دیا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے آئین مرتب کیا جانے لگے تو کچھ بات بن سکتی ہے مگر یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ پچھلے خالی خولی وعدے بھی واپس لئے جا رہے ہیں۔ حصول آزادی کے امکان ہی کا خاتمہ کیا جا رہا ہے اور اس پر برطانیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم پر اعتماد کرو۔ ہندوستان اس کا جواب دیتا ہے کہ ہم وعدوں سے تنگ آ چکے ہیں اب تو ہم اصلی چیز کے طالب ہیں۔ بقول غالب

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان، جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

یہی وہ عدم اعتماد ہے جس سے تبدیلی قلب کے ثبوت کا مطالبہ پیدا ہوتا ہے اور ہندوستان کہتا ہے کہ جب تک حکومت برطانیہ اپنی تبدیلی قلب کا ثبوت نہایت صاف اور واضح طریقہ پر پیش نہیں کریگا وہ اس کے وعدوں پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ لیکن ہندوستان میں صرف ایک جماعت اب تک باقی ہے۔ ہم اسے جماعت بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ صرف مٹھی بھر افراد کی ایک ٹولی ہے جو تبدیلی قلب کا کوئی مطالبہ کئے بغیر فوراً اعتماد کرنے کو ہمیشہ تیار رہتی ہے اور اس کے ہر فرد کا سینہ اعتماد کے جذبات سے ہمیشہ لبریز رہتا ہے۔ یہ لبرل اور اعتدال پسند ٹولی کے جذبات اعتماد کے متعلق مشہور کہ۔ ایف۔ بربیان نے ایک دلچسپ مضمون معاصر بمبئی کرانیکل میں تحریر کیا ہے اور کہا ہے کہ برطانیہ کے تمام ٹوٹے ہوئے وعدوں کے باوجود یہ لبرل حضرات سبق لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

یہ ایک نہایت دلچسپ منظر ہے کہ لبرل حضرات بھی ایک بندۂ لاابالی کی طرح کبھی کبھی اپنے برہمن کے سامنے ہلکی پھلکی سی توبہ کر لیتے ہیں اور انتباہ دیتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔ یہ نہ مانیں گے اور وہ نہ مانیں گے اور آخر کار یہی ہوتا ہے کہ ؎

مری ٹوٹی ہوئی توبہ کے ٹکڑے
کوئی لادے در پیر مغاں سے
کہ اُن کو جوڑ کر پھر توڑ ڈالوں
میں اک جام شراب ارغواں سے

یعنی ایک طرف وعدے ٹوٹتے رہتے ہیں اور دوسری طرف توبہ ٹوٹتی رہتی ہے اور اُن کے ٹکڑوں کا ایک بلند انبار اصلی ہندوستان یعنی اس ہندوستان کے پیش نظر ہے جس کی نمائندگی کانگریس کے ہاتھ میں ہے۔ مسٹر بربیان کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ اب یہ لوگ آئینی جنگ سے پیچھے ہٹ کر صرف لفظی جنگ پر آ گئے ہیں اور ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ڈومینین اسٹیٹس فوراً یا کسی محدود مدت کے اندر مل جائے بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہو کہ ڈومینین اسٹیٹس کا لفظ آئین کے دیباچہ میں شامل کر دیا جائے تو وہ مطمئن ہو جائیں گے۔ گویا بھارت قانون کے

ان بیچاروں کو اتنا بھی نہیں معلوم ہے کہ جو پارلیمنٹ اس لفظ کو آئین میں داخل کر سکتی ہے وہی اس سے خارج بھی کر سکتی ہے اور عمل کے قطعی فقدان کے ساتھ صرف ایک لفظ کا استعمال تبدیلی قلب کا ثبوت نہیں سمجھا جا سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کھویا ہوا اعتماد پھر ہندوستان کے دل میں دوبارہ کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب عمل برطانیہ کے آئینہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مسٹر گراہم پول نے اپنے ایک مضمون میں حوالے دے دے کر ثابت کر دیا کہ تمام برطانی وعدوں، ملک کے اعلانوں، کابینہ وزارت اور وائسرائے کے بیانوں نے صاف طور پر ہندوستان کے لئے ڈومینین اسٹیٹس کے عطیہ کا اظہار کر دیا تھا، لیکن اب وہ واپس لے لیا گیا ہے اور اکثر ممبران پارلیمنٹ کی نظر میں یہ تمام وعدے اعلانات اور بیانات اصلی مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ممبران پارلیمنٹ میں اس لئے جمع نہیں ہوتے کہ انجیل اٹھا کر یا صلیب لے کر وعدوں کو پورا کریں بلکہ اس لئے کہ عقلمند دنیاداروں کی طرح کاروبار کریں اور اپنی شہنشاہیت کو مضبوط کریں۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ایسے غیر متعلق وعدے جو وقتی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر کر دئے جاتے ہیں اور بعد کو نہایت بے پروائی سے ٹھکرا دئے جاتے ہیں لوگوں کے دلوں میں اعتماد کا احساس پیدا نہیں کر سکتے۔

اس لئے اگر ڈومینین اسٹیٹس کا لفظ ہزاروں آئینی دیباچوں میں پارلیمنٹری اعلانات و بیانات میں اگر داخل بھی کر دیا جائے اور بار بار دہرایا بھی جائے جب بھی کئی نسلوں اور کئی صدیوں تک ہندوستان اسے حاصل نہیں کر سکتا، اور اسی کا بدل یعنی سوراج اگر کسی بیان و اعلان یا دیباچہ میں داخل نہ ہو جب بھی قومی اتحاد اور رائے عامہ کی طاقت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی قوم کا سیاسی اسٹیٹس یا آئین دوسری قوم کی خواہش اور بیان و اعلان پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ یہ آئین ملتا ہے جس کی قابلیت اس قوم میں موجود ہو۔ اسی قابلیت کو سیاسی اصطلاح میں (SANCTION) کہتے ہیں اور یہی ایک قوم اور اس کی رائے عامہ کی طاقت کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے اب ہندوستان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کی آزادی کا جلوہ صرف اسی وقت نظر آ سکتا ہے جب اس کو خود اپنے اوپر اعتماد ہو اور جب وہ اپنی ہی تبدیلی قلب کا ثبوت پیش کرے ٭٭٭

# آئینۂ خیال

## جدید سائنس کی ناکامیابی

دسمبر کے آخری ہفتہ میں شانتی نکیتن آشرم کی برسی منائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں ہندوستان کے شاعر اعظم ڈاکٹر ٹیگور نے مہمانوں اور طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے انسانی زندگی کا مسئلہ حل کرنے میں جدید سائنس کی ناکامیابی پر اظہار خیال کیا تھا اس میں شک نہیں کہ سائنس موجودہ دنیا میں ایک عظیم طاقت ہے اور اس نے ایجادات کے نئے دروازے کھول دئے ہیں۔ لیکن ایک طرف اگر اس نے انسانی زندگی کی ضروریات کی فراہمی کو آسان کر دیا ہے تو دوسری طرف بے رحمی اور سنگدلی کے بھی نئے نئے ذریعے پیدا کئے ہیں، اور انسانی زندگی مادیت سے اس قدر لبریز ہو گئی ہے کہ ہمدردی اور محبت کا جذبہ مفقود ہوتا جا رہا ہے اور زندگی کا کوئی اعلیٰ اور لطیف مقصد باقی نہیں رہا۔ ڈاکٹر ٹیگور کے بعض جملے قابل غور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "سائنس نے یقیناً انسانی معلومات کا دائرہ وسیع کر دیا ہے، مگر اس نے انسانی زندگی کے اصلی مسئلہ کو حل نہیں کیا ہے بلکہ لوگوں کے دماغ میں مخالفت، مقابلہ اور جنگ و جدل کی اسپرٹ پیدا کر کے اس نے دنیا کی فضا کو مکدر اور زندگی کے توازن کو برباد کر دیا ہے۔ اس نے طاقت کو ایسے بے رحم ہاتھوں میں جمع کر دیا ہے جو حقیقت اور محبت کے احساس سے اپنی آنکھیں بند کر چکے ہیں"؟

اس میں شک نہیں کہ انسانی زندگی کا اتحاد و یگانگت سائنس کی معلومات پر منحصر نہیں ہے بلکہ خلوص و محبت پر موقوف ہے۔ اور سائنس وہ خشک چیز ہے جو جذبات نہیں پیدا کر سکتا اور عالمگیر جنگ کے جو آثار پیدا ہیں وہ بھی اسی کا کرشمہ ہے ٭

## خالدہ ادیب خانم

ہندوستان کی مشہور قومی کارکن مسز سروجنی نائیڈو نے خالدہ ادیب خانم کے ورود ہندوستان پر ان کے خیر مقدم میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں خالدہ ادیب خانم کے قومی کارناموں پر ایک پرجوش تبصرہ کیا ہے۔ جمہوریت کے علمبرداروں میں خالدہ ادیب خانم کا نام محتاج تعارف نہیں ہے اور چونکہ ایک ہندی عورت نے ایک ترکی عورت کا اس پرجوش الفاظ میں خیر مقدم کیا ہے اس لئے ہم ان کالموں میں اس کا نوٹس لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اختلاف مذہب و ملت کے باوجود ہر وہ شخص جو ملکی آزادی کا حامی ہو، جمہوریت کا نام لیوا ہو اور قومی خودداری و عزت کا احساس رکھتا ہو بالکل ہم خیال اور ہم آہنگ ہوتا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

## اشارات

لیبر پارٹی کے مشہور رکن مسٹر بیورلی نکلس سمجھتے ہیں کہ اگر ہندوستان کی صرف سیاسی آزادی ہی نہیں بلکہ اقتصادی ... کا بھی خیال ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان کے عامۃ الناس کو چند دولتمندوں کے سپرد کر دیا جائے ... پروا تو یہ ہے کہ انہی براڈ کاسٹ کی ہوئی تقریر میں ... ستانیوں کو اس آئین کو قبول کر لینے کا مشورہ ... جس سے غریب عامۃ الناس کو اب چند ہندوستانی ... اور وہ بہت سے برطانی دولتمندوں کے ... گرد حیثیت سے بنایا جا رہا ہے!

---

... کہ وہ ان سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے مسئلہ سے ... برطانوی لیبر پارٹی کے کارناموں کا ریکارڈ کافی سیاہ ہے ... خیال ہے کہ مسٹر بیورلی نکلس نے اس پر کافی سفیدی ... کی کوشش کی ہے جو کچھ دنوں تک چل جائیگی

---

مسٹر بیورلی نکلس نے کہا ہے کہ برطانوی لیبر پارٹی ہندوستان ... کی حمایت کرتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ٹوری پارٹی نے ہندوستان کے حقوق ... واپس لے لیا ہے

---

... ہز ہائینس آغا خان کو "لیڈر آف ... اسلام" کا خطاب دیا ہے۔ ہم بھی مبارکباد پیش کر سکتے ہیں ... ہائینس کو جاکی کلب Jockey Club کا ممبر منتخب ... کیا ہے اور یہ بات تمام فرقہ پرست برادری کے لئے ... قابل فخر ہونی چاہئے۔

---

نامزدہ ممبروں کی تعداد اب چودہ سے تیرہ ... گئی ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ تیرہ کا عدد منحوس ... ہے۔ کیا یہ اسمبلی میں ان کی شکست کا پیش خیمہ ... ہے

---

لبرل حضرات بار بار یہی شکایت کرتے ہیں ... کہ جوائنٹ میمورنڈم پر پارلیمنٹری کمیٹی میں غور ... نہیں کیا گیا

ابھی طرح غور کرنے سے ہمیں معلوم ... ہوتا ہے کہ غور ضرور کیا گیا اور اس غور کے بعد ان کو ... غلامی کی ٹوکری میں ڈالے رہنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

---

## آئینۂ خیال

(پچھلے صفحے سے)

ترکی کی جنگ آزادی میں مصطفےٰ کمال کے بعد کوئی شخصیت نہیں ہے جو خالدہ ادیب جیسی اہمیت رکھتی ہو حقیقت یہ ہے کہ انقلاب ترکی میں سب سے بڑا حصہ خالدہ ادیب کا تھا۔ یہی ایک خاتون تھیں جن کی پرجوش تقریروں نے پر لغطلے ترکوں کے دلوں میں قومی غیرت و خودداری کا جذبہ پیدا کیا اور وہ آخر تک میدان کارزار سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے یہاں تک کہ یونان کے علمبرداروں نے اس سین پر پردہ گرا دیا۔ خالدہ ادیب نے قومی آزادی کے لئے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں قسطنطنیہ میں بغاوت کے الزام پر ان کو مصطفیٰ کمال پاشا کے ساتھ سزائے موت بھی دی گئی تھی لیکن وہ اناطولیہ میں مصطفیٰ کمال کی ہمراہی میں شدید تکلیفیں برداشت کرتی رہیں۔ آخرکار جب مصطفیٰ کمال کو فتح ہوئی تو خالدہ ادیب خانم وزارت تعلیم کی قانونی مشیر بن گئیں۔ آپ قلم اور سیف دونوں کی مالک ہیں۔ بہترین مصنفہ بھی ہیں اور سپاہی بھی، مقرر بھی ہیں اور ناول نگار بھی۔ مقصد اور اصول کے خاطر آپ نے جلاوطنی بھی برداشت کی لیکن جمہوریت کی حقیقی محبت آپ کے دل میں ہمہ دم موجود رہی۔ عام طور پر ہندوستان کے لئے اور خاص طور پر ہندوستانی خواتین کے لئے یہ ایک خوش نصیبی کی بات ہے کہ خالدہ ادیب آج انہیں موجود ہیں کملا دیوی کے الفاظ میں ہم بھی امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے سفر ہندوستان کے دوران میں جہاں جہاں جائیں گی ہندوستان کی عورتیں ان کی تقریروں سے مستفید ہوں گی اور آزادی کا سبق حاصل کرینگی۔

### خیالات کی لہریں اور ریڈیو

انسانوں میں سلسلۂ رسل و رسائل قائم کرنے کا پہلا ذریعہ نامہ و پیام تھا۔ اس کے بعد تار برقی اور ٹیلیفون وجود میں آیا۔ اور اب یہ کام ریڈیو کی لہروں سے لیا جانے لگا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سائنس کے حیرت انگیز کارناموں کی انتہا یہیں پر نہیں ہے بلکہ اب صرف "خیالات" کی لہروں کے ذریعہ ہم ہزاروں میل کے فاصلہ پر سے ایک دوسرے سے "گفتگو" کر سکیں گے اس انکشاف کا ذمہ دار اطالیہ کا ایک ماہر دماغ ہے۔ جس کا نام پروفیسر کاتیمرسس ہے۔ اس کا بیان ہے کہ انسان کے جسم میں تین "مرسلی تختیاں" ہیں ایک گردن کے داہنے طرف، دوسرے گھٹنوں کے نیچے اور تیسرے داہنے ہاتھ کی وسطی انگلی میں اس کا تجربہ اس طرح کیا گیا کہ پروفیسر موصوف نے دو عورتوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک دوسرے سے پندرہ فٹ کے فاصلہ پر بٹھایا اور الومینیم کا ایک ہلکا سا گول ٹکڑا دونوں عورتوں کی گردن پر اس جگہ پر رکھا جہاں پروفیسر کے خیال میں ریڈیو کا پیام بھیجنے والی اور پیام موصول کرنے والی تختیاں موجود ہیں۔ اس کے بعد ایک عورت سے کہا گیا کہ وہ کوئی پیام بذریعہ خیال منتقل کرے اور دوسری سے کہا گیا کہ وہ اس پیام کو وصول کرنے کی کوشش کرے۔ چند ہی منٹ کے بعد پیام وصول کرنے والی عورت نے کہا کہ اس کی زبان میں ایک تیز جلن اور گدگدی محسوس ہو رہی ہے، دونوں گالوں اور بائیں کلائی میں درد ہوتا ہے سر بھاری اور دماغ کا نچلا حصہ خالی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کو سفید رنگ کی روشن لہریں دکھائی دینے لگیں جو سمندر کی موجوں کی طرح پیام بھیجنے والی عورت کو گھیرے ہوئے تھیں۔ پھر اس نے کہا کہ اس عورت کا پیغام اپنے ایک بیمار عزیز کے متعلق ہے جس کا نام فلاں ہے اور جس کو فلاں بیماری لاحق ہو گئی ہے۔ یہ بالکل صحیح تھا اور خیال کے ذریعہ پیام بھیجنے والی عورت نے اسے تسلیم کیا کہ واقعی اس نے یہی پیغام بھیجا تھا۔

ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ابھی یہ تجربہ اس منزل میں ہے کہ اس سے عملی طور پر فائدہ اٹھایا جا سکے اور جس طرح ہم ریڈیو کے ذریعہ آپس میں بات چیت کر لیتے ہیں اور پیغامات کو ہزاروں میل کے فاصلہ پر براڈ کاسٹ کرتے ہیں اسی طرح اس "خیالی ریڈیو" کے ذریعہ بھی سلسلۂ رسل و رسائل قائم کر سکیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں اب کوئی نئی بات حیرت انگیز نہیں سمجھی جا سکتی۔

### بالغوں کا حق رائے دہی

ترکی نے اپنی ترقی کی رفتار میں مزید ایک قدم بڑھایا ہے جو ہندوستان کے لئے سبق آموز ہے، وہاں کی گرانڈ نیشنل اسمبلی نے بالاتفاق رائے یہ آئین پاس کر دیا ہے کہ پچیس سال کی عمر کے ہر مرد اور عورت کو مجلس قانون ساز کے انتخابات میں ووٹ دینے کا حق ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ترکی میں ایک خالص سودیشی حکومت قائم ہے۔ لیکن ایک سو سال یا اس سے زیادہ کی تعلیم اور ہزاروں کمیشنوں اور کمیٹیوں کے بعد ہندوستانیوں کو انتخابات میں ووٹ دینے کا جو حق حاصل ہوا ہے وہ جے۔ پی۔ سی۔ رپورٹ سے ظاہر ہے۔ ... تبصرہ نہیں

---

پروفیسر ہیڈلی کا یہ بیان ہے کہ ہندوستان کے لئے ڈومینین اسٹیٹس تو پہلے ہی سے ایکٹ ... میں پنہاں ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ جو کچھ پنہاں ہے وہ ظاہر کیوں نہیں ہوتا

---

سر جان سائمن نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ ... جے۔ پی۔ سی۔ رپورٹ کو پاس کر دینا پارلیمنٹ کا کام ہے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانا خود ہندوستان پر منحصر ہے

یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس اسکیم کے لئے ہندوستانیوں کا تعاون ضروری ہے۔ لیکن یہ تو دیکھئے کہ ہندوستانیوں کے مطالبات سے کس قدر عدم تعاون برتا گیا ہے!

---

سر محمد یعقوب نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ مسلمانوں کو خودکشی سے نجات حاصل کر لی چاہئے۔

یہ تو بہت حیرت انگیز بات ہے کہ ایک لیڈر خود اپنے بھائیوں سے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے نجات حاصل کر لو! سیاسی خودکشی کا یہ خیال غالباً کسی غفلت کے وقت میں پیدا ہی ہوگا۔

---

پروفیسر شیشادری کہتے ہیں کہ ہندوستان کی تعلیم کا مسئلہ ہمیشہ پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ سچ ہے۔ یہ مسئلہ کوئی ڈیڑھ سو سال پیچھے ہے اور فوج والا مسئلہ سب سے آگے ہے گویا تعلیم کا مسئلہ فوج کے مسئلہ سے بزبان حال کہتا ہے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا حال ہے تیرا مرے آگے

---

لارڈ ولنگڈن کی پالیسی "دوعملی یعنی دوہری پالیسی" کے نام سے موسوم ہے۔ ایک معاصر نے اپنی سرخی میں لارڈ ولنگڈن کی شخصیت کو بھی "دوہری شخصیت" ... پھر تو ہمارے خیال میں اب وائسرائے کو ڈبل تنخواہ ملنی چاہئے

---

کلکتہ کے چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ آنریبل مسٹر ایس کے سنہا نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ پولیس کانسٹبل کی شہادت اعتماد کے قابل نہیں ہے

بھلا ہندوستان میں یہ اور ایسی بات!

(پچھلے صفحہ سے)

مسٹر سیسیہ دل اس منظر کی تاب نہ لا سکا اوشا کے گلوپش کی قوت برداشت سے زیادہ وزنی ثابت ہوئے۔ اس نے ایک لفظ ادھر اُدھر ڈالی۔ کمرہ خالی تھا جیب سے رومال نکال اوشا کے آنسو پونچھنے لگا۔ شام کا ہاتھ بدن سے لگنا تھا کہ اوشا کے دل کا امنڈا ہوا طوفان جو بھی بھرک اٹھا محبت کے بے پایاں سمندر کا پانی دنیوی شرم و حیا کے کناروں سے باہر ہو گیا شام نے دونوں ہاتھوں سے اوشا کا سر پکڑ کر چھاتی سے لگا لیا اور اوشا نے اپنا نڈھال سر کو شام کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا الجھن کے فرشتہ کے حوالے کر دیا!

## نمبر (۲)

اس بات کو سات آٹھ ماہ گذر چکے تھے اوشا و شام کا پریم دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ وہ زبانی ایک دوسرے سے کبھی اظہار محبت نہ کرتے تھے۔ اُن کا پریم زبان کے اظہار کی حد سے بہت آگے نکل گیا تھا وہ آنکھوں کی کھڑکی ہی سے ایک دوسرے کی روح کو دیکھ لیا کرتے تھے ایک نگاہ ملتے ہی وہ ایک دوسرے کے دل کی ساری کیفیت جان لیا کرتے تھے۔ دن کے بارہ گھنٹوں میں سے کم از کم آٹھ گھنٹے وہ ایک دوسرے کے ساتھ گذارتے تھے شام نے ٹھیکیداری کا کام قریب قریب چھوڑ ہی دیا تھا کیونکہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کی سڑکوں کی ٹھیکیداری تھی اور زیادہ تر نگرانی نوکروں پر چھوڑ دینے کے باوجود بھی شام کو ہفتہ میں دو تین دن کے لئے کام دیکھنے باہر جانا ہی پڑتا تھا شروع شروع میں تو وہ جیسے بھی ہوا کلیجہ پر پتھر رکھ کر باہر آتا جاتا رہا لیکن جب سے وہ اس کے پریم کو سمجھ گیا پریم کا راز کھل گیا تب سے شام کے لئے ایک دن کیلئے بھی باہر جانا ناممکن ہو گیا۔ اور اس نے باپ و بھائی کی سخت مخالفت کے باوجود بھی آخر ٹھیکہ کا کام چھوڑ ہی دیا۔ شام کی عمر ۲۳-۲۴ سال کی ہوگی والد و بڑے بھائی کے علاوہ گھر میں دو چھوٹے بھائی، بھاوج تھی۔ والد پنشن پاتے تھے اور پرانی وضع قطع کے کائستھ تھے۔ بھائی پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں ہیڈ کلرک تھے کنبہ بڑا تھا اخراجات بڑھے ہوئے تھے۔ اور آمدنی اخراجات پورے کرنے کے لئے کافی نہ تھی۔ اس لئے بھائی نے شام کو انٹرمینس پاس کرنے کے بعد بجائے آگے پڑھانے کے ٹھیکیداری میں ڈال دیا اور اس ذریعہ سے آمدنی بھی اچھی ہو جاتی تھی لیکن قسمت کہو یا بدقسمتی جس مکان میں شام و اس کے باپ بھائی رہتے تھے وہ ایک متمول بیوہ کی ملکیت تھا جس کے مالک نے ریلوے ملازمت کے ذریعہ اپنی زندگی میں بہت روپیہ کمایا تھا بیوہ کے دو لڑکے دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کو باپ اپنی زندگی ہی میں کلکتہ ریل میں ملازم کرا گیا تھا۔ لڑکیوں کی عمر ۱۲ و ۱۷ سال کے قریب تھی۔ دونوں انگریزی سکول میں تعلیم پاتی تھیں۔ بڑی لڑکی اوشا نہایت ہی حسین تھی یہ میٹرک پاس کرنے کے بعد زنانہ مشن سکول میں تیسری کلاس میں داخل ہوئی تھی۔ اوشا کے دونوں بھائی بہ سلسلہ ملازمت بنارس سے باہر رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی سال بھر پانچ روز کی رخصت پر گھر آ جایا کرتے تھے۔ ان حالات میں اوشا کی ماں ہی مع دونوں لڑکیوں کے مکان پر رہتی تھی اور ان کا رہائشی مکان اس مکان سے بالکل ملا ہوا تھا جس میں شام کے بھائی کرایہ پر رہتے تھے۔ اوشا کی ماتا کی عمر تو پچاس سے اوپر تھی لیکن جسم کی بڑی مضبوط اور عقل کی بڑی تیز تھی۔ مالک کا جمع کردہ روپیہ بھی سب اسی کے قبضہ میں تھا۔ اور بنارس کی جائداد کا کرایہ وغیرہ سب یہی وصول کیا کرتی تھی۔ لوگوں کا اندازہ تھا کہ بڑھیا کی حیثیت کم سے کم بھی پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی لیکن بڑھیا جتنی مالدار تھی اتنی ہی کنجوس بھی تھی۔ گھر میں صرف ایک بوڑھا نوکر کا ملازم تھا اس کے سپرد صرف کھانا بنانے کا کام تھا اور بازار سے دو دو پیسہ تک کی چیز لینے کے لئے یا تو خود جاتی تھی یا کسی لڑکی پڑوس کے آدمی کی خوشامد درآمد کرکے منگاتی تھی جس روز سے شام کے بھائی اس کے مکان میں بطور کرایہ دار آکر رہنے لگے اُسی روز سے اس نے شام ہی کو بلا پیسہ کوڑی کا نوکر بنا لیا تھا دن بھر میں ۶-۷ مرتبہ بازار جانا اور دیگر کاموں کے لئے شام کو بھیجا جاتا تھا اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شام کا زیادہ تر وقت بڑھیا ہی کے گھر پر گذرنے لگا شام طبعاً بڑا چست چالاک و پھرتیلا نوجوان تھا۔ اسے کبھی اس کے پاس ہو کر بھی نہ گذرا تھا۔ اس کا رنگ گورا بدن چھریرا اور چہرہ کی بناوٹ بڑی دلکش تھی اوشا میٹرک پاس کرکے انگریزی سکول میں بھرتی ہوئی تھی اور چونکہ ابھی انگریزی میں بہت کمزور تھی اس لئے سکول کے علاوہ اس کے لئے کسی استاد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پڑھانے والی بہت ملتی تھیں لیکن سب روپیہ مانگتی تھیں اور بڑھیا ہر کام بلا روپیہ خرچ کئے ہی کرانے پر کمربستہ رہتی تھی اس لئے اس نے سوچ سمجھ کر اوشا کو انگریزی پڑھانے کا کام بھی مفت کے غلام شام ہی کے سپرد کر دیا۔ شام نے دو تین گھنٹے روزانہ اس کام کے لئے بخوشی دینا منظور کر لیا۔ دونوں نوجوان تھے۔ خوبصورت تھے۔ رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے بڑھیا بڑی جہاندیدہ و عقلمند تھی اس نے چند ہی روز میں دونوں کی نگاہوں کو تاڑ لیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس کا تدارک کرتی یا روک تھام کرتی اس نے اس طرف نہ صرف چشم پوشی ہی اختیار کی بلکہ دونوں کی محبت پر اکثر اظہار خوشنودی کرکے اُن کے جذبۂ محبت کے بڑھنے میں پوری پوری امداد دی اور اس کی یہ پالیسی بھی خالی از علت نہ تھی۔ اس کا مقصد اوشا کی شان کے مطابق تعلیم یافتہ۔ خوبصورت و نئے خیالات کا دولہا ڈھونڈھنا تھا اور چونکہ وہ بدقسمتی سے ذات کے مالی تھے اور اُن کی برادری میں عام طور پر تعلیم عنقا تھی اس لئے متواتر کئی سال برادری کے اندر یوگیہ لڑکا تلاش کرنے پر بھی بڑھیا کو کامیابی کی کوئی جھلک نظر نہ آتی تھی۔ بڑھیا نہ صرف ایک تعلیم یافتہ شخص کی بیوہ ہی تھی بلکہ خود بھی ایک باوضع و تعلیم یافتہ عورت تھی۔ روزانہ اخبارات کا مطالعہ اس کی خاص عادت میں شامل تھا۔ وہ ملک کی موجودہ سوشل و پولیٹکل تحریکات سے کافی واقف تھی اور باوجود ایک قدامت پرست خاندان کی پروردہ ہونے کے بھی جدید خیالات کی پیرو تھی۔ اسے موجودہ ذات پات کے بندھنوں سے سخت نفرت سی تھی اور اوشا کے لئے سر توڑ کوشش پر بھی برادری کے اندر یوگیہ ور نہ ملنے پر اس کی اس نفرت میں انتہائی اضافہ ہو گیا تھا اور اس کی دلی خواہش تھی کہ اوشا کی شادی ذات پات کے جھوٹے بندھنوں کو توڑ کر کسی یوگیہ لڑکے سے کرے اور اس مقصد کے لئے اس کی نگاہیں شام پر تھیں اور یہی وجہ تھی کہ وہ شام و اوشا کی محبت کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ دوسری طرف شام بھی نہایت ہی آزاد طبع نوجوان تھا۔ اور سوشل و پولیٹکل انقلاب کا بڑا دلدادہ تھا۔ اگر شام و اوشا کی ماں خود مختار ہوتے تو بلاشبہ اوشا کا بیاہ شام کیساتھ کبھی کا ہو گیا ہوتا لیکن مشکل یہ تھی کہ دنیا کی نظروں میں اوشا کی سرپرستی کی باگ ڈور اس کے بڑے بھائی کے ہاتھ میں تھی جو برادری کے رسم و رواج کی لکیر کا پورا فقیر تھا اور شام کے سر پر والد و بھائی کا دقیانوسی پوشیل سایہ موجود تھا۔ جن کے رگ رگ میں برادری کی محبت ہی بھری ہوئی تھی۔ اوشا کو بھی ان مشکلات کا پورا علم تھا لیکن اس کی حیا اسے اس مضمون پر کبھی شام سے بات چیت کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ ہاں وہ اکثر حالات کی پیچیدگی پر گھنٹوں تنہائی میں غور کیا کرتی تھی۔ اسے ہر طرف اندھیرا۔۔۔۔۔۔ مایوسی کا اندھیرا ہی دکھلائی دیتا تھا۔ ہاں اس اندھیرے میں اگر امید کی روشنی کی کوئی شعاع سی نظر آتی تھی تو وہ صرف شام کا پریم اور اتھاہ پریم تھا۔ اوشا کو یہ قوی امید اور توقع تھی کہ اگر آسانی سے کام نہ نکلا تو وقت آنے پر شام۔۔۔۔۔۔ اس کا شام والد و بھائی کے دقیانوسی خیالات کے خلاف کھلم کھلا علم بغاوت بلند کرے گا برادری کے بندھنوں کو توڑ پھینکے گا

## نمبر (۳)

شام و اوشا کی محبت کا چرچا بہت جلد محلہ میں پھیل گیا۔ شام کی بھابی نے جو بڑی عقلمند و فہیم تھی علم چرچا ہونے سے پہلے ہی تاڑ لیا تھا اور کئی بار شام کے بڑے بھائی کی توجہ اس طرف دلا چکی تھی۔ بھائی نے کھلم کھلا تو شام سے کچھ نہ کہا لیکن حکمت عملی سے کئی ترکیب شام کو بنارس سے باہر بھیجنے کی کیں لیکن شام بھلا اب بنارس چھوڑ کر کہیں کیوں جانے لگا تھا مجبوراً بھائی نے ایک روز والد سے اس کا ذکر کیا۔ والد نہ صرف دقیانوسی خیالات ہی کے سرغنہ تھے بلکہ نہایت جلے تن آدمی تھے۔ شام کا قصہ سنتے ہی چراغ پا ہو گئے سینکڑوں ہی بے نقط صلواتیں سنا ڈالیں بدقسمتی سے شام بھی اسی اثناء میں کہیں سے گھر آن پہونچا بس پھر کیا تھا۔ باؤلے کتے کی طرح منہ سے جھاگ ڈالتے ہوئے تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اور اچھل کر ایک طمانچہ اس زور سے شام کے منہ پر مارا کہ اس کا منہ سرخ ہو گیا۔ پڑوسی سے [illegible] میں سنبھالا لیکن بڑے بھائی نے جھٹ ہاتھ پکڑ لیا [illegible] کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ کس طرح شانت کیجئے

شانت دانت کیا۔ یا تو یہی نالائق اب دنیا میں رہے گا یا میں ہی۔ اس کم بخت بدذات نے خاندان کی ساری آبرو خاک میں ملا دی۔ میں متواتر پانچ سال سے خوشامد کر رہا ہوں کہ بیٹا شادی کر لے۔ شادی کر لے۔ دسوں لڑکی والوں سے بات چیت کر چکا ہوں اچھے سے اچھے گھر اس کے لئے تلاش کئے لیکن اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا اور اب مالی سیانوں کی لڑکیوں کے پیچھے کتوں کی طرح پھر رہا ہے۔ بزرگوں کی ساری عزت آبرو خاک میں ملا دی ہے!" بوڑھے باپ نے منہ سے جھاگ دیتے ہوئے کہا۔

شام نے مار بھی کھائی۔ گالیاں بھی کھائیں لیکن منہ سے اُف تک نہ کی بلکہ چپ چاپ گھر سے چلا گیا۔ اور الہ آباد اپنے دوسرے بھائی کے پاس جو وہاں ملازم تھا جا پہنچا۔ شام تک گھر پر انتظار ہوا لیکن جب وہ نہ آیا تو چاروں طرف دیکھ بھال شروع ہوئی۔ تار چٹھی دوڑائے۔ دوسرے روز الہ آباد سے شام کے پہنچنے کی خبر آ گئی لیکن بھائی کے ہر چند سمجھانے بجھانے پر بھی شام نے گھر لوٹنا منظور نہ کیا۔

دوسری طرف اوشا کے بڑے بھائی مادھو پرشاد جب دس روز کی رخصت پر گھر آئے اور انہوں نے محلہ میں یہ بدنامی کے تذکرے سنے تو ماں پر بڑے ناراض ہوئے دو روز گھر میں کھانا نہیں کھایا اور اُن کی خواہش تھی کہ اوشا اس کی چھوٹی بہن کو اپنے ہمراہ مکان گھاٹ لے جائیں جواُن کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ لیکن اوشا نے پڑھائی چھوٹ جانے کا عذر پیش کرکے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ تاہم وہ جاتے وقت ماں کو سخت تاکید کر گئے کہ کسی نوجوان کو بھی لڑکیوں کے پاس نہ آنے جانے دیا جائے ورنہ وہ گھر سے قطع تعلق کر لیں گے۔ اب بڑھیا کے سامنے بڑا مشکل معمہ پیش ہو گیا۔ جوان بیٹے کو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ دوسری طرف برادری میں کسی ناخواندہ مالی کے لڑکے کے ساتھ اوشا کو باندھ دینا بھی اس کے لئے ناممکن ہی سا تھا۔ وہ اس معمہ کو حل کرنے کے لئے رات دن فکر میں پڑی رہی۔ اس کی عام تندرستی پر اس گھن کی طرح کھانے والے فکر کے نشانات نمایاں ہو گئے چنانچہ مہینہ سوا مہینہ بعد جب شام بھائی کے سمجھانے بجھانے پر بنارس واپس آیا اور بڑھیا سے ملا تو اسے اس کی تندرستی دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ شام نے چھوٹتے ہی پوچھا کہ۔

"ماں جی آپ کو یہ کیا ہو گیا؟ کیا میرے پیچھے آپ بیمار رہی ہیں؟"

"ہاں شام مجھے ایک بڑی بیماری لگ گئی ہے جو رات دن میرے جسم کو کھائے ڈال رہی ہے" بڑھیا نے [illegible]

(باقی مضمون صفحہ [illegible] پر)

سنہ ۱۹۰۸ء میں سر ہنری کیمبل بینرمین کے بعد انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر اسکوتھ بنائے گئے جو عورتوں کو حق رائے دہی دینے کے خلاف تھے۔ چنانچہ آپ کے آنے سے اس تحریک کے حامیوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اسی دوران میں انگلستان کے اندر مزدور پارٹی کا زور ہوا جس سے اس تحریک کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس پارٹی کے بڑے لیڈر عورتوں کے حق رائے دہی کی حمایت میں تقریر کرتے تھے۔ حالانکہ ابھی پارلیمنٹ میں پچاس سے زائد مزدور پارٹی کے ممبر جا سکتے تھے پھر بھی ان لوگوں کا اثر بہت زیادہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد مزدور پارٹی والوں نے عورتوں کے حق رائے دہی کا سوال اپنی پارٹی کے پروگرام کا ایک جزو بنالیا۔ اس زمانہ میں ویمن سوشل اور پولیٹیکل یونین اور نیشنل یونین وغیرہ جیسی انجمنیں بھی قائم ہوگئے۔ ان انجمنوں کے ممبران نے سرکاری ممبران سے بڑے سخت سوالات کئے۔ جن کا جواب دینا ان کے لئے بڑا مشکل کام تھا۔

چنانچہ سرکاری ممبران کی طرف سے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ جن کاغذات پر سوالات پوچھے جاتے تھے وہ پھاڑ دیئے گئے۔ اور قدرے طاقت کا استعمال کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہونے پر بھی جب سوالات پوچھے جانے بند نہ ہوتے تو انہیں مار پیٹ اور بے عزتی کر کے سبھا سے نکال دیا جاتا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان لوگوں نے بھی اپنی پالیسی بدل دی۔ اور سرکاری ممبران کو تنگ کرنے کی طرح طرح کی باتیں کی گئیں۔ اس کشمکش کا عوام پر ایسا اثر پڑا کہ تحریک کے حامیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ اس وقت کے وزیر اعظم کی پالیسی بھی بڑی عجیب تھی۔ ایک طرف تو تحریک کے لیڈران سے وہ وعدہ کرتے تھے کہ حق رائے دہی کے بل کی مخالفت نہیں کریں گے دوسری طرف بل کو پاس ہونے کے لئے سہولتیں دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ انتخاب کے وقت ووٹران سے کہتے کہ اگر وہ انہیں منتخب کر کے پارلیمنٹ میں بھیجیں گے تو عورتوں کو حق رائے دہی کا بل پاس کرا دینگے۔ مگر پارلیمنٹ میں جاتے ہی سب وعدہ ختم ہو جاتے۔ ان کی اس پالیسی کے خلاف ایجی ٹیشن کرنے والوں نے سخت پروٹسٹ کیا۔ چنانچہ وزیر اعظم نے ایک وفد کو اپنے یہاں بلایا۔ اور کہا کہ آپ لوگ اب بالکل خاموش ہو جائیں۔ اور اس بات کا یقین دلایا کہ اب پارلیمنٹ میں عورتوں کے حق رائے دہی کے متعلق جو بل پیش ہوگا اس کی سرکار مخالفت نہیں کرے گی۔ اس واقعہ کے کچھ دن بعد تحریک کے مخالفوں کا بھی ایک وفد

ملا۔ چنانچہ وزیر اعظم موصوف نے انہیں بھی تسلی دی اور کہا کہ سرکار ایسی غلطی نہیں کریگی۔ اس پالیسی سے تنگ آکر تحریک کے حامیوں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ انتخاب میں انہیں لوگوں کو ووٹ دی جائیگی جو خود اس تحریک کے حامی ہوں اور اندر جا کر اس تحریک کے لئے خوب دوڑ دھوپ کریں۔ ایسی پارٹی مزدور پارٹی ہی تھی جس نے اپنے پروگرام میں اس تحریک کو شامل کر رکھا تھا۔ چنانچہ تحریک کے حامیوں نے ارادہ کر لیا کہ اس بار مزدور پارٹی کے امیدواروں کو ہی کامیاب بنائیں گے اس کے لئے دھن اکٹھا کیا گیا۔ دس مہینہ کے اندر ہی سرکار کے نامزد کردہ چھ امیدوار ضمنی انتخاب میں شکست کھا گئے!

## جنگ کا آغاز

جب ۴ ر اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم چھڑ گئی تو تحریک کے حامیوں نے دیش کے مفاد کا خیال کرتے ہوئے اپنی سرگرمیوں کو بند کر دیا دشمن کے مقابلہ پر انہوں نے اپنی سرگرمیاں



کو صحیح دنیا ... کے لئے یہ لوگ اپنے تمام اختلافات کو بھول گئے اور جنگ میں جن لوگوں کو تکلیف ہوئی ان کی امداد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جگہ جگہ سبھائیں قائم کئے گئے۔ اور ان میں کام کرنے کے لئے بہت سی دیویاں تیار ہوگئیں۔ اسی طرح سارے ضروری سیاسی کاموں کو انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بڑے بڑے عہدوں کے لوگ جب جنگ میں چلے گئے تو عورتوں نے بڑی بہادری دکھائی اور ان کی جگہ پر کام کرنے لگیں۔ جنگ کے ہتھیار، بم وغیرہ بنانے میں بھی عورتوں نے امداد کی۔ اس کام کے سلسلہ میں بہت سی دیویاں مر بھی گئیں۔ مگر دیویوں نے اپنے کام کو بند نہیں کیا۔ جنگ سے پہلے جو کام آدمی کرتے تھے جنگ چھڑ جانے پر ان سب کاموں کو عورتیں کرنے لگیں۔ ہسپتالوں میں زخمیوں کی جو امداد عورتوں نے کی وہ بہت ہی قابل تعریف ہے حالانکہ جنگ کے دوران میں عورتوں کے حق رائے کی تحریک بند تھی مگر اپنے کاموں سے نمایاں طور سے عورتوں نے اپنی تحریک کو بڑا مضبوط بنالیا۔ اور مردوں کو ان کے ساتھ پوری ہمدردی ہوگئی۔ جو لوگ جنگ سے پہلے اس تحریک کے سخت مخالف تھے وہ اب اس کی حمایت کرنے لگے۔ اسی دوران میں مسٹر اسکوتھ کی جگہ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ جنگ کے ختم ہوتے ہی عورتوں کے حق رائے کا سوال پھر اٹھایا گیا۔ اور اس مرتبہ اسے کامیابی ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں قانون پاس ہوا جس کی رو سے عورتوں کو رائے دینے کا حق ملا۔ مگر عمر کی قید لگا دی گئی اور تیس سال سے کم کسی عورت کو رائے دینے کا حق نہیں ملا۔ مگر مردوں کو ۲۱ سال کی عمر میں ہی ووٹ دینے کا حق مل گیا۔ مردوں اور عورتوں کی عمر میں جو یہ فرق رکھا گیا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جنگ میں بہت سے مرد مارے گئے جس سے ان کی تعداد کم ہوگئی۔ اس لئے اگر مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ۲۱ سال کی عمر میں ہی رائے دینے کا حق دیدیا جاتا تو ملک میں عورت ووٹروں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی۔ اس کے علاوہ ایک اور شرط رکھی گئی تھی کہ انتخاب میں وہی عورتیں ووٹ دے سکتی تھیں جن کے پاس کوئی مکان یا کوئی اور جائداد وغیرہ ہو۔ یعنی جو ایسی جائداد رکھنے والے مردوں کی بیویاں ہوں۔ اس وقت یہ اعلان کیا گیا کہ جب مردوں کی تعداد کچھ بڑھ جائیگی تو عورتوں کی عمر کی شرط ہٹا دی جائیگی چنانچہ سنہ ۱۹۲۸ء میں عمر کی شرط ...

(از شریمتی بہاری لال جی رام تالاب مہت روڈ۔ دہلی)
(خاص بچوں کے لئے)

جب گھڑی کے اندر میل جم جاتی ہے تو اس کی صفائی کراتے ہیں۔ جب کوئی پرزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی مرمت کراتے ہیں۔ جسم بھی گھڑی کی طرح ہے۔ اندر ہی اندر یہ کام کرتا رہتا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ جب جسم میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو میلا ہو جاتا ہے۔ آدمی بیمار پڑ جاتا ہے یا اس کے جسم پر کوئی زخم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کہا جاتا ہے کہ آدمی بیمار ہے۔ اگر ہم احتیاط کریں تو اپنی گھڑی کو صاف رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر جسم کو احتیاط سے رکھیں تو اسے بیماری سے بچا سکتے ہیں۔ صفائی۔ اچھی عادات اور تازہ ہوا، صاف پانی، اچھی خوراک سے جسم تندرست رہتا ہے۔ جب تم منہ دھوتے ہو۔ تو منہ کی میل اور پسینہ صاف کرتے ہو اسی طرح جب نہاتے ہو تو تمام جسم کا میل اور پسینہ صاف کرتے ہو۔ اگر ایسا نہ کرو تو جسم پر میل جم جائے۔ روزمرہ دانتن کرنے سے دانتوں کی میل صاف ہو جاتی ہے۔

جب کپڑے پہنتے ہو تو جسم کا میل کپڑوں پر لگ جاتا ہے۔ باہر کی گرد بھی ان پر پڑ جاتی ہے میلے کپڑے پہننے سے جسم بھی میلا رہتا ہے۔ اس لئے کپڑوں کو صاف رکھنا چاہئیے۔

صحت کے لئے صاف غذا بھی بہت ضروری ہے جو غذا صاف نہیں اس میں میل ہے۔ یہ میل ہمارے جسم کے اندر جائے گی اور زہر کا اثر کرے گی۔

گھر کو بھی صاف ستھرا رکھو۔ گھر گندہ ہو تو گھر کی ہوا بھی گندی ہو جائے گی۔ اس میں بو آئے گی۔ ایسے گندے گھر میں آدمی نہیں رہ سکتا۔ [illegible]

[illegible]لی ہوا بھی گندی ہے۔ ہر قسم کی گندگی سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ گندگی طبیعت کو ناخوش کرتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے سکول میں گندے لڑکے کے پاس کوئی بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔

جو لڑکا تمباکو نہیں پیتا اور جو آدمی شراب نہیں پیتا۔ وہ تندرست رہ سکتا ہے جو لڑکے پوری نیند نہیں سوتے وہ کمزور اور بیمار رہتے ہیں۔ نیک عادتیں انسان کی عادت کو اچھا بناتی ہیں۔

جو ہوا ہم سانس کے ذریعہ اندر لے جاتے ہیں صحت کے لئے ضروری ہے۔ اگر یہ ہوا صاف ہے تو خون کو صاف کرتی ہے اور تازہ ہوا صحت کے لئے بہت مفید ہے سانس کے ذریعہ ہوا گندی ہو جاتی ہے اس ہوا میں سانس لینا صحت کے لئے مضر ہے۔ اگر گھر میں گندگی ہو تو بھی ہوا خراب ہو جاتی ہے جو صحت پر برا اثر ڈالتی ہے۔ کمرے میں سورج کی کرنیں ڈال کر معلوم کر سکتے ہیں آیا ہوا صاف ہے۔ یا گندی۔ جہاں تک ممکن ہو کھلی ہوا میں رہیں۔ اور اپنے کمرے میں بھی صاف ہوا رکھیں۔

خواہ پاخانے گھر میں جاؤ یا جنگل میں ہمیشہ اس پر مٹی ڈال دو۔ اس طرح ہوا خراب نہ ہوگی نہ دوسرے کو نفرت ہوگی۔ صاف پانی صحت کے لئے ضروری ہے۔ جس پانی میں بدبو آتی ہو یا بھاری ہو۔ اس میں کوئی خراب مادہ ملا ہوا ہے جو جسم میں جا کر نقصان کریگا کھانے کے ساتھ پانی نہ پیو ورنہ کھانا دیر میں ہضم ہوگا۔ کھانے کے ایک گھنٹہ بعد پانی پیو۔ دن بھر میں دس بارہ گلاس پانی پی جاؤ۔

(۱) جسم کو صاف رکھنا کیوں ضروری ہے؟
(۲) منہ ہاتھ دھونے اور روزمرہ نہانے سے کیا فائدہ ہے؟
(۳) گھر کو صاف رکھنا کیوں ضروری ہے؟
(۴) گندے لڑکے کے پاس دوسرے لڑکے کیوں نہیں بیٹھتے؟
(۵) صاف ہوا میں سانس لینے سے کیا فائدہ ہے؟
(۶) دانتوں کو روزمرہ کس طرح صاف کرو گے؟
(۷) صاف پانی کا کیا فائدہ ہے۔ اسکی پہچان کیا ہے؟
(۸) تمباکو پینا کیسی عادت ہے؟
(۹) پاخانہ جانے کے بعد ہوا کو صاف رکھنے کیلئے کیا کرنا چاہئیے؟
(۱۰) کھانے کے وقت صفائی کا خیال کس طرح رکھو گے؟

# نیا چاند

اہا ہا! اچھی اماں چاند نکلا　نظر آتا ہے کیسا پیارا پیارا
ہیں نوکیں اسکی پتلی اور چمکدار　بھلا لگتا ہے مجھ کو یہ نظارا
بہت پتلا سا ننھا سا ذرا سا　ہمیشہ کاش یہ ایسا ہی رہتا
ہمیشہ اس طرح دیتا دکھائی　نہ بڑھتا اور بس اتنا ہی رہتا
اگر اک روز میں جاتا یہاں سے　تمہیں اور دوستوں کو ساتھ لیکر
اچھلتا، کودتا، اڑتا، اڑاتا　یوں ہی بس جا پہنچتا آسماں پر
وہاں اس چاند پر میں بیٹھ جاتا　بہت ہنستا خوشی سے پھولتا میں
پکڑ کر اس کی دونوں پیاری نوکیں　ہوا میں خوب جھولا جھولتا میں
کسی نے آج تک دیکھا نہ ہوگا　یہ جیسا خوشنما جھولا ہے میرا
یہاں تک جھولتا اس میں کہ آخر　وہیں پر مجھ کو ہو جاتا سویرا
وہاں سے پھر میں یہ بھی پوچھ لیتا　کہ دن کے وقت جاتا ہے کہاں چاند
مجھے گھر اپنے لے جا کر سناتا　سب اپنی میٹھی میٹھی بولیاں چاند
میں نیلے آسماں کی سیر کرتا　چمکتے بادلوں میں گھومتا میں
لگاتا گرد سورج کے بھی چکر　خوشی سے کھیلتا اور جھومتا میں
بس اسکے راستے سے پیاری اماں　اتر آتا میں فوراً اپنے گھر میں

(۱) خسرہ کس کس طرح میلا ہوتا ہے؟
(۲) اپنے دانت کی صفائی کس طرح کرو گے
(۳) روزمرہ نہانے سے کیا فائدہ ہے نہاتے وقت ہر ایک عضو کو کس طرح صاف کرو گے؟
(۴) پاخانہ جاتے وقت کن کن باتوں کا خیال رکھو گے اور بعد میں صفائی کس طرح کرو گے؟
(۵) مکان کی صفائی کے بارے میں کن کن باتوں کا خیال رکھو گے؟
(۶) صاف پانی کی کیا پہچان ہے؟
(۷) ٹھہرے ہوئے پانی کا رنگ [illegible]

# عورت اور علماء عالم

دوسری قسط

از ایس حامد علی — ترجمہ ش نصیر پوری

[illegible]

عالم جاہل کو اس لئے سمجھتا ہے کہ وہ بھی جاہل رہ چکا ہے۔ اور جاہل عالم کو اس لئے نہیں سمجھتا کہ وہ کبھی عالم نہیں رہا۔ (ارسطو)

موت کو آسان سمجھو۔ کیونکہ موت کی تلخی صرف اس کے خوف سے پیدا ہوتی ہے۔ (سقراط)

شر کو شر سے دفع کرنا بہادری ہے اور شر کو خیر سے دفع کرنا فضیلت۔ (ارسطو)

مرد قانون بناتے ہیں اور عورتیں اخلاق۔ (کومٹ سیبہ)

خوبصورت عورت آنکھوں کی مسرت ہے اور خوش اخلاق عورت دل کی۔ (نپولین)

تم اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتے جب تک تمہارے دشمن تم پر اعتبار نہ کرنے لگیں۔ (سقراط)

میرے لئے علم کی فضیلت یہی ہے کہ میں معلومات کو جانتا ہوں کہ میں عالم نہیں۔ (افلاطون)

اگر تم امیر بننا چاہتے ہو تو اپنی فرصت کو بیکار نہ جانے دو۔ (اڈیسن)

وہی قومیں آزادی حاصل کر سکتی ہیں جو مصائب و آلام برداشت کرنے کی اہل ہیں۔ (گیٹا)

محبت پھول ہے اور عورت اس کا کانٹا۔ (شوپنہور)

اچھی کتاب اور اچھے دوست ہمیشہ پسندیدہ ہوتے ہیں۔

سو جانا جلنے سے بہتر ہوتا ہے اور عقل مصیبت سے کھلتی ہے۔

سیاست رہنما دوستی کو اتنا زیادہ مستحکم نہیں کرتا جتنا کہ مشترک مقصد اور ہمدردی۔

# نغمۂ اتحاد

(از جناب روشن لال گپتا بی۔ اے پٹیالہ)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

کیا بتاؤں ہمنشیں تجھ کو کہ کیا ہے اتحاد | روحِ آزادی ہے او جانِ وفا ہے اتحاد
پار ہونا ورطۂ آفات سے مشکل نہیں | کشتیٔ قوم و وطن کا ناخدا ہے اتحاد
اس کے اعجازِ مسیحائی سے ہیں سب آشنا | غیرتِ اکسیر، رشکِ کیمیا ہے اتحاد
صاف باطن ہو گئے دل کی کدورت دھل گئی | در حقیقت شیشۂ دل کی جلا ہے اتحاد
سب پئے ہی جو بنا دیتا ہے مخمورِ نشاط | مستیٔ صہبائے کوثر سے سوا ہے اتحاد
بغض، نا اتفاقی، تفرقہ، فتنہ، دغا | ملک کے ہر روگ کی بس اک دوا ہے اتحاد
صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے نام اس کے بغیر | بہرِ اقوامِ جہاں آبِ بقا ہے اتحاد
زندگانی کا غریبوں کی ہے سچا پاسباں | بے نواؤں، بیکسوں کا آسرا ہے اتحاد
روح تازہ بھرتا ہے مردہ تنوں میں سر بسر | فرح بخش و جاں نواز و جانفزا ہے اتحاد

ظلمتِ نفرت ہوئی کافور روشن دہر پر
کیونکہ تنویرِ محبت کی ضیا ہے اتحاد



مریض:۔ ایک ہفتہ ہوا آپ نے مجھے درد کی جگہ پر لگانے کے لئے ایک پلاسٹر دیا تھا۔ تاکہ درد سے نجات حاصل ہو۔
ڈاکٹر:۔ ہاں۔
مریض:۔ تو اب کوئی ایسی دوا دیجئے کہ پلاسٹر سے نجات حاصل ہو۔

گاہک:۔ یہ کیا ہے کہ تم نے سوٹ کی سلائی کا بل بھیج دیا ہے؟
درزی:۔ میں کبھی کسی شریف آدمی سے روپیہ نہیں مانگتا۔
گاہک:۔ اور اگر گاہک خود روپیہ نہ دے تو تم کیا کرتے ہو؟
درزی:۔ میں اس کو شریف آدمی نہیں سمجھتا اور بل بھیج دیتا ہوں۔

ایک دوست:۔ وہ کون عورت ہے جس کی بلاؤں کی آواز آ رہی ہے۔
دوسرا دوست:۔ میری بیوی ہے۔
پہلا:۔ افسوس ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔
دوسرا:۔ نہیں یہ بھی غلطی ہے۔

نووارد مسافر:۔ (ہوٹل کے مالک سے) کیا تمہیں یقین ہے کہ اس مقام کی آب و ہوا بہت اچھی ہے؟ میں اپنی صحت بہتر بنانے کے لئے یہاں آیا ہوں۔
ہوٹل کا مالک:۔ یہ بہت ہی صحت آور جگہ ہے۔ ایک مریض مسافر یہاں ڈولی پر لایا گیا تھا اور صرف ایک ماہ میں اتنا تندرست ہو گیا۔ کہ بل کی رقم ادا کئے بغیر پیدل بھاگ گیا۔

ڈاکٹر:۔ تمہارا شوہر بہت تیز قہوہ پیتا ہے۔ اسی لئے اس کو غصہ زیادہ آتا ہے۔ اسے اتنا تیز قہوہ نہ دیا کرو۔
شوہر:۔ کاش آپ دیکھئے کہ ہلکا قہوہ دینے سے اس کو کتنا زیادہ غصہ آتا ہے۔

ونیشیا:۔ کیا جب تمہاری شادی ہو جائیگی تو تم اپنے شوہر کی مصیبتوں میں شریک ہو گی؟
ڈالمینا:۔ میرے شوہر پر مصیبت کیوں آنے لگی۔
ونیشیا:۔ تمہاری شادی ہی اس کے لئے کون سی کم مصیبت ہو گی۔

عورت:۔ کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے کہ دنیا میں حسن پرستی سب سے اچھی چیز ہے۔

اس کی آنکھیں اس کے حسن وقبح کو نہ دیکھ سکیں۔ اس کی صورت کو نہ دیکھ سکیں۔ اس کی سیرت کو نہ دیکھ سکیں لڑکی کی شکل وصورت۔ اس کے عادات و اطوار [illegible] لباس و پوشاک میں دولت ------
دولت کی چمک نظر آ رہی تھی۔ شام اس دلاویز چمک [illegible] دیوانہ ہو گیا۔ مجنوں ہو گیا۔ آنے والی امیرانہ [illegible] اس کی آنکھوں میں سما گئیں۔ انسانی محبت [illegible] ---- [illegible] نصیب اوشا کو [illegible] کے [illegible] کے گہرے پانی میں ڈبو دیا۔ غرق [illegible] زندگی ہوس نے پریم پر [illegible] پریم پر فتح پائی۔ شام نے [illegible] کو۔ بہترین خیالات کو دولت کی دیوی [illegible]
[illegible] دیا۔ اوشا ------
[illegible]۔ وفا کی مورت اوشا ------ [illegible]
[illegible] دل دولت کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ [illegible] کر دیا [illegible] سہرا باندھا۔ بارات چڑھی دنیا کی رسم و رواج کے مطابق شام کی شادی ہو گئی۔ جہیز میں [illegible] کے علاوہ دس ہزار روپیہ نقد۔ ایک [illegible] شام تین ہی دن کے اندر امیر بن گیا۔ ہر [illegible] کا سودا دماغ سے دور ہو گیا۔ دولت کا [illegible] ہو گیا۔ بنارس کے دس روپے ماہوار کرایہ کے [illegible] میں ایک پر فضا کوٹھی میں [illegible] اور امیرانہ زندگی کے تمام لوازمات

# اوشا

صفحہ (۳۱) سے آگے)

[illegible] نمبر (۶)

[illegible] متھرا کی گلیوں میں ایک [illegible] پھرا کرتی تھی۔ [illegible] رنگ گورا [illegible] میں خاص ملاحت تھی۔ خوبصورت [illegible] چہرہ پر بڑی بڑی آنکھیں، ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچنے کی کشش رکھتی تھیں ان آنکھوں سے پریم اور [illegible] کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ اس کے سندر چہرہ پر ہر وقت [illegible] مسکراہٹ نمایاں رہتی تھی تعلیم کی روشنی سے دماغ منور نظر آتا تھا۔ لیکن کھانے پینے، رہنے سہنے کے تفکرات سے بے پروا تھی اس کا شغل رات دن گلی کوچوں میں [illegible] گھومتے پھرنا اور قدم قدم پر کوئل جیسی بلند لیکن شیریں و سریلی آواز میں "رادھے شام رادھے شام" کے دلدوز نعرے لگاتا تھا۔ اسی وجہ سے عام طور پر اس کا نام شہر بھر میں "رادھے شام" ہی مشہور ہو گیا تھا۔ سردی ہو یا گرمی رات کے وقت جب ساری دنیا آرام کرتی تھی یہ گلی کوچوں میں "رادھے شام" کے [illegible] نعرے لگاتی پھرا کرتی تھی۔ اس کی آواز میں کچھ خاص کشش اور درد تھا۔ اس کے دلآویز "رادھے شام" کے نعرے جب رات کی خاموشی میں سوتے لوگوں کے کانوں میں پڑتے تھے۔ تو لوگ بھی نیند کو چھوڑ گھنٹوں اس کی دلکش صداؤں کو سننے کے لئے جاگتے رہتے تھے۔ شہر کے بچوں کو اس سے بڑا اُنس سا ہو گیا تھا۔ دن میں جدھر سے بھی یہ "رادھے شام" کے نعرے لگاتی نکل جاتی تھی بچاسوں چھوٹے بچے اس کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اور اس کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر سب بچے بھی "رادھے شام" کے نعرے لگانے لگتے جس سے یہ بڑی خوش ہوتی تھی اور بچوں کو پیار کرتی تھی، کھانے پینے کی لے پرواہ تھی۔ جدھر پہنچ جاتی تھی استریاں پہلے پہلے بلا بلا کر اپنے گھروں میں کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اسی طرح تن ڈھانپنے کے لئے ہر موسم میں کپڑا بھی کافی مل جایا کرتا تھا۔ چلتے پھرتے لوگ بہت سے پیسے، پھل، و مٹھائیاں بلا طلب اس کی جھولی میں بھر دیتے تھے جنہیں "رادھے شام" کے نعرے لگوانے کے بعد یہ خوش ہو کر بچوں کو بانٹا کرتی تھی، بچوں کو اس سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ اگر کسی روز یہ کسی محلہ میں نہ پہنچتی تھی تو بچے اسے دن بھر ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اور اس کی یاد میں مضطرب رہتے تھے۔ لیکن اس کے متعلق کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ ۔۔۔

[illegible]
[illegible] کہ ایک دن جبکہ یہ شرافت [illegible] تماشائیوں کے ہجوم کے اندر کھڑی ہوئی بچوں سے "رادھے شام" کے نعرے لگوا کر خوش ہو رہی تھی ایک ادھیڑ عمر لیکن مفلوک الحال سا آدمی مجمع کو چیرتا ہوا اس کے پاس آیا اور منہ لٹکائے ہوئے اس کے پاؤں پر گر کر پُر درد آواز میں بولا۔
"اوشا! مجھ پاپی کو چھما کرو"
ان الفاظ کے اندر نہ معلوم کیا درد تھا کیا جادو کشش تھی اور کیا جادو تھا سنتے ہی پگلی کی آنکھیں کھل گئیں۔ چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ جذبات کا طوفان دل میں اٹھا اور اس نے ایک لمبی گر درد بھری سانس لے کر حسرت زدہ لہجہ میں کہا۔
"شام! میرے شام!! تم آ گئے؟"
یہ کہہ کر اس نے نیم بیہوشی کی حالت میں اپنی گردن شام کے کندھے پر ڈال دی۔ دونوں پھوٹ پھوٹ کر روئے اور چند ہی منٹ بعد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے مجمع سے باہر ہو گئے پھر متھرا واسیوں کو دوبارہ "رادھے شام" کے درشن نہ ہوئے۔ اوشا محبت کی دیوی اوشا پران پیارے شام کے آغوش محبت میں پہنچ گئی۔

# ضرورتِ ایجنٹس

روزانہ "تیج" اور "تیج ویکلی" کی فروخت کے لئے ہر شہر و قصبہ میں قابل اور ہوشیار ایجنٹوں کی ضرورت ہے، شرائط نہایت آسان اور کمیشن معقول، جو صاحب تھوڑی سی محنت سے معقول روزگار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ فوراً شرائط ایجنسی اور نمونہ اخبارات مفت طلب کریں،
جس شہر یا قصبہ میں تیج کی ایجنسی پہلے سے ہی موجود ہے، وہاں پر دوسری ایجنسی نہ دی جائے گی،

منیجر اخبار "تیج" دہلی

# تجارت سے مشینوں کا تعلق

از قلم پنڈت آنندی پرشاد مصر امراد آبادی

... مشینوں کی اسقدر تفصیل ہے - اگر تجارت کے کام میں آنے والی تمام مشینوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی - اس لئے اس مضمون میں خاص خاص مشینوں کا ہی ذکر کیا جائیگا۔

تجارت کا انحصار زیادہ تر لکھا پڑھی پر منحصر ہے - ہاتھ سے لکھنے میں جتنی تکلیف ہوتی ہے اور جتنا وقت صرف ہوتا ہے وہ لکھنے والا ہی جانتا ہے - اس کام کو آسان بنانے کیلئے ٹائپ رائٹر مشین ایجاد کی گئی - یہ مشین سب سے پہلے مسٹر فسٹو فار شیم شولیس نے ۱۸۶۸ء میں بنائی - اس کے بعد برابر اس میں اصلاح ہوتی گئی اور کئی قسم کے ماڈل بنے - یہ مشینیں زیادہ تر امریکہ میں تیار ہوتی ہیں - امریکہ کی رپورٹ کے اعداد دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں سے تجارت سے متعلق جو مشینیں باہر جاتی ہیں اُن میں ۶ کا حصہ ۲۳ فیصدی ہے۔

تجارت میں دوسرا نمبر حساب کرنیوالی مشین کا ہے - پہلے زمانہ میں لوگ زبانی حساب بہت آسانی اور جلدی سے کر لیا کرتے تھے - مگر جیوں جیوں لوگ حساب کرنے میں کمزور ہوتے گئے - تیوں تیوں انہیں کچھ ایسے آلوں پر منحصر رہنا پڑا جو زبانی حساب میں تیز ہوتے تھے - مگر یہ کمزوری اس صدی میں لوگوں کو بُری طرح کھٹکنے لگی - اس لئے اس کام کے لئے بھی مشین کی ضرورت محسوس ہوئی - اور اسی کمی کو سویڈن کے ایک انجینیر مسٹر اوڈنر نے ۱۸۷۵ء میں پورا کر دیا - اُس وقت تو اس میں پوری طرح کامیابی نہیں ہوئی - لیکن ۱۹۱۰ء میں مسٹر بالڈون نے پھر کوشش کی اور اس کا نام کیلکولیٹنگ مشین رکھا - اس کے بعد اس میں بہت سے لوگوں نے اصلاح کی اور اس درجہ تک پہنچایا کہ آج کل بازار میں کیلکولیٹنگ مشینیں کئی قسم کی پائی جاتی ہیں - جن میں کچھ تو جیب میں رکھنے ہاتھ سے چلانے اور بجلی سے چلانے کے لائق بھی ہیں - یہ مشینیں جمع تفریق ضرب تقسیم آسانی سے کر لیتی ہیں۔

تیسرا نمبر دکان کا ہے - یہ مشین ایک روکڑئیے کا حساب بڑی آسانی سے کر سکتی ہے - اگرچہ اس طرح کا رواج ابھی ہندوستان میں نہیں ہے - لیکن یورپ کے ممالک میں اس قدر رواج ہے کہ کوئی بزاز کی دوکان سے لیکر بڑے بڑے جوہریوں تک کی دوکانوں میں پائی جاتی ہے - اس مشین کی ایجاد مسٹر ہیرٹن نے ۱۸۸۲ء میں کی - انہوں نے دراصل اس مشین کو اپنے نوکروں کی چوری پکڑنے کے لئے تیار کیا تھا - مگر جب پبلک میں اس کی مانگ دیکھی گئی تو ایک کارخانہ اس کام کے لئے کھول دیا - جس میں اچھی کامیابی ہوئی۔

کاربن پیپر کی ایجاد ٹائپ رائٹر سے پہلے ہی ہو گئی تھی - کہا جاتا ہے کہ ایک کمپنی ۱۸۲۳ء میں کاغذوں کی نقل کرنے کے لئے کوئی خاص مصالحہ دار کاغذ استعمال کیا کرتی تھی - قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور کچھ نہیں فقط کاربن پیپر کی پہلی منزل ہو گی - اس کو اس طرح تیار کرنیوالے مسٹر ... فائل ہیں - کاربن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کا استعمال بھی اس قدر بڑھا کہ صرف امریکہ سے ہی قریب چار سو ٹن کاربن ہر سال باہر جاتا ہے - یہ ٹن کاربن کی لمبائی کتنی ہو گی - اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں - کاربن کی طرح نقل کرنیکا ایک طریقہ اور بھی ہے - اس طریقہ سے لوگ چھلے کاغذ پر کاپینگ سیاہی کی امداد سے پریس سے دبا کر نقل رکھ سکتے تھے - لیکن زیادہ تر کاربن سے نقلیں رکھنا زیادہ پسند کیا جاتا ہے - اس کے بعد ایک ہی قسم کے بہت سے خطوط تیار کرنے کے لئے ڈوپلیکیٹنگ مشین ایجاد ہوئی - اس کے موجد بی - ڈک تھے - انہوں نے پہلے مشین تیار کی - لیکن اس کے بعد اسی کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے - لفافوں پر پتہ لکھنے کے لئے ایڈریسنگ مشین بنائی اور مسٹر تھومس نے ایڈیسن کی امداد سے ۱۸۸۷ء میں پبلک کے سامنے پیش کی - یہ مشین بہت آرام دہ ثابت ہوئی - اس کے بعد کئی مشینیں تیار ہوئیں - ہیری سپیلے مسٹر نے ۱۹۰۲ء میں اس کو ایجاد کیا - اور ۱۹۰۳ء میں یہ مشین فروخت کے لئے بازار میں آئی - اب تک اس میں اتنی ترقی ہوئی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چھپائی کا کام اس آسانی سے ہو جاتا ہے - یہ مشین ہاتھ سے بھی چلتی ہیں اور بجلی سے بھی - بجلی سے چلنے والی مشین میں ایک خاص بات ہے کہ وہ خود کاغذ لیکر چھاپ جاتی ہے اور چھپے ہوئے کاغذوں کو گن کر رکھ دیتی ہے - اس سے چھاپنے والوں کو دوبارہ گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ٹائم کلاک کی ایجاد سے قبل بڑے بڑے کارخانوں اور دفتروں میں جہاں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد آدمی کام کرتے ہیں - آنے جانے کے وقت کی نگرانی رکھنے کے لئے ایک علیحدہ شعبہ رہتا تھا - اس کی رپورٹ پر کام کرنیوالوں کو تنخواہ دی جاتی تھی - اس شعبہ نگرانی میں کام کرنیوالے بھی آخر انسان - معمولی انسان ہو سکتے تھے - اس لئے وہ اپنے دوستوں کی رعایت کر دیا کرتے تھے - اس کارروائی کو بند کرنے کے لئے کمپنیوں کو مجبور ہو کر اُن کے پیچھے جاسوس لگانے پڑے - لیکن اگر کہیں جاسوس بھی مل جاتا تھا تو بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا - اور تاجروں کو نقصان اُٹھانا پڑتا تھا - مگر اس ترقی کے زمانہ میں لوگ جاسوس اور ٹائم دیکھنے والوں کے پابند ہو کر کس طرح رہ سکتے تھے۔

آخر میں ڈینیل سکوپ نے ۱۸۹۴ء میں اس مشین کو ایجاد کیا - اس میں کام کرنیوالوں کے اپنے کارڈ ڈالے ہوتے ہیں جس وقت اس گھڑی نما مشین میں کارڈ ڈالا جاتا ہے اسی وقت اس کارڈ پر چھپ جاتا ہے - کارخانہ والے انہی کارڈوں کو دیکھ کر ملازمین کا حساب کر دیتے ہیں - اس مشین کا اب تمام بڑے بڑے کارخانوں میں بیوپار کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بڑی بڑی مشینوں کے علاوہ تجارت میں کام آنے والی کتنی چھوٹی چھوٹی مشینیں بھی ہیں - مثلاً چیک لکھنے کی مشین - اس مشین کا پرچار مغربی ممالک میں بڑے زور شور سے ہو رہا ہے کیونکہ اس مشین کے ذریعہ لکھے ہوئے چیکوں کے الفاظ و ہندسے بدلے نہیں جا سکتے - آہستہ آہستہ ہندوستان میں بھی ایسی مشین کا رواج ہوتا جا رہا ہے اور ہو جائیگا۔

مسٹر فورٹس نے اپنی کتاب بزنس مشین میں ایک جگہ لکھا کہ مسٹر ادلو - ایک کھان کو ایک بنک اس سے زیادہ تنخواہ دیتا تھا کہ وہ اس وقت سب سے جلدی شکٹ دیکھنے والے سمجھے جاتے تھے - لیکن اب انکی جگہ لوہے کی ایک مشین انسپیچ بڑے مزہ سے کام کر رہی ہے۔

تجارت میں روزانہ کام میں آنیوالی مشینوں میں ٹیلیفون بھی خاص مشین ہے - اس کا پرچار ہندوستان کے بڑے بڑے خاص شہروں میں ہو گیا ہے - لیکن یورپ کے شہروں میں اس قدر کام میں آتا ہے کہ صرف لندن ٹیلیفون ڈائرکٹری کی کتاب ہزاروں صفحہ کی ہے - ٹیلیفون کے طریقہ کی ہی اور کئی مشینیں بھی تیار ہوتی ہیں - ان میں ایک کا نام ڈکٹو فون بھی ہے - اس کے ذریعہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہی بٹن دبا کر منیجر اپنے کلرکوں سے مزہ سے بات چیت کر سکتا ہے - اسے ٹیلیفون کو کان میں لگا کر تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی - اس کے علاوہ دوسری مشین ڈکٹا گرافر ہے - اگرچہ اس مشین کا نام مندرجہ بالا مشین کی طرح ہی ہے - لیکن اس کی بناوٹ اور کام میں بہت فرق ہے - زیادہ تر آفس میں خطوط شارٹ ہینڈ کا ٹائپسٹ کے کرنے پر بتلا دیتی ہے - اس میں یہ آسانی ہوتی ہے - کہ اگر کسی موقع پر ٹائپسٹ موجود نہیں ہے - تو اس کے انتظار میں بیٹھے رہنے کی ضرورت نہیں - آفسوں کو چھوڑ کر دوکانوں میں بھی کئی قسم کی مشینیں کام میں آتی ہیں - دوکانداروں کی آسانی کے لئے اسی قسم کی مشینوں کی ایجاد ہوئی ہے جس سے کام کرنے میں وقت کم صرف ہو اور آسانی سے ہو جائے۔

## سالنامہ "مصور"

"مصور" کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ بہت دنوں سے بمبئی سے نکلتا ہے - رسالہ کا نام اگرچہ یہ بتلاتا ہے کہ اس رسالہ کا خاص تعلق تصویروں کی موجودہ دنیا یعنی سینما اور فلم سے ہے - لیکن اس میں افسانے اور دیگر ادبی مضامین بھی کبھی کبھی شائع ہوتے رہتے ہیں - اس کے ایڈیٹر مسٹر ... ہیں جو خود ایک لائق ادیب ہیں - انہوں نے "مصور" کا سالنامہ بڑے پیمانہ پر شائع کیا ہے - جس کی ضخامت بھی اچھی ہے - تصویریں بھی کافی تعداد میں ہیں - اور مضامین بھی قابل داد ہیں اور تمام خوبیوں پر اس کی قیمت صرف آٹھ آنہ ہے - سرورق پر مس سلوچنا کی ایک نہایت دلکش سہ رنگی تصویر ہے - شائقین منیجر رسالہ "مصور" بمبئی سے طلب کر سکتے ہیں۔

## نیکی کا تاج

امرت ٹاکیز صدر بازار دہلی میں شری دگویر مودی ٹون کا یہ نیا فلم ایک ہفتہ سے دکھلایا جا رہا ہے - تماشہ بہت اچھا اور قابل دید ہے - مس نورجہاں نے صوفیہ کے پارٹ میں اور مسٹر ابراہیم نے ... کے پارٹ میں اپنا بہترین کمال دکھلایا ہے - پلاٹ فوٹوگرافی اور موسیقی بھی قابل داد ہے - اچھے فلم کے شائقین کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے - ورنہ غالباً ایک ہفتہ میں یہ فلم دہلی سے چلا جائے گا۔

## پنجابی پریس کے کلینڈر

پنجابی پریس جو رنگین تصویروں اور ڈیزائن وغیرہ کی چھپائی میں شہرت حاصل کر چکا ہے اس نے سال نو کے متعدد خوبصورت اور دل آویز کلینڈر شائع کئے ہیں جو ہمارے پاس بغرض ریویو آئے ہیں - پنجابی پریس اس قسم کے کلینڈروں کی تجارت کرتا ہے موجودہ کلینڈر پر جو سہ رنگی تصویریں ہیں بہت دلکش ہیں - جو صاحب خریدنا چاہیں وہ پنجابی پریس بابا ... صدر بازار دہلی سے خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

TELE. YARN.
TELEPHONE 5243
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس: دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جارہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی باقی نہیں۔ جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ٹوئیل، لٹھے کورے، دُھلے اور رنگین۔ دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، دوریہ ململ، کریپ، شرٹنگ، سوٹنگ، چادر پلنگ، سوزنی، تولیئے روئیدار، رنگین و فینسی۔ جھاڑن، سہری، دوسوتی، شٹینگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی۔ آگرہ ریٹیل ڈپو ے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیا چند ہردیال امرتسر
میسرز دیا چند ہردیال جموں
میسرز دیا چند ہردیال سکھر
میسرز دیا چند ہردیال پالی
میسرز کھیتا لال مولا رام بجے پور
میسرز چند و لال سورج مل کانپور
میسرز رام جی داس شری رام کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن فرخ آباد
میسرز جیا رام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ:- تولیئے، ٹرم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،
میسرز کھڑک سنگھ دیش راج لاہور
میسرز ایس۔ جے۔ کو اوپریٹو سوسائٹی کراچی
میسرز ایس۔ جے۔ کو اوپریٹو سوسائٹی حیدر آباد
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# قدیم ہندوستان کے دلچسپ حالات

(صفحہ ۲۵ سے آگے)

ال کئے جاتے تھے، اور رحم دل اور مہربان تصور کئے جاتے تھے۔ ویش تجارت کرتے تھے۔ شودروں کا پیشہ کاشت وغیرہ کا کام تھا۔ اس کے علاوہ ادنیٰ طبقہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ شاید کاشت وغیرہ کو ہی پیشہ کا درجہ دیا گیا ہو، یا بس کام کو دھاگا ... اور بھونے وغیرہ ہی کرتے تھے جو ذات سے باہر تھے۔ دیگر قومیں اور نسلیں جو علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کی گئیں۔ ہندوستان کی مختلف سلطنتوں کی تفصیل وار بیان کرتے ہوئے حکمرانوں کی نسلوں کو بھی تفصیل کر بیان لیا ہے۔ کشتری راجاؤں کی اکثریت تھی۔ مگر براہمن۔ ویش اور شودر حکمران بہت کم تھے۔ اعلیٰ قومیں الگ الگ کھاتی پیتی تھیں۔ بدھ بھکشو اور براہمن خوراک کے متعلق لہسن اور پیاز سے سخت نفرت کی جاتی تھی لیکن انگلیوں سے کھایا جاتا تھا۔ کانٹوں کو اس نے بالکل نہیں دیکھا اور چمچے وغیرہ بھی بیماری کی حالت میں استعمال کئے جاتے تھے، جانوروں میں وہ مچھلی بھیڑ کا گوشت، ہرن یا بارہ سنگھا اور ہرن عام طور پر تازہ اور بعض وقت نمکین کھاتے تھے لیکن ... تھے۔ باشندوں کے ساتھ ذاتی طور پر مداخلت کم کی جاتی تھی، زمیندار پیداوار کا چھٹا حصہ بطور مالیہ ادا کرتے تھے، سوداگر محاصل اور چنگی معمولی ڈیوٹی ادا کرتے تھے۔ روزانہ ضروریات زندگی کا آپس کا تبادلہ قدیم تھا۔ زر بجائے نقد کے کفایت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ وزراء اور افسران کو گذارے کے لئے زمینیں دی ہوئی تھیں، سیاح نے عام نقطہ نگاہ سے لوگوں کا چال چلن قابل تعریف بیان کیا ہے باشندے جلد باز اور بے قرار مگر صاف اور نیک اصول پر کاربند تھے، وہ کسی بھی شے کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور بعض دفعہ جائز اور حقیقی ایثار کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ وہ آئندہ جنم میں ان گناہوں کے ثمرے خوف سے ڈرتے تھے، اور اسی زندگی میں ان گناہوں کے بار کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ فریب دہی سے بچتے تھے، اور عہد اقرار پر قائم رہتے تھے، ان حالات کی تصویر ایسا ہوشیار اور ہمدرد ہستی نے کھینچی ہے، جو مدد اور بغض سے مبرا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ان میں سے متعدد حالات کئی صدیوں پہلے اسی طرح موجود تھے، ایک قابل اور شریف طبیعت جوان بیانات کی ادنیٰ سی یا ذاتی دلالت کئے بغیر پیروی کرے۔ اور تربیت دے تو بلا شبہ بدھ فلاسفی میں اس قدر قابلیت تھی جس کی وجہ سے چینی سفیر دور دراز فاصلے سے ہزاروں میل سفر کر کے اس کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے آیا۔

# انسان ایک مصنوعی حیوان ہے

(صفحہ ۲۴ سے آگے)

اور سونے سے پہلے جسم اور پاؤں کو اس طرح سے گرم کریں۔ نہ کہ مصنوعی طریقہ سے کپڑوں کو خاص کر شائستگی اور خوبصورتی کے لئے پہننا چاہئے۔ نیز تمام جسم ایک ہی طور سے اور ہلکے طور سے ڈھانپنا چاہئے۔ سادہ کپڑے اپنے آپ کو کپڑوں یا کرموں سے بچنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر انسان اپنی قدرتی زندگی کے نزدیک رہیگا! اسی قدر اس کے واسطے مفید و مناسب ہوگا۔ اس لئے اپنے آپ کو موسمی تبدیلیوں کے مطابق بنانے کے واسطے مکانوں کے روشندان اور کھڑکیوں کو دن رات کھلی رکھنی چاہئیں۔ پھر اس کو اس قدر سردی معلوم نہ ہوگی جس قدر کہ اس آدمی کو محسوس ہوتی ہے جو کہ گرم کمرے میں بند رہتا ہے۔ تازہ ہوا کی آمد و رفت سے زکام۔ کھانسی انفلوئنزا اور تپ دق کا بالکل خطرہ نہیں رہتا جس وقت ہم سادہ اور قدرتی زندگی بسر کرنا سیکھ جائیں گے۔ تو ہم ایک مضبوط اور تندرست نسل بن جائیں گے اور موجودہ وقت سے زیادہ زندہ رہینگے۔ اگر نازک مزاج نوجوان واقع ہوئے ہیں۔ اور آئے دن بیماریاں جسم کو گھیرے رہتی ہیں۔ اور ہمیں مضبوط اور تندرست بننا ہے۔ تو ہمیں سادگی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ سادہ غذا۔ کھلی ہوا، ورزش سادہ لباس۔ سادہ طریقہ رہائش اختیار کرنا چاہئے۔ مہاتما گاندھی کی مثال ناظرین کے روبرو ہے!

## پچیس روپیہ نقد انعام

مندرجہ بالا انعام معہ سفر خرچ اس شخص کو دیا جائیگا جو میرے لڑکے کو جس کا حلیہ ذیل میں درج ہے تلاش کرکے ہمارے حوالے کرے گا۔ حلیہ حسب ذیل ہے:
کوڑمل ولد چپت رام ساکن قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر رنگ گندمی۔ قد میانہ عمر بیس سال زبان میں لکنت۔

**چپت رام قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر**

## سلبھ سودیشی سٹورز لمیٹڈ

ملک میں سودیشی اشیاء کی فروخت کا کوئی باقاعدہ نظام نہ ہونے کی وجہ سے مینوفیکچررز کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اکثر مینوفیکچرنگ کمپنی مایوس ہو کر کاروبار بند کرنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ اب آپ یہ معلوم کرکے خوش ہونگے کہ سودیشی اشیاء کی فروخت کو منظم دینے کے لئے میسرز جی ایل بھارتیہ اینڈ کمپنی چاندنی چوک دہلی نے سلبھ سودیشی سٹورز لمیٹڈ کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ سٹور ایک لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے جاری کیا جا رہا ہے جس کا چالیس فیصدی خود پرموٹرز ہی خرید کریں گے۔ سرمایہ دس دس روپیہ کے دس ہزار حصص میں منقسم ہوگا سٹور کے شاندار مستقبل اور کامیابی کا اندازہ ملک کی ضرورت اور میسرز جی۔ ایل بھارتیہ کی تجربہ کاری سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ فرم سودیشی اشیاء کی تنظیم میں بڑی قابل اور ماہر ہے۔ یہی فرم سٹور کی مینیجنگ ایجنٹس بھی ہوگی۔ ہمیں پوری امید ہے کہ یہ سٹور بہت جلد ملک کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرکے پبلک کی بیش بہا خدمت کریگا۔

## موسم سرما میں ہر فرد و بشر کو استعمال کرنی چاہئیں

# فولادی

**مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کے خاص نسخہ سے تیار کی گئی ہیں**

آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج کے پروفیسر سے مصدقہ

ان کے استعمال سے دل میں نئی امنگ اور دماغ میں نئی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جسم مثل فولاد کے مضبوط۔ تندرست اور توانا رہتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں استعمال کریں تو عجب طاقت دیتی ہیں۔ قطعی بے ضرر ہیں۔ اور اپنے اثر میں کبھی فیل نہیں ہوتیں۔ بڑے آدمی جاڑوں میں یہی گولیاں استعمال کرتے ہیں قیمت صرف سوا روپیہ فی شیشی۔ ہر جگہ بڑے دوا فروشوں سے ملتی ہیں۔ یا براہ راست منگائیں:

**مینیجر: پرکاش دواخانہ شہر میرٹھ**

جہاں ابھی تک ایجنسی نہ ہو، دی جا سکتی ہے!

## میری آنکھیں

بالکل خراب ہو گئی تھیں۔ انمول رتن سرمہ کے استعمال سے چند ہی روز میں دھند۔ جالا۔ ککرے وغیرہ امراض سے نجات حاصل ہو گئی۔ انمول رتن سرمہ کو بہت مفید پایا۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ... ملنے کا پتہ:- انمول رتن فارمیسی لودھیانہ (پنجاب)

از بھیناٹھ سری واستوا۔ اجمیر

## چپت منتر یکصد روپیہ انعام

... اجمیر ... بالکل معاف ... یکصد روپیہ انعام ...

## آنکھ دکھنے کی تکلیف

کیوں پریشان ہو رہے ہیں ... ایک شیشی خرید کر علاج کیجئے۔ بالکل مفت ... اور آنکھ کے ڈاکٹر بھی حیرت میں آ جانے والا ... قیمت ایک روپیہ (عہ)
موتیا بند۔ کچا ہو یا پکا آپریشن ... مفصل حال ... یاسری ورکس ہیڈن سٹریٹ کلکتہ

## ہندوستان ہیر ... لکھنؤ

... 3/12

مس الکننڈا " بسنت سینا " میں

**Master Roope of Bharatpur**

Who will give his performance "Laila Majnun" with his complete batch every day at the Parade ground

کماری شانتا آپٹے

آپنے پربھات فلم کمپنی کے مشہور و معروف فلم امرت منتھن میں کمال کا کام کیا ہے

مس موتی

ہندوستان کی ایک مشہور فلم ستار

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press, Burn Bastion Road, Delhi

Registered L. No. 1517.

ST JAN. 1935. V. No 13

اگر تمباکو کا شوق ہے تو
قوام نورتن
برص سفید کوڑھ
Kamala W
Panchpota (T.D) Bengal
دہلی کا سب سے پرانا چالیس سالہ مشہور کارخانہ ہارمونیم
رتی رام اینڈ سن نئی سڑک دہلی
RATIRAM AND SON DELHI
ESTD. 1:55
ہمیشہ
بھارت برانڈ فنائیل
استعمال کریں
بھارت برانڈ فنائیل ڈپو پل مٹھائی دہلی
ہندوستان بھر میں کامیاب
"ظفر شو"
4/8. 4/4. 3/12.
صدر بازار انبالہ
قوت مردمی
سول ایجنٹ :- گنگوتری - دہلی
موسم سرما میں ہر فرد و بشر کو استعمال کرنی چاہئیں
فولادی
مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب کے خاص نسخہ سے تیار کیگئی ہیں
آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج کے پروفیسر سے مصدقہ
منیجر پرکاش دواخانہ شہر میرٹھ
جہاں ابھی تک ایجنسی نہ ہو دی جاسکتی ہے
روزگار مہیا کرنیکی نئی سکیم
بلا سرمایہ کارخانہ
موجودہ زمانہ میں سرمایہ کی قلت تجارت کے راستہ میں زبردست رکاوٹ ہے اور ہندوستان کی مفلسی کا یہی سبب ہے۔ لہذا ہم نے ایسے اصحاب کو جو سرمایہ کی کمی کیوجہ سے کارخانہ لگانے سے معذور ہیں، کھانڈ بنانیکی مشین، گنے کا رس اور تیل کے کولہو، کپاس اوٹنے کی مشین و دیگر مشینری قسطوں پر دینے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اب آپ بڑی آسانی سے اپنا ذاتی کارخانہ لگا کر مالا مال ہو سکتے ہیں، چونکہ تجارت کا موسم شروع ہو گیا ہے، اس لئے فوراً مفصل حالات طلب کریں۔ علاوہ ازیں ہم ہر قسم کے انجن اور دہلی کے موٹر سنٹری ورین واٹر پائپ فٹنگ وغیرہ بھی نہایت کم قیمت پر سپلائی کرتے ہیں،
دنکور انجینیرنگ ورکس ڈاکخانہ گوروکل سکندرآباد دنکور
دہلی سٹاکسٹس :- واس انجینیرنگ کمپنی برن بسٹن روڈ دہلی،
ملازمت

# سردار ولبھ بھائی پٹیل

سردار ولبھ بھائی پٹیل بھارت ورش کے ایسے سپوتوں میں ہیں اور ان کی قومی اور ملکی خدمات اتنی کثیر ہیں کہ صرف ان کی فہرست بھی ایک صفحہ میں نہیں آسکتی۔ آج کل آپ دلی میں تشریف فرما ہیں اس لئے ہم آپ کی زندگی کے مختصر حالات قلمبند کر کے تیج ویکلی کی زینت بڑھاتے ہیں۔

گجرات میں کرمی بھائی کے اندر دو ذاتیاں ہیں۔ ایک کا نام تو [illegible] اور دوسری کا کردا ہے۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کے پتا شری جھبیر بھائی تو بھائی سے تعلق رکھتے تھے آپ کرمسد گاؤں کے رہنے والے تھے اور کھیتی کر کے اپنے پریوار کا گذارہ کرتے تھے ۹۲ ویں برس کی عمر میں آپ کا سورگباش ہو گیا۔ سردار پٹیل کے پتا آپ کو اپنے ساتھ گاؤں میں ہی رکھتے تھے شروع میں ہی اپنے گاؤں میں تعلیم دلائی پھر اس کے بعد دیہاتی سکولوں میں تعلیم دلائی۔ سردار پٹیل اپنے گھر کے حالات کی وجہ سے کالج میں داخل نہ ہو سکے چنانچہ آپ نے وکالت پڑھنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اس وقت اس کے لئے بی۔ اے پاس کرنا ضروری نہیں تھا۔ آپ نے وکالت کا امتحان پاس کر کے گودھرا میں وکالت شروع کر دی۔ اس کے بعد آپ نے بورسد میں پریکٹس شروع کی۔ آپ کی اعلیٰ قابلیت اور قانونی لیاقت کی وجہ سے تمام ضلع میں آپ کا نام روشن ہو گیا۔

## سماج سیوا

سردار پٹیل نہ تو سیاسی اور نہ ہی سوشل کاموں میں کوئی حصہ لیتے تھے بلکہ اپنے فرصت کے وقت میں عام طور پر تاش کھیلا کرتے تھے۔ مگر جب گودھرا میں پلیگ کی وبا پھیل گئی تو آپ نے ادھر توجہ کی اور لوگوں کی بڑی سیوا کی اور خود بھی بیمار ہو گئے۔ اسی دوران میں سردار پٹیل کی دھرم پتنی بھی بیمار ہو گئیں اور آپ بیماری سے جانبر نہ ہو سکیں۔ سردار پٹیل کو بچپن سے ہی بیرسٹر بننے کی دھن سوار تھی چنانچہ وکالت کے زمانہ میں بیرسٹر بننے کے لئے ولایت جانے کی تیاری کی مگر سورگیہ وٹھل بھائی نے ایسا کرنے سے منع کر دیا چنانچہ آپ نے بڑے بھائی کا حکم مانتے ہوئے ولایت جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا پھر چار سال کے بعد آپ ولایت گئے۔ یہاں آپ نے ستر ستر گھنٹہ مطالعہ کیا۔ آپ نے بیرسٹری کا امتحان نہایت شاندار نمبروں سے پاس کیا۔ اس کے بعد آپ ہندوستان واپس آ گئے۔ یہاں آ کر بیرسٹری شروع کر دی اور آپ کے کام کی دھوم مچ گئی۔

## سیاسی سرگرمیاں

احمد آباد میں مہاتما گاندھی نے جو سیاسی کام شروع کیا اس کا سردار پٹیل پر بڑا اثر پڑا۔ اور گجرات صوبہ میں بیگار بند کرنے کے لئے گاندھی جی کے ساتھ مل کر سردار پٹیل نے ایک پروگرام بنایا۔ اور بیگار کا قصہ ختم ہو گیا۔ اس پر گاندھی جی بڑے خوش ہوئے اور اسی وقت سے دونوں مہا پرشوں کے تعلقات بہت مضبوط ہو گئے۔ کھیڑا میں کسانوں پر بڑے اتیاچار ہو رہے تھے۔ گاندھی جی نے اس کے لئے ستیاگرہ کی تیاری کی اس [illegible] سے سردار پٹیل گاندھی جی کے ساتھی بن گئے، اور [illegible] کے دیہات میں نکل گئے اور کسانوں کے ہر ایک جھونپڑے میں ستیاگرہ کا سندیش پہنچایا

ہو گیا۔ اور گاندھی جی نے ترک موالات کی تحریک جاری کر دی۔ سردار پٹیل بھی عدم تعاونی بن گئے اور آپ نے بیرسٹری چھوڑ دی۔

## باردولی کی لڑائی

بھارت کی سیاسی تواریخ میں باردولی کا نام امر ہو گیا ہے۔ بھارت کا بچہ بچہ باردولی کا نام جانتا ہے۔ اکتوبر

ادھر باردولی کسان اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے میدان میں آ گئے۔ آخر میں ستیہ گرہ کی فتح ہوئی۔ اسی دوران میں رولٹ ایکٹ پاس ہو گیا۔ گاندھی جی نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور ستیہ گرہ جاری کر دیا۔ اور سردار پٹیل نے پھر احمد آباد کا ضلع سنبھال لیا۔ اور ان کے مکانوں پر سرکار نے پہرہ بٹھا دیا۔ اسی وقت پنجاب میں مارشل لا جاری

۱۹۲۸ء کو باردولی تعلقہ کے کسانوں کی ایک سبھا میں فیصلہ کیا گیا کہ بڑھا ہوا لگان ادا نہ کیا جائے اور سردار پٹیل سے اس تحریک کی رہنمائی کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس کے بعد سردار پٹیل نے کس طرح باردولی کے کسانوں کو ستیاگرہ کی تعلیم دی اور اس سلسلہ میں سردار پٹیل نے جو کارہائے نمایاں کئے ہیں وہ سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں

# باردولی کا شیر!

(تیج ویکلی کے خاص شاعر کے قلم سے)

بازوئے راست ہیں گاندھی کے جو سردار پٹیل
ایسی ہستی ہیں جسے زینتِ دنیا کہیئے

ہیں کسانوں کے وہ ہمدرد زمانہ شاہد
انکو گجرات کے خطہ کا مسیحا کہیئے

باردولی میں جو کی عدل کی خاطر تنظیم
ظلم ہو گا جو اُسے شورشِ بیجا کہیئے

سر کیا معرکہ سردار نے جس خوبی سے
انکی تعریف میں قاصر ہی زباں کیا کہیئے

مردِ میدانِ صداقت ہیں صفا کی تصویر
ہے بجا اسکو گر اخلاص کا دریا کہیئے

خود فراموش ہیں بہبودِ وطن کی خاطر
ہے مناسب انھیں پُتلا جو وفا کا کہیئے

ہے یہ وہ ذاتِ گرامی کہ بقول غالب
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیئے

آخر کار باردولی کی مہم کی کامیابی کا سہرا سردار پٹیل کے سر بندھا۔ اس کے بعد سردار پٹیل کی سیاسی سرگرمیاں بڑھتی گئیں اور سردار موصوف نے گاؤں گاؤں میں گھوم کر آئندہ کے لئے کسانوں کو تیار کیا۔ اس کے بعد دسمبر ۱۹۲۹ء میں لاہور کانگریس نے مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس کر دیا۔ اور ۱۹۳۰ء میں آزادی کی تاریخی تحریک شروع ہو گئی۔ مہاتما

[illegible] گرفتار کر لئے گئے [illegible] کانگریس کا پریذیڈنٹ بنایا گیا اور [illegible] کے بعد آپ پھر گرفتار کر لئے گئے

## گاندھی ارون پیکٹ

آپ اپنی میعاد پوری کرنے کے بعد جیل سے رہا کر دیئے گئے اسی دوران میں گاندھی ارون پیکٹ ہو گیا اور پھر آپ کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا۔

ہم سردار ولبھ بھائی پٹیل کے اس خطبہ صدارت سے جو آپ نے کراچی کانگریس میں ارشاد فرمایا تھا بعض اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ سردار پٹیل جو ملک و قوم کے ایسے سربرآوردہ رہنما ہیں خود بھی اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ کسان کہتے ہیں اور اپنی بیش بہا قومی خدمات میں بھی انتہائی خلوص اور سادگی سے کام لیتے ہیں

(۱) آپ لوگوں نے ایک سیدھے سادے کسان کو اس بڑے سے بڑے عہدے کے لئے جو کہ قوم کسی شخص کو دے سکتی ہے منتخب کیا ہے میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے اپنا سب سے بڑا خادم اس لئے نہیں منتخب کیا ہے کہ میں نے جو چھوٹی سی قربانی کی ہے اس کے باعث میں اس کا اہل ہوں بلکہ اس طریقہ سے آپ نے گجرات کی حیرت انگیز قربانیوں کو تسلیم کیا ہے"۔

(۲) جب سمجھوتہ کے ذریعہ ایک قوم سے دوسری قوم کے پاس منتقل ہوتی ہے تو امداد یا نقصانات کی تلافی کے لئے ایسے تحفظات منظور کئے جاتے ہیں جو ملک کے لئے مفید ہوں۔ ان حالات میں ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم بعض امور میں بیرونی طاقتوں کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر برطانیہ ہمیں یہ امداد دینے کو تیار ہے تو ہم یہ امداد بخوشی قبول کرنے کو تیار ہیں۔ ......

...... آزادی کے ساتھ یہ ضروری نہیں کہ ہندوستان برطانیہ کے مساوی حصہ دار کی حیثیت سے باہمی مفاد کے خاطر اس ملک سے اپنے تعلقات قائم نہ رکھے"

سب جانتے ہیں کہ کراچی کانگریس کے بعد ملک میں کچھ دنوں تک گاندھی ارون پیکٹ یعنی عارضی صلح کا دور رہا۔ اس کے بعد جب مہاتما جی گول میز کانفرنس سے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو واپس آئے تو ان کے ساتھ سردار پٹیل بھی ۴ جنوری ۱۹۳۲ء کو بمبئی ریگولیشن کے تحت میں گرفتار کر کے نظر بند کر دیئے گئے۔ کچھ دنوں بعد آپ کے بزرگ بھائی شری یت وٹھل بھائی پٹیل کا سورگباش ہو گیا۔ اور جب آپ کی نعش ہندوستان لائی گئی تو سردار پٹیل کو ان کے جنازہ میں شریک ہونے اور داہ کرم سنسکار کی رسم ادا کرنے کے لئے مشروط رہائی پیش کی گئی مگر سردار پٹیل نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ جیل میں بیمار ہوئے اور ناک میں آپریشن کی ضرورت

# جاپان

## اس کی موجودہ زندگی اور معاشرت

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ مقیم ٹوکیو۔ جاپان)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

میرے دل میں ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر مجھے دفعتاً ہندوستان کا ڈکٹیٹر مقرر کردیا جائے تو میں کیا کروں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میں فوراً ہندوستان کے ایک لاکھ جوانوں کو اور تمام کروڑ پتیوں اور لاکھ پتیوں کو جاپان بھیج دوں۔ تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ اگر کسی قوم میں دماغ، نوجوانی اور سرمایہ کا اتحاد عمل ہو تو وہ کیا کیا چیزیں حاصل کرسکتی ہے۔ انہیں کے ساتھ ساتھ میں ان تمام جھگڑالو مذہبی رہنماؤں کو بھی جاپان بھیج دوں جو جاپانی قوم کی مذہبی رواداری کا مطالعہ کرلیں۔ جو شخص جدید جاپان دیکھ لیتا ہے وہ جدید تمدن کا ایک مکمل نمونہ دیکھ لیتا ہے۔

جاپان میں ہر قدم پر انسان کے لئے سبق موجود ہیں اور جوں ہی ایک شخص ایک جاپانی لائن کے جہاز پر سوار ہوتا ہے۔ اسی وقت سے وہ جاپانی کیرکٹر سے متاثر ہونے لگتا ہے۔

(۱) حب الوطنی (۲) ہمدردی کی اسپرٹ، (۳) مسرت (۴) ایمانداری (۵) صفائی۔ (۶) محبت (۷) موت سے نہ ڈرنا (۸) مذہبی رواداری (۹) محنت اور جفاکشی (۱۰) خوش اخلاقی یہ وہ چند قومی صفات ہیں جو جاپانیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور نوواردوں پر اثر کرتے ہیں۔

جاپان کے فطری مناظر بھی بہت اچھے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپان ایک بڑا کشمیر ہے جسے جزیرہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جاپان کے دلکش مناظر و تبدیلی آب و ہوا کے مقامات، اس کی متعدد صنعتیں اور حرفتیں، اس کا اخلاق اور رسم و رواج منظم ریلوے، بہترین ہوٹل، اچھی سڑکیں اور صاف ستھرے ہسپتال وغیرہ، یہ تمام چیزیں قابل دید ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ جاپان قدیم مشرقی دلکشی و روایات کو بھی قائم رکھتا ہے۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جاپان مشرقی دنیا میں تجارت، کاروبار اور سلسلہ رسل و رسائل کا مرکز ہے کیونکہ امریکہ اور یورپ کی بحری شاہراہیں اور روس سے آنے والا بری راستہ یہیں آکر ملتا ہے اس کی بندرگاہیں یوکوہوما، کوبی، ناگاساکی، سوراگا اور توجی وغیرہ دنیا کے ٹریفک میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

### فطری مناظر

جو سیاح جاپان میں قدم رکھتا ہے وہ پہلے اس کے فطری مناظر اور جغرافیائی خصوصیات سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کے پہاڑ، دریا، جھیلیں، خلیج، آبشار اور چشمے بہت دلکش ہیں۔ اور یہ سب کسی تاریخی عہد اور روایات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جاپان نے قومی باغات اور سیرگاہیں بنانے کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ جن میں سے تین یعنی آسو، اونزن اور کریشیما بہت مشہور ہیں۔ اور ان کے سرسبز و شاداب درخت اور جنگلی پھولوں کے مناظر نہایت درجہ جاذب نظر ہیں۔

### معدنی چشمے

جاپان سے زیادہ معدنی چشمے دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں اور جاپانیوں سے زیادہ کسی قوم کی روزانہ زندگی کے دیکھنے کا موقعہ بھی نہیں مل سکتا۔ بعض چشمے ایسے دور دراز مقامات میں ہیں جہاں کے لوگ ابھی پرانے طریقوں اور رسم و رواج پر کاربند ہیں۔ دوسرے ایسے ہیں جن کو سب سیاح جانتے ہیں اور جہاں پر زندگی کے تمام راحت و آرام موجود ہیں۔ جاپان میں ایک ہزار ایک سو معدنی چشمے ہیں جن کے طبی اور صحت بخش مفاد کو سائنسدانوں نے ثابت کردیا ہے انہیں سے بعض میں ریڈیو کی لہریں موجود ہیں اور بعض میں سے ریڈیم کی شعاعیں بھی خارج ہوتی ہیں۔ نوبوریبتو کے چشمے کی حرارت بہت زیادہ ہے۔ کوسٹسو میں گندھک کی آمیزش جلدی امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ بیپو میں جو اب گرم معدنی چشموں کے شہر کے نام سے مشہور ہے سمندر کے ساحل پر گرم پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے اسی طرح کے دوسرے متعدد چشمے ہیں جہاں لوگ ترقی صحت کے خیال سے بکثرت آتے ہیں۔

### موسم اور تہوار

جاپان کے ہر موسم میں ایک خاص دلکشی ہوتی ہے جنوری میں سال نو پانچ روز تک منایا جاتا ہے۔ مئی کا مہینہ شروع ہوتے ہی تمام پھول کھل جاتے ہیں۔ اور سبزہ زار لہلہاتے ہیں۔ خزاں میں درختوں کی سنہری رنگت قابل دید ہوتی ہے اور جاڑوں کی سختی کھلی فضا اور خوشگوار دھوپ سے کم ہو جاتی ہے جاپان تہواروں کا ملک ہے۔ اور یہاں تہوار بہت کثرت سے منائے جاتے ہیں۔ نوروز میں بڑی دھوم دھام ہوتی ہے۔ ہر گھر سجایا جاتا ہے۔ ہر شخص خوش رنگ لباس پہنتا ہے۔ اور اس دن لوگ چاول کے آٹے کا کیک کھاتے ہیں اس کے بعد ۳ مارچ کو لڑکیوں کا تہوار اور ۵ مئی کو لڑکوں کا تہوار آتا ہے۔ اول الذکر میں گڑیوں اور موخر الذکر میں سپاہی نما اور جنگ آزما کھلونوں کی نمائش ہوتی ہے۔ اسی طرح کے بہت سے دلچسپ تہوار ہیں۔ مثلاً روشنی کا تہوار دریاؤں کے ساحل پر آتشبازی کا تہوار۔ پھولوں کا تہوار وغیرہ۔

### کھیل اور تفریح

اسٹیج کے ان جدید ڈراموں کے علاوہ جو بیرونی ممالک کی تقلید میں تیار کئے گئے ہیں جاپان میں خود اس کا قدیم ڈرامائک آرٹ موجود ہے جن میں "کبوکی" یعنی تاریخی ڈراما اور "نوہ" یعنی موسیقی اور رقص کا تماشا بہت مقبول ہے اس کے علاوہ "پتلیوں کا تماشہ" بھی بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے جاپان میں قہوہ خانے اور رقص خانے بھی کثرت سے ہیں دعوتوں میں ایک قسم کا رقص ہوتا ہے جسے "گیشا رقص" کہتے ہیں۔

## جاپان کی جنگی تیاریاں

مشرقی ممالک میں صرف ایک جاپان ہی مغربی ممالک کا حریف اور مد مقابل ہے صنعت و حرفت اور تجارت میں اس نے ساری دنیا کے دانت کھٹے کردیئے ہیں اور جنگی معاملات میں بھی وہ کسی سے دب کر نہیں رہنا چاہتا مغربی اقوام نے اس کی بڑھتی ہوئی رفتار کو دیکھ کر بہت چاہا کہ کچھ روک تھام کی جائے اور لیگ اقوام اور معاہدوں کے جال میں اسے پھانسے رکھا جائے لیکن اس نے ان ترکیبوں کو سمجھ کر لیگ اقوام سے پہلے ہی کنارہ کشی اختیار کرلی اب تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے معاہدہ واشنگٹن کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ اس موقعہ پر مناسب ہوگا اگر معاہدہ واشنگٹن سے اب تک کے اس کے جنگی بجٹ پر ایک نظر ڈالی جائے۔ یہ بجٹ جاپانی سکہ ین کی شکل میں ہے اس لئے یہ بتلا دینے کی ضرورت ہے کہ ایک ین کی قیمت تقریباً سوا روپیہ ہوتی ہے۔

| سنہ | بجٹ | سنہ | بجٹ |
|---|---|---|---|
| سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء | ۶۰ کروڑ ۴۰ لاکھ | سنہ ۲۹-۳۰ء | ۴۹ کروڑ ۵۰ لاکھ |
| سنہ ۲۳-۲۴ء | ۵۹ " ۹۰ " | سنہ ۳۰-۳۱ء | ۴۷ " — |
| سنہ ۲۴-۲۵ء | ۴۵ " ۵۰ " | سنہ ۳۱-۳۲ء | ۴۵ " ۴۰ " |
| سنہ ۲۵-۲۶ء | ۴۴ " ۴۰ " | سنہ ۳۲-۳۳ء | ۶۸ " ۴۰ " |
| سنہ ۲۶-۲۷ء | ۴۳ " ۴۰ " | سنہ ۳۳-۳۴ء | ۸۲ " ۵ " |
| سنہ ۲۷-۲۸ء | ۴۹ " ۲۰ " | سنہ ۳۴-۳۵ء (سال رواں) | ۹۲ " — |
| سنہ ۲۸-۲۹ء | ۵۱ " ۷۰ " | سنہ ۳۵-۳۶ء (آئندہ سال) | ۱۰۱ " ۹۰ " |

مذکورہ بالا نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ واشنگٹن کے بعد سے اس نے برابر اپنے جنگی اخراجات میں کمی کی۔ سنہ ۲۷-۲۸ء اور سنہ ۲۸-۲۹ء میں کچھ اضافہ ہوگیا تھا جسے پھر بتدریج کم کردی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ دنیا برابر فوجی تیاریوں میں مصروف ہے تو اس نے بھی قدم بڑھایا اور سنہ ۳۲-۳۳ء سے اپنے جنگی بجٹ میں غیر معمولی اضافہ شروع کردیا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ کے لئے جو بجٹ منظور ہوا ہے وہ معاہدہ واشنگٹن کے زمانہ کے بجٹ سے تقریباً دوگنا ہے۔

بہر حال سمجھ لینا چاہیے کہ اگر مشرق و مغرب میں کشمکش بڑھ کر تصادم کی صورت میں ہوئی تو دنیا کے امن کو شدید خطرہ لاحق ہوجائے گا۔

کس مہاپُرش کا دہلی میں قدم آیا ہے | چمنستاں کی فضا چھا گئی بازاروں میں
ابھی تھا موسمِ سرما کہ ہوائیں بدلی | دفعتاً آج بہار آگئی گلزاروں میں
پیش کرنے کے لئے اپنی عقیدت کی نذر | بلبلیں پھول لئے پھرتی ہیں منقاروں میں
نازسے آج کچھ ایسی یہ زمیں اترائی | چشمکیں ہونے لگیں دوسرے سیاروں میں

خادمِ قوم، غریبوں کا وہ یار آپہنچا!
ہند کا راہنما، فخرِ بہار آپہنچا!

جوہرِ فطرت عالی ترا ایثار و خلوص | خاکساری ترا شیوہ ہے تو خدمت ہی شعار
سینۂ صاف ہے گنجینۂ علم و اخلاق | کارفرما ہے ترے دل میں ضمیر و ایمان
بیکسوں کا ہے مددگار، غریبوں کا دوست | تجھ سے مزدور ہیں خوش تجھ سے ہیں سرکش لرزاں
دھوم ہے جس کی وفاکوشی و غمخواری کی | وہی انمول رتن ہے یہ ہمارا مہمان

ایسے مہمان کو جب دل میں بٹھا لیتے ہیں
فرش کے بدلے ہم آنکھوں کو بچھا دیتے ہیں

(از جناب محمود الحسن خاں بہارکوٹی۔ اجمیر)

"جب بندہ مایوس ہوکر پرماتما کی رحمت پر تکیہ کر لیتا ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس کی رُوح پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے اور اس کی قوت ارادی میں غیر معمولی استقلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کی ایک نہایت دلچسپ مثال اس افسانہ میں دیکھئے" ٭ ٭ ٭

یو پی کے ایک چھوٹے سے گاؤں ہیرپور میں ایک غریب بیوہ برہمنی رہتی تھی۔ برہمنی کے ایک پانچ سالہ بچے اور خدا کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ گاؤں کی آبادی کا بیشتر حصہ خوشحال زمینداروں اور کاشتکاروں پر مشتمل تھا اور ان کو برہمنی کی عسرت و مفلسی کا بخوبی علم تھا۔ لیکن ان میں ایک بھی ایسا صاحب دل نہ تھا جو غریب برہمنی کی حالت پر ترس کھاتا۔ برہمنی اِرد گرد کے گاؤں سے بھیک مانگ مانگ کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔

بچہ اب اس قابل ہو گیا تھا کہ اُسے گروشالہ میں بٹھا دیا جائے اس خیال سے کہ ایک برہمن زادہ محض ناداری کے باعث تعلیم سے بے بہرہ رہا جاتا ہے۔ برہمنی کے سینہ پر سانپ لوٹ جاتا تھا ہیرپور میں کوئی پاٹھ شالہ نہ تھی ایک روز برہمنی قریب کے ایک گاؤں کے گرو کے پاس گئی۔ گرو کو اپنی مفلوک الحالی سے آگاہ کر کے گرو سے استدعا کی کہ وہ اُسکے بچے کو مفت پڑھا دیا کریں۔ گرو رضامند ہو گئے۔ گرو جی کا گاؤں ہیرپور سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ اور بیچ میں جنگل پڑتا تھا بچہ کم عمری کے باعث گرو کے یہاں نہ رہ سکتا تھا۔ وہ صبح منہ اندھیرے جاتا اور شام کو جھٹپٹے وقت واپس آتا ایک روز گرو کے یہاں کسی تقریب کے سلسلہ میں بچے کو دیر تک ٹھہرنا پڑا۔ اور لوٹنے میں کافی اندھیرا ہو گیا۔ راستہ میں بچے کو بہت ڈر معلوم ہوا۔

گھر پہنچ کر بچے نے برہمنی سے کہا: ماتا! مجھے راستہ میں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے لڑکوں کو پاٹھ شالہ سے لیجانے کے لئے نوکر آتے ہیں۔ تم بھی ایک نوکر رکھ لو جو مجھے روز پاٹھ شالہ سے لایا کرے"

برہمنی نوکر کا لفظ سن کر زار و قطار رونے لگی۔ بچے کے سر پر دست شفقت رکھ کر کہا: بیٹا ہم لوگ بہت غریب ہیں۔ ہم نوکر نہیں رکھ سکتے۔ ہمیں خود پیٹ بھر روٹیاں کھانے کو نہیں ملتیں۔ ہم نوکر کیا رکھ سکتے ہیں"

ماں کو روتے دیکھ کر بچہ بھی رو پڑا۔ بچے نے بھولے پن سے پوچھا: ماتا کیا ہمارا کوئی بھی نہیں ہے۔ بچے کے اس معصوم سوال سے برہمنی کا دل ہل گیا۔ اس کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ وہ کسی گہرے خیال میں کھو گئی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کے آنسو سوکھ گئے۔ اس کا پژمردہ چہرہ طمانیت و مسرت سے تمتما اٹھا اس خیال سے کہ اس کا گوپال ہے۔ اس کے دھڑکتے ہوئے دل کو گونہ تسکین ہو گئی۔

اس نے تسلی بخش لہجہ میں کہا: بیٹا ہمارا گوپال ہے"

بچے نے پوچھا: ماتا گوپال ہمارے کون ہیں؟

برہمنی نے کہا بیٹا گوپال تیرے بھائی ہے"

"وہ کہاں رہتے ہیں میں نے تو انہیں کبھی نہیں دیکھا" بچے نے کہا۔

برہمنی کا دل خدا پرستی اور ایشور بھگتی کے جذبہ سے لبریز ہو گیا اس کے چہرہ پر مسرت اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ جب بندہ مایوس ہو کر پرماتما کی رحمت پر تکیہ کر لیتا ہے اس کا دل مستغنی ہو جاتا اس کی روح پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کی قوت ارادی میں غیر معمولی استقلال پیدا ہو جاتا ہے اس کی نگاہ میں دنیا کی ہر قوت ہیچ و پوچ ہو جاتی ہے اور ہمہ روحانی قوت ایک وقت ہو کر آتی ہے۔

برہمنی نے فاخرانہ انداز سے کہا: بیٹا یہ گوپال جنگل جنگل پیڑوں سب جگہ رہتا ہے۔ وہ سب کو نظر نہیں آتا جب کوئی اس کے لئے بے چین ہوتا ہے تو وہ نظر آتا ہے۔ ایک مرتبہ بندرابن میں گوپ بالکوں کو عالم اضطراب میں نظر آیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک پانچ سالہ بچے دھرو نے دیکھا تھا۔ جو تیرے گوپال بھائی کو ایک مرتبہ دیکھ لیتا ہے ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو جاتا ہے

**بچہ:-** کیا گوپال بھائی کبھی ہمارے گھر نہیں آتا؟

**برہمنی:-** "آتا کیوں نہیں۔ وہ تو ہمیشہ رہتا ہے۔"

**بچہ:-** گرو جی میں بھی دودھ لایا ہوں

**گروجی:-** (جھنجھلا کر) یہ بچہ ایک حقیر تحفہ پر کتنا اتراتا ہے۔ اس دودھ کو کسی برتن میں پلٹ کر اس کو ٹال دو۔

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

# آئینہ مصر

# تہذیب کی رفتار

(خاص "تیج ڈیلی" کے لئے)

غیر ملک پر قبضہ کرنے اور اسکو قابو میں رکھنے کے جتنے مہذب طریقے ہیں ان کو بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ البتہ ایک تاریخی واقعہ ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور وہ مصر کی زندہ مثال ہے اور چونکہ وہ بھی ہماری طرح حکومت برطانیہ کی نگرانی میں رہا ہے اس لئے ہندوستان کے معاملات کو سمجھنے میں مدد ملیگی۔ مصر اور ہندوستان دونوں کی تہذیب بہت پرانی ہے۔ جو کسی وقت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ قدرت دونوں پر غیر معمولی طور پر مہربان ہے اور دونوں کے باشندے طبعاً امن پسند رہے ہیں۔ مصر کا معاملہ ہندوستانیوں کے لئے رہبری کا کام دیگا۔ ہندوستان کا عکس مصر کے حالات کے آئینے میں نظر دیگا۔ بہت سے سبق مصر کی تاریخ سے ہمیں ملینگے۔

مصر کا ملک بر اعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اور سویز کے ذریعہ ملک عرب سے ملا ہوا ہے جو ۷۰ میل چوڑا اور ۱۰۰ میل لمبا ہے۔ سنہ ۱۸۶۹ء میں اس پر ایک نہر ۱۰۰ میل چوڑی بنا کر بحیرہ قلزم کو بحیرہ روم سے ملا دیا گیا ہے۔ اس نہر کو نہر سویز کہتے ہیں۔ یہ نہر ایک کمپنی نے بنائی تھی۔ جو فرانسیسی اور انگریز سرمایہ داروں کی تھی۔ اس پر ۲۰ کروڑ روپیہ لاگت آئی تھی۔

اس نہر نے دنیا کے سفر اور تجارت میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یورپین جہاز جو پہلے افریقہ کے گرد ہو کر کئی مہینوں میں ہندوستان پہنچتے تھے اب نہر سویز کے راستے ۲۱ روز میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسی نہر کی وجہ سے مصر کی پولیٹیکل اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ یہ نہر دنیا کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی ہے مگر مصر کے لئے غلامی کا باعث بن گئی ہے۔

مصر کا رقبہ ۴ لاکھ مربع میل اور آبادی قریباً ایک کروڑ ہے۔ خود رو شیریں کھجوریں بڑی کثرت سے ہیں۔ اگرچہ بارش بالکل نہیں ہوتی۔ مگر قدرت اتنی مہربان اور باشندوں کی قسمت اتنی اچھی ہے کہ دریائے نیل کی طغیانی ملک کے ایک وسیع رقبے کو سیراب کر دیتی ہے۔ طغیانی ہٹنے کے بعد زمین خود بخود پھٹ جاتی ہے۔ کسان کو نہ ہل چلانا پڑتا ہے نہ زمین صاف کرنی پڑتی ہے۔ صرف بیج پھینک کر گھر چلا آتا ہے۔ چند ماہ میں فصل لہلہانے لگتی ہے جس کو کاٹ کر کسان گھر ڈال لیتا ہے۔ ہندوستان کی طرح اشیائے خوردنی اتنی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں کہ یورپین قوموں کے آنے سے پہلے ایک سال کا غلہ کئی سال کے لئے کافی ہوتا تھا۔ زندگی اتنی آرام دہ اور آسان تھی کہ بلا تردد ہی سب کا پیٹ بھر جاتا تھا۔

سنہ ۵۲۵ قبل مسیح میں فارس کے بادشاہ کمبوجیہ نے مصر کو فتح کیا۔ اسوقت مصر کی [illegible] اور بیرونی حکومت کا آغاز ہوا۔ سنہ ۳۳۲ قبل مسیح میں یونان کے بادشاہ سکندر نے فتح کر لیا اور شہر سکندریہ آباد کیا۔ یونانی حکومت سنہ ۳۰ قبل مسیح تک رہی جب کہ رومن حکومت نے اسکو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۶۷۰ سال تک مصر رومن حکومت کے ماتحت رہا۔ سنہ ۶۴۰ء میں حکومت عرب نے اسکو فتح کر لیا۔ سنہ ۹۶۹ء میں عرب کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور مصر ایک خود مختار اسلامی حکومت بن گیا۔ سنہ ۱۵۱۷ء میں ترکوں نے مصر کو فتح کر کے سلطنت ترکی کا صوبہ بنا لیا۔ اور ایک گورنر کے ذریعہ جس کو پاشا کہتے تھے حکومت کرنی شروع کی۔ سنہ ۱۸۰۵ء میں ترکی کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر مصر کا پاشا محمد علی خود مختار بن گیا۔ اگرچہ برائے نام وہ ترکی کے ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں اسمعیل پاشا نے سلطان ترکی کو معمولی رقم دے کر خدیو کا لقب حاصل کیا۔ اسوقت سے مصری حکمران خدیو کہلانے لگے۔

اسمعیل پاشا نے ترکی سے آزادی تو خرید لی مگر ساتھ ہی یورپین تہذیب کی مصیبت مول لے لی جو ہمارے راجاؤں اور نوابوں کے لئے کافی سبق آموز ہے۔ اسمعیل پاشا ایک خود مختار اور فضول خرچ حکمران تھا اور یورپ کی ہر قسم کی ایجاد مصر میں رائج کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے نہر سویز کمپنی کے بہت سے حصے خرید لئے۔ ریل۔ تار۔ ٹیلیفون۔ بجلی۔ واٹر ورکس بنانے کے لئے مشنری خریدنے کے لئے پہلے تو رعایا پر ٹیکس لگائے۔ مگر اس قسم کے کام ٹیکسوں سے پورے نہیں ہوا کرتے اس لئے اس نے یورپین ممالک سے قرضہ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سولہ سال کے عرصہ میں دس کروڑ پونڈ قرضہ سر پر چڑھ گیا۔ عیش کا یہ حال تھا کہ محل یورپین نفاستوں سے پٹے تھے۔ کروڑوں روپیہ کا سامان عیش یورپ سے منگوایا جاتا تھا۔ کپڑے دھلکر آتے تو یورپ سے۔ پوشاک سل کر آتی تو یورپ سے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بیگم صاحبہ کے ایک سوٹ کی سلائی ڈیڑھ لاکھ پونڈ یعنی ۲۲½ لاکھ روپے فرانسیسی درزی کو دیئے گئے تھے۔

امیری اگر سودیشی مال سے کی جائے تو رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مگر جب بدیشی مال سے کی جائے تو چند سالوں میں بڑے سے بڑے ملک کا دیوالہ نکال دیتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک ہندوستانی راجا ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے محل بنوانا چاہتا ہے۔ اپنی ریاست کے علاقہ میں سے اینٹ خریدتا ہے۔ وہیں کے معمار لگاتا ہے۔ وہیں سے لکڑی خریدتا ہے۔ اور اپنی ریاست کی حدود میں سے ہی سجاوٹ کا مال خریدتا ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ ریاست کے خزانہ سے ایک لاکھ روپیہ نکل کر کچھ تو بھٹے والوں کے گھر چلا جاتا ہے۔ کچھ کاریگروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ لکڑی والوں کو بھی حصہ مل جاتا ہے اور سجاوٹ کا سامان بنانے والے بھی اپنی مزدوری پا لیتے ہیں۔ گویا راجہ نے محل کیا بنا لیا۔ اپنے خزانہ سے ایک لاکھ روپیہ نکال کر اپنی رعایا میں تقسیم کر دیا۔ اب اگر کسی وقت راجہ کو ٹیکس لگانے کی ضرورت پڑے تو رعایا کو ٹیکس ادا کرنا آسان ہوگا لیکن اگر راجہ مذکور اپنے محل کے لئے اینٹیں اٹلی سے خریدے۔ معمار فرانس سے بلوائے۔ لکڑی انگلستان سے اور سجاوٹ کا سامان جرمنی سے منگوائے گو راجہ نے ایک لاکھ کے ۸۰ ہزار روپیہ خرچ میں آئے تو بھی وہ گھاٹے میں رہیگا۔ کیونکہ ۲۰ ہزار کا ۸۰ ہزار روپیہ غیر ممالک میں چلا گیا اور اس کی رعایا کے ہاتھ پلے کچھ نہ پڑا۔ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ رعایا میں افلاس اور بے روزگاری بڑھے گی۔ ہندوستانی ریاستوں سے بھی کروڑہا روپیہ سالانہ باہر جاتا ہے اور ہندوستان دن بدن مفلس ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان میں راجاؤں اور نوابوں کی ہستی یورپ کے لئے برکت ہے۔ ان کے علاقے یورپین ممالک کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

اسمعیل پاشا نے ملک کا روپیہ تو بدیشی مال خریدنے میں لٹا دیا۔ قرضہ سر پر چڑھتا گیا۔ ویسے تو قرضہ سب کا برا ہوتا ہے مگر یورپین قرضخواہ بڑے سیانے ہوتے ہیں عین اسوقت تقاضہ کرتے ہیں جب مقروض ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ اسمعیل پاشا کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ انگریز اور فرانسیسی سرمایہ داروں کے قرضے کی وصولی کے واسطے دونوں گورنمنٹوں نے مداخلت کی۔ القصہ سنہ ۱۸۷۶ء میں مصر کی حکومت کا خرچ و آمدنی ان دو یورپین طاقتوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ یہ وہی طریقہ تھا جو بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے نواب بنگال سے اختیارات دیوانی لینے میں برتا تھا۔ اختیارات دیوانی سے مراد محصول مالگذاری تھی۔ قاعدے کی بات ہے کہ جس کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ اسی کی چودھراہٹ۔ اسی کا اختیار۔ مصر کے قوم پرستوں کو یہ عمل سخت ناگوار گذرا۔ اعرابی پاشا قوم پرستوں کا لیڈر بنا۔ انہی ایام میں مصر کے متعلق فرانسیسیوں اور انگریزوں میں فیصلہ ہو گیا اور فرانسیسیوں نے مصر سے اپنا قطع تعلق کر لیا۔ اعرابی پاشا کی ہردلعزیزی سے خائف ہو کر توفیق پاشا نے انگریزی حکومت سے مدد کی درخواست کی۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں اسکندریہ میں بلوہ ہو گیا انگریزی حکومت نے اسکندریہ پر گولہ باری شروع کر دی اور مصر پر انگریزوں کا فوجی قبضہ ہو گیا۔ اسوقت انگلستان میں گلیڈسٹون کی لبرل گورنمنٹ برسر اقتدار تھی۔ فوراً انگلستان سے اعلان ہو گیا کہ انگلستان کا منشا ہرگز مصر کو سلطنت برطانیہ میں شامل کرنے کا نہیں ہے۔ فوجی قبضہ محض امن قائم کرنے اور خدیو مصر کی حفاظت اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے عارضی طور پر کیا گیا ہے جونہی حالات بہتر ہوئے اٹھا لیا جائیگا۔ آج سنہ ۱۹۲۸ء ہے ابھی تک تو حالات بہتر نہیں ہوئے اور فوجی قبضہ بدستور ہے آئندہ کی پرماتما جانے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں توفیق پاشا کے مر جانے پر عباس پاشا دوئم مصر کا خدیو مقرر ہوا۔ مصر پر فوجی اور مالی قبضہ ہونے کے بعد برطانیہ کی طرف سے مصر میں ایک افسر رہتا ہے جس کو ہائی کمشنر کہتے ہیں۔ ظاہرا تو اس کا یہ فرض ہے کہ خدیو کو اور اس کے وزرا کو مصر کی مالی حالت بہتر بنانے میں مدد دے مگر درحقیقت وہ مصر کا فرمانروا ہوتا ہے۔ آج تک جتنے ہائی کمشنر ہوئے ہیں ان میں لارڈ کرومر کا عہد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس نے مصر میں بڑی بڑی اصلاحیں کی ہیں۔ دریائے نیل سے نہریں نکال کر ایسے علاقوں کو سیراب کر دیا جو پہلے ویران پڑے تھے اور اس طرح پیداوار دوگنی بلکہ تگنی ہو گئی۔ مصر کی مالی حالت بہتر ہو کر خزانہ پر ہو گیا۔ تعلیم اور انصاف کے محکمہ جات کی اصلاح کر کے بیگار اور [illegible] کے طریق کو بند کیا۔ رشوت ستانی بند کر کے انصاف کو قائم کیا۔ غرضیکہ ہر طرح سے مصر کی خوشحالی کو بڑھایا اور مصریوں کو انگریزی راج کا گرویدہ بنا دیا۔ اور مصریوں کو یقین دلایا کہ [illegible] برطانیہ Progressive advancement (یعنی بتدریج ترقی) کے ذریعہ سلف گورنمنٹ مل جائے گی۔ لارڈ کرومر سنہ ۱۹۰۷ء میں ریٹائر ہو گئے اور ان کی جگہ سر ایلڈن گورسٹ ہائی کمشنر مقرر ہوئے ان کے سنہ ۱۹۱۱ء میں مر جانے پر لارڈ کچنر نے چارج سنبھالا جب مصریوں نے لارڈ کرومر کی وعدہ کردہ سلف گورنمنٹ کے متعلق ایجیٹیشن کیا تو سنہ ۱۹۱۳ء میں ایک لیجسلیٹو اسمبلی بنا دی گئی۔ یہ قانون تجویز کر سکتی تھی مگر گورنمنٹ کو اختیار تھا کہ اسمبلی کے پاس کردہ قانون کو نامنظور کر دے یا اسکی مخالفت کے باوجود قانون پاس کر دے۔ اسمبلی کو ٹیکسوں کے اضافے کے روکنے کا اختیار تھا۔ مگر معاملات خارجہ پر بحث تک کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ یہ اسمبلی ۶۶ منتخب شدہ ممبروں اور ۱۷ گورنمنٹ کے نامزد کردہ ممبروں پر مشتمل تھی۔ منتخب شدہ ممبروں میں سے وزیر مقرر کئے جاتے تھے۔ اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

مذاحیہ

# عالمانہ جرم کار

از جناب ارشد تھانوی

کتابوں کو مستعار لینے کے سلسلہ میں ایک دوست نے مجھ سے کہا تھا کہ اپنی کوئی کتاب کسی کو مستعار دینا غلطی ہے اور پھر اس کی واپسی کی توقع رکھنا اس سے بھی بڑی غلطی ہے۔ ایک دوسرے صاحب کتابوں کی چوری کو "فنون لطیفہ" میں تصور کرتے ہیں۔ جو لوگ کتابوں کے غائب کرنے والے دوستوں سے تنگ آ گئے ہیں وہ ارشد صاحب کے اس مضمون کو یقیناً دلچسپی سے پڑھیں گے اور اس سے سبق حاصل کریں گے (ایڈیٹر)

خدا سیاسیات بھوپال کا بھلا کرے جس نے ایک سال کی مدت میں بہت سے کثیر التعداد اغیار کو اپنا بنا دیا۔ اور متعدد قدیم دوستوں کے دیرینہ جذبات محبت کو مخالفت و دشمنی میں تبدیل کر دیا۔ ان ہی دشمن شدہ دوستوں میں ایک صاحب کو سنہ ۱۹۱۰ء سے اردو کے مشہور مصنفین کی کتابیں منگوانے کا شوق تھا۔ کم عمری میں والدین سے تفریحات کے لئے جو کچھ نقد کی صورت میں ملتا اس سے منتخبہ کتابیں منگا لیتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ملازم ہوئے اور سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک ٹھیکہ داری کرتے رہے۔ اس دوران میں متعدد مقدار میں کتابیں منگوائیں سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۱۵ء تک انجینیری میں ملازمت کی۔ وہاں بھی جو کچھ پس انداز ہوا۔ اس کی کتابیں منگاتے رہے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں ان کا کتبخانہ بلحاظ زبان اردو کے مکمل تھا۔ اور مشہور مصنفین کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جو ان کے کتب خانہ میں نہو۔ کسی کو مستعار کتاب دے کر پڑھنا ان کی غیرت نے کبھی گوارا نہ کیا۔ قیمتی اور کمیاب کتابیں خریدنے کے بعد بعض اوقات وہ دیکھ بھی نہ سکے اور ان ہی متعدد دوست بغرض مطالعہ ان سے لے گئے۔ اور پھر کبھی واپس نہ کیں، دوبارہ ان ہی کتابوں کے پارسل منگوائے اور پھر دوسرے احباب نے اسی واقعہ کا اعادہ کیا۔ اور تیسری بار ان صاحب کو کتابیں خریدنا پڑیں۔ علم دوست احباب کی ان بے تکلفیوں کا نتیجہ اس نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے جو صاحب کتب خانہ نے وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے بعد کتاب مستعار دینے کا رجسٹر تیار کر کے اس کے پہلے صفحہ پر درج کیا ہے اور جس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے:

آج سنہ ۱۹۲۶ء میں کوئی اچھی کتاب
میرے کتب خانہ میں نہیں ہے
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب
مستعار لے جانے والے اصحاب
نے واپس نہیں کیں، اور میں
اچھی کتابوں کے مطالعہ سے محروم
ہو گیا۔ اب اگر میرے پاس کم از کم
پانچ ہزار روپیہ ہو اور پھر اچھی کتابوں
کو خریدوں تو اب یہ نہیں ہو سکتی
ہے لیکن جو نقصان پہنچ چکا۔
اس کی تلافی ناممکن ہے
سنہ ۱۹۲۰ء سے میں وکالت
کرتا ہوں اور اپنے پیشہ کو ترقی
دینے کے لئے وہ کتابیں منگاتا
ہوں جن سے میرے پیشہ کو مدد ملے
اور بربنائے تجربہ میں نے نیت کر
لیا ہے کہ حتی الامکان کسی کو کتاب
مستعار نہ دوں گا۔ اور اگر کوئی
صاحب بلحاظ دوستی یا مراسم
مجبور کریں گے تو حسب ذیل
شرائط پر کتاب مستعار دی جائیگی

**الف** رجسٹر پر رسید دیں۔
واپسی کی تاریخ معین کریں جو
ایک ہفتہ سے زیادہ نہو۔

**ب** جب وعدہ تاریخ معینہ پر کتاب
واپس نہ کر سکیں تو اس کی قیمت مع
اجرت جلد و محصول ریلوے یا ڈاک
بلاعذر خود روانہ فرمائیں۔

**ج** کتاب پر نوٹ وغیرہ نہ لکھیں
اور نہ کتاب یا اس کی جلد کو خراب
کریں۔ بصورت خرابی مکمل قیمت ادا
فرمائیں۔

درحقیقت یہ ایک انسدادی کارروائی تھی کہ بسماندہ ذخیرہ کی حفاظت ہو سکے۔ مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۲ء تک اس رجسٹر میں کل دس بارہ اندراج ہوئے، حالانکہ کتابیں لے جانے والوں کی تعداد اس سے دس گنا ہی ہے جنھوں نے باوجود معروضات بیم کے خانہ پری گوارا نہ فرمائی۔ یہ بارہ مندرجات بھی ایسے ہیں جن میں نصف تعداد نے کتابیں واپس نہیں دیں۔ ان صاحبان میں قومی و ملکی کام کرنے والے اور جیل جانے والے اصحاب بھی ہیں۔ گریجویٹ، وکلاء، ڈاکٹر، پی، ایچ، ڈی طبیب مصنف، مولف حضرات بھی ہیں۔ بعض کے مقابلہ میں علاوہ ضرورت شدیدہ کے پابندی اصول کی خاطر استرداد کتاب کے لئے نوٹس دیکر نالش کے اقدام کی نوبت بھی آ چکی ہے۔ مگر اس عالمی کیتی کا جو اخلاقی جرائم کی تعریف میں بھی داخل ہے اور خیانت مجرمانہ کی تعریف میں پورے طور پر آتی ہے نہ انسداد ہو سکا نہ متاع بردہ کی دستیابی نصیب ہوئی۔ اس حقیقت کے بیان کرنے میں بطور تذکرہ میں نے بھی اپنے جذبات کو حدیث دیگراں کے پیرایہ میں تسکین دی ہے۔ دو ہفتہ ہوئے حضرت ساغر نظامی نے بطور خاص اپنی دو جدید الطبع کتابیں کہکشاں اور صبوحی مرحمت فرمائیں۔ ایک شریف ادیب دوست جو طلب حق کی خاطر سنٹرل جیل بھوپال کی سنگین دیواروں سے چند ہی روز ہوئے باہر آئے ہیں کہکشاں کو قبل اس کے کہ میں فہرست مضامین بھی دیکھ سکوں اس طرح لے گئے کہ واپسی کا بظاہر شروع ہی سے امکان نہیں، دوسری کتاب ایک صوبہ کانگریس کمیٹی کے سیکرٹری سفر میں ذوق شعری کو تسکین دینے کے لئے ہمراہ لے کر بھوپال سے بمبئی کو روانہ ہو گئے ہیں دونوں کتابوں پر رائے لکھنے والا تھا مجبوراً حضرت شاعر کو مغفرضہ پسندیدگی کے اظہار کا عریضہ بطور سبب بھیج دیا۔ اب خواہ وہ تیج میں اس عرض حقیقت کو پڑھ کر سرسری دروغ نویسی پر ناخوش ہوں یا معذور سمجھ کر مکرر کتابیں ارسال کر دیں۔ اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ اسی ہفتہ کا ہے۔ بطور خاص تیج ویکلی کی ۲ کاپیاں دفتر سے منگائیں، عدالت سے واپس آ کر پیکٹ کھولا مطلوبہ مضامین پر نشانات بنائے شام کو بعض احباب کے ساتھ روزہ کھولا۔ اور افطاری کے ساتھ بادل ناخواستہ ایک پرچہ بھی پیش کر دینا پڑا۔ سب سے زیادہ قلق اپنے یگانگت کوش اصحاب کی طرف سے مجھے ان کتابوں کے غصب کر لینے کا ہے۔ جو خود مصنفین نے مجھے اپنے دستخطوں سے عبارت تحریر لکھ کر دی تھیں۔ اور میں ان کو ایک متبرک یادگار کا درجہ دیتے ہوئے تھا کیونکہ علم و کمال کی بعض محترم ہستیاں اب اس عالم ناپائدار سے رحلت کر چکی ہیں۔ اور بعض چند روزہ مہمان ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی، مولوی عزیز مرزا، مولانا عبدالحلیم شرر، حضرت شوق قدوائی، حضرت نظم طباطبائی، سرور جہان آبادی، نادر کاکوروی، مرزا سلطان احمد، اکبر الہ آبادی، پیرزادہ شوکت علی تھانوی، حضرت ممتاز تھانوی، سید سلیمان بیرسٹر، مولانا اشہری، حضرت جاوید لکھنوی۔ جیسے مرحومین کے عطیات کی تضیع میرے لئے ایک گرانمایہ خسارہ ہے۔ حکیم آزاد انصاری، مولوی عبدالرزاق کانپوری، نیاز فتحپوری، اور شوکت تھانوی وغیرہ کے ہدایا کی گمشدگی کا حوالہ دینا حسن طلب پر مبنی ہوگا۔ آخر الذکر عزیز کی منتشر کتابیں تو بار بار آ کر چلی جاتی ہیں۔ مولانا عبدالرزاق مصنف البرامکہ نے سنہ ۱۹۱۵ء میں اپنی نو طبع تصنیف کتاب "نظام الملک" مرحمت فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ اسے دیکھ کر اپنی آزاد رائے بھی مجھے لکھنا۔ اودھ چیف کورٹ کے ایک کامیاب وکیل بھی ان دنوں میرے مہمان تھے۔ ذوق انشا پردازی بھی رکھتے تھے۔ لکھنؤ کے ایک مقبول و ممتاز رسالہ کی ادارت بھی عرصہ تک کی تھی وہ کتاب کو دیکھ کر نفس مضمون سے زیادہ اس کی حسن طباعت اور جلد سازی کے تکلفات سے متاثر ہو گئے۔ اور ایسے خبرداری طور پر جو محتاط وضع سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ کتاب مذکور ایک اخبار میں لپیٹ کر سوٹ کیس میں بند کر دی۔ کہ میں نا واقفانہ انداز سے بھی کتاب مذکور کی عدم موجودگی کے متعلق ان سے استفسار کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور دارالطباعت کو لکھ کر ایک دوسرے خریدار کے نام سے کتاب منگانا پڑی تاکہ واجب الاحترام مولف کے مخلصانہ ارشاد کی تعمیل کر سکوں۔

سنہ ۱۹۳۰ء کا ذکر ہے۔ حیدرآباد میں گورنمنٹ نظام کے ہوم سیکرٹری نواب اکبر یار جنگ بہادر کا مہمان تھا ممدوح جن اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حسنہ کے مالک ہیں ان میں بلند معیار کی مہمان نوازی بھی شامل ہے۔ بہت باریک اخلاقی جزئیات کا بھی خیال رکھتے ہیں میرے خالی وقت کو دلچسپ طریقہ پر بسر ہونے کے لئے بہترین قسم کا لٹریچر بھی مہیا فرماتے رہتے تھے۔ اندازہ ہوا کہ ذخیرہ کتب نادر الوجود اور قیمتی ہے۔ مگر منگلے کے بر ...

(باقی اگلے صفحہ پر)

# سورج کے داغ کیا ہیں؟

## نمبر (۲)

(از پنڈت تارادت بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈوکیٹ۔ آگرہ)

(خاص تیج دیگلی کے لئے)

ہم نے پچھلے نمبر میں یہ بتلانے کی کوشش کی تھی کہ سورج کی حرارت اور روشنی کس قدر ہے۔ اور دیگر سیاروں کے مقابلہ پر کس قدر بڑا ہے اور آیا اس قدر گرمی حرارت کے باوجود اس میں کوئی ذی روح آباد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ پیشتر اس کے کہ ماہرین سائنس کے یہ عجیب و غریب خیالات و معلومات پیش کئے جاویں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم سورج کی ساخت و ماہیت کو جیسا کہ وہ بتلاتے ہیں سمجھ لیں کیونکہ اگر ہم سورج کو آگ کے ایک دہکتے ہوئے گولے کی طرح مانے لیتے ہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں سورج میں کسی ذی روح کا آباد ہونا غیر ممکن و غیر اغلب ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سترھویں صدی کے قبل جب تک کہ ٹیلسکوپ دوربین کا وجود دنیا کو معلوم نہ تھا۔ عام طور سے لوگ سورج کو ایک خالص آگ تصور کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کے پاس کوئی ذریعہ یا وسائل ایسے نہ تھے کہ جن سے وہ اس کی تفصیلات کو سمجھ سکتے۔ اس لئے یہ خیالات محض خیالات تک محدود رہے اور اگر آج ایک طالب علم سائنس یہ جاننا چاہے کہ یہ آگ کا گولہ کتنا لمبا چوڑا۔ کتنا گہرا اور کس طرح ایک لازوال روشنی سے مشتعل ہے تو متقدمین سائنس کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ گیلیلیو پہلا شخص تھا جس نے ارسطو اور شاگردان ارسطو کو جو سورج کو بے داغ سمجھے ہوئے تھے یہ بتلا کر کہ سورج میں "داغ" یا "دھبے" موجود ہیں، حیرت میں ڈال دیا۔ مخالفین گیلیلیو نے کوشش کی کہ وہ اس کے دعوے کو غلط و باطل ثابت کردیں۔ کسی نے کہا کہ وہ داغ جو گیلیلیو کو سورج میں دکھائی دے رہے ہیں فی الحقیقت اس کی نظر کا فریب ہے۔ یا اس کے ٹیلسکوپ کے داغ ہیں جو وہ غلطی سے سورج میں خیال کر رہا ہے۔ لیکن گیلیلیو اپنے خیال پر جما رہا اور آخر وہ اس امر میں کامیاب ہو گیا کہ وہ دیگر ماہرین سائنس کو اس امر کا یقین دلا سکا کہ فی الحقیقت سورج میں "داغ" موجود ہیں۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ اس نظریہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ماہرین سائنس کو یہ بھی پتہ لگا کہ سورج بھی مثل دوسرے سیاروں کے اپنے محور پر ۲۵ دن میں چکر لگاتا ہے۔ اس کو یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ سورج کا ایک "داغ" پورا چکر لگا کر اپنی اصلی جگہ پر پھر ۲۸ دن میں آجاتا ہے۔ لیکن چونکہ زمین بھی سورج کے گرد چکر لگاتی ہے اس لئے تین دن زمین کی گردش کی وجہ سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور سورج ۲۵ دن میں اپنے محور کے گرد ایک چکر پورا کر لیتا ہے۔ ذیل میں ہم دو نقشے درج کرتے ہیں جن سے سورج کے ان "داغوں" کے سمجھنے میں کچھ آسانی ہوگی۔ پہلے حصہ کا نام "امبرا" (UMBRA) اور دوسرے کو "پنمبرا" (PEMUMBRA) کہتے ہیں۔ ان سیاہ داغوں کو دیکھ کر ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ یہ ایسے ہی تاریک ہیں جیسا کہ نقشے سے ظاہر ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ نسبتاً ان کو سیاہ داغ کہا جاتا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت "امبرا" بھی پورنماشی کے چاند سے دو ہزار گنا روشن ہے۔ وہ سطح جس میں یہ داغ دکھائی دیتے ہیں .... ۳ لیگ چوڑائی میں ہے۔ اور یہ داغ وسعت میں زمین سے دس گنا بڑے ہیں۔ ان داغوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت ایک قسم کی حرکت موجزن رہتی ہے لیکن باوجود اس کے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ داغ کیا ہیں اور کیسے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا خیال کرتے ہوئے ماہرین نجوم بتلاتے ہیں کہ فی الحقیقت سورج ایک ایسا ہی ٹھنڈا کرہ ہے جیسی کہ ہماری زمین ہے۔ اس میں ایسے ہی چرند پرند۔ دریا۔ ندی۔ پہاڑ۔ حیوانات و نباتات موجود ہیں جیسا کہ ہماری زمین میں۔ لیکن اس کے گرد ایک کرہ گیس ہے جو گرم و درخشاں ہے۔ جس سے دوسرے سیاروں اور ستاروں کو گرمی اور روشنی پہنچتی ہے۔ یہ ہے وہ خیال جو پہلے ہرشل اور ولسن نے دنیا کے سامنے رکھا اور بعد ازاں آرگو و ہمبولٹ نے جس کی توضیح کی۔ آرگو و ہمبولٹ نے بتلایا کہ فی الحقیقت روشنی اور حرارت ہمیں سورج کے مرکزی حصہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کرہ گیس سے ہوتی ہے جسے وہ فوٹو سفیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور جو سورج کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسی تھیوری کے ذریعہ وہ سورج کے ان داغوں کا حل نہایت آسانی کے ساتھ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سورج میں کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے یا کسی دیگر طریقے سے اس فوٹو سفیر یا "بیرونی کرہ نورانی" میں کوئی چھید یا سوراخ واقع ہو جاتا ہے۔ تو ہمیں سورج کا وہ حصہ جو ہماری زمین جیسا ہے دکھائی دینے لگ جاتا ہے اور یہی سورج کے داغ ہیں یا بالفاظ دیگر آبادی کا حصہ ہے۔ یہ امر جان لینے کے بعد کہ سورج ہماری زمین کی طرح آباد ہے قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کون آباد ہے۔ وہاں کے باشندے کیسے ہیں۔ گورے ہیں یا کالے۔ تعلیم یافتہ ہیں یا نیم وحشی۔ وہاں پر تار۔ ریل و ہوائی جہاز ہیں یا نہیں۔ کیا صرف سورج ہی میں اس قسم کی آبادی ہے۔ یا دوسرے سیارے بھی اسی طرح آباد ہیں۔ انہیں سوالوں کے جواب تلاش کرنے میں اس وقت ماہرین سائنس مشغول ہیں اور ہم آئندہ اس پر روشنی ڈالیں گے۔

---

نوجوان: "کیا آپ دوسرے آدمیوں کے دل کی بات معلوم کر سکتے ہیں؟" نجومی: "ہاں"

نوجوان: "تو معاف فرمائیے گا۔ اس وقت میں آپ کو دل ہی دل میں بہت برا بھلا کہہ رہا تھا!"

# جدید جاپان

[ مضمون صفحہ ۸ پر ملاحظہ کیجئے ]

ٹوکیو کا ریلوے سٹیشن

یہ عالیشان بلڈنگ ٹوکیو کے ایک مشہور اخبار کا دفتر ھے

دنیا کا تیسرا بڑا ملک

ٹوکیو کا ایک منظر جو ھوائی جہاز سے لیا گیا ھے

ناگایا کا مضبوط قلعہ

اینڈری اورین جو فرانس کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت مانی گئی ہے۔ اسکی عمر ۲۲ سال ہے اور اسنے خوبصورتی میں اول انعام حاصل کیا ہے

امریکہ نے انجینئروں کی نئی ریل اڑانوں کو دیکھنے کے لئے یہ مکان تعمیر کیا ہے۔ جسکے اندر متعدد پورے ٹربائن رکھی جا سکتی ہیں

بابو راجندر پرشاد کا سواگت — دہلی میں کانگریس کے صدر بابو راجندر پرشاد کے شاندار خیرمقدم کے دو مختلف منظر۔ بابو راجندر پرشاد کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوئے ہیں

وزارت نقل و حرکت میں دو سو (۲۰۰) آسامیوں کے لئے پندرہ ہزار درخواستیں موصول ہوئیں۔ ایک تصویر میں ان درخواستوں کی پڑتال کی جارہی ہے اور دوسری میں امیدواروں کا امتحان ہو رہا ہے

## عورتوں کے حق رائے دہی کی تحریک
(صفحہ ۲۰ سے آگے)

...سے وفد روانہ ہوا۔ ہندوستانی خواتین کی طرف سے شریمتی سروجنی نائیڈو [...] ایمنی بیسنٹ اور مسٹر [...] نے مشترکہ جوائنٹ کمیٹی کے سامنے عورتوں کے حق رائے دہی کے مسئلہ کی پرزور حمایت کی۔ [...] ہونے پر بھی ۱۹۱۹ء میں جو بل پاس ہوا اس میں عورتوں کا حق رائے دہی تسلیم نہیں کیا گیا۔ مگر انتخابی مسائل کے سلسلہ میں فیصلہ کیا گیا کہ صوبجاتی کونسلیں اپنے حلقوں میں جب چاہیں عورتوں کو حق رائے دہی دے سکتی ہیں۔ یہ تحریک بھی بڑی اہم ثابت ہوئی۔ کیونکہ صوبجاتی کونسلوں نے عورتوں کو حق دینے میں دیر نہیں لگائی۔ سب سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مدراس کونسل نے عورتوں کو ووٹ دینے کا حق دیا۔ مسلمان ممبران نے مخالفت کی۔ مگر ان کی مخالفت کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے بعد سبھی بڑی بڑی صوبجاتی کونسلوں نے قانون پاس کر کے عورتوں کو انتخاب میں حصہ لینے کا حق دے دیا۔ مسلمان ممبروں نے بنگال کونسل میں بھی اس کی مخالفت کی۔ اور بل نامنظور ہوگیا۔ بل کے حق میں ۴۵ اور مخالفت میں ۵۶ رائیں آئیں [...] جب دوسری بار کونسل کے سامنے پیش ہوا تو مخالفت [...] کو شکست ہوئی۔ اور عورتوں کو رائے دینے کا حق مل گیا۔ فروری ۱۹۲۳ء میں پنجاب کونسل میں بھی عورتوں کو یہ حق مل گیا۔ یہ قرار مدراس، بمبئی، بنگال، [...] بہار اڑیسہ، یوپی، سی پی اور آسام میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق مل گیا۔ مگر اس سے ووٹ دینے والی عورتوں کی کل تعداد ہمارے ملک میں دس لاکھ سے زائد نہیں ہے۔ کیونکہ ووٹ دینے کا معیار قابلیت نہیں بلکہ دولت اور جائداد رکھا گیا ہے۔ عورتوں کو انتخاب میں حصہ لینے کا حق مل گیا مگر ابھی تک انہیں کونسلوں میں داخل ہونے کا حق نہیں ملا [...] اپریل ۱۹۲۶ء میں [...] کمیٹی کی سفارش سے مستورات کو کونسلوں نیز اسمبلی میں جانے کا حق دے دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے مدراس کونسل میں ایک عورت داخل ہوئی۔ ان کا نام ڈاکٹر متھو لکشمی ریڈی ہے۔ انہوں نے مستورات کے مفاد کی طرف بہت زیادہ توجہ دی۔ دیوداسی کے رواج کو اٹھا دیا گیا۔ لڑکیوں اور بچوں کے بیوپار کو بند کر دیا گیا۔ لڑکیوں کی تعلیم اور صحت کے لئے کئی کامیاب کوششیں کی گئیں۔

### کارپوریشن

کارپوریشن کے انتخاب میں حصہ لینے کا حق بمبئی اور مدراس کی دیویوں کو پندرہ سال پہلے سے ہی حاصل ہے۔ آج کل [...] عورتیں بمبئی کارپوریشن کے انتخاب میں حصہ لے سکتی ہیں [...] بورڈوں کے انتخاب میں بھی اس طرح عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۲ء سے لے کر آج تک ایک سو سے زائد عورتیں میونسپل بورڈوں کی ممبر ہو چکی ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ تر سرکار کی طرف سے ہی نامزد ہو کر آئی ہیں مگر بہت سے موقعوں پر انہوں نے مردوں کے ساتھ ساتھ انتخاب میں کھڑی ہو کر کامیابی حاصل کی ہے۔ برطانوی ہند کے علاوہ کئی دیسی ریاستوں میں بھی عورتوں کو حق رائے دہی حاصل ہے۔ ٹراونکور، [...] کوچین۔ راجکوٹ اور میسور میں عورتیں انتخاب میں حصہ لے سکتی ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں ووٹ دینے والی عورتوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں اپنا یہ حق حاصل کرنے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ادھر مہاتما گاندھی کی جاری کردہ تحریک اور ستیاگرہ اندولن میں ہندوستان کی عورتوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں عورتوں نے میدان میں آ کر کام کیا اور یہ دکھا دیا کہ موقعہ آنے پر وہ بھی مردوں کی طرح ملکی معاملات میں حصہ لے سکتی ہیں۔ بہت سی تعلیم یافتہ عورتوں نے مختلف صوبوں میں صدارت کے آسن بھی گرہن کئے ہیں۔ اور ان کے ان کارہائے نمایاں کا استری سماج کے مطالبات پر اچھا اثر پڑے گا چنانچہ امید کی جاتی ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں عورتوں کے حق رائے دہی کا حلقہ اور بھی وسیع کر دیا جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ میونسپل بورڈوں کونسلوں اور اسمبلی میں قابل عورتیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں جانے کی کوشش کریں گی۔

## (اشعار میں)

چھٹکارا ہے بلبل نہ پھولوں پر دو روزہ ہے بہار
ایک جھونکے میں ہوا سب رنگ و بو ہو جائے گا

---

بات کا زخم ہے تلوار کے زخموں سے سوا
کیجئے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو

---

ہے گلوں کی عیش اور پھولوں کی ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو

---

آرام کیا کہ جس سے ہو تکلیف اور کو
پھینکو کبھی نہ پاؤں سے کانٹا نکال کر

---

شرم کی جا ہے بشر کچھ جو بشر سے مانگے
کسی گلشن میں نہیں بلبلیں بدنیوں سے پھول

---

رزق خود اڑ کے پہنچتا ہے جو تقدیر کا ہو
پر دیئے ہیں مرے رزاق نے پروانے کو

---

ہنسے پھولوں کو چھوا مرجھا گئے کانٹے ہوئے
تھنے کانٹوں پہ قدم رکھا گلستاں کر دیا

---

یار غمخوار ہیں دنیا میں بنی کے ساتھی
جب بگڑتی ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

---

کہنے کو یوں جہاں میں ہزاروں ہیں یار دوست
مشکل کے وقت ایک ہی پروردگار ساتھ

---

توبہ کرلی ہے گناہوں سے تو کرے غافل
ورنہ فرصت ہے دم بازپسیں تھوڑی سی

---

ہمارے خانہ ویراں میں جب چاہو چلے آؤ
فقیروں کا سا تکیہ ہے۔ نہ در ہے اور نہ درباں ہے

---

کون ہوتا ہے بُرے وقت کی حالت کا شریک
مرتے دم آنکھ کو دیکھا ہے کہ پھر جاتی ہے

---

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے غم
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

---

(از جناب ضیاء بہرائچ)

(خاص تیج بکلی کیلئے)

کیا کرتا شمع رو سے مرے سامنا چراغ | جب دم ہوا مقابل رخ بجھ گیا چراغ
دیتے ہیں داغ لطف چراغاں شب فراق | جیتے ہیں قصر تن میں ہی جابجا چراغ
یہ اک بجھا ہوا دل سوزاں کا ہے شرر | سمجھا ہوا ہے تو جسے جلتا ہوا چراغ
آندھی چل رہی ہے جو آہوں کی شام ہجر | گردوں پہ ماہتاب کا گل ہو گیا چراغ
ہر دم تھا دل میں شمع رخ یار کا خیال | کیا غم جو رات کو نہ میسر ہوا چراغ
بس یہ پتہ ہے قبر کا مجھ دل شکستہ کی | ہوگا پڑا مزار پہ ٹوٹا ہوا چراغ
پروانہ جا نہ گر کسی شمع عذار کا | کرتا ہے مجھ پہ خندہ دنداں نما چراغ
وہ تیرہ شب ہے ہجر کی ہرگز نہ دے فروغ | لاؤں گر آسمان سے خورشید کا چراغ

ہے یاد ان کا کہہ کے یہ اٹھنا شب وصال
بس اے ضیا سحر ہوئی طالع بجھا چراغ

ایڈیٹر:- کیا آپ نے یہ غزل خود کہی ہے۔
شاعر:- ہاں۔ اسکا ہر ہر مصرعہ میں نے کہا ہے۔
ایڈیٹر:- تو جناب مرزا اسد اللہ خاں غالب؟ مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں تو سمجھا تھا کہ بہت دن پہلے آپکا انتقال ہو چکا ہے۔

---

معشوقہ:- (خاموشی سے تنگ آکر) کیا تم محبت کی باتیں کرنا نہیں جانتے؟۔
شرمیلا عاشق:- ہاں خدا انسان سے محبت کرتا ہے۔

---

استاد:- تم یہ کیونکر ثابت کر سکتے ہو کہ دنیا گول ہے؟
شاگرد:- میں نے کب کہا ہے کہ دنیا گول ہے؟۔

---

ایک دوست:- فلم کے مسخروں کی تنخواہ کابینۂ وزارت کے ممبروں کی تنخواہ سے زیادہ ہوتی ہے
دوسرا دوست:- اس کا سبب یہ ہے کہ کابینۂ وزارت کے مسخروں سے بھی وہ بڑا مسخرا ہوتا ہے۔

---

ماہر مسمریزم:- (تماشائیوں سے) اب میں اپنے معمول پر اثر ڈالتا ہوں کہ یہ سب پرانی باتیں بھول جائے گا۔
ایک تماشائی:- خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے اس نے مجھ سے دس روپے قرض لئے تھے۔

---

مہمان:- کیا آپ دوسری شادی کرنے والے ہیں!
میزبان:- ہاں۔
مہمان:- مگر آپ کی پہلی بیوی کو مرے ہوئے ابھی ایک ہی ہفتہ ہوا ہے۔
میزبان:- لیکن اب تو وہ ہمیشہ کیلئے مر چکی ہے۔

---

لڑکی:- (کھلونے بیچنے والے دوکاندار سے) کیا یہ گڑیاں اماں - اماں کہتی ہیں؟-
دوکاندار:- نہیں۔ یہ جرمنی کی بنی ہوئی ہیں۔ صرف مٹلر، ہٹلر کہتی ہیں

---

# شکر کی صنعت

(از حکیم اچھولال کھتری ایم۔ ایس۔ بی مرادآباد)
(خاص تیج "بکلی" کے لئے)

...اور اسے گرم کرکے خوب خشک کرو اس خشک کسائڈ کے ساتھ اس قدر چینی ملاؤ جو حجم میں اس کا قریباً کوئی پندرھواں حصہ ہو۔ دونوں کو ملا کر کسی شیشہ کی صراحی میں ڈال کر گرم کرو اور غور سے دیکھو۔ صراحی کے ٹھنڈے حصوں پر پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے نمودار ہوں گے جس سے معلوم ہوگا کہ چینی کی ترکیب میں کم از کم ایک عنصر ہائیڈروجن ضرور شامل ہے جو آکسائڈ وغیرہ کی آکسیجن کے ساتھ کیمیائی ترکیب سے مل کر پانی کی شکل میں ظہور پذیر ہو گیا ہے غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صراحی میں پانی کے علاوہ ایک غیر مرئی گیس بھی ہے۔ اس گیس کو اگر چونے کے پانی میں سے گذارا جائے تو چونے کا پانی دودھ کا سا سفید رنگ اختیار کر لیتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ چونے کے پانی میں جو چونا ہے وہ کاربانک ایسڈ گیس سے مل کر کیمیائی طور پر کھریا چاک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چینی میں ایک عنصر کاربن بھی ہے جو آکسائڈ میں سے آکسیجن لے کر اس کے ساتھ کیمیائی اتحاد حاصل کر لیتا ہے اور خود کاربانک ایسڈ گیس کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اب اگر کسی ترکیب سے یہ معلوم کر لیا جائے کہ آکسائڈ میں سے کتنی آکسیجن جدا ہو کر چینی کے ساتھ مل کر دوسرے مرکبات بنانے میں صرف ہوئی ہے تو معلوم ہوگا کہ صرف اسی قدر آکسیجن آکسائڈ سے جدا ہوتی ہے جو چینی کے کاربن کو کاربانک ایسڈ گیس میں تبدیل کرنے کے لئے ہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ آکسیجن آکسائڈ میں سے نہیں نکلتی تو وہ آکسیجن جو پانی بنانے میں صرف ہوتی ہے ضرور پہلے ہی سے چینی میں ہوگی تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ آکسیجن جو ہائیڈروجن کے ساتھ ملی ہے وہ پہلے ہی سے چینی میں موجود تھی

اگر چینی کی مقدار کو پہلے وزن کیا جائے اور پھر جتنا اس میں کاربن ہے اس کا وزن بھی دریافت کیا جائے اور نیز چینی کی آکسیجن اور ہائیڈروجن کی مقدار وزن کا بھی اندازہ کر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن تینوں کا وزن اس چینی کے وزن کے برابر ہے۔ جو پہلے سے لے کر آکسائڈ کی ایک خاص زیادہ مقدار کے ساتھ ملائی تھی۔ اس سے معلوم ہوگا کہ چینی صرف تین عناصر کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن سے کیمیائی طور پر مرکب ہے۔ اور ان تینوں عنصروں کے علاوہ چینی میں خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل کی جائے۔ کوئی دوسری چیز نہیں ہے صانع قدرت کی کوئی معمولی سی چیز لو اور اس کی تحلیل و ترکیب اور خواص معلوم کرنے کی کوشش کرو یعنی صانع حقیقی کی کاریگری کا اس کی صنعت سے اندازہ لگاؤ۔ تو اکثر اوقات حیرت انگیز انکشافات ظہور پذیر ہوں گے۔ اور حقیقت شناس آنکھ کو مذہب کی اصلاح میں وجہ معرفت کی عینک مہیا کر دیں گے اور انسان کی بے بسی اور اس کے خالق کی بڑی بڑی قدرت کو صاف صاف تصور سامنے پیش کر رکھے نہیں [illegible]۔ مانا چینی کو ذرا غور سے دیکھو اور پھر کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن کے جدا جدا خواص کو چینی کے خواص کے ساتھ مقابلہ کرو تو دیکھو گے کہ کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن جیسی بین بے ذائقہ چیزیں جب ایک خاص ترتیب سے کیمیائی طور پر ملتی ہیں تو چینی جیسی ایک نہایت میٹھی چیز پیدا ہو جاتی ہے اور کاربن جیسی [illegible] آکسیجن اور ہائیڈروجن جیسی دو بے رنگ گیس مل کر ایک سفید رنگ اختیار کر لیتی ہے اور یہی [illegible] ہائیڈروجن کے ساتھ مل کر ایک بے رنگ اور [illegible] بن جاتی ہے اس کیمیائی ترکیب میں انسان کی کوئی بھی اختیاری بات نہیں۔ چیزوں میں خواص پیدا کرنے والا وہی قادر مطلق ہے جس نے کل کائنات کو بنایا ہے اور کوئی بڑے سے بڑا سائنس دان بھی اس بات کا مدعی نہیں ہے کہ کسی خاصیت کو جو اس علیم و حکیم نے اشیاء میں رکھی ہے کسی نہ کسی طرح زائل کر دے۔ سائنس دان کا صرف یہی کام ہے کہ وہ چیزوں کی ماہیتوں پر غور کرے۔ اور چیزوں کے خواص معلوم کر کے ان سے مفید نتیجے حاصل کرے

علم صرف دو ہی ہیں۔ ایک تو بدنوں کا علم دوسرا دینوں کا علم لیکن اس حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں سارے جہان کے علم آ جاتے ہیں علم بدن تمام علموں کا محیط ہے جن سے بدن یعنی نوع حیوانات پرورش پا سکے اور قائم رہ سکے۔ اس میں تمام وہ علوم شامل ہیں جن سے حیوانات کی پیدائش ہوتی ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی ان کی حفاظت بھی ہوتی ہے ان میں سے ایک علم طب بھی ہے۔ سیکر علم کے جاننے کے لئے بہت سے علوم نہایت ضروری

(باقی اگلے صفحہ پر)

ڈاکٹر جے ایچ ایس (J. H. Haldane) پریزیڈنٹ انڈین سائنس کانگریس نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا ہے کہ ہندوستان میں امراض کا یہ سبب نہیں ہے کہ خوراک میسر نہیں آتی بلکہ عامۃ الناس کو خوراک کے اجزا کے تناسب اور علم الغذا کا پتہ نہیں۔ ہمارے جسم کی تعمیر دو قسم کے مسالوں (materials) سے ہوتی ہے۔ اول پروٹین۔ دوسرے (Salts)۔ اس بدنی تعمیر میں حیاتین بطور معمار کام کرتے ہیں۔ ناظرین تیج دہلی کے لئے نمکیات پر ایک نظر خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

نا سفورس۔ سلفر۔ آیوڈین اور کھانے کا نمک۔ انہی اشیاء کو نمکیات کہتے ہیں۔ یہ نمکیات تعمیر جسم میں مسالہ کا کام دیتے ہیں جسم کے اندر اس کے وزن کا تقریباً پچیسواں حصہ (۴ فیصدی) نمکیات ہوتے ہیں۔ ہڈیاں اور دانت اپنی بناوٹ میں نمکیات کے محتاج ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض ہمارے خون، جگر، تمام جسم کی رطوبتوں اور ساختوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

تقریباً بیس معدنی عناصر ہمارے جسم کی ترکیب میں جو سب مل کر ان سے معدنی نمکیات بنتے ہیں

اگر کوئی کمزور دل الفرڈ ٹینی سن کے دردناک پر تاثیر کلام کا بنظر عمیق مطالعہ کرے تو وہ دنیا کے عیش و عشرت سے منہ موڑ کر اور خیال سزا و جزا کو بھلا کر گوشہ نشینی اختیار کرے۔ ٹینی سن کے بلند افکار سوز و گداز حسرت و یاس۔ قدرت کے موہوم تجلیات۔ فریب ہستی، دنیا و عقبیٰ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس کی شاعری مشکل الفاظ کے گورکھ دھندوں سے آزاد اور بے بنیاد تنقید کی آلائشوں سے پاک۔ وہ حقیقی جذبات کی آئینہ دار ہے بس یہ دل گرفتہ میں ٹینی سن انسان کی مختصر زندگی کا قدرت کی دراز زندگی سے مقابلہ کرتا ہے اور اسی سے اس کی موثر شاعری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

---

ان میں سے کچھ تو کھاری (Alkaline) نکیات ہیں اور کچھ ترشی (acid)

(باقی اگلے صفحہ پر)

الفراق — — اے ندی
تو سمندر کو اپنا خراج ادا کرنے کے لئے سرعت سے جا۔ گا ہوں اور ہر اردن کے پھول پیچ پیچ آہستہ بہ جا۔
اب میں پھر دوبارہ نہ آسکونگا

---

الوداع — — اے ندی
تیرے کناروں پر سرو کے درخت اور سبزہ لہلہائے گا اور بید مجنوں کا درخت — کے خیال میں سرمست جھومتا رہیگا۔ شہد کی مکھیاں نم ریزی کرتی ہوں گی مگر میں یہاں موجود نہ ہوں گا

---

الفراق — — — اے ندی
تیرے — صبح سویرے سال تک روشن چاند تیرے نیلگوں — میں — رہے گا۔
مگر میرے قدم — نہ ہونگے

---

اپنے لئے ایک جلد آج ہی منگا لیجئے

انگریزی میں — انگریزی میں

# جاپان کی کامیابی کے راز

از
مسٹر چمن لال جرنلسٹ ٹوکیو جاپان

(۳۰۰ صفحات ۵۰ فوٹو کپڑے کی جلد قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) ڈاک خرچ ۳ آنے)

ضرورت ایجنٹاں:- اس کتاب کی فروخت کے لئے ہندوستان میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے، یہ عنقریب ہی ہندی، اردو، پنجابی اور گجراتی میں بھی چھاپی جائے گی۔

ڈاکٹر جیمز شیر جاپان کے مشہور مصنف جنھوں نے ایک درجن سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ اور چالیس سال کا تجربہ رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ بہت کم آدمی کامیاب ہوتے ہیں۔ مسٹر چمن لال اپنی کتاب لکھنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کی کامیابی کے دو بڑے سبب ہیں۔ اول یہ کہ وہ بطور ایک ہندوستانی کے یہاں آئے۔ دوم یہ کہ انھوں نے ہر چیز کو بڑے غور و خوض سے دیکھا۔ بطور ہندوستانی کے وہ مشرق کی تاریخ اور آئیڈیلز سے واقف تھے، اور اسی وجہ سے ان میں اپنے کام کو دلفریب بنانے کا قدرتی جذبہ موجود تھا۔ بطور ایک ٹرینڈ جرنلسٹ جنھے مختلف ممالک کا بچشم خود مطالعہ کیا ہے، ان کو اس ملک کے راز اچھی طرح معلوم ہوگئے تھے۔ "سیکرٹس آف جاپان" جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے، بڑی دلچسپ ہے۔

چونکہ مسٹر چمن لال کو اپنے وطن سے بڑی محبت ہے، اس لئے انھوں نے جاپان کا اس نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کیا ہے کہ جاپان کی خوبیوں سے اپنے وطن کے باشندوں کو فائدہ پہونچا سکیں۔ مسٹر چمن کے اس خیال نے ان کی کتاب کے اخلاقی معیار کو نہایت سنجیدہ بنا دیا ہے۔

چونکہ میں نے دو مرتبہ ہندوستان کا دورہ کیا ہے، اور اسے دنیا میں ایک نہایت دلفریب ملک پایا ہے، اور میں عرصہ ۴۰ سال سے جاپان کا مطالعہ بھی کرتا رہا ہوں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب مشرق کا نمونہ بن کر ہندوستان جائے، اور جاپان کو اس فرض سے سبکدوش کرے جو اس نے زمانہ قدیم ہندوستان سے تہذیب و تمدن کی شکل میں حاصل کیا تھا۔ بغیر ہندوستان کے آج جاپان جاپان نہ ہوتا۔ بہت ممکن ہے کہ آج جاپان سے سبق لیکر کل ہندوستان اپنے روایتی تہذیب و تمدن کے مطابق اپنی شان کو دوبالا کر سکے۔

ملنے کا پتہ:- چمن لال جرنلسٹ معرفت N.Y.K. ٹوکیو جاپان یا
منیجر روزانہ اخبار تیج دہلی

لوہڑی شمالی ہند کا تہوار ہے۔ سارے ہندوستان میں اسکو نہیں منایا جاتا۔ سردی بھی ان دنوں میں زیادہ پڑتی ہے اور سردیوں میں ہی زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ دونوں مطلب اس سے پورے ہوتے ہیں۔

پوہ و ماگھ سخت سردی کے مہینے ہیں۔ بمبئی کی طرف ان دنوں میں سردی بالکل نہیں ہوتی۔ وہاں ٹھنڈے کپڑوں میں گذارہ ہو سکتا ہے۔ ان دونوں مہینوں کی درمیانی شب کو لوہڑی ہوتی ہے جس کو زیادہ تر آگ جلانے سے منایا جاتا ہے گلی گلی۔ بازار بازار اور گھر گھر میں خوب آگ جلائی جاتی ہے۔ اس میں تلوں کی، ریوڑیاں وغیرہ گرم اشیا بھی ڈالی جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بڑی دانشمندی سے اس کا رواج ڈالا ہے۔ لوگ ہمارے مکانوں کے اندر سوتے ہیں۔ سردیوں کی بارش اکثر اوقات ان دنوں میں ہو جاتی ہے جس سے سیلاب بھی آ جاتا ہے۔ مکانوں کے اندر کی ہوا خراب ہو چکی ہوتی ہے آگ کے جلنے سے گندی ہوا نکل جاتی ہے۔ اور جنگلوں کی صاف ہوا شہر میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس تہوار کو کئی وبائی امراض کو دور کرنے کا ذریعہ بھی بنا سکتے ہیں۔ اگر اس دن آگ میں صرف سکنے بٹھانے کے ہم خوشبودار اور دافع جراثیم اشیا ملائیں یا دوسرے لفظوں میں ہم ہون کریں۔ سامگری میں

# لوہڑی

از قلم کوی ونود دنیشد بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید۔ موجد امرت دھارا لاہور۔
(خاص تیج دہلی کے لئے)

اس قسم کی اشیا ہونی چاہئیں۔ مثلاً گوگل۔ دیال۔ دھوپ لکڑ۔ بالچھڑ۔ بڑی ہیم۔ چرائتہ۔ صندل سفید۔ صندل سرخ۔ بچھو بارہ۔ ناریل۔ جائفل۔ جاوتری۔ کافور۔ تج۔ کباب بالا وغیرہ۔

دوسرا فائدہ ان آگ کے جلانے اور دھواں کے ہونے سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر خوانخواستہ سردیوں میں بارش نہ ہوئی ہو جس کی کہ زمین کی فصل کے واسطے بڑی سخت ضرورت ہے تو اس سے بارش بھی کچھ ہو جاتی ہے۔ اور بارش کے بغیر خشکی سردی سے عوام میں جو حلق وغیرہ کے امراض پڑ جاتے ہیں وہ بھی کم ہو جاتے ہیں بعض تعلیم یافتہ لوگ اپنے تہواروں کو چھوڑنے جاتے ہیں۔ مگر یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تہواروں کے قدرتی فوائد سے فائدہ اٹھانا کر ان کو شدھ روپ میں منانے کا یتن کرنا چاہیئے۔ یہ سب کسی اعلیٰ اصول پر مبنی ہیں۔

**موہ ماہی** اس لوہڑی کے تہوار کے ساتھ ایک بات لڑکوں کا موہ ماہی مانگنا بھی ہوتی ہے اس پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لوہڑی کے تہوار کو منانے کے واسطے جب کہ سب گھروں کے نزد تیاری اکٹھے ہونے لگے اس وقت انہوں نے یہ پرارتھنا چلائی ہوگی تاکہ یہ سب لوگ اکٹھے ہوں۔ تو لڑکیاں ہر شخص کو بھائی اور بھایا (پتا) کہیں۔ اور سب مرد لڑکے کل لڑکیوں کو بہن یا پتری کی درشٹی سے دیکھیں۔ ہمارے بہت سے تہوار سمبندھ روپ بھی ہیں جیسے بھیا دوج۔ بھائی بہن کے رشتہ کے واسطے ہے۔ کروا چوتھ۔ استری پتی کے رشتہ کے واسطے ہے۔ بیاس پوجا۔ گورو چیلہ کے رشتہ کے واسطے ہے ممکن ہے۔ گاؤں کی لڑکیوں کا سب گاؤں کے ساتھ ایک سمبندھ ہونا چاہیئے۔ اس بات کی یادواری کے واسطے ہی انہوں نے رواج باندھ دیا ہو۔ لڑکی کسی بھی شخص کا نام لے کہ موہ ماہی دے۔ ... جیسے ہی ادھر کو ... ... رواج کا ... ہو سکتا ہے۔ ... ایک ... لکھا ہے۔ ... اگر چہ ... ... ... ابھی تک آج ... ... ... ... ... ... ...

اب اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ ... لڑکیاں راہ چلنے والوں سے مانگتی ہیں۔ ... پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ گاؤں میں اب بھی سب کی لڑکی کو ہی جانی ہے۔ وہاں شاید ایسا کچھ برائی نہ ہوتی ہو۔ مگر شہروں میں لوہڑی سے چند دن پہلے سے جو کچھ دیکھا جاتا ہے اس کی بنا پر میں سب بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں لڑکیاں نزدیکی رشتہ داروں کے سوائے اور کسی سے موہ ماہی نہ مانگیں۔ کسی شخص کو اپنے گھر کی کنیاؤں کو بازار میں نکل کر موہ ماہی کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

...سروپ رانی نہرو کی صحت پہلے سے قدرے بہتر ہے گو [illegible] حرارت کی بنا پر [illegible] ہے۔ تاہم جو لوگ ان کے پاس رہتے ہیں ان کا بیان ہے کہ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے ڈاکٹروں کا بورڈ معائنہ کر رہا ہے جس کے بعد بلیٹن شائع کرنے کا بندوبست ہوگا۔

احمد آباد کے کارخانہ داروں اور مزدوروں کے نمائندوں کے درمیان اُجرت کے مسئلہ پر سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کارخانہ داروں اور مزدوروں کے نمائندے گذشتہ چند روز سے گاندھی کٹیا میں مہاتما جی سے تبادلہ خیالات کر رہے تھے۔

نئی سڑک کانپور میں سپلائی پائپ کے پھٹ جانے سے شہر میں پانی کی آمد بند ہوگئی جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مین پائپ میں نیا پائپ لگایا جا رہا تھا کہ یکایک مین پائپ پھٹ گیا جس سے مزدور دب گئے۔ شہر کا نصف حصہ بالکل خشک رہا۔

شری یت ڈاکٹر جیکر کے ریزگنیشن سے اسمبلی میں جو جگہ خالی ہوگئی ہے اس کو پُر کرنے کے لئے [illegible] ڈویژن کے غیر مسلم حلقہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ۲ مارچ کو یا اس سے پہلے ممبر کا انتخاب کریں۔ پولنگ ۲۸ فروری کو ہوگا

سر جوزف بھور کامرس ممبر حکومت ہند نے جہازرانی کی تجارت کرنے والی کمپنیوں کی جو کانفرنس طلب کی تھی وہ ختم ہوگئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کمپنیوں کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا ہے جس کی [illegible] سرکاری طور پر اعلان کر دیا جائے گا۔

ہندوستان اور برطانیہ کے نئے تجارتی معاہدہ کے سلسلہ میں سوتی مال کی ڈیوٹی پر دوبارہ غور کرنے کے واسطے سال رواں کے آخر میں جو گفت و شنید ہوگی اس میں شریک ہونے کے لئے لنکاشائر کے روئی کے تاجروں کا ایک وفد ہندوستان جائے گا۔

کراچی ریلوے ڈپو میں ٹھیکیداروں کے رویہ کے خلاف بطور پروٹسٹ مزدوروں نے ہڑتال کر دی چند مزدور اس میں شامل نہ ہوئے اس پر ہڑتالیوں نے ان کو زدوکوب کیا۔ جس سے حالات زیادہ خراب ہوگئے۔ پولیس نے بارہ آدمی گرفتار کرلئے ہیں۔

باغیوں کو پناہ دینے کے الزام میں ضلع پشاور کے اتمان خیل اور [illegible] مہمند قبیلوں کے متعدد افراد گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ پولیس نے ایک باغی کی گرفتاری کے لئے تین ہزار روپیہ کا اعلان کیا تھا۔

پرنسپل گڈوانی کے سورگباش کی خبر سنکر مہاتما گاندھی نے شریمتی گنگا گڈوانی کو مندرجہ ذیل تار کراچی ارسال کیا ہے:۔

"آپ کے دکھ میں ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ہم دل سے آپ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ ایشور میں وشواس رکھو۔"

سنکرانت کے اشنان کے موقعہ پر کانپور میں گنگا جی پر ایک افسوسناک حادثہ ہوگیا۔ ایک کشتی بیس آدمیوں کو لئے الٹ گئی۔ جس سے دو عورتیں ڈوب گئیں۔ ایک عورت کی نعش تو مل گئی مگر دوسری عورت کی نعش ابھی برآمد نہیں ہوسکی۔

مہاراجہ نیپال ہندوستان تشریف لا رہے ہیں اور [illegible] روز قیام فرمائیں گے۔ یہاں پر آپ کو [illegible] فوجی سپاہی سلامی دیں گے۔ وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی طرف سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ اور شاہی جلوس نکالا جائے گا۔ چار جنوری کو آپ نئی دہلی پہنچ جائیں گے۔

ایک اطلاع ہے کہ ریاست الور کے بجٹ میں سات لاکھ روپیہ کی کمی کی گئی ہے۔ چنانچہ ایسے ملازمین کی تخفیف کرنے پر غور کیا جا رہا ہے جن کو عنقریب پنشن ملنے والی [illegible] گئے ہیں تخفیف مہاراجہ صاحب کے مشورہ سے کی جا رہی ہے۔

سار کے متعلق سرکاری طور پر رائے شماری کا اعلان کر دیا گیا۔ جرمنی کو سب سے زیادہ یعنی ۹۰ فیصدی ووٹ ملے اور فرانس کو صرف ۳ فیصدی رائے ملیں چنانچہ لیگ اقوام کی سار کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ سار کا علاقہ جرمنی کو واپس دیدیا جائے۔

میسرز آنندجی فرنیچر مارٹ میں ہولناک آتشزدگی کی واردات ہوگئی۔ ہوا تیز چل رہی تھی اس لئے آگ کے شعلے بھڑک گئے اور قریب میں غریب لوگوں کے جو کوارٹر تھے وہ بھی نذر آتش ہوگئے۔ دس ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔

راجشاہی ضلع سے خبر ملی ہے کہ پولیس نے فوج کی امداد سے تمام ضلع میں متعدد تلاشیاں لیں جن میں سے بیس شہر میں واقع ہیں۔ تلاشیاں بارود اور ہتھیاروں کے سلسلہ میں لی گئیں ہیں۔ بہت سے آدمیوں کو حراست میں بھی لے لیا گیا ہے۔

[illegible] کی خبر ہے۔ کہ پولیس نے متعدد مکانات پر چھاپہ مارا۔ اور تلاشیاں لیں۔ مگر پولیس کو کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ مگر پاس کے ایک مکان سے چھ گولیوں والا ریوالور اور ایک تلوار برآمد ہوئی

کانگریس کے صدر شری یت بابو راجندر پرشاد کا دہلی میں شاہانہ جلوس نکالا گیا۔ تمام بازاروں کو خوب سجایا گیا۔ جگہ جگہ دروازے بنائے گئے۔ اور تمام راستوں میں [illegible] اس قدر چیزیں بھینٹ کی گئیں کہ اگر وہ قبول فرما لیتے تو تھیلے بھر جاتے۔

اسمبلی کا اجلاس چونکہ قریب آگیا ہے۔ اس لئے ممبران اسمبلی دہلی آنے شروع ہوگئے ہیں اور اس وقت تک بہت سے ممبران پہنچ چکے ہیں۔ باقی ممبران ۲۰ ماہ حال کو آئیں گے۔

ترکی کی مشہور افسانہ نویس خالدہ ادیب خانم کا پہلا لیکچر جامعہ ملیہ میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر انصاری صاحب ہوا۔ مقررہ نے اہل مغرب کی مادہ پرستی کے ہولناک نتائج پر تبصرہ کیا۔

مسٹر جمال [illegible] نے برطانیہ کے ساتھ جدید تجارتی معاہدہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ معاہدہ سخت قابل اعتراض ہے۔ اور اس اہم مسئلہ کے متعلق اس ملک کے باشندگان سے مشورہ نہیں کیا گیا اور ان کے بروقت پروٹسٹ کے باوجود ان کے پس پشت معاہدہ کر لیا گیا۔

ریاست گوالیار کے سرکاری اخبار جیاجی پرتاپ کی اطلاع ہے کہ موضع [illegible] کے قریب کوہ آتش فشاں نمودار ہوا ہے۔ اب تک پہاڑ بے حرکت تھا مگر گذشتہ ہفتہ سے اس میں آگ اور دھواں نکلنا شروع ہوگیا ہے۔ لوگ اسے دیکھنے کے لئے آ رہے ہیں۔

بیزواڑہ میں گوپال کرشن نامی چاول کے کارخانہ میں آگ لگ گئی جس سے مشینوں اور چاولوں کو بہت نقصان پہنچا۔ نقصان کا اندازہ چالیس ہزار روپیہ لگایا جاتا ہے۔

کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ڈاکٹر انصاری صاحب کی جائے رہائش دریا گنج میں ہو رہا ہے جس میں نئے آئین کے متعلق غور و خوض ہو رہا ہے اور کئی دیگر اہم باتوں پر غور کیا جا رہا ہے۔

نریندر منڈل کی اسٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں اس رپورٹ پر غور کیا گیا جو ریاستوں کے وزراء کی کمیٹی نے مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق پیش کی ہے۔ والیان ریاست ابھی تک تذبذب میں ہیں اور اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

ضلع [illegible] کی خبر ہے کہ ایک موٹر لاری [illegible] رہی تھی بے قابو ہو کر ایک درخت سے ٹکرا گئی جس سے پانچ مرد اور دو عورتیں ہلاک ہوگئیں۔ متعدد آدمی شدید زخمی ہوئے جنہیں فوراً ہسپتال بھیجدیا گیا۔

کانگریس ورکنگ کمیٹی نے ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ۲۶ جنوری کو یوم آزادی منانے کا فیصلہ کیا ہے اور ملک سے یہ دن شان و شوکت سے منانے کی اپیل کی ہے نیز ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ان لوگوں کے سرٹیفکیٹ منسوخ کر دئے گئے جنہوں نے کانگریس کے ساتھ عہد کیا ہوا توڑ دیا ہے۔

بہار کونسل کے اجلاس میں مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ پر تین روز کی بحث نے غیر مبہم طریقہ پر اس رائے کا اظہار کر دیا ہے کہ رپورٹ غیر مناسب، قومیت کے خلاف اور ناقابل قبول ہے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بنگال یو۔پی۔ پنجاب اور سرحد کی کونسلیں رپورٹ کو نامنظور کر چکی ہیں۔

کانگریس پارلیمنٹری بورڈ نے اسمبلی میں کانگریس پارٹی کے عہدیداروں کا انتخاب کر دیا۔ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کو لیڈر، شری یت گوبند ولبھ پنت کو ڈپٹی لیڈر، مسٹر ستیہ مورتی سیکرٹری اور مسٹر آصف علی چیف وہپ بنائے گئے۔

پونہ کے سیاسی حلقوں میں خیال کیا جا رہا ہے کہ لبرل فیڈریشن کے اجلاس کے بعد لبرل پارٹی کے رویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کا امکان بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ [illegible] شاستری اس معاملہ میں اس مرتبہ خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔

ملک کے طول و عرض سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ اس مرتبہ سردی بہت شدت کی پڑ رہی ہے جس سے متعدد افراد ہلاک ہوگئے۔ فصلیں تباہ ہوگئیں اور زبردست نقصان ہو رہا ہے۔ بڑودہ میں سردی کی بڑی شدت ہے۔

جب تک کہ اسمبلی کا مستقل صدر منتخب نہ کیا جائے اس وقت تک کے لئے سر [illegible] کو نئی اسمبلی کا عارضی صدر بنایا گیا ہے۔

## فلمستان

# چارلی کی کہانی چیپلن کی زبانی

از جناب ناقی سندیلوی بی۔ اے (علیگ)

(خاص نیرنگِ خیال کے لئے)

(مشہور کامیڈین چارلی چیپلن نے حال میں MY WONDERFUL VISIT کے نام سے اپنا سفرنامہ یورپ شائع کیا ہے۔ سفرنامہ انتہائی دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ مطالعہ کیا جائے۔ ایک باب کا ترجمہ ناظرینِ نیرنگِ خیال کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے)

میرا جہاز انگلستان سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ عام رواج اور دستور کے مطابق لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ میں ان کی خوشیوں میں شریک ہوں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ تاروں بھری رات اور حبِّ وطن از ملک سلیمان خوشتر میری مسرتوں میں اضافہ کر رہی ہے۔ میں مسرور ہوں۔ بہت خوش ہوں لوگوں نے مجھ سے کہا۔ منت کی، خوشامد کی اور مجھے مجبور کیا کہ میں ان کی محفل میں شریک ہوں۔ شراب پیوں اور رنگ رلیاں مناؤں لیکن ایک نہیں۔ ہزار نہیں۔ میری "نہیں" آخر تک قائم رہی۔ وہ تھک کر اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

یہ آخری رات ہے۔ لوگ مست ہو رہے ہیں۔ قہقہے لگا رہے ہیں۔ دھومیں اڑا رہے ہیں۔ بوتلیں کھل رہی ہیں۔ گلاس جھنجھنا رہے ہیں۔ میں تنہا تختۂ جہاز پر کھڑا ہوا کچھ متفکر ہوں۔ وہ انگلستان نظر آ رہا ہے۔ دور سے کچھ روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں۔

مسٹر چیپلن کے بجائے لوگ مسٹر چارلی کہنے کے عادی ہیں۔ میں بھی چارلی کے نام سے خوش ہوتا ہوں۔ میری خوشیاں دوسروں کی خوشیوں میں مضمر ہوتی ہیں جو لوگ مجھے چارلی کی پوشاک میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ چارلی جس کو وہ نقرئی پردہ پر دیکھتے ہیں۔ اٹھی ہوئی ٹوپی۔ لمبے لمبے جوتے۔ ڈھیلا ڈھالا پتلون۔ پرانے فیشن کا کوٹ۔ ہاتھ میں نیلڑ چابیت۔ منہ پر چھوٹی چھوٹی مونچھیں۔

میں چارلی کی پوشاک اپنے ساتھ نہ لایا تھا اس لئے مجمع عام میں جاتے ہوئے شرماتا تھا۔ لوگ مجھے کس نام سے یاد کریں گے۔ کیا وہ مجھ کو مسٹر چیپلن کہہ کر پکاریں گے۔

آدھی رات ہوئی۔ خدا خدا کر کے محفل برخاست ہوئی۔ لوگ اپنے اپنے کمروں میں گئے اور سو گئے۔

صبح ہوئی۔ دھوپ رفتہ رفتہ بڑھنے لگی۔ تختۂ جہاز کی مسرتیں ختم ہوئیں۔ وہ دریافت کر رہے تھے۔ کب اور کہاں ملیں گے۔

کشتیاں بہہ رہی ہیں۔ جہاز لنگر انداز ہے۔ مزدور کاموں میں مشغول ہیں۔ وہ جہاز پر ہیں کشتیوں پر ہیں۔ وہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ میرے ایک دوست نے کہا "دیکھو وہ کیمرہ والے آ رہے ہیں۔ وہ تمہارے انتظار میں ہیں۔ وہ تمہاری تصویریں اتاریں گے۔ دیکھو وہ اپنے اپنے کیمرے درست کر رہے ہیں۔ گڈ مارننگ مسٹر چارلی۔ گڈ مارننگ مسٹر چیپلن۔ وہ کیمروں کے ساتھ آ گئے۔ ان میں کچھ انگریز ہیں۔ کچھ فرانسیسی۔ کچھ جرمن ہیں۔ کچھ اٹالوی اور ہسپانوی۔

میں بالکل ہی تھک گیا تھا۔ میری قوت گویائی جواب دے رہی تھی۔ میں تنہائی چاہتا تھا۔ انہوں نے سوالات [illegible]

"آپ میرے لئے لندن تشریف لائے ہیں؟"

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"کیا آپ میک اپ کا سامان اپنے ساتھ لائے ہیں؟"

"کیا آپ کا ارادہ یہاں تجارت کرنے کا ہے؟" ایک فرانسیسی نے دریافت کیا۔

"کیا آپ فرانس تشریف لے جائیں گے؟" دوسرے نے جو غالباً روسی تھا دریافت کیا۔

"کیا آپ روس جائیں گے؟" اسکاٹ لینڈ کے ایک باشندے نے پوچھا۔

"کیا آپ اسکاٹستان جائیں گے؟"

میں نے جواب دیا۔

"میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آئرش کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

جواب:۔ "میں کسی خیال سے بہت دور ہوں۔"

"کیا آپ بالشویک ہیں؟"

جواب:۔ "میں ایک مصور ہوں۔ سیاست داں نہیں۔"

"آپ روس کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

جواب:۔ اس لئے کہ میں ہر شئے تخیل کو پسند کرتا ہوں۔

"آپ لینن کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟"

جواب:۔ وہ ایک عجیب شخصیت کا انسان تھا۔

"کیوں؟"

جواب:۔ اس لئے کہ اس نے ایک نظریہ پیش کیا۔

"کیا آپ بالشوزم کو پسند کرتے ہیں؟"

جواب:۔ میں سیاست داں نہیں ہوں۔

مجھ سے سینکڑوں سوالات کئے گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کس کس کا جواب دیا۔ ایک نے دریافت کیا۔

"کیا میں برنارڈ شا سے ملنا پسند کروں گا؟"

"کیا میں ایچ جی ویلس سے ملاقات کروں گا؟"

"کیا یہ صحیح ہے کہ مجھے "سر" کا خطاب ملنے والا ہے؟"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ روز افزوں بے کاری کا کیا علاج ہے؟"

میں ہنس دیا تھا۔ ہنسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چہرہ کو شگفتہ بنا رہا تھا۔ ایک زبان سے ہزاروں جواب دینے سے معذور تھا۔

ایک شخص نے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور وہ خواست کی کہ وہ اس سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔ میں نے منظور کیا اور اس کے ساتھ تختۂ جہاز کے ایک کونے پر چلا گیا۔ اس نے کہا۔

"وہ اس سے آپ کو جانتا ہے وہ اس کے باپ کے کلب کا پبلسٹی ایجنٹ رہ چکا ہے۔ وہ اسکو بچپنے سے جانتا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہوگی کہ وہ اس کی خدمات کو قبولیت بخشے۔"

مجھے ایک پبلسٹی ایجنٹ کی ضرورت تھی۔ لیکن ایسے وقت میں جب کہ اخباری نمائندے اور فوٹوگرافر بلائے بے درماں کی طرح مجھے گھیرے ہوئے تھے۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اسکی معقول درخواست پر غور کرتا۔

میں تھک کر چور چور ہو رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کروں۔ میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے انگلستان اس لئے آیا تھا کہ دل و دماغ کو سکون بخشوں اور تھوڑی بہت راحت حاصل کروں۔

میرے سیکرٹری نے درشت لہجہ میں کہا۔

"عزیز فوٹوگرافرو۔ اور رپورٹرو۔ امید ہے کہ تم اپنا کام ختم کر چکے ہو گے۔ کیا مہربانی کر کے تختۂ جہاز سے اترنا پسند کرو گے۔"

وہ آواز محض ایک حکم تھا۔ آہستہ آہستہ وہ اٹھے اور دم کے دم میں جہاز سے غائب ہو گئے۔

میں تنہائی کا خواہشمند تھا۔ اپنے کیبن میں گیا اور لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک سوتا رہا۔

یورپ کی بدترین لغویت انعام۔ بخشش اور تحفہ ہے۔ اس سے ہر مسافر کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جہاز کے اندر سینکڑوں ملازم ہوتے ہیں۔ اور ہر ملازم انعام لینا اور انعام مانگنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اسٹیورڈ، ویٹر، ہیڈ ویٹر، بار بوائے، ڈک اسٹیورڈ، ڈورز، باتھ روم اسٹیورڈ، بیل بوائے، باربر۔ ان کے علاوہ جن لوگوں کا تعلق بالواسطہ ہوتا ہے وہ بھی جہاز کے مسافروں سے انعام کے متمنی ہوتے ہیں۔ وہ خود کو اس کا مستحق سمجھتے ہیں۔

میرا سفر ختم ہو رہا تھا۔ میں چربرگ کے قریب تھا۔ اخباری نمائندے ساحل پر موجود تھے۔ وہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ کیا میں بیان دوں یا انکار کر دوں۔ نہیں وہ برا مانیں گے۔ میں ان کے سوالات کا جواب دوں گا۔

جہاز دیر سے پہنچ رہا ہے۔

دن ختم ہوا۔ رات کا غلبہ ہوا۔ بال روم میں چہل پہل مچ گئی۔ ہر طرف شور سنائی دینے لگا۔

میں تنہا ہوں۔ اپنے کیبن میں ہوں۔ دو بج چکے ہیں۔ ایک مرتبہ۔ دو مرتبہ۔ تین مرتبہ میں نے اپنا نام سنا۔ میرے بدن میں ایک سنسنی دوڑ گئی۔ ایک نامعلوم خوف مجھ پر طاری ہو گیا۔ میں نے خود کو سنبھالا۔ سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بیسود۔ میں نے آواز پر کان دھرے۔ کسی نے آہستہ سے دستک دیتے ہوئے کہا۔ چارلی۔ چارلی۔ چارلی چیپلن۔ میرا خون منجمد ہو گیا۔ ایک سنسنی سی میرے بدن میں دوڑ گئی۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک مرتبہ میں نے خود کو سنبھالا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ جھنجھریوں سے نظریں دوڑائیں۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ میں آہستہ آہستہ بستر سے اٹھا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ چاروں طرف نظریں گھمائیں۔ برقی شمعیں روشن تھیں۔ میں دیر تک سوچتا رہا۔ اٹھا اور روشنی بجھائی۔ پھر لیٹ رہا۔ پھر اٹھا اور ہر طرف غور سے دیکھا۔ کہیں کچھ نہ تھا۔ میں نے آواز دی۔

"رابنسن کیا تم سو رہے ہو؟"

"نہیں۔"

"کیا سہانی رات کا منظر دیکھنے باہر آؤ گے؟"

"کیوں نہیں؟"

میں تاریکی سے عاجز آ چکا تھا۔ میں نے فوراً کپڑے تبدیل کئے۔ اور تختۂ جہاز پر آ گیا۔ ہم دونوں بہت دیر تک ٹہلتے رہے۔

کپتان کے دفتر میں سینکڑوں تار موصول ہو چکے تھے۔

"کیا آپ میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں گے؟"

"میں آپ کا منتظر ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ لنچ میں شریک ہوں۔"

"میرا غریب خانہ ایک پرفضا پہاڑی پر واقع ہے کیا آپ چند روز میرے یہاں قیام کرنا پسند فرمائیں گے؟"

میری طرف سے جواب نہ پاکر انہوں نے وائرلیس پیغامات بھیجنے شروع کئے۔

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

بھارتی سانیال "راج رانی میرا" میں

نیو تھیٹر کا مشہور دھارمک فلم جو کہ جمعہ ۱۸ جنوری سے الفنسٹن ٹاکیز میں دکھایا جا رہا ہے

مس کملا

"پریت ــ کی ــ ریت" میں

ڈسٹری بیوٹرز سٹار ٹاکیز

چاندنی چوک دہلی

Registered L. No. 1517 Registered L. No. 1517

No. 28 DELHI 28TH JAN. 1935. V No 13,

خالدہ ادیب خانم

[ سوانح حیات اندر دیکھئے ]

لالہ مدن موہن لال جی
جن کا ۲۲ جنوری کو سورگباس ہوا

لالہ مدن موہن لال جی بستر مرگ سے اُتارے جانے کے بعد

ارتھی کے جلوس کے دو منظر

جلتی ہوئی چتا کا منظر

چتا پر رکھنے کا منظر

# تیج ویکلی دہلی کا دوسرا دلچسپ انعامی معمہ

# پانسو روپے نقد انعام

(یہ معمہ صرف آٹھ بار شائع ہوگا)

## حل کیجئے اور [illegible]

جیسا کہ ہم پیشتر ہی اعلان کر چکے ہیں تیج ویکلی نے دلچسپ معموں کے سلسلہ کا دوسرا انعامی معمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ پہلے معمہ کی نسبت زیادہ آسان اور زیادہ دلچسپ ہے تھوڑی سی دماغی محنت سے حل ہو سکتا ہے۔ نیز یا میں الفاظ دیئے گئے ہیں ان پر نقطے نہیں ہیں۔ بعض اشارات آپکو نقطے وغیرہ لگا کر ہر لفظ کو مکمل کرتے ہوئے آسانی سے ہر نقطے سلنے مناسب اشارہ بھی [illegible] کر دیا ہے۔ ان الفاظ کے اصل جوابات جو صحیح تسلیم کئے جائیں گے لفافہ میں بند کر کے سنٹرل بنک دہلی میں رکھدیئے گئے ہیں۔ جو جوابات لفافہ میں بند جوابات کے مطابق ہونگے وہی صحیح اور درست مانے جائیں گے۔

اول انعام ۲۰۰ روپیہ، دوسرا انعام ۵۰ روپیہ، پانچ انعام دس دس روپیہ کے اور باقی ۵۰ انعام پانچ پانچ روپیہ کے ہیں۔

امثال:- مص = دوسروں کو پہونچانا = فیض

اسی طرح نقطے وغیرہ لگا کر ذیل کے الفاظ کو مکمل کیجئے

| نمبر | الفاظ | اشارے | جواب | نمبر | الفاظ | اشارے | جواب |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مص | دوسروں کو پہنچانا | | ۱۱ | عرب | ادھر سے مسلمان آئے | |
| ۲ | کساب بلس | ایک جگہ کا نام | | ۱۲ | جھوب | اس سے بچ | |
| ۳ | مالو | بڑی شفقت کرتا ہے | | ۱۳ | ماں | جو آپ کھاتے ہیں | |
| ۴ | بول | ہمیشہ سچا ہو | | ۱۴ | فرص | اس سے جلد سبکدوش ہو | |
| ۵ | مار | اسکو سب چاہتے ہیں | | ۱۵ | سعا | سنگار کی چیز | |
| ۶ | کمنی | ایک انجمن | | ۱۶ | عرص | خدا سب کی پوری کرتا ہے | |
| ۷ | رالی | زیادہ نہ کر | | ۱۷ | سانب | ایک خطرناک جانور | |
| ۸ | بوب | حفاظت سے رکھو | | ۱۸ | ٹوکو | ایک شہر کا نام | |
| ۹ | کحلی | ایک قسم کی روشنی | | ۱۹ | سرہردسا | ایک بڑا آدمی | |
| ۱۰ | السور | سب کا مالک | | ۲۰ | ملمسد | اس میں بیٹھئے | |

### شرائط داخلہ انعامی مقابلہ

(۱) کوپن کے ساتھ [illegible] جوابات منیجر صیغہ انعامی اخبار تیج دہلی کے پاس آنے چاہئیں
(۲) [illegible] ہر لفظ کو [illegible] حل [illegible] آسانی [illegible]
(۳) [illegible] کوپن کے ساتھ فیس [illegible] جانی چاہئے
(۴) [illegible]
(۵) اگر [illegible] جواب صحیح [illegible] تو سب صحیح جواب والوں کو انعامات ملیں گے۔
(۶) تقسیم انعام بطریق قرعہ اندازی کی جاوے گی۔
(۷) منیجر اخبار تیج دہلی کا فیصلہ آخری [illegible] ہوگا [illegible]
(۸) اس سلسلہ میں کوئی خط و کتابت نہ کی جاوے گی۔

### کوپن

بخدمت جناب منیجر صاحب صیغہ انعامی اخبار تیج دہلی
[illegible] ٹکٹ [illegible] کوپن [illegible] جواب [illegible]

نام

پورا پتہ

[illegible]

منیجر صیغہ انعامی "تیج ویکلی" دہلی

برص سفید کوڑھ
KAMALA WORKS
PANCHPOTA (T.D) BENGAL
اگر تمباکو کا شوق ہے تو
قوام نورتن
بجلی کا منظور شدہ سکول
پنجاب بھر میں صرف سکول
پرنسپل
قوت مردی
گنگوتری - دہلی
رتی رام اینڈ سن نئی سڑک دہلی
RATIRAM AND SON DELHI
ESTD 1895.
بھارت برانڈ فنائیل
استعمال کریں
یہ ہندوستان کی ایک بہترین فنائیل ہے،
بھارت برانڈ فنائیل ڈپو بلی ماراں دہلی
ملازمت
پنجاب انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ جالندھر شہر
روزگار مہیا کرنیکی نئی سکیم
بلا سرمایہ کارخانہ
دکنی انجینئرنگ ورکس ڈاکخانہ گوڑگل سکندر آباد دکن
موسم سرما میں ہر فرد و بشر کو استعمال کرنی چاہیئے
فولادی
جو مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب کے خاص نسخہ سے تیار کیگئی ہے
منیجر پرکاش دواخانہ شہر میرٹھ

# خالدہ ادیب خانم

"خالدہ ادیب خانم ہندوستان اور ترکی کی درمیانی کڑی ہیں"
مہاتما گاندھی

"خالدہ ادیب خانم ترکی کی سب سے بڑی خاتون اور دنیا کی عجیب و غریب ہستی ہیں"
ڈاکٹر انصاری

"ترکی کی قومی جدوجہد میں کوئی دوسری شخصیت خالدہ ادیب خانم سے زیادہ حیرت انگیز نہیں ہے"
مسز کملا چٹوپادھیا

"اس زمانہ کی منتخب ہستی خالدہ ادیب خانم سے میری ملاقات ڈاکٹر ماڈ... ان کی ملاقات سے زیادہ اہم تھی۔ یہ ترکی کی نسائیت کا بہترین نمونہ ہیں۔ مشرق و مغرب کا بہترین امتزاج ان کی شخصیت میں ہے۔"
مہادیو دیسائی

"وہ جدید ترکی کی تشکیل کرنے والوں کی پیشرو ہیں"
پروفیسر ملکھانی

یہی وہ الفاظ جنہیں ہندوستان کے مشاہیر نے خالدہ ادیب خانم کا تذکرہ کیا اور اپنے ملک میں ان کا خیر مقدم کیا۔ درحقیقت خالدہ ادیب خانم کی زندگی کی گوناگوں کیفیات پر اگر نظر کی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ایک بے مثال خاتون ہیں۔ وہ مقررہ ہیں ایسی مقررہ جو شاذ ملتی ہیں۔ مفکرہ ہیں صحیح معنوں میں مفکرہ۔ وہ ماہر تعلیم ہیں جنہوں نے اپنے ملک کی تعلیمی حالت میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ وہ ناول نویس ہیں۔ ایسی ناول نویس جن کی ناولوں نے قوم کی حالت بدل دی۔ وہ جانباز سپاہی ہیں۔ جو میدان جنگ میں مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ وہ حریت اور جمہوریت کی پرستار ہیں اور ان کی پوری زندگی مصائب اور قربانیوں کا مجسمہ نظر آتی ہے۔

خالدہ ادیب خانم کی عمر اس وقت پچاس برس کے قریب ہوگی۔ آپ ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ادیب بے شاہی محل میں اعلیٰ عہدے پر مامور تھے۔ آپ کی والدہ کا انتقال آپ کی صغر سنی میں ہوا اور آپ نے اپنی دادی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ ابتدائی تعلیم خانگی طور پر ہوئی اس کے بعد آپ امریکن کالج میں داخل ہوئیں۔ اور ۱۹۰۱ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ اس کے بعد ہی صالح زکی بے کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔

۱۹۰۸ء میں سالونیکا میں آپ نے انور بے نیازی بے مصطفیٰ کمال اور جاوید بے وغیرہ کے ساتھ انجمن حزب الاحرار قائم کی بعد میں اسی جماعت کا نام انجمن اتحاد و ترقی پڑا۔ یہی وہ انجمن تھی جس نے بیسویں صدی میں گویا ترکی کی تاریخ از سر نو ترتیب دی۔

۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو نیازی بے اور انور بے نے دستوری حکومت کا اعلان کیا۔ ملک کی اتنی زبردست تائید ان کے ساتھ تھی کہ دوسرے ہی روز شاہی فرمان کی رو سے دستوری حکومت تسلیم کر لی گئی۔ ترکی میں یہ زمانہ سب ہیجان و اضطراب کا تھا اور خالدہ ادیب خانم کو اسی ہمہ گیر ہیجان و اضطراب نے مصنف اور اہل قلم بنا دیا۔ اصل میں یہیں سے آپ کی عملی زندگی کا پہلا دور شروع ہوتا ہے۔ آپ نے جریدہ "تانین" میں مضامین لکھنا شروع کئے جو بے انتہا مقبول ہوئے لیکن دستوری حکومت کا رد عمل شروع ہو چکا تھا حتیٰ کہ جنوری ۱۹۰۹ء میں آپ کو ایک خط ملا جس میں یہ دھمکی دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے "تانین" کے لئے مضمون لکھنا بند نہ کیا تو موت سے بدتر سزا دی جائے گی۔ چنانچہ وہ ترکی چھوڑ کے مصر میں اقامت اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں۔ وہاں اپنے ایک لڑکے کی علالت کی وجہ سے انہیں بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کی زندگی چند روز انتہائی پریشانیوں میں گذری۔ مصر سے وہ انگلستان تشریف لے گئیں۔ اور اکتوبر میں پھر مراجعت وطن کی۔

اب انہوں نے ناول لکھنا شروع کئے اور ان کا سب سے پہلا ناول "سیوی طالب" شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے رسم و رواج کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیں اس پر بعض حلقوں میں سخت برہمی کا اظہار کیا گیا۔ اور تنقید و تنقیص کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس کے علاوہ آپ نے تعلیمی مسائل پر بھی مقالات کا ایک سلسلہ لکھنا شروع کیا۔ جسے وزیر تعلیم نے بہت پسند کیا اور آپ سے درخواست کی کہ لڑکیوں کے ابتدائی اور ثانوی مدارس کا معائنہ کرکے اصلاح و ترقی کی تجاویز پیش کریں۔ آپ نے اس دعوت کو قبول کیا۔ یہ آپ کی عملی زندگی کا دوسرا دور تھا۔ آپ نے سکولوں کا معائنہ کرکے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی جسے وزارت تعلیم نے منظور کر لیا۔ اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد اصول تعلیم کے استاد کی حیثیت سے آپ نارمل اسکول کے عملہ میں داخل ہوئیں۔ دو سال کے اندر ہی اسکول نے اتنی ترقی کی کہ کالج بنا دیا گیا اور ایک نیا اقامتی اسکول کھول دیا گیا۔ غرضیکہ پانچ سال تک انہوں نے تاریخ۔ اصول تعلیم اور اخلاقیات کی تعلیم دی۔

۱۹۱۰ء میں آپ کے خاوند نے دوسرا عقد کر لیا اس لئے آپ نے طلاق حاصل کی اور اس کے بعد ناولوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۹۱۰ء میں "ویران مندر" شائع ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں "نو دان" اور اس کے بعد "جدید توران" چھپی۔ ۱۹۱۱ء میں آپ نے انگلستان کا دوسرا سفر کیا۔ اور "جدید توران" وہیں لکھی۔ یہ کتاب ایک سیاسی اور قومی خواب ہے لیکن ممکنات سے بعید نہیں ہے۔ چنانچہ خالدہ کا عقیدہ ہے کہ یہ خواب کسی نہ کسی دن پورا ہو کر رہے گا۔ اس میں انہوں نے ایک آزاد اور جمہوری ترکی کا تصور پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی ساری قوم نے ان کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا۔ کتنی ہی تھوڑے خاندانوں میں ہی اس کے نسخے تھے حتیٰ کہ لوگ عام طور پر انہیں "جدید توران" کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے۔ وہ خود لکھتی ہیں کہ مجھے اس کتاب سے ہمیشہ محبت رہے گی کیونکہ اس نے بے خانماں اور بے یار و مددگار جوان سپاہیوں کے لئے جوش و خروش اور ولولہ و سرشاری کا وہ جوہر لطیف مہیا کیا جو ایک انسان کا غم غلط کر دیا کرتا ہے"

اگست ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان شروع ہوئی۔ اس جنگ کے دوران میں خالدہ ادیب خانم نے کمال مستعدی کے ساتھ اپنی خدمات مجروحین جنگ کی مرہم پٹی اور تیمارداری کیلئے وقف کر دیں۔ اس کیلئے ایک چھوٹا سا شفاخانہ استنبول میں قائم کیا جس میں ۴۰ مریضوں کے رہنے کا ہی انتظام تھا۔ بلغاری افواج سیاہ پوش اور قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد پناہ گزینوں اور شفاخانوں کی امداد کے لئے ایک غیر سرکاری انجمن قائم ہوئی۔ نسواں کلب نے اسی سلسلہ میں ایک جلسہ کیا اور دوسری مقررین کے علاوہ خالدہ ادیب خانم نے بھی امداد کے لئے پرجوش اپیل کی۔ اس کے بعد عورتوں کی یہ حالت تھی کہ زیورات اتار اتار کر پھینک رہی تھیں۔ کانوں سے بجائے بڑی طرح نوچ نوچ کر دے رہی تھیں اور انہیں یہ خبر نہ تھی کہ ان کے کانوں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔

۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۵ء تک مصلحین نے اصلاح و ترقی کی کوشش کی اور مستقبل کی تعمیر کیلئے نہایت مستحکم بنیادیں قائم کر دیں۔

۱۹۱۶ء میں جمال پاشا نے خالدہ ادیب خانم کو شام آنے کی دعوت دی تاکہ وہ صورت حالات کا مطالعہ کریں اور کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کریں کہ دمشق، بیروت اور لبنان میں زیادہ سے زیادہ اسکول کھولے جا سکیں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئیں۔ شام و لبنان کا دورہ کیا۔ اور ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے بڑی گرانقدر و مفید خدمات انجام دیں۔ لیکن ترکوں کو جلد ہی شام خالی کر دینا پڑا اور آپ کی یہ کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔

جنگ عظیم شروع ہوئی اور ختم ہو گئی۔ معاہدہ صلح پر دستخط ہو گئے۔ اور اتحادیوں کی فوجیں قسطنطنیہ میں داخل ہوئیں ترکی کا ہر مرد اور عورت اپنی اس ذلت و اہانت کو بڑی طرح محسوس کرتا تھا۔ لیکن یہ اتحادیوں کی افواج سلطنت کی شقاوت نہ تھی جس نے آپ کو بیدار کیا۔ بلکہ یہ سمرنا کے وہ مظالم تھے۔ جو یونانیوں نے وہاں کے لوگوں پر ڈھائے۔ آپ لکھتی ہیں کہ اس کے بعد میں سب کچھ بھول گئی اور اس وقت تک بھولی رہی جبکہ ۱۹۲۲ء میں سمرنا پر حیرت انگیز اقدام کیا گیا۔ دفعتاً میں اپنی انفرادیت اور اپنے آپ کو بھی بھول گئی۔ میرا ہر کام۔ میری ہر تحریر۔ میری زندگی کی ہر سانس اس "عظیم الشان قومی جنون" کا ایک جزو بن گئی۔

یہی وہ وقت تھا جب خالدہ ادیب خانم نے اپنی تاریخی تقریر کی۔ مجمع زمین پر تھا۔ اور آسمان پر اتحادیوں کے ہوائی جہاز منڈلا رہے تھے کہ آپ اٹھیں اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس جوش اور والہانہ انداز سے لوگوں کو مخاطب کیا کہ وہ بچوں کی طرح رونے اور چیخنے لگے۔ اس کے بعد جہاد آزادی شروع ہو گیا اور معرکہ آرا قسم کھائی جو آج جدید ترکی کی صورت میں نمودار ہے۔

اس کے بعد انجمن اتحاد و ترقی کے تمام سرکردہ ارکان گرفتار ہو گئے۔ آپ کی گرفتاری کی خبر اڑی لیکن مارچ ۱۹۲۰ء میں آپ قسطنطنیہ سے انگورہ چلی آئیں۔ یہاں اتفاق کی بات ہے۔ مصطفیٰ کمال۔ اور رؤف بے وغیرہ ایک ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جس پر قوم کو اعتماد ہو اور جو یونانیوں کو اناطولیہ سے نکال باہر کرے۔ خالدہ ادیب خانم نے اسوقت انگورہ میں ایک خبر رساں ایجنسی قائم کی جس کا مقصد ملک کے مختلف حصوں کو باخبر رکھنا اور غیر ممالک کے اخبارات کو صحیح اطلاعات بہم پہنچانا تھا۔ اسوقت آپکا عقد ثانی ڈاکٹر عدنان بے سے ہو چکا تھا۔ اور وہ بھی ملک کی آزادی میں پیش پیش تھے۔

مصطفیٰ کمال پاشا خالدہ ادیب خانم کی موجودگی کو اپنی کامیابی کے لئے فال نیک سمجھتے تھے چنانچہ سقاریہ کی فیصلہ کن جنگ شروع کرنے سے پہلے انہوں نے آپکو خاص طور سے بلایا۔ اس جنگ آزادی کا نقشہ پروفیسر ملکھانی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

" آزادی کی اس خوفناک جنگ میں ترکی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ساری قوم میدان میں نکل آئی۔ اور ترکی کے ہر گاؤں۔ ہر مکان اور ہر خاندان نے اپنا تن من دھن اس جنگ پر لگا دیا۔ سارا ملک ایک مسلح کیمپ بن گیا۔ اور ساری قوم نے گویا آگ سے غسل کیا۔ عورتیں اپنے ننھے ننھے بچوں کو اپنی پیٹھ پر باندھے ہوئے اپنے دونوں پر اسلحہ جات اور رسد رکھے ہوئے عین اسوقت گھمسان میں جاتی تھیں جہاں توپوں کی گرج اور گولیوں کی بوچھاڑ بڑے بڑے سورماؤں کے دل ہلا دیتی ہے۔ یہی وقت تھا جب خالدہ ادیب خانم قومی فوج میں کارپورل کی خدمت انجام دے رہی تھیں۔ اس کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا نے آپ کا عہدہ بڑھا دیا تھا۔

خالدہ ادیب خانم نے اس زمانہ میں بھی مجروحین کی تیمارداری اور علاج کی غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ پسپا ہوتے ہوئے یونانیوں نے بے دھڑک قتل عام اور آتش زنی شروع کر دی۔ آپ نے بہت سے مصیبت زدہ مقامات کا دورہ کیا۔ رپورٹ مرتب کی اور اس آڑے وقت میں بھی قوم کے کام آئیں۔ اس کے غم میں شریک اور اس کی مصیبتوں اور تباہیوں کی ساتھی بنیں۔

انگورہ میں مصطفیٰ کمال پاشا سے خالدہ ادیب خانم کی ایک یادگار ملاقات ہوئی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنی سوانح حیات کا تذکرہ لکھنے پر آمادہ ہوئیں۔ اس تذکرہ میں افراد اور واقعات کی نہایت واضح اور روشن تصویر کھینچی گئی ہے۔ اس کے

(باقی صفحہ ۲۹ کالم ۴ کے نیچے)

## اس کی موجودہ زندگی اور معاشرت

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ مقیم ٹوکیو۔ جاپان)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

جاپانی زندگی کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہاں تہوار اور کھیل تماشے بہت کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے عجائب خانے، آرٹ گیلریاں اور نمائشیں صنعت و حرفت کے طلباء کے لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہیں۔ جسمانی ورزشوں، کھیلوں اور ڈراموں کی ایک تماشاگاہ اتنی بڑی ہے کہ اس میں ساٹھ ہزار آدمیوں کی گنجائش ہے۔ جاپان میں کشتی ایک قدیم قومی کھیل ہے۔ اور ٹوکیو میں ماہ جنوری اور مئی میں اس کا ٹورنامنٹ بڑی دھوم دھام سے ہوا کرتا ہے۔ اور بہار و خزاں کے موسموں میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے۔

### صنعت و حرفت

صنعت و حرفت میں جاپان نے بے حد ترقی حاصل کر لی ہے۔ فن تعمیر، فن سنگتراشی سے لے کر مصوری اور نجاری تک میں کمال حاصل کیا ہے۔ بہت سے میوزیم ہیں جہاں قدیم صنعت و حرفت کے نمونے عجائب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان قومی خزانوں کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے گویا۔ اور نکو میں متعدد قسم کے قدیم آثار اور تاریخی مندر ہیں۔ ٹوکیو کی "پکچر گیلری" میں بہت سی تصویریں شاہنشاہ میجی کے عہد کے مصوروں کے شاہکار ہیں۔

### شہر کے حالات

جاپان میں بڑے بڑے شہر کثرت سے ہیں۔ اور تمام شہروں میں قدیم تاریخ اور جدید تمدن کے حالات دیکھے جا سکتے ہیں۔ ٹوکیو کی آبادی ساٹھ لاکھ ہے۔ اور دنیا میں یہ تیسرا بڑا شہر سمجھا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء کے خطرناک زلزلے کے بعد اس شہر کی جو دوبارہ تعمیر ہوئی ہے اس نے اسے حسن و دلکشی کا ایک نیا جامہ پہنا دیا ہے۔ سات منزلہ اور آٹھ منزلہ عمارتیں بہت ہیں۔ اور سڑکیں بہت چوڑی اور صاف ستھری ہیں۔

شہر اوساکا جاپان کا تجارتی مرکز ہے اور دنیا میں روئی کی سب سے بڑی منڈیوں میں اس کا شمار ہے۔ کیوٹو پہلا شہنشاہی دارالحکومت ہے۔ اور سیاحوں کے لئے بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ یہاں قدیم عہد کی فضا اب تک پائی جاتی ہے اور ہزاروں مندر اور شوالے موجود ہیں۔ دوسرا قدیم دارالحکومت نارا ہے۔ جہاں مہاتما بدھ کا ایک بہت بڑا مجسمہ ہے اور بہترین بڑی بڑی سیرگاہیں ہیں۔ یوکوہوما اور کوبی بین الاقوامی شہرت کی بندرگاہیں ہیں اور امریکہ اور یورپ آنے والے سیاحوں کے لئے جاپان میں داخلہ کے یہی دو دروازے ہیں۔

### جہاز رانی میں حسن انتظام

میں نے ساری دنیا کا سفر کیا ہے، دو بار جاپان اور تین مرتبہ چین گیا ہوں اور سفر میں مجھے برطانوی، امریکن، اطالوی اور جاپانی جہازوں پر سفر کرنا پڑا ہے۔ ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ جو آرام و آسائش اور گھریلو فضا جاپانی جہازوں پر ہوتی ہے وہ کسی پر نصیب نہیں ہوتی۔ خصوصاً این۔ وائی۔ کے (یعنی نپن یوسن کیشا) جہازوں کی سروس بہت قابل تعریف ہے جو مسافروں کی آرام رسانی میں ہمیشہ کوشاں رہتی ہے۔ تمام سیاحوں کا خیال ہے کہ جاپانی جہاز رانی نہایت منظم ہے۔ ہندوستان سے جاپان کا سفر کرنے کے لئے این۔ وائی۔ کے سروس بہت سستی اور آرام دہ ہوتی ہے اگرچہ اس سفر میں کچھ وقت زیادہ لگتا ہے مگر یہ صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ جاپانی جہازوں پر جاپانی شہروں کی صفائی اور نفاست پائی جاتی ہے افسر، ملازم اور خانساماں وغیرہ بہت خوش اخلاق ہوتے ہیں اور جہاز پر مسافروں کی زندگی کو مسرور اور دلچسپ بنانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کھانا بھی بہت اچھا پکتا ہے۔ کبھی کبھی جاپانی کھانے بھی پکائے جاتے ہیں اور اگر کوئی باورچی کو اچھی ہدایت دے سکے تو ہندوستانی کھانا بھی پکا دیا جاتا ہے۔

### جاپان میں ہندوستانی باشندے

کوبی میں تقریباً ایک ہزار ہندوستانی رہتے ہیں۔ اس شہر میں پہنچتے ہی ان کی موجودگی کا احساس ہو جاتا ہے۔ یہ سب ہندوستانی تاجر ہیں اور ہندوستان کے مختلف صوبوں مثلاً سندھ۔ گجرات اور پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ جو ہندوستانی یہاں آتا ہے اس کی خاطر مدارات بہت کرتے ہیں۔ کوبی میں ہندوستانی زندگی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان یہاں بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ یہاں کی انڈین نیشنل کانگرس کمیٹی۔ انڈین کلب، انڈین ومنز کلب، اور متعدد صوبجاتی کلب ان کی باعمل ہندوستانی زندگی کے آئینہ دار ہیں۔ ہر ہندوستانی یہاں سلام کی جگہ "بندے ماترم" کہتا ہے اور خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ہو، ہر نووارد ہندوستانی کی بیدی؟ [illegible] کرتا ہے۔ مسٹر اے۔ ایم۔ سہلانی اور مسٹر ایف۔ ایچ۔ علی کے گھر مہمان نوازی کے لئے مشہور ہیں۔ مسٹر علی انڈین نیشنل کانگرس کمیٹی آف جاپان کی سیکرٹری ہیں اور مشرق بعید میں ہندوستان کا قومی جھنڈا اسی کمیٹی لہراتی ہے۔ مسٹر ڈی۔ این۔ کپور بھی بہت ہی دلچسپ رفیق اور مہمان نواز میزبانوں میں ہیں۔

یہاں ایک "انڈین لاج" یعنی مہمان خانہ ہے جس میں ہندوستان سے آنے والے سیاحوں اور طلباء کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ جو ہندوستانی یہاں قیام کرے اسے صرف تیس روپے ماہوار میں کھانا اور رہائش کا انتظام کر دیا جاتا ہے اس کی عمارت بہت خوبصورت اور آرام دہ ہے اور جاپانی وضع کی بنی ہوئی۔ یوکوہوما میں بھی انڈین کلب ہے جس کی اپنی عمارت ہے اس کے صدر مسٹر مہتانی نہایت خوش اخلاق ہیں۔ کوبی میں ہندوستان کی تمام چیزیں ملتی ہیں۔ مگر اچھا گھی دستیاب نہیں ہوتا۔ جاپان میں سیاحوں کا ایک "بیورو" ہے جس کی شاخیں ملک کے ہر حصہ میں موجود ہیں حقیقت یہ ہے کہ جاپان

# ہندوستان کی حالت پر تبصرہ

از قلم شریمتی کشور سیٹھ بی۔ اے (آنرز) ایل۔ ایل۔ بی۔ پلیڈر دہلی

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

ہندوستان ایک بہت عظیم الشان ملک ہے۔ مختلف قوموں کے آدمی یہاں بستے ہیں۔ مذہبی تعلیم کم ہوتی جاتی ہے اور مغربی تہذیب و تمدن اپنا اثر کرتا جاتا ہے۔ ان مختلف رنگوں کی شکل چند اہم وجوہات یہ ہیں۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کے ساتھ ہی مغربی خیالات کا بھی اس ملک میں آنا ہوا۔ باشندگان ہند اپنے قدیم اصولوں اور طریقوں کی طرف سے ہٹ کر مغربی تہذیب کی آمد کے ساتھ ہی مختلف راہوں پر چلنے لگے۔ ادھر آپس کے تفرقات بڑھتے چلے گئے۔ انہیں لبرل خیالات کی آمد نے بڑی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ مغربی طریقۂ تعلیم نے نوجوانان ملت کو ایک ایسی روح پھونک دی ہے کہ ہندی نوجوان اپنی ملکی تہذیب کو گری ہوئی اور فرسودہ تصور کرنے لگے ہیں۔

آج یہ ملک اندھا دھند مغربی تہذیب کا شیدا اور دلدادہ نظر آتا ہے۔ ہر رئیس اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ کسی طرح غیر ممالک کی سیاحت کرے۔ اچھی چیز ہے اس سے فائدہ اٹھانے والے آدمی کم ہیں اور بگڑنے والے زیادہ۔ یہ بھی فخر سمجھا جاتا ہے کہ ہمارا آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی تعلیم پایا ہوا خواہ اس ملک میں آکر کتنا ہی نالائق اور بیوقوف ثابت ہو۔ تجربہ کہتا ہے کہ موجودہ مغربی تعلیم اور پیسا غیر ملک میں جا کر ادبی تعلیم حاصل کرنا بیکار مسئلہ ہے۔ مگر صنعتی و حرفتی تعلیم مفید ہے۔ حال ہی میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے دوران میں مسٹر ایس۔ کے۔ (Mr. S. K. ) پرنسپل گورنمنٹ کالج نے فرمایا ہے کہ طلباء کو تعلیم کے خیال سے ولایت بھیجنا بے سود ہے اور ان کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔

ملک کی آزادی کی جدوجہد شروع ہو جانے سے بہت امید افزا معلوم ہوتی ہے۔ آزادی کے خیال سے ہندوستانیوں کے لباس و خیالات میں بہت جلد تبدیلی شروع ہوئی ہے۔ مہاتما جی نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ ہندوستانیو! دیسی چیزوں کی قدر کرو۔ اپنے ملک کی تہذیب کو سمجھو اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے کوشاں رہو۔ مگر ہمارے بے سمجھ تعلیم یافتہ نوجوان اس بزرگ و قابل ہستی کے ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔ اور اپنے طریقوں سے باز نہیں آتے ہیں۔ ایک دن وہ وقت آئے گا کہ ہم مہاتما جی کے الفاظ کی تعظیم کریں گے۔ اور ان کے خیالات پر غور کریں گے۔ میں داد دیتا ہوں کہ اس قومی انجمن کی جس نے اس ملک کو پستی و تباہی سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر جو انگریزی تہذیب ہی کو ترقی کا راستہ سمجھتے ہیں۔ اگر مہاتما جی کے راستے میں بعض طبقوں کی رجعت پسندی حائل نہ ہوتی تو یہ ملک اپنے اصول میں کامیاب ہو گیا ہوتا۔ گول میز کانفرنس کے نمائندوں اور لبرل بھائیوں نے اس ملک کی کشتی کو ڈگمگایا۔ ہماری اپنی ہی غلط کاریاں ہم کو غلامی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ مگر ہم آج ترقی کرنے کی مضبوط خواہش پیدا کریں تو ترقی کر سکتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ لوگ اپنی پستی کو محسوس کریں اور بیدار ہوں اور یہ سمجھیں کہ بھارت دن بدن برباد ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اپنے بزرگان سلف کو یاد کر کے یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا بن گئے۔

موجودہ طریقۂ تعلیم نے ہمارے تمدن پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ بڑے بڑے ماہرین تعلیم نے یہ مان لیا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ کی بجائے نقصان پہنچا رہی ہے۔ نوجوان طلباء فیشن کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ اگر کسی گریجویٹ نے ٹائی، کالر یا پینٹ کا استعمال نہ کیا تو وہ تعلیم یافتہ ہی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اور سوسائٹی میں بیٹھنے کے قابل تصور نہیں کیا جاتا ہے۔

مہاتما جی نے صحیح فرمایا ہے کہ قومی کام کرنے والوں کے لئے اپنے ملک کی تاریخ اور تمدن کی واقفیت ضروری ہے۔ ہماری پستی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری ملکی ضروریات کیا ہیں اور ہم معاملہ میں مغرب سے سبق لینا چاہتے ہیں۔ اور ان ہی کی تقلید کرنا چاہتے ہیں۔

میں جس حد تک اس مسئلہ کو سمجھ سکا ہوں اس سے یہی نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ اس ملک کی ترقی اسی صورت میں ہے کہ ہم پہلے اپنی ملکی حالت اور تاریخ کو سمجھیں۔ اور مغرب کی صرف انہیں باتوں کی تقلید کریں جو ہمارے لئے بہتر اور مفید ہوں نہ یہ کہ اندھا دھند انہیں کے قدموں پر چلنے لگیں اور جو کچھ کہ اپنا ہے اس کو بھی کھو بیٹھیں۔

ہندوستانی ایک دوسرے سے ایک بات میں ملتے جلتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ سب اب بیسویں صدی میں مغربی تہذیب و تمدن کے غلام ہیں اور دنیاوی ترقی کو دیکھ کر اس کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ کھچے چلے جا رہے ہیں اور مغربی خیالات کے غلام ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو آزاد و بلند خیال تصور کرتے ہیں۔ اس کی اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم مغربی آزادی اور جمہوریت کے خیال کے ساتھ ساتھ اپنے قومی تمدن اور کیریکٹر کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

# حقیقی زندگی

(نتیجۂ فکر)

(از جناب گوپی ناتھ امن لکھنوی)

| | |
|---|---|
| عبث بغیر تلاطم کے زندگانی ہے | سکوں پذیر جوانی کوئی جوانی ہے |
| ہے راہرو وہی جو ہر قدم اچھلتا ہے | سنبھل کے راہ جو چلتا ہے خاک چلتا ہے |
| وہ مر چکے جو عزیز اپنی زندگی سمجھے | وہی ہیں زندہ جو مرنے کو دل لگی سمجھے |
| جو دل ہی جوش سے خالی وہ خاک ٹھہرا ہے | نہیں اگر کوئی سودا تو سر بھی کیا سر ہے |
| ہے اپنی رائے ذرا مختلف زمانے سے | غلط روی کہیں بہتر ہے ٹھہر جانے سے |
| شباب میں ہے تدبر تو کفر ثانی ہے | جو کھولتا ہے وہ خوں ہے ورنہ پانی ہے |
| نثار سجدۂ شکر اسکی بے نیازی پر | جھکے نہ سیل حوادث میں بھی کبھی جو سر |
| جو شرق کا تحمل ہے یا قناعت ہے | خطا معاف ہو وہ موت کی علامت ہے |

ہمیشہ آگ بھڑکتی رہے جو سینے میں
تو امن لطف بھی آتا ہے گا جینے میں

## میرا بائی

نہایت دلچسپ واپ ٹو ڈیٹ ڈرامہ قیمت ۱۲ آنہ پلاٹ لاثانی۔ گانوں کا انتخاب موزوں۔ کامک و ڈانس بہت ... حاجت مشاطہ نیست روئی دلآرام را ... خریدیئے۔ منیجر رسالہ بائسکوپ لال کنواں دہلی جگت پشنک بھنڈار بک سیلرز و پبلشرز دریبہ کلاں دہلی۔ لئیق احمد بک ہاؤس بنڈر سبزی منڈی سہارنپور۔ اقبال احمد متصل امام باڑہ کلاں سہارنپور۔ منیجر سلیمی پریس متصل بانس منڈی الہ آباد۔

جو اس کی ایجنسی سے فائدہ اٹھانا چاہیں ہم سے خط و کتابت کریں۔

کرم عظیم کہالہ ہار سہارنپور

## بیوی بدل لیجیے

بیوی من کے موافق نہ ہو تو بدل لیجیے اور لطف اندوز ہوں۔ بدزبان کو شیریں زبان، بدصورت کو خوبصورت، بدسلیقہ کو سلیقہ دار، کمزور کو طاقتور، پژمردہ کو خوشدل اور بیمار کو تندرست بنا لیجیے۔ اس کتاب مجلد رنگین ہمدرد خانہ میں ملیگا۔ ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ معہ محصول۔ ڈاکٹر ..... علی جی بی ... تلیواڑہ دہلی

# لباس!

## انسانی صحت، ذہنیت اور قومیت پر اسکا اثر

ماہرین سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح مختلف غذاؤں کا اثر انسانی جسم و اعضاء پر مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف لباس کا اثر بھی انسان کی صحت پر مختلف ہوتا ہے طبی نقطۂ نگاہ سے لباس کا کام یہ ہے کہ بدن کی حرارت کو قائم رکھے۔ اور اسے تیز دھوپ، شدید سردی اور شیر ہجر کی فوری بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ لیکن سائنس اور سائکولوجی اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر کہتی ہے کہ چونکہ خیال کا اثر صحت پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور انسان کے لباس اور خیال سے بہت قریبی تعلق ہے اس لئے مختلف قسم کا لباس بلند ہمتی یا پست ہمتی، مسرت اور غم، ارادہ کی طاقت یا کمزوری، خیالات میں روشنی اور تاریکی بھی پیدا کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر ملک کا لباس ایک طرح اور ایک وضع کا نہیں ہو سکتا۔ آب و ہوا کے اختلاف کے باعث لباس میں بھی اختلاف ضروری ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یورپ کا لباس ہندوستان کے لئے بھی بکار آمد ہے ترکی میں یورپین لباس ضرورتوں کی بنا پر اختیار کیا گیا۔ یورپ کی "تحریک عریانی" کا ہم تذکرہ کرنا نہیں چاہتے کیونکہ لباس کے مضمون کے سلسلہ میں اس کی حیثیت نفی کی ہے۔

### لباس اور ذہنیت!

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کی ذہنیت بڑی حد تک اسکے لباس، اس کی ظاہری وضع قطع اور اس کے ماحول کی پیداوار ہوتی ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی ظاہری وضع قطع باطنی حالات سے مختلف ہوتی ہے، اگر یہ کلیہ نہیں ہے، مستثنیات میں ہے۔ اگر کوئی شخص بہت بڑی مالا گلے میں پہنتا ہے اور جسم پر بھبھوت مل لیتا ہے تو اس کی ذہنیت پر خواہ اصلی ہو یا مصنوعی یہ اثر ضرور ہو گا کہ وہ ایک تارک دنیا جوگی ہے۔ اسی طرح بڑے جبہ اور دستار و کلاہ والے صوفی کے لئے مجلس سماع میں حال قال کرنا اس کے فرائض میں داخل ہو گا۔ غرض یہ ہے کہ اس کی وضع اور اس کا ماحول اسے ایک مناسب حال ذہنیت پیدا کرنے کے لئے مجبور کر دیگا۔

### لباس اور قومیت

ذہنیت کی منزل سے آگے بڑھ کر قومیت کا مسئلہ آجاتا ہے۔ کیونکہ ہر قوم افراد کے مجموعہ کا نام ہے، اور انہیں افراد کا لباس اس قوم کا لباس سمجھا جاتا ہے۔ اسی سے "قومی لباس" کا لفظ وجود میں آیا ہے۔ دنیا کی ہر قوم اپنے لباس میں ایک امتیازی صورت رکھنا پسند کرتی ہے، جو یقیناً اس ملک کی حالت، طبیعت اور آب و ہوا سے متعلق ہوتی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسے مختلف ممالک کے مختلف قومی جھنڈے ہوا کرتے ہیں

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف قومیں اور ملتیں آباد ہیں۔ فرقوں کے لباس جداگانہ ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ مذہب کو سیاسیات سے جدا رکھ کر تمام ہندوستانیوں کو ایک قوم بن جانا ضروری ہے خواہ یہ کام آج ہو یا کل ہو۔ یا ایک مدت کے بعد ہو۔ ممکن ہے لباس اور وضع کا کچھ نہ کچھ اختلاف باقی رہے یا رفتہ رفتہ یہ بھی مٹ جائے مگر چونکہ کانگریس ہی ہندوستانی قومیت کی نمائندہ ہے اور مشترکہ قومی زندگی اور اتحاد کی علمبردار ہے۔ اس لئے جس طرح کانگریس کا جھنڈا ہندوستانی قوم کا مشترک جھنڈا ہے اسی طرح کانگریسیوں کے لباس میں ایک گاندھی ٹوپی بھی ہے جس کے متعلق کانگریس پارلیمنٹری بورڈ نے یہ ہدایت کی ہے کہ اسمبلی میں کانگریس کے ہر نمائندہ کو یہی ٹوپی پہننی چاہیئے۔ ہم یقیناً اسے مشترکہ قومیت کی نشانی سمجھتے ہیں اور اس مستحسن فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لباس اور قومیت دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں یعنی متحدہ قومیت سے متحدہ لباس اور متحدہ لباس سے متحدہ قومیت پیدا ہوتی ہے۔ تمام کانگریسیوں میں خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں کم از کم دو چیزیں ضرور مشترک ہونی چاہئیں: "کھدر اور گاندھی ٹوپی"

# آئینہ خیال

## مہاتما گاندھی مغربی شاعری میں

یہ تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مہاتما گاندھی جیسی عظیم الشان شخصیت دنیا میں کہیں صدیوں میں رونما ہوتی ہے ایسی شخصیت کی عظمت کا ثبوت یہی ہے کہ وہ تمام اقوام کے دلوں میں گھر کرلے۔ اور صرف ان کے خیال ہی میں نہیں بلکہ ان کے ادب و شعر میں بھی داخل ہو جائے چنانچہ مہاتما گاندھی کی مقدس ذات نے مغربی شاعری پر بھی اثر کیا ہے۔ ذیل میں ہم میل ڈنکن کیپ کی ایک تازہ ترین نظم کا جو مہاتما گاندھی کے متعلق لکھی گئی ہے ترجمہ ذیل کرتے ہیں۔ جو ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مختصر سا انسان ——— دبلا پتلا اور کمزور
جو جسمانی طاقت کے تمام ظاہری نشانات سے پاک ہے
ننگے پیر چلتا ہے اور اپنی نیم برہنگی میں دلکش شخصیت کا مالک ہے۔
اگر شریر لڑکے راہ چلتے اس پر پتھر پھینکیں
اور لوگ مذاق اڑائیں یا مضحکہ اڑائیں، جب بھی وہ پروا نہیں کرتا۔
(یہ وہ رتبہ ہے جو پیغمبروں کی روایات سے تعلق رکھتا ہے۔ ایڈیٹر)
اس کی جیب میں چاندی سونے کے سکوں اور چابیوں کی جھنکار نہیں ہوتی۔
نہ کوئی ایسی تھیلی اس کے پاس ہے جو اس کی بیش بہا ملکیت اور چیزوں سے بھری ہو
صرف بکری کا تھوڑا سا دودھ اس کی غذا ہے اور ایک چرخہ
جس پر اس کے مقدس ہاتھ سوت کاتا کرتے ہیں
وہ غریب ہے، نیم برہنہ ہے۔ لیکن اس کی روح آزاد ہے
وہ روح جو دنیوی چیزوں کی کثرت کی زنجیروں میں بندھی ہوئی نہیں ہے
یہ وہ زنجیریں ہیں جو انسان کی روح کو قید کر کے اسے ایک ایسے پہیئے میں جکڑ دیتی ہیں
جو متواتر بلا تکان چکر کھاتا رہتا ہے
دنیا کی چیزوں کو گھن کے کیڑے اور زنگ کھا جاتے ہیں
اور چور گھر میں گھس کر انہیں چرا لیتے ہیں
لیکن یہ مختصر سا انسان کوئی چیز نہیں رکھتا۔ اور سب کچھ رکھتا ہے
اس پر خود غرضی کا کوئی بار نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان کی بھلائی اور ضرورتوں کا بار ہے۔
نہ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار ہے، بجز ایک مضبوط ارادے اور قوت مدافعت کے
جس سے وہ لالچ، ناانصافی اور ذات پات کے غیر مساوی حقوق کا مقابلہ کرتا ہے
وہ اپنے ملک کی سب سے بڑی طاقت ہے اور دنیا کی بہترین مثال ہے۔
اگر اس زمانہ کے تمام لیڈر اس جیسے ہو جائیں
اور لوگ اپنی خود غرضی اور ذاتی نفع کے لئے اپنے مقاصد سے باز آئیں
اور اپنی اس زنجیر کو توڑ دیں جس میں ہزاروں کڑیاں ہیں
اور اپنے بھائیوں کے مقصد کو اپنا مقصد بنا لیں اور اسے ایک مقدس امانت سمجھیں
تو خدا کی وہ حکومت اور سلطنت یقیناً دنیا میں قائم ہو جائے جس کی بنیاد ہو

"اتحاد"

## مُردہ انسان کو زندہ کرنیکی کوشش

سائنس کا تازہ ترین اور نہایت حیرت انگیز کرشمہ یہ ہے کہ کیلی فورنیا میں امریکن ڈاکٹر رابرٹ کورنش نے ایک مردہ کتے کو زندہ کر دیا ہے۔ اس کا نام تیرہ ہے۔ اس لئے کہ اپریل کی تیرھویں تاریخ کو اسے ایتھر کے ذریعہ مار ڈالا گیا تھا۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربہ میں سب سے پہلے تین چیزوں کو پیش نظر رکھا ایک تو ساکت قلب کو متحرک کر دینا دوسرے دوران خون جاری کرنا۔ اور تیسرے جسم کی حرارت کو قائم رکھنا۔ بیسیوں مرتبہ کوشش کرنے کے بعد ڈاکٹر

(باقی اگلے صفحہ پر)

پنجاب کی نئی اسمبلی کے واقعات میں سب سے عجیب واقعہ "حلف وفاداری" کا تھا۔ اگرچہ ممبروں میں ایسے افراد بہت قلیل تھے بلکہ اب بھی ہیں۔ ان کی تعداد کم ہے۔ لیکن پیشیشن اپنی شان و شوکت سے جاری رہ کر خوش ہوں گے۔ اگر ممبر اپنے حلف وفاداری کی اور دوسرے اور غلطی کرتے ہیں وہ اپنی شان کو صاف ہو جائے گا۔ ایک معاصر کی یہ تجویز قابل غور ہے۔ کہ اب حلف وفاداری کا کام خود اسمبلی انجام دے۔ اور لوگ اسی امام یا پجاری کے ہاتھ میں بکنے چلے جائیں۔

---

راجہ صاحب نے طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "صرف کتابیں پڑھنا اور امتحان پاس کر لینا کافی نہیں ہے"

بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ اصلی کام تلاش معاش ہے۔ اور فی الحقیقت بیکاری بہت بڑھ گئی ہے۔

---

معاصر بمبئی کرانیکل کا نامہ نگار دہلی انگریزی میں کہتا ہے کہ "مولانا شوکت علی اور ان کی پارٹی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے پیر کے نیچے گھاس اگنے نہ پائے"

جو گھاس مولانا شوکت علی جیسے بھاری بھر کم آدمی کے پیر کے نیچے نکلے اس کی پامالی کی حالت یقیناً قابل رحم ہو گی ؎

ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

---

ہندوستان کے ایک "خیر خواہ" لارڈ راجر سر مہدی (؟) نے ہندوستان کو مشورہ دیا ہے کہ "خدا کے لئے فیڈریشن سے باہر نہ رہیں"

ہمارا خیال ہے کہ آپ نے اپنے لئے تو باہر رہ سکتے ہیں لیکن خدا کے لئے باہر نہیں رہ سکتے۔

---

لارڈ ارسکن نے مدراس کونسل میں کہا ہے کہ "تحفظات صرف اس وقت استعمال میں لائے جائیں گے جب کوئی انتہائی خرابی پیدا ہو جائے۔ لیکن مدراس کونسل سے ابھی امید نہیں کی جاتی"

کون جانتا ہے مستقبل میں کیا ہو؟ جنوبی ہند بھی انتہائی خرابی کی منزل تک پہنچ جا سکتی ہے۔

مرت سے حیات بخش ترکیب ٹیکہ ہیں صرف تین جزو ہیں۔ اس آب حیات نے موت اور خلقی سے نجات کی خلیج کو پاٹ دیا۔ وہ کتا زندہ ہو گیا۔ اور اب پھر چلتا پھرتا ہے صرف اس کے پاؤں میں کوئی بیماری ہے جو اب تک اچھی نہیں ہوئی ہے۔ ڈاکٹر موصوف اب مردہ انسانوں کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اور ان کو یقین ہے کہ جانوروں کی نسبت انسان پر یہ تجربہ زیادہ کارآمد ثابت ہو گا۔ اس سلسلہ میں کچھ مردوں اور عورتوں نے دوبارہ زندہ ہونے کی امید میں مرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے اپنی جان عزیز کو اس طرح خطرے میں ڈالنا ان کی ہمت کا قابل داد ثبوت ہے۔ پہلے ڈاکٹر موصوف ان کو ماریں گے اور خیال کیجئے کہ اگر تجربہ ناکامیاب رہا تو کیا ہو گا۔ ؟

## مضبوط اور نہ کھلنے والی گرہ

مہاتما گاندھی نے جامعہ ملیہ دہلی میں خالدہ ادیب خانم کے دوسرے لکچر کے موقع پر صدارت کرتے ہوئے بعض ایسی باتیں ارشاد کی ہیں جو ہندوستان کے لئے چراغ راہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ مہاتما جی نے فرمایا کہ :-

"خالدہ ادیب خانم کے لکچر بہت مفید ہیں اور اس معنی میں اور بھی بیش قیمت ہیں کہ دونوں ممالک یعنی ہندوستان اور ترکی کو قریب ترلاتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں اور دونوں کے درمیان ایک نہ کھلنے والی گرہ ہے۔ اس لئے نہیں کہ دونوں نے مصیبتیں جھیلیں ہیں بلکہ اس لئے کہ ترکی میں بھی مسلمان ہیں جو ہمارے بھائی ہیں اور ہماری ہی ہڈیوں کی ہڈی ہیں" ہم امید کرتے ہیں کہ مہاتما گاندھی کے اس ارشاد سے ملک کو فائدہ ہو گا اور مسلمانان ہند قومیت اور قوم پروری میں اپنے فرائض کا احساس کریں گے۔

## شادی اور خانہ آبادی

کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر سیل فرانکلٹ نے ۵۰۰ شادی شدہ عورتوں کے حالات کا پتہ لگا کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو عورتیں اپنے گھروں سے باہر ملازمت کرتی ہیں وہ بھی گھریلو انتظامات اور گھر کی دیکھ بھال میں پورا حصہ لیتی ہیں اور ان کا فاضل وقت بہ مقابلہ ان عورتوں کے جو گھر کے کاموں سے الگ تھلگ رہتی ہیں زیادہ

بچپن سے گزرتا ہے۔ لیکن جب ایک گھر میں بیوی اور شوہر دونوں کمانے والے ہوتے ہیں اور خصوصاً اس حالت میں جب عورت کی آمدنی مرد سے زیادہ ہوتی ہے تو شوہر اپنی حیثیت کی پستی کا احساس کرتا ہے۔ اس لئے ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ کامیاب شادیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرد کے کیرکٹر میں بعض مردانہ خوبیاں ہوں اور خانہ داری کو شوہر اور بیوی کا ایک مشترکہ کام سمجھیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو ابتدا سے اس طرح کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ ان خیالات میں ہندوستانی سوسائٹی کے لئے جو نئی روشنی میں پرورش پا رہی ہے اور جہاں عورتوں اور مردوں کے ازدواجی رشتہ اور ناو پر نگاہ میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں بہت مفید نصیحتیں پنہاں ہیں۔

## فرقہ پرستانہ اوہام

انگلستان کے اخبار "ڈیلی ٹیلیگراف" میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں اس امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ ہندوستان اب فرقہ پرستانہ اوہام کی زنجیروں کو توڑ رہا ہے۔ اگر یہ حقیقت صحیح زاویہ نگاہ سے دیکھی جاتی تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے۔ لیکن صاحب مضمون اس کی دلیل ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

"کچھ دن ہوئے کہ میں نے نوروز کے موقع پر دیکھا کہ برہمن اور اونچی ذات کے دوسرے ہندو ایک نیچی ذات کے ہندوستانی کلکٹر اور مجسٹریٹ کے گلے میں اعزاز کے خیال سے بہت سے ہار پہنا رہے ہیں"

اس مضمون کے لکھنے والے صاحب یا انسانی فطرت سے بالکل ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر ایک معاملہ کو غلط روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر کوئی اونچی ذات والا کسی ہریجن کلکٹر کو ہار پہنائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اوہام پرستی سے مبرا ہو گیا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ افسران حکومت کی خوشامد میں سرگرم ہے۔ وہ ہار خلوص کے ساتھ کسی ہریجن کے گلے میں ڈالا نہیں جاتا بلکہ ضلع کے کلکٹر کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

اس خیال میں ہم ڈیلی ٹیلیگراف سے متفق ہیں کہ اگر ہندوستانی اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اپنے خانگی اختلافات کو خود دور کر کے مطمئن ہو جائیں گے۔ اور یقیناً اس کے بعد فرقہ پرستانہ اوہام باقی نہ رہیں گے۔

کانگریس کے صدر اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"لوگ ہمیشہ مسلسل دار چینیوں اور مقوی معاجین پر زندگی بسر نہیں کر سکتے"

لبرل حضرات تو انہیں چیزوں پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

---

خبر ہے کہ بسنتاؤن میں ایک پہاڑی سے گرم بخارات نکل رہے ہیں اور لوگوں کو ڈر ہے کہ وہ کوئی جوالا مکھی پہاڑ نہ ہو۔

نئی دہلی کی اسمبلی سے بھی گرم بخارات نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ مگر یہاں کوئی ڈر نہیں کیونکہ لارڈ ولنگڈن اس جوالا مکھی پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

---

حاکم اور محکوم قوموں کے درمیان جس چیز کا نام معاہدہ ہے وہ بہت دلچسپ ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح کا ایک معاہدہ اطالیہ اور ابی سینیا (حبش) کے درمیان ہوا ہے جس کا اصلی جزو یہ ہے کہ "موجودہ حالت قائم رہے گی"

بجا اور درست ہے موجودہ حالت قائم رہے گی اور شیر بکری کو نگلتا رہے گا۔

---

مشہور سائنس دان پروفیسر اینسٹین کہتے ہیں کہ "ممکن ہے کہ یہ عالم کائنات غیر محدود ہو"

لیکن سوال یہ ہے کہ اس غیر محدود عالم میں بیکاروں کے لئے کہیں کام یا ملازمت ہے یا نہیں بھی۔

---

سوویٹ روس کے ڈکٹیٹر اسٹیلن نے ایک نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جو یہ ہے :-

"مشین سے پہلے آدمی"

یہ دور بہتر ہے کیونکہ اس سے پہلے کی پالیسی دوسری تھی۔

"بندوق کے سامنے آدمی"

---

سر ہنری کریک نے یقین دلایا ہے کہ حکومت کے اینٹی ولیج ایسوسی ایشن سرکلر کا ماخذ دہلی کے امپیریل سکرٹریٹ سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے باہر ہوا تھا۔ مسٹر ستیہ مورتی نے اپنی جیب سے سرکلر نکال کر دکھلا دیا۔ غرض یہ کہ یہ چھپی بھی اب مرکزی نہیں بلکہ صوبجاتی ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں سازش کے متعلق اب کیا خیال ہے۔

## سبب گھبراہٹ



مہاتما گاندھی :- ایسی بے ضرر چیز سے کیوں ڈرتے ہو؟ عدم تعاون اور سول نافرمانی تو ہم نے بند کر دی ہے۔

# غیر ملکی سیاسیات کا آئینہ

## یورپ کی دلچسپ دوڑ



کیا یہ نوجوان جیتے گا؟ (ریویو آف ریویوز)

## مسٹر ہنڈرسن اور امن کا فرشتہ



مسٹر ہنڈرسن (صدر) :- اے فرشتے تو کیا دیکھتا ہے؟ اسی کا نام تو امن ہے (مارننگ پوسٹ)

از شریمت موہن لال بھٹناگر ایڈووکیٹ

# تہذیب کی رفتار نمبر (۱۱)

## تجارتی خراج!

خاص تیج ویکلی کے لئے

اگر کمزور سے کوئی چیز چھین لی جائے تو اُسے لوٹ کہتے ہیں۔ لیکن اگر کمزور سزا کے خوف سے خود وہ چیز دیدے تو اسے بھینٹ کہتے ہیں۔ رعایا جو بھینٹ اپنے حکمران کو دے اُسے آجکل ٹیکس کہتے ہیں۔ اور جو بھینٹ ایک ملک کا حکمران دوسرے ملک کے حکمران کو ادا کرے اُسے اردو میں خراج کہتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ماتحتی یا کمزوری کے جرمانہ کا نام خراج ہے۔ نادرشاہ کی لوٹ آجتک مشہور ہے۔ بلکہ ضرب المثل بن گئی ہے۔ اس لوٹ میں وہ ۵۰ کروڑ روپیہ کا تخت طاؤس لے گیا تھا اور اسی قدر باقی لوٹ کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ گویا اس کی لوٹ ایک ارب دس کروڑ روپیہ کی تھی۔ تہذیب نے ترقی کی اور مفتوح ممالک سے سالانہ خراج لینے کا قاعدہ مقرر ہوا۔ یہ طریقہ کم بے رحمانہ تھا۔ مگر مالی لحاظ سے زیادہ نقصان دہ تھا۔ تہذیب اور بڑھی اور خراج لینے کے کئی طریقے نکل آئے۔ جن کو سمجھنا اور بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ یہ سیدھی سادی بات نہیں ہے۔ بلکہ بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ پرانے زمانہ میں تو مفتوح قوموں سے ہی خراج لیا جاتا تھا۔ مگر آجکل خودمختار آزاد قوموں سے بھی خراج وصول کیا جاتا ہے۔ کن کن طریقوں اور ترکیبوں سے۔ اس کو تو مدبر ہی جان سکتے ہیں۔ ہمیں جو دو چار موٹی موٹی باتیں معلوم ہیں عرض کئے دیتے ہیں۔

عقلمندوں کا قاعدہ ہے کہ آمدنی میں سے ہر سال کچھ نہ کچھ بچت کرتے رہتے ہیں۔ سادہ دل لوگ کھا پی کر برابر کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں آئی چلائی رہتی ہے۔ مگر کوتاہ اندیش آمدنی خرچ کر کے بزرگوں کے اندوختہ میں سے نکالتے رہتے ہیں۔ اگر اندوختہ نہ ہو یا ختم ہو جائے تو قرض لینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا جو حشر ہوتا ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود بہتر قیاس کر سکتے ہیں۔ مگر حالات سب کے یکساں نہیں ہوتے عقلمند ہوتے ہوئے بھی لوگ مقروض ہو جاتے ہیں۔ اور کوتاہ اندیش ہوتے ہوئے بھی لوگ مالدار ہوتے جاتے ہیں۔ جس گھر میں خاوند جابر ہو اور اس کی چلتی ہو یا بیوی ہی موئل ہو۔ اگر خاوند چاہے تو خرچ آمدنی سے نہیں بڑھنے پاتا۔ مگر جب خاوند ہی زن مُرید ہو تو مرد کی مرضی نہیں چلتی۔ بلکہ مرد کو عورت کی فرمائش کے مطابق کمائی کرنی پڑتی ہے۔ جو حالت افراد کی ہے وہی قوموں کی ہے۔ شخصی حکومت میں حکمراں کی حیثیت جابر خاوند کی اور جمہور میں زن مرید خاوند کی ہوتی ہے جمہوری رعایا تند مزاج عورت ہوتی ہے۔ اور شخصی حکومت کی رعایا مریل بیوی ہوتی ہے۔ آمدنی کے ذریعہ تو آجکل بے شمار ہیں مگر جن سے عام لوگوں کو واسطہ پڑتا ہے۔ وہ زمینداری۔ ساہوکاری اور سوداگری ہیں۔ زمینداری میں سرمایہ مستقل طور پر لگ جاتا ہے اور اس سے جو منافع ہوتا ہے وہ بعض اوقات سرمایہ پر سود کے برابر بھی نہیں ہوتا۔ مگر عکاسی زیادہ ہوتی ہے۔ مزارعہ مزدور کسان سبھی اس کے رحم پر ہوتے ہیں۔ گاؤں کا دہ مالک ہونا بڑی بھاری طاقت ہے۔ زمینداری تو بڑھتے بڑھتے راجہ اور نواب کہلانے ہیں۔ یا انہیں کیا ہے۔ بڑی زمینداری کا دوسرا نام ہی تو ہے۔ ساہوکاری کی اگرچہ پرانے زمانہ میں بہت بڑی اہمیت نہ تھی مگر آجکل زر ایک مسلمہ طاقت ہے۔ مگر ساہوکار میں اپنا قرضہ وصول کرنیکی طاقت ہو یا حکومت کے دباؤ سے اس کا قرضہ وصول ہو سکتا ہو۔ زمینداری کا منافع اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ سود میں جو نفع ہے وہ زمینداری میں کہاں۔ زمینداری میں تو جھنجھٹ ہیں۔ زمین صاف کرو۔ ہل چلاؤ۔ بیج ڈالو۔ آبپاشی کرو پھر کہیں چھ ماہ بعد فصل کا منہ دیکھو۔ اگر کہیں دیوتا ناراض ہو جائیں بارش نہ ہو یا کیڑا لگ جائے تو تمام محنت برباد۔ اگر قسمت اچھی ہوئی فصل پک گئی تو مزارعہ سے فیصلہ کرو۔ سرکار کو آبیانہ اور معاملہ دو۔ منڈی میں لے جا کر فروخت کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا بچتا ہے۔ ساہوکاری میں کوئی سر دردی نہیں۔ روپیہ دیا۔ تمسک لکھوایا اور گھر آرام سے بیٹھ گئے۔ اسی وقت سے منافع کا حساب لگ جاتا ہے۔ وقت آیا اور روپیہ مع سود وصول کر لیا۔ بہت سے حالات میں تو یہ حقیقت ہے کہ زمیندار تمام محنت ہی ساہوکار کے لئے کرتا ہے گاؤں میں زمیندار اور شہروں میں کارخانہ دار ساہوکار کے دست نگر رہتے ہیں۔ کارخانہ دار بھی ہزاروں پاپڑ بیلتا ہے۔ پھر کہیں روپیہ کا منہ دیکھتا ہے۔ مگر ساہوکار چپکے سے آتا ہے اور منافع کا حصہ بٹا لے جاتا ہے ساہوکار کو صرف ایک بات دیکھنی پڑتی ہے کہ آسامی معتبر ہو اور بس۔ بسا اوقات زمیندار اپنی زمینداری اور کارخانہ دار اپنا کارخانہ ساہوکار کو قرضہ کی ادائیگی میں دے بیٹھتے ہیں۔ لیکن جو شخص زمیندار بھی ہو اور ساہوکار بھی۔ اس کی طاقت اور دولت کا کیا کہنا ہے۔

تیسرا ذریعہ آمدنی کا سوداگری ہے۔ پرانے زمانہ میں سفر خطرناک تھا۔ چور اور ڈاکو رستہ میں لوٹ لیا کرتے تھے۔ اس لئے سوداگری بھی جان جوکھوں کی بات تھی۔ مگر جب سے سٹیم اور بجلی ایجاد ہوئی ہیں سوداگری میں بڑی آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر حالات موافق ہوں تو سوداگری زمینداری اور ساہوکاری دونوں سے بہتر ہے۔ زمیندار اپنی زمین کے ساتھ بندھا رہتا ہے جہاں زمین وہیں اس کی رہائش۔ وہیں اس کا کاروبار وہیں اس کا دھن دولت۔ وہیں اس کی حکومت۔ جو زمیندار اپنی زمینداری میں نہیں رہتے اُن کا انتظام بگڑ جاتا ہے اس لئے زمینداری مقامی چیز ہے۔ ساہوکاری میں اگرچہ اتنی لاچاریاں نہیں جتنی کہ زمینداری میں ہیں مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔ وہ گھر سے روپیہ نکال کر دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ زمیندار اور کارخانہ دار کی جائداد اس کے اپنے ہاتھ اور قبضہ میں ہوتی ہے مگر ساہوکار کی مایا دوسروں کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ زمیندار اور کارخانہ دار کے بگڑنے کے ساتھ ہی ساہوکار بگڑ جاتا ہے۔ زمیندار اگر بد دیانت ہو تو ساہوکار کو اس کے رحم پر رہنا پڑتا ہے جو وہ دے وہی لینا پڑتا ہے ساہوکار کی بے بسی دیکھنی ہو تو عدالت دیوالیہ میں جا کر ملاحظہ کرو۔ منافع تو درکنار اصل میں سے ۱۲ آنہ فی روپیہ پلے پڑتا ہے۔ ایک مشہور قانونی کہاوت ہے کہ ساہوکار کی مشکلات اس وقت شروع ہوتی ہیں جس وقت اسے ڈگری مل جاتی ہے۔ زبردست مقروض سے روپیہ وصول کرنا بڑی بھاری مصیبت ہوتی ہے سوداگری میں نہ زمیندار جیسی بے بسی نہ ساہوکار کی لاچاری ہے۔ سوداگر کسی مقام کا پابند نہیں ہوتا نہ اس کی مایا بیگانے قبضہ میں ہوتی ہے۔ نہ اس کا منافع کسی وقت یا دفعہ کے طابع ہوتا ہے۔ ایک جگہ سے مال خریدا۔ دوسری جگہ فروخت کر دیا۔ فوراً سوائے ڈیوڑھے کر لئے جس قدر سود ساہوکار ایک سال کے بعد لیتا ہے اور جس قدر منافع زمیندار بارہ ماہ کے بعد اٹھاتا ہے سوداگر چند دنوں اور بسا اوقات چند گھنٹوں میں لے لیتا ہے مال کو ہاتھ پیچھے لگانے دیتا ہے پہلے دام رکھوا لیتا ہے۔ ایک جگہ پسند نہ آوے تو بدھنا بوریا اٹھا کر دوسری جگہ چل دیتا ہے۔ اس کو صرف ایک بات دھیان میں رکھنی پڑتی ہے کہ اس کے مال کی مانگ کہاں ہے اور کتنی ہے۔ مال کی کھپت میں اس کی کامیابی کا راز ہے سوداگر کو نہ تو زمیندار کی طرح قحط کا ڈر ہوتا ہے اور نہ ساہوکار کی طرح مقروض کے دیوالیہ ہونے کا اندیشہ۔ اگر وہ چاہے تو اپنا اسباب نیلام کر کے کھڑے پیر اپنی لاگت وصول کر لے۔ سوداگری کا ایک مقولہ ہے کہ "ایک کے دوگنے کی نسبت سو کے سوائے اچھے" جس کا مفہوم یہ ہے کہ تجارت وسیع پیمانہ پر منفعت بخش ہوتی ہے ان پیشوں یا ذرائع آمدنی کی کامیابی کا بھید اس طرح پر ہے

(۱) زمینداری۔ زمین عمدہ اور ذرائع آبپاشی کافی ہوں۔ مزارعہ محنتی اور کام کرنے والے ہوں۔ مزارعوں اور کاشتکاروں سے وصولی کا انتظام معقول ہو۔

(۲) ساہوکاری۔ قرضہ وصول کرنیکی طاقت

(۳) سوداگری۔ مال کی کھپت بہت زیادہ

شخصی حکومت چونکہ ایک شخص کی ہوتی ہے اس لئے اس میں وہ تمام خواہشات و جذبات پائے جاتے ہیں جو ایک واحد انسان کے ہوتے ہیں۔ جمہور چونکہ تمام رعایا کی ہوتی ہے اس میں وہ تمام علامات اور اوصاف ملتے ہیں جن کا تعلق جماعت سے ہوتا ہے۔ شخصی حکومت میں انتظام سلطنت کا اچھا یا برا ہونا حکمران کی شخصیت پر منحصر ہوتا ہے اگر راجہ نیک اور عقلمند ہے تو رعایا سکھی ہو جاتی ہے۔ اگر راجہ کم عقل اور بد چلن ہو تو رعایا دکھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ حکومت وراثت کے اصول پر ملتی ہے اور انسانی عمر محدود ہے اس لئے انتظام حکومت میں جلد جلد تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ جمہوریت میں حکومت بذریعہ انتخاب ملتی ہے۔ اور کئی شخصوں کی مشترکہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں تبدیلی آسانی سے نہیں ہوتی۔ شخصی حکومت میں حکمران دیکھتا ہے کہ موت جلد یا دیر سے ضرور آئے گی۔ اس لئے اس میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی قدرتی خواہش ہوتی ہے۔ وہ بسا اوقات فیاض بھی ہوتا ہے مگر جمہور میں یہ بات نہیں وہاں تو ہمیشہ بیوپار اور بیوپار کے اصول پر کام ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی ممبر کام چھوڑ دے یا مر جائے تو جمہور پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ دوسرا اس کی جگہ آ جاتا ہے۔ چونکہ جماعت جمہور قائم رہتی ہے اور اس کی زندگی دائمی ہوتی ہے شخصی حکمران سوداگری اور بیوپار میں اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ مگر جمہور میں منافع مقدم ہوتا ہے خواہ کسی طریقہ سے آئے۔ خراج میں کیا چیز لی جائے یہ حکمران کی خواہش پر منحصر ہوتا ہے۔ مروج طریقہ یہ تھا کہ سالانہ ایک مقررہ رقم لی جاتی تھی۔

جمہور جب کسی ملک کو فتح کرتی ہے تو سب سے پہلے ریلوے بناتی ہے۔ امن امان قائم کرتی ہے جنگل کٹوا کر زمین صاف کی جاتی ہے۔ نہریں بنا کر آبپاشی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مفتوح ملک کے ہر ایک ذریعہ آمدنی کو بڑھایا جاتا ہے۔ رعایا کو خوش رکھنے اور خوشحال بنانے کی ہر ایک ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ مفتوح ملک کی بھلائی یا ہمدردی کا جذبہ دل کے اندر ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ فاتح قوم کے لئے ذریعہ آمدنی نکالا جائے فاتح قوم کے افراد بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کئے جاتے ہیں ان کے لئے استعماریہ۔ مالی۔ ریلوے۔ نہر اور دیگر محکموں میں آسامیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ شخصی فاتح تو مفتوح ملک میں اپنا ایک نائب مقرر کر کے سالانہ خراج

(باقی مضمون صفحہ (۱۶) پر)

# شیر کا شکار

**از جناب شوکت تھانوی**

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

(جملہ حقوق محفوظ)

HAMID ALI KHAN.

شیر۔ جی ہاں شیر!! پھر اس کا شکار، کیا کوئی آپ معمولی بات سمجھے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں جاڑوں میں پسینہ آجاتا ہے۔ اور گرمیوں میں لرزہ۔ خصوصاً ہمارا ایسا دھان پان سا آدمی تو شیر کے شکار کے تصور ہی سے دہل جائے۔ یہ ہم ہی ہیں جس نے اتنی بڑی جسارت کی اور شاباش ہے ہم کو کہ آخر وقت تک بقائمی ہوش و حواس زندہ و سلامت ہیں۔ آپ ہماری مختصر سی صورت کو نہ دیکھئے اور آدھی چھٹانک والی جسامت پر نہ جائیے بلکہ اس بات کو ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے ایسے مختصر انسان نے شیر کے شکار کا ایسا عظیم الشان کام کیا ہے۔

ہوا یہ کہ ہمارے ایک دوست ناگپور کی طرف افسر جنگلات مقرر ہوگئے۔ اور ان کے اس تقرر کے دو ہی سال بعد ہم کو جو ان کی محبت نے ستایا تو چھٹی لے کر پہونچے ان کے پاس۔ ظاہر ہے کہ ہم کو ان سے اور ان کو ہم سے مل کر کس قدر مسرت ہوئی ہوگی۔ حالانکہ اگر آپ ایمان سے پوچھتے ہیں تو ہمارا یہ سفر ان سے زیادہ شکار کے عشق کے سلسلے میں ہوا تھا چنانچہ یہاں آکر خوب جی بھر کر شکار کھیلا۔ ہمارے دوست بیچارے تو دورے پر چلے جاتے تھے اور ہم بندوق لے کر شکار کے لئے نکل جاتے تھے مختصر یہ کہ دو تین ہفتہ ہم ان کے پاس رہے اور کوئی دن ایسا نہ گذرا کہ دس پانچ شکار نہ ختم کئے ہوں۔ آخر وہ دن بھی آگیا کہ ہم کو واپسی کے خیال نے اس شکار کے مشغلہ سے یکایک اپنی طرف متوجہ کیا مگر ہم نے جانے کی دوست سے اجازت طلب کی تو انہوں نے نہایت لاپروائی سے کہا۔

"تار دیکر ایک ہفتہ کی چھٹی اور لے لو"

ہم نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا "نہیں بھائی قصہ یہ ہے کہ میری ترقی کا سوال درپیش ہے اور بہت سے حریف سر پر سوار ہیں۔ میری عدم موجودگی سے خدا جانے کیا فائدہ اٹھائیں۔ اور مجھ کو نہیں معلوم کیا نقصان پہنچ جائے"

ہمارے دوست نے پھر لاپروائی سے کہا "تم جانو بھائی تم کو اختیار ہے، میں تو چاہتا تھا کہ شکار کھیلے تو باقاعدہ کھیلو، اسی ہفتہ کے اندر شکار کھیلنے چلتا اور شیر کا شکار کھلاتا"

ہم نے حیرت سے منہ کھول کر کہا "کیا کہا شیر کا شکار؟"

ہمارے دوست نے شیر کو بھی ہرن وغیرہ سمجھے ہوئے لاپروائی سے کہا "ہاں شیر کا شکار، پرسوں میں جس طرف دورے پر جانے والا ہوں وہاں ایک بہت بڑا شیر ہے اگر اس کا شکار کرنا چاہو تو تار دیدو"

ہم نے حیرت سے بدستور آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا "تار تو دے دوں مگر شیر کا شکار؟"

ہمارے دوست نے پہلو بدلتے ہوئے کہا "تو پھر تار دے دو۔ شیر کا شکار تم مجھ سے لینا"

مختصر یہ کہ ہم کو ناگہانی طور پر بذریعہ تار بیمار ہونا پڑا۔ اور محض اس خیال سے ٹھہر گئے کہ اگر ہماری ترقی کا مسئلہ بفرض محال کھٹائی میں پڑ بھی جائے تو یہ کیا کم ہے کہ ہم شیر کا شکار کریں گے۔ اور دنیا کے ان چند بہادروں میں ہمارا شمار ہوگا جو جنگل کے اس زبردست بادشاہ کو اپنی بہادری سے مغلوب کر سکتے ہیں۔ شیر کے شکار کے بعد ہماری تصویریں انگریزی اخبارات میں اس طرح چھپی ہوں گی۔ کہ ہم اپنے شکار کئے ہوئے شیر پر پیر رکھ کر بندوق لئے ہوئے اکڑ کر کھڑے ہوں گے۔ اور جنگل کا شہنشاہ معظم ہمارے قدموں میں پڑا ہوا نظر آئے گا۔ تمام دنیا میں ہماری بہادری کی دھوم ہوگی۔ بڑے بڑے لوگ ہم کو مبارکباد دیں گے۔ اور ہماری جوانمردی ضرب المثل بن جائے گی۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے اس کا ہم کو اعتراف ہے کہ جس وقت ان ہی خیالات کے ساتھ ساتھ شیر کی تصویر نگاہوں کے سامنے آتی تھی ہم بے ساختہ ایک جھرجھری لے کر اپنا دھڑکتا ہوا دل تھام لیتے تھے۔ اور پھر دیر تک اختلاج قلب کے پرانے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

ہم نے بار بار ارادہ کیا کہ اس عزم سے باز آ جائیں۔ مگر ہر مرتبہ اس خیال نے ہم کو ہمارے ارادے پر قائم رکھا کہ ہمارا دوست ہم کو مرنے نہ دیگا۔ آخر ہم اپنے کو زبردستی مرد بنا کر اپنے دوست کے ہمراہ دورے پر روانہ ہوگئے۔ اور ان کے کیمپ میں پہونچ کر ہم نے موت کو برحق سمجھتے ہوئے اپنے کو شیر کے شکار کے لئے بالکل آمادہ کر لیا۔ ہمارے دوست نے شکار کے انتظامات شروع کر دئے مچان بنانے کے لئے لوگ روانہ کر دئے گئے، شکاریوں کی جماعت تیار کر لی گئی۔ اور تمام انتظامات کے مکمل ہو جانے کے بعد یہ طے ہوگیا کہ اسی روز سہ پہر کو ہم لوگ شکار کے لئے روانہ ہوں گے۔ مگر عین اسی وقت جبکہ ہم کو روانہ ہونا [illegible] ہمارے دوست نے آکر کہا کہ "بھائی میں تو تمہارے ہمراہ نہ جا سکوں گا۔ اس لئے کہ میرے افسر اعلیٰ شاید آج یہاں آجائیں"

ہم نے کہا "بس تو پھر شکار ملتوی"

ہمارے دوست نے بات کاٹ کر کہا "نہیں شکار کیوں ملتوی۔ تم جاؤ تمہارے ساتھ نہایت مشاق شکاری ہونگے ایک صاحب تمہارے ساتھ مچان پر بیٹھیں گے، تم بغیر ان کے اشارہ کے گولی نہ چلانا۔ اور دیکھو اگر شیر پر تمہاری گولی پڑ جائے اور وہ مر جائے تو تم اس وقت تک مچان سے نہ اترنا جب تک کہ میں خود نہ وہاں پہنچ جاؤں"

ہم نے انکار والی گردن ہلاتے ہوئے کہا "نا بابا تم نہ ہوگے تو ——"

ہمارے دوست نے ہم کو دھکیل کر گھوڑے کے قریب لیجا کر کہا "کچھ پاگل ہوئے ہو تم جاؤ۔ شکاری تمہارے ساتھ ہے"

مختصر یہ کہ مردہ بدست زندہ بن کر ہم کو جانا ہی پڑا۔ اور آفتاب غروب ہونے سے قبل ہم مع اپنی جماعت کے ایک تالاب کے قریب پہنچ گئے جہاں ایک نہایت بلند درخت پر بیلہ کی بنی ہوئی نہایت پرتکلف مچان بنائی گئی تھی اور مچان پر جانے کے لئے رسیوں کی ایک سیڑھی لٹک رہی تھی لہذا ہم مع اپنے "شریک مچان" شکاری کے درود شریف پڑھتے ہوئے مچان پر چڑھ گئے۔ باقی لوگ ادھر ادھر منتشر ہوگئے اس مچان پر بیٹھنے کے بعد ہم نے چاروں طرف نظر جو دوڑائی تو اس مقام کو عجیب ہیبت ناک جگہ پایا۔ چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور گھنا جنگل تھا اور مچان کے بالکل مقابل وہ تال کیا بلکہ تلیا تھی جہاں وہ شیر پانی پینے اور ہماری گولی کھانے کے لئے آنے والا تھا۔ مچان اور اس تال کے درمیان گھنی جھاڑیاں اور چھوٹے چھوٹے درخت تھے۔ تمام جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اور جس قدر اندھیرا بڑھتا جاتا تھا اسی قدر یہ جگہ خوفناک ہوتی جاتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ جنگل کے بادشاہ کا صدر مقام یا دار الخلافہ ایسا ہی ویران ہونا چاہئے۔ شیر کو آبادی سے کیا نسبت، مگر یہ بھی تو غور کیجئے کہ ہم کو ویرانے سے کیا تعلق، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ اندھیرا بڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ ہم کو ہر طرف شیر ہی شیر نظر آنے لگے۔ جس جھاڑی پر نظر پڑتی تھی وہ ایک شیر ببر دکھائی دیتی تھی۔ اور ہر ٹھونٹھ اپنی جگہ پر ایک مستقل شیر تھا۔ ہم کو بتایا یہ گیا تھا کہ اس تال میں آفتاب غروب ہونے ہی شیر پانی پینے کے لئے آتا ہے مگر آفتاب کا غروب ہونا کیا معنی چاند تک طلوع ہو چکا مگر شیر کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہم نے اپنے شریک مچان شکاری صاحب سے پوچھا "کیا بات ہے ——"

شکاری نے ہمارا زانو دبا کر منہ پر انگلی رکھتے ہوئے ہم کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی لہذا ہم پھر اٹینشن ہو کر رہ گئے۔ سات بجے، آٹھ بجے یہاں تک کہ ہماری کلائی کی گھڑی میں جس کا ڈائل اندھیرے میں اس وقت خوب چمک رہا تھا نو بجا دئے مگر شیر صاحب خدا جانے آج کہاں چلے گئے تھے اور ادھر ہم نے کہ مچان پر ٹنگے ہوئے پہاڑ سا وقت کاٹ رہے تھے۔ اور اب ہم کو معلوم ہو رہا تھا کہ کتنی بڑی حماقت ہم سے سرزد ہوئی ہے۔ کہ شیر کے شکار کے پیچھے اپنی ترقی کو انکار (?) خطرہ میں ڈالا اور یہ تکلیف علیحدہ ہو رہی ہے مگر ہم ان ہی باتوں پر غور کر ہی رہے تھے کہ بڑی زور سے ایک آواز آئی "ہاؤ" اور ادھر ہم نے دونوں ہاتھوں سے مچان مضبوط پکڑ کر کانپنا شروع کیا۔ شکاری نے ہم کو بھی دیا مگر یہ بالکل قدرتی بات تھی اور ہم مجبور تھے۔ نہ پیشہ ور شکاری تھے۔ نہ کوئی شیر جنگ بہادر۔ دوسرے یہ پہلا اتفاق بھی تھا پھر شیر کی آواز ہی ایسی ہوتی ہے کہ اس کے ایک مرتبہ ڈکارنے پر جنگل میں زلزلہ آجاتا ہے بہرحال ہم کانپ گئے اور شیر "ہاؤں ہاؤں" کرتا ہوا نزدیک آگیا۔ یہاں تک کہ ہم نے خود دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی سے نکل کر تالاب کی طرف بڑھا۔ اب ہم بھی ذرا مرد ہو چکے تھے یعنی ہمارے لرزہ میں بفضلہ افاقہ تھا۔ اور ہم اپنے دل کو مضبوط بنا رہے تھے۔ کہ شیر کے تالاب پر پہنچتے ہی ہم کو گولی چلانا پڑے گی۔ مگر خدا جانے اس شیر کو کیا سوجھی کہ تالاب کی طرف جاتے جاتے آدھے راستہ سے لوٹا اور ہم نے چاندنی میں صاف دیکھا کہ وہ ہماری مچان کی طرف چلا آرہا ہے۔ گویا اس کی موت اس کو کشاں کشاں ہماری طرف کھینچ کر لا رہی تھی ہم نے بھی ایک مرتبہ خدا کا نام لیکر رائفل اٹھانا ہی چاہی مگر شکاری نے ہم کو اشارہ سے روکا اور ہم صرف رائفل لئے ہوئے بیٹھے رہے۔ اور شیر کی نقل و حرکت پر ہماری نظریں جمی رہیں یہاں تک کہ وہ مچان کی نیچے والی جھاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اور اپنی نہایت خوفناک چمکدار آنکھوں سے مچان کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا ہم نے ...

(باقی اگلے صفحہ پر)

# سونا اور چاندی
## اُن کی شناخت کا سائنٹفک طریقہ

(از جناب اوم پرکاش اگروال)

(خاص نیچ دیکل کے لئے)

ایشور نے دنیا میں عجیب وغریب اشیاء پیدا کی ہیں۔ زمین بیش بہا خزانوں کی مرکز ہے۔ کہیں پر سونا ہے تو کہیں پر چاندی یا کوئی اور دھات۔ تمام معدنیات میں سونا اپنی خوبصورتی چمک دمک وغیرہ کے لحاظ سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد چاندی کا نمبر ہے۔ انسان خواہ کسی قوم یا کسی ملک کا کیوں نہ ہو کسی نہ کسی شکل میں سونے چاندی کا استعمال ضرور کرتا ہے۔ عورتیں سونے چاندی کے زیور پہنتی ہیں۔ ہندوستان کا نمبر زیورات پہننے میں اول ہے۔ اگر کچھ نہیں تو مرد بھی ایک انگوٹھی یا چھلا وغیرہ ضرور پہنتے ہیں۔ گھڑی کی چین۔ بٹن وغیرہ کا تو عام رواج ہے۔ چاندی سونے کے برتن بھی استعمال ہوتے ہیں غرض مطلب یہ ہے کہ سب لوگ کسی نہ کسی صورت میں ان دونوں اشیاء کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔ لیکن کیا تمام آدمی ان کی بھلائی برائی سے واقف ہیں۔ عموماً اسی فی صدی ان کی شناخت نہیں جانتے۔ اکثر لوگ سناروں کے دھوکے میں آکر نقصان اٹھاتے ہیں۔ بعض مرتبہ تو یہ حالت ہوتی ہے کہ زیور کے بدلے میں چار آنے بھی مشکل سے اٹھتے ہیں بعد میں لوگ پچھتاتے ہیں۔ اور افسوس کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ تمام لوگ ان کی شناخت سے واقف ہوں تاکہ کسی کے دھوکے میں نہ آئیں۔

سونے چاندی کی شناخت بہت مشکل ہے۔ یورپ وامریکہ وغیرہ ممالک کے عقلمندوں نے ان کی شناخت کے سائنٹفک طریقے ایجاد کئے ہیں۔ جن میں غلطی کی امید کسی حالت میں نہیں ہے۔ انہوں نے دھاتوں کی آمیزش کے پورے حالات معلوم کئے ہیں۔ وہ ان کی آمیزش سے پورے طریقہ سے واقف ہیں۔ وہ اس بات کو ٹھیک طور سے بتلا سکتے ہیں۔ کہ فلاں دھات میں فلاں دھات کی اتنی آمیزش ہے۔ ہندوستان کے زرگر سونے کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہیں۔ اس کی چمک کیسی ہے۔ رنگ کس طرح کا ہے۔ کسی اور دھات پر سونا تو نہیں چڑھا ہوا ہے سونا خالص ہے یا غیر خالص۔ ان کو جانچنے کے واسطے وہ اس کو کسوٹی پر گھس کر دیکھتے ہیں تاکہ رنگ وغیرہ کی جانچ ہو جاوے وہ اس کو آگ میں تپاتے ہیں اگر اس میں نقلی چمک ہوتی ہے تو وہ دور ہو جاتی ہے۔ اکثر اوقات وہ کاٹ کر بھی دیکھتے ہیں اور چھید بھی کرتے ہیں۔ اگر ان تمام تجربات میں بھی انہیں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے تو وہ آخر کار اس کو گلا ڈالتے ہیں اگر وہ کچھ آمیزش رکھتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے اور اس میں سختی پن آجاتا ہے۔ فرض کیا کہ اس میں چاندی یا تانبہ شامل ہے تو وہ کوشش سے ٹوٹ جائیگا نہیں اور وزن برابر کم ہوتا چلا جاوے گا۔ اس کے بعد یہ جانچ ہوتی ہے کہ یہ اس قدر خراب ہے۔

اسی طرح چاندی کے واسطے سنار اس کو دیکھتے ہیں کہ رنگ وچمک کیسی ہے چاندی میں عام طور سے تانبے کی آمیزش ہوتی ہے۔ رانگ یا عمدہ سیسہ بھی اکثر ملا دیتے ہیں جس چاندی میں جست ملا ہوتا ہے اس کو جستی چاندی کہتے ہیں خالص عمدہ چاندی کو اینٹ کی چاندی کہتے ہیں جب کوئی چاندی کی جانچ کرتا ہے تو وہ اس کو زمین میں دے کر مارتا ہے۔ اس طرح اس کی آواز کی شناخت کرتا ہے اگر زیور وغیرہ ہے تو اس کو دبا کر یا پھیلا کر دیکھتے ہیں سیاہی وغیرہ تو نہیں ہے۔ غور سے دیکھتے ہیں آخر آگ میں تپا کر دیکھتے ہیں۔ زمین پر یا کسوٹی پر گھس کر دیکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ اتنی پہچان کرتے ہیں تب کہیں جا کر شناخت ہوتی ہے۔ تب بھی غلطی کھا جاتے ہیں۔ ناظرین نیچ دیکل کے واسطے کچھ ترکیب نیچے لکھی جاتی ہیں جو بہت مفید ثابت ہوں گی:-

سونے کی اول اول چمک دیکھنا چاہئیے۔ رنگ کچھ زردی مائل کچھ سرخی لئے ہوئے اچھا ہوتا ہے اور کسی طرح کا رنگ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ناقص ہے۔ زیادہ پیلا یا زیادہ سرخ رنگ والا سونا بھی ناقص ہی سمجھنا چاہئیے سرخ رنگ والے سونے میں تانبہ کی آمیزش ہوتی ہے مثلاً گنی وغیرہ میں۔ کسوٹی پر گھس کر کس کی جانچ کی جاتی ہے کس نہایت عمدہ چمکدار کچھ زردی اور کچھ سرخی لئے ہوئے ہونا چاہئیے۔ کاٹ کر اس بات کی جانچ کی جاتی ہے کہ اس کے اندر ملمع ایک ہے یا نہیں۔ اکثر مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ زیورات پر سونے کا پتر چڑھا دیتا ہے۔ تپا کر دیکھتے ہیں اگر نقلی چمک ہوتی ہے تو وہ دور ہو جاتی ہے۔ کس کے لحاظ سے سونے کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح چاندی کا تجربہ کرنا مناسب ہے۔ عمدہ صاف چاندی کے ٹھوس زیور کو یا ٹکڑے کو زمین پر پٹکنے سے اس میں ٹھس آواز پیدا ہوتی ہے۔ صاف عمدہ چاندی کے زیورات یا دیگر اسباب نرم ہوتے ہیں۔ دبانے سے دب جاتے ہیں۔ عمدہ چاندی کو آگ میں تپانے سے رنگ نہیں تبدیل ہوتا۔ اگر عمدہ چاندی کو زمین میں گاڑ دیا جائے تو رنگ نہیں بدلتا۔ مندرجہ بالا باتیں معمولی ہیں۔ ان میں غلطی کا امکان ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی رائے ان کے کس آواز وغیرہ وغیرہ کے متعلق جداگانہ ہو سکتی ہے۔ اس کے واسطے سائنٹفک طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔ عمدہ اور آسان طریقہ نیچے درج کئے جاتے ہیں جس سے باتوں کا وزن معلوم ہو سکتا ہے۔

یہ بات معلوم کر لی گئی ہے کہ صاف پانی سے سونا ۱۹٫۳ گنا وزنی ہے۔ اور چاندی ۱۰٫۵ گنا وزنی ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی برتن مثلاً گلاس میں خالص سونا یا چاندی مانند پانی کے بھرا جاوے یعنی گلا کر بھرا جاوے تو وہ اس گلاس کے برابر پانی سے اتنے گنی والی حالت میں ہوں گے مثلاً اگر ایک گلاس میں چار چھٹانک پانی آتا ہے تو اس میں ۴۸٫۲۵ چھٹانک سونا اور ۴۲ چھٹانک چاندی آئے گی۔ لیکن محض شناخت کے واسطے چاندی سونے کو گلا ڈالنا محض ایک بیوقوفی ہے۔ اس کے لئے مناسب ترکیب عمل میں لانی چاہئیں۔

۱۔ ایک گلاس صاف پانی سے بھرو۔ اس میں جس سونے کی جانچ کرنی ہے اس کو ڈالو۔ سونا ڈوب جاوے گا اور گلاس زیادہ پانی کو اپنے کناروں سے نکال دیگا۔ اس گرے ہوئے پانی کو ہوشیاری سے لے کر اس کا وزن کرو۔ اب اس گرے ہوئے پانی کے وزن سے سونے کے وزن کو تقسیم کرو (سونے کو پہلے ہی تول لینا زیادہ اچھا ہے) اگر خارج قسمت ۱۹٫۳ آوے تو سونا عمدہ اور خالص ہے جو زیادہ ہوگی اسی قدر گنا سونا پانی سے وزنی ہوگا۔ اگر اس وزن سے ہلکا ہے تو ضرور کچھ نہ کچھ خرابی ہے۔ مثال کے طور پر کسی سونے کے ٹکڑے کا وزن و تولہ ہے اور گرے ہوئے پانی کا وزن ب تولہ ہے تو و/ب = ۱۹٫۳ ہونا چاہئیے یہ بھی خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس عمل کو تین بار کرنا چاہئیے۔ اور اس کا اوسط نکال لینا مناسب ہے۔ اگر فرض کیا کہ و/ب = ۱۹٫۲ آوے تب بھی ٹھیک ہی سمجھنا چاہئیے۔ ممکن ہے کہ ہمارے تجربہ میں ۰٫۱ کی غلطی رہ گئی ہو۔ گرے ہوئے پانی کا وزن ٹھیک طور سے معلوم کرنے کے واسطے ایک خاص قسم کا شیشے کا مگر آتا ہے جو کہ اس شکل کا ہوتا ہے۔ جب پانی بھر جاتا ہے تو ٹونٹی تک آتا ہے سونا ڈالنے کے بعد وہ پانی کو [illegible] ٹونٹی سے نکال دیتا ہے جس کو کسی برتن میں لے لینا چاہئیے برتن ٹونٹی کے نیچے رکھنا چاہئیے اسی طرح چاندی کی عمدگی دریافت کی جا سکتی ہے۔ اس میں خارج قسمت ۱۰٫۵ ہونا چاہئیے۔

ایک دوسرا طریقہ ہے جو کہ پہلے سے کسی قدر آسان ہے جس سونے یا چاندی کی جانچ کرنی ہے اس کو پہلے تولو اس کے بعد اس کو پانی میں تولو۔ اس کا وزن کم ہو جائے گا وزن معلوم کرنے کے بعد وزن کی کمی معلوم کرو۔ اب اس وزن کی کمی سے ہوا کے وزن کو تقسیم کرو۔ یہ بھی ۱۹٫۳ یا ۱۰٫۵ کے برابر ہونا چاہئیے۔ مثلاً فرض کرو کہ سونے کے ٹکڑے کا وزن ہوا میں و تولہ ہے۔ اور پانی میں ب تولہ ہے۔ وزن کی کمی (و - ب) تولہ۔ اب و/(و - ب) = ۱۹٫۳ کے ہونا چاہئیے۔ کم یا زیادہ ہو تو مندرجہ بالا نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔ تجربہ تین مرتبہ ہی کرنا چاہئیے۔ اور اس کا اوسط نکالنا بہتر ہے:

مندرجہ بالا تجربات سے محض یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ آیا واقعی سونا یا چاندی عمدہ ہے یا نہیں لیکن یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ اس میں دوسری دھات کی آمیزش کتنی ہے۔ وزن کی نظر سے سونے کے بعد سیسہ ہے۔ اس کے بعد تانبہ۔ رانگ اور جست ہے یعنی سیسہ ۱۱٫۴ گنا۔ تانبہ ۸٫۹۵ گنا جست ۷٫۰۴ گنا پانی سے وزنی ہیں ان ہی دھاتوں کی آمیزش سونے میں ممکن ہے۔ تمام دھاتیں خراب ہو جاتی ہیں بجز سونے اور چاندی کے۔ لہذا لوگ ان کو سونے میں نہیں ملاتے۔ عام طور سے سکوں میں تانبہ اور دوسری طرح کے سونے میں چاندی ملائی جاتی ہے۔ اس ترکیب کی مدد سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سکے کے سونے میں کتنا سونا اور کتنا تانبہ اور دوسرے سونے میں کتنا سونا اور کتنی چاندی ہے۔

**مثال:-** فرض کرو کہ ۲۹۰ گرام کے سونے کے ٹکڑے میں معلوم کرنا ہے کہ کتنا سونا اور کتنی چاندی ہے۔ اس کو پانی میں تولو۔ فرض کرو کہ وزن ۲۷۰ گرام آتا ہے۔ لہذا وزن کی کمی ۲۹۰ - ۲۷۰ = ۲۰ گرام یعنی ۲۰ گرام ہوئی۔ فرض کرو کہ اس سونے کے ٹکڑے میں ل گرام چاندی ہے تو سونا (۲۹۰ - ل) گرام ہے ہم کو یہ بات معلوم ہے کہ سونا پانی سے ۱۹٫۳ گنا وزنی اور چاندی ۱۰٫۵ گنا وزنی ہے۔ یعنی اگر سونے کا وزن ۱۹٫۳ گرام ہو اور چاندی کا وزن ۱۰٫۵ گرام ہو تو وزن کی کمی پانی میں ایک گرام دونوں حالتوں میں رہتی ہے اس لئے سونے کا وزن اگر ۲۹۰ - ل گرام ہو اور چاندی ل گرام تو وزن کی کمی پانی میں بترتیب (۲۹۰ - ل)/۱۹٫۳ و ل/۱۰٫۵ ہوگی۔ لہذا کل کمی کی پانی میں (۲۹۰ - ل)/۱۹٫۳ + ل/۱۰٫۵ گرام ہوگی۔ لیکن کمی پانی میں ۲۰ گرام [illegible]

(باقی صفحہ ۳۸ پر)

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

لارڈ ولنگڈن
جنہوں نے نئی اسمبلی میں تقریر کی

ہز ہائینس مہاراجہ نیپال جو دہلی
میں تشریف لائے ہیں

مہاراجہ پٹیالہ
جو چیمبر آف پرنسز کے چانسلر
منتخب ہوئے ہیں

مسٹر تصدق احمد خاں شیروانی
جو اسمبلی کی صدارت کے انتخاب
میں ناکامیاب رہے

پنڈت مدن موہن مالوی
جنکو اسمبلی میں لانے کی کوشش
کی جارہی ہے

جنہوں نے انگریزوں ... ہدایت
کی ہے کہ برتری کا جذبہ دل سے
نکال دو

مسز لیلاوتی منشی
جو بمبئی کارپوریشن کی ممبر
منتخب ہوئی ہیں

مسٹر سچدانند سنہا
جنہوں نے بہار کونسل میں جے
پی۔سی رپورٹ کی مذمت کی

مسز سروجنی نائیڈو
جو طبیہ کالج میں حکیم اجمل خاں
کی برسی پر صدارت کرینگی

## دنیا کا سب سے زیادہ عجیب درخت

اس درخت کا نام " فوکیا کیپی سس " ہے۔ ساری دنیا میں یہ اپنی قسم کا ایک ہی درخت ہے جو گیارھویں صدی میں جنوبی افریقہ سے لایا گیا تھا اور اسکوں بورن کے باغ میں ابتک موجود ہے

## جان بچانے والی کشتیاں

ڈاکٹر چارلس ھنٹ ایک امریکن انجینیر نے جہازوں پر سے جان بچانے والی کشتیوں کو سمندر میں ڈالنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس میں صرف ایک بجلی کا بٹن دبا دینا کافی ہوتا ہے

## جرمن آرٹسٹوں کا ھوٹل

اس ھوٹل میں ہر آرٹ دیوانے ایک خوبصورت ڈپارٹمنٹ بنا دیا گیا ہے

ماسٹر شو چرن داس

منتری آریہ سماج چاوڑی بازار دھلی

(از شری پنڈت ماسٹر بہاری لال جی ایم اے ایل ٹی دہلی)

(خاص پنچ بچوں کے لئے)

(۱) ایک بچہ گھر میں ہے۔ ہنستا کھیلتا ہے۔ خوش رہتا ہے۔ تکلیف ہوتی ہے جھٹ ماں کی طرف دوڑتا ہے۔ وہی بچہ بھیڑ میں گم ہو جائے تو روتا ہے۔ چلاتا ہے۔ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے۔ گھر میں تھوڑے آدمی تھے۔ میلے میں بہت سے آدمی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ بچہ اپنے کو اکیلا سمجھتا ہے۔ گھر میں ماں باپ بھائی بہن سب اس کو پیار کرنے والے نظر آتے ہیں۔ میلے میں اُسے ایسا آدمی کوئی نظر نہیں آتا جس کو وہ سمجھے کہ یہ مجھ سے محبت کرے گا۔

(۲) ماں باپ گھر میں مٹھائی اور پھل لاتے ہیں۔ کیوں۔ اُن کو بچوں سے محبت ہے جو بچے سب میں بانٹ کر کھاتے ہیں۔ دوسروں سے زیادہ لینا نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کو زیادہ دینا چاہتے ہیں وہ بڑے پیارے لگتے ہیں۔ لیکن جو بچے سب کچھ آپ کھانا چاہتے ہیں اُن سے گھر میں کوئی پیار نہیں کرتا۔ دوسروں کو کھلانے سے پریم بڑھتا ہے

(۳) گھر میں آگ لگ گئی۔ بچہ کوٹھے پر سو رہا ہے۔ ماں اس حالت کو دیکھتی ہے۔ جلتی آگ میں دوڑی چلی جاتی ہے۔ اپنی جان کی پروا نہیں کرتی۔ جھٹ بچے کو گود میں اُٹھا لیتی ہے۔ کیوں۔ ماں کو بچے سے پریم ہے۔

(۴) گاؤں میں ایک بند ہے۔ اس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ بند میں سے کھیتوں کو پانی دیتے ہیں تو غلہ پیدا ہوتا ہے۔ رات کا وقت ہے بند ٹوٹ جاتا ہے ایک لڑکا بلرام وہاں موجود ہے اُسے کوئی آدمی نہیں دکھائی دیتا۔ بند کو بند کرنا بھی مشکل ہے۔ لڑکا سوراخ کے منہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ پانی رک جاتا ہے رات بھر بیٹھا رہتا ہے۔ صبح گاؤں والے آتے ہیں۔ لڑکے کو اُٹھا کر چھاتی سے لگاتے ہیں اور بند کا سوراخ بند کرتے ہیں۔ لڑکے نے ایسا کیوں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بند ٹوٹ گیا۔ کھیتی کو پانی نہیں ملے گا۔ گاؤں والے بھوکے مر جائیں گے اُسے گاؤں والوں سے پریم تھا گاؤں والوں کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

(۵) ضلع حصار میں قحط پڑتا ہے۔ لوگ بھوکے مرتے ہیں۔ دوسرے شہروں کے آدمی روپیہ خیرات کرتے ہیں۔ چند بچے یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم ایک مہینے تک پھل نہیں کھائیں گے اور اس طرح جو بچت ہوگی اپنے اُن بھائیوں کی مدد کے لئے بھیجیں گے جو قحط سے دکھی ہیں۔ کیوں۔ شہر کے لوگ گاؤں کے مصیبت زدہ لوگوں کے دُکھ سے دُکھی ہوئے۔ بچوں کو بھی اُن کا دُکھ اپنا دُکھ دکھائی دیا۔ ان سب کے دل میں گاؤں کے دُکھیا آدمیوں کے لئے رحم پیدا ہو گیا۔

(۶) حامد ایک لڑکا ہے وہ دریا نے راوی میں گر پڑتا ہے۔ اُسے تیرنا نہیں آتا۔ وہ ڈوبنے لگتا ہے اُسے ڈوبتے دیکھ کر ڈی اے وی کالج کا ایک لڑکا دھرم چند پُل پر سے کود پڑتا ہے۔ لڑکے کو پکڑ لیتا ہے اور تیر کر اسے باہر نکال لاتا ہے۔ اُس کی ماں آریہ سماج میں آتی ہے آریہ سماج کا شکریہ ادا کرتی ہے اور پانچ روپے دان دیتی ہے۔ دھرم چند نے حامد کو دُکھ میں دیکھا۔ پریم کا دریا اُمنڈ پڑا۔ اپنے پریم سے اُس نے حامد کی ماں کے دل میں آریہ سماج کے لئے بھی پریم پیدا کر دیا۔

(۷) سبکتگین جنگل میں شکار کو جاتا ہے۔ ہرنی کے بچوں کو پکڑ لیتا ہے۔ ہرنی کو پتہ لگتا ہے۔ وہ محبت کی ماری سبکتگین کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ سبکتگین کو ہرنی کی حالت دیکھ کر رحم آتا ہے۔ وہ ہرنی کے بچوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہرنی محبت بھری نگاہوں سے سبکتگین کی طرف دیکھتی ہے۔ رات کو سبکتگین کو خواب آتا ہے کہ اے سبکتگین تو نے ہرنی کے بچوں پر رحم کیا ہے پرماتما تجھے اس کے عوض میں بادشاہت عطا کریگا چنانچہ وہ بادشاہ بن جاتا ہے

(۸) ایک درخت کی شاخیں کاٹ دو۔ پھر اُن کو جوڑ دو۔ وہ الگ رہیں گے۔ درخت نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اُن میں سے جیون نکل گیا۔ زندہ آدمی کا کوئی انگ کاٹو تمام جسم دکھی ہو جاتا ہے لیکن مُردہ آدمی کا انگ کاٹو ذرا بھی دُکھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیون نکل چکا ہے۔ جن بچوں میں پریم ہوتا ہے وہ دوسرے بچے کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھتے ہیں اور اُسے دُور کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ پریم جیون ہے جہاں پریم نہیں وہاں لڑائی ہے۔ جھگڑا ہے۔ فساد ہے جہاں پریم ہے۔ وہاں امن ہے۔ شانتی ہے۔

# چاند

از جناب اندرجیت شرما پچھرہ ضلع میرٹھ
(خاص پنچ بچوں کے لئے)

اماں جب نکلے گا چاند ‖ چپکے چپکے آئے گا
میری چھوٹی کھڑکی سے ‖ آ کر مجھے جگائے گا
گیند سنہری دکھا کے مجھ کو ‖ اپنے پاس بلائے گا
بن بن کر پھر بازی گر ‖ کیا کیا کھیل دکھائے گا
کر کے تماشا چھل بل کا ‖ میرے دل کو لبھائے گا
جال لگا کر کرنوں کا ‖ میری نظر چرائے گا
پھر سونے کی تھالی میں ‖ کھا کر مجھ کو رجھائے گا

میں جو پکڑنا چاہوں گا
بادل میں چھپ جائے گا

## اقوالِ زریں

ہندوستان میں ہمارے لئے اب ایسا وقت آگیا ہے کہ ہمیں پیچھے پھر کر نہیں دیکھنا چاہئے۔

(مسٹر آصف علی)

اگر اقلیتوں کو واقعی کسی طرح کے تحفظ کی ضرورت ہے تو مخلوط انتخاب جداگانہ انتخاب سے بہتر ہے۔ جداگانہ انتخاب جمہوریت کا منافی ہے۔

(مسٹر ستیہ مورتی)

اتنی زیادہ اولاد پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تعلیم اور صحیح معیار پر زندگی بسر نہ کر سکیں۔ ضبط تولید سے کام لینا ہی پڑیگا۔

(سر چارلس کولز)

جدید تعلیم نے زندگی کا ایک غلط معیار قایم کر دیا ہے جس کا نتیجہ بے شک دماغی تکلیفیں ہیں۔ اور خلوص کی بنیاد کمزور ہو گئی ہے

(مسٹر ڈیس بوتم)

صرف وہی کام روحانی صفائی پیدا کرتا ہے جو بغیر کسی ذاتی غرض کے کیا جائے۔ اور جس میں شہرت، اعتراف عامہ، اور دنیوی ترقی کی خواہش نہ ہو۔

(آر، وبندو گھوش)

خاموش رہو۔ کیونکہ حکومت کو رائے عامہ کی عدالت میں ضرور جواب دینا پڑے گا۔

(جنرل اوڈونی)

میں سات روز تک بستر پر پڑا ہوا یہی خواہش کرتا تھا کہ ہر کانگریسی مرد اور عورت کو یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ عہدہ یا شہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ ملک کی خاموش خدمت کرنے کے لئے کانگریس میں شامل ہے۔

(مہاتما گاندھی)

کانگریس کا چیلنج ملک کے کسی حصہ یا جزو کے خلاف نہیں ہے (سردار پٹیل)

ایسے لوگ ایسے گمراہ نوجوان ہیں کہ اگر ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے تو وہ بہتر شہری بن سکتے ہیں (مسٹر پی اسٹیفنز)

## ہند کے پوت سے خطاب

(از جناب سحر یزدانی۔ رامپوری)

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

چاہتا ہے چھوٹنا بندِ غلامی سے اگر
ہر طرف دنیا پہ آزادی ہی آتی ہے نظر
کس لئے قعرِ مذلت میں پڑا سوتا ہے تو
تا بکے اے غافل از انجامِ غفلت ہوشیار
کس لئے تیری بڑھی ہیں اسقدر بیہوشیاں
پہلے آئے ان کے جھگڑوں سے ذرا فرصت تو پا
ہو چکی بربادی کامل تعصب چھوڑ دے
چھوڑ دے اب چھوڑ دے بہرِ خدا بغض و نفاق
پھوٹ سے آپس کی لازم ہے تجھے اب احتراز
اشرف المخلوق ہو کر اور پھر نادانیاں

اٹھ کھڑا ہو۔ امتیازِ مذہب و ملت نہ کر
زندگی دنیا کی بس ہوتی ہے عشرت سے بسر
رائیگاں عمرِ جواں بختی کو کیوں کھوتا ہے تو
دوڑ اب تو بھی ترقی کی طرف دیوانہ وار
ہوش میں آ۔ دیکھ کیا سے کیا ہوا ہندوستاں
شوق سے کر نا نظر پھر سوئے بامِ ارتقا
ہے لبالب زہر سے یہ ظرف اس کو توڑ دے
بہتری تیرے لئے اسمیں ہے۔ کر لے اتفاق
ابتو تیرے شور و شر کی ہو چکی رسوائی دراز
ہنس رہے ہیں تیری حالت پر زمین و آسماں

مسجد و بتخانہ ہو یا ہو کلیسا و حرم
ایک ہی سب کو سمجھتا ہے سحر دیں کی قسم

## موجِ تبسم

منیجر:۔ تم آفس میں روزانہ دیر سے کیوں آتے ہو۔ کیا تمہارے پاس گھڑی نہیں ہے؟
کلرک:۔ نہیں۔ اب سگرٹ کے صرف دس کوپن جمع کرنے باقی ہیں

ٹیکسی ڈرائیور:۔ کہئے۔ کہاں چلوں
محروم عاشق:۔ تم گاڑی چلاتے جاؤ۔ شاید خوش قسمتی سے کسی سے ٹکر لگ جائے اور کوئی حادثہ ہو جائے۔

ماں:۔ (لڑکی سے) دیکھو تو تم دعوت میں جا رہی ہو۔ وہاں جب تمہاری پلیٹ میں ایک مٹھائی رکھی جائے تو دوسری نہ مانگنا۔
ماں:۔ (دعوت سے واپس آ کر) کہو۔ دعوت میں تمہارا دل خوش ہوا تھا۔
لڑکی:۔ ہاں اماں جان مجھے مٹھائی اتنی اچھی معلوم ہوئی کہ میں نے اس کے بنانے کا نسخہ مانگا تو مجھے دو تین مٹھائیاں اور بھی مل گئیں۔

مالک:۔ تم آج آئے ہو، نوکروں کے ساتھ رہ کر یہاں کا کام سیکھ لو۔
نوکر:۔ حضور اگر آپ اپنے پاس رکھ کر مجھے چیک (cheque) پر دستخط کرنا سکھا دیں تو آپ ہر وقت کی تکلیف سے نجات پا جائیں گے۔

(مرسلہ۔ وشوناتھ پرشاد)

ماسٹر:۔ (ناراض ہو کر) تم ہر وقت ادھر ادھر دیکھتے رہتے ہو۔
لڑکا:۔ (دیکھنے والے ماسٹر سے) حضور اگر سوتا ہوتا تو آنکھیں نہ چلتیں۔ آنکھیں چلنا ہی جاگنے اور ہوشیار رہنے کا ثبوت ہے۔

(مرسلہ۔ وشوناتھ پرشاد)

ماں:۔ تو کیوں رو رہا ہے؟
لڑکا:۔ میرا نیا دانت جو نکلا ہے وہ بڑی کا ہے، میں چاہتا تھا کہ دادا جی جیسا سونے کا دانت ہو۔

ایک مختصر ترین افسانہ

مرد ——— عورت
محبت ——— شادی
قرض ——— بربادی

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس : دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ڈرل، لٹھے کورے، دھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریا، ململ، کریپ، شرٹنگ، سوزنگ چادر پلنگ، سوزنی، تولیے، رومال، رنگین، فینسی، جھاڑن، مسہری، دوسوتی، شیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیاچند ہردیال امرتسر
میسرز دیاچند ہردیال جموں
میسرز دیاچند ہردیال سکھر
میسرز دیاچند ہردیال پالی
میسرز کنہیالال مولارام جے پور
میسرز چندولال سورج مل کانپور
میسرز چندولال سورج مل لکھنؤ
میسرز راجی داس شری رام کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن فرخ آباد
میسرز جیا رام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ :- تولیئے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،
میسرز کھڑک سنگھ دیش راج - لاہور میسرز ایس جے کوآپریٹو سوسائٹی - کراچی میسرز ایس جے کوآپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# مرض تپدق اور اس کا علاج

(از جناب میر احمد لال کھتری - مراد آباد)

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

…… بیماری گھن کی طرح انسان کو کھا جاتی ہے موجودہ تہذیب نے اس کے بہت سے راستے کھول دیئے ہیں۔ وحشی اقوام کے اندر اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ مگر جہاں تہذیب اور شائستگی کا دخل ہے وہاں حضرت تپدق نے بھی ڈیرہ جما لیا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک بڑا حصہ ہر سال اس نامراد مرض کا شکار رہتا ہے۔ غضب یہ ہے کہ ماہران طب کی رائے میں یہ بیماری لا علاج ہے اور اس کی آج تک کوئی مجرب دوا دریافت نہیں ہوئی گو ولایت کے ڈاکٹروں نے اس بیماری پہ چھوٹے چھوٹے پوتھے لکھ مارے ہیں۔ مگر مطلب کی باتیں ان میں چند ہی ملتی ہیں۔ جو اس مضمون میں دی گئی ہیں چونکہ یہ مرض دن بدن زور پکڑ رہا ہے اور نوجوانوں کی ہونہار زندگیوں کے لئے سخت مہلک ثابت ہوا ہے۔ اس لئے اس کے سبب اور علاج سے واقفیت حاصل کرنا ہر ایک ہندوستانی کا ضروری فرض ہے۔ ابتدائی درجہ میں اس بیماری کا علاج شروع کیا جائے تو مریض کے جانبر ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ بعد ازاں یہ مرض لا علاج سمجھا جاتا ہے۔ یہ مرض کچھ اس طرح آہستہ آہستہ آدمی کے اندر جڑ پکڑ جاتا ہے کہ اس کو خبر ہی اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ تمام جسم کے اندر گھر کر لیتا ہے۔ اور حالت بالکل نازک ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں بسا اوقات بڑے بڑے ماہر ڈاکٹر اور وید بھی اس کی تشخیص کرنے میں قاصر رہتے ہیں۔ گویا … فیصدی نوجوان

تپدق محض لا پرواہی اور لاعلمی کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ مگر ابتدائی حالت میں بیماری کا پتہ لگ جائے اور باقاعدہ علاج شروع کر دیا جائے تو … فیصدی صحت کی امید ہو سکتی ہے۔ اس لئے پہلے تپدق کی ابتدائی علامات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

## ابتدائی علامات

شروع شروع میں جب کوئی نوجوان غیر معمولی تھکان اور کمزوری محسوس کرے۔ حالانکہ وہ باقاعدہ سوتا ہو۔ کھاتا ہو۔ اور اس کا ہاضمہ بھی درست ہو تو وہ فوراً اس بات کی طرف توجہ دے اور اپنی صحت کا خیال کرے۔ آغاز تپدق میں ہلکی سی حرارت مریض کو رہتی ہے اور سینہ میں ٹھنڈک سی معلوم ہوتی ہے جو ڈیڑھ ہفتہ کے بعد دور ہو جاتی ہے اور مریض اپنے آپ کو بالکل تندرست خیال کرتا ہے۔ لیکن چند ہفتہ کے بعد پھر پہلی علامات نمودار ہو جاتی ہیں۔ مریض اسکو معمولی بخار سمجھکر کونین کا استعمال شروع کر دیتا ہے اور وہ اسی میں بیماری کا اصلی علاج سمجھتا ہے۔ لیکن وہ دراصل بیماری کو بڑھنے کا موقع دیتا ہے۔ اس عرصہ میں جراثیم پھیپھڑوں کے اندر اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ جب کبھی زکام کھانسی ہوئی یا ملیریا کے موسم میں بخار ہوا تو اسکو بھی تپدق سمجھکر خواہ مخواہ اپنی جان عذاب میں ڈال لی جائے۔ البتہ اگر تیس چالیس یوم کے اندر متواتر بخار اور حرارت کی شکایت ہو تو فوراً ڈاکٹر سے مشورہ لینا چاہیئے۔ خدانخواستہ اگر تپدق کا آغاز ہو تو اس کا باقاعدہ علاج و معالجہ کرنے سے صحتیابی ہو سکتی ہے جس وقت معمولی تھکان محسوس ہو اور حرارت ذرا تیز ہے۔ نیز سینہ کے اندر ٹھنڈک سی محسوس ہو۔ تو فوراً سمجھ لو کہ اس موذی مرض کے لئے میدان تیار ہو رہا ہے۔ اگر بیس تیس سال کی عمر کے اندر کسی نوجوان کا وزن دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ صبح بستر سے اٹھکر وہ پاؤں پھولے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ اس کے اندر سرگرمی اور جوش دن بدن کم ہو رہا ہے تو اسکو اور اس کے … کو فوراً خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ عنقریب ہی اس مہلک مرض کا شکار ہونے والا ہے۔ خدانخواستہ اگر ساتھ ہی کھانسی کی شکایت ہے تو گویا مرض نے اپنا پورا تسلط جما لیا اور وہ اس کے اندر اپنا گھر کر چکی ہے۔ اس مرض کی ابتدائی حالت میں پہچان کا زیادہ آسان طریقہ حرارت کا دیکھنا ہے۔ اگر تھرمامیٹر لگانے سے صبح و شام دوپہر کو درجہ حرارت اوسط درجہ کی معلوم ہوتی ہے تو چنداں متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر حرارت زیادہ ہے تو پھر علاج و معالجہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ علاوہ ازیں رات کو سوتے وقت پسینہ کا آنا بھی اس مرض کا اظہار کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس قسم کی علامتوں کا اظہار ہو۔ تو فوراً اپنی صحت کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور اس بارے میں لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

## قدرتی علاج

تپ دق کے مریض کا حال یہاں تک ہی ختم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر کے سپرد کر کے اسے کافی سمجھ لیجئے۔ بلکہ زیادہ ضرورت اس بات کی ہے وہ اپنی روزانہ زندگی کو باقاعدہ بنائے۔ قوت مدافعت …

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۴ ۲ صفحہ سے)

کام سے۔ جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ناامراد مرض میں مبتلا ہے تو سب سے پہلے اسے کھلی ہوا میں رہنے کا انتظام کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بیماری گندی بستی کی ہوا میں سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ دیگر کھلی کھڑکی تپ اس مرض کا خاص علاج ہے۔ دنیا کے تمام حصوں کے لئے جس قدر تپ دق کے مریضوں کے لئے سینیٹوریم بنے ہوئے ہیں ان سب میں کھلی کھڑکی کا اصول ہی کام کرتا ہے۔ گویا تپ دق کے جس علاج کو ماہرین علم طب نے تازہ ہوا کہا تھا اس کا بہترین علاج بتایا ہے۔ کھلی کھڑکی کے ساتھ ہی مریض کی خوراک کا بھی خاص انتظام ہونا چاہیے جس سے مریض کی طاقت بحال رہے۔ اور وہ بیماری کا مقابلہ کر سکے۔ آگے قدرت کا کام ہے کہ وہ ان ظاہری حالات سے فائدہ اٹھاتی ہوئی مرض کے جرموں کو ہلاک کر دے۔ علاوہ ازیں مریض کو سیلاب سے بچانا چاہیے۔ ہر وقت جسم کو گرم کپڑوں سے ڈھانپے رکھنا چاہیے۔ اگر ایک بیمار یا اس کے تیمار دار ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں تو گویا وہ اس کا بہترین علاج کر رہے ہیں۔

## ورزش کی ہدایات

یہ تو کہنے کے اندر لیٹے ہوئے مریض کی احتیاط رہی۔ لیکن اگر مریض اٹھ چل پھر سکے تو اسے ورزش بہت کسرت کرنی چاہیے۔ مگر خیال رہے کہ ایک تپ دق کے مریض کے کسرت کا سوال بڑا ٹیڑھا ہے۔ اگر وہ چہل قدمی یا ورزش کرنے سے قطعی پرہیز کرے گا تو بھی نقصان اٹھائے گا۔ اگر زیادہ ورزش کرے گا تو بھی مرض کو بڑھنے کا موقع دے گا۔ جو لوگ علم طب سے معمولی واقفیت رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ اس بیماری میں جو لوگ مبتلا ہوتے ہیں ان کا سینہ گیا نمبر پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر وہ بالکل ورزش نہ کریں تو ان کا جسم کمزور ہو کر مرض کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ مگر زیادہ ورزش کرنے سے تو خون کا دورہ تیز ہو کر پھیپھڑوں کے اس حصے تک جاتا ہے جہاں اس کے جرموں نے اڈا جما رکھا ہے اور اس زہر کو پھیلانے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے مریض کو ورزش میں خاص احتیاط کرنی چاہیے۔ شروع میں تو نہایت آرام سے لیٹے رہنا چاہیے۔ جب حرارت اوسط درجہ کی ہو جائے تو پہلے روزانہ سیر کر لیا کرے۔ خود نہائے کپڑے پہنے۔ لیکن اس حالت میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس حرکت سے اس کی ٹمپریچر دوپہر کے وقت ۹۹ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اس سے زیادہ بڑھنے لگے تو آئندہ ورزش کرنا ترک کر دے۔ اگر اسی درجہ پر رہے تو بلا خوف ورزش کرتا جائے۔ ساتھ ہی مریض کے لئے دھوپ کا تاپنا بہت مفید ہے۔ کیونکہ اس عمل سے اس کو بہت کم فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔ اگر مریض آغاز مرض سے ہی ان باتوں کا خیال رکھے۔ اور ان ہدایات کا عمل کرے تو وہ جلد صحتیاب ہو سکتا ہے۔

## خاص علاج

عرصہ تقریباً سات آٹھ ماہ کا گذرا کہ میں ایک پنساری کی دوکان پر بیٹھا ہوا کچھ دوائیاں خرید کر رہا تھا اس کی دوکان پر بہت سی کاغذ کی ردی رکھی ہوئی تھی اس میں مجھے ناگری کی ایک موٹی قلمی کتاب نظر پڑی۔ میں اسکو اٹھا کر دیکھنے لگا۔ کسی زمانہ میں کوئی سیتا رام نامی وید گذرے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو چھندوں میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے اپنے تجربات بیان کئے ہیں۔ میں نے وہ کتاب اس پنساری سے لے لی۔ اس کی ورق گردانی کرنے پر ایک نسخہ مرض تپ دق کا بھی دستیاب ہوا۔ جس کے اجزا اور ترکیب بناوٹ دیکھ کر میں نے اس کو بے حد مفید خیال کر کے تیار کیا۔ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ مریضان تپ دق پر مثل اکسیر ثابت ہوا۔ اگرچہ وید جی نے اسکو پان میں دینا لکھا ہے۔ مگر میں نے بجائے پان کے مکھن ایک تولہ۔ شہد خالص ایک تولہ اور مصری ۳ ماشہ میں ایک ایک رتی مریض کی طاقت دیکھ کر ۲۔۳ وقت دینا ہے۔ پہلے ہی روز بتا اثر دکھاتا ہے۔ جو کہ انہیں لفظوں میں عرض کر رہا ہوں حکماء صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اسکو تیار کر کے دق کے مریضوں پر استعمال کریں اور مندرجہ بالا حفظان صحت کی ہدایتیں کرائیں۔ ۱۰۰ فیصدی آرام آنے کی توقع ہے۔

## نسخہ یہ ہے

سونا اور سچے موتی۔ پارہ۔ بھنگ اہر لیجیے تینوں کی سم [illegible] گندھک دھر [illegible] سب کو کھرل [illegible] میں آ سہاگہ [illegible] شن [illegible] برتن لیکے ایک [illegible] کپڑ مٹی کرکے کی موٹی سات [illegible] دھوپ میں [illegible] [illegible] رتی بھر پر کھائی پان [illegible] راج [illegible] اور رکت [illegible] سب [illegible]

## ترجمہ

ورق سونا۔ مروارید ناسفتہ۔ پارہ مصفیٰ ہر ایک ایک تولہ۔ گندھک آملہ سار مصفیٰ تین تولہ سہاگہ بریاں ۱۔ تولہ سب کو آب کانجی میں بہاں تک کھرل کریں کہ پارہ اور ورق طلا کے ذرے

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

# اُردُو شاعری کا اثر اخلاق پر

(از جناب ڈاکٹر مہر الوری سیکرٹری اُردو سبھا امرتسر)
(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

[illegible] ہیں کہ ہر ملک کا ادب وہاں کی سوسائٹی کی اخلاق کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ دنیا میں ہر ادب کی ابتداء شاعری سے ہوئی۔

لیکن اردو شاعری کے دورِ تکوین پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے شعراء صوفی منش تھے اور اُن کا کلام تصوف کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا اور زبان چونکہ ابتدائی منازل میں تھی۔ لہذا اظہارِ خیال میں جدت اور تنوع نہیں تھا بلکہ روزمرہ کی سیدھی سادھی باتوں کو نظم کر دینے کا نام ہی شاعری تھا

## ولی سے پہلے کی شاعری

ولی دکنی سے پیشتر کے بعض شعراء کے کلام میں ہندی [illegible] کی جھلک نمایاں ہونے کی وجہ سے نیچرل شاعری کا عنصر زیادہ غالب تھا۔ وہ یا تو عشق و محبت کے پاکیزہ جذبات کو نظم کرتے تھے یا دنیا کی بے ثباتی کا منظر سیدھے سادے الفاظ میں کھینچ دیتے تھے۔ جس سے سامع کے دل میں ایک کیفیت متنفر [illegible] ہو جاتی تھی۔

محمد افضل میں نے سنہ [illegible] کے قریب ایک بارہ ماسہ لکھا ہے یہ کیفیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے:

سکھی ری چیت رُت آئی نواہی
اجھوں امید میری بر نیاہی
بعالم پھولیاں پھلواریاں سب
کرے سیراں پیا سنگ ناریاں سب
سکھی یہ رُت مجھے ناگن ڈست ہے

پھر دوں پوری نامی جگ ہنسی ہے
برتی میں عشق سوں دو ری بھر [illegible]
نصیحت میں اپن سوں یوں کر [illegible]
کہ ہرگز سوں [illegible] ہر گز نہ [illegible]
اے دل [illegible] ہر دو [illegible] نہ [illegible]
جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا

ان سب سے سادہ [illegible] کا اثر دل و دماغ پر فوراً پڑتا ہے کیونکہ ان میں نیچرل جذبات بیان کئے گئے ہیں۔ اور نیچرل اشعار کا اثر ناگزیر ہے:

جعفر میں جو شہزادہ کام بخش کے ہمراہ اکبر رہا ہے اپنے قلبی جذبات کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

ارے من باورا اب سوونا کیا
رسیلے نینوں بن دن کھوونا کیا
بڑھاپا آگیا جوبن گیا بھاگ
اندھیری رین [illegible] لٹکن لگے ناگ

دیکھئے کتنے رسیلے بول ہیں۔ جن کے اثر سے ایک بار قلب ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اور ان سادہ الفاظ میں کتنا جادو ہے جو خود بخود بے معلوم طور پر دل میں اُترا جا رہا ہے

جب ولی نے سفر دوبارہ دہلی کا سفر اختیار کیا اور ان کے کلام کا جابجا چرچا ہونے لگا تو بعض فارسی گو شعراء نے اس نئی زبان کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ کیونکہ یہ اس زبان کے فطری اور نیچرل اثرات دل میں ایک ہیجان برپا کرتے تھے اور کچھ لوگوں میں فارسی کا ذوق کم ہو رہا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ فارسی کی قدر و منزلت کرنے والی سلطنتیں کمزور ہو رہی تھیں اور شعراء اس نئی زبان میں جولانیٔ طبع دکھانے لگے تھے۔ کیونکہ فارسی کی نسبت اس زبان میں اپنے ملکی خیالات خصوصیت سے ادا کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔

چیستان جو نمونے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہ اُردوئے قدیم کے ہیں اس عہد کے ہر شاعر میں یہی رنگ موجود تھا۔ اور ملک بھی اسی طرز کو سند قبول عطا کرتا تھا۔ چنانچہ شاہ حاتم نے اپنے دیوان میں جو خطوط لکھا ہے اس سے اس زمانہ کے رنجیا کا تجویز [illegible] چلتا ہے۔

وقت جن کا ریختہ کی شاعری میں صرف
اُن سے کہتا ہوں میں بوجھو حرف میرا ژرف
جو کہ لائے ریختہ میں فارسی کے فعل و حرف
لغو ہیں گے فعل اُس کے ریختہ میں حرف

مگر زمانہ اس پر زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا فارسی گو شعراء نے تکلف و تصنع سے زبان کو پُر کر دیا اور فارسی تلمیحات و استعارات ریختہ کا جزو لاینفک بن گئے

## اخلاقی نقطۂ نظر سے اس دور کی شاعری

دہلی کی شاعری پر فارسی کا اثر غالب ہونے لگا اور یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ مگر نہ کسی شاعر نے معاشرتی جذبات نظم کئے اور نہ سیاسی مسائل پر گفتگو کی۔ بلکہ جذبات کے زیر اثر مضامین حسن و عشق پر زور دیا۔ رنج و غم اور درد و کرب کے خیالی مضامین ان کا خاص اسلوب رہا۔ لیکن ہر دور میں شعراء کا رنگ الگ الگ تھا کیونکہ زبان بڑی سرعت سے ساتھ بدل رہی تھی۔

مرزا عبد القادر بیدل ایسا مشہور فارسی گو شاعر بھی اُردو کی طرف متوجہ ہوا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

استادی کا چرچا تھا۔ کئی بار حیدرآباد اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ مگر شکوہ الفاظ اور تشبیہات میں ہمیشہ الجھے رہے۔

کس کی نگاہ میں جلوہ برق تاب کھپایا
آنکھیں جو اپنی ہو گئیں بے اختیار بند
خیالِ زلفِ بتاں میں نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر
ہر بادِ رفتگانِ محبت کی خاک ہے
اے قیس دشت میں یہ بگولا نہیں ہوا

محمد ابراہیم ذوق شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ لیکن اپنی ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے خود استاد ہو گئے۔ قدماء سے زیادہ زبان کو پاک و صاف کیا اور کلام میں صفائی اور چستی پیدا کی۔ محاورات و امثال میں ضرب المثل ہوئے لیکن قصائد میں اتنے بڑے ہیں کہ کوئی حریف اُن کے مقابلہ میں نہ جم سکا۔

رخصت اے زندہ جنوں زنجیر در کھڑکائی ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے
سر بوقتِ ذبح اپنا اُس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اُف ری بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے
جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں نہ ملتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لئے

حکیم محمد مومن خاں مومن نے تغزل میں ایک خاص

# اُردو شاعری کا اخلاق پر اثر

(پچھلے صفحہ سے)

جدت پیدا کی۔ اور متاخرین کے دائرے سے باہر قدم نکالا۔ کلام میں لطافتیں اور نزاکتیں پیدا کیں۔ نازک خیالی اور بلند پروازی اُن کا خاص حصہ تھی

چشمِ غضب سے مشورہ قتل کھل گیا
جو بات میں نہیں تھی وہ تقریر سے عیاں ہے اب
ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں

اسداللہ خاں غالب فارسی کے باکمال شاعر ہونے کی وجہ سے اس قدر مشکل پسند تھے کہ بعض اوقات اُن کا اردو کلام سمجھنا ناممکن ہو جاتا تھا لیکن وہ جلد ہی اس راہ سے ہٹ کر آسان گوئی کی طرف مائل ہو گئے۔ جس سے اُن کا کلام ایسا چمکا کہ آسمانِ شاعری کے آفتاب بن گئے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اُردو زبان جب بتدریج منازل طے کرتی ہوئی مومن و غالب کے دور تک پہونچی۔ تو اس میں غزل اور قصائد کو ترقی ہوئی لیکن دائرہ وہی رہا جو پہلے تھا۔ مومن اور غالب نے اس دائرے سے باہر قدم نکالا۔ جو مضمون متقدمین باندھتے تھے اُن سے الگ ہو کر ایک نیا راستہ اختیار کیا۔ اور ایسے طریقہ سے مضمون کو نظم کیا جو بالکل اچھوتا اور نرالا تھا۔ پرانی تشبیہوں سے اجتناب کیا اور جدید خیالات کے لئے نئی نئی تشبیہیں پیدا کیں۔ اور ایسے جذبات نظم کئے جن کا اثر دماغ کی بجائے دل پر بھی پڑنے لگا۔

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

شیخ ناسخ اور خواجہ آتش کے دور میں لکھنؤ میں طرزِ جدید کی شاعری کی داغ بیل پڑی۔ جو شاعر دہلی سے نکلا۔ اُس نے لکھنؤ کا رُخ اختیار کیا۔ کیونکہ وہاں اُن کی بڑی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ اس دور میں زبان بہت منجھ چکی تھی۔ اگرچہ مومن اور غالب کی جدید طرزِ شاعری کا نمونہ موجود تھا لیکن لکھنؤ اس رنگ سے متاثر نہیں ہوا۔ بلکہ ناسخ نے شکوہ الفاظ تکلف صنائع بدائع استعارات اور مبالغہ آفرینیوں سے زبان کو گورکھ دھندا بنا دیا۔ آتش نے البتہ اس رنگ سے کچھ اجتناب کیا اور بلند مضامین موثر انداز میں نظم کئے یہی سبب ہے کہ ان کے کلام میں ناسخ کی نسبت سوز و ساز زیادہ ہے۔

اگرچہ عاشقانہ شاعری کا رواج ہر ملک میں پایا جاتا ہے اور ہر ملک کی ادبی تصانیف میں عاشقانہ شاعری موجود ہے۔ لیکن فرمانروایانِ اودھ کا دربار اس خصوصیت کے لئے مشہور ہے۔ کیونکہ خود حضرت واجد علی شاہ متخلص اختر اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور جو شاعر اُن کے دامنِ دولت سے وابستہ ہوتا تھا وہ بھی اسی رنگ میں رنگا جاتا تھا۔

جگرِ عاشقِ دل سوز جلاتے نہ چلو
شمع کو محفلِ عشرت میں رُلاتے نہ چلو
قفسِ تن میں مرا طائرِ دل پھڑکے گا
چٹکیوں میں گل و بلبل کو اُڑاتے نہ چلو
مری زباں سے تو پوچھو مزا محبت کا
یہ خوب جانتی ہے ذائقہ محبت کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

نصیب فتح ہو یا ہو مجھے شکست [illegible]
خدا بچائے ہوا سے منا محبت [illegible]

اس دور کے بعد ایک اور رنگ پیدا ہوا۔ کیونکہ غدر کے بعد کئی شاعر اپنا وطن چھوڑ کر اسلامی ریاستوں میں چلے گئے۔ بعض شعرا نے حیدرآباد کا رخ اختیار کیا اور بعض رامپور سے وابستہ ہو گئے۔ مگر اس دور میں شاعری نے جو ترقی کی وہ داغ کے تتبع میں عاشقانہ رنگ کی رہی۔ منشی امیر مینائی علمی قابلیت میں داغ سے بڑھے ہوئے تھے۔ مگر داغ کے تتبع میں عاشقانہ اشعار کہتے رہے۔ حالانکہ خود ان کی زندگی مولویانہ تھی۔

واعظ کی تکفیر اتنی کرنا اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بت خانہ تھا
چھوٹے کہیں نہ عیب پر زخم نے ان کے ہیچ
کچھ رہ گئے تو میرے مقدر میں رہ گئے
قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اس شعر کو اللہ آباد ہائیکورٹ کے جسٹس مسٹر محمود نے ایک مقدمۂ قتل کے فیصلہ میں بطور سند درج کیا ہے۔

داغ دہلوی کی جو قدر و منزلت شاعری میں ہوئی۔ اور جو شہرت ان کو ملی وہ کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ طباعی بیساختگی اور معدود کے لئے مخصوص ہیں۔ ع

دنیا میں جانتا ہوں کہ جنت ملی مجھے
راحت اگر ذرا سی مصیبت میں مل گئی
رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر جاتا ہے پروانہ
مجھ کو تاب چشم مروت نے کر دیا
مل جائے تو اڑاؤں کسی کی نظر کو میں

طبقۂ متقدمین اور متوسطین اور متأخرین کے کلام کا مختصر انتخاب اس حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے کافی ہے کہ مختلف ادوار میں ہر طبقہ کا رنگ الگ الگ رہا۔ کبھی بلند خیالی۔ کبھی سوز و ساز اور کبھی معاملہ بندی کا دور رہا۔ اگر کسی خوش فکر متفکر نے زیادہ زور مارا تو بلند آہنگی کے ساتھ اسلوب بیان میں لطافت پیدا کر دی۔ لیکن کسی شاعر نے کوئی انقلاب انگیز نظم نہیں لکھی جو دلوں کو گرما تی اور تغیر پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی۔ وہ تو تھا کہ دہلی کی سلطنت کو ان جادو نگار شعرا کے سامنے زوال نصیب ہوا اور لکھنؤ ان کی آنکھوں کے سامنے مٹا۔ اگر کہیں کہیں قدما کے کلام میں صوفیانہ اشعار کی جھلک تھی تو وہ محض برائے نام تھی۔ لیکن لکھنؤ پھر بھی اس رنگ سے علیحدہ رہا۔ البتہ دہلوی شعرا میں اس کی کچھ جھلک پائی جاتی رہی۔ خیالی مضامین دل پر کیا اثر کر سکتے تھے۔ آخر ایک ایسا دور آیا۔ اور اس نے اس رنگ کی شاعری کو کسی حد تک ختم کر دیا۔ اور ایک جدید رنگ کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہ دور سر سید احمد خاں کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

اب کام شاعری جدت اور ندرت کا نام نہیں تھا۔ بلکہ فلسفہ۔ تصوف۔ اخلاقیات۔ سیاسیات اور نیچرل جذبات بیان ہوتے تھے۔ اور گل و بلبل کے خیالی افسانوں کی بجائے اب حقائق و معارف کے فطری اسلوب جذبات کو برانگیختہ کر رہے تھے۔

پنجاب میں کرنل ہالرائڈ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم نے جن کا دماغ انگریزی شاعری کے فطری جذبات سے آشنا تھا اردو کی مبالغہ آمیز شاعری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور عاشقانہ جذبات کی بجائے قدرتی مناظر اور اخلاقی شاعری کو رواج دلایا۔

۱۸۷۴ء میں مولانا حالی، اور آزاد نے اس کی ابتدا کی۔ اور غزلوں کی بجائے چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور نظمیں لکھیں جو مقبول عام ہوئیں۔ اور ان کی دیکھا دیکھی دیگر شعرا نے بھی اس طرز کو اختیار کر لیا۔ یہ رنگ اس قدر مقبول ہوا کہ ملک نے اس کی توقع سے بڑھ کر قدر کی۔

آزاد اگرچہ نثر اردو کے بادشاہ تھے لیکن نظم پر بھی بلحاظ اخلاق ان کا بہت کچھ احسان ہے۔

## شب قدر

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو
عالم کے کاروبار کو دن بھر ہے [illegible]
میں اردو عرب [illegible] ہم قوم [illegible]
پیاسے محنتوں کے ہو [illegible] مثل [illegible]
تکلف سے دن کی ہو گیا سنہ [illegible]
اور دل اس پہ شام سے فرحت کی گرد ہے
ہونا زمانہ بسکہ ہے وابستہ شام سے
اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے
دامن کو [illegible] اب جا کے سو رہو
دن بھر کا کام شام کو [illegible] سو رہو

خواجہ الطاف حسین حالی نے اردو شاعری پر بڑا احسان کیا۔ فلسفہ و نفسیات۔ حقائق و معارف اور فطری جذبات کو نظم کا جامہ پہنایا۔ برکھا رت، نشاط امید، مناظرہ رحم و انصاف اور حب وطن وغیرہ نظمیں بہت مقبول ہوئیں۔ مگر اس سے بڑھ کر جس چیز نے حالی کا نام زندہ جاوید کر دیا وہ ان کی مسدس ہے اور آج تک اردو میں یہی ایک ایسی چیز ہے جس نے مسلمانان ہند کی حالت کو بدلا۔ اگر اردو میں اخلاق کو ابھارنے والی کوئی نظم ہے تو وہ مسدس حالی ہے اور جو مقبولیت اس کو حاصل ہے وہ اردو کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔

## برکھا رت

گرمی کی تپش بجھانے والی
سردی کا پیام لانے والی

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

# نپولین اور اس کی ماں

( ازجناب وائی - کے طارق )

( خاص تیج دہلی کے لئے )

دُنیا ایک عظیم شخصیت کو آج بھول گئی ہے۔ وہ عورت کے روپ میں ظاہر ہوئی۔ اس نے اپنی گود میں ایسے بچے کی پرورش کی جو بڑا ہو کر یورپ کی حریت کشی، انانیت اور جبروت کا سب سے بڑا باغی ہوا۔ اور انجام کار خود بھی ملوکیت کا فدائی ہو کر اس گناہ کا کفارہ ادا کرتے ہوئے تنہائی کی قید میں مرگیا۔ یہ باغی نپولین بونا پارٹ تھا اور شخصیت اس کی چہیتی ماں میڈم بونا پارٹ، جو "اجاکسیا" کی ایک ویران قبر میں سو رہی ہے۔

حکومت وقت کے وزیر تعلیم عامہ سے درخواست کی گئی ہے کہ اس عورت کی لاش اس کے لاڈلے بیٹے نپولین کے پہلو میں منتقل کر دی جائے اور اس طرح ماں کی آخری آرزو ایک سو سال بعد پوری ہو جائے "یہ میڈم" میں وطن پرستوں نے لکھا ہے "تاریخ فرانس کو جون آف آرک کے جہاد حریت پر بجا فخر ہے۔ لیکن جون کا سینہ میں میڈم بونا پارٹ کی طرح ماحتا سے لبریز دل نہیں تھا۔ اس کے کارنامے نوجوان مردوں میں فقط قوم کے لئے سرفروشی کا جوش پیدا کرتے ہیں۔ لیکن میڈم بونا پارٹ کی گود، قوم کی ماؤں کی گود کو، علمبرداران جمہوریت کی پرورش کے لئے گرم رکھتی ہے۔ اس لئے اس کا احترام دنیا نے انسان کے قلب سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتا۔"

فاتح اعظم کی ماں، خوبصورت بھی تھی، اور دلیر بھی، وطن پرستی کا جذبہ اس میں بدرجہ اتم تھا، دشمنوں نے اس سے ہمیشہ محبت کی، اور دشمنوں نے اس کے محاسن کا اعتراف کیا۔ ہر شہر، ہر بستی اور ہر گھر میں اس کا چرچا تھا۔ اور کسی نے اسے گرے ہوئے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔

لیٹیشیا پیدا ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر تھی۔ اور اٹھتی جوانی کا زمانہ کہ چارلس بونا پارٹ نامی معمولی حیثیت کے ایک اٹھارہ سالہ نوجوان سے محبت ہو گئی اور اسی سال ایک دوسرے کی زندگی سے وابستہ ہو گئے، اس معاشقانہ ازدواجی زندگی میں وہ تیرہ بچوں کی ماں بنی۔ لیکن پانچ بچے اس کی نگاہوں کے سامنے سسک سسک کر مر گئے۔

اس عورت کا اصلی نام لیٹیشیا تھا۔ نپولین پیدا ہوا تو بچپن سے اسے حب الوطنی اور حریت پرستی کی تعلیم دینے لگی۔ ماں کی گود بچوں کا پہلا اسکول ہوتا ہے اور اس اسکول کی تعلیم مستقل کی سنگ بنیاد اور زندگی و موت سے وابستہ ہوتی ہے۔ نپولین ابھی بہت کم سن تھا کہ فرانسیسی فوج میں لفٹننٹ ہو گیا۔ اب ماں نے اسے قوم کی کس مپرسی اور برسر اقتدار ملوکیت کے مظالم ایک ایک کر کے دکھانا شروع کئے۔ ملک کو اس فرعونی گرفت سے چھڑانے پر ابھارا۔ نپولین ابھرا اور یہاں تک ابھرا کہ آخر میں فرانس کا شہنشاہ اعظم بن گیا۔

کون ماں ہے جو اپنے بچے کو زرق برق لباس پہنے، اور جواہرات سے بھرا ہوا تاج سر پر رکھے، ملک پر حکمرانی کرتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے بے تاب نہیں ہو جائے گی۔ لیکن میڈم بونا پارٹ نے نپولین کو اس لئے دودھ نہیں پلایا تھا کہ شمع ملوکیت کا پروانہ بنے۔ حکمران دُنیا ہو اور غریب اس کے عبا کو بوسہ دینے کے لئے جھکیں، وہ تو چاہتی قوم کی ماں بننا چاہتی تھی نہ کہ شہنشاہ فرانس کی۔

شہنشاہ نپولین کی تاجپوشی کا دن مقرر ہوا اور جگمگ جگمگ کرتی ہوئی جواہر نگار شاہی گاڑی گاؤں میں میڈم کے دیہاتی مکان کے سامنے آکے رکی اُس سے درخواست کی گئی کہ اپنے بیٹے کے جشن تاجپوشی میں شریک ہو، نپولین کی یہی آرزو تھی اور وزرائے سلطنت کی تمنا۔ لیکن بلند حوصلہ اور وطن پرست خاتون نے گھر کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو چھوڑ کر قصر شاہی کے جگمگاتے ہوئے قمقموں کے سامنے میں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بیٹے کے فعل کو تاریخ کا معراج اور عروج کو انسانیت کی ارذل ترین پستی سے تشبیہ دی۔ وہ ہونٹ جو کبھی دعائیں دیتے تھے اب لعنت ملامت کرنے لگے۔ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ "جس روز میری آنکھیں عیش و عشرت کے دیوانے شہنشاہ نپولین کو دیکھنے کی آرزو کریں گی میں انہیں پھوڑ دوں گی" اور اس نے وہی کیا۔ زندگی بھر شہنشاہ نپولین کی صورت نہیں دیکھی اور نپولین یہی تمنا لے کر مر گیا۔

ہاں جب اس خاتون کو خبر ملی کہ اس کا اب شہنشاہ نپولین نہیں رہا۔ بلکہ معمولی قیدی اس نے تحفظ ملک کی خاطر میدان جنگ میں وار مقابلہ کیا، شکست ہوئی اور قید ہو کر سینٹ ہیلینا میں بقیہ عمر قید کی زندگی گذارنے بھیجا جا رہا تو وہ بے چین ہو گئی۔ ایک دم سے بے قرار ہو کر اور نپولین کے پاس ایلبا پہنچی۔ اس نے اسے

( باقی اگلے صفحہ )

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

دہلی میں نئی اسمبلی کے اجلاسوں کی گرماگرمی ہے صدر کا انتخاب ہو چکا۔ سر عبدالرحیم اور مسٹر تصدق احمد خاں شروانی دو امیدوار تھے۔ سر عبدالرحیم کامیاب ہوئے اور وائسرائے نے بھی ان کی صدارت کو منظور کر لیا۔

---

۲۸ر جنوری کو ہز ایکسیلینسی لارڈ ولنگڈن نے نئی اسمبلی میں تقریر کی اور اس بات کو تسلیم کیا کہ بلاواسطہ انتخاب اس جدید آئین کا بہت بڑا نقص ہے جو حکومت ہند کی رائے کے خلاف ہندوستان کے سر تھوپ دیا گیا ہے۔

---

پیکنگ سے ۲۸ر جنوری کو اطلاع آئی ہے کہ ایک ہزار جاپانی فوج اور ایک ہزار منچو کو فوج نے ہوائی جہازوں اور توپوں سے مسلح ہو کر شہر کوآن اور تنگ شی دمنو پر چھاپہ مارا ہے اور شہر "دیوار چین" پر بھی حملے کئے جا رہے ہیں۔

---

معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند ۲۰ر فروری کو دہلی میں تمام صوبجاتی حکومتوں کے افسران صیغۂ اصلاحات کی ایک کانفرنس اس غرض سے طلب کرنے والی ہے تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ جدید آئین کے ماتحت صوبجاتی کونسلوں کے انتخابات کے لئے کیا کچھ ہو چکا ہے۔

---

کہا جاتا ہے کہ احمد آباد کی ملوں کے مزدوروں نے اُجرتوں کی جدید تخفیف کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے دہلی کے سمجھوتہ پر عملدرآمد میں مشکلات پیدا ہو گئی ہیں اور لکشمی کاٹن مل کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے۔

---

ایوان والیان ریاست نے پھر ہز ہائی نس مہاراجہ پٹیالہ کو اپنا چانسلر منتخب کیا ہے۔

---

شری یت سبھاش چندر بوس نے "انڈین اسٹرگل ۱۹۲۰-۱۹۳۴ء" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اور جو مسٹر وشارٹ اینڈ کو لندن نے شایع کی ہے حکومت نے اس کا داخلہ بند کر دیا ہے۔

---

ریاست گوالیار میں ایک کوہ آتش فشاں جو سینکڑوں برس سے خاموش تھا یکایک پھٹ پڑا ہے اور اس سے دھواں اور شعلے نکل رہے ہیں۔

---

ہندوستان کی واحد آزاد ریاست کے فرمانروا ہز ہائی نس مہاراجہ نیپال دہلی تشریف لائے ہیں اور ہندو مہاسبھا کی طرف سے ان کو ایڈریس پیش کیا جا رہا ہے۔

---

برما کے ہندوستانی باشندگان کا ایک وفد نے ۲۴ر جنوری کو وائسرائے سے ملاقات کر کے برما میں ہندوستانیوں کے داخلہ و رہائش وغیرہ کا مطالبہ کیا اور تجارتی امتیاز کے خلاف پروٹسٹ کیا

---

دہلی میں انجمن فنون لطیفہ کی نمائش ہو رہی ہے جس میں تصاویر، کشیدہ کاری، سوزن کاری وغیرہ کے بہترین اور نایاب نمونے رکھے گئے ہیں

---

بمبئی کارپوریشن کے انتخابات میں ۲۴ کانگریسی امیدواروں میں سے ۲۲ کامیاب ہوئے ہیں اور پانچ مہاسبھا امیدواروں میں سے ۴ کامیاب ہوئے۔

---

ریاست بہاولپور میں ایک نہایت افسوسناک حادثہ ہوا ہے۔ چونکہ ایک نادان بچہ نے غلطی سے چار نوٹ روپیہ کے نوٹ آگ میں ڈال دیئے تھے۔ اس باپ نے اس بچہ کو آگ میں ڈال دیا۔ بچہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کی ماں نے بھی خودکشی کر لی

---

۲۴ر جنوری کو ایوان تجارت ہند کا جلسہ منعقد ہوا جس میں ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ہندوستان و برطانیہ کے درمیان جدید تجارتی معاہدہ پر پروٹسٹ کیا گیا۔

---

بنگال اور آسام میں اس ہفتہ میں پھر زلزلہ آیا۔ بنگال کا زلزلہ ہلکا تھا اور آسام کا زیادہ شدید تھا۔

---

۱۵ر فروری کو جو گورنمنٹ آف انڈیا بل شایع ہونے والا ہے اس کے متعلق سرکاری میمورنڈم شایع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈیا بل چار سو پچاس دفعات پر مشتمل ہے

---

صوبہ بہار میں کوئلہ کی ایک کان میں دفعتاً پانی بھر آنے کے باعث ایک شدید حادثہ ہوا۔ جس میں ۱۱ عورتیں اور ۹ مرد ہلاک ہو گئے

---

مہاتما گاندھی نے ۲۴ر جنوری سے دیہاتوں کا دورہ شروع کر دیا ہے۔ دیہاتیوں کو مہاتما جی کا یہ ایڈوائس ہے کہ وہ کھادی، گھر کا پسا ہوا آٹا اور ہاتھ کے کٹے ہوئے چاول استعمال کریں

---

اسمبلی کے حلقوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ ایسے نازک وقت میں پنڈت مدن موہن مالویہ کا اسمبلی میں ہونا ضروری ہے اس لئے آپ کو اسمبلی میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور ڈاکٹر بھگوان داس آپ کے لئے جگہ خالی کرنے کی غرض سے استعفیٰ دینے والے ہیں

---

ایک کمیونکے مظہر ہے کہ ۵ر فروری سے گورنمنٹ آف انڈیا بل کی جلدوں کی فروخت شروع ہو جائیگی

---

یوم آزادی کے سلسلہ میں ضلع پٹنہ میں جلسہ اور جلوس پر پابندی عائد کر دی گئی ہے اور پولیس ایکٹ کے ماتحت یہ حکم دیا گیا ہے کہ لائسنس حاصل کئے بغیر کوئی جلوس اور جلسہ نہ ہو۔

---

۲۸ر جنوری کو ایک ہولناک آتشزدگی کے باعث ۱۴ دوکانیں، دس گیرج اور ۲ موٹر کاریں جل گئیں۔ اور تقریباً ایک لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔

---

آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج دہلی میں ۲۷ر جنوری کو مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم کی برسی منائی جائے گی اور مسز سروجنی نائیڈو اس کی صدارت کریں گی۔

---

لاہور میں "آزاد مسلم کانفرنس" قائم کی گئی ہے اور قوم پرست مسلمانوں نے مسلم ممبران اسمبلی سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اسمبلی میں کانگریس پارٹی کے ساتھ تعاون کریں

---

آل انڈیا دیہاتی صنعتی ایسوسی ایشن کا دوسرا اجلاس ۳۱ر جنوری کو واردھا میں منعقد ہوگا۔ اور مہاتما گاندھی جی دہلی سے غالباً ۳۰ر جنوری کو تشریف لے جائیں گے۔

---

حکومت ہند کے ایک کمیونکے سے معلوم ہوا ہے کہ پبلک روپیہ کے جدید آٹھ آنہ کے سکے [illegible] مارچ میں فروخت کے لئے جاری ہو جائیں گے۔ خریداروں کو ہر ممکن سہولت پہنچائی جائے گی۔

---

کلکتہ میں جرمن باشندوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں علاقہ سار کی واپسی پر اظہار مسرت کیا گیا۔

---

چین میں کمیونسٹوں اور سرکاری فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی جس میں تقریباً ایک ہزار کمیونسٹ ہلاک ہوئے۔

---

۲۰ر جنوری کو لاہور میں خالصہ نوجوان کانگریس کا اجلاس ہوا جس میں مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کی سخت مذمت کی گئی۔

---

الہ آباد کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ گڑھوال میں بھی ایک آتش فشاں پہاڑ کے برآمد ہونے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ ایک پہاڑی میں سے دھواں نکل رہا ہے۔

---

معلوم ہوا ہے کہ ۲۴ر جنوری کو امرتسر کی پولیس نے متوالا پرنٹنگ پریس اور اور اخبار "نوجوان" مزدور کے دفتر کی تلاشی لی۔ کہا جاتا ہے کہ اس اخبار میں پٹیالہ جیل کے اندر سردار سیوا سنگھ کی موت کے سلسلہ میں مہاراجہ پٹیالہ پر الزام لگایا گیا تھا۔

---

مدراس کی ایک اطلاع ہے کہ ایک رامنی کی شکست پر دو فریق میں جھگڑا ہو گیا جس میں ۲۰ افراد زخمی ہو گئے۔

---

## خالدہ ادیب خانم

(صفحہ ۱۶ سے آگے)

بعد کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ آپ نے خود اپنے وطن عزیز کو جس کی تعمیر میں آپ کا خاص ہاتھ تھا کچھ عرصہ کے لئے خیرباد کہنا مناسب سمجھا اور آجکل وہ پیرس میں خاموش زندگی بسر کر رہی ہیں

انکا قومی نقطۂ نظر بہت وسیع ہے۔ وہ تنگ اور خودغرضانہ قومی نظریہ کی قائل نہیں ہیں۔ [illegible] کے افراد کے ساتھ دوسرں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی حامی ہیں۔ وہ محض اصول کو [illegible] قانع نہیں [illegible] وہ مکار سیاست دانوں کا شغل سمجھتی ہیں۔ وہ دراصل عمل کرنے کی علمبردار ہیں [illegible] ہی زندگی سراسر عمل ہے۔

# اردو شاعری کا اثر اخلاق پر

(بقیہ صفحہ ۳۶)

قدرت کے عجائبات کی کان
عارف کے لئے کتاب عرفان
وہ مشلرغ و درخت کی جوانی
وہ مور د ملخ کی زندگانی
وہ سارے برس کی جان برسات
وہ کون ؟ خدا کی شان برسات
آئی ہے بہت دعاؤں کے بعد
اور سینکڑوں التجاؤں کے بعد
وہ آئی تو آئی جان میں جان
سب تھے کوئی دن کے ورنہ مہمان
گرمی میں تڑپ رہے تھے جاندار
اور دھوپ میں تپ رہے تھے کہسار

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی جو سررشتہ تعلیم میں ملازم تھے انہوں نے بھی بےشمار اخلاقی اور عمرانی نظمیں لکھی ہیں جو آج تک درسی کتابوں میں درج کی جاتی ہیں۔ اور مولانا حالی کے بعد اخلاقیات میں اگر کسی کا درجہ ہے تو وہ مولوی محمد اسمٰعیل ہیں۔ سہ

وہ دیکھو اٹھی کالی کالی گھٹا
ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا
گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی
ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی
گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی
تو بے جان میں جان سی آگئی
زمیں سبزے سے لہلہانے لگی
کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی

منشی نادر علی خاں نادرؔ کاکوروی نے پاکیزہ اور اخلاقی نظمیں بہت لکھی ہیں جو جذبات کی گہرائیوں میں خود بخود اتر جاتی ہیں سے

اکثر شب تنہائی میں • کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیاں • بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمع زندگی • اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دل صد چاک پر

وہ لذت بزم طرب • یاد آتے ہیں ایک ایک سب
دل کا کنول جو روز و شب • رہتا شگفتہ تھا سو اب
اس کا یہ ابتر حال ہے • اک سبزہ پامال ہے
اک پھول کملایا ہوا • ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا
روندا پڑا ہے خاک پر

منشی درگا سہائے سرورؔ جہان آبادی طرز جدید کے ایک خاص رکن تھے۔ حقیقی جذبات نگاری۔ درد و اثر کی جھلک ان کی نظموں میں خصوصیت سے نمایاں ہے اور ان کی بیشتر نظموں میں اخلاقی رنگ موجود ہے۔

## گنگا

اے آب رود گنگا اُف ری تری صفائی
یہ تیرا حسن دلکش یہ طرز دلربائی
تیری تجلیاں ہیں جلوہ فروش معنی
تنویر میں ہے تیری اک شان کبریائی
جوبنا تری سہیلی گرساتھ کی ہے کھیلی
اس میں مگر کہاں ہے تیری سی جانفزائی
بے لوث تیرا دامن ہے داغ معصیت سے
موزوں ہے تیرے قد پر ملبوس پارسائی
حسن ازل کی گویا تو اک شگفتہ مورت
صانع نے تیری صورت کیا موہنی بنائی
اے نازش زمانہ اے نقش ناز قدرت
جنت کی ایک لاڈلی تو ہے ہماری مائی
ولبند ہم ہیں تیرے لخت جگر ہیں تیرے
نخل مراد ہے تو اور ہم ثمر ہیں تیرے

سید اکبر حسین اکبرؔ الہ آبادی ایک خاص طرز کے موجد تھے۔ جنہوں نے ظریفانہ اور متین رنگ کو سمو کر ایک خاص طرز پیدا کیا۔ اور وہ اتنا مقبول ہوا کہ اکبر کی زندگی ہی میں اس کی قدر ہونے لگی مذہبی اور سیاسی رنگ کو ظریفانہ پیرایہ میں ادا کیا یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اصلاحانہ رنگ کی ہے سہ

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مسرت ہوئی ہنس لئے دو گھڑی
مصیبت پڑی رو کے چپ ہو رہے
بسی طور سے کٹ گیا روز زیست
سُلا یا شب گور نے سو رہے

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

اب مغربی تعلیم اور مغربی قوموں کے میل جول سے خیالات میں تبدیلی پیدا ہونے لگی ہے اور ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فلسفہ، منطق، نفسیات، اخلاقیات اور عمرانیت کا رجحان ہے۔ نظموں کے علاوہ غزلیات میں بھی عاشقانہ رنگ مفقود ہو رہا ہے۔ تصوف اور صوفیانہ اشعار کی جھلک بہت نمایاں ہے۔ اب عملی جذبات کا نام شاعری نہیں رہا۔ بلکہ اب ایک ادیب کا مطمح نظر فکر کی نقالی ہے۔ اور اخلاقی نقطہ نظر سے یہ دور ایک زرین دور کہلانے کا مستحق ہے۔ رشک و حسد کے مضامین سے نفرت ہوتی گئی ہے۔ اور کوئی شاعر لفظی رعایتوں اور ضلع جگت کی بھول بھلیاں میں نہیں پڑتا ہے۔ اب دماغی کیفیات، جدت اور تنوع کا سرچشمہ ہو رہا ہے۔ اب شاعر ماحول کے تاثرات قلمبند کرتا ہے جس کا اثر دماغ کے علاوہ دل کو بھی ابھارتا ہے۔

اس لئے دور جدید کی شاعری اخلاقی نقطہ نظر سے قابل تعریف ہے۔ اب یہ سوال کہ ان تصنیفات سے کیا سلوک کیا جائے جن میں مے کشی، شاہد بازاری اور امرد پرستی کی تعلیم بھری پڑی ہے۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ذوق کے موافق اس مسئلہ کے حل کی بہترین سبیل خود نکال سکیں گے۔

## مرض تپ دق اور اسکا علاج

صفحہ ۳۲ سے آگے

نابود ہو جائیں۔ پھر ٹکیہ بنا کر ایک کوری ہانڈی میں رکھ کر سرپوش دے کر سات مرتبہ گل حکمت کر کے دن بھر دھوپ میں خشک کر کے گز بھر کا مربع گڑھا کھود کر نصف گڑھا جنگلی اپلوں سے بھر کر اس پر ہانڈی رکھ دیں۔ بعدہ نصف گڑھا بھی اپلوں سے بھر کر آگ لگا دیں۔ جب آگ سرد ہو جائے تو ہانڈی نکال کر کھول کر دوا نکال لیں جو کہ خاکی مٹیالے رنگ کی برآمد ہوگی۔ اسمیں سے مریض کی طاقت دیکھکر ۲ چاول سے ایک رتی تک مندرجہ بالا طریقہ سے صبح و شام دیں۔ لکھا ہے کہ سخت سے سخت تپ دق کے مریض کو یہ دوا پاؤں سے سل کرد عربیتی ہے اور منہ سے خون آنا اور سخت سے سخت کھانسی اور بلغم اس کے نام لینے سے بھاگتے ہیں۔

[illegible] جدن بائی

آپ ہندوستان کی مشہور فلم کمپنی سنگیت فلم کمپنی بمبئی کی مالکہ ہیں۔ تلاش حق فلم میں لیڈنگ پارٹ ادا کرتی ہیں اور ہندوستان بھر میں علم موسیقی میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔

## مس سردار اختر

آپ بمبئی کے مشہور سٹڈیو سروج فلم کمپنی کے شہرہ آفاق فلموں
جوہر شمشیر اور ساہ بہرام وغیرہ میں لیڈنگ پارٹ ادا کرتی ہیں

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press. Burn Bastion Road Delhi

Registered L. No. 1517

Registered L. No. 1517

No. 35 DELHI 4TH FEB. 1935. V. No 13

شریت سرت چندر بوس ایم ایل اے

(سوانح حیات اندر دیکھئے)

## هفته کی مشهور شخصیتیں

ڈاکٹر انصاری

سردار ولبھ بھائی پٹیل

بابو راجندر پرشاد

پنڈت مدن موهن مالویه

شریمت راجگوپال آچاریه

مسٹر جناح

شریمت بھولا بھائی ڈیسائی

مسز سروجنی نائیڈو

مسٹر ایلی

مولانا شوکت علی

اب مشترکه پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کی متحده طور پر مخالفت کرنے کی غرض سے فرقه دارانه گتھی کو سلجھانے کی ازسر نو کوشش کر رهے هیں

# اشارات

ایک اطلاع کہتی ہے کہ پیرس سے لندن تک پرواز کرنے والے ایک ہوائی جہاز سے سونے کی چند اینٹیں جن کی قیمت ۸ ہزار پونڈ تھی سمندر میں گر کر غرق ہو گئیں۔ لوگوں کو اب سونا کہاں ہے کہ ان خبروں سے دلچسپی لی جائے۔ ہوہی جب پاس ہو۔ جب نکل گیا تو غرق ہی سمجھنا چاہئے۔

---

سر ہیری ہیگ گورنر یو۔پی کہتے ہیں کہ برطانیہ ہندوستان کو اصلی ذمہ داری دے رہا ہے "وہ برطانی پالیسی کے بنیادی اصول کے مطابق ہے"۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہ پالیسی کیا ہے۔ اور جے پی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری کس قسم کی ہے۔

---

کانگریس کے صدر بابو راجندر پرشاد نے ایک اپیل کی ہے کہ ملک میں ۸ اکتوبر کا دن جے۔پی۔سی رپورٹ کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے منایا جائے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کے ہر حلقہ کے لئے یہ ایک امتحان کا کام ہوگا اور پبلک کی رائے عامہ صاف معلوم ہو جائے گی۔

---

حکومت بنگال نے اپنے بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لئے چند مزید ٹیکسوں کی تجویز پیش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ "ملازمتوں میں بھی جہاں تک مناسب تھا تخفیف کر دی گئی ہے"۔

لیکن یہ نہیں معلوم کہ کہاں تک مناسب تھا؟

---

زنجبار میں اینٹی انڈین قوانین کے متعلق مہاتما ایسٹ۔ اینڈریوز فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانیوں کو مشرقی افریقہ سے باہر کر دینے کی پوری کوشش کی جانے والی ہے۔

ہندوستان کا یہ حال ہے کہ آبادی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے اور "برتھ کنٹرول" نہیں۔ دیکھئے اب ہندوستانی کہاں رہیں۔ ؎

میں کہاں رہوں میں کہاں بسوں نہ یہ مجھ سے خوش نہ وہ مجھ سے خوش
میں زمیں کی پیٹھ کا بوجھ ہوں میں فلک کے دل کا غبار ہوں

---

"رائٹر" کہتا ہے کہ برطانیہ کی سیاسیات میں آئندہ سات آٹھ ماہ تک ہندوستان کو جدید آئین کے بل کے باعث بڑی اہمیت حاصل رہے گی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس اہمیت سے ہندوستان کو کیا فائدہ ہوگا؟ غالباً اس اہمیت کی کوئی فضیلت نہ ہوگی۔

# آئینۂ خیال

(پچھلے صفحہ سے)

## مختلف ممالک میں مسئلہ بیکاری کا حل

بیکاری اور اقتصادی بدحالی کے ان ایام میں یہ امر کس قدر سبق آموز ہے کہ دنیا کے ۲۰ ممالک کی حکومتیں مسئلہ بیکاری کو حل کرنے اور مفلسوں کے لئے ذریعہ معاش تلاش کرنے میں سرگرم ہیں۔ مگر ہندوستانی حکومت اس اہم وقتی ضرورت کا مقابلہ کرنے کے لئے اب تک تیار نظر نہیں آتی۔ انگلستان میں لیبر کے وزیر اور ٹریڈ یونین کانگرس کے رہنماؤں نے پچھلے دنوں باہمی مشورہ سے بیکاروں کے لئے کام پیدا کرنے اور اجرت میں کمی کئے بغیر چالیس گھنٹے کا ہفتہ جاری کرنے کی ایک اسکیم مرتب کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگلستان میں بیکاروں کا بوجھ "اسٹیٹ" یعنی حکومت پر ہے جس کا فرض ہے کہ یا تو بیکاروں کے لئے کام نکالے یا ان کو کھانا کپڑا بہم پہنچائے۔ جرمنی میں نازی حکومت کے سامنے بھی بیکاری کا مسئلہ پیش ہے اور وہ بیکاروں کے لئے ذریعہ معاش ڈھونڈھ رہی ہے۔ گورنمنٹ کی تجویز ہے کہ بنکوں کی شرح سود کم کر دی جائے۔ تاکہ صنعت و حرفت پر کافی سرمایہ لگایا جا سکے اور مزدوروں کے لئے کام کا میدان پیدا ہو۔ لیکن دیکھئے کہ ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے! حکومت نے اب تک اتنا بھی ضروری نہیں سمجھا ہے کہ بیکاروں کی تعداد معلوم کرے۔

## ریڈیو براڈکاسٹ اور اشتہار بازی

موجودہ دنیا کی تجارت اشتہار بازی پر زندہ ہے۔ غالباً اب کوئی ایسا ذریعہ باقی نہیں ہے جو اشتہار بازی کے لئے استعمال نہ کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ بادلوں کے سیاہ پردے پر بھی روشنی ڈال کر اشتہار دیئے جانے لگے ہیں۔ لیکن ابھی ریڈیو براڈکاسٹنگ کی مشینوں کو جن کے ذریعہ لوگ دوسرے ممالک کی تقریریں اور گانے وغیرہ سن لیتے ہیں اب تک اشتہار بازی کے لئے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ایک بڑی کمپنی نے جو اشتہار پر لاکھوں روپے سالانہ صرف کرتی ہے اس ذریعہ اشتہار کا بھی امتحان کیا۔ مگر ناکامیاب رہی۔ ۶۰ سے بہترین گانے والیوں کے چند گانے براڈکاسٹ کر دیئے اور اس کے بعد سننے والوں سے کہا کہ اگر ان گانے والیوں کی تصویریں حاصل کرنا چاہیں تو کمپنی کو اطلاع دیں۔ اس ذریعہ سے یہ امتحان پیش نظر تھا کہ کتنے جواب آتے ہیں۔ لیکن اس طرح کے اشتہار پر ایک ہزار پونڈ خرچ کرنے کے بعد بھی صرف چار یا پانچ آرڈر آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریڈیو سننے والوں کو یہ طریقہ اشتہار بازی پسند نہیں ہے۔ ماہرین تجارت نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ جتنی طاقت ایک اچھے اور مقبول عام اخبار یا رسالہ کے اشتہار کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ اب تک کسی دوسرے ذریعہ کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔

## عورتوں اور بیویوں کے متعلق

ایک مضمون نگار نے کسی اخبار میں کہا ہے کہ وقت کے بہترین آثار یہ ہیں کہ "بیویاں۔ حلقہ میں اپنی صحیح جگہ حاصل کر رہی ہیں" اس پر ہمیں بیویوں اور عورتوں سے متعلق چند دلچسپ مقولے یاد آگئے ہیں۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ الجبرا اقلیدس کی بیوی تھی۔ ایک دوسرا مقولہ یہ ہے کہ "ایک قدیم حکمران کے تین سو بیویاں اور سات سو کنگھیاں تھیں الغرض بہر حال ان لڑکیوں میں اس وقت کوئی فرق نہ تھا۔ ایک انگریز مصنف کو اپنی بیوی ایک "زہر آلود جام" معلوم ہوتی تھی۔

مشہور شاعر ملٹن نے شوہر کو یہ بتلایا ہے کہ بیوی کی حفاظت کرنا اس کا فرض ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب بیوی خطرے میں ہو تو شوہر کا پہلو اس کے لئے محفوظ ترین جگہ ہے۔

بیکن سفیلڈ کا قول ہے کہ "مرد ہزار شیخیاں بگھارا کریں مگر اب تک عورت ہی اس پر حکمرانی کرتی ہے" شاعر ٹینی سن لکھتا ہے کہ "عورت ہی مرد کو گمراہ کرتی ہے"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغربی شعرا اپنی عورتوں سے بہت پریشان تھے۔ مشرق میں ہم تو عورت کو حقیقی دیوی سمجھتے ہیں۔ گلبرٹ لکھتا ہے کہ شر و فساد کے بیس موقعوں میں انیس موقعے عورت کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ہر مصیبت میں جو ہماری قوم پر نازل ہوتی ہے عورت کا ہاتھ ضرور معلوم ہوتا ہے۔

انگلستان کے شاعر پوپ نے عورت کو "اجتماع ضدین" کا خطاب دیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں سر والٹر اسکاٹ کا زاویہ نگاہ دیکھئے جو کس قدر حقیقی اور لطیف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "اے عورت! تو آرام اور سکون بخشنے والا فرشتۂ رحمت ہے"

ٹامس مور کی شاعری کے دو پہلو ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "صرف عورتوں کی نگاہیں ہی وہ کتابیں ہیں جو میں نے پڑھی ہیں۔ لیکن ان کتابوں نے کبھی عقلمندی اور کبھی حماقت سکھائی ہے۔" آخر میں ٹنڈل کا قول دیکھئے جو کہتا ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ شریف شے اور قدرت کا کامل ترین نمونہ عورت ہے۔

مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن جی کہتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو مشترک شکایتیں ہیں۔ اور جب تک یہ مشترک شکایتیں موجود ہیں فرقوں میں اتحاد ناممکن ہے۔

یہ نہیں کہا گیا کہ اس سلسلہ میں فرقہ وارانہ مسئلہ کی حیثیت کیا ہے! وہ بزرگ ملک کے سامنے مشترک مصیبتیں ہیں۔

---

ڈاکٹر ماڈ رائڈن نے کہا ہے کہ خان عبدالغفار خان حق پرست ہیں، امن پسند ہیں اور مہاتما گاندھی کے ایسے پیرو ہیں کہ ایک مکھی بھی نہیں مار سکتے۔

بہت ممکن ہے کہ "قانون و امن" کی نگاہوں میں یہ تینوں جرم ہوں۔ (۱) حق پرست وہ ہے جو قومی حقوق کا زندہ اور اصلی احساس رکھے۔ (۲) امن پسند یعنی امن پسند وہ ہے جو جنگ کا مخالف ہو! لیکن دنیا جنگ پسند نظر آتی ہے۔ (۳) مہاتما گاندھی کے اہنسا کی پیروی کے متعلق حکومت کا جدید سرکلر ملاحظہ فرمایئے۔

---

مسٹر واڈ واٹلے کہتے ہیں کہ "نئے آئین کو چلانے کے لئے ہندوستان کے سامنے ایک بھاری کام ہے۔"

اتنا بھاری ہے کہ ہندوستان اس بار عظیم کو برداشت کرنا بھی نہیں چاہتا۔

---

مسٹر آئزک فوٹ کا بیان ہے کہ "ہندوستان کی قسمت خود ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہے۔"

معنوی اعتبارات سے یہ صحیح ہے۔ لیکن سردست تو ہندوستان کی قسمت سر سیموئل ہور کے ہاتھ میں دکھائی دیتی ہے۔

---

سی۔ پی کے گورنر فرماتے ہیں کہ جنگلی قوموں کی حالت کو اصلاح میں لانے کا اب بیدار مگر مستقل کامیابی ممکن نہیں ہے۔

"انقلاب" کا لفظ استعمال کرتے وقت کچھ سوچنا بھی چاہئے۔ حکومت ہند کو تو اس کے صرف ایک ہی معنی معلوم ہیں۔

---

سابق قیصر جرمنی نے دورن میں خود اپنے ہاتھوں سے لکڑیاں کاٹ کر غریبوں کو دی ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس کلہاڑی سے لکڑی کاٹی ہے وہ ہر ہٹلر کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

کوئی زمانہ تھا کہ بادشاہوں کی ہستی ملکی انتظام کے لئے ضروری سمجھی جاتی تھی اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ معمولی اور غریب گھرانوں میں پیدا ہوئے انسان حکومتیں چلا سکیں گے۔ اور وہ بھی مالک بن کر نہیں بلکہ پبلک کے خادم بن کر۔ جمہوریت کا آغاز انگلستان میں ہوا۔ فرانس نے اس کو مکمل صورت میں پیش کیا اس پر پہلے تو فرانس کے اندر سخت کشت و خون ہوئی اور جب جمہوریت قائم ہوئی تو تمام یورپ کے لشکر فرانس پر ٹوٹ پڑے کہ اس کو نیست و نابود کر دیں۔ اس وقت فرانس کے ایک سپوت نپولین بوناپارٹ نے سب کا منہ موڑ دیا۔ اور فرانس کو بچا لیا۔ اس کے بعد ممالک متحدہ امریکہ کی جمہوریت قائم ہوئی۔ چونکہ یہ یورپ سے بہت دور تھی اور یورپ کے لڑائی جھگڑوں سے اس کو سروکار نہ تھا۔ اس لئے اس کی ترقی میں کوئی روکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔ اب یہ نمونے کی جمہوریت گنی جاتی ہے۔ اور دنیا بھر میں مالدار حکومت ہے۔ ایک صدی کے تجربہ سے اب دنیا میں یہ خیال یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ سرمایہ کے بغیر نہ کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے اور نہ حکومت کامیابی سے چل سکتی ہے۔ سائنس کی ایجادیں بھی سرمایہ سے ہی خریدی جا سکتی ہیں۔ ایسا سرمایہ کی دائے پکار مچی ہوئی ہے۔ پُرانے زمانہ کا صبر و سنتوش۔ دولت سے نفرت۔ دنیا سے بے پروائی اور عاقبت کی فکر جاتی رہی۔ اب جس کو دیکھو دولت کی فکر میں ہے۔ اکائیوں والے سینکڑوں کی فکر میں۔ سینکڑوں والے ہزاروں کی کوشش میں۔ ہزاروں والے لاکھوں کے خواہشمند اور لاکھوں والے کروڑوں کے متمنی۔ کروڑوں والے اربوں کی جد و جہد میں دکھائی دیتے ہیں اور یوں بھی کیوں نا؟ دنیا کا آرام و آسائش۔ طاقت اور حکومت روپیہ سے ہی ملتی ہیں۔ غریب اپنی زندگی اور مالدار اپنی برتری قائم رکھنے کی جد و جہد میں لگے ہوئے ہیں۔ چھوٹی مچھلی کو بڑی مچھلی اور بڑی مچھلی کو مگرمچھ کھاتا ہے۔ امن و امان ہوتے ہوئے بھی عجب سنگرام مچا ہوا ہے۔ پہلے زمانہ میں ایک کماتا تھا اور دس کھاتے تھے اب دسوں کماتے ہیں مگر پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا۔ کم از کم ہندوستان میں تو یہی کیفیت ہے۔ رعایا کس شمار میں ہے حکومتوں کو بھی

چین نہیں۔ نت نئی پیچیدگی اور مشکلیں پیدا ہوتیا ہیں۔ جن کے سلجھانے میں لیگ آف نیشنز بھی ناکام ہے۔ پہلے جرمنی اور اب جاپان گورکھ دھندا بنا ہوا ہے۔ جرمنی کے پاس ساحلی سمندر بہت کم تھا۔ اس تجارت میں اس کو سہولت کم تھی۔ فرانس اور انگلستان کے منافع کو وہ حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا پہلے تو اس نے سستیا کے تجارت کی قیمتیں کم کر دیں اور دنیا کی توجہ انگلستان۔ فرانس اور امریکہ کے مال سے ہٹا کر جرمنی کے مال پر لگ گئی۔ کچھ عرصہ تو جرمنی کے خلاف یہ پرچار ہوتا رہا کہ اس کا مال خراب ہے گھٹیا ہے بودا ہے۔ جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ جلد خراب ہو جاتا ہے۔ رنگ اُڑ جاتا ہے۔ مال اچھا نہیں لگاتا۔ مگر واقعات نے اور تجربے نے ثابت کر دیا کہ یہ محض پروپیگنڈا تھا۔ جرمنی کی تجارت نے اپنے قدم جمائے اب اسے زیادہ ساحلی سمندر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے بلجیم میں سے راستہ لینا چاہا۔ فرانس اور انگلستان مزاحم ہوئے۔ جنگ عظیم شروع ہو گئی سمندری ساحل والے ممالک جرمنی کے خلاف اور جس کے پاس سمندری ساحل نہیں تھا یا کم تھا۔ وہ جرمنی کے ساتھ ہو گئے۔ تمام دنیا جنگ کے لپیٹ میں آ گئی۔ سمندروں میں تارپیڈو چلنے لگیں اور سمندری راستے خطرناک ہو کر یورپی مال ایشیا تک پہونچنا مشکل بلکہ محال ہو گیا۔ اس موقع سے جاپان نے فائدہ اٹھایا اور پر و بال نکالنے شروع کئے۔ اس نے ایسا طریقہ نکالا ہے کہ جس میں سرمایہ دار اور مزدور کا جھگڑا نہیں ہے۔ نہ سرمایہ کی برتری نہ مزدور کی لاچاری ہے۔ سرمایہ دار قومیں جاپان سے مات کھا رہی ہیں تمام دنیا کی نگاہیں جاپان پر لگ رہی ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ایشیا کے مشرق میں واقع ہے جہاں زلزلے کثرت سے آتے ہیں اور انسان کی برسوں کی محنت ایک پل میں مٹی میں مل جاتی ہے۔ باشندے پست قد اور زرد رنگ ہیں۔ ملک پہاڑی ہے۔ قدرتی سہولت ایک بھی نہیں۔ مگر ساتھ ہی باشندوں کو وہ ہمت اور حوصلہ دیا ہے کہ دنیا کے تختہ پر کسی

اور کو نہیں دیا۔ دنیا کی تاریخ میں پہلے پہل جاپان کا ذکر اس وقت آیا جبکہ سنہ ۱۵۴۲ء میں یورپی قومیں اپنا

مال تجارتی لے کر جاپان گئیں اور شاہ جاپان نے جس کا لقب میکاڈو ہے یورپی مال کو اپنے ملک میں آنے سے روک دیا۔ پھر یورپی طاقتیں اپنا گولہ بارود لے کر جا دھمکیں اور جاپان کو یورپی مال لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس مجبوری سے متاثر ہو کر شاہ جاپان نے اپنے آدمی مختلف یورپی ممالک کے طرز حکومت مطالعہ کرنے کے لئے بھیجے۔ اور بالآخر انگلستانی طرز حکومت پسند آیا اور اسے اختیار کر لیا۔ میکاڈو اپنے خود مختارانہ اختیارات سے دست کش ہو کر آئینی بادشاہ بن گیا۔ اور لمیٹڈ مونارکی قائم ہو گئی۔ اور اس طرح جمہوریت کی بنیاد پڑی۔ پورٹ آرتھر کے معاملہ پر روس سے لڑائی ہو کر جاپان کو فتح نصیب ہوئی اور برطانیہ نے جاپان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ روس کے ساتھ ہمیشہ سے برطانیہ کی چشمک تھی۔ روس کے دشمن کے ساتھ دوستی قدرتی بات تھی۔ دوسرے برطانیہ کے ایشیائی مقبوضات کے جاپان بالکل نزدیک تھا۔ انہیں کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کو روکنے کے لئے جاپان کی دوستی کی ضرورت تھی۔ انگلستان کی سفارش پر جاپان کو لیگ آف نیشنز کا ممبر بنایا گیا۔ برطانیہ کی دوستی کا جاپان کو بھی فائدہ پہونچا۔ اشیائے خام ہندوستان سے خریدنے میں اس کو آسانی ہو گئی۔ سمندری ساحل تو اس کے پاس پہلے ہی کافی سے زیادہ تھا۔ تجارتی فوقیت حاصل کرنے میں اگر کوئی کمی تھی تو وہ سرمایہ کی تھی۔ یورپ کے سرمایہ داروں اور مزدوروں کے آپس میں جھگڑوں کا بھی اس کو بخوبی علم تھا۔ اندرون ملک ملکی سرمایہ داروں کا آپس میں مقابلہ کا اور بیرون ملک غیر ملکی سرمایہ داروں کے مقابلہ کا اس کو پورا پورا احساس تھا۔ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر اس نے ایسا طریقہ نکالا جو دنیا میں نرالا ہے۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب کی رفتار میں ایک اور چکر آ گیا ہے۔ دنیا کی تہذیب نئی شکل اختیار کرنے والی ہے۔ یہ چکر یا موڑ جسے انگریزی میں ٹرننگ

پوائنٹ کہتے ہیں کیا ہے اپنی محدود واقفیت میں بیان کئے دیتے ہیں۔ مگر جاپانی طریقہ کو سمجھنے کے لئے یورپی طریقہ کو جاننا مفید ہوگا تاکہ یہ پتہ لگ سکے کہ یورپی

طریقہ میں کہاں کہاں جاپان نے اصلاح کی۔ یورپی طریقہ میں دو گروہ ہوتے ہیں (۱) کارخانہ دار جو کارخانے لگاتے ہیں جہاز بناتے ہیں ریلیں تیار کرتے ہیں اور مشینری اور ہر قسم کی مصنوعات تیار کرتے ہیں (۲) دوسرے تجار ہیں جو کارخانوں کا تیار کردہ مال خرید کر منافع پر فروخت کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصے کارخانہ داروں کو یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ ان کو تاجروں کے رحم پر رہنا پڑتا ہے۔ اور منافع کا بیشتر حصہ تجار کھا جاتے ہیں۔ اس لئے بعض کارخانہ داروں نے اپنا دوہرا انتظام کر لیا ہے۔ وہ مال بھی تیار کرتے ہیں اور خود ہی اس کو فروخت کرتے ہیں یعنی وہ کارخانہ دار بھی ہیں۔ اور تجار بھی۔ مگر اس میں خرچ اور سر دردی زیادہ ہے اور باوجود شکایت مندرجہ بالا کے اکثر اسٹم ہی رائج ہے۔ اس وقت تمام بیرونی تجارت جہازوں کے ذریعہ ہوتی ہے جہازوں کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جہاز خالی نہیں چل سکتا۔ اس میں خاص مقدار کا وزن چاہئے ورنہ الٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز بھرنے کے لئے نہ ملے تو پتھر ہی بھر لئے جاتے ہیں۔ اس میں برطانیہ کے تاجروں کو خاص سہولت حاصل ہے وہ اس طرح کہ اس کے مقبوضات تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فوجوں کو نقل و حرکت دینے اور سرکاری ضروریات پورا کرنے کے لئے جہازوں [illegible] کام مل جاتا ہے۔ وہ انگلستان سے مال سرکاری و تجارتی بھر لیتے ہیں راستہ میں جو ملک آتے ہیں ان سے بھی تھوڑی بہت اشیائے تجارت خرید و فروخت کرتے آتے ہیں۔ مصر اور ہندوستان سے اپنی من مانی اشیائے خام لے جاتے ہیں۔ کچھ راستہ میں ہی بٹے دلا دیتے ہیں اور کچھ انگلستان لے جاتے ہیں۔ اس سہولت کی وجہ سے دوسرے ممالک کے جہاز برطانیہ کے جہازوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور جہازی تجارت کا بیشتر حصہ انگلستانی تجاروں کے ہاتھ میں ہے۔ یورپ اس قدر مال پیدا کرتا ہے کہ دنیا اس کو کھپا نہیں سکتی۔ لہذا کبھی کبھی کارخانہ داروں کو اپنا مال تلف کرنا پڑتا ہے۔ کوئی نئی قوم اگر اس میدان میں اترے تو اس کے لئے دو مشکلیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشینری اس کو یورپ سے مل سکتی ہے اس لئے

باقی مضمون صفحہ (۱۶) پر

ہو۔ بیشتر حصہ یورپ یا امریکہ کے نذر کرنا پڑتا ہے
[illegible] خرید لینے کے بعد مال تو تیار کر سکے مگر کھپانے کہاں
[illegible] جگہ نکال لے تو یورپی جہازوں کو بھینٹ دے
[illegible]۔ اس طرح ہر ملک کی دولت کا بیشتر حصہ
[illegible] میں چلا جاتا ہے۔ ہندوستان کے ساتھ یہی کھیل
[illegible] ہے۔ یورپی طریقہ میں اگرچہ گورنمنٹیں سرمایہ
داروں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور تجارت کے لئے
منڈیاں تلاش کرتی ہیں مگر حوائج ہر روز کا سودا یہ
[illegible] لیتی ہیں یعنی نہ تو خود کوئی کارخانہ لگاتی ہیں نہ تجارت
[illegible] ہیں۔ یہ ہر دو کام پرائیویٹ شخصوں کے ہاتھ میں
[illegible] اور ہر شخص کو اس میں آزادی کامل ہے نتیجہ یہ ہے کہ
[illegible] قصبہ میں کارخانے لگے ہوئے ہیں اور تجارتی منڈی کی
[illegible] پھیلے ہوئے ہیں۔ اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ امریکہ
[illegible] یورپ میں ہر روز منٹ میں آٹھ کمپنیاں کھلتی ہیں اور
[illegible] بند ہوتی ہیں۔ جاپان کے سامنے بھی یہی مشکلات تھیں
[illegible] نے اس کو اس طرح سے حل کیا کہ ہر صنعت میں جو قیمتی
[illegible] بڑی مشینری ہے اور جس کا خریدنا معمولی حیثیت کے
[illegible] شخص کی طاقت سے باہر ہے وہ گورنمنٹ نے اپنے خرچ
[illegible] لگا دی ہے اور اس کا تیار کردہ مال خفیف منافع پر فروخت
[illegible] کر دیا جاتا ہے۔ باقی کام پرائیویٹ اشخاص ٹھیکے کے طور پر
[illegible] لیتے ہیں۔ مثلاً دیا سلائی کی صنعت میں سینک یعنی
تیلیاں بنانے والی مشین پر بہت لاگت آتی ہے۔ یہ مشین
[illegible] گورنمنٹ جاپان نے اپنے خرچ پر لگا دی ہے۔ وہاں سے

## تہذیب کی رفتار نمبر (۱۲)

بقیہ مضمون صفحہ (۱۵)

ہر شخص [illegible] کی [illegible] سینکیں خرید لیتا ہے اور اپنے
گھر پر ان کو مصالحہ لگا لیتا ہے۔ اور ڈبیاں بنا کر ان میں
سینکیں بھر دیتا ہے۔ مصالحہ لگانے والی اور ڈبیاں بنانے
والی مشینیں چند روپے میں آ جاتی ہیں جن کو معمولی حیثیت
کا شخص بآسانی خرید سکتا ہے۔ اسی طرح کپڑے کی صنعت
میں تاگا کاتنے والی مشین جو قیمتی ہوتی ہے وہ گورنمنٹ
کے خرچ پر لگا دی گئی ہے تاگا خرید کر گھر پر کھڈیوں پر لوگ
کپڑا بُن لیتے ہیں۔ گھڑیاں چھوٹی چھوٹی مشینیں ہیں جن کو
خریدنے میں زیادہ لاگت نہیں آتی۔ گھڑی سازی کی صنعت
میں پرزے بنانے کی مشین قیمتی ہوتی ہے۔ وہ گورنمنٹ کے
خرچ پر لگی ہوئی ہے۔ باقی کام صرف پرزوں کو جوڑنا ہے
یہ بغیر کسی مشین کے ہو سکتا ہے۔ اور ہر سیکھا ہوا شخص
کر لیتا ہے جب حالات یہ ہوں تو کسی سرمایہ دار کو کیا غرض
پڑی ہے کہ کارخانہ لگائے اور اگر لگا بھی لے تو منافع کی کوئی
امید نہیں ہو سکتی۔ اس طریقہ سے جاپان کو کئی فائدے ہوئے
ہیں (۱) مشینری کی خرید میں ملک کی دولت کا بڑا حصہ بچ
گیا۔ (۲) سرمایہ داروں کی ضرورت نہ رہی (۳) کارخانہ
داروں کے آپس میں مقابلے سے جو بدمزگی اور نقصان
ہوتا ہے وہ نہ ہوا (۴) سرمایہ دار سے مزدور کو منافع
کا حصہ دلانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ (۵) قانون زیادہ
بنانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ لہٰذا پہلا گروہ کارخانہ
داروں کا جاپان میں مفقود ہے۔ دوسرے طریقہ تجارت
میں جاپان نے یہ اصلاح کی ہے کہ سرکاری افسر مقرر
کر دئے ہیں جو ہر شخص کا تیار کردہ صنعتی مال جو سرکاری
معیار پر پورا اترے خرید لیتے ہیں۔ اور سرکار معمولی منافع
پر اپنے تیار کردہ مال کو فروخت کر دیتی ہے۔ لہٰذا جاپان
میں سرمایہ دار تجار کی ہستی مفقود ہے۔ غیر ملکی تجارت کا
اس نے یہ بندوبست کر رکھا ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے
جہاز بنائے ہیں جو مال سے جلدی بھر جاتے ہیں اور
تنگ سے تنگ سمندروں اور بہت کم گہرے پانی میں
بھی چلے جاتے ہیں۔ یورپی طریقہ میں تو تجارتی مال پر
منافع در منافع چڑھتا چلا جاتا ہے۔ کارخانہ بڑا سرمایہ
دار تھوک مال خرید لیتا ہے وہ منافع لے کر چھوٹے
سرمایہ دار کو فروخت کر دیتا ہے۔ چھوٹا سرمایہ دار اپنا منافع
وصول کر کے دکاندار کو دے دیتا ہے اور وہ گاہک کے
ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ اس طریقے سے (CONSUMER)
یعنی ضرورتمند شخص تک پہنچتے پہنچتے کئی منافع اس پر
چڑھ جاتے ہیں۔ مگر جاپانی طریقہ میں ایک ہی منافع ہوتا
ہے وہ بھی معمولی۔ لہٰذا جاپانی مال سستا پڑتا ہے۔
جاپان نے طریقہ تعلیم میں بھی اصلاح کر لی ہے۔ پہلی
طریقہ جس کا اصلی نمونہ ہمارے سکولوں اور کالجوں میں
بھی دکھائی دیتا ہے یہ ہے کہ سکولوں میں لٹریری یعنی
عام تعلیم دی جاتی ہے جس سے دماغ کی نشو و نما ہوتی ہے
اگر کوئی ہنر سیکھنا ہو تو علیحدہ کسی سکول میں یا کارخانہ
میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ جاپان نے یہ دونوں سسٹم
ملا دئے ہیں۔ ہر ایک سکول میں اور اس کی ہر جماعت میں
کوئی نہ کوئی صنعت سکھائی جاتی ہے مثلاً چوتھی جماعت
میں گھڑی سازی سکھلائی جاتی ہے۔ محکمہ تعلیم سرکاری
مشین سے پرزے خرید سکتا ہے۔ ماسٹر لڑکوں کے
سامنے پرزے جوڑتا ہے۔ اور ان سے جُڑواتا ہے۔ کچھ
عرصہ میں ہر ایک لڑکا گھڑی ساز بن جاتا ہے اسی طرح
دیا سلائی بنانے یا دیگر صنعتوں کا حال سمجھو۔ سکول کے
تیار کردہ مال کو محکمہ تجارت خرید لیتا ہے۔ ہر ایک لڑکے
کو اس کی تیار کردہ صنعت کی مزدوری دی جاتی ہے۔ نتیجہ
یہ ہے کہ ہر ایک جاپانی بچہ سکول سے کئی صنعتیں سیکھ

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

# ہندو دیویوں کے قانونی حقوق

(از شریمتی بھولا لال داس ... ایل - ایل بی)

دوسری قوموں کی عورتوں کے حقوق کا ذکر نہ کرتے ہوئے ہم صرف ہندو استریوں کے حقوق کے متعلق ہی لکھیں گے۔ ان میں بیاہ جہیز اور جھوٹ دینے کے انفرادی حقوق ہیں۔ اور ورثہ میں عورتوں کے حق وغیرہ اجتماعی ہیں۔ ہندو لا کے مطابق ان معاملات میں ہندو عورتوں کے حقوق محدود ہیں۔ جن میں اصلاح کی بہت گنجائش ہے۔ حالانکہ وقتاً فوقتاً بہت سی اصلاحات ہوئی ہیں اور ابھی جاری ہیں مگر جب تک مکمل ضروری اصلاحات نہیں ہونگی اس وقت تک استری جاتی کا پوری طرح کلیان نہیں ہو سکتا۔ ہم ان ریفارمروں کی رائے سے متفق نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ ہندو لا کے سدھار کے لئے اسے ختم کر دیا جائے اور تمام حقوق کا فیصلہ شروع سے ہی یورپ یا امریکہ کے ڈھنگ پر کر دیا جائے۔ ہندو لا کے مطالعہ سے یہ اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ سماج کی ضروریات کے مطابق وقت کے ساتھ ساتھ اس میں ترمیم تبدیلی اور اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی انہیں آئین آدرشوں کے مطابق اس میں ہندوستانی سوسائٹی کی ضرورتوں کے مطابق اصلاح کی گنجائش ہے۔ اگر ہم نے سدھار کے خیال میں اپنا پن ہی کھو دیا تو پھر اسمیں خصوصیت کیا رہی؟ ہر دیش اور سماج کا قانون اپنے اپنے حالات کے مطابق ہی بننا چاہیئے۔ ایسی صورت میں اس کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ورنہ کاغذ کو سیاہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ عورتوں کی آزادی کا صحیح مفہوم سمجھنے والے دھرم کے اصول پر بھی ان کا حق مردوں کے مساوی مانا جا سکتا ہے۔ اور استری دھن کے سب سے اور صاف حقوق ست دھرم پیدا کرنے میں بھی ترمیم کی جا سکتی ہے ہمارا تو یقین ہے کہ ہندو شاستروں کے مطابق ہی ہندو استریوں کی قانونی حالت سدھاری جا سکتی ہے۔

ہندو لا میں ضروری اصلاح کرنے کے بغیر ہندو استریوں کی کیسی بری حالت ہے۔ یہ بتانے سے پہلے ہمیں یہ بھی بتلانا چاہیئے کہ آخر اس بری حالت کی وجہ کیا ہے۔ اور اس کی پہلی حالت کیسی تھی۔ دنیا اتار چڑھاؤ کی جگہ ہے۔ استری پرشوں کے حقوق کی تواریخ بھی اس قسم کے اتار چڑھاؤ سے بھری ہوئی ہے مساوات قائم کرنے کی خواہش بار بار کی گئی مگر مکمل مساوات کبھی بھی قائم نہیں ہو سکی اور اس میں بھی شبہ ہے کہ کبھی قائم ہو گی بھی یا نہیں۔ کہتے ہیں کہ کئی جاتیوں میں عورتوں کے حقوق مردوں سے بہت زیادہ تھے اور شاید کہیں کہیں پر اب بھی ہیں مگر ہندو اور آریہ خاندانوں میں جہاں تک ہمیں علم ہے عورتوں کا مقام بہت ہی اونچا ہے جس طرح دنیا کے تقریباً سبھی پیشواؤں نے یہ بتایا ہے کہ ہم کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈال رہے ہیں بلکہ پرانے مذہب کی بگڑی ہوئی حالت کو ہی سدھار رہے ہیں۔ اسی طرح شاستر کے لکھنے والوں اور دیگر مہاپرشوں نے مختلف اوقات میں عورتوں سے متعلقہ حقوق میں اصلاح کی ہے۔ اس طرح ہندو لا ایک زندہ چیز ہے جو زمانہ سے ترقی کی امید کرتا ہے۔ اگر دوسری حکومت کی وجہ سے اس میں کوئی ... پایا تو وہ ضروری پہلے کی طرح سے آپ کو وقت کے مطابق بنانا پڑا قدرتی طور سے ترقی کر لیتا۔ ... انگریزی عملداری میں قانون ساز ہندو دھرم اور اس کے متعلق قانونی معاملات کی ریت ... مگر اس وقت نہ تو انصاف کرنے والے سنسکرت جانتے تھے اور نہ ہی دھرم شاستروں کا کوئی انگریزی ترجمہ تھا۔ مولویوں اور پنڈتوں کی امداد سے مسلمانوں اور ہندوؤں کی حفاظت کا طریقہ رہ جاتا۔ مگر ان لوگوں کی رائے پر اول تو اس زمانہ کا اثر تھا جب کہ سماج نے استریوں کا درجہ نیچے رکھا ہوا تھا۔ دوئم یہ کہ جس کسی معاملہ میں ایک طرف کوئی استری پارٹی اور دوسری طرف پرش پارٹی ہوتی تھی تو عجب نہیں کہ جس دلچسپی کے ساتھ پرش پارٹی کی جانب کی جاتی تھی اس قدر دلچسپی کے ساتھ عورتوں کا معاملہ ہاتھ میں نہیں لیا جاتا تھا۔ تیسری بات یہ ہوئی کہ ادھر ادھر کے ... بہلے قانون بنانے والوں پر خاصا اثر ڈالا۔ چنانچہ اس طریقہ پر شروع میں کتنے ہی فیصلے ہندو دھرم شاستروں کے برخلاف ہوئے۔ اور وہی آگے چل کر قانون بن گئے۔ یہ بات عام طور سے مان لی گئی کہ ہندو دھرم شاستروں میں عورتوں کے لئے غلامی لکھی ہوئی ہے۔ اور انہیں دھن دولت کے ... کوئی مطلب نہیں ہے صرف چار یا پانچ استری رشتہ داروں کو وہ بھی کسی خاص اور محدود حالت میں اپنے ہونے والے رشتہ داروں کا وارث مانا گیا۔ اس قسم کے واقعات کے پیش نظر جو حالت ہونی تھی وہی ہوئی ہندو لا میں عورتوں کے حقوق کے متعلق جو بھی کمی رہ گئی ہے وہ سب اسی بات کی وجہ سے ہوئی جبکہ ادھر کیا گیا ہے کہ عورتوں کے حقوق کے متعلق یکطرفہ فیصلہ ہو گیا تو ان کے حقوق کے لئے کون ایجی ٹیشن کرتا؟ استری دھیکار کے لحاظ سے پہلے پہل ۱۸۵۶ء میں بدھوا بیاہ کا قانون پاس کیا گیا۔ اس کے بعد تعزیرات ہند میں استریوں کے متعلق کئی قانون شامل کئے گئے۔ مگر عورتوں کی طرف سے کوئی بولنے والا تو تھا ہی نہیں تاکہ اس قسم کا ایجی ٹیشن جاری رہتا۔

کئی سالوں سے استری جاتی بھی آہستہ آہستہ منظم ہو رہی ہے اور اپنے قانونی حقوق بھی مانگنے لگی ہے۔ مگر جہاں تک ہمیں علم ہے کسی بھی انجمن کی طرف سے ایسی کوئی مانگ تیار نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر ہندو لا کے اس حصہ کا پورا سدھار کیا جا سکے اور اس کے متعلق کوئی بل پیش کیا جائے۔ ہاں ادھر ادھر کے کچھ سدھار ضرور کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں ایک قانون اس مطلب کا پاس کیا گیا کہ استریوں کو مجبوراً مرد ان کے خاوندوں کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔ اور انہیں ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ گذارہ کے لئے انہیں روپیہ دے دیا جائے گا۔ پھر ۱۹۲۹ء کے ایکٹ ۲ کے مطابق بہن - دوہتی - اور پوتی کو بھی کئی حالتوں میں وارث قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی قانون بلیں اور پیش ہوئے ہیں۔ عورتوں کے قانونی حقوق کی تحریک کا یہ مختصر سا تذکرہ ہے۔

## چند ضروری باتیں

موجودہ حالت میں یہ بات سب سے ضروری ہے کہ مشترکہ خاندانوں میں عورتوں کی حالت کو بہتر بنایا جائے۔ جس طرح بچہ گود لئے جانے کے بعد اپنے اصلی گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر کا وارث ہو جاتا ہے اور اس کا گوتر بھی وہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لڑکی شادی ہونے کے بعد اپنے باپ کے گھر کو چھوڑ کر پتی کے گھر کی مالک بن جاتی ہے اور اس کا گوتر بھی وہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انہیں فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا۔ ۱۹۲۹ء کے ایکٹ ۲ کے مطابق جو کچھ عورتوں کو وارث قرار دیا گیا ہے وہ مکمل نہیں ہے۔ اب پہلے جیسی حالت نہیں رہی۔ لوگ خود غرض ہو رہے ہیں اور مشترکہ خاندان کی بنیاد بے غرضی پر ڈالی گئی تھی۔ ایسی حالت میں مشترکہ خاندان کی بیواؤں کی جو حالت ہوتی ہے اور ان کی لڑکیوں اور دیگر رشتہ دار عورتوں کی جو بڑی دُردشا ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ موجودہ ہندو لا کے مطابق مشترکہ خاندان میں کسی عورت کا اپنے پتی - پتا یا کسی دوسرے رشتہ دار کا دھن نہیں ملتا۔ اس مضمون میں ہم نے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح عورتوں کی حالت کا سدھار کرنا چاہیئے۔ ابھی بہت سی باتیں ہیں جن کا سدھار کرنا نہایت ضروری ہے۔ امید ہے کہ استریوں کے مفاد میں دلچسپی لینے والے اس ضروری مضمون کی طرف توجہ کریں گے اور عورتوں کی انجمنوں کو تو ضرور اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔

(۱) ہم نے بھارت کا ان جل پان کیا ہے۔ بھارت کے میدانوں میں کھیل کود کر بڑے ہوئے ہیں۔ بھارت کے باغوں کی سیر کی ہے۔ اس دیش کے پھل کھائے ہیں۔ بھارت کی پاٹھ شالاؤں میں پڑھے ہیں بھارت ورش ہمارا پیارا دیش ہے۔ ہم اس دیش کے پجاری ہیں۔
۲۔ ہمالیہ پہاڑ بھارت کا رکشک ہے۔ بھارت کے دریا سینکڑوں میل دور سے آکر ہمارے کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔ ان کھیتوں میں ان پیدا ہوتا ہے۔ بھارت کے ساگر بھی اس کی رکھشا کرتے ہیں۔ بھارت

# آدرش جیون کے دس اصول

(از جناب رام دیال دیال)

(۱) ہمیشہ سچ بولو۔ اور تمام زندگی میں سچ کو اپنا محافظ سمجھو۔
(۲) صحت ہی خوشی ہے اس لئے دھن دولت کی خاطر اسے برباد کرو۔
(۳) دن میں ایک مرتبہ مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرو چاہے گیتا ہو۔ چاہے قرآن۔ خواہ گرنتھ صاحب ہو خواہ بائبل۔ اس سے روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔
۴۔ ہمیشہ دوسرے کے لئے جیو۔
۵۔ پرماتما کو ہر جگہ موجود سمجھو کسی سے نفرت نہ کرو۔
۶۔ اگر امیر ہو تو غرور نہ کرو۔ اگر غریب ہو تو شرم نہ کرو۔
۷۔ نیک کام کرو۔ انجام کی پرواہ نہ کرو۔
۸۔ خواہشات کو دور بھگاؤ۔ لالچ، غصہ، غرور نزدیک نہ آنے دو۔
۹۔ کام ہی ایمان اور دستکاری ہی اصلی کام کر دکھاؤ۔
۱۰۔ کسی سے اپنی کمزوری ظاہر نہ کرو۔

میں بڑ پیپل جیسے برکش لوگوں کو سایہ دیتے ہیں۔ بھارت کی گاؤں کا ہم نے دودھ پیا ہے۔ یہ ہمارا پیارا دیش ہے۔ ہم اس کے پجاری ہیں
۳۔ بھارت کے زمیندار ہمارے لئے ان پیدا کرتے ہیں۔ بھارت کے جولاہے ہمارے لئے کپڑے بناتے ہیں۔ بھارت کے سب نرناری ہمیں لابھ پہونچاتے ہیں۔ سب بھارت واسی ہمارے بھائی ہیں۔ بھارت ہمارا پیارا دیش ہے ہم اس کے پجاری ہیں۔
۴۔ بھارت گوتم کناد کی ماتا ہے۔ بدھ

بچوں کی دنیا

# حب الوطنی (سودیش پریم)

(از شریمت ماسٹر بہاری لال جی۔ رام تالاب۔ مہرولی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

دیانند کی یہہ ماتا ہے۔ نانک گوبند کی یہہ ماتا ہے۔ مہابیر سوامی کی یہہ ماتا ہے۔ رام کرشن کی یہہ ماتا ہے۔ تلک لاجپت کی یہہ ماتا ہے۔ مہاتما گاندھی کی یہہ ماتا ہے
بھارت ہماری سب کی ماتا ہے۔ ہم اس ماتا کے پجاری ہیں۔
۵۔ وید شاستر کا گیان ہم کو ملا۔ اپنشد گیتا کا گیان ہم کو دیا ہے۔ سنسکرت زبان ہماری ہے۔ ہندی بھاشا پیاری ہے۔ یہ دنیا بھر کی بھاشاؤں سے اتم ہے۔ ہماری رگوں میں رشیوں کا خون بہتا ہے۔ رشی منیوں سے ہم سب کا رشتہ ہے۔ ہم سب بھارت ماتا کے پجاری ہیں
۶۔ ہم بھارت کے سیوک ہیں۔ اس کا دکھ مٹائیں گے۔ بھید بھاؤ کو دور کریں گے۔ چھوت چھات کو جڑ سے مٹائیں گے۔ ذات پات کے بندھن توڑیں گے۔
بھارت کے دکھیوں کی مدد کریں گے۔ کشٹ جو بیتے گا سب سہیں گے۔

# صبح سویرے جاگو لڑکو

(از جناب شیو لال گلشن۔ کرنال)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

صبح سویرے جاگو لڑکو! کھیلو کودو بھاگو لڑکو
ورزش سے ہی بہت ضروری ورزش کرتے رہنا پوری
ورزش سے تندرست ہوگے پٹھے کے مضبوط ہوگے
اور بتاؤں تم کو آؤ! روزانہ صابن سے نہاؤ
سادے اُجلے صاف اور ستھرے اے بچو! تم پہنو کپڑے
بچو یاد خدا بھی کرنا اپنا فرض ادا بھی کرنا
کر لو ہر ایک بات مقرر کھانے کے اوقات مقرر
لالچ کے نزدیک نہ جانا جتنی بھوک ہو اتنا کھانا
بد پرہیزی سے گھبرانا بیماری کو دور بھگانا
پڑھنا لکھنا کام بھی کرنا کام کے بعد آرام بھی کرنا
کہنا تم گلشن کا مانو
ہر ایک بات نصیحت جانو

بھارت کی شان بڑھائیں گے میں اس کا نام روشن کریں۔ ہم بھارت کی لاج رکھیں گے۔ اسے کا سرتاج بنائیں گے۔ ہم بھارت پجاری ہیں۔
۷۔ شیواجی نے بھارت کی خاطر دکھ اٹھا۔ گورو گوبند سنگھ نے اسے خون سے سینچا۔ رانا پرتاپ نے اس پر تن من وار ہوا۔ دیانند نے اس کی خاطر زہر کھایا۔ مہاتما گاندھی نے اٹھا کر اس کے بندھن کاٹے۔ ہم بھی ٹکڑے کھائیں گے۔ بھارت میں آنند جھلک دکھائیں گے۔ بھارت کو گلزار

# ٹیلیفون!

پاس بیٹھ کر آپس میں سب باتیں کر لیتے ہیں۔ سامنے ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ دور سے باتیں کر سکتے ہیں۔ اس آلہ کو ٹیلیفون کہتے ہیں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ سینکڑوں میل دور سے کس طرح باتیں کر لیتے ہیں۔ کسی شہر دہلی یا لاہور میں جاؤ تو بڑے بڑے دفتروں اور دکانوں میں ایسے آلے ملیں گے۔ اس آلے کے پاس ہی ایک کتاب پڑی ہوتی ہے جس میں ناموں کی فہرست دی ہوئی ہوتی ہے۔ ٹیلیفون پر چلنے والے ناموں کی فہرست اٹھا کر اس کا نمبر معلوم کرو جس سے بات چیت کرنی ہو۔ ایک ہاں ہی ایسا ٹیلیفون لگا ہوا ہے بائیں طرف سننے والا آلہ اٹھاؤ ٹیلیفون کے بیچ میں ہندسے لگے ہوئے ہیں چکر گھما کر اس آدمی کا نمبر ملاؤ جس سے بات کرنی ہو۔ ایسا تعلق قائم ہو جائیگا۔ دوسری طرف گھنٹی بجے گی اور وہ سننے والا آلہ کان پر لگا کر ٹیلیفون پر پوچھیگا آپ کون ہیں۔ کہاں سے بات کر رہے ہیں۔ وہ آپ جواب دے گے ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہو۔ اپنی بات کہتے ہو دوسرے کی بات سنتے ہو پولیس میں خبر دینی ہے۔ سٹیشن ہو بات پوچھنے کے لئے دور جانا نہیں پڑ

گے۔ بھارت کے ادھار کے لئے کرشن جی نے جیل میں جنم لیا۔ رام نے چودہ برس کا بن باس لیا۔ ہم بھارت کے پجاری ہیں۔
۸۔ ہمارے پیارے دیش کی دولت دوسرے دیشوں میں جا رہی ہے۔ ہم سودیشی کپڑے پہنیں گے سودیشی چیزیں برتیں گے۔ سودیشی کا پرچار کریں گے۔ ہم دیش کی بھوک دور کریں گے۔ بھارت ہمارا دیش ہے۔ ہم اس کے پجاری ہیں۔

(از جناب سید ہاشم علی گردش لکھیم پورکھیری)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

دنیا کے مذاہب کا پُرجوش خیر مقدم کرنے والا طبقہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ اس کا دوسرا نام "اکثریت" ہے۔ آج تک عالم میں جو مذہبی جوش و خروش پایا جاتا ہے وہ اسی طبقہ اکثریت کا مرہونِ احسان ہے۔ ہر جگہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اقلیت نے مذہبی معاملات میں عملاً کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اقلیت نے اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر اکثریت میں مذہبی جوش و خروش قائم رکھنے کی کوشش کی اس لئے کہ اگر اکثریت مذہبی نشہ میں سرشار نہ ہے تو اقلیت کی زندگی جو ہمیشہ سے عیش و عشرت کی رہی ہے سراسر رنج و مصیبت کا گہوارہ بن جائے۔ اکثریت کے ان مذہبی اعتقادات سے اقلیت کا طبقہ ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا اور مذہب کی اشاعت اس پہلو کو واضح کرتا رہا کہ دنیا فانی ہے۔ دور وزہ زندگی عیش و عشرت میں مشغول رہنا عاقبت کی تباہی ہے۔ ایک طرف تو اس طبقہ نے اکثریت کو دنیا کے فانی اور مذہب پرستی سے پابند رہنے کی تعلیم دی اور دوسری طرف اس کا پرچار بنا رہا جیسا کہ ایک جگہ نپولین لکھتا ہے:
"اگر اکثریت پر کامیابی کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہو تو مذہب کی تبلیغ کرو"
نپولین کے اس قول کو سمجھنے کے لئے کسی کاوش کی ضرورت نہیں۔ صفحاتِ تاریخ سے یہ حقیقت فراموش نہیں کی جا سکتی کہ اکثریت کو مذہبی اعتقادات نے کس قدر قانع اور صابر بنائے رکھا جس کی وجہ سے اقلیت نے اس طبقہ پر کس قدر تسلط اور حکومت کی ہے لیکن طبقہ اقلیت کے اس جبر و تشدد کے خلاف یہ مظلوم طبقہ خاموش رہ کر زندگی گذارتا رہا۔ اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ صرف مذہب ہی ہے جس نے اکثریت کو خاموش اور صابر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا۔ نپولین ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:
"ایک غریب کو یہ کیونکر گوارا ہوتا ہے کہ وہ سردی کی شدت سے جاں بلب ہو اور میں اپنے محل میں گرم کپڑوں سے اپنے جسم کو آرام دینے میں مشغول رہوں۔ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے وہ اس ناقابل برداشت امر کو جھیل لیتا ہے کہ میری خوابگاہ در جنوں زرتار پردوں سے ڈھکی ہوئی ہو اور اسے اپنا اور اپنے بچوں کا تن ڈھکنے کو ٹاٹ کا ایک ٹکڑا بھی میسر نہ ہو۔ کون سی چیز ہے جس کی بنا پر اسے یہ ناگوار نہیں گذرتا کہ اسے سوکھی روٹی بھی نصیب نہ ہو اور میرے دسترخوان پر انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات کی اس قدر بہتات ہو جو اس کے خاندان بھر کے لئے دس روز کفایت کرے — یہ چیز صرف مذہب ہے — سکون اور اطمینان سے زندگی بسر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم مذہب کی تبلیغ کریں۔"
لیکن اب اکثریت میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ نپولین کی یہ ترکیب بیکار ثابت ہوگی اس لئے کہ مفلسی کی اشد بربادی نے دنیا کو اب کوئی بھی ترک نہ کر سکے گا اپنا مستقبل قریب میں ہر حکومت ذی اقتدار اقلیت کے بجائے اکثریت کے قبضہ میں آ جائے گی۔ اور پھر قوانین بھی اکثریت کے مفاد اور اصول اخلاق اسی کے مصالح کے مطابق وضع کئے جائیں گے۔
اب ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ اب تک قانون نے اکثریت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
"قومی، ادبی قوت، جماعت کے مصالح وضع قوانین کے متقاضی ہوتے ہیں" (افلاطون)
میرے خیال میں افلاطون اپنے اس مندرجہ بالا جملہ سے یہ مطلب رکھتا ہے کہ قوانین ہمیشہ قوی اور با اقتدار جماعت کے مفاد کی حفاظت کے لئے وضع کئے جاتے ہیں کیونکہ ہر ملک و قوم کی قانون ساز جماعت وہاں کے مقتدر اور قوی افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔
اسی سلسلہ میں لارڈ ماسفیلڈ کا قول بھی جو حقیقت پر مبنی ہے ہدیہ ناظرین کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا:-
"قوانین املاک کی حفاظت کے لئے وضع کئے گئے ہیں نہ کہ انسان کی حفاظت کے لئے"
افلاطون کی طرح لارڈ ماسفیلڈ کا قول بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اب تک قوم کا ذی ثروت اور مالدار طبقہ ہی قانون ساز طبقہ رہا ہے جس نے وضع قوانین کے وقت کبھی اکثریت کی حمایت اور اسکے مفاد کی پروا نہ کی بلکہ اس کے پیش نظر صرف اپنی دولت اور اپنے املاک کی حفاظت رہی۔ قوانین کے بارے میں بارہا یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بلا امتیاز غریب امیر سب پر یکساں عاید ہوتے ہیں لیکن اگر آپ ذرا غور کریں تو آپکو معلوم ہوگا کہ اس کا شکار صرف غریب ہی ہو سکتا ہے۔

# برلا کاٹن سپننگ اینڈ ویونگ ملز لمیٹڈ

ٹیلیفون ملز ۶۳۲۳ تار کا پتہ:- برلا

سبزی منڈی دہلی

ٹیلیفون کلاتھ مارکیٹ شاپ ۵۹۸۰ تار کا پتہ:- برلا

اگر آپ کو

اپنے ملک سے محبت ہے تو اپنے ہی ملک کے سرمایہ سے جاری کی ہوئی برلا کاٹن سپننگ اینڈ ویونگ ملز لمیٹڈ دہلی کا دیسی روئی اور دیسی سوت سے بنا ہوا سودیشی کپڑا جو نہایت خوبصورت، مضبوط، پائیدار اور دھنکدار ہے پہنیے اور اپنے دیش کے کاریگروں کی ہمت و حوصلہ بڑھائیے۔ ہر قسم کی شٹنگ، ٹکاری، ڈوریا، ٹویل، ململ، دھوتی، چادر، دھوتی، سوزنی، تولیے، ڈسٹر، نیپکن، کشمیرا، البرون اور ڈوریہ وغیرہ گورے، دُھلے ہوئے، رنگین اور مختلف وضع قطع کے چھپے ہوئے نہایت نفیس تیار کئے جاتے ہیں

| خط و کتابت کا پتہ | سیلنگ ایجنٹس |
| --- | --- |
| سکریٹری برلا کاٹن سپننگ اینڈ ویونگ ملز لمیٹڈ، برلا لائن دہلی<br>تار کا پتہ:- برلا دہلی | میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ۸- رائل ایکسچینج پلیس کلکتہ<br>تار کا پتہ:- LUCKY کلکتہ |

ہماری مل کے ایجنٹس

| | | | |
| --- | --- | --- | --- |
| رام کشن داس گنگا پرشاد | کانپور | ہیرا نند سیوارام | کلکتہ |
| بیلی رام بہاری لال | امرتسر | گنگا دھر گیانچند | الہ آباد |
| بیلی رام بہاری لال | پشاور | ہرس رام لچھمنداس | سکھر |
| بیلی رام بہاری لال | جموں | پرس رام لچھمنداس | کراچی |
| گوبند داس گنگا پرشاد | دہلی | | |

## عجیبات

"انسومنیا" یعنی نیند نہ آنے کے مریضوں کو ... کے ہسپتالوں میں شب خوابی کے لئے ایسے پاجامے ... جن میں کلوروفارم لگا ہوتا ہے۔ اس کے ... سے مریض رات بھر آرام سے سوتا ہے۔

---

جنوبی ... کے باشندے بذات خود ... جو کسی ... میں شیروں کو ... نہیں ... چوہوں کو لکھنا ... سکھلایا ہے۔ چوہے اپنے پنجوں کو سیاہی میں ڈبو لیتے ہیں اور مالک کے اشارے کے مطابق لکیروں اور نقطوں کے ذریعہ کاغذ پر لکھتے ہیں۔

---

لندن میڈیکل نمائش میں ایک چھوٹا سا ... آلہ ہے جس کو دانت پر لگا دینے سے بہرا آدمی باتیں سننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ اسی کے ذریعہ جب بجلی کی لہریں دانت کی ہڈی سے مس کرتی ہیں تو آواز کی لہریں ... سماعت پیدا کرتی ہیں۔

---

جزائر غرب الہند میں ایک طرح کا جگنو ہوتا ہے جس کے سر کی طرف سبز رنگ کی دو روشنیاں اور پیچھے کی طرف سرخ رنگ کی ایک روشنی چمکتی رہتی ہے۔ اور بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ریل گاڑی کو چلے آنے یا رک جانے کا سگنل دیا جا رہا ہو۔

---

اوہنبرو ایک شخص نے گیس کا ایک چولھا خریدا۔ لیکن جونہی اسے جلایا تو وہ "باتیں کرنے" لگا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اس چولھے کی دھات پر ریڈیو براڈ کاسٹنگ کا اثر ہوتا ہے۔ اور جب وہ جلایا جاتا ہے تو اس کے ذریعہ تمام پروگرام سنا جا سکتا ہے۔

---

یروسلم کے ایک باشندے نے ایک دعوت میں اپنے مہمانوں کو یہ چیزیں کھلائیں:-

(۱) تین ہزار برس پہلے کے گیہوں کے آٹے کی روٹی۔ یہ گیہوں اہرام مصری سے پایا گیا تھا۔

(۲) ملکہ الزبتھ کے زمانہ کا مکھن۔

(۳) شہر پومپیائی کا سیب جو اس کی تباہی سے پہلے پایا گیا تھا۔

---

ایک ماہر ... نے ... کیا ہے کہ ... ایک ... علم ... کی ... بنیاد پر ... ہوتا ہے

# بھارت سے دعا

(از جناب ساحر ... سامی)

(خاص ... کے لئے)

| | |
|---|---|
| پھونک دے پھر تنِ مردہ میں جو روحِ ہمت | چھیڑ وہ راگ کوئی مطربِ بزمِ فطرت |
| ہند کے باغ میں رقصاں ہو بہارِ رضواں | پھر بنے باغِ وطن غیرتِ باغِ جنت |
| موجزن کاش ہو ہر اہلِ وطن کے دل میں | پریم، ایثار، وفا، ضبط، محبت، ہمت |
| گوہرِ علم سے پھر دامنِ امید بھرے | وہ گہر ریزی کرے جوششِ ابرِ رحمت |
| کھیل ہو بہرِ وطن جاں سے گذرنا ہم کو | مرکزِ زیست ہو ابنائے وطن کی خدمت |
| آسمانوں پہ اڑے پرچمِ شہرت اس کا | عرشِ اعظم سے بھی بالا ہو پھر اسکی رفعت |
| تیرگی بغض و حسد کی ہو وطن سے کافور | شیشۂ دل سے اڑے رنگِ غبارِ نفرت |
| موجزن حبِ وطن کے ہوں سمندر دل میں | منسلک پریم کے رشتہ میں ہو پھر یہ ملت |
| پھر ہمیں آئے نظر صورتِ رام و لچھمن | پھر اسی خاک سے پیدا ہوں ... سیرت |
| کاش پھر آئے وطن میں وہ عروجِ رفتہ | چشمِ عالم میں پھرے پھر وہی شان و شوکت |
| الغرض راحت و آرام کے وہ دور چلیں | کہ مسرت سے ہو معمور ہمارا بھارت |



**دولہن کی سہیلی:-** کیا تمہارے ... توقع ہے کہ تم اسکی فرمانبرداری کروگی؟

**دولہن:-** نہیں نہیں۔ ان کی شادی تو پہلے بھی ہو چکی تھی۔

---

**ایک دوست:-** بے شک وہ بڑی خوبصورت اور ذہین ہے اور اس کی عقل ... آدمیوں کی عقل کے برابر ہے۔

**دوسرا دوست:-** پھر تو ... شادی کر لینا چاہئے۔

---

**پڑوسن:-** لیکن میرا خیال ہے کہ تمہارے شوہر نے اپنے وصیت نامہ میں لکھ دیا تھا کہ اگر تم دوسری شادی کروگی تو اس کی چھوڑی ہوئی سب دولت کے بھائی کو مل جائے گی۔

**بیوہ:-** ہاں۔ اسی لئے تو میں اس کے ... سے شادی کر رہی ہوں۔

---

**عاشق:-** پیاری اگر تم مجھ سے شادی کرو تو مجھ جیسا مضبوط آدمی ہر وقت تمہارے گھر کی ... کرتا رہے گا۔

**محبوبہ:-** مجھے تو ایسا شوہر چاہئے جو اکثر ... سے غائب رہا کرے۔

---

**نوجوان:-** (بوڑھے دوست سے) ... ہوا ہے کہ آپ شادی کرنے والے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ خوش رہیں گے۔

**بوڑھا دوست:-** کیوں نہیں۔ ... جنگ عظیم بھی دیکھ چکا اور ... رہا۔

---

**شوہر:-** میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی ... خوش ذائقہ کھانا کھاتا جیسا کہ میری والدہ ... لئے پکایا کرتی تھیں۔

**بیوی:-** میرا جی چاہتا ہے کہ میں کوئی ایسا کپڑا پہنتی جیسا کہ میرے والد میرے لئے لایا کرتے تھے۔

---

**نوجوان حسینہ:-** ... (نوجوان افسر کی تصویر) ... کپتان ہیں ...

**سن رسیدہ عورت:-** ... بیٹا ... کی ...

**حسینہ:-** میں ان کی بہن ہوں۔

**سن رسیدہ عورت:-** مجھے آپکو دیکھکر بڑی خوشی ... میں ان کی ماں ہوں۔

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس :- دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے سُوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ڈرل، لٹھے کورے، دُھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریہ، ململ، کریپ، شرٹنگ سُوٹنگ چادر پلنگ، سوزنی، تولیے رُوئیدار، رنگین فینسی، جھارن، مسہری، دوسُوتی شٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی، آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیاچند ہردیال — امرت سر
میسرز دیاچند ہردیال — جموں
میسرز دیاچند ہردیال — سکھر
میسرز دیاچند ہردیال — پانی پت
میسرز کنہیا لال مولارام — جے پور
میسرز چندولال سورج مل — کانپور
میسرز چندولال سورج مل — لکھنؤ
میسرز رام جی داس شری رام — کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن — فرخ آباد
میسرز جیا رام خوشی رام — ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی — پشاور
نوٹ :- تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،
میسرز کھڑک سنگھ دیش راج - لاہور
میسرز ایس جے کواوپریٹو سوسائٹی - کراچی
میسرز ایس جے کواوپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ ممبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ

# بے جوڑ شادی

(از ایم نسیمہ صاحبہ بنت فخر الاطبا حکیم محمد تقی خان صاحب دہلی)

... مل مشق ... شہر کے تمام معزز لوگ ان کے ... ان کے حسن اخلاق کی ساری دلی میں مشہور تھی۔ ان کی بیگم صاحبہ بھی ایک نامی گرامی سوداگر کی ... مشتق سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی جس کا میاں بیوی دونوں کو افسوس تھا۔ ... بھی ۔۔۔ یکایک نواب صاحب کو نمونیہ ہو گیا شہر کے مشہور ڈاکٹر، حکیم، وید، بلائے گئے چند روز کے اندر ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا مگر علاج مرض ہو سکتا ہے موت کا نہیں۔ شدنی کی گھڑی ابنیر ... نہ ہوا اسے ایک ہفتے کے اندر اندر نواب صاحب اس جہان فانی کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہکر عالم جاودانی کو سدھار گئے!

(۲)

ساڑھے چار ماہ بعد بیگم صاحبہ کی عدت پوری ہو گئی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ ساری عمر رنڈاپے میں گذار دینگی مگر نکاح ثانی کا نام سنیںگی۔ کیونکہ نواب صاحب مرحوم ساٹھ کی تلے تھا نہ وہ اس قید و بند کو گوارا کرینگی مگر یہ سب خیالات غلط نکلے۔ بیگم نے تو عدت پوری کرتے ہی نظریں دوڑانی شروع کیں۔ آخر یہ کہ انہوں نے ایک بڑھیا کٹنی تلاش کر ہی لی۔ جو اپنے آپ کو مقتی ظاہر کر کے اپنی پارسائی کا سکہ جمانی تھی۔ اس کٹنی کا تعلق شہر کی ایک اوباش پارٹی سے تھا۔ اور یہ اکثر نا تجربہ اور مالدار عورتوں کا اس پارٹی کے کسی نہ کسی ممبر سے نکاح کرا کر دونوں طرف سے اپنا کمیشن وصول کیا کرتی تھی۔ ایسی مجون اور گندم نما جو فروش بڑھیا سے بیگم صاحبہ کو جو کچھ فائدہ پہنچ سکتا تھا ظاہر ہے۔ روزانہ بیگم صاحبہ اس کٹنی کی خوب خاطر مدارت کیا کرتیں۔ اور وہ بھی انہیں خوب سبز باغ دکھایا کرتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز بیگم صاحبہ نے خفیہ طور پر ایک نوجوان سے بمشورۂ دلالہ مذکور نکاح کر ہی لیا!

(۳)

نکاح جیسی تقریب بھلا کب تک چھپ سکتی تھی چنانچہ سب سے پہلے ملازموں کو خبر ہوئی وہ بھی اس وقت جب دولہا میاں نکاح کے بعد گھر میں تشریف لائے اور بیگم صاحبہ نے اپنی پرانی ملازمہ کو آواز دی۔

"رحیمن، اے بی رحیمن"!

رحیمن (باورچی خانہ ہی میں سے) "جی بیگم صاحب (صاحب) آئی ابھی حاضر ہوئی"

بیگم: "دسترخوان بچھاؤ ۔ کھانا لاؤ"

رحیمن پہلے ہاتھ دھلانے کے لئے سیلاچی اور پانی کا لوٹا لائی ۔ کمرے میں گھستے ہی دولہا میاں کی صورت دیکھکر رحیمن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پانی کا بھرا ہوا لوٹا دولہا میاں کے سر پہ دے مارا اور کہا:

ارے کم بخت (کم بخت) بندو تو یہاں کیسے آیا؟!!!۔۔

جوانا مرگ موت لے کیسا دولہا بن کے بیٹھا ہے تجھے خدا کی مار آئے تجھے ڈھائی گھڑی کی موت۔ شرمندگی اور غصے سے بیگم صاحبہ عرق عرق ہو گئیں اور تمام فرش پانی سے تربتر ہو گیا بیگم صاحبہ غصہ کے مارے کانپنے لگیں۔

ماما نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

"یہ کون! یہ بدمعاش میرا سوتیلا بیٹا ہے"

بیگم صاحبہ یہ الفاظ سنکر چکرا گئیں اور نکاح کا تمام نشہ ہرن ہو گیا!

(پچھلے صفحہ سے)

پگڈی بھی دیکھے تو بت پرستی چھوڑ دے یعنی میرے حسن میں اتنی کشش ہے کہ بلبل اور بچاری اپنی ہستی کو چھوڑ اپنا سب کچھ قربان کریں۔ تو مجھے میرے اشعار میں دیکھ جہاں میں اس طرح چھپی ہوں جیسے پھول میں خوشبو اور جو مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔ مجھے میرے اشعار میں دیکھ پاتا ہے

نمبر (۷)

ایک دن کی بات ہے زیب النساء اپنے باغ میں کھڑی درختوں کی بیلوں سے الجھ رہی تھی۔ فضا نسیم کلیوں اور پھولوں کی خوشبو سے معطر معنبر اور مسحور ہو رہی تھی۔ قدرت کی ہر شے کیف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ زیب بے ہوش سی ہو کر بار بار کہنے لگی ؎

چہار چیز کہ غم مے برد کدام چہار
شراب و سبزہ و آب رواں و روئے نگار

اس دنیا میں مغموم دل کو تسکین دینے والی چار چیزیں ہیں۔ شاعر پوچھتا ہے کون کون۔ جواب ہے۔ شراب۔ سبزہ۔ بہتا ہوا پانی اور محبوبہ کا ماہ مینو رخ زیبا۔

پڑھنے کو تو شہزادی یہ شعر پڑھ رہی تھی لیکن اُسے اس بات کا خیال نہیں رہا کہ اس کی پشت پر خود اورنگ زیب موجود ہے۔ جب زیب النساء کو اس بات کا احساس ہوا تو وہ بہت خوفزدہ ہو گئی کیونکہ باپ شریعت کا پرہیزگار تھا لیکن ذہین اور چالاک شہزادی نے فوراً پہلو بدل کر کہنے لگی ؎

چہار چیز ز غم مے برد کدام چہار
نماز و روزہ و تسبیح و توبہ استغفار

چار چیزیں دنیا میں غم غلط کرتی ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ تسبیح اور توبہ۔ اورنگ زیب فوراً تاڑ گیا لیکن اپنی لڑکی کی شاعری پر دل ہی دل میں خوش ہوا؛

پیداوار مقابلتاً بہت کم ہے۔ اگر ہم اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کی زمین دوسرے ممالک سے کسی صورت میں کم نہیں لیکن پیداوار بہت کم ہے کسی ایسے ملک میں جہاں کی پیداوار کم ہو اور مجموعی پیداوار کافی ہو۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس فرق کی وجہ ناموزوں آب و ہوا ہے۔ اگر حالات اچھے اور یکساں ہوتے تو پیداوار بھی یقیناً یکساں ہوتی۔

زمین پر زیادہ بوجھ پڑنے کی وجہ سے ہر قسم کی زمین کاشت میں لائی جا رہی ہے۔ صوبہ بمبئی میں اگر زمین اچھے زیادہ گہری کھودی جائے تو پتھر نکل آتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے صوبوں میں بنجر کلر اور ناقص زمینوں پر کاشت کی جا رہی ہے۔ ایسی ناقص زمینوں کی پیداوار اور اچھی زمینوں کی پیداوار سے مل کر اوسط گھٹ جاتی ہے۔ ورنہ اچھی اور طاقتور زمینوں کی پیداوار دوسرے ملکوں کی نسبت کسی طرح کم نہیں۔

زمین قدرت کا ایک عطیہ ہے اور انسانی طاقت اس کو پیدا کرنے سے معذور ہے۔ اس پر بوجھ بڑھ جانے سے ناقص اور ردی زمینوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے اسی وجہ سے ملک کی اوسط پیداوار بھی گر جاتی ہے زمین پر بوجھ بڑھ جانے کی وجہ سے ناقص زمینوں پر بھی کاشت کی جانے لگی ہے۔ اوسط پیداوار کے کم ہو جانے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ کاشتکاروں کے پاس زیادہ سے زیادہ تھوڑی زمین ہوتی ہے۔ اور اسے اس چھوٹے سے ٹکڑے

## ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت اور اسکے اسباب

(صفحہ ۲۱ سے آگے)

پر ممکن سے بھی زیادہ فصلیں اگانی پڑتی ہیں اس صورت میں اسکے لئے دو راہوں میں سے صرف ایک راہ پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ یا تو وہ بنجر اور غیر زرخیز زمین پر کاشت ہی نہ کرے اور یا خدا پر بھروسہ کر کے (کہ اچھی بارش ہو جائے گی) بیج بو دے اس کے پاس اپنے اور جانوروں کے لئے کوئی اور کام نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً دوسرا طریق ہی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح سے زمین کا ایک بہت بڑا حصہ استعمال کیا جا رہا ہے کہ اگر حالات بہتر ہوتے تو کاشتکار ان کو کام میں لانے کا کبھی خیال بھی نہ کرتا۔

ان دو اسباب کے علاوہ ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ذرائع آبپاشی مثلاً کوئیں اور تالاب وغیرہ بہت کم ہیں۔ ان ذرائع سے بمشکل ۱۶ فی صدی زمینوں کی آبپاشی کی جاتی ہے۔ باقی ۸۴ فی صدی زمینیں قدرت کے رحم پر چھوڑ دی جاتی ہیں۔ صوبہ متحدہ میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ۲۶-۱۹۲۵ء میں غیر زرخیز زمینوں سے گیہوں کی پیداوار ۸۰۰ پونڈ فی ایکڑ اور زرخیز زمینوں سے ۱۲۵۰ پونڈ فی ایکڑ تھی۔ بالفاظ دیگر زرخیز زمینوں کی اوسط پیداوار غیر زرخیز زمین کی نسبت ۵۰ فیصدی زیادہ تھی۔ اسی طرح صوبہ پنجاب میں ۲۶-۱۹۲۵ء میں غیر زرخیز زمین کی اوسط پیداوار ۶۷۵ پونڈ فی ایکڑ اور زرخیز زمین کی پیداوار ۹۹۷ پونڈ فی ایکڑ تھی۔

## ہیرا بائی

نہایت دلچسپ اپ ٹو ڈیٹ ناول قیمت ۴ آنہ پلاٹ لاثانی، گانوں کا انتخاب موزوں، کامکٹ ڈائلن بہت رعایت مثالِ قیمت ردی و آرام دہ خرید یئے۔ منیجر رسالہ بائیسکوپ لال کنواں دہلی جگت پستک بھنڈار بک سیلرز و پبلشرز دریبہ کلاں دہلی م لئیق احمد بک ایجنٹ و سبزی منڈی سہارنپور اقبال احمد متصل امام باڑہ کلاں سہارنپور، منیجر سلیمی پریس متصل پلس منڈی الہ آباد۔ جو اس کی فروخت سے فائدہ اٹھانا چاہیں بہت جلد خط و کتابت کریں۔

کرم عظیم کہالہ پار سہارنپور

پس پیداوار ۔۔۔ کے مقابلہ میں بہت کم ہے اگر تمام زرعی زمینوں کی آبپاشی کا مناسب اور خاطر خواہ انتظام ہو جاتا تو ملک کی اوسط پیداوار ۵۰ فی صدی زیادہ ہوتی۔

## ضرورت ہے

چند محنتی ٹریولنگ ایجنٹوں کی جو کہ سلکی شالیں کمبل جرابیں بنیان اور ۔۔۔ کی ۔۔۔ کمیشن معقول دیا جائیگا اور درخواست کنندہ کو ۔۔۔ نقد بطور ضمانت ۔۔۔ جمع کرانے ہونگے تجربہ کار اصحاب کو ترجیح دی جاویگی۔ درخواست ہمراہ ڈاک ٹکٹ آنا چاہیئے

سیٹھ ایس۔ آر۔ شام لال اینڈ کو لدھیانہ

## آنکھوں کا بیمہ

اگر آپ آنکھوں کا بیمہ کرانا چاہتے ہیں تو آج سے ہی کشمیری سرمہ کا استعمال شروع کر دیں۔ اس سے دھندلا پن جالا دھند، غبار، ککرے، خارش، ڑبال، پانی بہنا، کم نظر اندھیرا یا رتوندا آنا، جملہ تمام بیماریاں متعلقہ چشم دور ہو جاتی ہیں۔ میں نے بنات خود آزمائش کی ۔۔۔ اسکا استعمال گویا اپنی آنکھوں کا بیمہ ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ گوردت سنگھ اینڈ سنز آیورویدک فارمیسی۔ انبالہ چھاؤنی۔ جگادھری انبالہ

## فوٹو بلاکس برائے فروخت

تیج ویکلی میں ہر ہفتہ جو بلاک شائع ہوتے ہیں وہ فروخت یا کرایہ کے لئے موجود ہیں، چھوٹے بلاکوں کی قیمت فی بلاک بارہ آنے اور کرایہ فی بلاک آٹھ آنہ ہے، بڑے بلاکوں کی قیمت ڈیڑھ آنہ فی مربع انچ اور کرایہ ایک آنہ فی مربع انچ ہے، خرچ ڈاک یا ریل بذمہ خریدار،

پتہ ذیل سے طلب فرمائیں

منیجر۔ تیج ویکلی نیا بازار دہلی

(از شری بہت ادم پرکاش - اگروال)

چائے کا نام ہی ہے - دیواروں پر یہاں چائے کی کمپنیوں کے اشتہارات لگے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں - ہر جگہ چائے کی پیالیاں مزے سے لگتے نظر آتے ہیں۔ اسٹیشنوں پر بھی یہی حالت ہوتی ہے - جگہ جگہ سے گرم چائے گرم چائے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ یہ تو ہوئی جاڑوں کی کیفیت - اب ذرا گرمیوں کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیے گرمیوں میں بھی گرم چائے گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتی ہے کے اشتہارات ہی اشتہارات دکھائی دیتے ہیں۔ دیہاتوں میں بھی یہی حالت ہوتی ہے - یہاں تک کہ وہاں پر کمپنیوں کے ملازمین گراموفون وغیرہ ساتھ لئے ہوئے گھومتے ہیں - دیہاتیوں کو مفت پلاتے ہیں لوگ ان کو خوشی سے پیتے ہیں - اور خریدتے ہیں کوئی کسی کو پسند کرتا ہے تو کوئی کسی پتی کی چائے کا دلدادہ ہوتا ہے - اس طرح چائے کا استعمال نوے فیصدی ہوتا ہے - مگر بہت کم لوگ اس کی اہمیت - فوائد اور نقصانات سے واقفیت رکھتے ہیں۔

چائے ایک پودے کی پتی ہے جو کہ عام طور سے تین چار فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہوتا - ہندوستان میں آسام وغیرہ پہاڑی مقامات میں کثرت سے چائے پیدا ہوتی ہے - اس کی نشوونما کے واسطے سرد آب و ہوا کی ضرورت ہے - یہ پودا ایسی جگہوں میں پیدا ہوتا ہے جہاں کہ پانی خوب برستا ہو - اور زمین ڈھلان ہو تاکہ تمام پانی برس کر بہہ جائے - ان علاقوں میں چائے کے باغات ہوتے ہیں - موسم پر سینکڑوں لڑکے اور لڑکیاں جھولیاں گلے میں ڈال ڈال کر چائے جمع کرنے کے واسطے باغوں میں جاتے ہیں - اس وقت کا نظارہ بڑا دلچسپ ہوتا ہے - اس کے بعد پتیاں خشک کی جاتی ہیں اور پھر استعمال میں لائی جاتی ہیں - اکثر خشک ہو کر ولایت کو چلی جاتی ہیں - وہاں سے کچھ ترمیمات ہو کر باقاعدہ پیک ہو کر پھر دوبارہ ہندوستان میں آتی ہیں اور تمام ملک میں فروخت ہوتی ہیں۔

چائے کا رواج ہندوستان میں عہد مغلیہ سے شروع ہوا ہے - اس سے بیشتر اس کا استعمال نہیں تھا - پہلے چائے کا استعمال چینی کیا کرتے تھے - ان کی دیکھا دیکھی تمام وسط ایشیا کی قومیں اس کو استعمال کرنے لگیں - چینیوں کا اثر ترکستان میں بھی بہت زیادہ تھا - لہذا ترک اور مغل بھی اس کے عادی ہو گئے - یہ لوگ قہوہ استعمال کرتے تھے - اس کو زیادہ خوشبودار اور دل پسند بنانے کے واسطے بہت سی دیگر اشیاء مثلاً دارچینی - الائچی وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ملا کر جوش دیا کرتے تھے - پھر بعض لوگوں نے علم طب سے اس میں یہ زیادتی کی کہ اس میں دودھ بھی شامل کر دیا کشمیری لوگوں نے ہی یہ کیا - بعض لوگ اب بھی اس قسم کی چائے استعمال کرتے ہیں جس کو کالی چائے کہتے ہیں اور بعض وہی پرانی قسم کا قہوہ - لیکن قہوہ آج کل بہت کم استعمال کیا جاتا ہے - کالی چائے کا عام رواج ہے - ہندو مسلمان عیسائی غرضیکہ ہر مذہب و ملت کے آدمی اس کا استعمال کرتے ہیں - بعض لوگ تو تمباکو کی طرح اس کے عادی ہو گئے ہیں۔

چائے کا بارہا کیمیاوی تجربہ ہو چکا ہے - آخرکار یہ بات ثابت پائی گئی کہ اس کے اجزا میں زیادہ تر حصہ کیفین ٹینک ایسڈ کا ہے - کیفین چائے کا ایک بہت مضر جزو ہے - یہ پیاس لاتا ہے - تھکن کو دور کرتا ہے سستی کو دور کرتا ہے - اس کا اثر رگوں و پٹھوں پر فوراً ہو جاتا ہے - اکثر لوگ رات کو جب کہ وہ کام کرتے ہیں گھنٹے گھنٹے بھر بعد چائے پینے کے عادی ہوتے ہیں - وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری ساری تھکن دور ہو جاتی ہے - وہ بھی محض ایک کپ کی پیالی سے - اس سے مفید چیز دوسری کونسی ہو سکتی ہے - یہ ان کی سراسر غلطی ہے - تھکن آرام کرنے کی خواہش کو کہتے ہیں - اور آرام تب ہی میسر آ سکتا ہے جب کہ گہری نیند آ جائے - کسی مصنوعی طریقے سے پیدا کردہ نیند سے ہرگز ہرگز آرام نہیں مل سکتا - کسی مصنوعی طریقے سے تھکن کو دور کرنا صحت کو خراب کرتا ہے - بدن کے اعضا ہر بار تھک تھک کر بغیر آرام کے رہ جاتے ہیں - جسم پر اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔

ٹینک ایسڈ کیفین سے بھی زیادہ مضر چیز ہے - لعاب دہن پر جو کہ غذا ہضم کرنے کے واسطے ایک ضروری چیز ہے - اس پر یہ بڑا اثر ڈالتا ہے - یہ اس کو زہریلا بنا دیتا ہے - اس میں جب غذا ملتی ہے تو وہ بھی زہریلی بن جاتی ہے - اس طرح زہریلا اثر تمام بدن میں ہو جاتا ہے - گو اس کا اثر فوراً ہی معلوم نہیں ہوتا لیکن بعد میں معلوم ہوتا ہے - جس طرح تمباکو میں پرسک ایسڈ - نکوٹین وغیرہ ایسے زہر موجود ہیں جو کہ جاندار کا ذرا سی دیر میں کام تمام کر سکتے ہیں - لیکن ان کا اثر بھی جسم پر آہستہ آہستہ ہوتا ہے - اسی طرح اس کا اثر بھی دھیرے دھیرے ہوتا ہے - قوت ہاضمہ کو تو یہ بہت ہی نقصان پہنچاتا ہے - اس طرح

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

[illegible] اسمبلی [illegible] مسلم لیگ [illegible] اپیل [illegible] ہوتے [illegible] گیا ہے۔

[illegible] جنرل کانگریس کے صدر بابو راجندر پرشاد [illegible] وطن کے نام ایک اپیل شائع کی ہے کہ وہ مارزوی [illegible] پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے خلاف [illegible] احتجاج میں شامل ہوں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی [illegible] آئین [illegible] احتیاط سے غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس میں تجویز کردہ آئین وائٹ پیپر کی تجاویز سے بھی زیادہ رجعت پسندانہ ہے۔

ایک امریکی جہاز موہاک نامی ایک جہاز سے ٹکرانے کے بعد الٹ گیا جس سے ۴۷ جہازران اور مسافر ڈوب گئے۔ ۱۱۶ آدمی بچائے گئے۔ گمشدہ اشخاص کے ملنے کی تمام امیدیں مفقود ہو گئی ہیں۔

سر شرت چندر بوس ممبر اسمبلی نے اپنے وکیلوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایک آزمائشی مقدمہ دائر کریں جس میں حکومت کے اس حکم کو چیلنج کیا جائے جس کی رو سے انہیں اسمبلی میں جانے سے روک دیا گیا ہے۔

لاہور ہائیکورٹ میں پیپلز بینک آف انڈیا کو دیوالیہ قرار دینے کے لئے ایک درخواست دی گئی ہے۔ وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ بینک کے اجرا کی جو سکیم ہائیکورٹ نے منظور کی ہے۔ ڈائرکٹران بینک اسے چلانے میں ناکام رہے ہیں۔

ایک ماہ کے معروف پروگرام کی تکمیل کے بعد مہاتما گاندھی اپنی پارٹی کے ہمراہ دہلی سے واردھا کے لئے تشریف لے گئے۔ مہاتما جی کو سٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے سیاسی لیڈران جو اس وقت دہلی میں تشریف رکھتے ہیں موجود تھے۔

احمد آباد کے دو دیگر کارخانوں کے کاریگروں نے دہلی کے معاہدہ کے خلاف احتجاج کے طور پر ہڑتال کر دی۔ پولیس جائے وقوعہ پر پہنچ گئی۔ اور صورت حالات پر قابو پا لیا۔ اس کے علاوہ دس دیگر کارخانوں کے کاریگروں نے بھی ہڑتال کر دی۔

ہندو مہا سبھا کی ورکنگ کمیٹی میں فیصلہ کیا گیا کہ ہندو مہا سبھا پارلیمنٹری رپورٹ کی متفقہ مذمت میں شریک ہے اور اسے قومی مطالبہ یعنی حکومت خود اختیاری کے لئے غیر اطمینان بخش اور مایوس کن خیال کرتی ہے۔

ایک ہوائی جہاز پیرس سے لندن کو پرواز کر رہا تھا۔ کہ ۴۴ ہزار پونڈ کا سونا بنانے برطانیہ میں گر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ طوفان کی وجہ سے سامان کا ڈبہ کھل گیا۔ ابھی تک سونے کا سراغ نہیں لگ سکا۔

اخبار سٹیٹسمین کے خلاف عدالت خفیفہ کلکتہ ہائیکورٹ سے بابا گوروت سنگھ شیر سکھ لیڈر کو دو ہزار روپیہ کی ڈگری دے دی گئی۔ آپ نے کسی ہتک آمیز مضمون کے سلسلہ میں اخبار مذکور کے خلاف بیس ہزار روپے کا دعویٰ کیا تھا۔

امریکہ کے دریائے کولڈ واٹر اور مسی سپی میں سیلاب آ جانے کی وجہ سے زبردست نقصان ہوا۔ اٹھارہ ہزار آدمی بے گھر ہو گئے۔ ایک گاؤں غرقاب ہو گیا۔ حالات بہت بدتر ہو گئے ہیں۔

ایک اطلاع مظہر ہے کہ پنجاب اور کراچی میں زبردست طوفان باد و باراں آیا جس کی وجہ سے دریاؤں میں کئی کشتیاں الٹ گئیں۔ کئی آدمی سردی کی وجہ سے اکڑ کر مر گئے۔ اجناس کی قیمتوں میں نمایاں کمی ہو گئی۔

اسمبلی کی مختلف پارٹیوں کے لیڈروں کے درمیان گفت و شنید کے بعد یہ قرار پایا کہ مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ پر ۴ ر ۵ ر ۶ اور ۷ فروری کو اسمبلی میں بحث کی جائے۔ سر این۔ این سرکار ممبر حکومت ہند نے اس بارے میں اعلان بھی کر دیا۔

مسٹر ایم۔ کے۔ آچاریہ سابق ممبر اسمبلی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کٹر ہندوؤں کے لیڈر تھے۔ ورن آشرم سوراجیہ سنگھ مدراس کے صدر تھے۔ ہندو کمیٹی کی جانب سے آپ نے مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے روبرو شہادت دی تھی۔

دہلی کے گوری شنکر کے مندر میں مہاراجہ نیپال کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ سڑک کے دونوں طرف ہزاروں آدمی مہاراجہ صاحب کے درشنوں کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مہاراجہ صاحب مندر میں پوجا کی غرض سے تشریف لائے تھے۔

رنگون کے ایک مقام تھیلا میں آگ لگ گئی جس سے باہمہ مکان اور ایک سکول آگ کی نذر ہو گئے۔ بسر [illegible] سے آگ بجھا لی گئی۔ دس ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا۔ پولیس کے جھونپڑوں میں آگ لگنے کا حادثہ ہوا۔

ڈھاکہ کی ڈسٹرکٹ کونسل کے جن تین سو ملازموں نے ہڑتال کر رکھی ہے وہ پیدل چل کر ناگپور پہنچے اور ایک جلوس کی شکل میں کونسل ہال میں داخل ہوئے لیکن پولیس نے انہیں دروازہ پر روک دیا اور انہوں نے کونسل ہال کے باہر ستیہ گرہ کر دیا۔

اسمبلی میں حکومت کو دوسری دفعہ شکست ہوئی۔ مسٹر کے۔ ایل گابا کی ترمیم کہ ہندوستانی برطانی معاہدہ کو فی الفور منسوخ کر دیا جائے رائے لی گئی۔ ترمیم ۵۰ رایوں کے مقابلہ پر ۶۶ رایوں سے پاس ہو گئی۔ اور اسمبلی کا اجلاس ۴ فروری پر ملتوی ہو گیا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا دفتر بھی سوراج بھون الہ آباد میں آ جائے گا۔ معلوم ہوا ہے کہ بابو راجندر پرشاد بھی اس تجویز کے حق میں ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بابو راجندر پرشاد بھی اپنے سٹاف کے ساتھ خود بھی الہ آباد آ جائیں گے۔

دارالعوام میں انڈیا بل کے متعلق کرنل ویجوڈ نے یہ تحریک پیش کی ہے کہ جب تک انڈیا بل کو ہندوستانی رائے عامہ کی منظوری حاصل نہ ہو جائے۔ اس وقت تک بل پر بحث کرنا انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کے لئے مفید ثابت نہیں ہوگا۔

کٹنی اسٹیشن کے احاطہ میں مال گاڑی کے ۶ ڈبے لائن سے اتر گئے۔ اور ایک ڈبہ گر گیا جس سے الہ آباد اور جبلپور جانے والی گاڑیوں کا رستہ بند ہو گیا۔ اس کی وجہ سے بہت سی گاڑیاں اپنے معینہ وقت کی نسبت بڑی دیر سے پہنچیں۔

احمد آباد میں کپڑے کے کارخانوں کے مزدوروں کی ہڑتال نے نازک صورت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ ہڑتالیوں نے مل کے پھاٹک توڑ ڈالے۔ پولیس کو ان پر لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ اور مجمع کو منتشر کر دیا۔ نیز چند ہڑتالی گرفتار کر لئے گئے۔

گورنر جنرل نے مسٹر ستیہ مورتی ممبر اسمبلی کو اسمبلی کے اجلاس میں دفعہ ۱۲۴ کی بغاوت کی دفعہ اور چند دیگر ریگولیشنوں کو منسوخ کرنے کے متعلق اپنا بل پیش کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

کٹنی بیلور کی ایک اطلاع ہے کہ کثرت باراں کی وجہ سے وہاں ایک کوئلے کی کان کی زمین دھنس گئی جس کی وجہ سے چار افراد زندہ در گور ہو گئے۔ ان لوگوں کو بچانے کی بہت کوشش کی گئی۔ مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

موضع لاآرم ضلع مدورا سے خوفناک آتشزدگی کی اطلاع موصول ہوئی ہے جس سے ایک صد جھونپڑیاں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں۔ آگ بجھانے کی بہت کوشش کی گئی۔ آگ میں دو بچے بھی جل کر مر گئے۔

سیاسی حلقوں میں یہ توقع کی جاتی ہے کہ مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی سفارشات کے بارے میں سرکاری ریزولیشن کی مخالفت کرنے اور اس کے مقابلہ میں متفقہ حل پیش کرنے کے لئے اسمبلی کی مختلف مخالف پارٹیوں میں سمجھوتہ ہو جائے گا۔

مانگ ذات کے تین افراد جو شکار کھیلنے کی غرض سے جنگل میں گئے ہوئے تھے ایک ٹیلے کے نیچے کھڑے تھے کہ اچانک ٹیلہ گر پڑا۔ جس کے نیچے دب کر یہ تینوں شکاری خود شکار ہو گئے۔

موضع مرناگڑھ میں گورکھوں اور ستھالوں میں فساد ہو گیا۔ فریقین کے آدمی بھالوں اور تیر و کمان سے مسلح تھے۔ پولیس نے بڑی مشکل سے صورت حالات پر قابو پایا۔ لڑائی میں چار گورکھے ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

تالکٹورہ گارڈن واقع نئی دہلی میں مہاراجہ نیپال کے اعزاز میں ایک شاندار پارٹی دی گئی۔ ڈاکٹر انصاری نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ اور مہاراجہ صاحب سے ان کا تعارف کرایا۔ مہمانوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

اطلاع مظہر ہے کہ آپڈ میونسپل بورڈ کے ماتحت سکولوں کے ۳۰ مدرسوں کو ملازمت سے برطرف کئے جانے کا نوٹس مل گیا ہے۔ غیر سرکاری حلقوں میں ان کی برطرفی سے بڑا ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔

ہندوستان کے آئندہ وائسرائے کے لئے کئی نام لئے جا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی تجویز ہے کہ شاہی خاندان کے کسی رکن کو وائسرائے بنایا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ڈیوک آف کینٹ کو وائسرائے بنایا جائے گا۔

اجمیر میں ایک ٹیکسی ڈرائیور سے نصف گھنٹہ میں تین حادثے ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈرائیور اس وقت پاگل پن کی حالت میں تھا۔ اسے پولیس کی حراست میں دے دیا گیا ہے۔ حادثہ میں ایک آدمی شدید مجروح ہو گیا۔

# ہندوستانی فلموں کے عنوان اور زبان

(از مسٹر ظفر قریشی بی۔اے دہلوی)

جوں جوں غور کرتا ہوں ہندوستانی صنعت فلمسازی کے نقائص کی فہرست طویل تر دکھائی دیتی ہے آج کی گفتگو کا موضوع دیسی فلموں کے عنوان اور زبان کی خرابیاں بیان کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بولتی تصویروں کی ایجاد کے باعث زبان کا معاملہ بہت ہی اہمیت حاصل کر گیا ہے۔ تجربہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ہندوستان میں "ہندوستانی" زبان ہی کام دے سکتی ہے۔ لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ معدودے چند تصویروں کے علاوہ جس قدر بھی فلم آئے ہیں ان کی زبان یا تو بہت زیادہ مشکل اردو تھی یا بہت زیادہ مشکل ہندی۔ ان فلموں کو قدرتی طور پر ایک خاص علاقہ کی مقبولیت حاصل ہوئی۔

زبان کے معاملہ میں ایک ایسی راہ نکالنے کی ضرورت ہے جس پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ مشکل نویسی کو دور کرنے کے لئے اور عمدہ زبان رائج کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ترجمہ کئے ہوئے مکالمے درج نہ کئے جائیں۔ مثلاً بعض فلم کمپنیاں اس پر عامل ہیں کہ ان کے ڈائرکٹر یا افسانہ نویس مکالمہ انگریزی یا گجراتی میں تحریر کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اس کا اردو میں یا ہندی میں ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ مکالمہ نویسی بھی غلط ہے۔

مذہبی فلموں کے معاملہ میں زبان کے مشکل ہو جانے کا بہت بڑا احتمال ہے۔ کیونکہ مکالمہ نویس اپنا زور قلم اس بات پر صرف کر دیتے ہیں کہ مشکل سے مشکل الفاظ رائج ہے [illegible] اور لغت سے نکال کر لائیں اور مرصع عبارتیں اداکاروں سے ادا کرائیں۔ اکثر و بیشتر اداکار زبان سے نابلد ہوتے ہیں اور وہ ان مشکل عبارتوں کے جیسے جیسے نازیبا تلفظ کرتے ہیں وہ ہم سب نے سینما گھروں میں سن رکھے ہیں۔ اگر مکالمہ نویس حضرات مشکل نگاری کو چھوڑ دیں اور بل چلی ہندی اردو میں مکالمہ تحریر کریں تو کسی طرح بھی تلفظ کی خرابیاں پیدا نہ ہوں۔

بل چلی اردو ہندی یا خالص ہندوستانی زبان رائج کرنے کے لئے فلم کمپنیوں کو فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ اچھی زبان رائج کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس افسانہ نگاروں سے کہانیاں حاصل کی جائیں اگر وہ مکالمہ تحریر کر سکتے ہیں تو خود ہی مکالمہ بھی لکھیں۔

اچھے مکالموں کی فہرست بہت زیادہ طویل نہیں ہے۔ "یہودی کی لڑکی"۔ "سلطانہ"۔ "دامنِ نیل"۔ "مادھوری"۔ "فرزند ہند" وغیرہ فلموں کی زبان اچھی تھی۔ لیکن ان میں بھی اصلاح و ترقی کی گنجائش بہت ہے۔ اگر ہندوستان کے مشہور مصنفوں سے اس سال مکالمے تحریر کرانے کا انتظام کیا جائے تو مکالموں کی دقت بہت بڑی حد تک دور ہو سکتی ہے۔ لاہور میں بہت سے عمدہ عمدہ مصنف موجود ہیں۔ دہلی۔ لاہور۔ آگرہ۔ لکھنؤ۔ بمبئی وغیرہ مقامات پر بہت سے ایسے اچھے مصنف اور شعرا اردو زبان کے اچھے مکالمے لکھنے کے لئے مل سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ زبان کی عمدگی کی طرف توجہ کی جائے۔ نیز دیکھنے والے ممالک اور تقسیم کنندگان شمالی ہند ان اصحاب کو اچھی طرح بتا دیں کہ فلم زیادہ تر شمالی ہند میں ہی کامیاب ہوتے ہیں اور جب تک ان کی زبان کی عمدگی اور صحت کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اس وقت تک تجارتی اور فنی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

فلموں کی زبان کے بعد دوسرا مسئلہ فلموں کے عنوانات یا ناموں کا آتا ہے۔ غیر ممالک میں فلم تیار ہونے کے بعد فلموں کے نام مقرر کئے جاتے ہیں اور بعض بعض ماہر صرف اچھے اچھے نام بتانے اور تجویز کرنے کے کام پر ہی مامور ہیں۔ مشہور جنگی فلم "دوزخ کے فرشتے" نام تجویز کرنے والے کو کئی ہزار ڈالر اس سیٹھ نے دیئے تھے جس نے یہ فلم اپنے صرف سے تیار کرایا تھا۔

ہندوستان میں پہلے نام مقرر کر لئے جاتے ہیں اور اس کے بعد کوشش کی جاتی ہے کہ خواہ مخواہ اس عنوان پر "فٹ" ہونے والا افسانہ تیار کیا جائے یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ اگر فلم تیار کرنے کے بعد نام تجویز

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

# دَوراله شوگر ورکس

دَوراله شوگر ورکس شمالی ہند میں دیسی شکر سازی کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے، اس کا سرمایہ اور انتظام ہندوستانی ہے، اور ہندوستانی کاریگر ہی صاف، شدھ اور خوش ذائقہ دانہ دار کھانڈ تیار کرتے ہیں،

جب آپ چینی خریدیں، تو دَوراله شوگر ورکس کی بنی ہوئی چینی ہی طلب کریں۔ یہ پوترتا، پاکیزگی اور عمدگی میں بے مثال ہے، بڑی خوش ذائقہ اور میل مٹی سے پاک ہے،

ملنے کا پتہ:۔

دَوراله شوگر ورکس دَوراله ڈاکخانہ خاص ضلع میرٹھ

## ہندوستانی فلموں کے عنوان
(بقیہ صفحہ ۴)

کے جائیں یا فلم کی تیاری کے دوران میں کامل غور و فکر کے بعد تجویز کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ہندوستان میں بہت کم اچھے فلم بنے ہیں۔ لیکن جتنے بھی بنے ہیں ان کے عنوان یعنی نام شاذ و نادر ہی اچھے ہوتے ہیں۔ اس وقت تک بہت کم فلم کمپنیاں اچھے نام رکھنے کی اہمیت کو محسوس کرتی ہیں۔

نام رکھنے میں تقلید کا مادہ بہت کام کرتا ہے۔ ایک فلم کمپنی نے جس قسم کا نام رکھا اور وہ فلم کامیاب ہو گیا تو جھٹ سے اس سے ملتا جلتا نام رکھ لیا جائیگا۔

انگریزی میں جو نام تجویز کئے جاتے ہیں وہ کافی معقول ہوتے ہیں۔ مثلاً "ایا چھنسد" کا انگریزی عنوان "ایوولیوشن" کافی اچھا نام تھا۔ "سلوچنا" عرف "ٹیل بیلز" بھی اچھا عنوان تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی فلموں کے انگریزی نام عمدہ عمدہ رکھے گئے ہیں۔ اگر اردو میں اچھے نام نہیں رکھ سکتے تو انگریزی کا ہی ترجمہ کر دیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ انگریزی ٹائٹل اور ہندوستانی ٹائٹل میں زمین اور آسمان کا سا تو فرق نہ ہو۔

اگر ایک ہی موضوع پر کوئی فلم کمپنی کئی فلم تیار کرے۔ یا کئی فلم کمپنیاں الگ الگ تیار کریں تو نہیں دیگر پہلوؤں کے ساتھ اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہیے کہ نام قطعی نیا اور نادر ہو۔

جب کوئی عمدہ نام تجویز نہیں ہو سکتا تو فلم کمپنیاں فلم کے ہیرو یا ہیروئن کے نام پر تصویر کا عنوان مقرر کر دیتی ہیں۔ حالانکہ عنوان کا تعلق کیرکٹر کے نام پر مقرر کرنا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ہم کوئی اچھا عنوان اس موضوع پر تراش ہی نہیں سکتے۔ اگر کبھی واقعی طور پر کسی کیرکٹر کا نام سے ہی نفس مطلب کا تعلق ہو تو وہ نام رکھ دینا کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ مثلاً حال ہی میں "سلوچنا" نامی ایک فلم آیا ہے جو بہت اچھا فلم ہے۔ اسمیں بردہ فروشی کی زندگی اور محبت دکھائی گئی ہے۔ اس کا عنوان حسب معمول ہیروئن کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس فلم کو "زناحمہ صحرا" یا "کنیز محبت" کا عنوان دیا جا سکتا تھا۔

"نرت منتر" فلم کو بھی بہتر عنوان ملنے سے زیادہ کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ اگر نام رکھنے کے دوران میں مشہور اور خاص کیرکٹر کے نام کو استعمال نہ کیا جائے بلکہ نفس مطلب سے متعلق یا کہانی کے اخلاقی دماغی نتیجہ سے وابستہ کوئی صفت یا حالت زیب داستاں کی جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔

اوپر کی تمام گفتگو سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ تصویر کا نام اور تصویر کی زبان کا مسئلہ بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔

## تہذیب بازار
(صفحہ [illegible] سے آگے)

کر نکلتا ہے۔ وہ کوئی فیس ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی اجرت کا جمع کردہ روپیہ لے کر سکول سے نکلتا ہے۔ جو آئندہ زندگی میں اس کو سرمایہ کا کام دیتا ہے۔ سکول اس کے لئے پہلے غریب کے آدمی کی جگہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ والدین بغیر کسی جبر یا دباؤ کے اپنے بچے سکولوں میں خوشی خوشی داخل کر دیتے ہیں۔ وہاں لازمی تعلیم کا قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ ہندوستان میں تو بچے کی تعلیم گھر والوں کا دیوالہ نکال دیتی ہے۔ ہزاروں روپے اور عمر کے بہ قیمتی سال خرچ کرنے کے بعد طالب علم کو بی۔ اے کی سند ملتی ہے جس کا سوائے اس کے کہ شہد لگا کر چاٹا کرو اور کوئی مصرف نہیں۔ نہ کوئی ہنر آتا ہے نہ دستکاری۔ اگر کہیں نوکری مل گئی تو قبہا ورنہ جوتیاں چٹخاتے پھرا کرو۔ اور اگر تخفیف کا کلہاڑا چل جاوے یا برخاست کر دئے جاؤ تو کہیں کے نہ رہے اور بقول شاعر نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم؛ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ اندریں حالات جاپانی مال بہت سستا پڑتا ہے اس میں نہ تو کارخانہ دار کا منافع شامل ہے نہ تجار کا منافع در منافع۔ جاپانی گورنمنٹ تو بغیر منافع کے بھی جاپانی مال فروخت کر دیتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ منافع نہ بھی جاپانی کاریگر کو اس کی اجرت مل جاتی ہے اور دنیا جاپان کے نام سے واقف ہو جاتی ہے۔ جاپانی مال اتنا سستا ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ روپیہ کا مال کوڑیوں میں دیتا ہے۔ اور پھر بھی منافع کماتا ہے۔ ہندوستان میں تو چھوٹے بڑے ہر شہر میں دکانیں جاپانی مال سے بھری پڑی ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی خاص صنعت ہو یا کوئی خاص لائن ہو۔ ہر صنعت اور ہر لائن میں جاپانی مال ہے۔ نہ صرف ایشیا میں بلکہ یورپ کی منڈیوں میں بھی جاپانی مال جا پہنچا ہے۔ کہتے ہیں کہ لنکا شائر کے کارخانوں کے ملازم بھی جاپانی کپڑے پہنے ہوئے دیکھے گئے۔ جب مالک کارخانہ نے سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سستا ہے۔ نہ صرف صنعتی میدان میں بلکہ پولیٹکل میدان میں بھی اس کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ لیگ آف نیشنز کی پروا نہیں کرتا۔ اور لیگ میں یہ ہمت نہیں کہ اس سے جواب طلب کرے۔ چین میں دست برد کے متعلق جب جاپان کے نمائندہ سے باز پرس کی گئی تو اس نے نہایت بیباکانہ رویہ اختیار کر کے کہا کہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تم میں سے کس نے وہ گناہ نہیں کیا جس کی نسبت جاپان کی شکایت کرتے ہو۔ جاپان کی پولیٹکل طاقت کا راز بھی اس بات میں مضمر ہے کہ کارخانہ دار اور تجار دونوں کا منافع گورنمنٹ کے گھر رہ جاتا ہے۔

ایک دفعہ ہمیں جاپانی ایجنٹ ملا اور کہنے لگا کہ

## مسٹر یعقوب

آپکو فلم کی دنیا میں خاص شہرت حاصل ہے۔ سنگیت فلم کمپنی بمبئی کے مشہور فلم تلاش حق میں آپ نہایت سنسنی خیز اور عجیب و غریب ایکٹنگ کر رہے ہیں۔ یہ فلم بہت جلد دهلی میں آنیوالا ہے۔

مس سبیتا دیوی

ماسٹر کمار اور مس سبیتا دیوی

فلم کے دلچسپ سین

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press, Burn Bastion Road Delhi

Registered L. No. 1517

Registered L. No. 1517

سوانح حیات اندر دیکھئے

# بسنت کی بہار

(از جناب فکر ایم۔ اے)
(خاص [illegible] دہلی کے لئے)

بن کر بہار [illegible] پھر چھا گئی بسنت ۔ سرما کا دور ختم ہوا، آ گئی بسنت

ہر شاخِ گل ہے ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے ۔ ہر ذرّہ عکسِ مہرِ منوّر لئے ہوئے

زرّیں شعاعیں اور بسنتی ہوائیں ہیں ۔ رنگت ہے زعفرانی سنہری فضائیں ہیں

مخلوط رنگ چمن میں ڈوبی ہوائے سرد ۔ سبزہ ہے سبز سرخ ہے گل، زعفران ہے زرد

دل کھینچتی ہیں طائروں کی نغمہ سنجیاں ۔ کوئل کی کوک، اور پپیہے کی پی کہاں

گل کی کٹوریوں سے ہے پیدا صدائے چنگ ۔ منقارِ عندلیب سے بجنے لگے جلترنگ

نرگس کی آنکھ فرطِ مسرت سے وا ہوئی ۔ سوسن زبانِ حال سے نغمہ سرا ہوئی

دل کے کنول کھلانے لگی ہے ہوا کی موج ۔ سرسوں کا پھولنا ہے طلائی فضا کی موج

رنگیں چمن ہے اور زمیں زرنگار ہے
قصّہ یہ مختصر ہے کہ فصلِ بہار ہے

برص سفید کوڑھ
ہماری دوائی سے چار ہفتہ میں کافی آرام ہو جاتا ہے، شفایابی کی گارنٹی دیجاتی ہے مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب کریں،
KAMALA WORKS
PANCHPOTA (T.D) BENGAL
برص سفید کوڑھ کی دوا
ویدراج اکمل کشور رام پوسٹ
آنکھ کی تکلیف
یاسری ورکس بیڈن اسٹریٹ کلکتہ سے منگائیے
ہمیشہ بھارت برانڈ فنائیل استعمال کریں
یہ ہندوستان کی ایک بہترین فنائیل ہے
ضرورت، بڑے بڑے شہروں میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے،
بھارت برانڈ فنائیل ڈپو پل مٹھائی دہلی
قوت مردی
سول ایجنٹ:- گنگوتری دہلی
ہدایت نامہ لمیٹڈ کمپنی
مصنفہ
بابو موہن لعل بھٹناگر ایڈوکیٹ
حصہ اول جسمیں بتایا گیا ہے، کہ لمیٹڈ کمپنیاں کس طرح کھولی چلائی اور بند کی جاتی ہیں،
ڈائرکٹروں کی ذمہ داریاں اور حصہ داروں کے حقوق کیا ہیں قیمت ایک روپیہ چار آنے
حصہ دویم جسمیں وہ تمام فارم اور نقشے دیئے گئے ہیں، جو لمیٹڈ کمپنیوں کو تیار کرنے اور بھیجنے پڑتے ہیں، جس طرح ان کی خانہ پوری کی جاتی ہے، قیمت ایک روپیہ چار آنے،
مقامی کتب فروش سے طلب کرو، اگر وہ مہیا نہ کر سکے،
مینیجر درپن پریس فاضلکا ضلع فیروزپور کو لکھو
وہ وی پی بھیجدیگا، اور پوسٹیج اپنی گرہ سے ادا کرے گا،
نقالوں کے دھوکہ سے بچیں
حیرت انگیز ایجاد
بال کالے کرنے کا تیل
اس سے اعلیٰ چیز پیش کرنے والے کو یکصد روپیہ انعام
کالا تیل رجسٹرڈ
قیمت فی شیشی صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک، تین شیشی پورا کورس صرف ۴ روپیہ محصولڈاک معاف
روزگار مہیا کرنیکی نئی سکیم
بلا سرمایہ کارخانہ
ڈنکور انجنیئرنگ ورکس ڈاکخانہ گوروکل سکندرآباد ڈنکور
دہلی سناکنس:- داس انجنیئرنگ کمپنی برن بیسٹن روڈ دہلی

# سوگ کیجئے پنڈت موتی لال نہرو

۱۸۶۱ء کو قلم ملک میں اس رہبر اعظم کی
... جس کی یاد آج بھی اسمبلی کے
... پانی ہے اور اسمبلی کے در و دیوار تک جس
... کی افسانہ خواں ہیں جس نے ملک کے لئے
... بہا قربانیاں کیں جو ملک کی تواریخ میں
... سے لکھی جائیں گی جس نے اپنا لڑکا وطن کی خدمت
... بیٹا پنڈت جواہر لال نہرو وقف کر دیا۔
... آزادی وطن پر ۶ فروری ۱۹۳۱ء کو قربان ہو
... دیکھی کے صفحات پنڈت موتی لال نہرو کی
... زندگی کے حالات سے مزین کرنے کا فخر
... ہے۔

پنڈت موتی لال نہرو کشمیر کے سارسوت برہمن
... سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا جنم ۶ مئی ۱۸۶۱ء میں
... ہوا تھا۔ آپ کے والد شہر دہلی کے کوتوال
... کی پرورش آپ کے بڑے بھائی پنڈت نند لال
... کی جو دہلی میں وکیل تھے۔ پنڈت جی نے
... کی عمر تک ایک مسلم مکتب میں تعلیم حاصل کی۔
آپ نے فارسی اور عربی کا مطالعہ کیا۔ آپ نے
... کا امتحان کانپور سے فرسٹ ڈویژن میں پاس
... کے بعد میور کالج الٰہ آباد میں پڑھے۔ اور پھر
... کے امتحان میں شریک ہو کر سب سے اول
... امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۳ء میں پنڈت جی نے
میں وکالت شروع کی جہاں تین سال کے
... عرصہ میں بڑی شہرت حاصل کر لی۔ اور دور دور
... آپ کا شہرہ ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد
الٰہ آباد ہائی کورٹ میں پریکٹس کرنے لگے۔
... ترک موالات تک آپ خاص اور قیمتی ...
... رہے۔ تحریک شروع ہونے پر آپ نے
... لیڈری کو خیر باد کہہ دیا اور ملک کی سیوا میں
لگے

## تحریک ہوم رول

پنڈت جی کی سیاسی زندگی دو حصوں میں تقسیم
... سکتی ہے۔ ابتدائی زندگی میں آپ ایک کانگریس
... بن گئے اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے
لگے۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کو سب سے پہلے یو۔ پی کی
... کانفرنس کا صدر بنایا گیا۔ اس وقت سے
... سیاسیات میں ٹھوس کام کرنے لگے۔ ۱۹۱۷ء
... جب تحریک ہوم رول شروع ہوئی تو آپ
خیالات ایک قوم پرست کی نسبت زیادہ ماڈریٹ
... اس وقت آپ "لیڈر" اخبار کے ڈائرکٹر تھے۔
... اس وقت کی فضا نے پنڈت جی کو ہوم رول
تحریک میں شریک ہونے کے لئے مجبور کر دیا۔
... کو سپیشل پراونشل کانفرنس کا صدر بنایا گیا
... وقت آپ نے جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ
... قابل یادگار ریکارڈ ہے۔ پنڈت جی اس
... لیڈر کی ڈائرکٹری سے مستعفی ہو گئے اور
... قوم پرست ... اخبار انڈی پنڈنٹ کی بنا

ڈالی۔ اخبار ہذا کے لئے آپ کو بہت نقصان اٹھانا پڑا

## سیاسی ریکارڈ

کچھ عرصہ بعد تحریک ہوم رول ختم ہو گئی۔ پنجاب
کے سانحہ کے بعد آپ کی زندگی کا دوسرا سیاسی باب
شروع ہوتا ہے۔ مورلے منٹو اصلاحات کے وقت
سے آپ یو۔ پی کونسل کے ممبر رہے۔ آپ ہمیشہ کونسل
میں حکومت کے انتظام پر نکتہ چینی کرتے رہے

میں اپنے خطبۂ صدارت میں پنڈت جی نے عوام کو
مشورہ دیا کہ وہ نئی اصلاحات پر عمل کریں۔

## پنڈت جی کی قربانیاں

تحریک ترک موالات کے دنوں میں آپ نے جو
بیش بہا قربانیاں کی ہیں وہ ہندوستان کی تاریخ
میں جلی حروف میں لکھی جائیں گی۔ پنڈت جی
الٰہ آباد میں اپنے شاہی محل میں ایک راجہ کی زندگی

## راج رشی

(از قلم جناب امن لکھنوی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

وہ اس کا بانکپن اس کی وہ شان خودداری
جو یاد آئیں تو کیونکر نہ اشک ہوں جاری

وہ اسکی قوتِ تقریر واہ کیا کہنا
ہر ایک لفظ تھا گویا پیام بیداری

وہ اسکی قوتِ تحریر جسکے سب قائل
ہر ایک سطر میں گویا کہ تھی فسوں کاری

سیاسیات کا عالم و ماہر آئین
ہر ایک نکتے سے ہیبت تھی غیر پر طاری

وطن کے واسطے پیری میں وہ فقیر ہوا
گذاری عیش میں تھی گو کہ زندگی ساری

وہ جان لیکے ٹلی سعی سب ہوئی بے سود
لگی تھی جیل میں اس کو کچھ ایسی بیماری

پنڈت جی کی سیاسی زندگی کا دوسرا باب ۱۹۱۹ء
سے شروع ہوا۔ اور پنجاب کے سانحہ کے بعد امرتسر
میں جو کانگریس کا اجلاس ہوا اس کی صدارت کے
لئے ملک کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ ... آپ نے
... وقت جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ بہت ہی موثر
... عدیم المثال تھا۔ پنجاب کے واقعات کی تحقیقات
کرنے میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ
کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آپ اپنی آمدنی کی تھوڑی پرواہ
نہ کرتے ہوئے شب و روز اس کام میں لگے رہے۔ امرتسر

بسر کرتے تھے۔ آپ کی فیاضی دور دراز تک شہرت
حاصل کر چکی تھی۔ گورنر اور پراونشل گورنمنٹ کے دیگر
عہدیداروں سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ہر ہفتہ
پیرس سے آپ کی پوشاک دھل کر آیا کرتی تھی۔
اور الٰہ آباد میں آپ فیشن کے لیڈر تھے۔ جب آپ ترک
موالات کی تحریک میں شامل ہوئے تو آپ نے سب
عیش و آرام اور فیشن کو خیرباد کہہ دیا۔ موسم گرما میں پہاڑ پر
چلے جانا اور پیرس سے کپڑے دھلوانا چھوڑ دیا۔ اور
صرف گھر کے بنے ہوئے کھدر میں ملبوس رہنے لگے۔

اور پھر ترک موالات کے دنوں میں کھادی کی تحریک کا
دورہ کیا۔

## گرفتاری و سزایابی

۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو پنڈت جی اپنے اکلوتے فرزند
ارجمند پنڈت جواہر لال نہرو اور دو بھتیجوں
کے ہمراہ کانگریسی والنٹیروں کا عہد نامہ پڑھنے کے الزام
میں گرفتار کر لئے گئے۔ پنڈت جی نے سزا کا حکم
بخوشی سنا۔ اور اس کے بعد آپ کا کل خاندان
تحریک میں شامل ہو گیا۔ آپ کی دھرم پتنی بھی
آپ سے کم دلیر اور بہادر ثابت نہیں ہوئیں وہ
بھی اپنے پتی اور پتر کے جیل چلے جانے کے بعد ان

کی جگہ کام کرنے لگ گئیں اور تحریک ترک موالات میں شامل
ہو گئیں۔ پنڈت جی کی رہائی کا خیال رکھتے ہوئے آل انڈیا
کانگریس کمیٹی نے آپکو اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر کر دیا۔ اور کانگریس
کا دفتر احمد آباد سے الٰہ آباد آ گیا۔ اور ہفتے سے آخری وقت
تک پنڈت جی کانگریس کا کام کرتے رہے۔ آپ عرصہ تک اسمبلی
کے ممبر رہے اور سوراجیہ پارٹی کی باگ ڈور آپکے ہاتھ میں ہی،
جس کی لینچ بھی اسمبلی کے ممبران کو بار بار تڑپاتی ہے اور
اسمبلی کے در و دیوار تک پنڈت جی کی شان اور
تدبر کا افسانہ خواں ہیں

## کلکتہ کانگریس کی صدارت

۱۹۲۸ء کے بعد ملک نے ایک بار پھر اپنے محترم لیڈر کو کلکتہ کانگریس
کا صدر بنایا۔ کلکتہ میں آپکا جو شاندار جلوس نکالا گیا وہ
کانگریس کی تواریخ میں رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔
پنڈت جی کے بیشمار کارہائے نمایاں کا ذکر کرنا ایک
کتاب تیار کرنے کے برابر ہے۔ مگر آپ نے جو
نہرو رپورٹ تیار کی وہ آئین دانی کا ایک بہترین
ریکارڈ تھا جسے غیروں تک نے تسلیم کیا۔ اس کے بعد
۱۹۳۰ء کی تحریک میں آپ نے کس شان کے ساتھ شرکت
فرمائی وہ سب ہندوستانی بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں
پنڈت جی نے اپنی زندگی تحریک آزادی کے لئے وقف کر
دی اور اسی جد و جہد کے زمانہ میں بالآخر ۶ فروری ۱۹۳۱ء
کو آزادیٔ وطن پر قربان ہو گئے۔

## پرائیویٹ زندگی

پرائیویٹ زندگی میں پنڈت جی شرافت کا نمونہ تھے۔
آپکا کوئی دشمن نہ تھا۔ آپکی فراخدلی اور فیاضی کافی شہرت
حاصل کر چکی تھی۔ آپ ایک بڑے زبردست سوشل ریفارمر تھے۔
آپ نے اس پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ اپنی قوم میں آپ پہلے شخص
تھے جنہوں نے پردہ کے رواج کو سب سے پہلے ترک کیا تھا۔ ۱۸۹۹ء
میں جب آپ ولایت سے واپس تشریف لائے تو آپ نے پرائشچت
کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ تعلیم نسواں کے زبردست حامی تھے
چنانچہ آپنے اپنی دونوں لڑکیوں کو کامل تعلیم دلائی۔ پنڈت جی
مہاتما گاندھی اور ان کی تعلیم سے اس قدر متاثر ہو گئے
تھے کہ آپ کے اندر اس قدر تبدیلی پیدا ہو گئی تھی کہ
جس پر ہر شخص تعجب کر سکتا تھا۔ جتنا اعتقاد پنڈت

کسی مسٹر...ین نے اخبارات کو لکھا ہے کہ ...ی نو آبادیوں کو ڈومینین اسٹیٹس اسوقت ...ا جب انہوں نے اپنی قابلیت کا ثبوت دیا ...سا ہندوستان کو بھی چاہئے کہ منتظر ... کرے۔

...ائے بُری نہیں ہے۔ پی اسکیم کو نامنظور ...ہندوستان یہی ثبوت پیش کرنے والا ہے۔

لندن میں یہ افواہ ہے کہ برطانی وزراء سے جو من ...بلو میں اضافہ کے بہت سے حالات چھپا رکھے گئے اگر حکومتوں کا نیا نظریہ دیکھنا ہو تو جے۔ ...سی اسکیم دیکھ لیجئے۔ جس کی رُو سے ہندوستانی ...وں سے بھی بہت سی باتیں بہ صیغۂ راز رکھی جا ...تی ہیں۔

مولانا شوکت علی نے اسمبلی میں فرمایا ہے کہ ...کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کو انہیں کے ...ن کے برابر سونا سپلائی کرنا چاہیئے۔ لیکن جب ۲۴۰ ...ڈ کا سونا ہندوستان سے باہر جا چکا تو اب اس ...ی امکان معلوم نہیں ہوتا۔

"انجمن انسداد بیرحمی جانوراں" کی رپورٹ ...کو سال کے اندر ۸۰ ۹۴۹ چوپائے جانوروں ...پیر میں نعل جڑی گئی۔ اس عدد کو اگر چار سے ...م کیا جائے تو دو کا مندسہ باقی رہ جاتا ہے جس سے ...وم ہوتا ہے کہ کسی دوپایہ جانور کے بھی نعل لگائی ...۔ ممکن ہے ایسا کوئی جانور دفتر ہی میں مل گیا ہو

(بقیہ چٹکیاں)

...اچاہیئے۔

(۲) سر اشادر گو دن کا دعوی ہے کہ سی۔ پی میں زمین ...مدورت کا شتکاروں کیلئے ایک انقلاب پیدا ...ر دے گا۔

(۳) سر سکندر حیات خاں میں قبل اس کے کہ خود ...ز رو بنک کے ڈپٹی گورنر بننے سے "انقلاب" آئے ...ن کا خیال ہے کہ پنجاب کی اقتصادی حالت میں ...نقلاب آنا چاہیئے۔

(۴) سر ستی ڈسن اسمبلی میں کہتے ہیں کہ جے۔ پی۔ سی اسکیم ...میں ایک انقلاب پیدا کر دے گی۔

یہ دیکھنے کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ یہ سب انقلابی کیونکر بن گئے ہیں!

## آئینہ خیال

(پچھلے صفحہ سے)

## دہشت انگیزی کی رفتار

حکومت بنگال نے گذشتہ پانچ سال کی تحریک دہشت انگیزی کی ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کے چند ضروری اعداد ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

| سال | | [illegible] | دہشت انگیز | غیر سرکاری اصحاب | [illegible] |
|---|---|---|---|---|---|
| [illegible] | مقتول | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| | مجروح | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | مقتول | [illegible] | ۰ | [illegible] | ۵ |
| | مجروح | [illegible] | — | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | مقتول | [illegible] | ۵ | ۲ | ۳ |
| | مجروح | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | مقتول | [illegible] | [illegible] | ۰ | — |
| | مجروح | ۰ | ۰ | ۰ | — |
| [illegible] | مقتول | — | ۰ | — | ۰ |
| | مجروح | [illegible] | — | [illegible] | ۵ |

ان اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ پانچ سال میں دہشت سے کل ۰۰ جانیں ضائع ہوئیں۔ ان میں ۲۲ سرکاری ۱۲ غیر سرکاری اصحاب اور ۳۳ خود دہشت انگیز تھے۔ ... اس تحریک سے دہشت انگیزوں نے اپنا ہی زیادہ نقصان کیا۔

دہشت انگیزی کے نتائج یقیناً قابل افسوس ہیں۔ اور ملک کا ہر ہی خواہ اسے بُری نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے انسداد کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن اختلاف صرف طریقۂ کار میں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس تحریک کی تہ میں اقتصادی اور سیاسی بے چینی اور بے اطمینانی ہے۔ اس لئے تشدد کے بجائے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ حکومت اس بے چینی کی اصل وجہ معلوم کرے اور اس کے علاج کی کوشش کرے؟ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ حکومت کو اصلی سبب معلوم ہے۔ اقتصادی بدحالی اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بیکاری سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ حکومت کے اعلیٰ افسروں نے اس حقیقت کی طرف وقتاً فوقتاً اشارے بھی کئے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس مرض کے علاج کا کوئی تسلی بخش اور موثر سامان حکومت نے اب تک نہیں کیا ہے۔ اگر حالات میں بہتری ہو جائے تو یقین ہے کہ یہ وبا اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اور تشدد کو دبانے کے لئے غیر ضروری مسلسل اور صرف کثیر کی ضرورت نہ رہے گی۔

## ریشم کی صنعت

۱۹۳۴ء کے محافظتی قانون نے ہندوستان کی سوتی صنعت کو جو تحفظ عطا کیا ہے وہ ناکافی ثابت ہو چکا ہے۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ ریشم کی صنعت کو جو تحفظ دیا گیا تھا وہ اور بھی ناکافی تھا۔ یہ حقیقت اعداد و شمار سے بآسانی ثابت کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ تحفظ با اثر ہوتا تو ظاہر ہے کہ ریشم کی صنعت کو اس مدت میں ترقی کرنا چاہیئے تھا۔ اور ریشمی کپڑے کی درآمد میں کمی ہونی لازمی تھی۔ لیکن نتیجہ اس کے بالکل برعکس ہوا ہے اور محصولات عاید ہونے کے بعد سے درآمد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے مثلاً اکتوبر ۱۹۳۴ء تک چھ ماہ کے اندر ۱۰۲۹۰۵۴ پونڈ ریشم باہر سے آیا۔ حالانکہ اس مدت میں پچھلے سال صرف ۹۵۰۳۷۳ پونڈ ریشم درآمد کیا گیا تھا۔ اسی طرح ریشمی کپڑے اور مخلوط ریشمی و سوتی کپڑے بڑی کثیر مقدار میں باہر سے آئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بیرونی مقابلہ کے باعث ریشمی کپڑے کی قیمت گر گئی ہے اور ہندوستان کی صنعت کو مزید نقصان پہنچ رہا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ کی اہمیت پر از سر نو غور کرے اور جو تحفظ دیا گیا ہے اسے موثر بنانے کے ذرائع پیدا کرے۔

## Co-Education

## یعنی لڑکے اور لڑکیوں کی مشترک تعلیم

بہت دنوں سے ہمارے پیش نظر یہ تجویز تھی کہ وقت کے موجودہ اہم مسائل کو جو مختلف الخیال قدیم و جدید روشنی والوں کے درمیان بحث و مباحثہ کا موضوع بنے ہوئے ہیں معزز حضرات سے رائے طلب کریں تاکہ موافق و مخالف نقطہ ہائے نگاہ سے کسی مسئلہ پر اچھی طرح روشنی ڈالی جا سکے تو ارباب نظر کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ اسوقت لڑکے اور لڑکیوں کی مشترک تعلیم کا مسئلہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ہمیں مسرت ہے کہ مولانا عارف ہسوی نے اپنی رائے نہایت صاف طور پر ظاہر کر کے ہمیں اس بات کا موقعہ دیا ہے کہ ہم دوسرے مفکروں کو بھی اظہار رائے کی دعوت دیں۔ مولانا موصوف کا مضمون صفحہ ۱۲ پر شائع ہوا ہے اور تیج و کلی کے صفحات اس موضوع پر مختلف آراء کے اظہار کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔

ایک اینگلو انڈین معاصر ... کی نیشنل حکومت نے ہندوستان کے ... سخاوت کی ہے۔ یہ سخاوت صرف گو ... پل سے ظاہر ہے جیسا کہ ایک دوسرے معاصر نے مقابلہ کیا ہے۔

شمالی امریکہ کا قانون ——— ۱۴۴ دفعات
آسٹریلیا کا قانون ——— ۱۲۸ دفعات
جنوبی افریقہ کا قانون ——— ۱۵۲ دفعات
گورنمنٹ آف انڈیا بل ——— ۴۸۱ دفعات

لیکن معاصر موصوف نے اس سخاوت کا پورا اندازہ نہیں کیا ہے۔ مزید چیزیں بھی اس کا ثبوت پیش کرتی ہیں مثلاً۔

وائٹ پیپر کی ہزاروں جلدیں
جے۔ پی۔ سی رپورٹ کے کئی ٹن کاغذ۔
کانفرنسوں اور کمیٹیوں کی متعدد میزیں جو کثرت استعمال سے ٹوٹ گئیں۔

ایک دوسرا اینگلو انڈین معاصر کہتا ہے کہ "گورنمنٹ آف انڈیا بل کی ضخامت اور دفعات کی بھرمار ہی سے ظاہر ہے کہ ہمارے سامنے کتنا وسیع اور اہم کام تھا"۔

ہم کہتے ہیں کہ اس غذا میں "فائدہ" کچھ نہیں اور "مقدار" حد سے زیادہ ہے اس سے پیٹ میں درد پیدا ہوگا۔

سی۔ پی کے ہوم ممبر کہتے ہیں کہ جے۔ پی۔ سی اسکیم اس لئے اچھی ہے کہ تدریجی ہے "انقلابی" نہیں ہے۔

بجا و درست! لیکن اسی سے اگر ہندوستان کے حالات میں انقلاب آجائے تو کیا ہو

(یاد رہے کہ انقلاب کا لفظ اب حکومت کے اعلیٰ ترین افسر بھی استعمال کرنے لگے ہیں)

کانگریس کا خیال تھا کہ خیال و عمل میں ایک ہلکا پھلکا سا انقلاب جس میں تشدد کا نام و نشان نہ ہو اور جو بالکل ہی بے ضرر ہو ملک کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے مگر حکومت کو یہ لفظ ایسا پسند آیا کہ انہوں نے بھی ہندوستان کی بھلائی کے لئے انقلاب پر انقلاب پیدا کرنا شروع کر دیا۔

(۱) سر جان اینڈرسن کہتے ہیں کہ ... کے ذریعہ کھیتوں کی پیداوار میں انقلاب ... پیدا

(باقی اشارات کے نیچے)

ہرطرف بسنت کی بہاریں ہیں مگر ہندوستان اس شبھ تہوار کو منا نہیں سکتا۔

# جاپانی کھلونے

یہہ ایک مسلم امر ہے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کے خزانے کو کھولنے میں اگر کوئی کنجی کامیاب ہوتی ہے تو وہ صنعت و حرفت کی کنجی ہے۔ کسی زمانہ میں ہندوستان میں اسی صنعت و حرفت کی بدولت سونا برستا تھا۔ انگلستان نے اسی کی بنیاد پر وہ سلطنت قائم کی جس پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ امریکہ اسی کی وجہ سے مالا مال ہو گیا۔ اور ہو رہا ہے۔ جرمنی کے اسی کی بنا پر حوصلے بڑھے جو بالآخر جنگ عظیم کی صورت میں رونما ہوئے اور آج جاپان اسی کی بنا پر رشک اقوام بنا ہوا ہے۔

ہم روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ خود ہمارا بازار جاپانی مال سے بھرا پڑا ہے۔ بڑی بڑی چیزوں کو جانے دیجئے۔ صرف ایک حقیر سی چیز کھلونے کو لیجئے آج ہمارے بچے جن کھلونوں سے کھیلتے ہیں اور چند گھنٹوں میں توڑ پھوڑ کر پھینک دیتے ہیں وہ ہونا ہو وہ جاپانی ہوتے ہیں۔ یہ معمولی سی صنعت جاپان میں کس پیمانے پر ہوتی ہے۔ اور اس سے انہیں کتنی دولت دوسرے ممالک سے ملتی ہے اس کا ایک سرسری اندازہ ذیل کے اعداد سے ہو سکے گا۔

جاپان میں ۱۹۳۲ء میں کھلونوں کے کارخانوں کی تعداد ۲۱۶ تھی۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں خانگی طور پر بھی کھلونے تیار ہوتے ہیں۔

گزشتہ چند سال میں حسب ذیل مالیت کے کھلونے غیر ممالک کو بھیجے (ایک ین = ۱۲½ آنہ)

| | |
|---|---|
| ۱۹۲۷ء | ایک کروڑ ۵ لاکھ ین |
| ۱۹۲۸ء | ایک کروڑ ۱۰ لاکھ ین |
| ۱۹۲۹ء | ایک کروڑ ۲۹ لاکھ ین |
| ۱۹۳۰ء | ایک کروڑ ۱۷ لاکھ ین |
| ۱۹۳۱ء | ۹۰ لاکھ ین |
| ۱۹۳۲ء | ایک کروڑ ۱۵ لاکھ ین |
| ۱۹۳۳ء | دو کروڑ ۴۶ لاکھ ین |

مذکورہ بالا اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کساد بازاری کی وجہ سے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں کمی ہو گئی تھی لیکن پھر ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں اضافہ ہوا اور تمام پچھلی برسوں کا ریکارڈ مات ہو گیا۔

۱۹۳۳ء میں جو دو کروڑ ۴۶ لاکھ ین کے کھلونے باہر گئے۔ اقسام کے لحاظ سے ان کی تفصیل بھی ملاحظہ کیجئے۔

| | |
|---|---|
| معدنی کھلونے | ۵۲ لاکھ ین |
| پرسیلین | ۶ لاکھ ین |
| ربڑ | ۸۶ لاکھ ین |
| سیلولائڈ | ۳۲ لاکھ ین |
| چوبی | ۲۵ لاکھ ین |
| کاغذی | ۱۵ لاکھ ین |
| متفرق | ۴۸ لاکھ ین |
| | ۲۶۴ لاکھ ین |

یہہ کھلونے کن کن ممالک کو روانہ ہوئے اور وہاں سے کتنی رقم جاپان کو ملی اس کا اندازہ ذیل کی تفصیل سے کیجئے:۔

| | | |
|---|---|---|
| امریکہ | | ۷۰ لاکھ ین |
| انگلستان | | ۴۱ لاکھ ین |
| ہندوستان | | ۳۸ لاکھ ین |
| جاوا | | ۱۹ لاکھ ین |
| آسٹریلیا | | ۱۸ لاکھ ین |
| ہالینڈ | | ۱۲ لاکھ ین |
| اٹلی | × | ۴۹ ہزار ین |
| سنگاپور | × | ۴۹ ہزار ین |
| چین | × | ۴۵ ہزار ین |
| کنیڈا | × | ۴۱ ہزار ین |
| جنوبی افریقہ | × | ۳۹ ہزار ین |
| فلپائن | × | ۳۸ ہزار ین |
| متفرق ممالک | | ۶۴ لاکھ ین |

میزان ۲۶۴ لاکھ ین

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ کھلونے کی خریداری میں امریکہ اور انگلستان کا پہلا اور دوسرا نمبر ہے یہ دونوں ممالک بے انتہا دولتمند ہیں۔ اس لئے یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان جیسے مفلس ملک کا تیسرا نمبر ہونا، سخت تشویشناک ہے۔ یہاں سے ان کھلونوں کے عوض ۳۸ لاکھ ین یعنی تقریباً ۲۸ لاکھ روپیہ جاپان گیا؟

کیا اب بھی ملک کا ذرا سا درد رکھنے والا یہہ کہہ سکتا ہے کہ مہاتما جی کی دیہی صنعتوں کی اسکیم از بس ضروری اور بروقت نہیں ہے۔ اور کیا اب بھی عوام اپنے ملک کی بہبودی کی خاطر ان کا ہاتھ بٹانے کی ہر ممکن کوشش نہ کریں گے؟

# ہندوستان میں مشترک تعلیم

(از قلم مولانا عارف ہسوی صاحب)
(خاص تیج ویکلی کیلئے)

...لج جالندھر کی پچاس سالہ جوبلی کے ... آریہ خواتین کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس ... ریزولیوشن کے ذریعہ مشترک (لڑکے اور لڑکیوں) ... کی مخالفت کی گئی ہے

... وقت میں نے یہ ریزولیوشن پڑھا حیرت ... کوئی انتہا نہ رہی۔ میں یہ سمجھا تھا کہ آریہ سماج ... معاملات میں آگے ہوگا مگر میرا خیال غلط نکلا۔ میری ... اب تک یہ بات نہیں آئی کہ آریہ سماج پردہ کا ... ہے مگر اس کے زیر اثر ایک کانفرنس مشترک ... کے خلاف ریزولیوشن پاس کرتی ہے۔ سوال یہ ہے ... پردہ کے خلاف ہونے کے کیا معنی ہیں۔ کیا جو لوگ ... سوسائٹیاں پردہ کی مخالف ہیں اس کے معنی یہ نہیں ... مرد اور عورت زندگی کے ہر شعبہ میں دوش بدوش ... ہیں۔ اور ان کا مقصد اس کے سوا کچھ اور ہے کہ مردوں ... طرح عورتیں بھی آزادی کے ساتھ اور اپنی خواہش کے ... اپنے کام دھندے اور اپنے فرائض انجام دے سکیں ... بے پردگی کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ منہ چھپائے بغیر ... مردوں کی نگرانی میں گھر سے باہر نکل سکیں اور مردوں ... سفر و آرائش صحبت و معیت بن سکیں تو میں کہوں گا ... سماج کا دعوائے اصلاح بجد محض تقریروں تک ... وہ ہے۔ یہ کیا ہے کہ عورتوں کو آپ پردہ سے باہر قدم ... کی تو اجازت دیتے ہیں مگر مردوں کا سایہ ان پر نہیں ... دینا چاہتے۔ کانفرنس میں ان کے لئے علیحدہ جگہ ... جلسے پارٹیوں میں وہ علیحدہ شامیانے کے نیچے بیٹھیں

آریہ سماجی جلسوں میں وہ کسی ایک حلقہ یا گوشہ میں سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ وہ بچیاں جوانوں کے ساتھ اسکولوں میں پڑھ سکیں نہ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ کالجوں میں یعنی کوئی ایسا موقعہ عورتوں اور لڑکیوں کو نہ دیا جائے کہ وہ آزادی کے ساتھ مردوں کی فطرت کا مطالعہ کر سکیں۔ اور اپنے مستقبل کے متعلق خود فکر کرنے کا موقع کر کوئی رائے قائم کر سکیں

میں اس ریزولیوشن کے پاس کرنے والیوں اور پاس کرانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ جہاں کوئی زنانہ کالج نہ ہو وہاں کی لڑکیاں اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں اور اپنے شہر سے باہر جانے کی استطاعت نہ رکھتی ہوں تو وہ اس ریزولیوشن کے بعد کیا کریں؟ کیا ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہے کہ تعلیم کو خیرباد کہہ دیں؟

میری رائے تو یہ ہے کہ لڑکوں کی الگ اور لڑکیوں کی الگ تعلیم کو قانوناً ممنوع قرار دے کر مشترک تعلیم کو قانونی قرار دے دینا چاہئیے۔ لیکن اگر ابھی ہمارے پرانے بھگتوں کے خوف سے ایسا ریزولیوشن پاس نہیں ہو سکتا تو کم از کم ان لڑکیوں کے راستہ میں تو کانٹے نہ بچھانے چاہئیں جو مشترک تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے سے نہیں گھبراتیں اور نہ ان کے والدین گھبراتے ہیں۔

اس ریزولیوشن کے حق میں سب سے بڑی دلیل وہی دقیانوسی دلیل ہوگی کہ خاص قسم کے خطرات سے بچنے اور بچانے کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم علیحدہ ہونی چاہئیے۔ مگر یہ اس قدر بودی سی دلیل ہے کہ اس پر کچھ لکھنا تضیع اوقات ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی ملک و قوم کے فائدے کی اسکیم ہے جس میں ایک دو فی صدی غلط قسم کے نتائج نکلنے کا خطرہ نہ ہو تو کیا محض اس وجہ سے کہ مشترک تعلیم میں ایک دو فی صدی نامناسب حوادث کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے ایک مفید ترین تحریک کا ہمیں مخالف بن جانا چاہئیے۔ اور کیا ہم اپنے ذاتی معاملات میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ بھلا وہ کون سا کام ہے جس میں کچھ نہ کچھ خطرہ نہ ہو۔ مگر محض ایک دو فی صدی خطرے کی وجہ سے ہم اپنے کاروبار کو ترک اور اپنے کام سے دست بردار نہیں ہوا کرتے۔ کیا ریل کے سفر میں تصادم کا ایک فی صدی یا ایک فی ہزار یا ایک فی لاکھ خطرہ نہیں ہے۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خطرہ ہے۔ ریلوں کے تصادم ہوتے ہی رہتے ہیں پھر کیا ہم کو اس خطرہ سے ریل کا سفر ترک کر دینا چاہئیے۔ وہ کون سا کاروبار ہے جس میں نقصان اور گھاٹے کا احتمال اور اندیشہ ہو۔ تو کیا محض اس اندیشہ سے ہمیں تجارت کی طرف رخ نہ کرنا چاہئیے۔ اسی طرح اگر مشترک تعلیم میں ایک دو فی صدی ایسے خطرات ہوں بھی جن کو ہم پسند نہیں کرتے تو اس کی وجہ سے مشترک تعلیم کا مخالف ہو جانا کہاں کا انصاف ہے۔ کیا گھروں کی چار دیواری کے اندر ناپسندیدہ واقعات رونما نہیں ہوتے رہتے؟ پھر کیوں ان کو اس قدر اہمیت دی جائے کہ ایک عظیم و جلیل مقصد کو جو مشترک تعلیم کے ساتھ وابستہ ہے توہمات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائے؟

اس کانفرنس سے اچھی تو علیگڈھ یونیورسٹی رہی۔ جس کی کونسل نے مشترک تعلیم کی اجازت

(باقی مضمون صفحہ ۴۰ پر)

# مالتی

## جدید تمدن کا ایک دلچسپ سوشل افسانہ

مسٹر رادھابلبھ ہاتھ میں اخبار لئے ہنستے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ جینی نے پوچھا: "کہو کیا بات ہے؟"
رادھابلبھ نے کہا: "بات کیا ہے تمہاری مالتی نے اچھے نمبروں سے میٹرک پاس ہو گئی ہے۔ تم رات دن غریب لڑکی کو کچھ نہ کچھ کہتی سنتی رہتی تھیں۔ دیکھا کیسی قابلیت سے پاس ہوئی۔"
مالتی بھاگی ہوئی کمرے میں آئی: "کیا ہے پتا جی؟"
رادھابلبھ نے اخبار چھپاتے ہوئے کہا: "مٹھائی کھلاؤ تو بتلائیں کیا ہے"
مالتی کا دل دھڑک رہا تھا۔ باپ کے چہرے کے اُدبھاؤ اور حرکت کو جھیلنے سے وہ سمجھ گئی کہ نتیجہ آگیا ہے۔ اس نے رادھابلبھ کے ہاتھ سے اخبار چھینتے ہوئے کہا "دکھوں بھی تو کیا ہے؟"
"میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو گئی" مالتی نے اخبار میں اپنا نام دیکھ کر خوشی سے پھول کر کہا۔
باپ نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور شفقت پدری سے فخر یہ کہنے لگے "پاس کیوں نہ ہوتی۔ میں کہتا نہ تھا تم ضرور پاس ہو جاؤ گی۔ تم فکر سے آدھی ہوئی جا رہی تھیں۔ بولو اب کیا ارادہ ہے؟"
مالتی نے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا: "میں تو آگے پڑھوں گی"
جینی بول اٹھی: "اب آگے پڑھ کر کیا نوکری کرو گی۔ بہت پڑھ لیا۔ لڑکیوں کے لئے انٹرینس کیا کم ہے۔ اب کچھ گھر کا کام دھندہ سیکھو۔ کوری پڑھائی کس کام کی۔ چولہے میں آگ تو سلگانی آتی نہیں۔ بیٹی۔ پرائے گھر جانا ہے۔ لڑکی کی ذات کو گھر کے سب کام آنے چاہئیں۔ ورنہ سسرال میں کھٹا فضیحتی ہوتی ہے"
مالتی نے لاپرواہی سے جواب دیا: "کیا عورتوں کا کام چولہا پھونکنا اور گھر کے دھندے ہی کرنا ہے۔ ولایت میں دیکھو عورتیں کیسے کیسے قابلیت کے کام کرتی ہیں۔ کوئی سائنس میں ماہر ہے تو کوئی مصوری میں۔ کوئی گانے میں کمال رکھتی ہے تو کوئی دستکاری میں۔ ہندوستان میں عورتوں کا کام صرف چکی چولھا۔"
جینی نے کچھ چڑ کر کہا: "انٹرینس پاس ہو گئی ہو نہ۔ جبھی ہندوستانی عورتوں کو نام رکھ رہی ہو"
رادھابلبھ ماں بیٹیوں کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سنتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ماں بیٹی تہذیب، تعلیم اور تمدن میں ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہیں تو انہوں نے مالتی کو اشارہ کیا۔ مالتی چپ ہو گئی۔
دوست احباب اور رشتہ داروں کی طرف سے مبارکبادی کے پیغام آئے۔ پاس پڑوس میں مٹھائی تقسیم ہوئی چائے پارٹی ہوئی۔ اور مالتی اپنے کو تعلیم یافتہ خواتین میں شمار کرنے لگی۔
رادھابلبھ شروع سے گو تعلیم نسواں کے حامی تھے لیکن اس کالج میں داخل کرا کر اعلیٰ تعلیم دلانے کے حق میں نہ تھے۔ چاہتے تھے کہ لڑکیاں سوشل اور نیک چال چلن سے رہتے ہوئے معمولی تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ جینی کے اصرار پر مالتی کو آٹھویں کلاس پاس کر لینے کے بعد ہی سکول سے اٹھا لیا گیا۔ لیکن چونکہ مالتی کا رجحان تعلیم کی طرف تھا اس لئے رادھابلبھ نے دو گھنٹے روز تعلیم دیکر مالتی کو انٹرینس کا پرائیویٹ امتحان دلایا تھا۔ اور مالتی پاس بھی اچھے نمبروں سے ہو گئی تھی۔
رادھابلبھ شروع میں معمولی کلرک تھے اور ان کا کھانا پہننا رہنا سہنا۔ خیالات اور جذبات بھی معمولی آدمیوں کے سے تھے کوئی زمانہ وہ بھی تھا جب وہ لڑکیوں کو سکول میں تعلیم دلانے کے قطعی حق میں نہ تھے۔ بلکہ یہ کہا کرتے تھے کہ لڑکی کو گھر پر کسی بڈھے پنڈت سے ہندی سنسکرت کی تعلیم دلا کر اس قابل بنا دینا چاہیئے کہ وہ خط چٹھی لکھ سکے۔ اپنی دھارمک کتابوں کا مطالعہ کر سکے اور کچھ حساب کتاب دیکھ لے۔ رفتہ رفتہ جوں جوں اُن کی تنخواہ بڑھتی گئی رتبہ میں اضافہ ہوتا گیا۔ اُن کے طرز رہائش میں بھی تغیر و تبدل ہوتا گیا اور خیالات بھی تبدیل ہوتے گئے۔ وہ پہلے پارسی فیشن کا بندگلے کا کوٹ ٹوپی اور پائجامہ پہنتے تھے پھر پتلون کوٹ اور ٹوپی پہننے لگے۔ اس کے بعد ٹوپی کی جگہ ہیٹ نے لی۔ اور گھر میں کھاٹ۔ سٹول۔ مونڈھوں کی بجائے صوفا۔ ٹیبل اور کرسیاں آگئیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں بھی رفتہ رفتہ اُن کے خیالات میں تغیر و تبدل ہوا۔ اور وہ دقیانوسی پن رفع ہوتا گیا۔ اُن کے ہمعصر دوست

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

[illegible]ب اعلیٰ تعلیم کے حامی تھے۔ پھر نہیں کیوں اپنی رائے [illegible] نہ کرنی پڑتی۔

مالتی بڑی سوشیل سیدھی سادی لڑکی تھی۔ اُسے [illegible] ہوا نہ لگی تھی۔ گفتگو کرتے وقت ہمیشہ اس کی آنکھیں [illegible] رہتی تھیں۔ کھلکھلا کر ہنسنا بولنا اور زیادہ ستانا وہ جانتی ہی [illegible] جیسی ایک ہندوستانی سوشیل لڑکی ہونی چاہئے [illegible] ہی تھی۔ میٹرک پاس ہو جانے کے بعد اعلیٰ تعلیم [illegible] پیدا ہوا۔ اس کی چند پرانی سہیلیاں بھی کالج میں تعلیم [illegible] کے خواب دیکھ رہی تھیں ان میں اور مالتی میں فرق [illegible] اتنا تھا کہ وہ بیباکانہ گفتگو کر سکتی تھیں۔ شوفر کو حکم [illegible] کر موٹر جہاں چاہے جہاں لے جا سکتی تھیں اور مالتی عورتوں [illegible] شرمائی ہوئی سی رہتی تھی۔ امتحان میں کامیابی [illegible] تعلیم کے لئے ترغیب تھی۔ مالتی پڑھنا چاہتی تھی [illegible] پڑھانا نہ چاہتی تھی۔ رادھا بلبھ گو پڑھانے کے حق میں [illegible] لڑکی کے ارادوں کو پامال نہ کرنا چاہتے تھے لیکن وہ [illegible] پیچ میں تھے کہ لڑکی کو کہاں داخل کرایا جائے [illegible] کے شہر میں صرف لڑکوں کے لئے کالج تھا۔ لڑکیوں کا [illegible] بند و بست نہ تھا۔ اگر مالتی کو کسی دوسرے شہر میں [illegible] کر بورڈنگ میں داخل کیا جاتا تو رادھا بلبھ کی سرپرستی [illegible] محروم ہو جاتی لیکن اتنے آزاد اور جدید خیالات ابھی تک [illegible] نہیں ہوئے تھے کہ وہ اپنے شہر کے کالج میں لڑکوں [illegible] ساتھ تعلیم پاتی۔ رادھا بلبھ اسی پریشانی میں مبتلا [illegible] کہ شام کو کلب میں ان کی گفتگو ڈاکٹر مکرجی اور مسٹر [illegible] چندر وکیل سے ہوئی ڈاکٹر مکرجی کی صاحبزادی [illegible] امسال امتحان میں کامیاب ہوئی تھی۔ اور وہ مسٹر [illegible] رادھا بلبھ سے تہذیب جدید کے وسیع سمندر میں زیادہ [illegible] طرح تیر چکے تھے اس لئے ان سب کا مشورہ یہی [illegible] کہ مس مالتی کو لڑکوں کے ہی کالج میں داخل کرا دیا جائے۔ چنانچہ مسٹر رادھا بلبھ نے دل کو ذرا زیادہ مضبوط [illegible] بنایا اور مالتی کو مقامی کالج میں داخل کرا دیا

کالج کی دنیا ہی نرالی ہوتی ہے۔ مالتی بلکل نہ جانتی تھی۔ لڑکے ایک سے ایک عجیب سج دھج کے خوش پوشش خوش [illegible] چاروں طرف مردوں کا دور دورہ معلم اور ہم جماعت سب مرد یہ پہلا سال تھا جب تین لڑکیاں لڑکوں کے کالج میں داخل ہوئی تھیں۔ پرنسپل صاحب نے اپنے کمرے کے برابر والے کمرے میں لڑکیوں کے بیٹھنے اٹھنے کا انتظام کر دیا تھا جب کوئی پروفیسر کلاس میں پڑھانے جاتا وہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لیجاتا اور جب پڑھا کر آتا تو اپنے ہمراہ لاکر کمرے میں چھوڑ جاتا۔ کالج کی فضا میں یہ نئی بات تھی کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم پا رہے تھے یورپ کی تہذیب اور تمدن ہندوستانی تہذیب سے قطعی مختلف ہے۔ یہی وجہ تھی کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور پڑھنے میں حجاب اور بیگانہ پن محسوس ہوتا تھا۔ لیکن اپنی زبان کہاں تک بند رکھی جا سکتی ہے کالج میں تعلیم پانے کا اس وقت تک فائدہ نہیں معلوم ہوتا جب تک طالب علم اور استاد آزادانہ طور پر پیچیدہ اور سنجیدہ مسائل پر گفتگو نہ کریں یہی دقت ان لڑکیوں کو محسوس ہو رہی تھی۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو اُسے دریافت کرنے کا حوصلہ انہیں نہ ہوتا تھا۔ کالج کے اوقات میں لڑکیاں کالج کی حدود میں داخل ہوتیں تو تمام لڑکوں کی نظریں اُن کی طرف مرکوز ہو جاتیں۔ وہ ان کے لئے عجوبہ تھیں اس بات کا باعث ہندوستانی ماحول تھا جس میں مرد اور عورتوں کو ان کی متضاد فطرتوں کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ نشو و نما پانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یورپ تہذیب میں مردوں اور صنف نازک کا اختلاط کوئی نئی بات نہیں ہوتی اس لئے وہاں نہ لڑکیوں کو لڑکوں سے بولنے میں حجاب محسوس ہوتا ہے نہ لڑکوں کو لڑکیوں سے۔

رفتہ رفتہ لڑکیوں کو بھی کالج کی مختلف دلچسپیوں میں حصہ لینا پڑا۔ کالج پارلیمنٹ کا چناؤ ہوا مختلف عہدیداران کے چناؤ کے بعد کالج میگزین کے ایڈیٹروں کی باری آئی۔ ایک منچلے طالب علم نے ہندی سیکشن کے لئے مس مالتی کا نام اور بنگالی سیکشن کے لئے مس مکرجی کا نام تجویز کر دیا۔ تائید بھی ہو گئی۔ اُن کے مقابلہ میں لڑکوں کے نام پیش ہوئے لیکن صنف نازک کے مقابلے میں لڑکوں کو کامیابی کیسے میسر آ سکتی تھی مس مالتی اور مس مکرجی کثرت رائے سے ہندی اور بنگالی کی ایڈیٹر مقرر کر دی گئیں۔ جلسے کے اختتام پر پرنسپل صاحب نے کامیاب شدہ عہدیداران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے مس مالتی اور مس مکرجی کو خاص طور پر مبارکباد دی۔ تمام طلباء کی نظر لڑکیوں پر تھی اور لڑکیاں شرم کی سمٹی سی جا رہی تھیں۔ یہی اُن کی کامیابی کی ابتدا تھی مضامین کا مطالعہ اور انہیں رسالہ میں شائع کرنے کے لئے کاٹ چھانٹ کرنے کا انہیں پورا حق حاصل ہو گیا تھا گو پرنسپل صاحب نے اجازت نہ دی تھی کہ براہ راست مضامین ان لڑکیوں کو دے جائیں لیکن پھر بھی لڑکے کوئی نہ کوئی بہانہ نکال کر ان لڑکیوں سے شکوہ شکایات کا موقعہ نکال لیتے تھے۔ کالج کی ڈبیٹنگ کلاس میں بھی ان لڑکیوں کو گھسیٹا گیا۔ مالتی جو سب لڑکیوں میں تیز طبع تھی۔ رفتہ رفتہ اب اپنی سہیلیوں سے زیادہ بیباک ہونے لگی۔ ایک روز بارش کا دن تھا۔ کالج کے احاطے میں پھسلن ہو رہی تھی۔ تینوں لڑکیاں آپس میں باتیں کرتی آ رہی تھیں۔ مالتی کا پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ گر پڑی۔ اُس کی ساڑھی کیچڑ میں شرابور ہو گئی۔ لڑکے ہنس پڑے۔ مالتی کی سہیلیوں نے اُسے اٹھایا۔ اُس روز وہ کلاس میں نہ گئی۔

وہی مالتی جو اتنی بھولی تھی کہ اُسے دنیا کے نشیب و فراز کا حال بھی معلوم نہ تھا۔ اب ہر بات سے جو ایک تعلیم یافتہ لڑکی کو معلوم ہوتی ہے واقف ہوتی چلی۔ اُس کی پوشاک رفتار۔ چال ڈھال میں بھی نمایاں تبدیلی ہوتی گئی۔ اُسے

اپنی پرانی عادتیں خود ہی بھدی معلوم ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ پروفیسروں سے گفت گو اور لڑکوں سے بحث مباحثے نے اُسے کافی منطقی بنا دیا تھا۔ اب وہ اپنے والد رادھا بلبھ کے بھی کان کاٹنے لگی تھی رادھا بلبھ خاموش ہو جاتے اور لڑکی کی ذہانت اور قابلیت کی دل ہی دل میں داد دیتے تھے۔

مالتی خوبصورت بھی تھی اور جاذب بھی۔ اچھے اچھے قابل اور خوبصورت لڑکے اس سے گفتگو کرنے میں اپنا فخر سمجھتے تھے لیکن اب مالتی وہ مالتی نہ تھی۔ وہ اڑتی چڑیا کو پہچانے لگی تھی۔ اُس کے کلاس کے لڑکے جس قدر اُس کی طرف متوجہ ہوتے تھے اتنا ہی وہ ان سے کھچا کھچا برتاؤ کرتی تھی۔ انسانی فطرت ہے کہ جس چیز سے کشیدگی کی جاتی ہے اتنی ہی وہ جاذب نظر ہوتی جاتی ہے۔ باوجود مالتی کی بے رخی کے رمیش ہر وقت اس کے قریب قریب پھرتا تھا۔ ہر وقت لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی سے اُسے ہنساتا رہتا تھا۔ وہ رئیس آدمی کا لڑکا تھا۔ روپیہ کی کمی نہ تھی گھر کی موٹر تھی۔ یہ سب باتیں مالتی کو متوجہ کرنے کے لئے کافی تھیں موٹر کی سیر کرانے اور وقتاً فوقتاً تحائف پیش کرنے سے مالتی اُسے اپنا دوست ماننے لگی تھی۔ رمیش نے مسٹر رادھا بلبھ سے بھی ربط ضبط پیدا کر لیا تھا۔ اب مالتی کے لئے کوئی روک ٹوک نہ رہی تھی۔

کلاس میں صرف ایک لڑکا تھا جو مالتی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ اُس کا نام تھا بسنت کمار۔ بسنت کمار نہایت سیدھا سادہ لڑکا تھا۔ وہ خوش شکل اور تندرست جری تھا لیکن اپنی سادہ پوشش اور خاموشی کی وجہ سے اپنے ہم جماعتوں میں زیادہ مقبول نہیں تھا تعلیم میں ہمیشہ اول رہتا تھا یہی وجہ تھی کہ امتحان کے نتیجوں کے وقت سب کی توجہ اُس کی طرف مبذول ہو جاتی تھی۔

مالتی اب تعریف پسند ہو چلی تھی۔ وہ اپنی تعریف سنکر خوش ہوتا اور دوسروں کو ذلیل ہوتا دیکھ کر اطمینان کے سانس لینا سیکھ گئی تھی جب اور لڑکے اس سے بات کرنے میں اپنا فخر خیال کرتے تھے تو اُسے اس بات کا تعجب ہوتا تھا کہ بسنت کمار کیوں اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بسنت کمار کی وضع قطع کا مذاق اڑانے اور اپنی سہیلیوں میں اُس پر پھبتیاں کسنے میں وہ لطف لیتی تھی۔

مالتی سائینس پڑھتی تھی صحت اور تندرستی کے متعلق بھی کئی کتابیں مطالعہ کر چکی تھی۔ گھر کا طرز رہائش اُسے پسند نہ آتا تھا کئی مرتبہ اُس نے کھانے پینے میں نقص نکالا۔ رجنی خاموش ہو ہو جاتی تھی۔ ایک روز مالتی نے کہا۔ ماں تم صحن میں پانی پھیلا دیتی ہو اس سے مچھر پیدا ہو کر بیماری پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ رجنی سے نہ رہا گیا۔ غصہ میں بھر کر بولی بس رہنے دو اپنی عقلمندی کو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کالج میں پڑھنے لگی ہو۔ اپنی عقلمندی کالج میں یا اپنے پتا جی سے چھانٹنا میں لڑکیوں کے منہ نہیں لگتی ہوں۔

مالتی دل ہی دل میں بڑبڑا کر خاموش ہو گئی۔
مسٹر رادھا بلبھ کو اپنی کارگزاری اور وفاداری کے باعث سال نو کے اعزاز میں رائے صاحب کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے کلاس کے فرداً فرداً ہر ایک لڑکے نے۔ پروفیسروں اور پرنسپل نے مبارکباد پیش کی۔ مالتی نے مسکراہٹ کیساتھ

(باقی مضمون صفحہ ۲۱ پر)

# ترانۂ بہار

(از جناب روشن بی۔ اے پٹیالوی)

(خاص "تیج" کے لئے)

آیا سرور خیز زمانہ بسنت کا
گاتی ہے عندلیب ترانہ بسنت کا

بلبل کی چشم شوق و تمنائے دید کو
اک اور مل گیا ہے بہانہ بسنت کا

ہر سو فضا میں گونجتا ہے نغمۂ بہار
وردِ زباں ہے رنگیں فسانہ بسنت کا

بادِ صبا بہار کا پیغام لے اڑی
قاصد ہوا چمن سے روانہ بسنت کا

مردہ تنوں میں از سر نو جان آ گئی
سچ سچ پیام زیست ہے آنا بسنت کا

بستی ہیں کوہ و دشت میں گلشن ہیں باغ میں
اللہ! کچھ رہا نہ ٹھکانا بسنت کا

ممکن نہیں گلوں کی حفاظت ہو باغ میں
گلچیں ہی لوٹتا ہے خزانہ بسنت کا

فرطِ خوشی سے دل نہ ہو مسرور کیوں مرا
موسم ہے فرح بخش سہانا بسنت کا

گلشن ہے اک کتاب بسنتی بنا ہوا
ہر برگِ گل پہ نقش فسانہ بسنت کا

غنچے چٹک کے پھول ہوئے پھول کھل گئے
آباد ہو گیا ہے گھرانا بسنت کا

فصلِ بہار سے ہوئے روشن جگر کے داغ
آتش فشاں ہے کتنا زمانہ بسنت کا

# تہذیب کی رز[illegible]

## انوکھا نظام

(از جناب موہن لال بھٹناگر ایڈووکیٹ)

پچھلے نمبر میں ہم جاپان کے صنعتی سسٹم کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے متعلق ایک نہایت پیچیدہ سوال اٹھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر سارے نہ سہی چند ممالک ہی جاپانی طریقہ اختیار کر لیں تو صنعتی مال کہاں کھپیگا۔ اکیلا جاپان ہی تمام دنیا کو سپلائی دے رہا ہے۔ دو چار اور ملک اسی متن پر چلیں تو اُن کا مال کون لے گا۔ دُنیا میں تو گنجائش رہیگی نہیں۔ آسمانی فرشتوں کو جا بیچ دے آویں۔ اس کا جواب روس دیتا ہے۔ مگر وہ جواب تشریح طلب ہے جس کے لئے کچھ روس کی ہسٹری اور اس کے حالات بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ روس ایک بڑا وسیع ملک ہے جنگ عظیم سے پہلے اس کے دو حصے یورپی روس اور ایشیائی روس کہے جاتے تھے۔ یورپی روس کا رقبہ تمام یورپ کے نصف کے برابر تھا۔ گویا اکیلا روس ایک طرف اور باقی تمام یورپ جس میں سولہ آزاد حکومتیں تھیں دوسری طرف۔ ایشیائی روس کا رقبہ تمام ایشیا کے رقبہ کا ایک تہائی تھا۔ کل روس کا رقبہ ۸۰ لاکھ مربع میل ہے۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے پہلے یہ ایک شخصی حکومت تھی اور اس کے بادشاہوں کا لقب زار تھا۔ یہ بھی لیگ آف نیشنز کا ممبر تھا۔ اور سلطنت چین کے حصوں کی کتر بیونت میں شامل تھا۔ گذشتہ اسی سال سے یعنی انگریزوں کے پنجاب پر تسلط ہونے کے زمانے سے یہ سنتے آئے ہیں کہ روس کا ہندوستان پر دانت ہے۔ اسکو روسی خطرہ کہا جاتا ہے۔ گرچہ کسی مستند ہسٹری میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر معتبر زبانی خبر ضرور ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے۔ اور خود بھی سنتے آئے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ ہندوستانیوں کو خوفزدہ رکھنے کے لئے یار لوگوں کی دماغی اختراع تھی۔ اب یہ خطرہ نہیں رہا۔ روس میں پہاڑ کم ہیں۔ وسیع میدانوں کے میدان پڑے ہیں۔ اس کا شمالی حصہ سخت سرد ہے۔ یہاں تک کہ سمندر بھی جم جاتا ہے۔ اسکو بحر منجمد شمالی کہتے ہیں جو تجارت کے لئے بالکل ناموزوں ہے۔ میدانوں میں غلہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ لوہے اور کوئلے کی کانیں بھی ہیں مگر شخصی حکومت ہونے کی وجہ سے اُن سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا تھا۔ روس کے بادشاہ نہایت جابر اور مطلق العنان تھے۔ اور جیسا کہ شخصی حکومت کا قاعدہ ہے کہ حکومت پر نکتہ چینی کرنے کو سخت سے سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ سائبیریا کے جنگلوں میں بہتیرے ایسے جلاوطن مقید تھے جن کی قید کی کوئی میعاد نہ تھی اور جن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ تمام ملک زار کے چند منظور نظر زمینداروں کی ملکیت تھا۔ باقی تمام آبادی کی حیثیت محض کاشتکاروں کی تھی۔ جن سے اتنا لگان لیا جاتا تھا کہ کاشتکار پیٹ سے بھوکے اور تن سے ننگے رہتے تھے۔ کچھ آبادی خانہ بدوش تھی جو اپنی بھیڑ بکریوں کو جگہ بجگہ لئے پھرتی تھی۔ جہالت اتنی تھی کہ شاید و باید۔ تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ زمیندار اور دوسرے امیر عیش میں۔ اور غربت عظمی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جنگ عظیم نے اور بھی غضب کر دیا۔ کاشتکار لاکھوں کی تعداد میں کٹ گئے۔ خاندانوں کے خاندان نابود ہو گئے۔ زمین بلا کاشت کار رہ گئی۔ قحط کے آثار نمودار ہو گئے۔ رعایا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

جنگ عظیم سے چند سال قبل لینن نامی ایک فلاسفر نئے مت کا پرچار کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ دُنیا میں جس قدر دُکھ ہے۔ وہ حکومت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔ زمین کسی کی ملکیت نہیں۔ ورنہ کسی کی [illegible] ہے۔ [illegible] روز اول سے ہے جس سے فائدہ اٹھانے کا ہر شخص [illegible] کو حق [illegible] حاصل ہے۔ انسان انسان میں کوئی تمیز نہیں ہونی چاہیے۔ سب کی زندگی ایک جیسی ہو۔ سب کام کریں کوئی بیکار نہ رہے۔ سب پیٹ بھر کر کھاویں۔ ملک کی دولت میں سب کا حصہ ہے اور سب کے فائدہ کے لئے ہے۔ امیر لوگ غریب لوگوں کو بہشت کی دائمی راحت کی امیدیں دلا کر ادھر اُدھر کی باتوں میں لگائے رکھتے ہیں تاکہ وہ دنیاوی طاقت حاصل کرنے کا خیال تک نہ کریں۔

لازمی تھا کہ اس قسم کے پرچار کرنے والے کو تکلیف پہنچے۔ چنانچہ لینن کو بہت مدت تک جلاوطن رہنا پڑا۔ مگر جنگ عظیم کے دوران میں حکومت کی کمزوری اور انتظام کی خرابی کی وجہ سے لینن کو اپنے پرچار کا موقعہ مل گیا۔ اور رعیت کے لوگ اس کے ہم خیال ہو گئے۔ جنگ عظیم میں زار کی شکست اور نقصان نے کو کھینچنے کا بہانہ بن گئی۔ انقلاب آیا۔ بغاوت ہو گئی۔ بادشاہ اور اس کا خاندان باقی نہ رہا۔ حکومت لینن کے معتقدوں کے ہاتھ آ گئی جن کو "بالشویک" کہتے ہیں۔ اور [illegible] حکومت کو بالشویک حکومت کہتے [illegible] ایسی [illegible] پنچائتیں قائم ہوتے [illegible] پرائیویٹ یعنی شخصی ملکیت منسوخ کر دی گئی۔ گاؤں گاؤں میں پنچایت قائم ہو گئی جس کو اختیار دیا گیا کہ ہر ایک دیہاتی کو اتنی زمین کاشت کے لئے دے جتنی زمین کی پیداوار سے وہ بے فکری سے گذارہ کر سکے۔ اگر گاؤں کے تمام گھروں کو اُن کی ضرورت کے مطابق زمین تقسیم کرنے کے بعد کوئی زمین بچ رہے تو اسکو لگان پر دیدیا جائے۔ وہ لگان پنچایت کا فنڈ ہوگا جس کو گاؤں کی بھلائی اور بہتری پر خرچ کیا جائے۔

اب ہر ایک روسی کو تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خانہ بدوش قوموں کے لئے سفری سکول ہیں سفر سکول ماسٹر ان کے ساتھ رہتا ہے اور جہاں وہ جا کر ڈیرا کرتے ہیں وہیں اپنی جماعت کی پڑھائی شروع کر دیتا ہے۔ ہر ایک سرکاری ملازم کو اتنی تنخواہ یا اُجرت دی جاتی ہے جو اس کے با آرام گذارہ کے لئے کافی ہو۔ جن کے پاس اپنا گھر نہیں اُن کے لئے حکومت نے بنا دیئے ہیں۔ چونکہ پرائیویٹ ملکیت نہیں اس لئے جائیداد کے تنازعات نہیں رہے۔ چونکہ سب کا طرز زندگی اور طریقہ رہائش ایک جیسا ہے۔ اس لئے بغض و حسد کم ہے اور لڑائی جھگڑے نہیں ہوتے۔ اگر کوئی ہو جائے تو پنچایت کو اس کے فیصلے کر دینے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹری امداد مفت ملتی ہے۔ اور قانونی مشورہ کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے وکیل ملتے ہی نہیں۔ ہر شخص کو فوجی تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے فوج کا خرچ کوئی نہیں۔ چونکہ نظام حکومت نہایت سیدھا اور کم خرچ ہے۔ اس لئے ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ امیر غریب۔ باحیثیت اور بے حیثیت۔ حاکم محکوم۔ محل اور جھونپڑی۔ پیٹ بھرے ہوئے اور فاقہ مست۔ شاہ و گدا کی تمیز جاتی رہی ہے۔ گرجے زراعت کی پیداوار کے نمائش گھر بنے ہوئے ہیں۔ ایک گرجا ماسکو میں بچا ہوا ہے جسمیں کوئی جاتا ہی نہیں ہے اور خالی رہتا ہے۔ اس کے باہر ایک بڑے بورڈ پر نمایاں حروف میں لکھا ہوا ہے کہ "مذہب قوم کی افیون ہے"۔ عاقبت کی طرف سے سب لاپرواہ ہیں۔ دُنیاوی برابری اور بھلائی کا ہر ایک کو خبط ہے۔

ہم نے کبھی روس گئے ہیں نہ اپنی آنکھ سے کچھ دیکھا ہے۔ کچھ تو کتابوں میں پڑھا ہے اور کچھ معزز بھلے مانسوں کی زبان سے سنا ہے۔ اس لئے اگر کوئی غلطی ہو۔ یا کہیں سہو ہو تو معاف فرمایا جائے۔ ہم تو عمر بھر ہسٹری کے طالب علم رہے ہیں اور ہسٹری پڑھ کر ہی دنیا کا خاکہ دل میں جماتے رہے ہیں۔

پہلے پہل تو بالشویک گورنمنٹ کا پیغام ہی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اس کے بعد سمجھ میں تو آنے لگ گیا تھا۔ مگر ناممکن خیال کیا جاتا ہے۔ اب تو لیگ آف نیشنز نے بھی اسکو باقاعدہ گورنمنٹ تسلیم کر لیا ہے اور اسکو اپنا ممبر بنا لیا ہے۔ قرضہ کا مطالبہ بھی جاتا رہا۔ اس کے خلاف پروپیگنڈا بھی بند ہو گیا ہے۔ لینن کی فلاسفی کو "سوشل ازم" کہتے ہیں۔ اور بالشویک لوگوں کو سوشلسٹ بھی کہتے ہیں۔ روسی گورنمنٹ نہ صرف خود سوشل ازم خیالات رکھتی ہے بلکہ اس کا پرچار کرنا اپنا ایمان اور دھرم سمجھتی ہے۔ روس کے تمام ملک کی متعدد جمہوری حکومتیں بنا دی گئی ہیں۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کی طرح یہ بھی نئی قسم کی فیڈریشن ہے۔

جہاں تک ہمارے مضمون کا تعلق ہے وہ یہ ہے

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

## ہندو مسلم کو پیامِ اتحاد

(رباعی)

قول و پیمان کسی نے توڑا ہے کبھی
یوں رشتۂ اتحاد ٹوٹا ہے کبھی
مل جاؤ بس اب پیچھے رہو گے کب تک
چولی دامن کا ساتھ چھوٹا ہے کبھی

(از حضرت انجم اکبرآبادی)

## بسنت

تصنیف افسر الشعراء صوفی فطرت حضرت نظیر اکبرآبادی مرحوم

[illegible] نظیر اکبرآبادی مرحوم کا کلیات [illegible] مرتب کر رہے ہیں۔ نظیر کے کلیات چند ضخیم جلدوں میں [illegible] چھپے ہوئے [illegible] غیر مطبوعہ نظموں میں سے یک نظم بسنت اس موسم کی مناسبت سے [illegible] صاحب [illegible] چونکہ نظیر کے کلام کی شوخی کہیں کہیں حد سے تجاوز کر جاتی ہے [illegible] نظم میں سے نکال دئیے ہیں [illegible] (ایڈیٹر)

عالم میں تشریف لائی بسنت — ہر ایک گلبدن نے منائی بسنت
[illegible]نوں نے ہر جا اٹھائی بسنت — ادھر اور ادھر جگمگائی بسنت
ہمیں پھر خدا نے دکھائی بسنت

دل ہے جس نازنیں پر فدا — وہ مہوش سنہرا بسنتی رنگا
[illegible]ا وہ سرسوں کا بن کھیت سا — وہ نازک سے ہاتھوں پہ گڑوا اٹھا
عجب دھج سے مجھ پاس آئی بسنت

جو ابسنتی جو تھا خوش ادا — چمک اپنے عالم کی اس میں دکھا
[illegible]ا آنکھ، اور ناز سے مسکرا — کہا، لو مبارک ہو، دن آج کا
اس عالم میں اس بت نے گائی بسنت

بندھا پھر یہ راگ بسنتی کا تار — ہر اک تان ہونے لگی دل کے پار
وہ گلشن کی دیکھ اس کے اس دم بہار — ہوئی زرد، دیوار و در ایک بار
غرض سب کی آنکھوں میں چھائی بسنت

یہ وہ رت ہے دیکھو جدھر کو میاں — بنا ہے ہر ایک تختۂ زعفراں
کہیں زرد، کہیں زرد گیندا عیاں — نکلتے ہیں جیدھر بسنتی بتاں
پکاریں ہیں سب لے وہ آئی بسنت

بہار بسنتی پہ رکھ کر نگاہ — چلا ہر پری زاد، اور کج کلاہ
[illegible]ے و مطرب و ساقی رشک ماہ — سحر سے لگا شام تک واہ واہ
نظیر آج ہم نے منائی بسنت

(پچھلے صفحہ سے)

…کھاں کر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: تمہارے اس …کو بھائی جان شجاعت محمد خاں کا خیال آگیا۔ …آجکل آگرہ کے پاگل خانہ میں ہیں۔ یہ مطلع بالکل …حسب حال ہے۔ ایسا حسب حال کہ گویا تم نے …کی ترجمانی کی ہے تحصیلدار تھے وہ غریب اور لیے …تمام ڈپٹی کلکٹر ان کے سلت زانوئے تلمذ تہ کرتے …کلکٹر صاحب تک کا تمام کام ان ہی کو کرنا پڑتا تھا۔ …خوش تھے کلکٹر صاحب ان سے، مگر ان کی اس حد …ہی ہوئی محنت کا نتیجہ آخرکار یہ ہوا کہ ایک دماغ دش… …کا کام کب تک کرتا۔ آخرکار دماغی کمزوری شروع …ہوئی اور رفتہ رفتہ خطرناک حد تک پاگل ہوگئے۔ تمام دنیا …علاج کئے گئے مگر بعد میں ہر طرف سے مایوس ہوکر ان کو …پاگل خانہ بھیجنا ہی پڑا۔ اب نہ ان ڈپٹی صاحبان کو تحصیلدار …کی کوئی خبر ہے نہ کلکٹر صاحب کو ان کا کوئی غم، …سچ کہا ہے تم نے کہ ؎

…دیا دیوانہ تو اب کام دیوانے سے کیا؟

…تک وہ دیوانے نہیں ہوئے تھے ان سے سب …چلتے تھے بھائی یہ شعر تو مجھ کو لکھوا دو میں بھائی صاحب …سناؤں گا۔

…خانصاحب نے زبردستی اس مطلع کو نوٹ بک …اور پھر کچھ بیس نکال کر کہا "ہاں بسم اللہ" ہم کو سخت غصہ تو آتا مگر کیا کرتے مجبور تھے ؎

اپنی حیرت اس طرف ہے ان کی غفلت اس طرف
دیکھئے دیوانہ اب کہتا ہے دیوانے سے کیا

خانصاحب نے اس شعر کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی صرف ذرا سا تبسم فرما کر یہ کہا: "بالکل ٹھیک ہے جب بھائی صاحب سے ملنے میں پاگل خانہ جاتا ہوں وہی منظر دکھائی دیتا ہے کہ ایک پاگل جب دوسرے پاگل سے باتیں کرتا ہے تو ایک طرف حیرت ہوتی ہے دوسری طرف غفلت پر اللطف آتا ہے۔ مگر یہ ہنسنے کا مقام نہیں عبرت کی جگہ ہے" دل تو چاہتا تھا کہ اس دال بھجنگ کو کان پکڑ کر اٹھوا دیں مگر ہو نہ ان کی جسامت پر غور کر لینے کے بعد ارادہ ملتوی کرنا پڑتا تھا اور اخلاق با مروت سے زیادہ ان کے حلم کی تعمیل بھی محض اس وجہ سے ہوتی تھی کہ ان کی خوفناک وجاہت سے ذرا ذرا معلوم ہوتا تھا چنانچہ جیسے ہی انھوں نے کہا "ہاں صاحب ارشاد" ہم نے چپکے سے شعر پڑھ دیا ؎

جس طرح گندی ہے اب تک اب بھی گندی یوں ہی
ہم نہیں بدلے تو دنیا کے بدل جانے سے کیا

خانصاحب نے اپنا خوفناک سر ہلاتے ہوئے رعد نما آواز سے کڑک کر فرمایا: "بے شک ہم نہیں بدلے تو دنیا کے بدل جانے سے کیا" بالکل ٹھیک ہے کچھ نہیں ہوتا دنیا کے بدلنے سے۔ اجی جناب مجھ ہی کو دیکھ لیجئے ہزاروں کمائے اور لاکھوں اڑائے ایک زمانہ وہ تھا کہ دروازہ پر ہاتھی جھومتا تھا اور نواب کی طرح خدمتگار ساتھ رہتے تھے مگر اب وہ حال نہیں ہے ہماری دنیا بدل گئی ہے مگر جناب پہلے ہم کمخواب اور کلابتو کھاتے تھے نہ اب کھاتے ہیں۔ وہی گوشت روٹی جو پہلے ملتی تھی اب بھی ملتی ہے بھائی یقین جانئے کہ تین گاؤں تھے والد مرحوم کے جن کو ہم لوگ بیٹھے ہی بیٹھے چاٹ گئے۔ اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوسروں کے ہوگئے۔ مگر اس زمانہ کے گذر جانے کے بعد بھی بقول تمہارے "ہم نہیں بدلے ہیں" اور واللہ اب بھی یہ حوصلہ رکھتے ہیں کہ اگر تین کیا چھ گاؤں ہوں تو ابھی چاٹ جائیں۔

خانصاحب ہمارے کم بخت شعر کی شرح بیان فرما رہے تھے اور ہمارا یہ حال تھا کہ گھبرا گھبرا کر کلائی کی گھڑی دیکھ رہے تھے۔ آخر خانصاحب نے بھی خلاف توقع طور پر پوچھا: "کیوں۔ کیا آپ کو کہیں جانا ہے؟"

ہم نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں بہتر کا وقت آگیا ہے اور وہاں ذرا سی دیر پر فوراً جرمانہ۔"

خانصاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے تو پھر کسی فرصت کے وقت میں اپنی بکواس بھی سناؤں گا"

خانصاحب تو خیر چلے گئے مگر ہم اس وقت سے یعنی اس فرصت کے وقت سے ڈر رہے ہیں۔ جب یہ حضرت اپنا کلام سنائیں گے، خدا اس وقت سے پہلے ہی ہماری مشکل آسان کرے۔

## چراغ

مٹی کی چھوٹی سی پیالی نے منہ بنا کر کہا — میں چراغ ہوں — میں نہ ہوتی تو شب کی تاریکی میں راگ رنگ کی محفلیں گرم نہ ہو سکتیں — رات کو ہونیوالا کوئی بھی کام سرانجام نہ پاتا اور لوگ اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔

روئی کی چھوٹی سی بتی اکڑ کر چراغ کے سینہ پر لیٹ گئی اور سر اٹھا کر جلی۔ اگر دنیا میں احسان فراموش ہوتے تو اندھیرے کا نشان تک نہ ہوتا۔ رات بھر جلوں تو میں اور نام ہو مٹی کی اس چھوٹی سی پیالی کا۔ تو میرے سر پر نہ ہوتی تو دنیا میں تجھے چراغ کوئی نہ کہتا۔ تیل نے روئی کی بتی کو مٹی کی پیالی میں جلتے دیکھتے ہوئے کہا چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ اگر میں نہ ہوتا تو مٹی کی پیالی اور روئی کی بتی دونوں کس کام کی تھیں۔

دیاسلائی کو یہ سنتے ہی آگ لگ گئی۔ اور اس نے مٹی کی پیالی میں پڑی ہوئی بتی کے تیل سے بھرے ہوئے منہ کو جلاتے ہوئے بجلی کی طرح چمک کر کہا جس نے تمہیں روشن کیا۔ اس کا نام تک نہیں۔ میں نہ ہوتی تو تمہیں چراغ کا بلند رتبہ کون دیتا۔

(منموہن دیوانہ لائلپوری)

۱۹۳۵ء

## گُن نی

تارکا پتہ :- میڈی سنز دہلی

ٹیلیفون نمبر ۵۵۶۶

طاقت کی بے مثل سنہری گولیاں

کا

مسیح الملک حکیم محمد احمد خانصاحب کا عطیہ

(سفر یورپ کے بعد)

خاص

چالیس گولیاں سات روپے

ہندوستانی دواخانہ (جسکو حکیم اجمل خاں نے ۱۹۰۳ء میں بنایا) دہلی (پوسٹ بکس ۲۲)

تحفہ

سائنس

# بکٹیریا

## ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن نمبر (۲)

(از پروفیسر جی۔ ڈی۔ تلی۔ ایم۔ ایس۔ سی)
(خاص "تیج دیکی" کے لئے)

سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بکٹیریا (جراثیم) کہاں سے آتے ہیں۔ یہ کس چیز کے بنے ہوئے ہیں۔ آیا یہ حیوان ہیں یا پودے۔ حیوانوں اور پودوں کی تفریق کے لئے اگر کوئی معیار مقرر کیا جا سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ حیوان ایک جگہ سے دوسری جگہ خود بخود جا سکتے ہیں مگر پودے ایک مقررہ جگہ پر ہی اپنی تمام عمر بسر کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ جگہ بدلتے ہیں تو بغیر اپنی مرضی کے اور بیرونی طاقتوں کی امداد سے۔ مگر چونکہ دونوں قسم کے بکٹیریا پائے جاتے ہیں ایک وہ جو خود بخود چل پھر سکتے ہیں اور دوسرے وہ جو مثال کے طور پر ایک مٹی کے ذرہ پر بھی چمٹے رہتے ہیں۔ اور مٹی کے ذرہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی ہوا اور پانی کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں۔ لہٰذا یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ بکٹیریا کس جنس میں ہیں۔ چند سائنسدان ان کو پودوں میں شمار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے لئے ایک تیسرے کلاس کی ضرورت ہے۔

بکٹیریا کہاں سے آئے اور کہاں سے آتے ہیں اس سوال کا جواب اتنا ہی مشکل اور آسان ہے۔ جتنا اس کا کہ انسان اور حیوان کہاں سے آئے اور کہاں سے آتے ہیں ظاہر ہے کہ کسی زمانہ میں کسی نہ کسی طرح یہ ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن ہمارے ساتھ ہی صفحہ ہستی پر نمودار ہوئے۔ چند محققین کا خیال ہے کہ بکٹیریا آرگینک یعنی جسمانی مادہ سے خود بخود پیدا ہو سکتے ہیں۔ غلط تجربات پر مبنی ہے۔ جرم کی پیدائش کے لئے جرم کی ضرورت ہے اور بکٹیریا کے حیرت انگیز بڑھاؤ کا طریقہ جس کو پچھلے ہفتہ کے مضمون میں واضح کیا گیا تھا ان تجربات سے غلط نتائج نکالے جانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

چاہے کچھ بھی ہو۔ بکٹیریا کی ہستی اس دنیا کے انتظام کو قائم رکھنے کے لئے اور انسانی و حیوانی و نباتاتی زندگی کے لئے اشد ضروری ہے۔ جہاں پر بکٹیریا ہمارے لئے نت نئے مصائب و آلام کا سبب بنتے ہیں وہاں یہ ہمارے چھوٹے دوست ہمارے لئے بیش قیمت ذرائع امداد بھی ہیں۔

مثلاً حیوانی اور نباتاتی زندگی کے لئے نائٹروجن ایک نہایت ضروری چیز ہے اور اس نائٹروجن سے بنے ہوئے مرکبات سے بھری ہوئی سیلز (CELLS) کا ٹوٹ کر پھر بننا ہی ان کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ ان سیلز کے ٹوٹنے سے جو نائٹروجن کے مرکبات باہر پھینکے جاتے ہیں وہ بکٹیریا کی مدد سے یا تو پھر نائٹروجن کے مرکبات باہر پھینکے جاتے ہیں۔ وہ بکٹیریا کی مدد سے یا تو پھر نائٹروجن میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ نائٹروجن پھر ہوا میں حل ہو جاتی ہے یا یہ نائٹریٹس NITRATES میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہی نائٹریٹس پودوں کی خوراک ہیں وہ انہی کی مدد کر نئی زندگی سے بھری ہوئی سیلز تیار کر لیتے ہیں اور اس طرح نائٹروجن کا دورہ ہمیشہ کے لئے قائم رہتا ہے۔ اگر بکٹیریا نہ ہوتے تو مردہ جانور اور پودے کبھی بھی گل سڑ نہ سکتے اور تھوڑے ہی عرصہ میں نائٹروجن کا خاتمہ ہو جاتا۔

کسان لوگ جانتے ہیں کہ اگر زمین کو دیر تک ویسے ہی چھوڑ دیا جائے اور اس میں کوئی چیز نہ بوئی جائے تو بعد کی کاشت میں پیداوار بہت عمدہ ہوتی ہے۔ خالی زمین میں ایک تو بکٹیریا کی مدد سے آرگینک (جسمانی) مادہ اور پیچ ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے بکٹیریا ہوا سے نائٹروجن کھینچ کر زمین میں ڈال دیتے ہیں جس سے پودوں کو بعد میں غذائیت سے بھری ہوئی خوراک ملتی ہے۔

دودھ۔ دہی مکھن اور پنیر کی صنعت تو قریب قریب کلی طور پر بکٹیریا کی خصوصیات پر مبنی ہے۔ دودھ میں بکٹیریا کا بڑھاؤ دودھ کو کھٹا کر دیتا ہے۔ اور اسی لئے دودھ اگر بہت دیر پڑا رہے تو خراب ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ گرمی کے موسم میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اور چونکہ اس حرارت میں بکٹیریا پل سکتے ہیں۔ اس لئے گرمیوں میں دودھ سردیوں کی بہ نسبت جلد خراب ہوتا ہے۔ دودھ کو برف کے بکس میں رکھنا بکٹیریا کی پیدائش کو فوراً روک دیتا ہے۔

ٹائیفائڈ (TYPHOID) کی قسم کی چند ایسی بیماریاں ہیں جن کے جراثیم دودھ میں بہت جلدی پلتے ہیں۔ اس لئے اگر دودھ کو سپلائی کرنے والے ناجر اس بیماری سے اٹھے ہوں، یا بیمار ہوں یا صفائی وغیرہ نہ برتیں تو یہ جراثیم ان تمام لوگوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں جو اس دودھ کو استعمال کرتے ہیں۔

دودھ کو آدھ گھنٹہ تک ۶۰ ڈگری سنٹی گریڈ تک گرم کرنا ایسے جراثیم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (۶۰ ڈگری سنٹی گریڈ اس وقت ہوتا ہے جبکہ برتن ہاتھ میں پکڑا بھی جا سکے اور گرم بھی ہو) یورپین ممالک میں دودھ کی سپلائی سائنٹفک طریقہ پر کی جاتی ہے اور ایک بڑی منظم تجارت ہے جس میں تعلیم یافتہ لوگ بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ دودھ کو بوتلوں میں بند کر کے رکھا جاتا ہے۔ بند کرنے سے پہلے ان بوتلوں کو آدھ گھنٹہ گرم پانی میں ابالا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کو خشک کر کے ان میں ۶۵ ڈگری سنٹی گریڈ تک گرم کیا ہوا دودھ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور ان کا منہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ احتیاط سے جس کو لوئیس پاسچر کے نام پر پاسچرائیزیشن (PASTEURISATION) کہتے ہیں۔ بہت سی بیماریوں کی سپلائی کو روک دیا ممکن ہے۔

اسی طرح سائنٹفک ریسرچ سے بہت سے اور سرکہ کی تجارت اور دیگر کئی صنعتوں کو بکٹیریا سے فائدہ اٹھا کر فروغ دیا جا چکا ہے اور ضرورت ہے کہ بکٹیریا کی دیگر خصوصیات سے فائدہ اٹھا کر یا ان کو معلوم کر کے بہت ایک کارآمد صنعتوں کو سائنٹفک طریقہ پر منظم کیا جاوے۔

اگلے ہفتہ کے مضمون میں ان طریقوں پر غور کیا جاوے گا جو ہم پر بلا کی صورت میں بکٹیریا کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔

# سائنٹفک نوٹ

عام لوگوں کا خیال ہے کہ بجلی زمین پر گرتی ہے جہاں تک کہ اردو زبان کے محاورے کا تعلق ہے یہ بات کسی حد تک درست ہے۔ مگر واضح ہو کہ بجلی زمین پر نہیں گرتی جب دو چیزوں کو آپس میں رگڑا جاوے تو رگڑ سے پیدا شدہ حرارت بجلی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی بجلی دو قسم کی ہوتی ہے ایک منفی (–) اور دوسری مثبت (+) دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے قدرتی کشش ہے اور جب دونوں آپس میں ملتی ہیں تو ایک چمک سی پیدا ہوتی ہے اور اگر زیادہ مقدار میں ہو تو کڑک بھی سنائی دیتی ہے۔

بادل آپس میں رگڑ کھانے کی وجہ سے بجلی کی طاقت اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ اس سے الٹی طرح کی طاقت زمین پر پڑی ہوئی چیزوں میں پیدا ہو جاتی ہے جوں جوں طاقت زیادہ ہوتی جاتی ہے کشش بھی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ ______ کی ہوا اس کشش کو نہیں روک سکتی اس وقت ______ سے ______ چمک اور آواز ______ ہوتی ہے جو زمین سے بادلوں کی طرف اور بادلوں سے زمین کی طرف ______ کرتی ہے۔ چونکہ جلدی ______ ہمیشہ کم ______

______ اکثر ______ ہوتے ہیں

سائنس کا مقصد جہاں ______ ہے وہاں ______ کو حل کرنا۔ ان کی ______ کو ______ کرنا اور ______ کو پہنچانا ہے

______ سب سے بھاری ______ ہے۔ یہ ______ سے ۲۳ گنا اور سونے سے ۲۔ اگنا بھاری ہے۔ اس میں سے بھی ریڈیم کی طرح زبردست طاقت والی شعاعیں نکلتی ہیں

جاپان میں گذشتہ چند سال کے اندر زنانہ طبقہ نے ... کی ہے، اور آزاد خیال، آزادی پسند اور دلیر ... کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ وہ اب مردوں کی محتاج نہیں سمجھی جاتیں بلکہ عامۃ الناس کا ایک جزو ... ہیں۔ اور اقتصادی آزادی کی بھی طالب ہیں۔ جو کسی زمانہ میں تعلیم نسواں کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھتے تھے اور اپنے آپ کو ماہر اخلاق سمجھ کر عورتوں کو آزادی دینے کے حق میں نہ تھے انہوں نے بھی اب آزادی کے خلاف اپنی جنگ بند کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب انہوں نے بھی یہ محسوس کر لیا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں عورتوں کی جو پوزیشن ہونے والی ہے اسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔

قدیم ہندوستان کی طرح جاپان میں بھی ایک مقولہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ لڑکی جب سات برس کی ہو تو اسے ہرگز لڑکوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہیئے۔ ایک دوسرا مقولہ ہے کہ عورت کو کبھی گھر سے باہر جانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس کا فرض صرف یہی ہے کہ گھر بار سنبھالے۔ اگر جاپان کی عورتیں انہیں پرانے اصولوں کی پابند رہتیں تو آج وہ اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتی تھیں۔

جاپان کی نوجوان لڑکیوں نے بھی محسوس یا غیر محسوس طریقہ پر یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب وہ مردوں کی حکمرانی کو برداشت نہ کریں گی بلکہ شریفانہ اخلاق ... کی پیرو رہ کر مردوں کے دوش بدوش کام کریں گی، اور اپنی رائے، اپنے خیالات، اور اپنی معاشرت ... کو بھی کا شکار نہ ہونے دیں گی۔ اب وہ یہ چاہتی ہیں ... انہیں ایسی شرافت اور عزت حاصل ہو جو آزادی ... حاصل ہوتی ہے۔

بڑے بڑے شہروں میں عورتیں دفتروں، ... فیکٹریوں اور چھاپہ خانوں وغیرہ میں ... کرتی ہیں اور شام کو فرصت پا کر وہ خود کو ... دولت کی مالک سمجھتی ہیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ ... سوسائٹی میں مرد اور عورت کا رشتہ اتفاق اور ... کا ہو اور جس معاشرت کا نظام جدید دنیا کے ... سسٹم سے ملتا جلتا ہو۔ اس میں عورت کو کبھی ... حاصل نہیں ہو سکتی۔ جاپانی عورتیں آزادی کی ... ہیں، اور وہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ آزادی ان کا ... بعض عورتیں یہ بھی ضروری سمجھتی ہیں کہ اپنا ... معاش خود اپنی محنت سے حاصل کریں۔ اور اس ... وہ ملازمت کرتی ہیں یا کوئی نہ کوئی دستکاری اپنے ... کر لیتی ہیں۔

پچھلے دنوں ... یونیورسٹی کی اقتصادی ریسرچ ... میں جو مباحثہ ہوا تھا اس میں جاپانی عورتوں نے ... خود داری اور غرور کے ساتھ جو کچھ کہا وہ قابل ... ہے۔ اس جلسہ میں سولہ نوجوان عورتیں اور طالبات ... تھیں۔ اور ان میں اکثر ایسی تھیں جن کی شادی نہیں ... تھی۔ مس ... نے کہا کہ جب میں نے ایک ... کی حیثیت سے ملازمت کی تو میرے تمام رشتہ داروں نے میری اس حرکت کو ناپسند کیا، لیکن اب میں ہی اپنے گھرانے کا خرچہ چلاتی ہوں۔ کیونکہ میرا بھائی باہر چلا گیا ہے۔ اسی طرح ساٹھ فیصدی خادمائیں نوکری کر کے اپنے گھرانے کی امداد کرتی ہیں۔

مس ... نے جو کچھ کہا وہ اقتصادی زاویہ نگاہ سے اور بھی زیادہ قابل توجہ ہے۔ "میں تین سال سے کام کر کے اپنے گھرانے کی امداد کر رہی ہوں۔ اگر میں کام نہ کروں تو میرا گھر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ میرا باپ مر چکا ہے اور میں ہی اس لائق ہوں کہ کام کر کے باقی لوگوں کا پیٹ پال سکوں۔ لیکن شادی نہ کرنے کے باعث، باوجود اس کے کہ میرا ذریعہ معاش نہایت باعزت اور شریفانہ ہے لوگ میری خاطر خواہ عزت نہیں کرتے۔ اس لئے میں نے مضبوط ارادہ کر لیا ہے کہ میں بہت جلد شادی کروں گی۔"

مس ... نے کہا۔ "میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ بلکہ میں ایک چھوٹا سا ہوٹل قائم کرنے کا بندوبست کر رہی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورت کی جگہ گھر کے اندر ہے۔ لیکن یہ اس شخص پر منحصر ہے جو اس کا شوہر ہو۔ ایک نالائق شوہر کے ساتھ گھر کے اندر رہنے کے مسئلہ میں مجھے کچھ شبہ ہے۔"

یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جاپان کی عورتیں مطالبہ آزادی کے باوجود حیا داری اور نیک سیرتی میں یہ کہنا مبالغہ ہے کہ وہ مردوں کے مقابلہ پر کھڑی ہو گئی ہیں۔ جاپان کی قومی زندگی میں "فیملی" یعنی گھرانے کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اور چونکہ عورت وغیرہ ایک مشترک خاندان کی ... ہوتی ہے اس لئے گھرانے اور اس کے ہر فرد کی عزت و شرافت کبھی نظر انداز نہیں کی جاتی۔ ہر ایک جاپانی عورت اسکو اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اپنے اور اپنے معزز گھرانے کے نام کو دھبہ نہ لگائے۔ اسکو تمام باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور یہ احساس موجود رہتا ہے کہ عزت و عصمت اس کا سب سے زیادہ قیمتی زیور ہے۔

جدید جاپانی عورت "دل کے معاملات" کا بہت احترام کرتی ہے اور کسی شخص کے دل سے کھیلنا اور جھوٹی باتیں بنانا اس کا وطیرہ نہیں ہے۔ اس اقتصادی دور میں سب سے پہلی فکر ہر شخص کو یہی ہے کہ وہ ذریعہ معاش پیدا کرے۔

مگر اتنا ضرور ہے کہ آج جدید جاپانی عورت میں وہ بزدلی اور کمزوری نہیں پائی جاتی جو جائز کاموں میں بھی نکتہ چینی کو برداشت کر لیتی ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے اس نے ہمت اور دلیری سے کام لیا ہے۔ اور اخبارات بھی اس کی مخالفت نہیں کرتے۔ عورتیں اب برابری کی راہ پر اس طرح چل رہی ہیں کہ ان کا مسئلہ اب مردوں کے مسئلہ سے الگ نہیں رہا۔ اور اب ان کے انسانہ کوئی امتیاز حاصل ہے۔ جاپانی عورتیں پوری محنت کرتی ہیں اور اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے علاوہ اپنے گھرانے کی امداد بھی کرتی ہیں۔

اب جاپانی عورت اتنی خود دار اور ہوشیار ہے کہ کسی نفس پرست مرد کے پھندے میں نہیں آ سکتی۔ اگرچہ ہر عورت میں زنانہ فطری حیا اور نزاکت موجود ہے۔ مگر ہمت اور دلیری نے اسے اڈوک نہیں رکھا ہے۔ اس کے دماغ میں "کامن سنس" اور حکمت عملی دونوں موجود ہیں۔ ایسا نہیں کرتی کہ ہر پھول کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جائے۔ بلکہ وہ جانتی ہے کہ اس دنیا میں بہتر سے بہتر پھول موجود ہیں۔ اپنی شادی کے لئے شوہر کے انتخاب میں اُسے آزادی ہے۔ حق رائے دہی اور مردوں کے ساتھ برابر حقوق اس کے دل کو عزیز ہیں اور ملک کی اقتصادیات میں اسکو دخل ہے۔

## زر و مال کی حفاظت کی نایاب سکیم

صرف چند روپے سالانہ خرچ کر کے آپ اپنے قیمتی کاغذات زیورات اور جواہرات، اور نوٹ اور روپیہ وغیرہ ہمارے سیف ڈپازٹ والٹ میں پوری حفاظت سے رکھ سکتے ہیں اور صبح ۹ بجے سے شام کے ۶ بجے تک جتنی مرتبہ چاہیں دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔

- اس والٹ میں مختلف سائز کے سیف ہیں، اور ہر سیف کی چابی جدا ہے جو سیف لینے والے کے پاس رہتی ہے، صرف وہی کھول اور بند کر سکتا ہے، اس سیف کو چوری، ڈاکہ، نقب، آگ، پانی وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں۔ جب آپ اس والٹ کو دیکھیں گے، تو اس کی مضبوطی اور حفاظت آپ پر خود بخود روشن ہو جائیں گی۔

مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب کیجئے

**سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ چاندنی چوک دہلی**

بچوں کی دنیا

# کتنا سونا ملک سے باہر گیا؟

(از جناب ماسٹر بہاری لال جی مہتہ ولی۔ دہلی)

(خاص بچوں کی دنیا کے لئے)

جب سے سونا ملک سے باہر نکلنا شروع ہوا ہے۔ ۵ ارجنوری تک کل سونے کا اندازہ قریباً دو ارب پندرہ کروڑ کا ہے۔ سونے کا بھاؤ تیس روپے تولہ سے بڑھ کر مختلف رہا ہے۔ اس لئے ہم ۵۰ روپے کا تین تولہ سونا لگا کر اسی کا حساب کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ ملک سے کس قدر سونا اب تک باہر گیا ہے:

(۱) ۵۰ روپے کے سونے کا وزن تین تولہ ہوا

(۲) دو ارب پندرہ کروڑ روپے کا سونا چھ کروڑ پینتالیس لاکھ تولے ہوا یعنی ۲۰۱۵۶ من ۱۰ سیر سونا ملک سے باہر گیا۔

(۳) اگر ایک گاڑی یا چھکڑے میں ۲۰ من بوجھ لادا جائے تو قریباً ۱۰۰۸ چھکڑوں میں کل سونا آئے گا۔

(۴) اگر ایک چھکڑا معہ بیل دس فٹ لمبا ہو تو ۱۰۰۸۰ فٹ یا ۳۳۶۰ گز یعنی قریباً دو میل لمبی چھکڑوں کی قطار میں یہ سونا آئے گا۔

(۵) ایک مکعب فٹ پانی کا وزن ایک ہزار اونس ہوتا ہے۔ سونے کا وزن مخصوص ۱۹ ہے۔ اس لئے ایک مکعب فٹ سونے کا وزن ۱۹۰۰۰ اونس ہوا یعنی ۱۴ من ۳۹ پونڈ ۸ اونس یا ۱۴ من [illegible] ۱۹ سیر۔

(۶) کل سونے کا حجم ۲۰۱۵۶ من ۱۰ سیر ÷ ۱۴ من [illegible] ۱۹ سیر = ۱۲۹۰۰۰۰ چھٹانک ÷ ۹۲۶۸ چھٹانک = ۱۳۹۲ مکعب فٹ تقریباً

(۷) ایک مکعب فٹ سونے سے ۳ انچ موٹا ۳ انچ چوڑا اور ۱۶ فٹ لمبا شہتیر بنتا ہے

(۸) ۱۳۹۲ مکعب فٹ سے ۱۳۹۲ × ۱۶ = ۲۲۲۷۲ فٹ لمبا یا ۷۴۲۴ گز یا ۴ میل ۳۰۴ گز لمبا شہتیر بنا۔ پس سونے ۳ انچ موٹا ۳ انچ چوڑا سونے کا شہتیر ۴ میل سے زیادہ کی لمبائی تک رکھا جا سکتا ہے۔

(۹) اگر ایک کمرہ ۲۰ فٹ لمبا ۱۳ فٹ چوڑا اور ۱۰ فٹ اونچا ہو تو اس سونے سے لبالب بھر سکتا ہے۔

(۱۰) آج کل جو اینٹیں مکانات بنانے میں استعمال میں آتی ہیں وہ ۹ × ۴½ × ۲ [illegible] کی ہوتی ہیں یا [illegible] = [illegible] مکعب فٹ حجم کی ہوتی ہیں

(۱۱) کل سونے سے ایسی اینٹیں [illegible] = ۲۲۳۹۹ بن سکتی ہیں۔

(۱۲) اگر ایک کوٹھری پر چار ہزار اینٹیں درکار ہوں۔ تو قریباً سات کوٹھریاں اس سونے کی اینٹوں سے بن سکتی ہیں۔

(۱۳) ایک مکعب فٹ سونے سے ایسی اینٹیں انیس ۱۹ بنتی ہیں۔ ہر ایک اینٹ کا وزن ایک ہزار اونس یا ۳۰ سیر ہوگا۔

# ڈاکخانہ

(۱) اگر تمہیں کسی شخص سے کوئی بات کہنی ہو۔ تو یا تو تم خود جا کر اس سے کہہ دیتے ہو یا چٹھی لکھ کر کسی کے ہاتھ بھیجتے ہو۔ لیکن کسی اور گاؤں یا شہر میں پیغام بھیجنا ہو اور وہاں جانے والا کوئی آدمی نہ ملے تو کیا کرو گے۔ اس مطلب کے لئے حکومت نے ڈاک خانے کھولے ہیں۔

جاؤ ڈاک خانے سے ایک کارڈ مول لے آؤ آج کل ایک کارڈ تین پیسے میں آتا ہے۔ اس کارڈ پر سارا حال لکھو۔ کارڈ کے دوسری طرف اس شخص کا پتہ لکھ دو جس کے پاس کارڈ بھیجنا ہے۔ اور اسے چٹھیوں کے صندوق میں ڈال دو۔ اس صندوق کو لیٹر بکس کہتے ہیں۔ لیٹر بکس پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ فلاں وقت کھلے گا۔ وقت پر یہ صندوق کھولا جائے گا اور ساری چٹھیاں نکال لی جائیں گی چٹھیاں نکال کر ان کو چھانٹ لیتے ہیں۔ جہاں کی چٹھیاں ہوں اسی جگہ کی تھیلی میں چٹھیاں بند کر دیتے ہیں اور تھیلی اس ڈاک خانہ میں بھیج دیتے ہیں جس سے اس ڈاک خانے کا تعلق ہے وہاں کی تھیلی یہاں آ جاتی ہے۔ اس طرح چٹھیاں ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ جاتی ہیں اگر تمہارے نام کسی نے چٹھی لکھی ہو گی تو اس تھیلی میں یہ چٹھی آ جائے گی جو دوسرے ڈاک خانے سے آئی ہے اور ڈاک منشی چٹھی رساں کے ہاتھ تمہارے پاس چٹھی بھیج دے گا۔

(۲) جہاں ڈاک خانہ نہیں ہوتا وہاں ہفتہ میں دو بار قریب کے ڈاک خانہ سے چٹھیاں آ جاتی ہیں اور گاؤں کی چٹھیاں چٹھی رساں ڈاک خانے میں لے جاتا ہے۔ ڈاک کے ذریعے روپے بھیج سکتے ہیں۔ کتابیں بھیج سکتے ہیں۔ سامان بھی بھیج سکتے ہیں۔

(۳) اگر ضروری چٹھی بھیجنی ہو۔ تو رجسٹری کرا کر بھیجنی چاہیئے۔ رجسٹری کا محصول الگ دینا پڑتا ہے۔ اگر قیمتی چیز بھیجنی ہو تو بیمہ کرا دینا چاہیئے۔ بیمہ کا محصول رجسٹری کے علاوہ اور دینا پڑتا ہے۔ اگر بہت سا حال لکھنا ہو تو چٹھی لکھ کر لفافہ میں بند کر کے بھیجنی چاہیئے۔ لفافہ کی قیمت آج کل پانچ پیسے ایک پائی ہے۔

(۴) تم پوچھو گے کہ کارڈ کی قیمت اتنی زیادہ کیوں ہے۔ کاغذ تو اس میں ذرا سا ہے بات یہ ہے کہ ان پیسوں سے بہت سے روپے بن جاتے ہیں اور ان روپوں سے چٹھی رساں ڈاک منشی اور افسر کام کرتے ہیں

# گھڑی کا راگ

گھنٹے جو گھڑی بجا رہی ہے
یہ وقت کی راگنی کے ہیں سُر
دانا ہے جو وقت کی کرے قدر
ہے وقت ہی ایک بے بہا دُر
بے کار گنوا نہ اک گھڑی تُو
ہے لاکھ گُروں کا ایک یہ گُر
جو وقت ابھی گذر چکا ہے
اللہ کی نعمتوں سے تھا پُر
آئے گا نہ ہاتھ اب کسی کے
چڑیا کی طرح وہ اُڑ گیا "پُھر"

# میرا وطن بسنت میں

باغوں نے پہنا
پھولوں کا گہنا
نہروں کا بہنا
وارفتہ رہنا
دنیا میں جنت میرا وطن ہے
بھوری گھٹائیں
لائیں ہوائیں
باغوں میں جائیں
کلیاں کھلائیں
دنیا میں جنت میرا وطن ہے

کیا تم جانتے ہو کہ
خرگوش انسان سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور زہریلے اثر کی مدافعت دوگنا طاقت سے کر سکتا ہے۔
ٹماٹر میں ایک گلاس دودھ سے زیادہ کی مقدار ہوتی ہے۔
مانٹریل میں ایک مکان کی جب پولیس نے تلاشی لی تو اس میں پانچو چوہے برآمد ہوئے جنکو ایک عورت پالا تھا
سکندریہ کا منارہ دنیا کا سب سے قدیم ساحلی منارہ ہے جو اپنی روشنی سے جہازوں کی رہنمائی کرتا تھا
32 INS
ہندوستان میں شکر سازی کا عظیم الشان کارخانہ
تار کا پتہ: شوگر کھتولی
اپر انڈیا شوگر ملز لمیٹڈ دہلی
فیکٹری کھتولی ضلع مظفر نگر
یہ ملز بہترین قسم کی مشینری اور اپ ٹو ڈیٹ سامان سے آراستہ ہے۔ شروع سے آخر تک چینی بنانے میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کا کل سرمایہ اور انتظام ہندوستانی ہے۔ ہندوستان کے ہی کارنگر ماہرین فن شکر سازی کی زیر نگرانی کام کرتے ہیں۔ عمدہ اور نفیس کھانڈ تیار کرنے میں اس نے وہ کمال حاصل کیا ہے کہ آج ہر جگہ اسی ملز کی کھانڈ استعمال ہونے لگی ہے اور اسی کی مانگ ہے۔ اس کی کھانڈ کی نفیس خوش ذائقہ اور خوشنما ہونے کے علاوہ شدھ، پوتر اور میل مٹی سے پاک ہے۔ اس لئے جب آپ بازار سے کھانڈ خریدیں تو اپر انڈیا شوگر ملز کی ہی کھانڈ طلب کریں۔ ایک بار استعمال کرنے کے بعد آپ ہمیشہ اسے ہی پسند کیا کریں گے۔
سرمایہ
کمپنی کا جاری شدہ سرمایہ قریب قریب فروخت ہو چکا ہے۔ صرف تھوڑے حصص باقی رہ گئے ہیں۔ جو اب بھی ایٹ پار دیئے جا سکتے ہیں۔ سرمایہ داروں کے لئے اس سے اچھا موقعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کارخانہ جات بافندگی روئی، سن ولوہے کی نسبت بہترین اور فائدہ مند صنعت ہے۔ محبان ملک و تجارت پیشہ اور سرمایہ داروں کو شامل ہو کر اس کو فروغ دینا چاہیئے۔
ڈپازٹ
کمپنی نے اپنے سرمایہ داروں کی سہولیت کے لئے جو موجودہ حالات میں بنک کی شرح سود گر جانے سے اپنے روپیہ پر معقول سود چاہتے ہیں۔ ڈپازٹ کا ونٹ بھی کھولا ہوا ہے۔ اس لئے خواہشمند اصحاب معقول شرح سود پر اپنا روپیہ جمع کرا سکتے ہیں۔ بالکل محفوظ ہے۔ لاگت کارخانہ ۱۶ لاکھ روپے ہے۔ حصص کی خرید اور ڈپازٹ کے لئے
مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب فرمادیں۔
منیجر اپر انڈیا شوگر ملز لمیٹڈ کھتولی ضلع مظفر نگر

# صحت

## بائیوکیمک ادویات کا تعلق بروج سے

از قلم ڈاکٹر کے پی سکسینہ ایم ۔ ڈی پرنسپل رائل کالج آف ہومیوپیتھی ۔ لشکر (گوالیار)

(خاص تیج وکیل کے لئے)

اہل فن کی تفتیش و تحقیق نے کیمیاوی عمل سے یہ پہلے ہی ثابت کر دیا ہے کہ جسم انسان دھات، رنگ، ورلیشہ سوڈیم ۔ پوٹاشیم اور لائیم وغیرہ نمکوں کے اجزا سے مرکب ہے ۔ اور یہی اجزا جو جسم کے ہر عضو کی ساخت و نشوونما کے لئے نہایت ضروری ہیں مر جانے کے بعد جسم انسان کی دو مٹھی خاک میں بھی پائے جاتے ہیں ۔ لیکن اب ایک مشہور امریکن بائیوکیمک ڈاکٹر نے جو علم نجوم کے بھی ماہر ہیں طبی اور نجومی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب زمین اپنے دوران گردش میں خاص برجوں میں پہنچتی ہے ۔ بارہ نمکوں سے ہر ایک نمک جسم انسان میں سورج کے اثر سے نشوونما پاکر تکمیل کو پہنچتا ہے ۔ پس اگر ہر مولود راشی کے متعلقہ نمک کو اونچی طاقت میں اپنی اپنی جنم لگن یا راشی کے موافق استعمال میں لائیگا تو وہ اکثر بیماریوں سے محفوظ رہے گا ۔ یہ تفتیش بعض اشخاص کی نگاہوں میں عجیب و غریب ۔ بعض کی نگاہوں میں مضحکہ انگیز معلوم ہوگی اور بعض اس تفتیش اور کرشمۂ قدرت کے نظارہ کرنے والے ان اصولوں کی سچائی کی طرف متوجہ ہونگے جانچنے

سورج اور زمین کی گردش کی نسبت اہل ہند اور اہل مغرب کی رائے میں اختلاف ہے ۔ اہل ہند تو زمین کا قائم رہنا ۔ اور سورج کا اس کے گرد گردش کرنا مانتے ہیں ۔ اور اہل مغرب سورج کا اپنے ہی محور پر قائم رہنا اور زمین کا اس کے گرد گردش کرنا بتاتے ہیں ۔ لیکن ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ۔ زمین سورج کے گرد پھرتی ہو یا سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہو ۔ ہماری تفتیش کا تو مقصد صرف اسی قدر ہے کہ بائیوکیمک ادویات کا تعلق بروج فلک سے بھی ہے یا نہیں ۔ اور اگر ہے تو ہر مولود راشی کے متعلقہ نمک کو اونچی طاقت میں استعمال کر کے بیماریوں سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے یا نہیں ۔ چنانچہ ہم نے اس کی تفتیش میں اپنا آزمائشی قدم بڑھایا اور پے در پے آزمائشوں کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ماہر فن کی تفتیش قابل قدر ہی نہیں بلکہ ایک حد تک سچائی پر مبنی ہے ۔ لیکن ماہر فن نے اپنی معلومات کو ایسی حد تک محدود رکھا ہے ۔ مگر اُن گرہوں کو جن کا اثر ان کے دوران گردش میں جسم پر ہوتا ہے نظرانداز کر دیا ہے ۔ لہذا میں نے ناظرین کی سہولت اور واقفیت کے لئے اس کمی کو پورا کر دیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین و شائقین ذیل کی ٹیبلوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان اصولوں کی سچائی کی جانچ کی طرف آزمائشی قدم بڑھائیں گے ۔

آخر میں ناظرین کو میں اس امر سے بھی واقف کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں علم نجوم کا ماہر نہیں ہوں بلکہ آزمائش کے وقت اپنی ضروریات پورا کر لینے کے لئے میں نے معمولی طریق پر علم نجوم سے واقفیت حاصل کی ہے ۔ اور اسی وجہ سے میں نے اس مضمون کو اپنی ناچیز کتاب اصول بائیوکیمسٹری میں جو ابھی شائع کی ہے جگہ نہیں دی ۔ کیونکہ ابھی یہ تفتیش مزید آزمائشی اور تحقیقاتی مباحث کی ضرورت مند ہے ۔ اس لئے اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اور ماہران نجوم ان اصولوں کی سچائی کی تفتیش کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں تو میں اُن کا ممنون ہونگا ۔

(۱) نیل بروج یعنی راشی منڈل اور ان کے متعلق بائیوکیمک ادویات ۔

جو اشخاص راشی کے متعلقہ نمک کو اونچی طاقت میں اپنی اپنی راشی اور اس کے متعلق مہینوں کے مطابق استعمال میں لائیں گے ان کے متعلقہ امراض سے محفوظ رہیں گے ۔

| راشی کے نام | راشی کے متعلق نمک | جسم میں نشوونما پانے کے اوقات کے حساب سے |
|---|---|---|
| (۱) میش | کالی فاس | بیساکھ |
| (۲) برشبھ | نیٹرم سلف | جیٹھ |
| (۳) متھن | کالی میور | اساڑھ |
| (۴) کرک | کیلکیریا فلور | ساون |
| (۵) سنگھ | میگنیشیا فاس | بھادوں |
| (۶) کنیا | کالی سلف | کنوار |
| (۷) تلا | نیٹرم فاس | کارتک |
| (۸) برچھک | کیلکیریا سلف | اگہن |

(باقی اگلے صفحہ پر)

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس۔ دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ڈوریل، لٹھے کورے، دھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریل ململ، کریپ، شرٹنگ سوٹ، ٹکسٹ، چادر پلنگ، سوزنی، تولیے روئیدار، رنگین وفینسی، جھاڑن بسہری، دوسوتی ٹنٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی۔ آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیا چند ہردیال — امرت سر
میسرز دیا چند ہردیال — جموں
میسرز دیا چند ہردیال — سکھر
میسرز دیا چند ہردیال — پالی
میسرز کنہیالال مولا رام — جے پور
میسرز چند ولال سورج مل — کانپور
میسرز چند ولال سورج مل — لکھنؤ
میسرز رانجی داس شری رام — کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن — فرخ آباد
میسرز جیا رام خوشی رام — ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی — پشاور
نوٹ:۔ تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔
میسرز نرگس سنگھ دیش راج۔ لاہور — میسرز ایس بے کوآپریٹو سوسائٹی۔ کراچی — میسرز ایس بے کوآپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# مالتی . بسنت

(صفحہ نمبر ۱۴ سے آگے)

سب کا شکریہ ادا کیا۔

مالتی نے رادھا لیمہ سے کہا: "پتاجی خطاب رائے صاحب کا آپ کو ملا اور مبارکباد یاں مجھے مل رہی ہیں۔"

"چلو اس میں ہرج ہی کیا ہے بیٹی"

"پتاجی میں چاہتی ہوں کہ اپنے کچھ متروں اور سہیلیوں کو چائے کی دعوت دوں۔" مالتی نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور لیکن اپنی ماں کو خبر نہ ہونے دینا ورنہ وہ خواہ مخواہ رکاوٹ پیدا کریں گی۔"

پارٹی کا انتظام ہوا اور دس لڑکوں اور دس لڑکیوں کو مدعو کیا گیا۔ مدعو شدہ لڑکوں میں بسنت کمار بھی ایک خوش قسمت لڑکا تھا۔ بسنت کمار کے علاوہ سب لڑکے مغربیت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس نئی بسنت کمار کو مذاق کا آلہ بنانے کے لئے بلایا گیا تھا۔ لیکن بسنت کمار اس دعوت نامے سے قطعی متاثر نہ ہوا اور نہ اس نے رائے صاحب کے یہاں دعوت میں شریک ہونا مناسب خیال کیا۔ دعوت ختم ہوگئی۔ لیکن بسنت کمار کی غیر موجودگی سے مالتی کے غرور حسن کو ٹھیس لگی۔ اور اسے صحیح معنوں میں یہ احساس ہوا کہ مطلب پرست دیوانوں کے علاوہ کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو اس کی طرف رتی بھر بھی رجوع نہیں ہوتے۔

ایف۔ ایس۔ سی میں مالتی تو پاس ہوگئی لیکن رائے صاحب رادھا لیمہ کی عین خواہش کے مطابق وہ اچھے نمبر حاصل نہ کر سکی۔ اس کے لئے اس کے پاس بہانہ کیمسٹری کا پرچہ خراب ہونے کا تھا۔ برعکس اس کے بسنت کمار یونیورسٹی میں اول آیا۔ رمیش امتحان میں کامیاب نہ ہو سکا اور اس کا اور مالتی کا ساتھ چھوٹ گیا۔

مالتی کے لئے اب پھر آئندہ تعلیم کا سوال پیش تھا مالتی ڈاکٹری پڑھنا چاہتی تھی۔ رجنی آگے پڑھنے کے قطعی حق میں نہ تھی۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے جب لڑکی پڑھنے کو تیار اور باپ پڑھانے کو تیار تو پھر فیشن کی ماں کو کون پوچھتا ہے۔ مالتی کو آگرہ میڈیکل کالج میں داخل کرا دیا گیا۔ بسنت کمار بھی اتفاق سے وہیں داخل ہوا۔ مالتی جب کبھی اسے دیکھتی تھی اس کے نفرت کے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔ یہاں آکر مالتی کو زیادہ آزادی حاصل ہوگئی تھی۔ گو وہ زنانہ ہوسٹل میں رہتی تھی لیکن یہاں نہ اس پر ماں کا دباؤ تھا نہ باپ کا ڈر۔ وہ جہاں چاہتی تھی جاتی تھی جس سے گفتگو کرنا چاہتی تھی کرتی تھی۔ رائے صاحب رادھا لیمہ کو لوگوں نے مالتی کی آزادی کی طرف سے متنبہ کیا۔ لیکن رائے صاحب یہ کہہ کر کہ اگر لڑکی آزادی سے گھومے گی پھرے گی نہیں تو ڈاکٹری کیا خاک کرے گی جانو

ہو جاتے تھے۔ مالتی کے میڈیکل کالج کے نئے ساتھی مسٹر نسیم تھے۔ ان کے ہمراہ اکثر وہ موٹر میں گھومتی پھرتی تھی سنیما جاتی تھی کبھی تاج محل اور جہانگیر کے مقبرے کی سیر ہوتی تھی۔ اس آزادانہ تعلیم سے لاپروائی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مالتی دو سال تک پہلے کلاس میں فیل ہوئی اور دو سال دوسری جماعت میں۔ بسنت کمار اپنی ڈاکٹری کی تعلیم کے آخری سال میں تھا۔ اور مالتی دوسرے برس۔ یہاں بھی بسنت کمار کی وہی سیدھی سادی وضع تھی۔ لڑکے اس کا مذاق اڑاتے تھے مگر وہ ہنس کر خاموش ہو جاتا تھا۔ تیوری پر بل نہ لاتا تھا۔

بسنت کا ہوا تھا۔ میڈیکل کالج کے طلبا کا ندی کے کنارے جلسہ تھا۔ اس روز کے پروگرام میں کشتی کی سیر غوطہ خوری اور تیرنے کا مقابلہ گانا بجانا سب کچھ تھا۔ مالتی مسٹر نسیم کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کرنے لگی دوسرے طلبا نے بھی کشتیاں پکڑ لیں۔ ان میں خواہ

مخواہ دوڑ کا مقابلہ ہونے لگا۔ مسٹر نسیم اپنی کشتی کو آگے بڑھا کر اپنی طاقت اور کمال کا سکہ بٹھانا چاہتے تھے کہ کشتی دونوں بڑی میں ٹکرا گئیں اور ڈوبنے لگیں۔ دونوں کے کھینے والے ہاتھ پاؤں مار کر کنارے کی طرف آگئے لیکن مالتی چیخ رہی تھی۔ اور غوطے کھا رہی تھی۔ اتنے میں ایک نوجوان جو تیراکی کی پوشاک پہنے ہوئے تھا دریا میں کودا اور مالتی کو نکال لایا۔ مالتی بے ہوش تھی بسنت کا جلسہ پھیکا ہو گیا۔ رنگ میں بھنگ پڑ گیا۔

مالتی کو جب ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ہسپتال کے پلنگ پر دراز ہے۔ ایک نرس اور ایک ڈاکٹر لمبا سفید ڈاکٹری چوغہ پہنے اس کے پاس کرسی پر بیٹھے ہے وہ بسنت کمار تھا۔ اس نے مالتی کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔ مالتی کو ہوش میں آتے دیکھ کر بسنت کمار نے کہا: "میرا فرض ختم ہوا اب تم فکر نہ کرو، اچھی ہو جاؤ گی۔ اب نرس تمہاری دیکھ بھال کرے گی۔"

مالتی نے بسنت کمار کو پہچان کر منہ پھیر لیا۔ جب اسے اس کا احساس ہوا کہ اس کی جان بچانے والا نوجوان بسنت کمار ہی تھا تو اسے اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔ اور دل ہی دل میں وہ بسنت کمار کی پرستش کرنے لگی بسنت کمار اپنے امتحان کی تیاری میں لگ گیا۔ جب مالتی تندرست ہوئی تو اس نے اس بات کو محسوس کیا کہ جو لڑکے اس کی طرف زیادہ متوجہ تھے وہ محض چکنی چپڑی باتوں اور جھوٹی تعریفوں سے اسے آسمان (باقی اگلے صفحہ پر)

# بسنت رُت!

(از پنڈت رام کنوار صاحب تام)
(خاص مسیح دہلی کے لئے)

ریاض دہر میں صبا پیام نو سُنا گئی
خزاں کے جور سے فنا شجر بھی تھے ثمر بھی تھے
شجر بھی سبز پوش ہیں نہال گلفروش ہیں
چمن چمن میں نغمہ زن مسرتوں کا ساز ہے
بہار سبزہ آج پھر نظر نواز ہو گئی
کمال شان دلبری عروس گل میں آ گیا
رہین سیر سترن نگاہِ شوق ہو گئی
سہاگنوں کی حسرتیں بسنت سے جوان ہیں
خزاں نصیب گلکدہ حریم ناز ہو گیا

بسنت سرخرو ہوئی خزاں شکست پا گئی
ستم زدہ الم زدہ ادھر بھی تھے اُدھر بھی تھے
ادھر بھی عیش کوش ہیں اُدھر بھی عیش کوش ہیں
ہے اپنے حسن پر فدا کلی کلی کو ناز ہے
حیات شاخ شاخ میں ادائے ناز ہو گئی
نمودِ حسن کا اثر غرورِ بن کے چھا گیا
فدائے رنگ یاسمن نگاہِ شوق ہو گئی
بسنت ان کی جان ہے بسنت کی یہ جان ہیں
جو مے کدہ کہ بند تھا دراس کا باز ہو گیا

ملال خستہ خاطری دلوں سے دُور ہو گیا
خزاں سے جو نڈھال تھے وہ آج شاد ہو گئے
بہار صبح دلکشا نظر نواز ہو گئی
شجر نہال ہو گئے رُخ چمن دمک اُٹھا
پھر آج زینت چمن گل شگفتہ رُو ہوئے
خوشی کی چھیڑ دستیاں پھر آج جوش زن ہیں
بسنت کیا پیام ہے نشاط کی ترنگ کا

جو زاہدِ خشک تھے اُنہیں سرور ہو گیا
جو نا مراد تھے کبھی وہ با مراد ہو گئے
ہر ایک شے میں تازگی طلسم ساز ہو گئی
خزاں چراغ پا ہوئی شرارِ گل بھڑک اُٹھا
گل مراد بن گئے کہ جان آرزو ہوئے
جنوں فروش مستیاں پھر آج جوش زن ہوئیں
بسنت کیا سرود ہے شباب کی اُمنگ کا

تمام کائنات کو نئی خوشی نصیب ہے!
بسنت رُت کے فیض سے تازگی نصیب ہے!

---

# بسنت ـ خیر مقدم

(خاص دہلی)

(از منشی محمد صدیق حسن تخلص صدیق دہلوی)

| | |
|---|---|
| [illegible]اں کا دور رخصت ہو گیا پھر صحن گلشن سے | لپٹ کر بلبلیں نغمہ سرا ہیں گل کے دامن سے |
| [illegible]نی ہے عجب سرسوں سے یارب شان عنائی | بسنت آتے ہی نئی سج دھج سے گیندے پہ بہار آئی |
| [illegible] گل سے ہی یہ عالم اب گلستاں کا | زمین سبزہ ہے گویا نمونہ باغ رضواں کا |
| [illegible]ار آئی نئے انداز سے کیا باغ دنیا میں | بنے طاؤس رقصاں ہر طرف دامان صحرا میں |
| [illegible]با لائی ہے پھر مژدہ بہار شادمانی کا | گلوں میں رنگ پیدا ہے شراب ارغوانی کا |
| [illegible]مال پرتو حق سے ہے تاباں بزم امکانی | جہاں کا ذرہ ذرہ ہو گیا ہے آج نورانی |
| [illegible]بہار آئی جہاں میں رنگ لیو کا زمانہ ہے | فضا نے پھر بدل ڈالا جہاں کا کارخانہ ہے |
| [illegible]پکتی ہے ہر اک قطرہ سے کیا کیا شان یزدانی | سماں دلکش دکھاتی ہیں جہاں کو موج طغیانی |

کہاں مستور ہیں صدیق جلوے چشم بینا سے

مگر مسرور کیا ہو کور باطن کیف دنیا سے

# یارب ادھر بھی بھیج ہوائیں بسنت کی

(خاص نیچ دیکل) (از جناب شیولال گلشن ـ کرنال) (رکے بنے)

| | |
|---|---|
| آتی ہیں ہر طرف سے صدائیں بسنت کی | چلنے لگیں ہیں پھر سے ہوائیں بسنت کی |
| پھولوں کے لہلہانے سے ہوتی ہیں رونما | رنگین و دلفریب ادائیں بسنت کی |
| پھولی ہری یاسمن ہے چنبیلی ہے جا بجا | کیسی لگی ہوئی ہیں سبھائیں بسنت کی |
| اب بلبلوں کا غنچۂ امید کھل گیا | کیوں پھر نہ راگنی یہ سنائیں بسنت کی |
| کر جاتے ہیں پیر امنگیں شباب کی | نیرنگیاں وہ دیکھنے آئیں بسنت کی |
| کچھ ایسا دلکشا ہے زمانہ بسنت کا | جی چاہتا ہے لے لوں بلائیں بسنت کی |
| لیکن جو طائران قفس ہیں وہ کیا کریں | کیسے شگفتگیِ وہ منائیں بسنت کی |

اس گلشن وطن میں سدا ہے خزاں کا دور

یارب ادھر بھی بھیج ہوائیں بسنت کی

---

# جاپان کی کامیابی ـ راز

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ)

مسٹر چمن لال کی یہ کتاب ابھی جاپان سے آئی نہیں ہے۔ جس وقت آجائے گی اخبار میں اعلان کر دیا جاوے گا، ناظرین تاریخ کا انتظار فرمائیں۔

بی۔ این۔ گپتا۔ منیجر اخبار تیج دہلی

(پچھلے صفحہ سے)

نہیں ہے۔ یہ سب ملکہ معظم نے رکھے ہیں لیکن ملکہ معظم کو ضرورت ہوتی ہے تو بکنگھم پیلس لندن بھی منگوا لیتے ہیں۔ آپ اس ذخیرہ کو دیکھ کے زر و جواہر سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ جوانی ہی سے آپ کو ٹکٹ جمع کرنے کا شوق تھا۔ ہر ٹکٹ جو کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے ملکہ معظم کو پیش کر دیا جاتا ہے اور شاید چند ہی نادر ٹکٹ ایسے ہوں گے جو آپ کی البم میں نہ ہوں۔ کہا گیا ہے کہ یہ ذخیرہ بھی دس لاکھ پونڈ سے کم نہ ہوگا۔

سنڈرنگھم میں وہ انعام بھی موجود ہیں۔ جو ملک معظم نے کھیلوں وغیرہ میں قبل حکومت اور حکومت کے دوران میں جیتے۔ یہاں بہت سے سبب بھی رکھے ہیں جو آپ نے زراعت یا مویشیوں کی نمائش میں حاصل کئے یا آپ کے کاشتکاروں نے آپ کو پیش کئے۔ یہاں مچھلی کا شکار کھیلنے کی چھڑیاں اور [illegible] کی بندوقیں بھی جمع ہیں۔ اگرچہ ان سب کی مجموعی قیمت بہت تھوڑی ہوگی۔ سنڈرنگھم کے وغیرہ کی ہر چیز کے متعلق ملک معظم بتلا سکتے ہیں کہ یہ کہاں سے اور کیونکر ملی۔ ملک معظم کو جو چیز بھی پیش کی جائے اسے وہ نظر انداز نہیں کرتے۔ ان کی رعایا کا ایک معمولی سے معمولی فرد انہیں اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پیش کردے تو وہ اسکی بڑی قدر کرتے ہیں اور بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں۔

اس خزانہ کی قدر و قیمت کا اندازہ کرتے ہوئے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس کی نگرانی کا بہت معمولی انتظام ہے۔ اگرچہ سلطنت کے زر و جواہر اور [illegible] کی جو ٹاور میں رکھا ہے بڑی سخت نگرانی ہوتی ہے۔ لیکن ملک معظم کی ذاتی چیزوں کی جو ان سے زیادہ بیش قیمت ہیں کوئی خاص نگرانی نہیں ہے۔ پولیس کا بس ایک گارڈ کافی سمجھا جاتا ہے۔ اکثر ان چیزوں کو چرانے اور بدلنے کی بھی کوشش کی گئی لیکن کبھی کامیاب نہ ہوئی۔ ملک معظم کے سنڈرنگھم کے گھر کی صرف ایک چوکیدار اور چند کانسٹیبل نگرانی کرتے ہیں۔ یہاں فوجی جاہ و جلال کا وہ مظاہرہ نہیں ہے جو شاہی بالمورل یا ونڈسر میں دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ تو ایک گھر ہے اور اس کا سامان مالک کی نظر میں خواہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو گویا ایک انگریز جنٹلمین کا نجی اور قابل فخر سامان ہے۔ ملک معظم نے دولت کی حیثیت سے دولت کی کبھی قدر نہیں کی۔ ایک معمولی درجہ کا عیسائی اگرچہ چند پیسوں ہی کی چیز انہیں تحفہ کے طور پر پیش کرے تو وہ زر و جواہر کی شاہانہ چیزوں سے زیادہ اسکی وقعت کرتے ہیں۔ وہ اصل دنیا کا سب سے امیر شہنشاہ مکمل انسانیت کا نمونہ ہے۔

## سَو برس زندہ رہنا چاہیے

(صفحہ ۔ سے آگے)

سد باب سے دنیا کو جو نفع ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

درحقیقت ضعیفی انسانی عمر کے سالوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ ۵۰ سال ہی میں ضعیف اور معذور ہو جاتے ہیں اور بعض ۸۰ سال میں بھی دماغی اور جسمانی طور پر بالکل تندرست رہتے ہیں۔ بعض یہ بھی نہیں جانتے کہ ضعیفی چیز کیا ہے۔ اور بعض کو شباب ہی میں ضعیفی آ دباتی ہے۔ اور وہ برسوں فاتر العقل رہتے ہیں۔

جدید تہذیب کے بُت شکن کچھ عرصے سے بزرگی کی وقعت پر حملہ کر رہے ہیں۔ گذشتہ بیس تیس برس میں یہ خیال زور پکڑتا گیا ہے کہ سفید بالوں کی محض اس لئے عزت کرنا کہ وہ سفید ہیں بالکل لغو ہے۔ اس لئے ڈاکٹر وورونوف کے علاج نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے جو انسان کو عملاً ہمیشہ نوجوان رکھے گی۔ ہم تجربہ کی قدر کرتے ہیں لیکن وہ شخص جس نے یہ قیمتی تجربہ حاصل کیا ہمیشہ جوان نہیں رہ سکتا۔ بدقسمتی سے تجربہ حاصل کرنے کے دوران میں اس کی تمام قوت عمل صرف ہو جاتی ہے۔ اعصاب وہ قدامت پسند تبدیلیوں کا مخالف بن جاتا ہے۔ یہ تحقیقات واقعی بڑی دلچسپ ہے کہ آیا یہ صورت غدود کی خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بہرحال ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر وورونوف بوڑھوں کو میدان عمل میں آنے کا ایک دوسرا موقعہ دے رہے ہیں۔

کوئی قابل پروفیسر جو آج مرجھائے ہوئے پھول کی طرح زرد پڑ چکا ہے اور جو انسانیت کا سچا خادم ہے کیوں نہ اپنا کام جاری رکھ سکے اور وہ اور زندہ رہے!

کوئی فلسفی جس نے اپنی فراست سے سب کو مسحور کر رکھا ہو اداس دنیا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے کیوں نہ دس سال لے اور لے جائیں۔ صدہا مصور، سائنس دان، مصنف، طبیب، اداکار، موجد جنہوں نے اس صدی کے بہترین کارنامے پیش کئے ہیں اور لاکھوں صناع، دستکار اور مہم باز جنہوں نے اپنی جانیں اپنے کام کی خاطر قربان کر دیں کیوں نہ ان کی سانس کا ڈورا بے رحم موت کے ہاتھوں سے چھین لیا جائے۔ غرضیکہ ایسے شخص کو جو کسی حیثیت سے بھی یہ ثابت کرے کہ وہ دنیا کی ایک لائق اور قابل قدر ہستی ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ عملی زندگی کے لئے تیار ہو دنیا کے پردے سے غائب ہو جانے کی کیوں اجازت دی جائے۔

آخر میں ڈاکٹر وورونوف سے یہ سوال کیا گیا کہ "آخر دنیا کے ڈکٹیٹروں کا کیا علاج ہے"؟ اس پر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ سیاست دان ناقابل علاج اور سائنس کی امداد سے بالاتر ہیں۔

## تہذیب کی رفتار[۱۲]

(صفحہ ۱۵ سے آگے)

کہ دنیا کی تہذیب پر روس نے ایک نیا تازیانہ جڑا ہے جو نہ معلوم دنیا کو کہاں سے کہاں لے جائے اور اس کی رفتار میں کیا تبدیلی آ سکے۔

ہندوستان میں بھی ایک پارٹی پیدا ہو گئی ہے جو اپنے آپ کو سوشلسٹ پارٹی کہلاتی ہے۔ فی الحال تو اس کا کام کارخانہ کے مزدوروں اور تانگہ والوں کی سٹرائک کرانے تک محدود ہے۔ اور کوئی خاص پروگرام معلوم نہیں ہوتا۔ مگر ہماری رائے میں سوشلزم ہندوستان کے لئے نامفید ہے۔ اس سے کارخانہ داروں کو تھوڑا بہت جو منافع اب حاصل ہوتا ہے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اور کارخانے بند ہو جائیں گے۔ یوروپ کے کارخانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت بالکل جاتی رہے گی۔ سوشلزم کا تجربہ وہ ملک کر سکتا ہے جس کو سوراج مل چکا ہو۔ موجودہ حالات میں تو جاپانی طریقہ سب سے زیادہ موزوں ہندوستان کے لئے ہے۔ اگر گورنمنٹ جاپانی طریقہ ہندوستان میں رائج کر دے تو گورنمنٹ اور رعایا دونوں کا فائدہ ہے۔ ہر ایک آدمی کو کام مل جائے گا۔ بے چینی اور مفلسی کچھ حد تک جاتی رہے گی۔ پہلے یوروپ ہندوستان کو لوٹتا رہا۔ اب جاپان لوٹ رہا ہے۔ جاپان سے تو بہتر ہے کہ ہندوستان کی دولت ہندوستان میں ہی رہے۔ اگر گورنمنٹ ایسا کرنے پر رضامند نہ ہو تو کانگریس جاپانی طریقہ کا تجربہ کر کے دیکھ لے۔

جاہی برائیوں میں مذہبی۔ ایک آدھ میں ہی سہی سیاسیات کی لڑائی تو یہاں پر ختم ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہوا اور متعلقہ مضمون مذہب ہے۔ اس نے بھی سیاسیات کی طرح دنیا میں بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ اب تو روس والوں نے مذہب کے متعلق زیادہ دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ نیا سلسلہ تہذیب کی رفتار میں الٰہی گیان سے شروع ہوگا۔ دنیاوی باتیں بہت ہو چکیں۔ اب گیان دھیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ شوپنہار کہتا ہے دنیا سے ہٹی ہے۔ سچے گیان سے عاقبت سنورتی ہے۔

نیا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے چند ہفتے خاموشی اختیار کرنے کی نیت ہے۔ ناظرین بھی ہماری سمع خراشی سے تنگ آ گئے ہوں گے۔ دونوں کے لئے وقفہ بہتر ہوگا۔ ناظرین بھی تر و تازہ ہو جائیں اور ہم بھی اپنے منتشر خیالات کو جمع کریں۔

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

الہ آباد میں ماوش کے موقع پر لاکھوں یاتریوں نے گنگا میں اشنان کیا۔ ایک کشتی دریا میں ڈوب گئی جس کی وجہ سے دو آدمی غرقاب ہوگئے۔ بارش ہونے سے بھی یاتریوں کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑی۔

~~~

گاندھی جی نے ایک تازہ مضمون میں لکھا ہے کہ اگر چھوت چھات کی لعنت سے مکمل طور پر بری ہونا چاہتے ہو تو مسلمانوں کے ہاتھ کا کھانے پینے سے بھی پرہیز مت کرو۔ اور ہریجن بھائیوں کے ساتھ بیٹھکر کھانا مذہباً ممنوع نہیں ہے۔

~~~

ہندوستان کے مختلف مقامات پر ابھی تک زلزلہ کے جھٹکے وقتاً فوقتاً محسوس ہو رہے ہیں۔ چنانچہ پٹنہ میں بھی ۳ فروری کو زلزلہ کا خفیف جھٹکا محسوس ہوا جو کئی سیکنڈ تک رہا۔

~~~

مخالفین علیحدگی برما کی کانفرنس میں متفق رائے سے مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی سفارشات کے خلاف ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا اور حکومت کو متنبہ کیا گیا کہ اگر برما کو ہندوستان سے علیحدہ کیا گیا تو اس کے نتائج برما کے لئے اچھے نہیں ہوں گے۔

~~~

ماہ دسمبر میں صوبہ بہار میں ۶۴ قتل ہوئے۔ جب کہ گذشتہ سال اسی ماہ میں ۴۲ قتل ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں اس علاقہ میں ۸۰۹ قتل ہوئے۔ جب کہ اس سے پہلے سال یعنی ۱۹۳۳ء میں ۷۱۹ قتل سرزد ہوئے۔

~~~

لندن کے ایک اخبار کی خبر ہے کہ ملک معظم کی سلور جوبلی کے موقعہ پر ہندوستان کے پانچ بڑے والیان ریاست بادشاہ بنا دیئے جائیں گے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:- مہاراجہ بڑودہ۔ نظام حیدرآباد۔ مہاراجہ میسور۔ کشمیر اور مہاراجہ گوالیار۔

~~~

برطانیہ اور فرانس کے وزراء کے درمیان گفتگو کے نتائج کے متعلق جو سرکاری اعلان شائع ہوا ہے۔ اس کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ حکومت فرانس کے زیر محکمہ خارجہ نے امید ظاہر کی ہے کہ جرمنی ان کی اپیل کا حوصلہ افزا جواب دیگا۔

~~~

حکومت جرمنی کے نمائندے نے اعلان کیا ہے کہ جرمنی سمجھوتہ کی گفت و شنید کے لئے لندن کی تجاویز کو منظور کرے گا۔ یقین غالب ہے کہ جرمنی جمود کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

~~~

ڈاکٹر سید محمود نے اسلام کی تعلیم پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو قربانی کی قدیم اسپرٹ کو زندہ کرنا چاہیئے اور مادر وطن کی آزادی کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

~~~

حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء کو جب سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں تخفیف کی میعاد ختم ہو جائے گی تو تخفیف کو پھر جاری نہیں کیا جائے گا۔

~~~

۲۸ جنوری سے ۴ فروری تک کا میلہ کلکتہ میں نہایت خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ گنگا جی میں تقریباً دس لاکھ آدمیوں نے اشنان کیا۔ امن قائم کرنے کے لئے والنٹیروں اور پولیس کا انتظام معقول تھا۔

~~~

راستوں میں ڈاکہ ڈالنے کے سلسلہ میں گیارہ نواحی علاقوں میں تلاشیوں کے بعد تقریباً ایک صد افراد کو گرفتار کیا گیا جن کے قبضہ سے مال مسروقہ برآمد ہوا۔ ایک ڈاکو نے پولیس والوں سے زور کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا مگر ڈاکو کو پکڑ لیا گیا۔

~~~

احمد آباد کے متعدد کارخانوں میں جو ہڑتال جاری تھی وہ آج ختم ہوگئی اور ہڑتالی کام پر واپس آگئے۔ اب تمام کارخانوں میں حسب معمول پھر کام شروع ہوگیا ہے۔

~~~

مسٹر لی۔ داس ممبر اسمبلی نے خدائی خدمتگاروں پر سے پابندیاں اٹھانے کے سلسلہ میں ایک ریزولیوشن اسمبلی میں پیش کیا جو بھاری کثرت رائے سے پاس ہوگیا۔ اور اس طریقہ پر حکومت کو شکست ہوئی۔

~~~

ضلع رنگون کی اطلاع مظہر ہے کہ موضع نیا گک بانگ۔ میتھو نر اور تھمنگو ڈنگ میں آتشزدگی کی متعدد وارداتیں ہوئیں جن سے ڈیڑھ سو مکان جل گئے۔ اور ایک لاکھ روپیہ سے زائد کا نقصان ہوا۔

~~~

"ڈیلی میل" لندن نے اپنے لیڈنگ آرٹیکل میں لکھا ہے کہ وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کے والیان ریاست اپنے رویہ کے متعلق فیصلہ کر دیں۔ اگر وہ متفق نہیں ہے تو حکومت انڈیا بل کو فوراً ترک کر دے گی۔

~~~

لنکاشائر کے کنزرویٹو ممبران نے اپنی میٹنگ میں اسی عقیدہ کا اعادہ کیا کہ نیک اعتقادی تمام تجارتی تعلقات کے لئے سب سے پختہ بنیاد ہے۔

~~~

اسمبلی کے ڈپٹی پریزیڈنٹ کا انتخاب ہوا۔ مسٹر لہری چودھری نے اپنا نام امیدواری سے واپس لیا۔ چنانچہ نیشنلسٹ پارٹی کے امیدوار مسٹر اکھل چندر دت اتفاق رائے سے منتخب ہوگئے۔

~~~

پریزیڈنٹ مصطفےٰ کمال پاشا نے نئی پارلیمنٹ کے ڈپٹیوں کے انتخاب کے لئے ۱۷ خواتین کو امیدوار چنا ہے۔ عورتیں اپنے ووٹ کا پہلی مرتبہ استعمال کر رہی ہیں۔ تیس سال کی عمر کی عورت ممبر بن سکتی ہے۔

~~~

جے۔ پی۔ سی رپورٹ پر اسمبلی میں دوبارہ بحث ہوئی۔ دہلی کے نمائندہ مسٹر آصف علی نے ایک پُرجوش تقریر میں اس حقیقت کو بے نقاب کیا کہ جب انڈیا بل میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے تو اس ایوان کی تمام بحث قطعی بے سود ہے۔

~~~

موضع ہزاریو کی ضلع چھنگاؤں کے گیارہ نوجوان کل کرفیو آرڈر کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کرلیئے گئے۔

~~~

دارالعوام میں سر سیموئل ہور نے انڈیا بل کی دوسری خواندگی پیش کی تو اس پر بڑی سرگرم بحث ہوئی۔ مسٹر بالڈون نے کہا کہ ہندوستان کے لئے جو اصلاحات تجویز کی گئی ہیں وہ برطانیہ کی مختلف حکومتوں کی براہ راست اور مسلسل پالیسی کا نتیجہ ہیں۔

~~~

حکومت بنگال نے پریس ایکٹ ۱۹۳۱ء کے ماتحت فرڈ ینینڈ کی ایک انگریزی کتاب "غریبوں کا محافظ لینن" اس بنا پر ضبط شدہ قرار دے دی ہے کہ اس میں کچھ باغیانہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

~~~

راندیر میں ایک زبردست گروہ نے ایک رئیس مسلمان کے مکان پر چھاپہ مارا اور انہیں قتل کر دیا۔ نیز ان کے گھر کی عورتوں کو بھی زخمی کیا۔ مقتول کی لاش آگ کی نذر کر دی گئی۔

~~~

مدراس کے ایک نواحی موضع میں آگ لگ جانے کی وجہ سے سات آدمی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

~~~

اسمبلی نے مجوزہ اصلاحات کو مسترد کرادیا۔ مسٹر جناح کی دونوں ترمیمیں کانگریس پارٹی کی امداد سے پاس ہوگئیں اور اس طرح پر سرکاری۔ نامزد۔ یوروپین اور سرکار پرست ممبران کی مجموعی طاقت مخالف پارٹی کے مقابلہ پر حقیر ثابت ہوئی۔

~~~

معلوم ہوا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کی صحت پہلے سے اچھی ہے۔ جس وقت سے آپ نینی سنٹرل جیل سے تبدیل ہو کر آئے ہیں ان کے وزن میں بھی دو پونڈ کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اور مسز سروپ رانی نہرو کی صحت بھی پہلے سے اچھی ہے۔

~~~

کچھ ضبط شدہ کمیونسٹ لٹریچر کی تلاش میں لکھنؤ پولیس نے کئی مکانوں پر چھاپہ مارا۔ تلاشی سٹی مجسٹریٹ کے جاری کردہ وارنٹ کی بنا پر ہوئی۔ لیکن ان جملہ مکانوں سے جن کی تلاشی لی گئی کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔

~~~

اہالیان دہلی کا ایک عظیم الشان جلسہ ۶ فروری کو جے۔ پی۔ سی۔ رپورٹ کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے شریمتی سپارتی گرہ میں دلیپ پتت کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کئی ممبران اسمبلی نے تقاریر کیں اور ایک ریزولیوشن کے ذریعہ رپورٹ نامنظور کر دی گئی۔

~~~

پارلیمنٹ کے ضمنی انتخاب کا اعلان کر دیا گیا جس میں لیبر پارٹی کا امیدوار کامیاب ہوا۔ اور مسٹر چرچل کے صاحبزادے اس امیدوار کے مقابلہ پر کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ گذشتہ عام انتخاب میں لیبر پارٹی کا امیدوار کامیاب نہیں ہوا تھا۔

~~~

گو ابھی تک سرکاری طور پر کوئی اعداد و شمار معلوم نہیں ہو سکے لیکن سردی کی شدت کے بعد حساب لگانے سے پتہ لگتا ہے کہ نومبر۔ دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں مختلف اضلاع اور مقامات پر اموات کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

~~~

مہاتما گاندھی کی مستقبل کی کارروائیاں ہنوز صیغہ راز میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے سرحد جانے کا مسئلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا ہے یا تو وائسرائے ہند اپنی پالیسی نرم کریں گے یا آئندہ چند مہینوں میں مہاتما جی جیل جائیں گے۔ بہر حال یہ سنسنی خیز خبر ہے کہ مارچ کے وسط میں کوئی نہ کوئی معرکہ کا واقعہ پیش آنے والا ہے۔

~~~

الہ آباد میں تقریر کرتے ہوئے بابو راجندر پرشاد صدر کانگریس نے مجوزہ آئین کی مذمت کی اور کہا کہ ہندوستانیوں کو یہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے۔

ایک دن جب پرندے چہچہا کر کافی تھک چکے تھے تو بہت دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ جب آخر کار ایک فلسفی پرندے نے یہ پوچھ کر توڑا کہ "زندگی کیا ہے؟"

تمام پرندے اس خاموشی کے ٹوٹنے پر کچھ چونک پڑے۔ لیکن ایک گانے والے پرندے نے فوراً جواب دیا کہ "زندگی ایک نغمہ ہے"

راستے میں ایک چھچھوندر جس نے ابھی ابھی اپنا سر بل میں سے باہر نکالا تھا بولی: "نہیں زندگی ایک اندھیرے میں ایک کشمکش ہے۔"

جنگلی گلاب کی کلی جس میں پتیاں ایک ایک کرکے کھل رہی تھیں بولی: "زندگی ایک نشو ونما کا نام ہے۔"

ایک تتلی جس کے لئے کلی کا کھلنا بڑی مسرت کا باعث تھا اس کا منہ چومنے آئی تھی۔ پکار کر کہنے لگی "زندگی سر بسر خوشی کا نام ہے"

ایک مکھی جو پاس سے اڑی جا رہی تھی۔ بھنبھنائی اور کہنے لگی "بہتر تو یہ ہے کہ تم زندگی کو موسم گرما کا ایک چھوٹا سا دن سمجھو"

ایک چیونٹی جو ایک بھاری تنکے کو اٹھائے ہوئے تھی بڑے دردانگیز لہجے میں کہنے لگی "میں زندگی کو سوائے مشقت کے اور کچھ نہیں سمجھتی"

"مینا نے صرف ہنس دیا۔ تا کہ اس کی دانائی پر پردہ پڑا رہے۔

اس بیہودگی اور تمسخر پر سب کو بہت غصہ آیا۔ اور لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی۔ اگر اسی وقت بارش برسنا شروع نہ ہو جاتی۔ اور یہ افسوسناک پیغام نہ دیتی۔ "زندگی آنسوؤں کی بنی ہوئی ہے"

عقاب جب کہ ہوا میں اپنے شاندار پروں سے پرواز کر رہا تھا چلایا "تم سب غلط کہتے ہو۔ زندگی مکمل آزادی اور طاقت کا نام ہے"

اسی اثنا میں شام ہو گئی اور اندھیرا چھا گیا۔ اور ایک سمجھدار پرندے نے تجویز کیا کہ وہ سب بسیرا کریں۔ رات کی ہوا کے سرسرانے سے آہستہ سی آواز نکلی: "زندگی ایک خواب ہے"

شہر اور بستی پر خاموشی کا عالم طاری تھا۔ اور صبح ہونے والی تھی۔ جب کہ ایک طالب علم نے اپنے سنسان کمرے میں چراغ کو بجھا دیا۔ اور آہ بھر کر بولا "زندگی ایک مدرسہ ہے"

ایک نوجوان جب رات کی عیش وعشرت کے بعد جب گھر واپس آیا تو اپنے دن بھر کے کاموں کا جائزہ لے کر بے اختیار رو کر کہنے لگا "زندگی ایک طویل اور نہ بر آنے والی آرزو کا نام ہے"

نسیم سحری بڑے انداز سے بولی "زندگی ایک راز پنہاں ہے"

یکایک ایک گلگوں روشنی آسمان پر دکھائی دی جس نے جنگل میں درختوں کی چوٹیوں کو اپنی چمک سے منور کر دیا۔ اور جب صبح نے جاگتی ہوئی زمین کا بوسہ لیا تو ایک سریلی آواز دنیا میں سنائی دی "زندگی ایک آغاز کا نام ہے"

---

# میسور کی ریشمی ساڑھیاں

جسکا اشتہار اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ شائع ہوا ہے میسور کے اصلی ریشم سے تیار کی جاتی ہیں۔ نہایت خوبصورت ہیں۔

دہلی اور یوپی کیلئے سول ایجنٹس:۔

میسرز گوکل چند کھنہ اینڈ کمپنی کلاتھ مارکیٹ دہلی اور

سٹاکسٹس:۔

میسرز موہن برادرز لمیٹڈ اور گاڈودیا سودیشی سٹور چاندنی چوک دہلی

# ہندوستان میں مشترک تعلیم

(صفحہ ۳ سے آگے)

دی ہی۔ حالانکہ اخبارات نے ایک طوفان اس فیصلے کے خلاف برپا کیا۔ اجلسہ سے پہلے سخت ایجی ٹیشن کیا گیا تھا۔ مگر ارباب حل وعقد نے اس طوفان بے تمیزی کی کچھ پرواہ نہیں کی۔

دہلی کے مشن کالج اور ہندو کالج میں سالہا سال سے مشترک تعلیم کا رواج ہے۔ مگر اس پر بھی کانفرنس کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج تک کوئی ناپسندیدہ صورت ان کالجوں میں رونما نہیں ہوئی۔ انہی کالجوں سے ایسی ہندو مسلمان لڑکیاں تعلیم حاصل کرکے نکلی ہیں جن کے بلند و مضبوط کیرکٹر پر بجا طور پر کوئی قوم فخر کر سکتی ہے اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا (کیونکہ اس وقت کانفرنس کی روئداد میرے سامنے نہیں ہے) تو انہی کالجوں میں سے ایک کی تعلیم یافتہ ایک خاتون نے اس کانفرنس کی اکثر کارروائیوں میں حصہ لیا ہے اس محترم کماری کی نیک سیرتی اور اسکا بلند و اعلیٰ کیرکٹر اس امر کی دلیل ہے کہ مشترک تعلیم اب خوف کھانے اور لرزہ براندام ہو کر کانوں پر ہاتھ رکھنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ وقت آ گیا ہے کہ پرانے توہمات کی حدود سے قدم آگے بڑھائے جائیں۔

شاید لوگ کہیں کہ جب یہ خواتین کی کانفرنس تھی اس کے ریزولیوشن پر تب کو اس قدر جز بز ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ مشترک تعلیم ایک قومی مسئلہ ہے۔ اور خواہ کسی گوشہ سے اس کی مخالفت کی جائے وہ عام قومی مسئلہ پر اثر انداز ہوگی۔ اس لئے ہر ایک فرد کو اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا حق ہے!

# سیواسدن

پکچر ہاؤس دہلی میں آجکل سیواسدن فلم چل رہا ہے اسکے مصنف ہندوستان کے مشہور افسانہ نویس منشی پریم چند جی ہیں منشی جی کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اور انکی تحریروں میں جو لطف ہے۔ اسکو آپ بخوبی جانتے ہیں۔ سیوا سدن میں بھی منشی جی نے وہی جادو نبھایا ہے۔ اور ایکٹنگ لاجواب ایکٹنگ نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا ہے۔ ڈرامہ کا مضمون نہایت دلچسپ اور پرلطف ہے۔ فطرت انسانی کا نقشہ جس دلفریب پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ نہایت قابل دید ہے۔



# پکچر ہاؤس دہلی

(نزد امپیریل بنک)

# بازار حسن

## جمعہ ۸ فروری سے شروع

جس کے مصنف ہندوستان کے مشہور افسانہ نویس منشی پریم چند جی ہیں۔

اس فلم کے مشہور فلم سٹار مس زبیدہ، ماسٹر مودک، مس جدن بائی اور دیگر مشہور ایکٹرز کام کرتے ہیں۔

مہالکشمی سیناٹون کمپنی اپنے اس فلم پر جتنا فخر کرے بجا ہے، حقیقت میں یہ فلم زمانہ کے عین مطابق ہے، اور شروع سے آخر تک جذبات سے پر ہے۔ اس کا ایک ایک سین آپ پر فریفتگی کا عالم طاری کر دیگا

ضرور دیکھئے

اور اپنے بیوی بچوں اور احباب واقارب کو بھی دکھایئے، اپنی سیٹ وقت سے پہلے ریزرو کرا لیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ گنگا کی طرح آپکو جگہ نہ ملے،

مشہور فلم ستار مس سبیتا دیوی

انہوں نے ساگر فلم کمپنی کے زبردست ڈرامہ " ویر کا بدلہ " میں جو مشہور
قوم پرست لیڈر مسٹر کے ایم منشی کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور عنقریب
پبلک کے سامنے آنے والا ہے۔ ہیروین کا پارٹ ادا کیا ہے۔

مشہور اداکار انصاری یعقوب اور کمار

ساگر فلم کمپنی کے ڈرامہ "ویر کا بدلہ" کا ایک سین
ان تینوں ایکٹروں نے بھی ڈرامہ هذا میں کمال کے پارٹ ادا کئے هیں

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press. Burn Bastion Road, Delhi

Registered L. No. 1511.

Registered L. No. 1511

No. 48 DELHI 18TH FEB. 1935. V No 13

انریبل سر عبدالرحیم ـ صدر اسمبلی

( سوانح حیات اندر دیکھئے )

# هفته کی مشهور شخصیتیں

ڈاکٹر ایم-اے انصاری
آپ یو-پی هومیوپیتھک کانفرنس آگرہ کے صدر منتخب کئے گئے هیں

مسٹر ایم-اے جناح
دو صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد سے سیاسی معاملات پر اهم گفتگو کر رهے هیں

شریمت بابو راجندر پرشاد
صدر کانگریس
آپ فرقه وارانه مسئله کو حل کرنے کے لئے مسٹر جناح سے گفتگو کر رهے هیں

خان عبدالغفار خان
اطلاع هے که جیل میں آپکا آٹھ پونڈ وزن کم هو گیا هے

مسٹر ایس ستیه مورتی
آپنے سیاسی قیدیوں کے متعلق اسمبلی میں کئی اهم سوالات دریافت کئے هیں

مسٹر جمنا داس مهته
جنیوا کے ایک هوٹل میں پولیس نے شب کے وقت آپکی تلاشی لی۔ اسکی وجه سے لیگ اقوام کے حلقوں میں بڑی سنسنی پھیل گئی هے

ڈاکٹر ٹیگور
آپنے بنارس یونیورسٹی کا کانووکیشن ایڈریس پڑھا

مسٹر ڈی ویلیرا
آپنے آئرش فری سٹیٹ اور برطانیه کے درمیان اقتصادی جنگ کو ختم کرنے کے لئے ایک اهم قدم بڑھایا هے

سر فضل حسین
آپنے کونسل آف سٹیٹ میں مشترکه کمیٹی کی رپورٹ پر بحث کے دوران میں کہا که هندوستان کو اس سے زیادہ اصلاحات کی توقع نہیں کرنی چاهئیے

جنرل گورنگ
آپنے ایک تقریر کے دوران میں کہا هے که مسلح جرمنی یورپ میں امن کی سب سے بڑی گارنٹی هے

... Press, Burn Bastion Road, Delhi

# سر عبدالرحیم

مولوی عبدالرب صوبہ بنگال کے ضلع مدناپور میں ایک جج رہے تھے۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحیم رکھا گیا۔ اور جو اسمبلی کا صدر ہے۔ عبدالرحیم کے دادا نہ صرف رئیس اور بلکہ ڈپٹی کلکٹر بھی تھے۔ وہ اصحاب تعلیم و ثقافت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ گویا یہ باتیں سر عبدالرحیم کو ورثہ میں ملی ہیں۔

سر عبدالرحیم کی ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول مدناپور میں ہوئی۔ وہیں سے آپ نے میٹرکولیشن امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد پریسیڈنسی کالج کلکتہ میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔ اور اپنی قدرتی ذہانت کی وجہ سے بیس سال سے کم عمر میں ہی آپ نے بی۔ اے امتحان اول ڈویژن میں امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اور اس کے بعد ایم۔ اے کے امتحان میں آپ تمام یونیورسٹی میں اول رہے۔ اس کے بعد آپ بیرسٹری امتحان پاس کرنے کی غرض سے انگلستان گئے۔ ۱۸۹۰ء میں ۲۳ سال کی عمر میں بیرسٹری کی سند حاصل کر لی۔

۱۸۹۰ء سے آپ نے کلکتہ میں بیرسٹری شروع کر دی تین چار سال ہی میں آپکی پریکٹس بہت چمک گئی اور حکومت کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو ڈپٹی لیگل ریممبرنسر کے عہدے پر مقرر کر دیا گیا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے آپ شمالی کلکتہ کے چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ ہو گئے اور عرصہ تک اسی عہدہ پر رہے۔

۱۹۰۰ء میں آپ نے اپنے سرکاری عہدے سے دست بردار ہو کر پھر قانونی پریکٹس شروع کر دی اور اس عرصہ میں آپ نے قانون شرع کا گہرا مطالعہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی نے آپ کو اسلامی قانون کے مضمون میں ٹیگور لا لیکچرار مقرر کر دیا۔ آپ نے اس عہدے کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ اسی اثنا میں مدراس ہائیکورٹ میں ایک مسلم جج کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لئے آپ منتخب ہوئے۔ جج کی حیثیت سے بھی آپ بہت کامیاب ثابت ہوئے۔

۱۹۱۳ء میں آپ پبلک سروس کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے جس کے ممبروں میں مسٹر گوکھلے مرحوم اور مسٹر جسٹس ایبڈی بھی تھے۔ آپ اس کمیشن کی اکثریت کی رپورٹ سے متفق نہ ہوئے۔ اور اپنا معرکۃ الآرا اختلافی نوٹ شائع کیا جو سیاسی اعتبار سے ایک اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اس نوٹ میں سول سروس کے اوسط ملازموں کی محدود قابلیت اور تنگ نظری کا نہایت بے خوفی کے ساتھ ذکر کیا اور لکھا ہے کہ اس کے دل میں اپنی معاش پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان کی خدمت کا جذبہ ان خیال نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں ہندوستان میں انصافاً اس قسم کے انگریز افسروں کی ایک نہایت محدود تعداد کے لئے ہی گنجائش ہو سکتی ہے ... اس نوٹ میں آپ نے انگریز خود غرضیوں کا ذکر کیا اور کہا ایک آدمی کے کام کے لئے دو آدمی رکھے جاتے ہیں اور ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی ان کا بار ہندوستان کی گردن پر رہتا ہے۔

۱۹۱۴ء میں آپ پھر مدراس ہائی کورٹ میں جج کی جگہ پر واپس آ گئے اور ایک بار ۱۹۱۶ء میں اور دوسری بار ۱۹۱۹ء میں عارضی طور پر چیف جسٹس کے کام کیا۔ اسی سال یعنی ۱۹۱۹ء میں آپ کو سر کا خطاب ملا۔ اسی سال آپ گورنر بنگال کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بن گئے۔ اور آپ نے ریٹائر ہونے تک برابر اسی عہدہ پر فائز رہے۔

آپ صوبہ بنگال کی انتظامیہ کونسل کے نائب صدر کی حیثیت سے یہ حق رکھتے تھے کہ گورنر بنگال کے ریٹائر ہونے اور نئے گورنر کے آنے تک عارضی طور پر گورنری کے فرائض سرانجام دیں۔ لیکن آپ کے اس حق کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اسی کے تھوڑے عرصہ بعد آپ ریٹائر ہو گئے۔

جنوری ۱۹۲۷ء میں بنگال کونسل کی حالت نہایت سرنزل تھی۔ کوئی وزارت ایسی قائم نہ ہو سکی جو پائی ... فرقہ وارانہ قسم کا تھا۔ کوئی ہندو وزیر ایسا نہ ملتا تھا جس پر مسلمانوں کا اعتماد ہو اور کوئی مسلم وزیر ایسا نہ تھا جس پر ہندوؤں کا اعتماد ہو۔ چنانچہ سر عبدالرحیم کو بھی یہ موقعہ دیا گیا کہ آپ وزارت کا عہدہ قبول کریں بشرطیکہ کوئی ہندو وزیر بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہو لیکن کوئی شخص نہ ملا اور آپ عہدہ قبول نہ کر سکے۔

گذشتہ اسمبلی میں سر عبدالرحیم انڈی پینڈنٹ پارٹی کے لیڈر تھے۔ اگرچہ اس اسمبلی کی حالت ناگفتہ بہ تھی مگر سر عبدالرحیم کے کام اس میں بھی درخشاں نظر آتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ سر عبدالرحیم کی پارٹی نے ہر موقعہ پر ان کا ساتھ نہیں دیا مگر آپ ہر موقعہ و محل پر بے خوفی اور دلیری کے ساتھ ملکی مفاد کی حمایت کرتے رہے۔ آپ نے معاہدہ اوٹاوہ اور اس سے قبل آرڈیننس ایکٹوں کی زبردست مذمت کی۔ آپ نے وائٹ پیپر کی بھی شدید مخالفت کی اور ۱۹۱۹ء ... جائنٹ کمیٹی قائم کرنے کی تجویز کی حمایت کی۔ اور بالآخر حکومت نے اسے ترمیم شدہ شکل میں منظور کر لیا۔

۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کو آپ اسمبلی کے صدر چنے گئے۔ بہ حیثیت صدر اسمبلی بھی سر عبدالرحیم اپنے فرائض نہایت خوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے مشترکہ پارلیمنٹری رپورٹ کے متعلق جو ریزولیوشن پیش کیا اس کے ایک حصہ میں کمیونل ایوارڈ کو منظور اور دوسرے حصہ میں مشترکہ پارلیمنٹری رپورٹ کو نامنظور کیا گیا تھا۔ ایک ممبر نے سرچند نے زور لگایا کہ یہ ریزولیوشن یکجائی طور پر پیش ہو تاکہ کانگریس والے اس کی موافقت میں رائے نہ دے سکیں۔ لیکن سر عبدالرحیم نے حکومت کے خلاف رولنگ دیا۔ اور رپورٹ کی نامنظوری کا ریزولیوشن پاس ہو گیا۔

اس کے علاوہ اب تک آپ کے دو اور اہم رولنگ ہو چکے ہیں۔ سر محمد یعقوب نے جو گذشتہ اسمبلی میں ڈپٹی پریزیڈنٹ تھے۔ یہ اعتراض اٹھایا کہ مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق ریزولیوشن کی بحث اور رائے شماری پر اسمبلی کے صدر نے جو طریقہ اختیار کیا وہ غلط تھا۔ لہٰذا اس بنا پر تحریک التوائے اجلاس پر بحث کی جائے۔ سر عبدالرحیم نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس کے خلاف رولنگ دیا۔ آپ نے دارالعوام کا ضابطہ پیش کر کے سابق ڈپٹی پریزیڈنٹ کو یہ بتایا کہ صدر کے خلاف ملامت کا ووٹ تو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اس بنا پر تحریک التوائے اجلاس پیش نہیں کی جا سکتی۔

ایک اور رولنگ آپ نے مسٹر کے۔ ایل۔ گابا کی تحریک التوائے اجلاس کے خلاف دیا۔ مسٹر گابا نے یہ تحریک اس بنا پر پیش کرنی چاہی تھی کہ انڈو برٹش معاہدہ کی تنسیخ کے متعلق حکومت ہند نے اس ایوان کی رائے کا احترام نہیں کیا۔ سر عبدالرحیم نے اس کے خلاف رولنگ اس بنیاد پر دیا کہ اس مسئلہ پر ایوان میں بحث ہو چکی ہے۔ اور اگر حکومت کے رویہ کے خلاف اظہار مذمت کرنے کا سلسلہ التوائے اجلاس کی تحریکوں کی شکل میں جاری کیا گیا تو تسلسل لامحدود قائم ہو جائے گا۔

سر عبدالرحیم کی آزادی طبع اور خدمت ملک و ملت کا جذبہ ان کے کیریکٹر کے خاص جزو ہیں۔ سرکاری ملازمت میں ہوتے ہوئے جتنی دلیری اور بے خوفی کا اظہار وقتاً فوقتاً ان کے رویہ سے ہوا ہے اس کی مثالیں کم از کم ہندوستان میں بہت کم ملیں گی۔

## موجودہ اسمبلی کا صدر

(از قلم جناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

کیا کہنا ایسے صاحب بخت سعید کا
ہر عہدہ ہر مقام پہ جو کامراں رہا

انصاف اور عدل سے لیتا رہا جو کام
سمجھا مقدم اپنے فرائض جہاں رہا

غیروں کی محفلوں میں رہا مدتوں مگر
سینہ میں جذب الفت قومی نہاں رہا

حب وطن نہ الفت ملی سے کم ہوئی
اسلام دوست خادم ہندوستاں رہا

تکمیل فرض کا دیا قدرت نے یہ صلہ
وہ پیر ہو گیا ہے مگر دل جواں رہا

پچھلی اسمبلی میں تملق کا دور تھا
حق گوئی اس کا شیوہ مگر بیگماں رہا

ممتاز اس کا دور صدارت رہے گا امن
اب تک وہ جس زمیں پہ رہا آسماں رہا

# ہندوستان کا آئینہ

(از [illegible])

## ڈاکٹر ورونوف کا نظریہ

ہندوستان میں قومی قوت حیات میں ہم کس طرح اضافہ کر سکتے ہیں؟

ہونہار نوجوانوں کی ذہنی موت کو ہم کس طرح روک سکتے ہیں جو عموماً بیس سال کی عمر کے بعد ہی شروع ہو جاتی ہے؟

اس وقت ہندوستان میں اوسط عمر ۲۲ سال ہے۔ اس اندوہناک حالت کی کیونکر اصلاح ہو سکتی ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو عرصہ سے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر سرج ورونوف کے خیالات پیش کئے جائیں کیونکہ انہوں نے ۷۰ سالہ لوگوں میں بھی ذہنی سرگرمی از سرنو پیدا کی ہے اور اس لئے وہ طویل العمری اور سرگرمی عمل کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ورونوف حال ہی میں دو مرتبہ ہندوستان تشریف لائے ہیں یعنی ۱۹۲۹ء میں اور ۱۹۳۴ء میں ان دوروں کے سلسلہ میں انہیں تھوڑے بہت ہندوستانیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے اور اس ملک کے اکثر سائنسدانوں سے اس مسئلہ میں تبادلہ خیالات کا موقع ملا ہے۔

ہندوستان کے بیشتر لوگوں کی صحت جسمانی اچھی نہیں ہے اس لئے ان سے سوال کیا گیا کہ ایک کمزور قوم کی صحت کس طرح بنائی جا سکتی ہے؟

انہوں نے بلا تامل جواب دیا کہ یہ مقصد ساری قوم پر عمل تعلیم کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ اس چیز کو از سرنو پیدا نہیں کر سکتے جو درحقیقت موجود ہی نہ ہو یا نسلاً بعد نسلاً جس میں تنزل ہوتا رہا ہو۔ کسی قوم کی قوت حیات مختلف طریقوں سے کم ہو جاتی ہے۔ گرم ممالک میں وہاں کی آب و ہوا بھی لوگوں پر خراب اثر کرتی ہے۔ کیونکہ اکثر ان کے مزاج کے موافق نہیں پڑتی۔ ہندوستان کے اکثر حصوں میں یہ صورت ہوگی اس کے علاوہ آب و ہوا کا خراب اثر ان بیماریوں کو نشوونما دینے میں امداد کرتا ہے جو عموماً گرم ممالک میں ہوا کرتی ہیں۔

پھر لوگوں کی غذا کا مسئلہ بھی کافی اہم ہے۔ لیکن اس ملک میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہاں زیادہ تر بچے نوعمر والدین سے پیدا ہوتے ہیں یا ماں اور باپ میں کم از کم ایک ضرور کم عمر ہوتا ہے۔

بارہ چودہ برس کے بچے خواہ وہ یورپ کے ہوں یا ایشیا کے عموماً نابالغ ہوتے ہیں۔ یہ خیال بالکل [illegible] کے مقابلہ میں جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ ممکن ہے بظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہو لیکن حقیقتاً اگر انسانی نشوونما پر غور کیا جائے تو اس کی صاف تردید ہوتی ہے۔

حکومت ہند نے شادی کی قانونی عمر مقرر کر دی ہے۔ یہ گویا صحیح راستہ پر صحیح قدم ہے۔ ذاتی طور پر میں تو چند قدم اور آگے بڑھنا پسند کروں گا۔ اور چاہوں گا کہ شادی کی عمر کم سے کم سولہ برس مقرر کر دی جائے۔ سچ پوچھئے تو یہ بھی بہت قبل از وقت ہے کیونکہ ایک لڑکی ۲۰ سال سے پہلے اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ ماں بن سکے بعض لڑکیاں تو اور بھی دیر میں بالغ ہوتی ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ بچے اسی وقت پیدا ہوں جب لڑکی کی صحت کو کم سے کم نقصان پہنچنے کا امکان باقی رہے۔

اگر لوگ ۲۰ سال کی عمر کے بعد شادی کرنا شروع کر دیں تو نہ صرف مزید تنزل کا انسداد ہو جائے گا بلکہ قوم نئے سرے سے اپنی تعمیر کر سکے گی۔ بالغ اور صحت مند والدین اپنی قوت حیات بچوں میں منتقل کرتے ہیں اس طرح گویا ان کی زندگی کی ایک اچھی ابتدا ہوتی ہے۔

ڈاکٹر موصوف کو ہندوستان کے سماجی حالات اور شادی کے غیر معمولی پیچیدہ مسائل بتائے گئے لیکن پھر بھی انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ اگر آئندہ نسلوں کی اصلاح مقصود ہے تو کافی عمر میں شادی کرنا چاہئے۔ انہوں نے یہ خوشگوار توقع نہیں دلائی کہ دو ایک نسلوں کے بعد ہی دیر پیدا ہونے لگیں گے۔ البتہ یہ فرمایا کہ اگر کافی عمر میں شادی کی جائے اور ماؤں اور بچوں کی بہبودی کے لئے مسلسل کوشش کی جائیں اور مقامی بیماریوں کی روک تھام کی جائے تو ضرور ایسی نسلیں پیدا ہوں گی جن کی جسمانی صحت اچھی ہوگی۔ ذہنی قوتیں زیادہ زبردست ہوں گی اور جو زیادہ دنوں تک زندہ رہ سکیں گے۔

بہرحال محض آب و ہوا اور شادی ہندوستان کی داستان صحت کے دو جزو نہیں ہیں۔

غذا کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا میجر جنرل سر جان میگلنے ہندوستانی دیہاتوں کی صحت کے مسئلہ پر ایک پمفلٹ لکھا تھا۔ اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ہندوستان میں عمومی طور پر ۳۹ فی صدی شخصوں کو پوری خوراک ملتی ہے ۴۱ فی صدی کو بہت کم اور ۲۰ فی صدی کو تو بہت ہی بدتر خوراک ملتی ہے۔ اگرچہ کثیر تعداد میں یہ اطلاعات بھی ہیں کہ لوگوں کو کافی خوراک نہیں ملتی لیکن دراصل خوراک کی مقدار کے مقابلہ میں ناقص خوراک [illegible] جاتا ہے۔ اور دودھ اور ترکاریاں تو بعض گاؤں میں بالکل مفقود ہیں۔ ۹۰ فی صدی دیہاتوں میں تو قابل حصول خوراک کے مقابلہ میں آبادی بہت زیادہ ہے۔

### مویشیوں کی اہمیت

اگرچہ ساری کی ساری قوم پر عمل تعلیم نہیں کیا جا سکتا لیکن پھر بھی جانوروں کی حالت بہتر بنانے میں یہ بہت کامیاب ہوا ہے۔ خوراک کی کمی دو چیزوں پر منحصر ہے یعنی مویشی اور فصل۔ مویشیوں میں گائے بھینس، بھیڑ، بکری سب شامل ہیں۔ یہ چیز مسلمہ ہے کہ ہندوستان میں مویشیوں کی حالت بہت خراب ہے۔ عرصہ سے سرکاری ماہرین اس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے مویشی تیار کئے جائیں جن سے بہتر نتائج پیدا ہوں ساتھ ہی ان کی وہ مزاجی خصوصیات قائم رکھی جائیں جن سے وہ یہاں کی آب و ہوا برداشت کرتے ہیں اور یہاں کی بیماریوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

موجودہ طریقہ یعنی اچھے مویشیوں کا انتخاب بہت دیر طلب چیز ہے۔ کیونکہ اس سے تو ان کی نسل رفتہ رفتہ بہتر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس طرح اچھے مویشیوں کی قیمت بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر بھی ان اچھی نسل کے مویشیوں کی ملک کو ضرورت ہے جن سے اچھے قسم کی خوراک مل سکے۔

یہ حالات محض ہندوستان ہی میں نہیں ہیں دوسرے گرم ممالک خصوصاً فرانسیسی نوآبادیات کو بھی بہتر مویشی تیار کرنے میں سخت کوشش کرنا پڑی ہے۔

اس سلسلہ میں حکومت الجیریا کی امداد سے ڈاکٹر وروناف نے وہاں تجربتاً چند عمل کئے۔ ابتدا میں ان جانوروں پر عمل کیا گیا جو گرم آب و ہوا کی وجہ سے بہت جلد بیکار ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر ورناف کے عمل تعلیم نے ان میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ اس سلسلہ میں دوسرے تندرست جانوروں کے غدود کی قلمیں لگائی جاتی تھیں اسی دوران میں ڈاکٹر ورونوف کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب نئے غدود کی رطوبت سے بڈھے جانوروں کی حالت میں غیر معمولی تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے تو کیوں جانوروں کے بچوں پر یہی عمل کر کے شروع ہی سے ان کی حالت بہتر بنائی جائے جس طرح ہم پودوں کے جلد بڑھنے کی ترکیب کر سکتے ہیں کیا اسی طرح کمسن جانوروں کو جلد جوان ہونے اور قوی تر بننے کی ترکیب نہیں کی جا سکتی؟

انہوں نے تجربہ کیا کہ جن بھیڑوں پر دس مہینہ کی عمر میں عمل تعلیم کیا گیا جب وہ دو سال کی ہوئیں تو ان میں دوسرے بھیڑوں کے مقابلہ میں ۲۰ فی صدی زیادہ اون نکلا اور یہی نسل [illegible] نسل میں بھی منتقل ہوا یعنی ان کی اولاد میں دوسری بھیڑوں کے مقابلہ میں ۱/۲ حصہ زیادہ اون نکلا اور ان کا وزن بھی دوسروں سے ۱/۲ حصہ زیادہ رہا۔

آئندہ نسلیں پھر اپنی سابقہ خاندانی حالت پر آ جاتی ہیں۔ اگر ان پر دوبارہ عمل تعلیم نہ کیا جائے۔ لیکن چونکہ ایک تعلیم شدہ بھیڑ سے تین سال تک سالانہ ۵ بچے پیدا ہوتے ہیں اس لئے اگر صرف ۲۰ بھیڑوں پر عمل کر دیا جائے تو تین ہزار بہتر قسم کی بھیڑیں مل سکتی ہیں اور چونکہ ۲۰ بھیڑوں پر تین ڈاکٹر صرف دو دن میں عمل کر سکتے ہیں اس لئے یہ سوال زیادہ اہم نہیں ہے کہ اس کا اثر متعدد نسلوں تک باقی نہیں رہتا۔ یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ برطانیہ اور ارجنٹائن کے سرکاری ماہرین نے اس امر کی تصدیق کی ہے۔

ہندوستان کے لئے اس کا یہ مفہوم ہے کہ اعلیٰ نسلوں کے انتخابات

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

# ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت اور اسکے وجوہات

(نمبر ۳)

(از جناب خواجہ عبدالرحیم بی۔ اے دہرہ دون)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

جاتا ہے اور ان کو اس کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ ان کو بھی گیہوں کی بجائے گھاس کی کاشت کرنی پڑی۔ کیونکہ گیہوں میں وہ زیادہ فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

یہ بھی عیاں ہے کہ کسی جنس کی زیادتی (خاص طور پر زراعتی پیداوار) اس کی قیمت بہت کم کر دیتی ہے۔ حکومت نے ہندوستان میں بھی اس بات کو محسوس کیا ہے اور اب اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ جوٹ (JUTE) کو کم سے کم رقبہ میں اگایا جائے تاکہ اس کی قیمت میں کمی واقع نہ ہو۔ یہ بات ہمیشہ اور ہر جگہ صحیح ثابت ہوئی ہے۔ کہ جب کسی چیز کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس کی قیمت گر گئی اور منافع میں نمایاں کمی ہو گئی۔ ۱۹۳۲ء میں صوبہ متحدہ میں گنے کی زیادتی کی وجہ سے گڑ کی قیمت چار روپیہ من سے گر کر ایک روپیہ دس آنے من رہ گئی۔

یہ حالت نہ معلوم کتنی خراب اور تباہ کن ہو جاتی۔ اگر حکومت ان حالات کو روکنے کے لئے ذرائع استعمال نہ کرتی۔ اکثر اخباروں میں اس قسم کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں کہ فلاں ملک میں گیہوں کی فصل جلا دی گئی تاکہ اس کی زیادتی کی وجہ سے قیمت نہ گر جائے۔ بعض جگہ بعض جگہ بہت سی اشیاء اسی خیال سے سمندر میں غرق کر دی جاتی ہیں۔

کسانوں اور کاشتکاروں کے خیرخواہوں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ ان کو مشورہ دیں کہ وہ بلا سوچے سمجھے ہر چیز کے زیادہ اگانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ بلکہ وہ ان چیزوں کی صرف اتنی کاشت کریں جن کی اشد ضرورت ہو اور جن

... آبپاشی کا کام اتنا وسیع اور مشکل ہے اور اس کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے کہ نہ تو غریب کسان نہ گورنمنٹ ہی اس کو ہاتھ میں لے کر یکدم پایۂ تکمیل کو پہنچا سکتی ہے۔ گورنمنٹ کم نہروں کے ذریعہ آبپاشی کرنے کی تقریباً ... پانی ایکڑ ہے۔ اس حساب سے تمام ملک میں آبپاشی کے لئے اس قدر روپیہ درکار ہے کہ اس کا مہیا کرنا موجودہ حالات میں ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ ... نہروں میں پانی ... کی کمی کا سبب ... کہا جاتا ہے کہ موجودہ نہریں مستقل ... کی آبپاشی کے لئے بالکل ناکافی ہیں اور ... کو ضرورت پانی نہیں ملتا۔ بغیر پانی دئے ہوئے ... سے اچھی فصل حاصل نہیں کی جا سکتی علاوہ ... وجوہات کے اور بہت سی وجوہیں ہیں جو اچھی فصل حاصل کرنے میں سدِ راہ بنی ہوئی ہیں لیکن ان پر ... کرنا یا ان کے متعلق زیادہ بحث میں پڑنا مناسب ... ضروری نہیں معلوم ہوتا۔

مندرجہ بالا امور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فصل ... کمی ایسی وجوہات کی بنا پر ہے جو کسانوں کی طاقت ... و توفیق سے باہر ہیں۔

... ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ پیداوار کے بڑھ جانے سے کسانوں کی غربت خود بخود رفع ہو جائے گی لیکن یہ ... نقطۂ نگاہ غلط اور ناقابل تسلیم ہے۔ اوسط پیداوار کی زیادتی یا کمی کا براہ راست کسانوں پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ پیداوار کے بڑھ جانے سے ہر حالت میں کسان کے فائدہ میں اضافہ نہیں ہو جاتا۔ ممکن ہے کہ زیادہ فصل اگانے میں اخراجات اتنے بڑھ جائیں کہ نہ صرف زائد فصل کی قیمت ہی خرچ ہو جائے بلکہ اور خرچ بھی سر پر پڑ جائے۔ اس صورت میں کسان کے لئے کوئی فائدہ کی صورت نظر نہیں آ سکتی۔ اور اگر فائدہ ہو بھی جائے تو وہ اتنا کم ہوگا کہ نہ ہونے کے برابر ہی سمجھنا چاہئے۔

کسانوں کی خوشحالی کے لئے دراصل منافع میں اضافہ کی اشد ضرورت ہے۔ ایک کسان جو بہت روپیہ صرف کرنے کے بعد اچھی اور زیادہ فصل حاصل کرتا ہے ممکن ہے کہ انجام کار وہ نقصان میں رہے۔ فرض کر لیا کہ ایک کسان ۵۰ روپیہ صرف کر کے ایک ایکڑ زمین سے ۱۰ من گیہوں حاصل کرتا ہے اور اس کو ۳۰ روپیہ پر فروخت کرتا ہے اگر ۲۵ روپے خرچ کر کے اس کی بجائے ۶ من گیہوں حاصل کرتا ہے اور اس کو ۲۰ روپیہ پر فروخت کرتا ہے تو وہ فی ایکڑ ۵ روپیہ کے نقصان میں رہے گا۔ یہ بھی بہت ممکن ہے کہ پیداوار زیادہ ہونے کی وجہ سے بھی قیمت گر جائے۔

دراصل کسانوں کو بجائے یہ مشورہ دینے کے کہ وہ زیادہ سے زیادہ فصل اگائیں یہ کہنا چاہئے کہ وہ کم سے کم خرچ پر زیادہ سے زیادہ فصل حاصل کر کے زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ اصول نہ صرف ... ہی تک محدود نہیں بلکہ دوسرے ممالک کی فروخت سے زیادہ قیمت اور کافی منافع حاصل کیا جا سکے۔

قدیم آلات زراعت اور ان ذرائع کے متعلق جو ملک میں صدیوں سے رائج ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں اصلاح اور تبدیلی کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے ملک کے کاشتکاروں کی جو بھیانک اور بھدی تصویر کھینچ کر پیش کی جاتی ہے اس میں بہت زیادہ مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

ہندوستانی کاشتکار اگر دوسرے ممالک کے کاشتکاروں سے عقل و فہم، مستقل مزاجی اور مستعدی میں اگر زیادہ نہیں تو ان سے کسی صورت میں بھی کم نہیں۔ وہ اپنے کام سے خوب واقف اور اپنے معاملات کو سلجھانے میں خوب ماہر ہے۔ یہ صحیح ہے ہندوستانی کسانوں نے زراعت کے متعلق کوئی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ اور نہ اس کے متعلق کبھی ماہرین سے مشورہ لیا ہے۔ لیکن ان کا تجربہ اس قدر مددگار اور معاون ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام کے عملی پہلو سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔

# ڈاکٹر ورناف کا نظریہ

(صفحہ ۷ سے آگے)

کے موجودہ طریقے سے جو اصلاح ۸ برس میں ہو سکتی ہے۔ وہ ڈاکٹر ورناف کے طریقہ سے صرف ۲ سال میں ہو سکتی ہے یہ کوئی محض ایسی سائنٹفک تحقیقات نہیں ہے جس پر عمل نہ کیا گیا ہو۔ الجیریا میں باقاعدہ طور پر یہ طریقہ اختیار کیا گیا وہاں بھی ہندوستان سے حالات ملتے جلتے ہیں۔ لیکن قدامت پسندی کے باوجود وہاں کے مویشی پالنے والے اپنے جانوروں کو روز بروز بہتر بنا رہے ہیں۔ وہ ہر سال کچھ نوجوان بیل اور مینڈھے منتخب کر لیتے ہیں اور ان پر عمل تعلیم کرا لیتے ہیں۔

ڈاکٹر ورناف نے ۱۹۲۹ء میں مویشیوں کے ڈاکٹروں کو بمبئی میں اپنا عمل سمجھایا تھا۔ لیکن اس کے بعد پھر کچھ معلوم نہ ہوا کہ کیا صورت ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان میں الجیریا کے مقابلہ میں زیادہ قدامت پرستی ہے لیکن کوشش بہرحال کامیاب ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ ڈاکٹر ورناف اپنے تجربات کا مظاہرہ کرنے کے لئے یہاں زیادہ عرصہ تک نہ ٹھہر سکے لیکن فی الحال تو وہ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ کس طرح خود انسان کی حالت بہتر بنائی جائے۔ اور جانوروں کے سلسلہ میں ان کی تحقیقاتیں ان لوگوں کے لئے موجود ہیں۔ جو

## استارا

حکومت بنگال نے حکومت ہند کی پیروی کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں جو عارضی تخفیف باقی رہ گئی وہ بحال کر دی جائے اور اب ان کی جیبوں کا کوئی گوشہ خالی نہ رہے۔ کیا وقت آ گیا ہے کہ لوگوں کو نئے ٹیکس کے لئے تیار رہنا چاہیئے؟

---

سیکرٹری آف اسٹیٹ نے دارالعوام میں کہا ہے کہ انڈو برٹش تجارتی معاہدہ کو مسترد کرنے کی تجویز حکومت ہند منظور نہیں کرے گی۔

یہ تو ہمیں بہت پہلے سے معلوم تھا، لیکن ہندوستان کی رائے عامہ اسمبلی کے ذریعہ ظاہر ہو چکی ہے۔

---

اس سلسلہ میں سر پیرسی ہوڑ کے مندرجہ ذیل دو جملے قابل غور ہیں:۔

(۱) حکومت ہند انڈو برٹش تجارتی معاہدہ کے خلاف اسمبلی کے ریزولیوشن کو منظور نہیں کرے گی:

(۲) ہندوستان کے ساتھ برطانی تجارت کو تباہ کرنے کا بہترین ذریعہ تو یہی ہے کہ برطانیہ کی طرف سے ہندوستان پر فرد محصولات عائد کی جائیں:

کتنا خوبصورت اجتماع ضدین ہے؟

---

جنرل گورنگ کہتے ہیں کہ جرمنی کے لئے سب سے بڑا کام یہی ہے کہ وہ مسلح ہو جائے جس وقت تلوار کھینچی ہوگی امن ختم ہو جائے گا:

قیصر جرمنی بھی یہی کہا کرتے تھے۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ دنیا کا امن بھی کھو گیا۔ اور اس کا تخت و تاج بھی کھو گیا۔

---

حکومت کی ریٹرنچمنٹ کمیٹی نے یہ منظور کر لیا ہے کہ اصلاحات آفس مزید ایک سال تک قائم رکھنے کے لئے تین لاکھ نو ہزار روپیہ صرف کیا جائے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ وہ "اصلاحات" جنہیں ہندوستان کوڑیوں کے مول بھی خریدنا نہیں چاہتا۔ اتنی رقم ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

---

## آئینۂ خیال

(... سے)

### ہندوستان میں نظموں کی پیداوار

پرتاپ کا مجوزہ نیا ہفتہ وار نہ تو روزانہ تیج کے علاوہ صرف تیج دہلی کی ڈاک اتنی ہوتی ہے کہ اگر ہندوستان کے کم از کم دس بیس مشہور اخبار و رسائل کی ڈاک ترازو کے ایک پلے پر اور تیج دہلی کی ڈاک دوسرے پلے پر رکھی جائے تو موخرالذکر کا پلہ جھک جائے گا۔ اس ڈاک میں سینکڑوں چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا کوئی تعلق ادارہ سے نہیں بلکہ انتظامی شعبہ سے ہوتا ہے۔ اور سینکڑوں ایسی ہوتی ہیں جو خاص بنام ایڈیٹر اس کی مصروفیتوں اور بدنصیبیوں میں اضافہ کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اور بعض ارباب قلم کے جواہر پارے ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔

ایڈیٹر کی مذکورہ بالا ڈاک کھولنے کے بعد اس میں کیا کیا چیزیں برآمد ہوتی ہیں اگر آپ اس کا حساب پوچھنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل فہرست دیکھئے:۔

۱۔ شائع ہونے کے لائق اچھے افسانے

۲۔ کچھ دن تک مضامین کی ٹوکری کی زینت بننے کے بعد نہیں شائع ہونے والے افسانے

۳۔ فوراً ردی کی ٹوکری میں جانے والے افسانے۔

۴۔ دیگر مضامین جن کا پڑھنا دلچسپی کا باعث ہوتا ہے اور وہ شائع بھی ہوتے ہیں۔

۵۔ وہ مضامین جن کا پڑھنا غریب ایڈیٹر کی سخت ترین آزمائش ہے اور جن کے مطالعہ کے اختتام پر دماغ پراگندہ و پریشان ہو جاتا ہے تاکہ دوسرا کام اس سے نہ ہو سکے۔

۶۔ نظمیں جو صرف رسالہ کی نہیں بلکہ دنیائے شاعری کی زینت ہوتی ہیں۔

۷۔ وہ نظمیں جو ایڈیٹر کے لئے بعض متعدی امراض کے جراثیم لاتی ہیں۔

۸۔ وہ نظمیں جو تمام قیود شاعری سے بے نیاز ہوتی ہیں۔

۹۔ غزلیں بہت اچھی اور اچھی۔

۱۰۔ غزلیں جو صرف ڈاک کا وزن بڑھاتی ہیں! اور ہمارے لئے مصیبت کا باعث بنتی ہیں۔

۱۱۔ دریافت طلب خطوط کہ ہمارا مضمون کیوں نہیں شائع ہوا۔ اور کب شائع ہوگا

۱۲۔ بیوپار کے نئے رسالے اور کتابیں، معہ تاکید کہ اسی ہفتہ میں ریویو ضرور بالضرور شائع کر دیجئے۔

۱۳۔ وہ تصویریں جو تیج دہلی کی زینت بننے کے لئے آتی ہیں۔

۱۵۔ وہ تصویریں جو کوئی صاحب تیج دہلی کی تعریف کرتے ہوئے خود اپنے ذوق پروپیگنڈا کے ماتحت ارسال فرماتے ہیں۔

اس طویل فہرست میں اگر مختلف چیزوں کا فیصدی اوسط پوچھا جائے تو جواب دینا ذرا مشکل ہوگا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ روزانہ ادارہ کی ڈاک میں اگر نثر کے مضامین پچیس فیصدی ہوتے ہیں تو نظمیں اور غزلیں کم از کم پچاس فیصدی۔ اس سے ہم یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ ہندوستان کی ۳۵ کروڑ آبادی میں شاعروں کی تعداد کتنی ہوگی۔ اور سوچتے ہیں کہ جس ملک میں اس قدر افلاس چھایا ہے، اناج کی پیداوار قحط باراں سے ختم ہو جاتی ہے اور صنعت حرفت کی پیداوار دوسرے ممالک کے مقابلہ سے تباہ و برباد ہے۔ وہاں شعر کی پیداوار کس حد تک بڑھ گئی ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ اچھی نظمیں اور اشعار نصف ہر پرچے رسالہ کی روح رواں ہیں اور ان کی زینت و دلچسپی میں اضافہ کرتی ہیں، بلکہ ہر قوم اور ہر سوسائٹی کی دماغی اور ذہنی نشوونما کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن معلوم ہے کہ اگر غذا بھی حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو مہلک زہر بن جاتی ہے۔ تو کیا یہ ہندوستان کے افلاس اور افسوسناک بیکاری کی دلیل نہیں ہے؟ کہ اس ملک میں ذریعہ معاش تنگ ہوتا جاتا ہے اور شاعری کی پیداوار حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ ہم ارباب ذوق کو تہ دل سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ بلند پایہ نظمیں اور دلچسپ و مفید مضامین ارسال فرما کر تیج دہلی کی زینت بڑھایا کریں۔ لیکن ہم ان نومشق نوجوانوں کو جو گل و بلبل کے افسانوں اور عارض و گیسو کی الجھنوں میں پڑ کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اور ملک کی بیکاری میں اضافہ کر رہے ہیں، متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز تلاش معاش اور بہبودی ملک ہے۔ اس لئے وہ غزل گوئی کے لذت کو حد اعتدال سے آگے نہ بڑھنے دیں۔

---

## چٹکیاں

راجہ آف چیٹی ناڈ نے جو ترمیمی ہندوستانیوں کے تحفظات کا مطالبہ کرنے انگلستان جا رہے ہیں کہا ہے کہ ان کو برطانی لوگوں کی معقولیت پر اعتماد ہے۔

لیکن برطانی مالداروں کو تو صرف اس اکثریت پر اعتماد ہے جو انہیں پارلیمنٹ میں انکو حاصل ہے۔

---

بہر حال راجہ صاحب کے مشن کے ساتھ لارڈ ولنگڈن اور لارڈ ارون کو پوری ہمدردی ہے۔ اور وہ ان دونوں کی نیک خواہشات کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔

غالباً یہی ہمدردی اور نیک خواہشات حصول مقصد کا بدل بن جائیں گی جیسا کہ ہوتا آیا ہے۔

---

برطانیہ سے بی۔ بی۔ سی اسکیم کی تائید میں بہت سی تقریریں براڈکاسٹ کی گئیں۔ لیکن جب مسٹر ریتھ بون نے پارلیمنٹ میں یہ تجویز کی کہ ہندوستانیوں کا نقطۂ نگاہ بھی براڈکاسٹ کیا جائے تو سر سیمویل ہور نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔

غرض یہ کہ ان کی باتیں تو ہم سب کچھ سن لیں اور یہ میری کچھ نہ سنیں۔ یہ ایک عجیب طرفہ کہانی ہے!

---

کلکتہ کے روٹری کلب میں ایک تقریر ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ برطانوی ایمپائر کا دوسرا شہر فقیروں اور بھکاریوں سے بھرا ہوا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ تیسرا شہر کون ہے۔ مگر دہلی میں بھی پرماتما کی عنایت سے فقیروں کی تعداد کم نہیں جس جگہ دیکھئے بھکاری مرد، عورتیں اور لڑکے لوگوں کا دامن پکڑنے کو دوڑتے ہیں۔

مگر یہ تو صرف چند شہروں کا حال ہے۔ کیا سارا ہندوستان غربت و افلاس کی طرف تیزی سے نہیں جا رہا ہے؟

---

سی۔ پی کونسل کی منتخب کمیٹی نے غور و خوض کے بعد یہ معلوم کر لیا ہے کہ بڑا شکار اور چھوٹا شکار کسکو کہتے ہیں اب بھی ناچیز رائے مخفی ہے۔

جب شکاری برگ سونس میں اپنا عمل شروع کریں تو انگریز کمیشنر ولیم ... کا بندہ حاصل کرنا بڑا شکار ہے اور بورڈ اور میونسپلٹی میں نامزد ہونا چھوٹا شکار ہے

---

ڈاکٹر ٹیگور نے بنارس میں کہا کہ تعلیم کا مقصد ... کی غلامی ...

(البقیہ چٹکیاں)

یہ نظریہ صحیح ہے کہ موجودہ تعلیم نوجوانوں کو بیکاری کی دنیا ...

برطانیہ کی نیشنل گورنمنٹ کی کشتی بھنور میں
Lansbury
Lloyd
MAC.
BALDWIN
NATIONAL GOVT.
UNEMPLOY-
-MENT ROCK
VERMA
غیر ملکی سیاسیات کا آئینہ
NAVAL CONFERENCE 1937

# جذباتِ روشن

(از لالہ شگن چند صاحب روشن بی اے ایل ایل بی وکیل پانی پت)

خاص تیج دہلی کے لئے

عبث آلودۂ خوابِ فنا دنیا پہ مائل ہے
اَرے او سونے والے اٹھ! ابھی تو دور منزل ہے

کسے دونوں میں دوں نذرِ نگاہِ ناز مشکل ہے
شکستہ جام ہو لب پہ، پہلو میں مرے ٹوٹا ہوا دل ہے

ہے لبریزِ مسرت دل تو دنیا عیش منزل ہے
کہیں ہیں قہقہے گل کے کہیں شورِ عنادل ہے

ہیں وہ مایوسِ کنجِ عافیت ہو بحرِ ہستی میں
مجھے تو حلقۂ گرداب بھی امانِ ساحل ہے

تو کر آسان مشکل آ کے بیمارِ محبت کی
ترا آنا نہیں آساں تو پھر جینا بھی مشکل ہے

نگاہِ ناز ہو چینِ جبیں ہو چینِ ابرو ہو
جو دل میں صاف اتر آئے وہی شمشیرِ قاتل ہے

مرے خوابوں کی رنگینی ترے جلووں کی آرائش
ابھی دونوں کے دم سے بزمِ ہستی با محفل ہے

نظر آئے نہ جلوہ کس لئے ہم کو دو عالم کا
ضیائے حسن کا مرکز ہماری آنکھ کا تِل ہے

جہانِ آب و گل بھی پیکرِ احساس ہے شاید
کہ ہر ذرہ بجائے خود یہاں سرتا بپا دل ہے

میں ہوں نا آشنائے سازِ عشرت باغِ عالم میں
چٹک غنچے کی آوازِ شکستِ شیشۂ دل ہے

شبِ فرقت میں بیکر کیا کروں روشن ستاروں کو
منور جس سے ہوں آنکھیں وہی اک ماہِ کامل ہے

## پچھلے صفحہ سے

شاعر کے تخیل سے بھی زیادہ حسین ... ... ...
فردوس کا ایک حسین خواب، وہ صرف حسین تھی بلکہ کچھ ایسی چیز تھی کہ میں اُسے بیان نہیں کر سکتا ... ...
میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔
"یہ تمہاری بھابی ہیں سریندر!" مہیش نے کہا۔
میں کھڑا ہو گیا۔ اور ادب سے جھک کر اُس کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔ اگرچہ وہ مجھ سے کئی سال چھوٹی تھی۔
"دیور سے پردہ مناسب نہیں بھابی جی ... ..."
اس کے چہرے پر ایک لطیف مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔
"رجنی! کھانا تیار ہے؟"
"تقریباً تیار ہی ہے۔ جب تک یہ نہا لیں گے میں پھر اس وقت لوٹ گی" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اس آواز میں محبت تھی ... ... مادرانہ محبت
میں نے کپڑے تبدیل کئے۔ تولیہ لیا۔ صابن کی ٹکیہ نکالی اور صحن ہی میں نہانا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہاں کوئی غسل خانہ نہ تھا۔
باورچی خانہ میں جا کر میں نے کھانا کھایا۔ جو کہ اگرچہ بہت سادہ تھا۔ مگر اتنا لذیذ ... ... شاید میں نے زندگی میں اتنا لذیذ کھانا نہ کھایا ہو۔ رجنی پریم سے کھانا کھلا رہی تھی۔ جیسے ایک مہربان ماں اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو کھلاتی ہے ... ... میں کھانا کھا رہا تھا مگر میری آنکھیں بھابی رجنی کے چہرے پر جمی تھیں ... اس کے حسین اور دلفریب چہرے میں مجھے سیتا ساوتری اور دمینتی کا عکس نظر آ رہا تھا۔ اس کی نشست گاہ چال ڈھال انداز معاشرت میں پرانے ویدک زمانے کی جھلک تھی۔ وہ دورِ جدید کی عورت نہ تھی وہ کچھ ایسی ہستی تھی کہ ہر ایک آدمی اس کی پرستش کر سکتا تھا۔ مگر ... مگر محبت نہیں وہ ایک دیوی تھی ...
میں متعجب تھا کہ مہیش بھائی اس کو اپنی بیوی کیسے کہہ سکتے ہیں۔
کھانا کھانے کے بعد میں رمیش کی چارپائی کے پاس ہی چٹائی بچھا کر سو رہا۔ شام کو اُٹھا۔ سیر کے لئے باہر چلا گیا ٹھنڈی ہوا اور غروبِ آفتاب کے دلفریب منظر نے مجھ پر ایک کیفیت طاری کر دی۔ اگلے ہی دن میں نے کام شروع کر دیا۔ وہ مکان جس میں رمیش پہلے رہا کرتے تھے ابھی تک خوش قسمتی سے خالی تھا۔ میں نے اُسے کرایہ پر لے لیا۔ بوڑھ وغیرہ آویزاں کئے۔ اپنے دفتر کے کمرے کو اچھی طرح سجایا رمیش بابو کے پاس وکالت کی بے شمار کتابیں تھیں میں نے اُن کو صاف کر کے الماریوں میں رکھ دیا۔ ایک نوکر بھی رکھ لیا۔ رمیش نے مجھے کئی اشخاص کے نام تعارفی خطوط بھی لکھ دئے
قسمت میرے حال پر مسکرائی اور میرے پاس جلد ہی مقدمات آنے شروع ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں میرے پاس کافی روپیہ ہو گیا۔ اب میں اپنا گذارہ اچھی طرح کر سکتا تھا۔ اور ساتھ ہی رمیش بابو کی مدد بھی میں نے [illegible] میں خود

اُن کو روزانہ دیکھنے جایا کرتا تھا۔ اور اپنے ساتھ مختلف اقسام کے پھل پھول اور سبزیاں بھی لے جاتا۔ رمیش نے مجھے کبھی منع نہ کیا تھا۔ اُنھوں نے مجھے روپیہ کمانے کے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ اور میں اُن کی خدمت کرنا اُن کے نزدیک [illegible] اور جب اور دوست تھا۔ علاوہ ازیں کہ وہ اس قدر بیمار تھے کہ ان فضول باتوں کا خیال بھی کبھی اُن کے دل میں نہ آ سکتا تھا۔ لیکن بھابی میری اس طرح چیزیں لانا پسند نہ کرتی تھیں۔ چہرہ جذبات کا آئینہ کہلاتا ہے۔ اُس کے چہرے پر حقارت مترشح ہوتی تھی۔ وہ اسے ایک خیرات سمجھتی تھی جو اُس کے نزدیک ایک گناہ تھی۔
"آپ بال بچوں کو کب لائیں گے" بھابی نے ایک دن باتوں ہی باتوں میں کہا۔
"ابھی اتنی جلدی ہی کیا ہے بھابی! جب تک میرے پاس کچھ جمع نہ ہو جائے۔ میں انہیں یہاں لانا پسند نہیں کرتا"
"پھر آپ نے اتنا بڑا مکان کرایہ پر کس لئے رکھا ہے۔ آپ اس میں سے چند کمرے ہمیں کرایہ پر دیدیں ... یہاں ابھی تو ہمیں کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہو اس کے علاوہ وہاں رہنے سے آپ کو باورچی وغیرہ کی بھی ضرورت نہ پڑے گی ... ..."
بھابی مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ تم مجھے اس قدر گرا ہوا سمجھو گی ... بھائی سے کرایہ لینا دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ میں خود ہی کہنا چاہتا تھا مگر آپ سے ڈرتا تھا۔ وہ گھر ایک سنسان جنگل کی طرح ہے۔ آپ کی مہربانی سے اگر گلشن بن جائے تو کیا حرج ہے ... ... بھابی سچ جانو ... تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھا کر مجھے اپنی مرحوم والدہ یاد آ جاتی ہے جو کہ اس طرح پریم بھرا کھانا بنایا کرتی تھی۔
بھابی کی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں میں اس کے بلند تخیلات کا عکس نظر آ رہا تھا۔
دُوسرے دن کے اندر میرے گھر کی کایا پلٹ گئی ... ہر ایک چیز باقاعدہ قرینہ سے لگی ہوئی اور زمین صفائی میں آئینہ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ رمیش سارا دن درد سے کراہتے رہتے۔ اور بھابی لونڈی کی طرح ان کی خدمت میں کمربستہ نظر آتی۔ لیکن یہاں وہ پہلے سے زیادہ غمگین رہتی تھی کہ ان کی مسکراہٹ بھی کافور ہو گئی۔ میں اس کی وجہ نہ جانتا تھا۔ شاید بھائی کی بیماری ... نہیں نہیں۔ وہ پہلے بھی تو بیمار تھے۔
اس کی وجہ ایک دن اچانک معلوم ہو گئی۔ میرے مکان کے متصل گھر میں ایک نوجوان منصور رہا کرتا تھا۔ وہ خوش شکل تھا اور اُس کی چال میں ایک دلفریب انداز۔ وہ نہایت ہی کم گو آدمی تھا۔ اور اگرچہ اُسے ہزار روپے مہینہ کی آمدنی تھی پھر بھی اُس کی کوئی سوسائٹی نہ تھی شاید وہ کسی کو اپنی دوستی کے قابل ہی نہ سمجھتا تھا۔ رمیش بابو کے سونے والے کمرے کی ایک کھڑکی سے ہم اس کے نگار خانے کی بیشتر تصاویر دیکھ سکتے تھے پہلے عموماً یہ کھڑکی بند ہوتی تھی مگر اب جب بھی میں ان کی تیمار داری کے لئے جاتا۔ کھڑکی کھلی نظر آتی۔ رجنی اتنی حسین تھی کہ کسی شخص

کو اس کے پاس سے بغیر اسے دیکھے گذرنا محال تھا خاص کر ایک مصور یا شاعر کے لئے ... ... لیکن رجنی کی نسبت شک کرنا بھی ایک گناہ تھا ... وہ ستی [illegible]

ایک دن میں دفتر سے معمول سے پہلے ہی لوٹ [illegible] رمیش کو دیکھنے چلا گیا۔ وہ اس وقت سو رہے تھے مگر رجنی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ ادھر منصور بھی اپنی کھڑکی میں کھڑا تھا۔ میں ان کی گفتگو نہ سن سکا بلکہ شیشے کی چھت ہی نہ دیکھتا تھا۔ منصور نے مجھے دیکھا اور پلٹ گیا۔ رجنی بھی کھڑکی سے واپس آ گئی ... ... ...
اس کی [illegible] آنکھیں ... تیز تیز سانس ... اور آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ ... وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئی۔ میرے دل میں شک نے جڑ پکڑ لی ... ... وہ دونوں کھڑے کیا کر رہے تھے۔ رجنی کا چہرہ ... مجھے دیکھ کر دونوں کا اس طرح چلے جانا ... ان کے اس طرح جانے نے میرے شک کو اور بھی تقویت دی۔
اس واقعہ کے بعد رجنی نے مجھ سے بول چال بند کر دی میرا شک دم بدم مضبوط ہو رہا تھا۔ میں منصور کو کچھ الزام نہ دے سکتا تھا۔ رجنی کو کچھ کہنا انسانیت اور تہذیب کے خلاف تھا۔ اور رمیش سے اس کا ذکر کرنا گویا اسے قتل کرنا ... میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی
رمیش کے قرضخواہوں نے اپنے روپے کا تقاضہ کرنا شروع کر دیا۔ روزانہ خط آتے ... پھر قرضخواہ خود بھی آنے شروع ہو گئے۔ مگر میرے گھر میں انہیں بھائی سے بدسلوکی کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ مگر پھر بھی ان کی گفتگو میں غصہ، تیزی اور جھنجھلاہٹ جھلکتا تھا۔ تنگ آ کر انھوں نے وکیلوں کی معرفت نوٹس دینے شروع کر دئے۔ مگر رجنی یہ تمام خطوط رمیش کو دکھانے سے پہلے ہی کھول لیتی۔ اور حتی الوسع اُن کو نہ بتاتی۔ بھابی رجنی میرے لئے ایک معمہ ثابت ہوئی آنکھ دیکھے واقعہ کو غلط کہنا بھی مشکل ہے۔ اور ادھر جب اس کو رمیش کی خدمت میں اس طرح رات دن مشغول دیکھتا تو اسے بے وفا خیال کرتے ایک دُکھ محسوس ہوتا۔ ممکن ہے وہ بالکل معصوم ہو مگر اُس دن کا واقعہ دل میں ایک ہلچل مچا دیتا۔
چند دن اسی طرح گذر گئے۔ میرا ملازم شنکر روزانہ شام کو میرے کمرے میں لیمپ جلانے اور بستر بچھانے آیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں آ کھڑا ہوا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے شنکر؟"
شنکر نے کانپتے ہوئے کہا: "میں آپ کو والد کی جگہ سمجھتا ہوں اور آپ کی عزت پر داغ لگتے نہیں دیکھ سکتا"
"تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے۔ ان پہیلیوں سے کیا مطلب؟"
"حضور جب آپ دفتر چلے جاتے ہیں اور رمیش بابو سو جاتے ہیں تو رجنی دیوی ساتھ والے گھر چلی جاتی ہیں۔ اور گھنٹہ بھر وہاں ٹھہر کر واپس لوٹ آتی ہیں"
مجھے آگ لگ گئی۔ میں چاہتا تھا کہ شنکر کا سر

پھوڑ دوں۔ گویا اس کا کیا قصور ... اس کا تو فرض تھا جو کچھ دیکھتا مجھ کو اطلاع دے دیتا ... کیا رجنی جو کہ ستیا کی طرح ستی معلوم ہوتی تھی اس قدر بے وفا ہو سکتی ہے؟
"شنکر تم کیسے جانتے ہو؟"
"حضور ہر روز دوپہر کو بی بی جی ایک گھنٹہ کے لئے باہر جایا کرتی تھیں پرسوں میرے سر میں درد تھا اور مجھے باہر جانا پسند نہ تھا۔ میں آپ کے کمرے میں سو رہا۔ رجنی دیوی کو اس کا بالکل پتہ نہ تھا کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد جب میں کسی کام کے لئے باہر گیا تو پچھلے دروازے کو کھلا پایا۔ میں حیران کھڑا ہوا اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ میں نے بی بی جی کو واپس اندر آتے دیکھا۔ اسی طرح میں نے کل اور پرسوں بھی انہیں جاتے دیکھا۔"
میں نے شنکر کو باہر بھیج دیا اور خود معاملہ کی تحقیقات کی ٹھان لی۔ میں خود رجنی کو اس کے مکان پر جاتے دیکھنا چاہتا تھا۔
اگلے دن میں دفتر نہ گیا۔ لیکن رجنی پر ظاہر کرنے کے لئے میں دس بجے باہر چلا گیا۔ کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب میں واپس آیا تو مجھے رگھو نے اطلاع دی کہ رجنی منصور کے مکان پر گئی ہوئی ہیں۔ اور وہ واپس آنے ہی والی ہیں۔ میں ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں پر کہ رجنی مجھے نہ دیکھ سکتی تھی گو میں اُسے دیکھ سکتا تھا۔ دس پندرہ منٹ بھی نہ گذرے ہوں گے کہ منصور کے گھر کا پچھلا دروازہ کھلا اور رجنی تیزی سے باہر نکلی۔ اور تیزی سے گھر واپس آ گئی۔ میں بھی اُس کے سامنے جا کر اپنا غصہ نکالنا چاہتا تھا مگر اُس کے چہرے پر کچھ اس طرح وحشت اور پریشانی چھائی ہوئی تھی جو کہ میں نے پہلے کبھی کسی انسان کے چہرے پر نہ دیکھی تھی ... ... اس کا چہرہ نہایت وحشت خیز ... اُس کی آنکھیں پھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔
میں خود پریشان ہو گیا۔ اور اس کے اندر چلے جانے کے بعد اپنے دفتر واپس لوٹ آیا۔ دیر تک اس تمام واقعہ پر غور و خوض کرتا رہا۔ آخر میں نے منصور سے ملنے کا ارادہ کیا میں نے اگلے دن رجنی کے پیچھے پیچھے منصور کے ہاں جانے کی سوچی۔
اگلے دن کوئی ڈیڑھ بجے جب میں گھر میں داخل ہوا تو مجھے رمیش کے کمرے سے چیخ و پکار کی آواز سنائی دی۔ میں بھاگتا ہوا وہاں گیا، دیکھا کہ رمیش بابو نے رجنی کا ہاتھ خوب مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ اور ایک دیوانے کی طرح اُس کو گالیاں دے رہے ہیں ... ان کی آواز میں درد تھا۔ کیا کر رہے ہو بھیا! ... تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ ... ... ...
"بھائی" انھوں نے روتے ہوئے کہا "مجھے مر جانے دو ... میرے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہیں تم جانتے ہو میری باوفا بیوی "شریمتی رجنی دیوی" جی مجھ کو تڑپتے چھوڑ کر کہاں جاتی ہیں ... اس گھر میں اپنے عاشق سے ملنے ... اسے لے جاؤ سریندر!

(باقی مضمون صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیے)

بعض ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ ایک شاعر "عشقِ خیالی" (ROMONTICLOVE) کا پرستار ہوتا ہے اور اس کی تمام تر شاعری دہر پرستی اور خیال پرستی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ لیکن ایسی صورت میں جب تخیل کمزور ہو جاتا ہے تو عشق بھی ختم ہونے لگتا ہے۔ اس لئے عالمِ پیری میں انسان کے جسمانی قویٰ میں کمزوری پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے قوائے لطیف بھی کمزور ہونے لگتے ہیں۔ جس سے اس کے خیالات پژمردہ ہو جاتے ہیں اور پھر اس کی شاعری میں وہ رعنائیاں نہیں رہ سکتیں جو عالمِ شباب میں اس کے دماغ سے ظاہر ہوتی ہیں۔

ایک دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ ہماری شاعری میں "قوتِ مصورہ" بھی مد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ ہمارے تصورات جس قدر قوی اور لطیف ہوں گے اتنا ہی ہماری شاعری بہتر ہوگی۔ لیکن یہ قوتِ مصورہ بھی "عشقِ خیالی" کی ایک شاخ ہے جو ہماری جسمانی اور دماغی کمزوری کے ساتھ زوال پذیر ہوتی رہتی ہے۔

اکثر ماہرین کا خیال ہے کہ ہماری شاعری اس شعورِ جنسی کا نتیجہ ہے جو فطرت کی طرف سے ہماری سرشت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اگر ایک شاعر اس محبتِ جنسی سے محروم کر دیا جائے تو اس کی تمام شاعری اور اس کے تمام لطیف جذبات اور تصورات بھی فنا ہو جاتے ہیں جیسا کہ غالب نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائیِ خیال کہاں

میں اس موضوع پر تفصیلی روشنی کسی آئندہ اشاعت میں ڈالوں گا۔ سر دست ذیل کا مضمون "شاعر کا خواب" پیش کرتا ہوں۔ جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں شاعر کا "نفسِ شعوری" (CONSCIOUS SELF) لطیف جذبات اور تصورات کا حامل ہو سکتا ہے وہاں اس کے "نفسِ غیر شعوری" (UNCONSCIOUS SELF) کو بھی ان ہی احساسات کا ترجمان ہونا چاہیئے۔

## شاعر کا خواب

پی کہاں! پی کہاں!! پی کہاں!!! کی تڑپا دینے والی پے در پے عشق نواز صداؤں نے مجھے بے چین کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میرے جذباتِ خوابیدہ میں ایک جنون انگیز تحریک پیدا ہونے لگی۔ پپیہے کی "پی کہاں" میں اضطراب بڑھتا گیا۔ جس سے میری رگ رگ میں محبت کا ہیجان اور تلاطم بھر کے رہ گئے ... ان کی فرقت اور پپیہے کی "پی کہاں" میرے دل پر میری محبوبہ کی تصویر کے نقوش جلد جلد ابھر آئے ...

وہ جمال و رعنائی کا ایک مجسمہ ہے۔ اور کس قدر شیریں ادا، ناز و انداز میں سحر اور جادو کا ہے۔ آواز میں نہایاں کی گہرائی ... وہ حسن اور محبت کی پتلی ... اس کی بھری رسیلی اور مخمور آنکھیں، اس کے نرم و شاداب یاسمن کی سفید کلیوں سے زیادہ نازک اور مخملیں رخسارے، شفق جیسے سرخ سرخ لبوں کے اندر دانتوں کی برق ساماں قطاریں، شبِ فردوس کی معطر راتوں کو مات کرنے والے اس کے سیاہ اور چمکدار گیسو ... یہ تھا اس کے جانفزا تصورات کا سلسلہ جو میری آنکھوں کے تحیر انداز پردوں میں لؤ بن بن کر چھن رہا تھا۔ اس وقت اگر میرے لئے موجودات میں کوئی چیز تھی تو صرف اپنی حسین محبوبہ کا تصور، جو میرے دل کی ساری کائنات پر مسلط تھا ...

میں کچھ دیر کمرے میں بیتابی کے ساتھ جلد جلد ٹہلتا رہا۔ اور بعدہٗ ان حالات کو ذیل کے مفہوم کی نظم میں قلمبند کرنے لگا۔

"اے پپیہے تو نے 'پی کہاں' کی رٹ لگا رکھی ہے جس سے میری روح پریشان کن نغموں کا بازیچہ بنی ہوئی ہے!

مجھے خوف پیدا ہو رہا ہے کہ تیرا شور اور میرا جنون دل کہیں میری محبوبہ کی آرام میں مخل نہ ہو لہٰذا خاموش ہو جا اے پپیہے!"

لیکن اے پپیہے تیری آوازیں شیریں نوائی کا اعجاز بڑھ رہا ہے۔ اور جس کے ساتھ ساتھ میرے جذبات میں مقناطیسی کشش بھی بڑھ رہی ہے!

"وہ دیکھ میری دور بیں نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ میری محبوبہ اپنی خوابگاہ میں بیدار ہو چکی ہے۔ اور سراسیمگی کے عالم میں میری فرقت کا غم کر رہی ہے!"

"وہ اپنی دلنواز فطرت کے فیاضانہ جذبات کی متابعت کر رہی ہے۔

وہ میری خوابگاہ کی طرف جلد جلد چلی آ رہی ہے۔ اے پپیہے تو بھی دیکھ رہا ہے!"

"وہ میری خوابگاہ کا دروازہ کھلا اور وہ پیکرِ جمال و رعنائی میرے سامنے کھڑی ہے!"

"اور میرے دونوں بیتاب ہاتھ اس کے مشکیں گیسوؤں کی طرف بڑھ رہے ہیں!"

میں اپنی نظم یہیں تک مرتب کرنے پایا تھا کہ پپیہے نے زور زور سے چلّانا شروع کیا۔

پی کہاں! پی کہاں!! پی کہاں!!!

جس کے سبب میری آنکھ کھل گئی ...

اب صبح کا وقت تھا۔

اور میں اسی خواب کو نظم میں ترتیب دینے کی تیاری کر رہا تھا:

---

## شاعرِ کا خواب

(از جناب گردش نکیم پوری)
(خاص تجلی کے لئے)

پیدا ہونے لگا میرے دل میں عشق کے شرارے
صبر و سکون پر بجلیاں گرا رہے تھے

## شاعر

(از جناب پرکاش چندر جین مونس سیوہاردی)

ذرہ ذرہ کائناتِ دہر کا خاموش ہے
ساری دنیا نیند کی دیوی سے ہم آغوش ہے

بادۂ غفلت سے جسکو دیکھئے مدہوش ہے
غیب کی آواز پر شاعر سراپا گوش ہے

فکرِ مضموں میں ہے سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوا
شعر اور رومان کی دنیا میں ہے کھویا ہوا

چھیڑتا ہے بیخودی میں شاعری کے ساز کو
اور کر لیتا ہے یکجا اس کی ہر آواز کو

تیز کرتا ہے فضائے شعر میں پرواز کو
بھول جاتا ہے وہ پھر انجام اور آغاز کو

اسکی آسانی کے ساماں غیب سے ہوتے ہیں پھر
ہاتھ باندھے سامنے مضموں کھڑے ہوتے ہیں پھر

نوکِ خامہ سے نکلنے لگتے ہیں اشعارِ تر
یوں بکھر جاتے ہیں پھر وہ صفحۂ قرطاس پر

زیرِ سطحِ آب ہوں جس طرح دنیا میں گہر
یا فلک پر ہوں درخشاں جابجا شمس و قمر

دل کی گہرائی سے پھر لاتا ہے موتی رول کر
اور اک اک لفظ کو رکھتا ہے مونس تول کر

مزاحیہ

(سوہمش قلم جناب ظرافت رقم صاحب فلک پوری)

کوبڑ کے متعلق جہاں تک تحقیق کیا گیا لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف رائے ہے۔ ایک فریق کا تو خیال ہے کہ کوبڑ حسن ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ کوبڑ قبیح ہے۔

اول الذکر حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حسن نمایاں ہوتا ہے اور کوبڑ بھی نمایاں ہے۔ اس لئے کوبڑ حسن ہے۔ یہی لوگ اپنے دعوے کے ثبوت میں اس بڑھیا کی مثال پیش کرتے ہیں جس نے لندن کی نمائش کے لئے یہ کہا تھا کہ میرا کوبڑ ٹھیک نہ کیا جائے ملکہ ساری دنیا کے کوبڑ پیدا ہو جائے۔

آخر الذکر حضرات کوبڑ کو نہایت غیر متوازن اور غیر مناسب چیز متصور کرتے ہیں اور اسے بھدا اور بے ڈول بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بظاہر کوبڑ کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ یہ قدرت کا ایک غیر ضروری اضافہ اور انسان و حیوان کے ساتھ ایک دلچسپ مذاق ہے۔ اس لئے جس قدر جلد اس سے چھٹکارا ممکن ہو حاصل کرنا چاہیئے۔

ذاتی طور پر ہم اس معاملہ میں قریب قریب غیر جانبدار ہیں یعنی اگرچہ اسے حسن نہیں سمجھتے لیکن غیر ضروری بھی نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک یہ تناسب اعضا کا رد عمل ہے اور کم از کم نمائش حسن کے لئے اسی قدر ضروری ہے۔ جیسے دن کے لئے رات آنکھوں کے لئے اندھاپن۔ بھوکے کے لئے روٹی۔ تندرست کے لئے بیماری۔ عاشق کے لئے موت۔

بہر حال کاملین طب و جراحت کوبڑ کا بہت طویل اور تشریحی تجربہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ ایک مرض ہے مستقل اور متعدی۔ اس کے جراثیم شروع شروع میں اگرچہ اونٹ میں پیدا ہوئے تھے لیکن بعد میں رفتہ رفتہ ہر ملک اور ہر قوم میں وبائی صورت میں پھیل گئے۔ جانوروں سے مسلسل اختلاط کی وجہ سے انسانوں میں نفوذ کر گئے اور آج ۵۰ فیصدی انسان ایسے موجود ہوں گے جو کسی نہ کسی قسم کے کوبڑ میں مبتلا ہیں۔

اطبا کا خیال ہے کہ بعض لوگوں کے پیدائشی کوبڑ ہوتا ہے۔ اور بعض کے دوسروں کے دیکھا دیکھی یا خود بخود بعد میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لطف یہ کہ صاحب کوبڑ کو نہ تو بہت دماغی تشویش کا پتہ چلتا ہے اور نہ انتہائی عروج پر کوئی گرانی محسوس ہوتی ہے بلکہ الٹا اپنے کوبڑ کی زعفران زار رنگینیوں میں بخیال خویش مگن رہتا ہے۔

ماہرین کوبڑیات نے اس مرض کی متعدد قسمیں کی ہیں۔ مثلاً جسمانی کوبڑ۔ روحانی کوبڑ۔ دماغی کوبڑ۔ مذہبی کوبڑ۔ اخلاقی کوبڑ۔ تمدنی و معاشرتی کوبڑ۔ تاریخی کوبڑ۔ علمی کوبڑ۔ فلمی کوبڑ۔ ادبی کوبڑ۔ طبی کوبڑ۔ صنعتی و حرفتی کوبڑ۔ اداراتی یا شاعرانہ کوبڑ۔ حاکمانہ کوبڑ۔ عاشقانہ کوبڑ وغیرہ وغیرہ۔

اگر ان تمام اقسام کی ہم تفصیل کریں اور تشریح کے ساتھ انہیں بیان کریں تو یقین کیجئے کہ ہمارے اس مضمون کے بھی کوبڑ نکل آئے گا۔ اس لئے ہم عقلمنداں را اشارہ کافیست پر عمل کریں گے۔ اور ہر قسم کے کوبڑ کے متعلق صرف چند الفاظ کہنے پر اکتفا کریں گے۔

**جسمانی کوبڑ:۔** یہ کوبڑ بہت نمایاں اور بغیر کسی قسم کی عینک دور بین۔ خوردبین وغیرہ کی امداد کے نظر آتا ہے اور مریض کو محسوس بھی ہوتا ہے۔ اس کی زندہ جاوید مثال اونٹ ہے۔ اور انسانوں میں بھی کبھی کبھی پایا جاتا ہے۔

**روحانی کوبڑ:** یہ کوبڑ اور اس کے بعد جتنے کوبڑ بھی ہم بیان کریں گے، وہ سب مردم چشم سے دکھائی نہیں دیتے بلکہ ان کے لئے "نظر بین" کی ضرورت ہوتی ہے۔ روحانی کوبڑ عموماً مریدان بے پیر اور پیرانِ بے مرید والے حضرات پیدا کیا کرتے ہیں۔ اس کوبڑ میں انسان طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی سب کے سامنے اکل و شرب ترک کر دیتا ہے۔ کبھی آنکھ کھولتا ہے نہ دنیا دیکھتا ہے کبھی گنڈے تعویذ اور جھاڑ پھونک کرتا ہے۔ کبھی اپنی قسمت کا حال معلوم نہ ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی قسمت کا حال بتاتا ہے۔ کبھی لوٹ لوٹ کرتا ہے اور کیمیا کے نسخے بناتا ہے۔ لیکن خود ہمیشہ بھیک مانگتا ہے۔ بالآخر کسی مریدنی یا چیلی کو لے کر فرار ہو جاتا ہے۔

**دماغی کوبڑ:۔** اس کوبڑ میں انسان یا تو ڈارون کی طرح اپنے آپ کو بندر کی اولاد کہنے لگتا ہے یا پھر شیخ چلی کی طرح عالم خیال میں ہوائی قصر بناتا ہے اور لات کھا کر ڈھیر ہو جاتا ہے یعنی انڈے سے مرغی۔ مرغی سے بکری۔ بکری سے گائے۔ گائے سے بھینس بھینس سے گھوڑا۔ گھوڑے سے ہاتھی کرتے کرتے شہزادی کے ساتھ شادی کرتا ہے۔ بچے پیسہ مانگتے ہیں۔ یہ سر ہلا کر اوں ہوں ہوں کہتا ہے۔ ٹوکری گرجاتی ہے اور بنا بنایا گھر بگڑ جاتا ہے۔

**اخلاقی کوبڑ:۔** اس کوبڑ کی دو قسمیں ہیں نیک اخلاقی کوبڑ۔ اور بداخلاقی کوبڑ۔ بداخلاقی کوبڑ میں تو انسان کو شراب سے انتہائی شغف ہوتا ہے حتی کہ ساری جائداد کوڑی کوڑی اور پیسے اور صحت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھ جاتا ہے یا پھر جھوٹ کی پوٹ اور ریاکاری کا مجسمہ بن جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نیک اخلاقی کوبڑ وہ ہے کہ انسان نے اپنی جوانی میں چاہے کتنے ہی گل کھلائے ہوں لیکن اس کوبڑ کے پیدا ہوتے ہی وہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا بس خطبہ پڑھا کرے۔ اور ہم سب بیٹھے رہیں۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نہ آنے پائے۔ غرضیکہ ماں کے پیٹ سے جو بچے پیدا ہوں وہ وظیفہ پڑھتے ہوئے اور جپ جی کرتے ہوئے۔

**مذہبی کوبڑ:۔** اس کوبڑ میں انسان کے احساسات بہت تیز ہو جاتے ہیں۔ کسی نے ٹخنے سے نیچا پاجامہ پہنا بس کافر۔ کوئی ہریجن کنوئیں کے پاس سے نکل گیا بس دھرم بھرشٹ۔ اس کے علاوہ اسے ہر ہر قدم پر خطرات محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اسمبلی کا الیکشن ہے تو دھرم خطرے میں۔ ہندو پرسنل لا یا چھوت ادھار بل ہے تو دھرم خطرے میں کسی سرکاری محکمہ میں اس کے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کا چپراسی ملازم رکھ لیا گیا یا اس کے مذہب کا چپراسی برخاست کر دیا گیا تو مذہب خطرے میں۔ میونسپلٹی نے کہیں کوئی لالٹین لگا دی یا سنڈاس بنوا دیا تو مذہب خطرے میں۔ غرضیکہ مذہب اس کا کھلونا اور وہ مذہب کا کھلونا ہوتا ہے اور ہر صورت میں ذاتی منفعت کو پیش نظر رکھتا ہے۔

**شاعرانہ کوبڑ:۔** اس کے ابتدائی آثار خود فراموشی اور لاابالی ہیں جب کہ حلیہ اور چہرے سے آپ زیادہ بدحواسی اور وحشت برستے دیکھیں بس سمجھ لیجئے کہ اس شخص کے شاعرانہ کوبڑ ہے۔ پھر یقین کیجئے وہ راستہ چلتے گنگناتا جائے گا۔ ہر کس و ناکس سمجھدار اور ناسمجھ کو پکڑ کر شعر سنائیگا۔ اور سنانے جائیگا خود بیداد کرے گا اور داد کا طالب ہوگا مشاعرے میں جب جائے گا تو باوجودیکہ جیب میں غزلوں کا پلندہ موجود ہوگا۔ لیکن برابر انکار کئے جائے گا۔ "بخدا فکر کرنے کا کچھ موقع ہی نہ ملا۔ خیر آپ کا اصرار ہے تو ابھی راستہ میں دو تین شعر موزوں ہوئے ہیں وہ عرض کئے دیتا ہوں" اور جب پڑھنے بیٹھتا ہے تو معہ مبالغہ دو تین سو شعر سے کم نہیں پڑھتا۔ اور اس پر غضب یہ کہ حضرت کی آواز چاہے رشک صد حمار ہو سب کن پڑھیں گے ترنم ہی سے۔

**اداراتی کوبڑ:۔** یہ کوبڑ عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان بالکل بیکار اور دنیا کے تمام دوسرے کاموں کے لئے نااہل ہو ملازمت اسے ملتی نہ ہو۔ تجارت کے لئے سرمایہ نہ ہو۔ صنعت و حرفت آتی نہ ہو۔ مزدوری کر سکتا نہ ہو۔ اور بھیک مانگنے میں شرم آتی ہو۔ بس سمجھ لیجئے کہ عنقریب اس کے اداراتی کوبڑ نکلنے والا ہے۔

**تمدنی و معاشرتی کوبڑ:۔** یہ کوبڑ سب سے زیادہ مغربی قوموں کے ہوتا ہے۔ جنہوں نے آداب معاشرت میں اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، چلنا پھرنا، بولنا چالنا تک۔ دو بھر ہو گیا ہے۔ اور اس کوبڑ کی بدولت انسان اچھی خاصی مشین بن گیا ہے۔ اس کے علاوہ بلا وجہ اخراجات میں جو اضافہ ہو گیا ہے وہ مستزاد۔ یورپ والے تو خیر امیر ہیں۔ وہ یہ چونچلے کریں تو بہ سکتے ہیں۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ہندوستان جیسے مفلس ملک کے لوگ بھی یہ کوبڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر ناز کرتے ہیں۔

یہ کوبڑ عورتوں میں بھی بڑی سرعت سے سرایت کرتا ہے۔ پہلے ان کا کرتہ قمیص کی شکل اختیار کرتا ہے پھر قمیص فراک بن جاتی ہے۔ فراک سکڑ کر حضور سے پنڈلیوں تک۔ پنڈلیوں سے گھٹنوں تک۔ گھٹنوں سے رانوں تک آ جاتا ہے۔ حتی کہ آخر ہو کر رہ جاتا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

# بکٹیریا

## ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن نمبر (۳)

## ٹیکہ کی ضرورت اور اہمیت

(از مسٹر جی۔ ڈی۔ تگی ایم۔ ایس۔ سی)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

بکٹیریا نے اگر اپنے لئے ایک نام پیدا کیا ہے تو ان خوبیوں کے سبب نہیں جن کو کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے بلکہ "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" کے مصداق ان خوبیوں کی وجہ سے جو کہ بلا کی صورت میں ہم پر نازل ہوتی ہیں۔ ہیضہ اور پلیگ۔ تپ دق اور ٹائیفائڈ، چیچک اور ڈفتھیریا۔ زکام۔ نزلہ اور انفلوئنزا۔ ملیریا اور نمونیا ان چند ایک بیماریوں میں سے ہیں جو کہ صدیوں سے مضرت انسان کی پریشانی کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ ان چند ایک میں بکٹیریا بعض دفعہ تو استاد رنگ دکھلاتے ہیں کہ دنوں میں کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں مٹی کے ذروں پر چپٹ کر یہ ظالم کیڑے ہوا کے نازک تھپیڑوں سے ایک تڑپتے ہوئے انسان کے سانس سے ایک تندرست انسان کے سانس میں اس کو تڑپانے کے لئے داخل ہوتے ہیں۔ اگر اشیائے خوردنی تک ایک کی ٹانگ پہنچ جائے تو چیونٹی اور کوڑوں کو مات کراتی تعداد میں جمع ہونے بڑھنے اور پھلنے میں کوشش کرتے ہیں کہ بیچاری چیز کا گھنٹوں میں ستیاناس کر دیتے ہیں اور اگر خدانخواستہ ان کی خوراک کا ایک ذرہ کسی جیتے جاگتے انسان کے منہ کے ذریعہ اس کے معدہ میں داخل ہو جائے تو بس سمجھو کہ بیچارے کی شامت آئی کیونکہ یہ جناب تو اپنی پہلی خوراک کو چھوڑ نئی چیزوں پر اپنا ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیتے ہیں چھوت کی بیماریوں کے یہ اچھوت اگرچہ ہر جگہ ہیں مگر ہیں زبردست اور اتفاق اور حوصلہ اتنا ہے کہ ہماری کوتاہ اندیشی کا فائدہ اٹھا کر ہم کو اتنی زبردست شکست دیتے ہیں کہ کئی سال بعد تک پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے افسران اور دیگر ڈاکٹر صاحبان کانفرنسیں کر کر کے اور تدابیر سوچ سوچ کر کمیٹیوں کے ذریعہ ان کے آئندہ حملہ سے بچاؤ کا مصالحہ تیار کرتے رہتے ہیں۔ بکٹیریا سے پیدا شدہ خطرناک نتائج کا تدارک اگر آج بیسویں صدی میں بذات خود ایک سائنس ہے تو صرف بکٹیریا ہی کی "مہربانی" ہے۔ جس نے بڑے بڑے دانشمند والے [illegible] کے ساتھ [illegible]

جانفشانی سے ان کی زندگی پر غور کرنے کو مجبور کیا۔

مدت کی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ہر ایک چھوت کی بیماری کا جرم اپنی ایک خاص شخصیت رکھتا ہے یہ ایک جرم کسی دوسری بیماری کے جرم سے بالکل مختلف ہے بیمار کے جسم پر جب یہ جراثیم اپنا قابو پا لیتے ہیں تو اس کے تھوک وغیرہ میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں جہاں سے یہ مٹی کے ذرات پر بیٹھ کر ہوا کے ذریعہ کسی تندرست انسان کے سانس کے ذریعہ اس کے جسم میں داخل ہو کر وہاں بھی بعینہٖ اسی قسم کی بیماری پیدا کر دیتے ہیں نیز اگر ایک قسم کے چند جراثیم کو لے کر ایک ٹیسٹ ٹیوب میں خوراک اور حرارت کی موافق حالت میں تھوڑی دیر کے لئے رکھا جاوے تو یہ وہاں بھی خوب بڑھتے ہیں یعنی ان کو بڑھاؤ کے لئے انسانی یا حیوانی جسم کی ہی نہیں بلکہ صرف خوراک اور نمی کی ضرورت ہے چند دن کے بعد اس ٹیوب میں ایک زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ خوراک کے تری والے حصہ میں حل ہو سکتا ہے خوب۔ [illegible] کے چھاننے کے بعد جراثیم اس تری والے حصہ سے علیحدہ کئے جا سکتے ہیں اور وہ تمام حل شدہ زہر اس تری میں آ جاتی ہے۔

خوردبین کی مدد سے اگر دیکھا جائے تو اس تری میں ایک بھی جرم کا نشان نہیں پایا جاتا۔ مگر اس تری کے چند قطرے اگر کسی تندرست حیوان یا انسان کے جسم میں داخل کئے جائیں تو چند دن بعد اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور وہ بھی بعینہٖ انہی حالات میں جیسے اس کو قدرتی طور پر اس بیماری کا حملہ ہوا ہو جس بیماری کے جراثیم سے یہ تری تیار کی گئی تھی۔ مگر اس کے جسم میں پھر یہ جراثیم اپنی کثرت پیدا کر لیتے ہیں۔

اس تری کو بہت کمزور کر کے اس سے اگر ایک ایسے بچے کے بازو وغیرہ پر ٹیکہ لگایا جاوے جس کو پہلے اس بیماری کا حملہ ہو چکا ہو اور وہ بچ گیا ہو تو اس کے بازو پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مگر اگر اسی تری کو اسی مقدار میں [illegible]

(زمین کے وہ بکٹیریا جو ہوا سے نائٹروجن لے کر زمین میں ملا دیتے ہیں اصل سے کئی ہزار گنا بڑے دکھلائے گئے ہیں)

عمر ایک دوسرے بچے کے اندر داخل کیا جائے جس کو اس بیماری کا حملہ ہونے والا ہو تو اس کے ٹیکہ لگانے والی جگہ سوج جاتی ہے۔ اور اگرچہ ایک دو دن تھوڑی بہت تکلیف ہوتی ہے مگر بعد میں اس پر پھر بیماری کا حملہ نہیں ہوتا تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ انسان جو ایک چھوت کی بیماری کے حملہ کو سہار چکے ہوں وہ بعد میں پھر اس بیماری سے بچے رہتے ہیں بشرطیکہ دیگر قوانین صحت کا خیال رکھیں چند جانوروں پر تجربہ کر کے یہ ثابت کیا گیا کہ جب ٹیکہ کی تکلیف دور ہو جائے تو ان میں سخت سے سخت تری کا ٹیکہ بھی ان کے جسم میں بیماری کے اثرات پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے اجسام میں اور خاص کر ان کے خون میں اب ایک ایسی شے موجود پائی گئی جو کہ اس زہر کے اثر کو اس طرح مٹا دیتی تھی جس طرح ایک تیزاب ایک الکلی کے اثر کو۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جب جسم پر ایک چھوت کی بیماری کا اثر ہوتا ہے تو مہربان قدرت ان مہلک جراثیم کے اثر کو زائل کرنے کے لئے جسم میں ایک ایسی شے پیدا کرنی شروع کر دیتی ہے جو کہ اس زہر کے لئے تریاق ہے اگر یہ شے کافی مقدار میں ہو تو باہر والی زہر ضائع ہو جاتی ہے اور مریض بچ جاتا ہے اور چونکہ یہ تریاق پھر جسم میں ہی رہتا ہے اس لئے بعد میں پھر اس بیماری کا حملہ ہو نہیں سکتا کمزور تری کو جسم میں داخل کرنا جسم میں تریاق پیدا کر دیتا ہے جس سے حیوان بعد میں بالکل محفوظ رہتا ہے اس لئے اگر کسی طرح یہ تریاق زندہ حالت میں تیار ہو سکے اور اس کو بڑی صفائی کے ساتھ ایک بیمار کے جسم میں داخل کیا جاوے تو لازم ہے کہ وہ مریض اس چھوت کی بیماری سے نجات حاصل کر سکے گا کیونکہ اس کے جسم میں پیدا شدہ زہر اس تریاق کے اثر سے بالکل ضائع ہو جاوے گی۔

یہ تریاق کیا ہے کس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ وغیرہ [illegible] اور ایسی ہی چیزوں کے نہایت ابتدائی تجربات کا لطف اٹھانے کے لئے ناظرین اگلے پرچہ کا انتظار کریں۔

# سائنٹفک نوٹ

پچھلے چند دنوں کی سردی سے ہی [illegible] ہندوستان بھر کی اخباروں نے اتنا شور مچایا کہ [illegible] اب تو ادا مانیں [illegible] کی ہمت اور حوصلہ بھی [illegible] کے لئے اور چند نظریات کو ثابت کر [illegible] ٹمپریچر نکال ڈالا ہے کہ بیچارے چھوٹے موٹے آدمی کی تو عقل بھی گم ہو جاوے! چنانچہ کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر پیٹر کپیٹزا (PETER KAPITZA) نے ہیلیم گیس کو تر کرنے کے لئے ایک مشین تیار کی ہے جس سے ہوا کا ٹمپریچر صفر ڈگری سنٹی گریڈ سے 273 ڈگری کم ہو سکتا ہے۔

* * * * * * * *

جرمنی کے چند کیمسٹوں نے پانی کو صاف کرنے کے نئے ایک نیا طریقہ اختراع کیا ہے جس میں کاربن ڈائی آکسائڈ اور لوہے سے مدد لی جاتی ہے۔ لوہے کی موجودگی میں خراب پانی میں سے کاربن ڈائی آکسائڈ گیس گذاری جاتی ہے۔ جس سے لوہے کا بائی کاربونیٹ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائڈ نکالنے پر مواد کے ساتھ ہی کاربونیٹ تہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔

* * * * * * * *

سر سی۔ وی۔ رامن کا رامن اثر (RAMON EFFECT) بیسویں صدی کی ایک بہترین معلومات ہے۔

ویلنیور تقریب کے موقعہ پر ہریجن بالکا ورزش کے کھیل کر رہے ہیں۔ سیٹھ جمنا لال بجاج نے اِس موقعہ پر صدارت فرمائی

سنسکرت کی مشہور شاعرہ مس کملا راؤ

بویریا میں کسان عورتیں جوتیاں بنا رہی ہیں۔ اُسی حالت میں اُنکا فوٹو گروپ لیا گیا ہے

معاہدہ روم پر سنیور مسولینی دستخط کر رہے ہیں

ہوائی جہاز کے مسافروں کے لئے اب ٹاکی فلم بھی بنائی گئی ہے جو پہلی مرتبہ لنڈن میں دکھائی گئی۔ اِس ہوائی جہاز میں سات آدمیوں نے سفر کیا

فرانس کے وزیر خارجیہ مسٹر لاوائی معاہدہ روم پر دستخط کر رہے ہیں

## براڈکاسٹنگ

جرمنی براڈکاسٹنگ سٹیشن کی نو تعمیر بلڈنگ میں براڈکاسٹنگ کی یہ عظیم الشان مشین لگائی گئی ہے

## دنیا کا بہت بڑا ہوائی جہاز

اس میں مسافروں کے بیٹھنے کے لئے آرام دہ کرسیاں اور سونے کے کمرے وغیرہ بنائے گئے ہیں۔

## جنگ کے قیدی

ابن سعود اور امام یمن کے درمیان صلح ہو جانے پر یمن کے یہ قیدی رہا کئے جا رہے ہیں

جالندھر میں ریاست کپورتھلہ کے کسانوں کی عظیم الشان کانفرنس جس میں پچھلی نصف مالیانہ کم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے

ہوائی جہاز میں چھاپہ خانہ بھی بنایا گیا ہے جس میں ہر چھ گھنٹے کے بعد مسافروں کی اطلاع کے لئے اخبار شائع کیا جاتا ہے

## مس امیلیا ایرہارٹ

پہلی ہوا باز خاتون جسنے براعظم امریکہ اور بحر اوقیانوس کا پہلی مرتبہ ہوائی سفر کیا

## شاہ عراق

[illegible] نے کرکوک میں آئل پائپ لائن کا افتتاح کیا

## کشتی کا مقابلہ

پنجاب کے جسمانی کرتبوں کے ٹورنامنٹ میں کالج کے دو طلبا کشتی لڑ رہے ہیں

مسز سروجنی نائیڈو پرنسپل طبیہ کالج کے دورہ تشریف لا رہی ہیں

دو طالبعلم مسیح الملک کی شان میں فاتحہ پڑھ رہے ہیں

## جرمنی کے فوجی کرتب

حملہ آور دشمنوں کو دھوکہ دینے کے لئے دفتیوں کے یہ مجسمے بنائے گئے ہیں

یہ دیکھ کر کہ تیل نلوں کے ذریعہ آسانی سے نہیں گذرتا مسٹر جیمز پیٹن نے یہ آلہ ایجاد کیا ہے جس سے تیل پانی کی طرح نلوں سے گذر جاتا ہے

## علیگڈھ کی نمائش

رات کے وقت علیگڈھ کی نمائش کا صدر دروازہ بجلی کی روشنی سے جگمگا رہا ہے

# روزی کمانے کے آسان وسائل

## کم سرمایہ لگانے والوں کے لئے

## پھلوں کے رَس اور شربت

پھلوں کے رَس جو بغیر گاڑھا کئے مارکیٹ میں بکتے ہیں۔ اُن پر پہلے خاص عمل کئے جاتے ہیں جس سے وہ دیر تک خراب نہیں ہوتے۔ اس قسم کے رَسوں کے تیار کرنے کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

پھلوں کو پہلے پتھروں کے رولروں سے کچل لیا جاتا ہے اور پھر مشین کے ذریعہ اس قدر دبایا جاتا ہے کہ رس گودے سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ بعض پھلوں کے ذائقے میں ایک خاص نفاست اور مزا محسوس ہوتا ہے جو کہ تازہ بنائے گئے رس میں نہیں ہوتا۔ اُن کو ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا ہے۔ یعنی پھل مثلاً۔

بلیک کرانٹ (Black Curant) (ایک قسم کا پھل ہے جو بنگال میں سردیوں میں ہوتا ہے)
گوز بیری Goose Berry
بلیک بیری Black Berry

ناشپاتی، امرود، سیب، آڑو، جامن، اور خوبانی وغیرہ کا رس نکالنے سے پہلے خمیر اٹھایا جاتا ہے۔ یعنی پھلوں کو کچل کر اُن میں تین فیصدی کھانڈ ملائی جاتی ہے اور تمام کو ۸۰ فارن ہیٹ کی حرارت میں ایک ہفتہ پڑا رہنے دیا جاتا ہے۔ چونکہ خمیر کے ذریعہ الکوحل سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے رس رس کو میلا اور غیر صاف بنانے والی حل شدہ اشیاء ٹھوس شکل میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس طرح کیا ہوا رس زیادہ صاف ہوتا ہے۔ دبانے کے بعد بقایا گودے کو تھوڑے سے پانی سے دھلوایا جاتا ہے تاکہ ارد گرد لگا ہوا رس حاصل ہو سکے۔

پھر رس کو (۱۸۰) فارن ہیٹ کو حرارت پہنچا کر شدہ اور بے ضرر بنا دیا جاتا ہے۔ اور پھر ایسی بوتلوں میں بند کیا جاتا ہے جن کو سخت حرارت پہنچا کر بند کیا جاتا ہے۔

ان پھلوں کے علاوہ دوسرے پھل مثلاً سٹرابیری (Straw Berry) اور اناناس یعنی پائن ایپل (Pine Apple) وغیرہ کا خمیر نہیں اٹھانا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے اُن کا رس بدمزہ ہو جاتا ہے

## رسوں سے شربت تیار کرنا

۱۲ حصے کھانڈ اور سات حصے پھلوں کا رس ملا کر (۱۸۰) فارن ہیٹ کی حرارت پہنچائیں۔ جب البیومن کے ذرات نظر آنے لگیں تو شربت کو سرد کر کے نہایت باریک اور صاف کپڑے سے چھان لیں

اگر بجائے کھلے برتنوں میں گرم کرنے کے ریٹارٹ استعمال کئے جائیں تو بخارات جو کہ اُڑتے ہیں اُن کو سیال بنایا جا سکتا ہے۔ اس سیال میں پھلوں کے خوشبودار جزو شامل ہوتے ہیں۔ اگر اس سیال کو شربت میں ملا دیا جائے تو ذائقہ دگنا ہو جاتا ہے۔

## گاڑھا کیا ہوا پھلوں کا رس

پھلوں کا ست یا کانکریٹ (Concrete) تیار کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ کئی طریقے ایسے ہیں جن میں رس کی سطح پر دباؤ بہت ہی کم کر دیا جاتا ہے اور اس طرح جس قدر کم ہو سکے حرارت پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن عام طریقہ یہ ہے کہ ایک ہوا سے خالی ریٹارٹ میں رس کو کشید کیا جاتا ہے جب حسب منشا گاڑھا پن پیدا ہو جائے تو حرارت ہٹا لی جاتی ہے۔ دوسری طرف کشید شدہ بخارات کو بھی سیال بنا لیا جاتا ہے اور اس سیال کا پہلا حصہ لے لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسمیں رس کے خوشبودار اجزا ہوتے ہیں۔ اسکو گاڑھے رس میں ملا دیا جاتا ہے۔

## کھانڈ والی گولیاں

آج کل ان گولیوں کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے اور لوگ کثرت سے تیار کر کے ہر ایک مارکیٹ میں فروخت کر رہے ہیں آپ بھی بنائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

یہ گولیاں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو ادویات کی مختلف قسم کی گولیاں۔ دوسری معمولی کھانے کی۔ بچوں کے واسطے بطور مٹھائی گولیاں تیار کی جاتی ہیں جو مقبول عام ہیں۔

### ترکیب

گولیوں کو پہلے خوب اچھی طرح خشک کر لینا چاہئے۔ اور پھر ان کو ایک تانبے کی گول پیندے والی کڑاہی میں ڈال دینا چاہئے۔ اور اسمیں کھانڈ اور شاہ بچ کا شیرہ بنا کر ڈالنا چاہئے۔ اور کڑاہی کو دونوں کنڈوں سے پکڑ کر آمنے سامنے ہلاتے رہنا چاہئے کہ یکساں ہلتی رہے جب بخارات اوپر کو اٹھتے ہیں۔ کڑاہی میں آہستہ آہستہ کھانڈ اور شاہ بچ کا شیرہ جو بنا کر رکھا ہوا ہے ڈالتے جانا چاہئے کہ ہر ایک گولی کی سطح پر یکساں کوٹ ہوتا جاوے اور کڑاہی کا گرم رکھنا اور ہلانا بذریعہ سٹیم ہونا چاہئے۔ بعد ازاں گولیوں کو پالش کرنے کے واسطے ایک بوری میں ڈال کر جس میں کہ پہلے سے موم یا پیرافین لگا رکھا ہو۔ اُسے ہلانا چاہئے بس تیار ہیں۔

## ضرورت ضرورت ضرورت

ہر شہر و ضلع میں شکتی انشورنس کمپنی لمیٹڈ انبالہ کے لئے ایجنٹوں۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں و آرگنائزروں کی ضرورت ہے جو کمپنی ہذا کی خصوصیات بیمہ زندگی کی سکیموں کو عام لوگوں میں مقبول کرا سکیں تنخواہ و کمیشن حسب لیاقت دی جاوے گی۔ تجربہ کار آدمیوں کو ترجیح فوراً بنام ہیڈ آفس یا درخواستیں لالہ گنگا رام جنرل مینیجنگ ڈائریکٹر

## آنکھ کی تکلیف

[illegible]

# خوبصورت جلد بڑی پیاری اور دلفریب ہوتی ہے

اگر آپکو اس امر کا احساس ہو جائے کہ بے حسنگی کا راز جلد کی سطح کو صاف رکھنے میں نہیں بلکہ مسامات کو صاف رکھنے میں ہے تو آپکی جلد بڑی آسانی سے تر و تازہ اور خوبصورت رہ سکتی ہے سول خوشبودار ٹائلٹ سوپ آپکی جلد کی صفائی کیلئے بہترین چیز ہے خالص اور قدرتی تیلوں سے تیار کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی سخت مادہ شامل نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ قیمت کم ہے جلد کو اس کے استعمال سے اصلی رنگت دیکر جلد کو نیا اور چمکیلا بنا دیتا ہے۔

ٹوکو سیلز ڈیپارٹمنٹ پوسٹ بکس نمبر ۵۲۰ بمبئی
ٹاٹا آئل ملز کمپنی لمیٹڈ ٹاٹا پورم

دہلی ایجنٹس:- انڈین ایجنسیز کشمیری گیٹ دہلی

# سانس لینے کا صحیح طریقہ

(از قلم جناب حکیم احمد لال جی کھتری - مرادآباد)

اس کشمکش کے زمانہ میں جو مرد و زن اتنی تندرستی کا خیال نہیں کرتے وہ نادان ہیں۔ کیونکہ دنیا مضبوط اشخاص کے لئے ہے نہ کہ کمزوروں کے لئے۔ تاہم لاکھوں اشخاص جسمانی صحت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور خصوصاً پھیپھڑوں کی احتیاط تو بالکل ہی ندارد ہے۔

اس غفلت کا نتیجہ موجودہ دنیا کا سب سے ہولناک مرض تپ دق ہے۔ اگر ٹھیک طور پر سانس لیں تو ہمارے پھیپھڑے مضبوط ہو سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ لاکھوں انسانوں میں سے ایک بھی ٹھیک طور پر سانس لینا نہیں جانتا۔ ٹھیک طور سانس لینے سے نہ صرف صحت قائم رہتی ہے بلکہ انسان کے اندر ہر چیز کے روشن پہلو ملاحظہ کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

اگر ہم ٹھیک طور پر سانس لیں تو ہماری ریڑھ کی ہڈی مانند الف کے سیدھی رہے سوت، پاخنمر کو تقویت ملے اور خون کے اندر ایک ایسا جوش پیدا ہو جس کو حفظان قاعدہ سانس لینے والے شاید اٹھا ہی نہیں سکتے۔

ڈگلس کہتا ہے کہ ہندوستان کے برہمن ہزاروں برسوں سے اس امر کی ہدایت کرتے رہے ہیں کہ ایک شخص جتنا زیادہ لمبے اور گہرے سانس لیتا ہے اتنی ہی اس کی زیادہ اندرونی صفائی ہوتی ہے۔

جسمانی اعضا کے افعال میں سب سے ضروری سانس لینے کا عمل ہے۔ ایک تندرست و توانا شخص دانہ نمک بغیر پانی اور مفقود کے کئی روز تک زندہ رہ سکتا ہے لیکن ہوا کی ما، یہی غضب ڈھاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھیپھڑوں تنگ ہو جاتی ہے۔ کندھے سامنے کی جانب جھک جاتے ہیں۔ اور پھیپھڑوں کی کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں خصوصاً مہلک تپ دق۔ بڑے بڑے مستند عالموں کی رائے ہے کہ اگر صرف ایک نسل ہی ٹھیک طور پر سانس لے تو کھانسی، دمہ، سل، اور تپ دق کا ہمیشہ کے واسطے قلع قمع ہو سکتا ہے۔

## پہلا نقص

پہلا نقص یہ ہے کہ جب ہم بچے ہی ہوتے ہیں تو ہم منہ کے ذریعہ سانس لینا شروع کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات بڑے ہو جانے پر بھی بذریعہ منہ ہی سانس لیتے ہیں۔ مگر صرف ناک کے ذریعہ ہی سانس لینا اشد ضروری ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ ناک صرف اس لئے عطا کی ہے کہ جہاں پر سانس لینے والی ہوا کو صاف کرے وہاں گرم بھی کرے۔ جب ہم منہ سے سانس لیتے ہیں تو ہوا کے ساتھ ہی ہم مٹی اور جراثیم جذب کرنے کے علاوہ گرم جسم کو ٹھنڈی ہوا مہیا کرتے ہیں۔ ناک کے بال ہوا میں ملی جلی مٹی وغیرہ کو روک لیتے ہیں۔ اور ناک سے گلے تک جو ہموار نلی ہے اس میں خون سے بھرپور جھلی سی ہوتی ہے جو کہ ہوا کو پھیپھڑوں کے نازک حصوں تک پہنچنے سے قبل قدرے گرم کرتی ہے۔

## دوسرا نقص

چست و تنگ لباس۔ پٹی کسنے یا کمر بند کو کس کر باندھنے سے ایک اور نقص پیدا ہوتا ہے جس کے حصول ہم ملے پیٹ بھی سانس نہیں لے سکتے۔ خیال رہے کہ جسم کے چھوٹے حصوں کو پھیلانا چاہیں تو ہم مفت طاقت رائیگاں کھو کر بہت تھوڑا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پیٹ سے سانس لینے کی تین وجوہات ہیں:۔

(۱) اس طریقہ سے پھیپھڑوں کو آکسیجن کے زیادہ مقدار میں جذب کرنے میں بڑی آسانی پیدا ہوتی ہے۔

(۲) پیٹ کے مابین بڑی جھلی (جس کو انگریزی میں ڈایفرام کہتے ہیں) کی لگاتار حرکت سے ایک قسم کی مالش کا عمل جاری رہتا ہے جو معدہ جگر اور انتڑیوں کے حق میں بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۳) اس طریق پر عمل کرنے سے ہماری جسمانی طاقت زیادہ صرف نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ جسم کے سب سے بڑے پٹھوں کی حرکت کے ذریعہ سے سانس لیتے وقت چھاتی کے پھولنے کا عمل واقع ہوتا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

یورپ کے بعض ماہرین طب کہتے ہیں کہ ہوائی سفر سے کئی اعصابی امراض اچھے ہو جاتے ہیں۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے ایک ہوائی ایمبولینس سروس بھی قائم کی ہے کیونکہ ہوائی جہاز پر سفر کرنے سے مریض کو بہت کم تکلیف ہوتی ہے۔

---

ایک یوروپین عورت مسز وائیٹ کی چھ اولاد ایک ہی روز سالگرہ مناتی ہے۔ یہ تمام لڑکے ۱۴ جولائی کو پیدا ہوئے تھے۔ دو لڑکے (یعنی جڑواں) ایک مرتبہ تین لڑکے ایک ساتھ دوسری مرتبہ۔ اور ایک لڑکا تنہا پیدا ہوا تھا۔

---

ادنبرا میں ایک کلب کے پریسیڈنٹ کا انتخاب یوں ہوا کہ ایک شخص نے اتنی زور سے چھینکا کہ اس کی عینک دس گز کے فاصلہ پر جا پڑی۔ لوگوں نے فوراً اسے صدر منتخب کر لیا۔

---

ماسکو (روس) میں ایک کارخانہ میں دنیا کا سب سے بڑا ہوائی جہاز تیار کیا جا رہا ہے۔ اس کے بازو ستر گز لمبے ہیں۔ اس میں کھانے کا کمرہ، پڑھنے کا کمرہ اور ۱۴ آدمیوں کے سونے کا ایک کمرہ ہے۔

---

بودھ مذہب کی زبان "پالی" تھی جو پچھلے دنوں یوروپین پیرواں بودھ کی پہلی کانفرنس میں استعمال کی گئی۔ انگلستان میں بودھ مذہب پھیل رہا ہے اور اس وقت ۲ ہزار "بدھسٹ" وہاں موجود ہیں۔

---

ایک سائنس داں نے دریافت کیا ہے کہ ریڈیو کی لہروں پر کھانا بھی پکایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے انڈے پکا کر اس کا تجربہ کر لیا ہے۔

---

چین میں "دروازہ امید" کے نام سے ایک انجمن ہے جو لڑکیوں کو کام کاج سکھلا کر ان کی شادی کا انتظام کر دیتی ہے۔

ہونے والی دلہنوں کی تصویریں دیوار پر چسپاں رہتی ہیں اور شادی کے امیدوار انہیں دیکھ کر انتخاب کرتے ہیں۔

---

انگلینڈ میں رائج سکوں کی اس قدر کمی ہو گئی ہے کہ خالی بوتلیں سکہ کی جگہ استعمال کی جانے لگی ہیں۔

# کیا کہیے

(از جناب کنول نین اختر رودھانی ادیب فاضل تلمیذ حضرت سیماب اکبرآبادی)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

دل شمعِ محبت کے دیوانے کو کیا کہیے | حیران ہوں تجھ سے پروانے کو کیا کہیے
جنبش بھی نہیں لب پر، تصویرِ تمنا ہوں | اب عشق و محبت کے افسانے کو کیا کہیے
دل میرا پرستارِ تصویرِ محبت ہے | بتخانہ بھی کعبہ ہے، بتخانہ کو کیا کہیے
جب میرا نشیمن تھا، جب میرا نشیمن تھا | اب برقِ بلا کے اس کاشانہ کو کیا کہیے
خود اپنے ہی ہاتھوں سے وہ جام پلاتے تھے | بھولے ہوئے مستی کے افسانے کو کیا کہیے
ساغر میں نظر آیا اک کیف بھرا جلوہ | صہبا ہے پریخانہ پیمانے کو کیا کہیے

کس ناز سے کہتے ہیں ہنس کر وہ سرِ محفل
اختر تو ہے دیوانہ دیوانے کو کیا کہیے



## موجِ تبسم

**ایک دوست:** ایک ماہر نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر ہم چند گھونٹ پانی اور چند بادام کھا لیا کریں تو سو برس تک زندہ رہ سکتے ہیں۔
**دوسرا دوست:** اگر زندہ نہ بھی رہیں تو معلوم ایسا ہی ہوگا کہ ہم سو برس سے سو گئے

---

ایک یہودی موٹر پر سفر کر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دیہات کے مکان پر لکھا ہوا ہے "مکان برائے فروخت" اس نے ایک دیہاتی سے پوچھا "اس کی قیمت کیا ہے؟"
**دیہاتی:** ہم لوگ کسی یہودی کو اس دیہات میں بسنے نہیں دیتے۔
**یہودی:** اسی لئے تو یہ دیہات ہے ورنہ شہر نہ بن جاتا۔

---

**شوہر:** پیاری اگر میں مر جاؤں گا تو تم میرے لئے روؤگی؟
**بیوی:** کیوں نہیں پیارے۔ ضرور روؤں گی۔
**شوہر:** اور کبھی کبھی میرے مزار پر بھی آؤگی؟
**بیوی:** ضرور آؤں گی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ قبرستان سینما گھر کے راستہ میں پڑتا ہے۔

---

کیا تم اس دعوت میں شریک ہوگے؟
"نہیں میں شہر سے باہر جا رہا ہوں"
ہاں تو مجھے بھی دعوت نہیں دی گئی ہے۔

---

**دفتر کا مالک:** (امیدوار سے) تم یہاں کام نہیں کر سکتے۔ تم ہمارے کاروبار کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔
**امیدوار:** واہ کیا بات کہی۔ میں تو تمہاری ٹائپسٹ کا شوہر ہوں۔

---

**ٹیکسی ڈرائیور:** جناب گاڑی کا بریک کام نہیں کرتا۔ میں گاڑی نہیں روک سکتا۔
**مسافر:** (گھبرا کر) میٹر تو روک دو۔

---

**ایک دوست:** ٹینگر نے اپنے سفر کے کیسے دلچسپ افسانے کہے ہیں اس نے بڑے بڑے سفر کئے ہوں گے۔
**دوسرا دوست:** نہیں نہیں وہ تو بہت [illegible] سفر کرتا ہے

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ
ہیڈ آفس، دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سُوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ڈول، لٹھے کورے، دُھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریئے، ململ، کریپ، شرٹنگ سُوٹنگ چادر پلنگ، سُوزنی، تولیے، رُوئیدار، رنگین وفینسی، جھارن، مسہری، دوسُوتی، ٹینٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی۔ آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیا چند ہر دیال — امرت سر
میسرز دیا چند ہر دیال — جموں
میسرز دیا چند ہر دیال — سکھر
میسرز دیا چند ہر دیال — پانی
میسرز کنہیا لال مولا رام — جے پور
میسرز چند و لال سورج مل — کانپور
میسرز چند و لال سورج مل — لکھنؤ
میسرز رامجی داس شری رام — کلکتہ
میسرز بابو رام رام رتن — فرخ آباد
میسرز جییا رام خوشی رام — ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی — پشاور
نوٹ:۔ تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔
میسرز نکھرگ سنگھ دیش راج - لاہور
میسرز ایس بے کو اوپریٹو سوسائٹی - کراچی
میسرز ایس بے کو اوپریٹو سوسائٹی - حیدرآباد
مینیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

افسانہ

# ایشرا

## بقایا مضمون صفحہ (۱۴)

تمہاری آنکھوں نے دیکھا ۔۔۔ حرام ... ہے ... میری آنکھیں پھوٹ رہی ہیں ... میرا سب کچھ ٹوٹ رہا ہے ... "بھائی آؤ تم باہر آجاؤ ... بھائی کو تمہارا ایسا ... ہرگز نہیں ... ایسا نہ ہو اس ہلک مرض میں کچھ کر بیٹھیں۔"

دیواریں سرگوشیاں کرنے لگیں ... ہوا میں لرزہ سا تھا۔ کائنات پر ایک وحشت طاری تھی۔ ... اس کا یاس انگیز چہرہ ... اس کا ... جسم ... رمیش بے ہوش ہو گیا۔

رجنی نے ایک چادر اوڑھ لی۔ اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ رجنی درحقیقت اس گھر کو چھوڑ دینے کو تیار ہے۔ میں نے راستہ روک کر کہا: کیا کر رہی ہو بھابی۔ آدمی غصہ میں اندھا ہو جاتا ہے ... جانے دو ان کی باتوں کو ... !

"جانے دو سریندر! یہاں میرا رہنا بالکل فضول ہے۔" وہ رو رہی تھی۔

در و دیوار غم سے ساکت کھڑے تھے ... آسمان بھی زرد تھا ... فضائیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ رو رہا تھا۔ میں خود رونے لگا۔ معلوم نہیں کیوں!

میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر آگیا، جبکہ میں نے نہایت منت سے ان کو اس گھر میں آنے کو کہا تھا اب وہ منحوس و بے وفا سمجھ کر نکالی جا رہی ہے۔ نہیں نہیں

"بھابی۔ اگرچہ میں اب تمہارے اطوار کو پسند نہیں کرتا پھر بھی میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔ تم ان سامنے کے کمروں میں رہا کرو۔ بھائی کو اس بات کا علم نہ ہوگا۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں قصور وار ٹھیراتا ہوں۔"

رجنی ہنسی۔ اس ہنسی میں درد تھا۔ غم اور یاس، کہنے لگی: "نہیں نہیں۔ آپ مجھے ضرور قصور وار کہیے۔ اس ملک میں عورت کا قصور جلدی ثابت کیا جا سکتا ہے اور لوگ اس پر جلدی ہی اعتبار کر لیتے ہیں ..."

"کچھ بھی ہو بھابی۔ میں منت کرتا ہوں۔ تمہارے پاؤں پڑتا ہوں۔ تم مت جاؤ۔ بھائی کا غصہ رفع ہو لینے دو۔ پھر ان کے شکوک رفع کر دینا۔ میں سمجھتا ہوں اس میں بھی جلدی ہی بھلائی مضمر ہوگی۔"

"مجھے شکوک رفع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سریندر! تم نے میری بہت خدمت کی ہے باوجود اس کے کہ میں تم سے عمر میں چھوٹی ہوں۔ ایک سگا بھائی بھی بہن کی اتنی مدد نہیں کر سکتا جتنی تم نے کی۔ آخری خدمت جو تم میری کر سکتے ہو یا تمہارا فرض ہے وہ یہ ہے کہ مجھے جانے دو ... میرا یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا گناہ ہے!"

"لیکن یہ تو بتاتی جاؤ بھابی کہ تم کہاں جا رہی ہو؟ اگر رمیش پوچھیں تو میں تمہیں بلا تو لوں؟"

"ٹھیک ہے ... جو لڑکا آپ کو اس دن اسٹیشن سے یہاں لایا تھا۔ آپ اس سے میرا پتہ پوچھ سکتے ہیں۔ لیکن انتہائی ضرورت کے وقت ... میں اسے بتاتی جاؤں گی۔"

یہ کہتی ہوئی وہ باہر چلی گئی۔ میں نے اسے ایک پرانے فیشن کی گاڑی میں سوار ہو کر جاتے دیکھا ... گاڑی جلد ہی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

بھائی کا غصہ ابھی تک فرو نہ ہوا تھا ... ابھی تک دیوانگی کا عالم طاری تھا۔

شام کو میں نے ایک چھڑی ہاتھ میں لی اور منصور کے مکان کی طرف چلا۔ تاکہ اس سے دو دو باتیں کر لی جائیں میں نے دروازہ بند دیکھا۔ ایک ضعیف باہر بیٹھا ہوا تھا اس سے منصور کی بابت پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ گذشتہ روز کہیں باہر چلا گیا ہے۔ اور اس کے جلد واپس آنے کی امید نہیں ...

مجھے اس شخص کے بچ نکلنے کا بہت افسوس ہوا اگر میں کل ہی اس کے پاس چلا آتا تو ملاقات ہو جاتی دل ہی دل میں اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا میں واپس ہوا۔

رمیش کی حالت بہت بُری ہو چکی تھی۔ وحشت و دیوانگی نے اُسے بالکل حیوان بنا دیا تھا۔ انھوں نے دوا اور غذا سب کچھ ترک کر دیا تھا۔ آدھی آدھی رات کو ان کے کمرے سے رونے کی آواز آتی۔ اگر میں اُن کو دوا پلانا چاہتا تو وہ میرے پیچھے دوڑتے۔ سب ان سے خوف کھاتا تھا۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ اس طرح وہ تمام دنیا میں بدنام ہو جائیں گے۔ انہیں رجنی کی موت کی خبر مشہور کر دینی چاہیئے۔ چنانچہ رجنی کے مرنے کی خبر رمیش بابو کے رشتہ داروں کو دے دی گئی۔ میرے خیال میں اگر رجنی نے گناہ کیا بھی تھا تو بھی وہ قابل معافی تھی۔ کیونکہ جس تندہی اور جانکاہی سے اُس نے بھائی کی خدمت کی تھی وہ دنیا میں کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بھائی بہت ہی ضدی واقع ہوئے تھے۔ کوئی پندرہ دن کے بعد ان کا ایک رشتہ دار آیا اور انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

## (پچھلے صفحہ سے)

جب رمیش بابو چلے گئے تو میں نے پھر رتجنی کی تلاش شروع کی جس لڑکے کا اس نے ذکر کیا تھا۔ اس سے بھی پوچھا مگر اس نے کچھ بتلانے سے انکار کر دیا۔

پولیس کے جھمیلے سے بچنا سازی ٹھیک تھی میں نے رتجنی کی تلاش میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے اشتہار بھی دئے۔ مگر فضول و بے سود۔ آخرکار مایوس ہوکر میں نے رتجنی کے خیال کو بھلانے کی کوشش کی۔ اپنا سارا وقت وکالت میں صرف کر دینا شروع کیا۔ مگر کام کرتے میں مشغول رتجنی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر تی ... ایک سنسان جنگل معلوم ہوتا ... وہ بے بس اور بے کس ... میں اسے اپنی سگی بہن سے بھی زیادہ محبت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

مہینے گذر گیا۔ رتجنی کو میں تقریباً بھول چکا تھا۔ مگر ایک معمولی سے واقعہ نے پھر اس کی یاد کو تازہ کر دیا۔ ایک دن صبح میری ڈاک میں چند خطوط رمیش کے نام بھی آئے۔ میں ان کو بھائی کے پاس بھیجنا چاہتا تھا مگر خیال کیا کہ وہ آگے ہی پریشان ہیں اور کیا پریشان کیا جائے۔ میں نے وہ خطوط کھول لئے اور انہیں بھیجنے کا ارادہ چھوڑ دیا ... میں انہیں دکیلوں کے نوٹس خیال کرتا تھا۔ جب میں نے خط کھولے تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے قرضہ کی وصولی کی رسیدیں دیکھیں کسی نامعلوم شخص نے ان کے قرضہ کو خفیہ طور پر ادا کر دیا تھا ... میں سمجھ گیا رتجنی کے سوا کون ایسے پاگل کے لئے ایسا کچھ کر سکتا تھا۔ کیا رتجنی نے اپنے پتی کا قرضہ اتارنے کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا ... وہ کر سکتی تھی ... میں حیران تھا کہ اسے ایثار کہوں یا گناہ ... کچھ بھی ہو اسے کسی کی خاطر اپنی عزت و ناموس کو نہیں بیچنا چاہیے تھا۔ ... اس کے چہرے پر بس پریشانی، درد و اندوہ کے آثار اس دن نظر آتے تھے ممکن ہے وہ اس کی اندرونی کشمکش کی وجہ سے ہوں۔

میں نے وہ خطوط بھائی کو بھیج دئے وہ اس غیبی امداد پر بہت خوش ہوئے ہوں گے اور ممکن ہے کہ انہوں نے خیال کیا ہو کہ ان کے قرضے میں سے ہی ملے ہیں۔

وقت گذرتا گیا عدالتیں تعطیلات گرما کی وجہ سے بند ہو گئیں میرے ہمجولی اور دیگر دوست اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پہاڑوں پر یا دیگر پُر فضا مقامات کی سیر کو چلے گئے لیکن میرے لئے گھر باہر ... دنیا میں کوئی ملازمی راحت دہ نہ تھی ... گھر پر خوش اس کا منتظر پیش کرتا تھا ... سارا دن گھوم گھام کر دن گذار دیتا۔

انہی دنوں مصوری کی ایک بڑی نمائش منعقد ہوئی۔ ایک دن شام کے وقت میں ایک دوست کے ساتھ وہاں گیا۔ نمائش گاہ میں کوئی خاص ہجوم نہ تھا ہم مختلف تصاویر دیکھتے رہے۔ میں آرٹسٹ کا ایک دلفریب منظر دیکھنے میں محو تھا کہ میرے دوست نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کرکے کہا "سرینند اس تصویر کو دیکھو ایمان سے کہو کہ اس منظر کو دنیا بھر میں آج تک کسی نے ایسی اچھی طرح کھینچا ہے"

میں نے اس تصویر کو دیکھا اس کے نیچے لکھا ہوا تھا "ستی"

دریا کے کنارے جلتی لکڑیوں کے ڈھیر میں ایک عورت ستی ہو رہی تھی۔ اس عورت کی شکل ہو بہو رتجنی سے ملتی تھی۔ پینٹنگ خوب تھا وہ تکلیف، غم و اندوہ جو میں نے اس دن رتجنی کے چہرہ پر دیکھا تھا اس تصویر کے جذبۂ غم سے کہیں کم تھا۔ یہ ایک المناک اور دہشت خیز تصویر تھی۔ مصور وہی شخص تھا جو کبھی میرا ہمسایہ تھا میرے دوست نے کہا "کیوں بھائی! میں نے ٹھیک کہا تھا یا نہیں۔ اگر یہ تصویر خریدی نہ گئی ہوتی تو اسے میں ضرور خرید لیتا"

ہاں واقعی بے نظیر تصویر ہے ... بے نظیر ...

دوست میری طبیعت کچھ ناساز ہو رہی ہے ... امید ہے معاف کیا جاؤں گا۔ اور جواب سنے بغیر میں نمائش گاہ سے باہر نکل آیا۔ اور سیدھا مستقل نمائش کے پاس گیا وہ میرا واقف ہی تھا۔ اس سے مصور کا پتہ پوچھا اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب پہنچا مصور چائے پی رہا تھا۔ میں آداب بجا لایا اور کہا "مصور صاحب امید ہے آپ مجھے پہچانتے ہوں گے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ کبھی ہمسایہ تھے؟"

"اخاہ! میں اب سمجھا۔ میں آپ کی تشریف آوری کا بہت مشکور ہوں کہئے کیسے تشریف لائے؟"

"میں نے آپ کی تصویر "ستی" نمائش میں دیکھی۔ خوب تھی۔ تمہارا کیا ارادہ ہے چلا آیا۔ کیا آپ اس کا ایک اور ماڈل تیار کر سکتے ہیں ... اور کیا یہ بھی بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے ایک شریف بدنصیب عورت کا گھر کیوں تباہ کیا؟"

وہ پہلے ہی میری گفتگو سے مشکوک ہو رہا تھا سنبھل کر بولا "ہاں میں اس سے بہتر تصویر تیار کر سکتا ہوں۔ لیکن "ستی" کا ماڈل نہیں ... آپ کو مجھے الزام دینے کا کیا حق ہے ... کیا اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں نے اس کو پورا پورا معاوضہ دے دیا ہے۔"

"پاگل مت بنو! روپیہ عزت و ناموس کا معاوضہ نہیں ہو سکتا"

وطیش میں آ گیا: مجھے اس قسم کی فضول باتیں سننے کی ضرورت نہیں۔ اسے ہر روز صرف ایک گھنٹہ کے لئے میرے سامنے بیٹھنا پڑتا تھا ... کیا یہ اس کی بے عزتی تھی ... کیا تم نے نہیں اس کی خبر نہیں کی؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ جانتے ہو وہ یہیں کچھ نہیں بتا سکتی کیونکہ وہ ہمارے پاس ہی نہیں"

(باقی مضمون صفحہ ۴۰ پر)

# مختلف ممالک میں شادی کا رواج

(ازقلم جناب ہیشی علاولپوری پریمی - مدیر "سندیش" لاہور)
(خاص تیغ ویکلی کے لئے)

ذیل میں چند ممالک میں رائج شدہ شادی کے رواج درج کئے جاتے ہیں جو ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

**فجی:-** فجی میں شادی کا رواج یوں ہے کہ جب کوئی نوجوان کسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کے باپ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ والد کی رضامندی پر لڑکے کو کچھ نذرانہ کے طور پر کچھ نقد یا کپڑے دینا پڑتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کھانا بنا کر لڑکی کے پاس بھیجتا ہے۔ شادی سے چالیس دن پہلے سے ہی لڑکی کو گھر کے فرائض و امور خانہ داری سے رخصت دے دی جاتی ہے۔ وہ اپنے جسم پر ہلدی اور تیل لگا کر خوبصورت زیور اور کپڑے پہن کر گھر میں بیٹھی رہتی ہے۔ اس کے بعد اس کی ہم عمر سہیلیاں اسے سمندر کے کنارے پر لے جاتی ہیں۔ جہاں سب مل کر مچھلی پکڑتی ہیں اور وہیں کھانا بناتی ہیں۔ اس کھانے میں دولہا کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ لڑکی اور لڑکا دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ شادی کے بعد دونوں اپنا گھر علیحدہ بنا کر رہتے ہیں۔

**پاپوا:-** اس ملک میں لڑکی کو خرید کر بیاہ لانے کا رواج ہے۔ اس لئے یہاں شادی مشکل سے ہوتی ہے۔ لڑکا اناج - لڑکی کھنوں - سوتی کپڑوں - اور مونگوں کے ذریعہ جب اتنا روپیہ اکٹھا کر لیتا ہے۔ جسے وہ لڑکی کے والد یا سرپرست کو دے سکے - تب کہیں اس کی شادی ہوتی ہے۔ شادی سے پہلے لڑکی کا سر مونڈ دیا جاتا ہے اور اس کے سب زیور چھین لئے جاتے ہیں۔ منہ کے سوائے باقی سارے جسم کو گودنے سے گود دیتے ہیں اور منہ کی گودائی شادی کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ اور اسے ہی شادی کا ایک خاص نشان سمجھا جاتا ہے۔ شادی کے موقعہ پر سب برادری کو مدعو کیا جاتا ہے۔ لڑکی اور لڑکا پروں - سیپیوں اور کوڑیوں کے ذریعہ اپنے جسموں کو عجیب طور پر سجاتے ہیں۔ شادی کی رسم ادا کرنے کے لئے کسی پروہت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صبح ہو جانے سے ہی شادی پختہ ہو جاتی ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہیں شادی منسوخ کر دیں۔ اور جب چاہیں شادی کر لیں اس طرح ایک آدمی کئی عورتوں سے اور ایک عورت کئی مردوں سے شادی کے تعلقات پیدا کرتی رہتی ہے۔

**جزیرہ سلیمان:-** یہاں کی لڑکیوں کی شادی تب تک نہیں ہو سکتی، جب تک ان کا سارا جسم گودنے سے گودا ہوا نہ ہو۔ جب لڑکی قابل شادی سمجھی جانے لگتی ہے تب ایک اچھی ساعت میں اس کا جسم گودنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ رات بھر باجے گاجے بجتے اور خوشیاں ہوتی ہیں اور لڑکی کو ساری رات جاگنا پڑتا ہے۔ اگلے دن صبح گودنا گودنے کے حکیم بانس کے بیاقوؤں سے سارا جسم گودتے ہیں۔ سر سے پیر تک ہر عضو گودا جاتا ہے۔ یہ عمل بڑا دردناک ہوتا ہے۔ لیکن رواج ہی ایسا ہے جس کے زیر اثر لڑکی کو سب دکھ سہنا پڑتا ہے۔ ایک دن میں یہ سنسکار ہوتا ہے۔ تب اس کے بعد لڑکے کی طرف سے منگنی ہونے لگتی ہے۔ جتنی ہی اونچے گھر کی لڑکی ہوتی ہے اس کا مول بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بہت سے گھروں کی لڑکیاں کنواری ہی رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا اتنا مول دینے کو کوئی تیار نہیں ہوتا جتنا ان کے والدین مانگتے ہیں قیمت ٹھہر جانے پر لڑکے کو لڑکی کے ساتھ بات چیت کرنے کی ممانعت نہیں رہتی ہے۔ اگر مقررہ قیمت کا ایک پیسہ بھی باقی رہ جائے تو لڑکی کو لے جانے کا حق دار نہیں ہے - ایک لڑکا کئی لڑکیوں سے شادی کر سکتا ہے۔

**ہاروڈیز:-** یہاں لڑکی کے لئے لڑکے کو مقررہ قیمت تو دینی پڑتی ہے۔ مگر ساتھ ہی طرفین کو جنگ بھی کرنا پڑتا۔ وداع کے وقت براتی لوگ ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لڑکی والے ایک طرف۔ پھر دونوں میں خوب جنگ ہوتی ہے بہت سے آدمیوں کے ہاتھ پیر ٹوٹتے ہیں۔ اس جنگ کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ کیا نیک۔ اس کے والدین اور رشتہ داروں کا کافی پریم ہے۔ اس لئے جب لڑکی کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ کافی پریم دکھا چکے تب وہ بند کر دیا جاتا ہے اور لڑکے کی طرف کی عورتیں دلہن کو گھسیٹتی ہوئی سسرال تک لے جاتی ہیں۔ لڑکی کے لئے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ گھسیٹتی ہوئی سسرال تک جائے نہیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اسے اپنے میکے سے محبت نہیں۔

**آسٹریلیا:-** یہاں لڑکیوں کی شادی کا رواج یوں ہے کہ پیدا ہوتے ہی ان کی شادی کسی کے ساتھ کر دی جاتی ہے۔ اس کی منگنی کے مطابق اگر لڑکی شادی کے قابل ہونے پر اپنے خاوند کے گھر نہ جائے تو خاوند اسے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[...] اور اٹھانا ہے۔ اس کے علاوہ ایک رواج یہ بھی ہے کہ نوجوان مرد شادی کے قابل لڑکیوں کو زبردستی اٹھا لے جاتے ہیں۔ جس لڑکیاں ایک گھر میں نہیں رہنے پاتیں۔ ان کے لئے اکثر جھگڑے اور فساد ہوا کرتے ہیں اور فاتح مفتوح کی عورت کو لے جاتا ہے۔ بیوہ عورت کو مرد کا سامان سمجھا جاتا ہے۔ اپنی عورت کا مار ڈالنا یہاں کچھ گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

**عراق:-** دوسرے ممالک کے برخلاف یہاں شادی کی رسوم سادہ ہوتی ہیں۔ پرانے جوتے، ایک مٹھی چاول یا پھول دولہا دلہن پر پھینکنا معمولی نشان سمجھے ہیں۔

**روس:-** روس میں لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو ایک پتلے کپڑے سے آہستہ آہستہ مارا کرتا تھا۔ اور اس کے بعد وہ کوڑا لڑکی دے دیا جاتا تھا۔ روس میں اب تک یہ رسم ہے کہ سر پر کپڑوں کا بار رکھا جاتا ہے۔ یہ سب رسوم غیر مہذب اور بے فائدہ ہیں۔ ان سب سے خاوند بیوی کو ازدواجی زندگی کی مشکلات کا احساس کرانے سے مراد ہے۔ کہیں کہیں چاول کی بجائے پھول وغیرہ میاں بیوی پر پھینکے جاتے ہیں۔

**ملایا:-** ملایا کا دولہا ایک بدقسمت بشر ہوتا ہے اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ دو برس تک اپنی ساس کے گھر رہے اور اس وقت ہو

# مختلف ممالک میں شادی کا رواج

(پچھلے سے)

پہنچا اپنے گھر پر ازدواجی زندگی شروع کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ساس کے گھر میں رہتے ہوئے بھی اُسے درحقیقت شادی شدہ نہیں مانا جاتا۔ شادی کے موقعہ پر دوست لڑکی اور لڑکے کے ہاتھوں میں کچھ چاول رکھتے ہیں اور دونوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہاں شادی کے اصولوں میں چند اصول ایسے ہی ہیں کہ جن کا عمل ان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں (۱) میاں بیوی کی خواہشات برابر ہیں (۲) ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو نہ بھولیں۔

**یوگنڈا:-** یوگنڈا میں شادی کی عجیب رسم ہے شادی کے بعد ایک ماہ تک لڑکی بے کار رہتی ہے۔ کوئی کام نہیں کرتی۔ ایک ماہ کے اختتام پر اس کے رشتہ دار اس کے لئے کوئی پرشاد لاتے ہیں۔ وہ اسے کھا لیتی ہے۔ اور اس کے بعد سے وہ اپنے گھر کا کام کرتی ہے۔

**البانیہ:-** البانیہ میں شادی کے وقت آنکھ کو کھلا رکھا جاتا ہے شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو پکڑ کر اس پر اپنا (ادھیکار) حق یا تصرف جتا لیتا ہے۔ یہی قدیمی رواج اب تک چلا آتا ہے جب عورت پکڑی جاتی ہے تو وہ اپنے خاوند کے گھر آتی ہے دولہا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ وہیں آگ روشن ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے دولہن ہاتھ میں چوڑا لئے کھڑی کی جاتی ہے۔ تین دن نہ بول سکتی ہے اور نہ آرام کر سکتی ہے۔ کھانا منگوایا جاتا ہے اور اسے دے دیا جاتا ہے۔ اس رسم کے بعد وہ لڑکی شادی شدہ تسلیم کی جاتی ہے۔ تب اسے حق حاصل ہو جاتا ہے کہ گھر میں اپنا مناسب درجہ حاصل کرے۔ شادی کی تقریب پر اسے ایک بھاری کمر بند دیا جاتا ہے۔ عورت اس کمر بند کو عمر بھر محفوظ رکھتی ہے۔ اب تک یہ رسم عام دیکھنے میں آتی ہے۔

**سلی ویز:-** سلی ویز کے باشندے شادی کے موقعہ پر جانوروں کے گھونسلے تحفہ کے طور پر دیتے ہیں۔ شادی ہونے کے بعد دولہا کو دولہن کے گھر بلایا جاتا ہے اور دولہن اس کے اوپر سے کود جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دولہا ہمیشہ دولہن کا وفادار رہے گا۔

**سکاٹ لینڈ:-** سکاٹ لینڈ میں سال نو کا دن شادی کے لئے بہترین سمجھا جاتا ہے جس سے لڑکا اور لڑکی پرانے گھر کو چھوڑنے کے ساتھ ہی ساتھ پرانے سال کو بھی چھوڑ دیں اور اپنی زندگی نئے سال سے شروع کریں۔

**ہندوستان:-** یہاں شادی والدین کا فرض ہے۔ لڑکی اور لڑکے کو شادی سے پہلے گفتگو کرنے یا ملاقات کرنے کی اجازت نہیں۔ پہلے منگنی ہوتی ہے اور لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور اور کپڑے دیئے جاتے ہیں اور شادی کے وقت لڑکی کا باپ لڑکی کو جہیز دیتا ہے۔

## فرانس، جرمنی اور برطانیہ

ان تینوں ممالک میں یہ رواج ہے کہ شادی کرنے کے بعد بہت سی زندگیاں عموماً بُری گزرتی ہیں۔ جن کا انحصار باہمی محبت پر ہوتا ہے۔ لالچ یا دولت کو دخل نہیں بلکہ زیادہ زیادہ خوبصورتی لڑکی کی بہتری کا ثبوت ہے اور غریب سے غریب لڑکی بھی اپنے حسن کے باعث ایک امیر بیاہی جا سکتی ہے۔ لڑکے کو اپنی خواہش لڑکی کے والدین سے ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ والدین دونوں کی محبت آئندہ زندگی کا سلسلہ اور دیگر امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی رضامندی دیتے ہیں۔ اکثر شادیاں فسخ بھی ہوتی رہتی ہیں اور طلاق لئے جاتے ہیں محبت کی بنا پر قائم شدہ شادیاں بھی باہمی نفاق اور ناچاقی کا باعث ہو جاتی ہیں۔

# دَوراله شوگر ورکس

دَوراله شوگر ورکس شمالی ہند میں دیسی شکر سازی کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے، اس کا سرمایہ اور انتظام ہندوستانی ہے، اور ہندوستانی کاریگر ہی صاف، شدہ اور خوش ذائقہ دانہ دار کھانڈ تیار کرتے ہیں،

جب آپ چینی خریدیں، تو دَوراله شوگر ورکس کی بنی ہوئی چینی ہی طلب کریں، یہ پورتا پاکیزگی اور عمدگی میں بے مثال ہے، بڑی خوش ذائقہ اور میل مٹی سے پاک ہے،

ملنے کا پتہ:-

**دَوراله شوگر ورکس دَوراله ڈاکخانہ خاص ضلع میرٹھ**

# مارکس اور اس کی تعلیمات

(از جناب انصار ہاروانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

یورپ میں جہاں مزدور برسر اقتدار ہیں مارکس کی تعلیمات کی کامیابی، سرمایہ دار حکومتوں میں تحریکات عمل کی گرماگرمی، ایک عالمگیر جنگ کے منصوبے!

یہ وہ تمام واقعات ہیں جو مارکس کی تعلیمات کو روز بروز اہمیت دے رہے ہیں۔ اور مارکسیت کے لئے ایک خاص ماحول پیدا کر رہے ہیں۔

مارکس ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں مرگیا۔ اس کی تمامتر زندگی مزدور تحریکات کی قیادت اور سیاسیات عمل کے مطالعہ کے لئے وقف رہی۔ مارکس کا عصر وقفہ یورپ کی تاریخ میں دور انقلاب تھا۔ اس زمانہ میں شاید پہلی مرتبہ مزدوروں نے سرمایہ داری کے خلاف بہ حیثیت ایک جماعت صدائے احتجاج بلند کیا۔ انقلاب ۱۸۴۸ء اور ۱۸۷۱ء میں پیرس پنچایت (Paris Commune) کا قیام مارکسیت اور بین الاقوامی مزدور تحریکات کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

کارل مارکس ایک کھاتے پیتے خاندان میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ وکیل تھا۔ مارکس نے بچپن ہی سے مزدور جماعت کے حالات میں دلچسپی لینا شروع کردی۔ اپنے زمانہ کے دوسرے علماء کی طرح کارل مارکس نے نظریہ اشتمالیت کی بنیاد ڈالی جس کی بدولت مارکس نظام سرمایہ داری کا مخالف سماجی انقلاب کا محرک اعظم اور پیدا کنندہ حکومت کا بانی ثابت ہوا۔

مارکس صرف ماہر فلسفہ عمل — (Proletarian Science) ہی نہ تھا بلکہ بین الاقوامی تحریکات عمل کا قائد اعظم بھی تھا۔ مارکس کا عقیدہ تھا کہ علم کا صرف یہ مقصد نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ انسان کو نکات اور رموز عالم سے واقف کردے بلکہ اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ انسان کو نکات و رموز عالم سے واقف کرکے اس قابل بنادے کہ وہ علم کو مفاد عالم کے لئے استعمال کرسکے۔ اس عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مارکس نے نہ صرف اپنے قوائے متخیلہ کو بلکہ اپنے نہ تھکنے والے قوائے عمل کو مزدوروں کی "تنازع النجات" کے لئے وقف کر دیا۔ مارکس اور اس کے جانشین لینن دونوں کے نزدیک اصول صرف آلہ تھے۔ مزدوروں کی آزادی اور نجات کے لئے۔ اشتمالیت ایکطرف تو مارکس کی تمامتر زندگی کا مرقع پیش کرتی ہے اور دوسری طرف اس کی ذہنی قوت کا ثبوت ہے۔

حالانکہ پنچایت پیرس کے انتشار نے تحریک عمل کو شکست فاش دی۔ اور اول "بین الاقوامی" کی منسوخی نے کافی نقصان پہنچایا۔ لیکن تحریک عمل کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ نہ ہوسکا اور یہ تحریک جتنی امکان ترقی کرتی رہی اور روز بروز مارکسیت کی عظمت مزدوروں کے دلوں میں قائم ہوتی گئی۔ یہ مارکس ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ تمام دنیا کے مزدور سیاسی جماعتوں اور مزدور سبھاؤں کی صورت میں منظم ہوچکے ہیں۔ تمام دنیا میں مزدور سبھائیں قائم ہوچکی ہیں۔ اور جہاں نہیں قائم ہوئی ہیں وہاں قائم ہورہی ہیں۔

۱۹۱۳ء میں جبکہ آج بائیس سال ہوئے کارل مارکس کی تیسویں برسی کے موقع پر لینن نے اپنے اخبار "پراودا" میں حسب ذیل الفاظ لکھے تھے:

"مارکسیت اپنے ظہور کے بعد تین تاریخی دوروں سے گذر۔ اور ہر دور میں اس کی فتح ہوئی لیکن مستقبل کے تاریخی دور میں اسکو ماضی کی تمام فتوحات سے بڑی فتح حاصل ہوگی۔"

لینن کا اشارہ اپنے مضمون میں حسب ذیل تین دور کی طرف ہے :-

(۱) انقلاب ۱۸۴۸ء تا پنچایت پیرس ۱۸۷۱ء

(۲) پنچایت پیرس ۱۸۷۱ء تا انقلاب روس ۱۹۰۵ء

(۳) انقلاب روس ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۳ء

ہم اس دور سے گذر رہے ہیں جس میں مارکس کی تعلیمات میں دلچسپی کا اظہار کیا جارہا ہے۔

مارکس کی تعلیمات کی ایک بات یہ ہے کہ ان میں ان تمام سوالات کے جوابات ملتے ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے دماغ میں سماج کے متعلق پیدا ہوئے۔ درحقیقت اس کی تعلیمات اس سے پہلے گذرے ہوئے فلسفیوں۔ ماہرین معاشیات اور سیاست دانوں کی تعلیمات کا تتمہ ہیں۔

لینن کہتا ہے کہ "مارکس کی تعلیمات مکمل ہیں اور پراثر ہیں۔ اور ایک ایسا نظام پیش کرتی ہیں جس کا ردعمل توہم پرستی اور سرمایہ داروں کی حمایت کو سازنہیں ہوسکتا۔ یہ تعلیمات یورپ کے انیسویں صدی کے جرمن فلسفہ اور برطانوی معاشیات اور اقتصادیات کا عرق ہیں۔"

(باقی اگلے صفحہ پر)

# مارکس اور اس کے اصولی تعلیمات

## بقیہ پہلے صفحہ سے

مارکس نے تاریخ تہذیب و تمدن کا عمیق مطالعہ ایک مزدور کے نقطۂ نگاہ سے کیا اور تنازع بقا اور کشمکش عمل کو علمی جامہ پہنایا۔ مارکس کی تعلیمات میں علمی عناصر بھی شامل ہیں۔

مارکس پہلا شخص ہے جس نے مزدوروں کا فلسفہ مادیت تاریخی (Dialectic Materialism) پیش کیا۔ حالانکہ مارکس کے فلسفہ سے قبل ہی مادیت تمام علوم فطرت میں دخل انداز ہو چکی تھی لیکن سماج انسانی پر مسائل خیالیہ کا غلبہ تھا۔ مارکس پہلا شخص تھا جس نے "مادیات تاریخی" کو معاشیات میں جگہ دی۔

مارکس نے اشتمالیت کی بنیاد اپنے علمی طریقے پر قائم کیں۔ بجائے اشتراکی ہوائی قلعوں کے مارکس نے دنیا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا اور اس کو سرمایہ دار نظام سماج سے نظام اشتمالیت تک کا واحد راستہ بنایا۔ وہ صرف اشتراکیت کے خواب نہیں دیکھتا تھا۔ بلکہ ایک عالمگیر انسانی برادری کے قیام کی پیشگوئی کرتا تھا۔

مارکس نے [illegible] میں جب کہ وہ رہنش زیتنگ کی ادارت کر رہا تھا اشتمالیت اور مادیت کو اپنی تعلیمات کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور [illegible] میں اس نے ایک مضمون بعنوان "تنقید فلسفہ قانون ہیگل" لکھ کر منظم اشتمالیت کی بنیاد ڈالی۔

مارکس کے وہ بیانات جو اس نے کسانوں کے فرائض کے متعلق شائع کئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ [illegible] میں مارکس میراز دیسر تج کو جواب میں لکھتا ہے :-

" روس کی زمین کل سے کاشتکاری کے لئے بہت موزوں ہے۔ بس آلات اعلیٰ پیمانے پر امداد باہمی کے اصول کے ماتحت نہایت کامیاب زراعت ہو سکتی ہے "

مارکس کی تعلیمات کا رجحان اس طرف ہے کہ زمین کو بجائے شخصی املاک کے سماجی ملکیت بنا دی جائے اور امداد باہمی کے اصول کے ماتحت مزدور اس زمین پر کام کریں۔

مارکس کا عقیدہ ہے کہ موسمی "تنگیاں" نظام سرمایہ داری کی موجودگی میں لابدی ہیں۔ کساد بازاری یا غیر منظم طرز پیداوار اور انفرادی طرز تبادل کا نتیجہ ہے۔ سرمایہ دار منافع کی خاطر ضرورت سے زیادہ پیدا کرتے ہیں۔ لیکن عوام کی قوت خریداری ایک تو اس وجہ سے کم ہوتی جا رہی ہے کہ ان میں مفلسی کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور دوسرے سرمایہ دار انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا معیار زندگی گھٹتا جائے۔ تاکہ وہ کم مزدوری پر کام کرنے کے لئے تیار ہو سکیں۔

[illegible] میں مارکس نے کولگن میں جو اس زمانے میں تحریکات کا مرکز تھا تحریک عمل کی رہنمائی کی۔ مارکس نے مزدوروں کا ایک اخبار شائع کرنا شروع کیا اور ایک عرصہ تک اس کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔

مارکس نے اوسط قسم کے جمہوریت پسندوں کے لئے بہت ہی سخت و سست الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مارکس "ادنیٰ ترین" طبقہ کا حامی اور مددگار تھا وہ چاہتا تھا کہ یہ طبقہ "اعلیٰ ترین" اور متوسط دونوں جماعتوں سے اپنا حساب کتاب سمجھ سکے۔

اینگلس مارکس کے جگری دوست اور رفیق کار نے مارکس کی موت پر حسب ذیل تقریر کی :- "۱۴ مارچ کو پونے تین بجے دور حاضرہ کے عظیم [illegible] نے سوچنا بند کر دیا۔ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ مغربی یورپ اور امریکہ کے مزدوروں نے اس کی ذات کے ساتھ کتنی قیمتی چیزوں کو دفن کر دیا۔ مارکس نے ارتقائے حیات انسانی کا پتہ چلایا۔

مارکس کے نزدیک علم ایک انقلابی قوت تھی۔ لیکن مارکس معمولی معلم سے بڑھ کر تھا۔"

# زراعت

## ہڈی کی کھاد

(از جناب اوم پرکاش اگروال)

تمام دنیا کے حیوانات کی زندگی زمین سے پیدا کی ہوئی اشیاء سے ہے۔ بعض حیوانات خود رو نباتات وغیرہ کھا کر اپنی بسر اوقات کرتے ہیں۔ بعض پھل کھاتے ہیں جو کہ عام طور سے خود رو ہوتے ہیں۔ انسان چونکہ تہذیب یافتہ ہے وہ خود زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتا ہے اور ان کو لذیذ و خوش ذائقہ بنا کر استعمال کرتا ہے۔ وہ ہر سال زمین میں مختلف اقسام کی فصلیں پیدا کرتا ہے۔ زمین میں جو جنس بوئی جاتی ہے وہ اس کی کچھ نہ کچھ طاقت ضرور چوس لیتی ہے۔ بعض اشیاء کم طاقت چوستی ہیں بعض زیادہ۔ زمین لگاتار فصلیں بونے سے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگر اس کی اس کمی کو پورا نہ کیا جائے تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے کہ کھیت کی پیداوار سے خرچ اور محنت بھی وصول نہ ہو۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے واسطے مختلف تراکیب عمل میں لائی جاتی ہیں خاص کر کھاد کا استعمال ہے۔ کھاد تین قسم کا ہوتا ہے۔ اول گوبر کی کھاد۔ دوئم سبز کھاد۔ سوئم کیمیاوی کھاد۔ آج کل خصوصاً مغربی ممالک میں کیمیاوی کھاد کا بہت رواج ہے۔ ان میں سے خاص ہڈی کی کھاد ہے۔

کیمیاوی کھادوں میں ہڈی کی کھاد بہت کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ بڑے بڑے سائنس دانوں نے بار بار تجربات کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ ایک مکمل کھاد ہے۔ جرمن کے ایک مشہور و معروف ڈاکٹر مسٹر لیوک جنہوں نے کھادوں کے بارہ میں بہت سے تجربات کئے ہیں لکھا ہے کہ "میری رائے میں ہڈیوں کی کھاد سے زیادہ عمدہ کھاد دوسری کوئی نہیں ہے۔ میں نے بار بار سائنٹیفک تجربات اس کے متعلق کئے ہیں۔ مجھکو اس کھاد سے مفید کھاد دوسرا دنیا میں نظر نہیں آتا۔" اس طرح تمام مغربی ممالک اس کے استعمال میں متفق الرائے ہیں۔

یورپ و امریکہ وغیرہ ممالک میں اس کا استعمال عرصہ سے جاری ہے۔ ہڈی کے کھاد کے استعمال میں انگلستان کا نمبر اول ہے جب وہاں اس کے فوائد کی بابت تجربہ ہوا تو وہاں کی گورنمنٹ نے حتی المقدور اس کے استعمال کروانے کی کوشش کی اور وہ اس میں خاطر خواہ کامیاب بھی ہوئی۔ اس کی مانگ اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ انگلستان کو دیگر ممالک سے ہڈیاں منگوانی پڑیں۔ بیسویں صدی کے شروع میں بہت زیادہ ہڈیاں انگلستان آئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۰۳ء میں جرمنی سے جانے والی ہڈیوں کا اندازہ ۴۴ ہزار ٹن (ایک ٹن تقریباً ۲۸ من کا ہوتا ہے) تھا۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں سے بھی ہڈیاں مل سکیں انگلستان نے منگوانے میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہڈیوں کے لالچ کی وجہ سے تمام مشہور مشہور لڑائی کے مقامات مثلاً واٹرلو۔ کریمیا وغیرہ وغیرہ کو کھدوا ڈالا۔ سسلی کی قبروں سے بھی ہڈیوں کے ڈھانچے نکال کر انگلستان کو بھیجے گئے۔ مگر دیگر قسم کے کھاد بنانے کے ذرائع بھی مل گئے۔ مگر اب بھی اس کی مانگ بہت زیادہ ہے۔

ہندوستان میں بھی کوشش ہو رہی ہے کہ ہڈیوں کی کھاد کا استعمال بڑھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے واسطے محکمہ زراعت از حد کوشش کر رہا ہے۔ وہ اپنے تجربات سے لوگوں کو دکھا رہا ہے کہ کس قدر مفید ہے۔ لیکن باوجود ان تمام کوششوں کے کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ اول تو یہاں پر گوبر کی کھاد و سبز کھاد بکثرت دستیاب ہوتا ہے۔ دوئم مذہبی معاملات کی پابندی کے باعث لوگ اس کا استعمال کرنے سے مجبور ہیں۔

شروع زمانہ میں ہڈیوں کو جمع کر کے ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لئے جاتے تھے۔ اس کے بعد ان کو چکی میں پیس لیتے تھے اور زمین میں ملا دیئے جاتے تھے۔ ہڈیاں جتنی باریک پستی تھیں اتنا ہی کھاد عمدہ تیار ہوتا تھا۔ یہ بات معلوم کر لی گئی ہے کہ اچھی طرح جتی ہوئی زمین آدھ انچ کے ہڈی کے ٹکڑوں کو گلنے کے واسطے کم از کم سات سال کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کل یہ طریقہ نہیں ہے اس کی کھاد کو تیار کرنے کے واسطے بڑے بڑے کارخانے جاری ہو گئے ہیں جو کہ نہایت نفیس کھاد تیار کرتے ہیں۔

آج کل ہڈیاں کارخانوں میں بھیجی جاتی ہیں جو ہڈیاں چاقو وغیرہ کے دستے اور دیگر سامان بنانے کے قابل ہوتی ہیں ان کو علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان سے چربی وغیرہ دور کی جاتی ہے۔ اس کے کئی طریقے ہیں۔ یا تو کچھ تھوڑی گرمی پہنچائی جاتی ہے یا ان کو بنزین Benzene میں ڈبویا جاتا ہے اور نکال لیا جاتا ہے۔ یہ ایک انگریزی دوا ہے جو کہ ہائیڈروجن اور کاربن کی آمیزش ہے۔ اور زیادہ تر تارکول اور مٹی کے تیل سے نکالی جاتی ہے۔ اس تمام نائٹروجن Nitrogen ملی ہوئی اشیاء کو نکالنے کے بعد جس سے کہ سریش وغیرہ بنایا جاتا ہے ان کو بڑی بڑی چکیوں میں جو کہ عام طور سے بجلی کے ذریعہ چلتی

(باقی اگلے صفحہ پر)

[illegible] کی مذمت میں ملک کے طول و عرض میں جلوس نکالے گئے اور جلسے کئے گئے جن میں [illegible] کی مذمت میں ہندو اور سکھ لیڈران کی دل آویز تقاریر ہوئیں۔

ماسکو سے ساڑھے چار سو میل کے فاصلہ پر دو مسافر گاڑیوں کا تصادم ہو گیا جس سے دونوں گاڑیوں کے انجن اور کئی ڈبے ٹوٹ گئے۔ نیز اٹھارہ آدمی ہلاک اور متعدد شدید زخمی ہوئے۔

وائسریگل لاج کے گیرج سپرنٹنڈنٹ اور ان کی اہلیہ [illegible] نہر میں کشتی میں بیٹھ کر شکار کے لئے گئے۔ مگر بدقسمتی سے کشتی الٹ گئی اور دونوں غرقاب ہوئے۔ بڑی کوششوں کے باوجود ابھی تک نعشیں برآمد نہیں ہو سکیں۔

پیرس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر سائمن نے کہا کہ اگر دیگر ممالک بھی ہمارے شریک کار ہو جائیں تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسی سال ہم امن اور خوشحالی کے بہت نزدیک ہو جائیں گے۔

بین الاقوامی لیبر کانفرنس کے ڈیلیگیٹ شری یت جمنا داس مہتہ کی پولیس نے آدھی رات کے وقت ہوٹل میں تلاشی لی اور ان کے کاغذات کی چھان بین کی۔ تلاشی اس بات کا نتیجہ سمجھی جاتی ہے کہ مسٹر مہتہ نے ہندوستان سے جاتے وقت شری یت سبھاش بوس کے ساتھ سفر کیا تھا۔

برطانیہ کی جنس حکومت کو بڑا خطرہ بتایا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ اب کہی جا رہی ہے کہ اب وزارت کی از سر نو ترتیب فوراً ہونی چاہئے تاکہ کنسلٹیٹو کے مندرہ کو ختم کیا جا سکے اور ملک میں مقبولیت حاصل کی جا سکے۔

رستم جی نادر جی جو اسلحہ جات کی ناجائز درآمد کرنے کے لئے مشہور ہے صوبہ بہار اڑیسہ سے نکل جانے کا حکم ہوا ہے۔ اس سے پہلے کہ بنگال کے صوبہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اب یہ الہ آباد کو روانہ ہو گیا ہے۔

سٹی مجسٹریٹ لوڈہ نے یونیورسٹی کے گریجویٹوں سرکردہ تاجروں اور متعدد افراد جن کی تعداد ۴۴ ہے گیہ کے موقعہ پر اسٹریٹ سے پکٹنگ کرنے پر ۱۰۰ روپیہ جرمانہ کیا ہے۔

اسمبلی کے اجلاس میں سر محمد یعقوب کی تحریک التوائے اجلاس کو صدر اسمبلی نے خلاف قاعدہ قرار دے دیا اور دارالعوام کا حوالہ دیتے ہوئے جناب صدر نے اپنی کارروائی کو حق بجانب ٹھیرایا۔ اور کہا کہ صدر کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش ہو سکتی ہے۔ تحریک التوائے اجلاس پیش نہیں ہو سکتی۔

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

جرمنی کے کپتان گورنگ نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ مسلح جرمنی یورپ میں امن کی سب سے بڑی گارنٹی ہے۔ امن کے لئے جرمنی جو سب سے بڑا کام کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جرمنی دوبارہ مسلح ہو جائے۔ جب تلوار گم ہو گئی تو امن بھی جاتا رہا۔

الہ آباد میں ماگھ میلے کے سلسلہ میں جو جھونپڑیاں تعمیر کی گئی تھیں وہاں آگ لگ گئی جس سے آٹھ یاتری بڑی طرح جل گئے جن میں عورتیں بھی شامل تھیں۔

اٹلی اور حبش کی فوجوں میں پھر تصادم ہو گیا۔ پانچ اطالوی فوجی قتل کر دیئے گئے اور چھ زخمی ہوئے۔ حبش کی فوجوں کا بھی نقصان ہوا۔ اٹلی نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ اس تصادم کے خلاف پروٹسٹ کیا ہے۔

اٹلی اور حبش کے درمیان جو جھگڑا چل رہا ہے اس میں اٹلی نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ننگے سر ہو کر اٹلی کے جھنڈے کو سلام کیا جائے اور دس لاکھ پونڈ ہرجانہ ادا کیا جائے۔ نیز باقاعدہ معافی مانگی جائے اور یہ یقین دلایا جائے کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہوں گی۔

دارالعوام میں انڈیا بل کی دوسری خواندگی پاس ہو گئی۔ مسٹر بالڈون نے اعلان کیا کہ تمام پارٹیوں میں اس بارے میں تصفیہ ہو گیا ہے کہ بل پر کتنا وقت صرف کیا جائے۔

خان عبدالغفار خاں کے بھتیجے مسٹر سعد اللہ خاں معہ اپنی منگیتر مس مدونیہ سومجی آج سابرمتی جیل میں خان صاحب سے ملے۔ ان کا بیان ہے کہ خان صاحب کا وزن ۱۰ پونڈ کم ہو گیا ہے۔ اور ان کے پیٹ اور پیٹھ میں درد رہتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ انہیں کسی دوسری جیل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

احمد آباد میں ملیریا کی وبا پھیل رہی ہے۔ اطلاع ہے کہ بیماروں میں سے ہر روز بیس مریض مر جاتے ہیں۔ چنانچہ احمد آباد میونسپل بورڈ نے ایک اسپیشل سٹاف اور دو ہزار روپیہ ماہوار کی گرانٹ منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مردان تحت بائی کے قریب سمری بہلول میں ایک خزانہ دریافت ہوا ہے جو بدھ کے زمانہ کا خیال کیا جاتا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ اسے بہت اہمیت دے رہا ہے۔

ہوڑہ پولیس نے بانکیپور ریلوے اسٹیشن پر جو کہ ہوڑہ آسنسول ریلوے لائن پر واقع ہے چھ افراد کے ایک گروہ کو گرفتار کیا ہے جن کے قبضہ سے تین بم۔ تلواریں۔ برچھے اور مارچ وغیرہ برآمد ہوئے ہیں۔

کانپور میں دو دشمن فریقوں میں پتنگ کے معاملہ پر جھگڑا ہو گیا جس میں ایک آدمی ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔ پولیس نے کئی افراد کو گرفتار کیا ہے۔

ڈاکٹر راجندر ناتھ ٹیگور ہندو یونیورسٹی بنارس کا کانووکیشن ایڈریس پڑھنے کے بعد لاہور پہنچے۔ آپ یہاں پر آل پنجاب سٹوڈنٹس کانفرنس کی صدارت فرمائیں گے۔

امریکہ کے بحری بیرٹ کی کمیٹی کے چیئرمین مسٹر ولسن نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے بحری پروگرام کے لئے تین کروڑ ڈالر منظور کیا ہے۔

کیتھل ضلع کرنال کے ایک سرکردہ رئیس لالہ رکھی رام چودھری کو دن دہاڑے کسی نے قتل کر دیا۔ قاتل کا ابھی تک سراغ نہیں ملا۔ اس قتل سے تمام ضلع میں سنسنی پھیل رہی ہے۔

فروری کے آخری ہفتہ میں میرٹھ میں سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی کا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر سرکردہ سیاسی لیڈران تشریف لا رہے ہیں جن میں سردار پٹیل کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ناگپور میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو آپس میں عاشق و معشوق تھے تلا کھنڈی تالاب میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کیونکہ ان کی شادی ہونا ممکن نہیں تھا اس لئے انہوں نے اس طریقہ پر اپنی محبت کو دائمی بنا لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کی آخری درخواست یہ تھی کہ انہیں ایک ہی قبر میں دفنایا جائے۔

دہلی کے [illegible] پوری شیو جی پرشاد نامی ایک برہمن کا قتل ہو گیا جس کا پتہ اس وقت لگا جب کہ مقتول کے ہمسایوں نے پولیس کو اطلاع دی۔ قتل کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

ڈاکٹر ضیاء الدین کا ریزولیوشن [illegible]

کی موجودہ پالیسی پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا گیا تھا اسمبلی میں پاس ہو گیا۔ ریزولیوشن میں تین ترمیمیں بھی پیش کی گئی تھیں جو پاس ہو گئیں۔

بمبئی کے امرا ٹھ دیا سلائی کے کارخانوں کا فیصلہ ہو گیا۔ فیصلہ کی رو سے تربیت یافتہ مزدوروں کی اجرتیں بڑھ جائیں گی۔ اور غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی اجرتیں اس قدر ہوں گی جس سے ان کی زندگی بسر ہو سکے۔ تصفیہ پر فریقین کے دستخط ہو گئے ہیں۔

لاہور پولیس نے چوروں کے ایک گروہ کے کئی افراد کو گرفتار کیا ہے۔ یہ گروہ پنجاب کے کئی شہروں میں باقاعدہ چوری کرتا تھا۔ یہ لوگ دن میں فقیروں کے بھیس میں گداگری کرتے تھے اور مکانوں وغیرہ کا نقشہ خوب اچھی طرح دیکھ لیتے تھے۔ پھر رات کو چوری کرتے۔ پولیس کو اس گروہ کا پتہ چل گیا اور کئی آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

برطانیہ اور آئرش فری سٹیٹ کے درمیان اقتصادی جنگ ختم کرنے کی جانب مسٹر ڈی ویلرا نے ایک قدم بڑھایا ہے۔ آپ نے ڈبلن میں اعلان کیا ہے کہ برطانیہ نے مویشیوں پر جو ڈیوٹی بڑھا دی ہے۔ اس سلسلہ میں خط و کتابت کی جا رہی ہے۔

کرنل لنڈبرگ کے بچہ کے قتل کا مقدمہ سنا دیا گیا اور ہاپٹمن کو قتل کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اسے سزائے موت دی گئی اور ۱۸ مارچ مقرر کر دی گئی۔ جب کہ بجلی کے ذریعہ اسے موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔

مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم نے انڈیا بل کی تیسری خواندگی کے سلسلہ میں کہا کہ حکومت ایوان کی ہر پارٹی سے اس بارے میں متفق ہے کہ انڈیا بل پر بحث کا پورا پورا موقعہ ملنا چاہیئے اور عام پارلیمنٹری ضابطہ سے کام لیا جائے۔

صدر کانگریس شری بت بابو راجندر پرشاد نے مسٹر جناح سے ان کی جائے رہائش پر گفتگو کی۔ نمائندہ تیج کے ایک سوال کے جواب میں بابو جی نے کہا کہ ہندو مسلم مسئلہ پر اتنی مرتبہ بحث کی جا چکی ہے اور ہمیں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں لوگوں کے دلوں میں بے بنیاد امیدیں پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اگر ہماری گفتگو میں کوئی نتیجہ خیز بات نکل آئی تو میں فوراً اسے اہالیان ملک کے سامنے رکھ دوں گا۔

کونسل آف سٹیٹ نے کنٹونمنٹ [illegible] کو منظور کرنے کے ساتھ ساتھ غلامی کے بل کو بھی صاد کر دیا اور پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ جو اسمبلی میں نامنظور کی گئی تھی یہاں منظور کر لی گئی۔ لالہ رام سرن داس کی تحریک کہ مجوزہ آئین کو نامنظور کر دیا جائے اس کے مقابلہ پر ۲۶ ووٹوں سے مسترد ہو گئی۔

# ایشا

(صفحہ (۳۲) سے آگے)

وہ غصے سے کانپنے لگا: "وکیل صاحب! میں فضول باتیں نہیں سننا چاہتا۔ اگر تم یہ بات ثابت کر دو کہ میں نے کبھی اُسے بُری نظر سے دیکھا ہے یا کبھی اُس قسم کی بدسلوکی کی ہے ... یا اُس کی خدمات کا پورا معاوضہ نہیں دیا گیا تو میں ہر قسم کا ہرجانہ دینے کو تیار ہوں ... ہاں یہ ضروری ہے کہ مجھے اُسے چند ایک بار تکلیفیں ضرور دینی پڑی ہیں کہ وہ میرے فنِ مصوری کے لئے ایک ماڈل بنے۔"

میں گھبرا گیا: "تکلیفیں ... کس قسم کی؟"

"میں اُس کے چہرے پر درد و کرب کا عالم نمایاں کرنا چاہتا تھا جس کے لئے مجھے اُس کی پُشت پر تپتا ہوا لوہا داغنا پڑا!"

میں خوف سے کانپ اُٹھا۔ "بدمعاش — مجھے قانون اجازت نہیں دیتا۔ ورنہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ اگر مجھے بہن رتجنی کی تلاش کرنا منظور نہ ہوتا تو میں تمہیں ضرور قتل کر دیتا۔ خواہ اُس کے لئے مجھے خود پھانسی پر لٹکنا پڑتا۔"

مسٹر سنیدر نے اپنی داستان ختم کی۔ دونوں کے دلوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ مسٹر سنیدر کہنے لگا: "اب تمہارا کیا خیال ہے۔ رتجنی واقعی ستی تھی یا نہیں ... اُس میں جذبۂ ایثار تھا یا نہیں ... ؟"

"وہ واقعی ستی تھی ... مگر بھیا واقعہ کچھ اس قدر عجیب ہے کہ مجھے اس کے سچ ہونے پر شک ہے!"

"تم یقین جانو۔ یہ بالکل درست اور سچا واقعہ ہے" مسٹر سنیدر نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ تو بالکل غم انگیز اور رقت خیز واقعہ ہے بھیا۔ یہ تو بتاؤ تم نے پھر کہیں رتجنی کو دیکھا یا نہیں؟"

"پچھلے تم بھی ننھے بچوں کی طرح ایک راحت بخش اور مسرت خیز اختتام چاہتے ہو ... میں نے رتجنی کو ڈھونڈ لیا۔ وہ میرے گھر کی لکشمی ہے ... رتیش اب پھر وکالت کرتے ہیں۔ اور بہار کے بہترین وکیل ہیں اور رتجنی کے ساتھ دلی خوشی سے دن بسر کرتے ہیں ..."

---

# آنکھوں کا بیمہ

اگر آپ عمر کا بیمہ کرانا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی سے پالمیشوری نیسر مہیا استعمال شروع کر دیں۔ اس سے چند دنوں میں جالا، دھند، کُنار، ککرے، خارش، پڑبال، پانی جانا، کمزوری نظر، اندھیری یا کُھیر آنا، جملہ تمام بیماریاں متعلقہ چشم دور ہو جاتی ہیں۔ میں نے نمات غور آزمائش کی۔ مگر اس کو جادو اثر پایا۔ اس کا استعمال گویا اپنی آنکھوں کا بیمہ ہے۔

ملنے کا پتہ:- گورو بخش سناتک آیورویدک فارمیسی انبالہ چھاؤنی، خاکسار، جگلکشور انبالہ

---

# انبالہ کی دریاں

جو کہ ہندوستان بھر میں پائیداری کے لئے مشہور ہیں۔ اگر آپ کو دری درکار ہوں تو براہِ راست ہمارے کارخانہ کو فرمائش ارسال کریں۔ کیونکہ ہمارے کارخانہ میں نہایت عمدہ و پختہ رنگ اور اعلیٰ درجہ کی خوشنما دریاں تیار ہوتی ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں۔ گویا دریاں نہیں، خوشنما قالین ہیں۔ آزمائش کی آرزو۔ دیکھ کر مشکور فرماویں۔

نوٹ:- بڑے بڑے شہروں میں ایجنٹوں کی بھی ضرورت ہے

پتہ:- جیون کشور منیجنگ پروپرائٹر، سیٹھ زنیجند پیارے لال جین، دری مینوفیکچررز انبالہ شہر

# مُفت

شاہی جنتری ۱۹۳۵ء جس میں نہایت مفید کارآمد مضمون درج ہیں، مُفت طلب فرماویں۔

# مادرِ وطن سے خطاب

## مسز سروجنی نائیڈو کے ایک شاہکار کا ترجمہ

اے تو کہ تیز شباب جاوداں ہے۔ اُٹھ! مادرِ وطن اُٹھ اور اپنی عمیق ظلمت سے تجلی بار ہو۔

عروس نو کی مانند جس کا اعلیٰ رشتہ طبقات ارضی سے جڑا ہے۔ اپنے ازلی بطن سے ایک نیا جاہ و جلال پیدا کر۔

اقوام جو شب آسا تاریکیوں میں گھر کر روتی ہیں نور سحر کی جانب اُن کی رہنمائی کر۔

مادرِ وطن ——— اے مادرِ وطن! تو کیوں نیند کی ماتی ہے۔ اپنے بچوں کی ممتا کی خاطر اُٹھ کر جواب دے۔

مستقبل کس قدر بے تحاشہ تجھ کو بُلا رہا ہے۔ تاکہ شوکت و نصرت سے تجھ کو جگمگا دے۔

اے نیند کی متوالی مادرِ وطن بیدار ہو کر تاج پہن لے ... ... ... تو جو سلطانِ ماضی کی کبھی جیتی ملکہ تھی۔

---

ΙNDIAN

# Tailoring College

HOSHIARPUR, (Punjab)

Unique books Hindi Urdu Punjabi
TAILOR OF INDIA IN 8 PARTS

12 Shirts Re 1. 5 Coats Rs 1-8 Pyjamas 6 Frock Pinafores 8 Pullovers Breeches Nicker Re 1 Waist coats 8 B Aprons 4 Jumper Blouse 12 Cover of umbrella as 12. The above eight books Rs 5 unique book on alterations Rs 5 Daulat Darshan unique book on cutting Rs 5 Prospectus free

# پکچر ہاؤس دہلی

(نزد امپیریل بنک)

جمعہ ۱۵ فروری سے شروع

بھارت لکشمی پکچرز کا نایاب فلم

# اف کی توپ

جس فلم کا مدت سے انتظار تھا آگیا۔ اُڑایا ہائے بروت کس طرح انصاف گری سے بخوبی دیکھنا چاہیں تو دیکھیں توپ انصافی کہانی درد کی کیسی کہیں گے آپ کے آنسو رُلائیگی ہنسائیگی غضب ہے توپ انصافی

# سنہ ۱۹۳۵ء کی عجائبات

نہایت سنسنی خیز، دلفریب، دلچسپ، پُر لطف اور ہنسی مذاق کے واقعات سے پُر ہے۔ مسٹر ... نے اپنے جادو قلم سے اس فلم میں وہ جادو بھر دیا ہے کہ آپ دیکھ کر حیران بھی ہوں گے، خوش بھی ہوں گے، ہنسیں گے بھی اور روئیں گے بھی، سین سینریاں پرکیف اور نظارے بے حد قابلِ دید ہیں۔

# مس شیلا کا خاص ناچ

اس فلم کے ساتھ ساتھ ایک ریل میں ہندوستان کی مشہور رقاصہ مس شیلا کا دلفریب گانے اور دلچسپ ناچ بھی دکھایا جاوے گا۔ جسے دیکھ کر آپ لٹو ہو جائیں گے۔ ضرور ...

# ہندوستانی فلمسازی کیونکر ترقی کر سکتی ہے

(فلمستان دہلی) (از مسٹر ظفر قریشی بی۔ اے)

یہ امر نہایت اطمینان و مسرت کا ہے کہ باوجود چند در چند مشکلات کے ہندوستانی صنعت فلمسازی برابر ترقی کر رہی ہے۔ اور بولتی تصویروں کی ایجاد نے تو اس کی ترقی کو اور بھی تیز اور یقینی بنا دیا ہے۔ تقریباً ہر بڑے شہر میں اس کی وقعت اور مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ مرکزی مقامات پر نگار خانے بھی قائم ہو رہے ہیں۔ مقامی حکومتوں اور مرکزی حکومت سے اس صنعت کو ترقی دینے اور اس کی مدد کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ صوبہ پنجاب حکومت کا رویہ ہمت افزا ہے اور اس باب میں کسی قدر کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے لیکن ابھی حکومت کو اس صنعت کی حفاظت کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ بالخصوص اس امر میں کہ غیر ملکی مقابلے سے بچانے کے لئے ہندوستانی صنعت فلمسازی کے ساتھ ایسی مراعات کرنی چاہئیں جو مفید ہوں۔ مثلاً خام فلم کی درآمد پر محصول کی کمی۔ فلم کے استعمال کے سامان پر محصول کی کمی۔ مقامی ٹیکسوں کی کمی وغیرہ وغیرہ۔

بیشک ہندوستانی صنعت فلم ابھی گہوارہ میں ہے۔ اور ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن ہمیں سوچنا یہ ہے کہ اس صنعت کو ترقی دینے کے لئے کیا کیا ذرائع ہو سکتے ہیں اور اس کو وطن کی اصلاح و ترقی کے لئے کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس خیال کو تسلیم کرتے ہیں کہ جا کر آنے والی پبلک بھی عموماً شوقین مزاج طبقہ ہی ہوتا ہے۔ صنعت فلم کی آئندہ قسمت کا انحصار ہے۔ یعنی وہ جس کے فلم کو پسند کرے وہی کامیاب ہے۔ اگر وہ پسند نہ کرے تو کوئی فلم کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس رائے میں بہت اصلاح کی گنجائش ہے اور اگر اسے کسی اور زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو گذشتہ کا حل بدل جائے گا۔ بیشک یہ درست ہے کہ ہمارے ملک کی پبلک مقبولیت عام کا نشان اور معیار سمجھی جاتی ہے۔ لیکن یہ کامیابی سطحی اور مقبولیت چوتھے درجہ کی ہی ہو سکتی ہے۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ بیشک ہندوستانی صنعت فلمسازی کی ترقی عوام کے رحم و کرم یعنی ان کی پسندیدگی و عدم پسندیدگی اور عام رجحان طبع پر موقوف ہے۔ لیکن دراصل دیکھا جائے تو اس کا انجام جانے والی پبلک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ فلمسازوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس صنعت کی ترقی و اصلاح کا میدان سنیما ہال نہیں بلکہ نگار خانے اور مصنفوں کے دماغ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فلمسازوں کا یہ کام ہے کہ وہ جانے والی پبلک کی ذہنیت درست کریں اور قدرتی طور پر ان کے ہاتھ میں جو ہتھیار آ گیا ہے اس کا غلط استعمال نہ کریں۔ بلکہ اس سے مناسب فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ نگار خانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ملک کا مذاق درست کریں۔ عوام کی ذہنیت کو زر پرست فلمساز جس طرح خراب کر رہے ہیں اس کو روکا جائے۔ مصنفوں کا فرض ہے کہ وہ ملک کی اصلاح معاشرت کے سدھار اور عام انسانیت کے متعلق رائے عامہ کی تربیت کا کام لیں۔ فلم جو پروپیگنڈے اور پبلسٹی کا بہترین ذریعہ ہے کس طرح اہل ملک کی اصلاح کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ یہ جاننا ہمارے فلمسازوں کا پہلا فرض اور ہمارے فلمی مصنفوں کا اولین کام ہے۔ مثلاً کا کام قلم سے شروع کیا جائے اور مذاق درست و ہموار کرنے کے لئے اچھے کارآمد، مفید انجام اور سبق آموز افسانے فلم میں لائے جائیں۔

یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ جا کر آنے والی پبلک میں عمدہ آرٹ کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ بیشک یہ صحیح ہے کہ ان میں آرٹ کے نکتے جاننے اور سمجھنے والے کم تعداد میں ہوتے ہیں اور وہ سستی زینت۔ تلوار کی لڑائی اور محبت کے بیہودہ مناظر سے خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی بات ہے کہ وہ اعلیٰ افسانہ، عمدہ آرائش اور عمدہ ایکٹنگ کو بھی اسی قدردانی اور مقبولیت اور محبت کے ساتھ دیکھنے اور خراج تحسین ادا کرتے ہیں جس طرح خراب فلموں کو وہ مجبوراً دیکھتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے فلمساز اچھے فلم سطح پر لائیں تو پبلک

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

ہیں وہ کافی مقبول ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ آعلیٰ فلم مالی حیثیت سے ناکامیاب ثابت ہوں گے ہرگز نہیں۔ سیتا۔ جنڈی داس۔ یہودی کی لڑکی۔ راج رانی میرا۔ سلطانہ۔ کاروان حیات۔ مایا مچھندر۔ مس [illegible] وغیرہ وغیرہ فلموں کی کامیابی اس بات کی شاہد ہے کہ فلم اگر موضوع کے اعتبار سے اچھے اور تفریح کے پہلو سے خوش آئند ہوں تو بڑی فراخدلی کے ساتھ عوام میں "داخل" ہو جاتے ہیں اب یہ فلمسازوں کا کام ہے کہ وہ اس چیز سے فائدہ اٹھائیں اور کوئی ایسی راہ نکالیں جس سے رائے عامہ درست ہو۔ ملک کی اصلاح ہو اور ہماری صنعت بھی غیر ملکی فلموں کے معیار تک پہنچ سکے۔

ہم اس بات کی ہرگز شکایت نہیں کر سکتے کہ عام آنہ والی پبلک سے اوپر والی جماعت یعنی فلمی دوستوں کا آعلیٰ اور صاحب نظر طبقہ دیسی فلموں سے اس قدر بدظن کیوں ہے۔ وہ دیسی فلموں پر اس قدر سختی کے ساتھ حرف گیری کیوں کرتا ہے۔ اور غیر ملکی فلموں کو کیوں زیادہ شوق اور دلچسپی کے ساتھ دیکھتا ہے۔

ہمارے فلموں کے عام نقائص تو ظاہر ہیں شاید ہی کوئی فلم ہو جس میں واہیات قسم کی محبت نہ دکھائی گئی ہو۔ کوئی فلم اس سے شاید ہی بچا ہو۔ محبت کا عنصر اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ کسی کہانی کو اس کے بغیر ہم مکمل نہیں کہہ سکتے۔ اس کے بعد لڑائی اور مارپیٹ کے کاموں کا موضوع آتا ہے۔ فلم میں جب تک ہیرو کو دس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کے ساتھ برسر پیکار اور انجام کار کامیاب نہ دکھایا جائے اس وقت تک بھی کوئی فلم مکمل نہیں سمجھا جاتا۔ فلم کی یہ لڑائی حقیقی زندگی سے اس قدر بیگانہ اور اصلیت سے ایسی خالی ہوتی ہے کہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ ہمارے فلموں کا "مذاق" یعنی کامک کا حصہ تو خاص طور پر کمزور ہے۔ ہمارے اس کے فلمی مسخرے سوائے اس کے کہ چارلی۔ لارل اور ڈی۔ منٹگمری۔ فاش۔ بنکر۔ لائیڈ وغیرہ کے کاموں کی بھونڈی نقالی اور کاپی کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور کچھ نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض مسخرے اچھا کام کرنے لگے ہیں۔ اور کہیں کہیں قابل تحسین منظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ہمارا فلمی مسخراپن غیر ملکی کاموں کا چربہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑا نقص گانوں کی بھرمار اور بے تکے تھیٹری انداز کے مقفیٰ و مسجع مکالموں (ڈائیلاگ) کا آتا ہے۔ فلم کی کہانی کہیں جا رہی ہے۔ حالات کسی چیز کے متقاضی ہیں۔ مگر ہیرو صاحب اور ہیروئن صاحبہ موسیقی سے ضرور سرفراز فرمائیں گی۔ ایسے ایسے بیہودہ مقامات پر فضول گانے چسپاں کئے جاتے ہیں کہ ڈائرکٹروں کی عقل اور مصنفوں کی سمجھ پر حیرت ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں نقص ہیں مثلاً کہانی کا فضول ہونا یا وہ نقائص جن کا پہلے کئی بار ذکر آ چکا ہے۔

ان حالات کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ آعلیٰ کلاس کے لوگوں کو انگریزی اور امریکن فلموں میں دلچسپی لینا بالکل درست ہے۔ ہمارے فلمساز اگر یہ سمجھتے ہیں کہ واقعی طور پر وہ دولت بھی کمائیں اور صنعت کو بھی ترقی دیں تو انہیں سوچنا چاہیے کہ آخر کس طرح اس کی خرابیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

جب تک دیسی زبانوں کے اچھے مصنفوں سے عمدہ و مفید و دلچسپ ہونے موضوع پر خاص طور پر افسانے تحریر نہیں کرائے جائیں گے ہمارے فلموں کا معیار بلند نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ایکٹنگ کا معاملہ اور انتظامی امور کی بحث آتی ہے۔ ہمیں مسرت ہے کہ ایکٹنگ کے معاملہ میں ہندوستان کمزور نہیں ہے۔ فقط اصلاح اور تربیت کی ضرورت ہے۔ اگر عمدہ تربیت ملے تو ہمارے ہاں ایسے ایسے دماغ اور ایسی ایسی صلاحیت والی ہستیاں موجود ہیں کہ انہیں بڑی آسانی کے ساتھ عالمگیر معیار پر لایا جا سکتا ہے۔ بہرکیف ہندوستانی فلمسازوں کو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ چار آنے والی پبلک کے مذاق کی کیونکر اصلاح کی جائے۔ اور اس صنعت کو درست کرنے کے لئے کن نقائص کو دور کرنا اور کونسی اصلاحات داخل کرنا اس میں داخل کرنا ضروری ہے

## قیام امن کے لئے

### بین الاقوامی فلم

سیکرٹری انجمن اقوام نے اعلان کیا ہے۔

اس ادارہ کی زیر نگرانی حکومت اٹلی نے ایک [illegible] بنائی ہے جو تعلیمی۔ فنی۔ تجارتی اور اقتصادی امور کی بابت بین الاقوامی دلچسپی کے فلم تیار کرے گی اور ان کی عام تشہیر کا اہتمام کرے گی۔ ابھی تک اس بین الاقوامی فلمی ادارہ نے اپنی زندگی کے چند ابتدائی مراحل طے کئے ہیں لیکن عنقریب ایک بسیط پروگرام پر عمل شروع ہونے والا ہے۔ گذشتہ چند سال میں اس ادارہ نے کئی مفید کام کئے۔ مثلاً [illegible] میں ایک سینما کانفرنس ہوئی اور روم میں [illegible] میں سینما کے ذریعہ تعلیم پھیلانے کے لئے ایک اور سینما کانفرنس ہوئی۔

ایک اور قابل ذکر عمل جو اس ادارہ نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے فلم کی صورت میں بین الاقوامی امن کے لئے لیگ آف نیشنز کے خیالات کو ڈھال دیا ہے۔ مختلف حکومتوں کے معاہدات امن اور جنگ کے مہیب نقصانات کو فلم کے ذریعہ اطراف عالم میں پھیلایا جا رہا ہے۔ سرحدوں پر انتظام کرنے۔ سرحدوں کی بندش اور ممالک کے معاہدات کی بابت تشریحی فلم بھی تیار کئے گئے ہیں تاکہ بین الاقوامی مواثیق اور مذاہب اور سلطنتوں کے باہمی تعلقات کا مظاہرہ فلم ہوتا رہے۔

---

# فلم ایڈورٹائزنگ کا

## بہترین ذریعہ

نتیج ویکلی میں ہر ہفتہ فلم سے متعلق دو صفحے کے نہایت دلچسپ اور پُرلطف مضامین شائع ہوا کرینگے، اس لئے جو سینما اور فلم کمپنیاں ان صفحوں پر اپنے اشتہار دیں گی، اُن کے فلم بہت جلد مقبول ہو جائیں گے، اور اُن کو اس تجارت میں زبردست فایدہ ہوگا، فلم کی اشاعت کا اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے، آیندہ ہفتہ کے ویکلی میں اپنے اشتہار کے لئے آج ہی جگہ ریزرو کرا لیجیے۔

**نیجر اخبار "نتیج" دہلی**

## کالا گلاب

واڈیا مووی ٹون کا تازہ فلم جو عنقریب دہلی میں آنیوالا ہے۔

## تلاش حق

سلگایت فلم کمپنی کے مشہور فلم تلاش حق کا ایک دلچسپ سین۔ یہ فلم بہت جلد دہلی میں آنیوالا ہے۔

**مس زبیدہ**

آپ مہالکشمی سیناٹون کمپنی بمبئی کے مشہور فلم "سیوا سدن" میں لیڈنگ پارٹ ادا کرتی ہیں

ڈسٹری بیوٹرز — ایمپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دہلی

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press, Burn Bastion Road, Delhi.

پراسپکٹس کی ایک نقل بموجب دفعہ ۹۲ (۲) ایکٹ ۷ آف ۱۹۱۳ء فائل کی جا چکی ہے،

# ستلج کوٹن ملز لمیٹڈ

(قائم شدہ زیر انڈین کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء)

منظور شدہ سرمایہ ........ ۲۵،۰۰،۰۰۰ روپے

جو دس دس روپے کے ۲ لاکھ ۲۵ ہزار حصص میں منقسم ہے،

اس وقت صرف پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کے ایک لاکھ پچاس ہزار حصص جاری کرنا تجویز کیا گیا ہے،

اڑھائی روپیہ فی حصہ درخواست کے ہمراہ اور اڑھائی روپیہ فی حصہ الاٹمنٹ پر اور بقایا حسب ضرورت ڈائرکٹران کمپنی ہذا ادا کرنا ہوگا، جاری شدہ سرمایہ کا تقریباً ۲۰ فیصدی مینجنگ ایجنٹس، ڈائرکٹرز اور ان کے دوستوں نے خریدنے کا وعدہ کر لیا ہے، جنرل میٹنگ میں ووٹ کا حق فی [illegible] ایک ووٹ ہے، اس وقت ترجیح فاؤنڈرز یا مینیجمنٹ کے حصص جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں،

## ڈائرکٹرز

(۱) مسٹر جی۔ڈی برلا آف برلا برادرز لمیٹڈ

(۲) آنریبل رائے بہادر لالہ رام سرن داس سی۔آئی۔ای۔ لاہور

(۳) مسٹر بشمبر لال مہیشوری سوداگر آف بمبئی

## بینکرز

امپیریل بینک آف انڈیا ۔ دی سنٹرل بینک آف انڈیا لمیٹڈ

آڈیٹرز :- میسرز۔ ایس۔آر۔ باٹلی بوائے اینڈ کمپنی کلکتہ

مینجنگ ایجنٹس :- میسرز برلا برادرز لمیٹڈ آف کلکتہ، بمبئی، دہلی وغیرہ

رجسٹرڈ آفس :- سبزی منڈی دہلی،

## پراسپکٹس

کمپنی اُن اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری کی گئی ہے، جو میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج ہیں، پراسپکٹس کے ہمراہ میمورنڈم بھی چھپا ہے جو اس کا ایک جزو ہے، کمپنی کا خاص مقصد پنجاب میں جہاں خام مال مہیا ہونے اور کپڑا فروخت ہونے کی سہولتیں ہوں، کوٹن اسپننگ اینڈ ویونگ ملز قائم کرنا ہے

ایسے اصحاب کمپنی کی ڈائرکٹری کے مستحق ہو سکتے ہیں، جن کے نام میں کم از کم چھ ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص ہوں لیکن مینیجنگ ڈائرکٹرز کو ایسے ڈائرکٹر منتخب کرنے کا حق حاصل ہے جن کے نام پر متذکرہ بالا حصص کا ہونا ضروری نہیں، اور نہ ہی یہ ترتیب کے لحاظ سے ریٹائر ہو سکتے، اور نہ ہی یہ ڈائرکٹروں کی ریٹائرمنٹ کی ترتیب کا فیصلہ کرنے میں شمار کئے جاویں گے، مینجنگ ایجنٹس کا سینیئر نمائندہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیئرمین ہوگا،

ڈائرکٹروں کی تعداد تین سے کم اور سات سے زیادہ نہ ہوگی،

ڈائرکٹروں کو ہر میٹنگ میں شامل ہونے پر تیس روپیہ فی کس ملیں گے، دیگر آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں متذکرہ ڈیوٹی کے علاوہ اگر ڈائرکٹر کمپنی کا کوئی اور کام کریں گے، تو ان کو اس کا معاوضہ ملے گا، ڈائرکٹروں کو میٹنگ کے سلسلہ میں سفر خرچ اور اخراجات ہوٹل بھی ملیں گے، اور دیگر اخراجات بھی جو کمپنی کے لئے ہوئے ہوں ملیں گے

مندرجہ بالا اصحاب نے کمپنی کا ڈائرکٹر بننا منظور کر لیا ہے، کمپنی کے مینجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ہوں گے، جن کا ہیڈ آفس رائل ایکسچینج پلیس کلکتہ میں ہے،

کم از کم سرمایہ جس کے وصول ہو جانے پر ڈائرکٹر الاٹمنٹ شروع کریں گے منظور شدہ سرمایہ کا پانچ فیصدی ہے، کمپنی نے ابھی تک کوئی جائیداد نہیں خریدی ہے، اور نہ ہی جائیداد حاصل کرنے کا ابھی تک کسی کے ساتھ اگریمنٹ کیا ہے، حصص فروخت کرنے پر زیادہ سے زیادہ دو فیصدی تک کمیشن دیا جا سکتا ہے،

ابتدائی اخراجات کا تخمینہ تین ہزار روپیہ کا ہے

آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی رو سے کمپنی کا کاروبار بورڈ آف ڈائرکٹرز کی نگرانی میں مینجنگ ایجنٹس انجام دیں گے، کمپنی کے اول مینجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ یا اُن کے نمائندے یا اُن کے دیگر منتخب شدہ اصحاب ہوں گے۔ جو اسی نام سے یا کسی دیگر نام سے کاروبار چلا سکیں گے، کمپنی کے اول مینجنگ ایجنٹس تا وقتیکہ وہ خود مستعفی نہ ہوں، کمپنی کی قائمی سے پچیس سال تک کمپنی کے مینجنگ ایجنٹس رہنے کے مستحق ہوں گے، اس مدت کے بعد بھی آئندہ پچیس سال اور اس کے بعد بھی کمپنی کا مینجنگ ایجنٹس رہنا ان کی مرضی پر ہوگا تا وقتیکہ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج شدہ کلاز نمبر ۱۱۰ کی رو سے ایکسٹرا آرڈنری میٹنگ میں ریزولیوشن کے ذریعہ اُن کو علیحدہ نہ کر دیا جائے،

جب تک ملز میں اسپنڈلز اور لومز کی تعداد بالترتیب دس ہزار اور اڑھائی سو رہے گی، مینجنگ ایجنٹس کو پانسو روپیہ ماہوار ملے گا، اور جب یہ تعداد بڑھ جائے گی ایک ہزار روپیہ ماہوار ملے گا۔ علاوہ ازیں مینجنگ ایجنٹس کو کمپنی کی کل فروخت پر دو فیصدی کمیشن بھی ملے گا، مندرجہ بالا شرائط کے لئے کمپنی اور مینجنگ ایجنٹس کے مابین ایک شرائط نامہ ہوگا، مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں کو کمپنی کا معاوضہ ملے گا،

(۱) مسٹر جی۔ڈی برلا بحیثیت مینجنگ ڈائرکٹر آف میسرز برلا برادرز لمیٹڈ جو کمپنی ہذا کے مینجنگ ایجنٹس ہیں،

(۲) مسٹر بشمبر لال مہیشوری کو مینجنگ ایجنٹس کے معاوضہ دو روپیہ سینکڑہ میں سے چار آنے کا حصہ ملے گا،

(۳) اُن کے علاوہ کسی دیگر ڈائرکٹر کا پروموشن یا کمپنی کی پراپرٹی میں کوئی مفاد نہیں،

(۴) کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی نقل کمپنی کے رجسٹرڈ آفس دہلی میں دوران ایام کار کردگی دیکھی جا سکتی ہے،

| | |
|---|---|
| بشمبر لال مہیشوری | جی۔ڈی برلا |
| گنگا ساگر جیتیا | رام سرن داس |

# شریت بھولا بھائی ڈیسائی

گجرات کا خطہ بھی ہندوستان میں ایک مردم خیز ہے۔ ہندوستان کی بہت بڑی بڑی ہستیاں یہیں پیدا ہوئیں۔ اسی سرزمین پر ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو ضلع سورت میں باردولی کے قریب بمقام بلسار مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی پیدا ہوئے۔ سوائے جس طرح یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ باردولی کا علاقہ ہندوستان کی جدید تاریخ میں اتنی اہمیت حاصل کرے گا اسی طرح یہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ بچہ جو ایک سرکاری وکیل کے ہاں پیدا ہوا ہے کبھی ہندوستان کے مشہور قوم پرست لیڈروں کی صف اول میں ہوگا۔

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کے والد ماجد علاقہ بلسار میں سرکاری وکیل تھے انہوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم کی طرف شروع ہی سے خاص توجہ دی۔ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی شروع ہی سے ذہین تھے اسکول کی تعلیم میں بھی بہت تیز رہے اور کالج میں داخل ہونے پر بھی ان کی ذہانت خاص پایہ کی مانی جاتی تھی۔ آپ نے بی اے کی ڈگری اول درجہ میں حاصل کی۔ آپ کو اس کے صلہ میں سرکاری اسکالرشپ (وظیفہ) پیش کیا گیا کہ آپ لندن جاکر سول سروس کا امتحان دیں۔ لیکن آپ کے سرکاری حالات نے اس کی اجازت نہ دی۔ قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ آپ ایک ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کی حیثیت سے اپنی زندگی بسر کریں اسے تو یہ منظور تھا کہ آپ کی آواز تمام دنیا میں گونجے۔

بی اے کے بعد آپ نے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور گجرات کالج احمد آباد میں آپ پروفیسر مقرر ہوگئے۔ آپ کالج میں تاریخ اقتصادیات اور ادبیات کی تعلیم دیتے تھے۔ دو سال تک آپ اسی عہدہ پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور بمبئی میں قانونی پریکٹس کرنے لگے۔ اس زمانہ تک بمبئی میں اول صف کے وکلا میں زیادہ تر انگریز بیرسٹر شمار ہوتے تھے لیکن آپ بآسانی صف اول میں داخل ہوگئے اور آپ کی پریکٹس مقامی نہیں بلکہ تمام صوبہ کی ہوگئی۔

مسز اینی بیسنٹ نے جب ہوم رول لیگ کی تحریک شروع کی تو مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی بھی اس میں شریک ہوگئے لیکن آپ کا خاص مشغلہ وکالت ہی رہا کچھ عرصہ بعد آپ سیاسیات سے بالکل الگ ہوگئے ۱۹۲۵ء میں آپ کو حکومت بمبئی نے ایگزیکٹو کونسل کا عہدہ دینا منظور کیا اور اسی اثنا میں آپ کو بمبئی ہائی کورٹ کی ججی پیش کی گئی۔ لیکن آپ نے دونوں میں سے کسی عہدہ کو بھی قبول نہیں کیا۔ بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ جو وکلا فوجداری اجلاسوں میں شہرت حاصل کرتے ہیں وہ دیوانی کے صیغہ میں چنداں مشہور نہیں ہوتے۔ لیکن مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے جتنی شہرت فوجداری کی پریکٹس میں حاصل کی تھی اتنی ہی دیوانی میں بھی حاصل کر لی۔ انکم ٹیکس اور شرح ریلوے کے تو آپ ماہر خصوصی سمجھے جاتے تھے۔

۱۹۲۳ء میں آپ نے کچھ عرصہ ایڈووکیٹ جنرل بمبئی کی حیثیت سے کام کیا لیکن آپ نے مستقل طور پر اس عہدہ پر مامور ہونے سے انکار کر دیا۔ آپ کی پریکٹس دن دونی بڑھتی چلی گئی اور اس سلسلہ میں آپ کو اکثر مختلف مقامات پر جانا پڑتا تھا۔ ایسے ہی ایک دورہ پر آپ کی ملاقات پنڈت موتی لال نہرو سے ہوئی تھی۔

باردولی کے کسانوں کا معرکہ ہندوستان کے دور جدید میں تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں اس علاقہ کے کسانوں کی شکایات کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے بروم فیلڈ کمیٹی کا تقرر ہوا آپ نے اس کمیٹی کے روبرو کسانوں کی جانب سے پیروی کی اور چونکہ اس میں

دوستوں نے بھی آپ کو بہت کچھ ترغیب دی کہ اس عہدہ کو منظور کر لیں لیکن آپ نے سیاسی وجوہات پر اسے منظور نہ کیا کیونکہ آپ مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل کے ساتھ شانہ بشانہ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونا چاہتے تھے۔

۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو آپ نے سودیشی سبھا قائم کی۔ اور اس کے کام کو ہر ممکن طریقے سے سنبھالا۔ اس کے بعد ۱۹۳۱ء میں جب گاندھی ارون سمجھوتہ ہوگیا تو باردولی کے کسانوں کا معاملہ پھر پیش ہوا۔ اس بارے میں حکومت نے مسٹر گارڈن کو تحقیقات کے لئے مقرر کیا۔ یہ تحقیقات مہاتما گاندھی اور حکومت کی گول میز کانفرنس کے بعد طے ہوئی تھی۔ تحقیقات اس بارے میں تھی کہ پولیس نے سول نافرمانی کی تحریک کے دوران

اتنے منہمک ہوئے کہ آمدنی کے صیغہ کو خیرباد کہہ دیا۔ اول تو کسانوں کے مطالبات ہی جائز تھے اس کے علاوہ آپ کی قابلانہ پیروی کی بدولت اس کمیٹی نے کسانوں کی تقریباً تمام شکایات کو جائز قرار دیا اور اسی واقعہ نے مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

حکومت کی نظریں بھی مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی پر پڑ رہی تھیں۔ اور وہ یہ چاہتی تھی کہ انہیں اپنے حلقہ میں لے چنانچہ جب حکومت ہند کی لاممبری کی جگہ خالی ہوئی تو آپ سے سلسلہ جنبانی کی گئی۔ ٹائمز آف انڈیا جیسے اخبار نے بھی یہ لکھا کہ اگرچہ ان کا نقطۂ نظر کسی قدر انتہاپسندی کا ہے لیکن ان کا دماغ ملک میں بہترین ہے۔ اس لئے یہ اس جگہ کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ آپ کے

مالگذاری وصول کرنے میں کیا کیا زیادتیاں کیں۔ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے اس تحقیقات کے دوران بھی کسانوں کی جانب سے پرزور وکالت کی اور جب تحقیقات کا ضابطہ منصفانہ نظر نہ آیا تو کانگریس نے اس تحقیقات میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کر لی۔ اس موقعہ پر جو معرکۃ الآرا بیان آپ نے دیا وہ یادگار رہے گا۔

انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان کے پبلک قرضوں کے بارے میں جو تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی تھی وہ مسٹر جے سی کمارپا پروفیسر کے ٹی شاہ اور مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی پر مشتمل تھی۔ اس کی محققانہ رپورٹ سے جو قانونی قابلیت ٹپکتی ہے اس میں کچھ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کا بھی بہت کچھ حصہ ہے اگرچہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی بہت عرصہ تک کانگریس

کے ممبر رہے تھے لیکن مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل کا آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ باردولی کے معاملہ میں آپ کو بلایا جاتا تھا اور آپ کو بھی ان دونوں ہستیوں سے اتنی عقیدت تھی کہ آپ اپنی پریکٹس کو نقصان پہنچا کر بھی جب طلب کئے جاتے موجود ہوتے تھے بمبئی کے نامی وکلا میں سے صرف آپ ہی نے گجرات کے کسانوں کی امداد و حمایت میں اتنا زیادہ عملی حصہ لیا۔

اگرچہ آپ طبعاً اعتدال پسند تھے لیکن گجرات کے کسانوں کی حالت نے آپ کی ذہنیت میں بہت بڑا تغیر پیدا کر دیا۔ ۱۹۳۲ء میں آپ نے بمبئی میں کانگریس کی کامیابی کی رہنمائی کی اور بمبئی کے باہر بھی کانگریس کے کاموں کی بہت کچھ دیکھ بھال کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء میں ایک سال قید اور دس ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوگئی۔ دیگر لیڈروں کی طرح آپ کی بھی صحت جیل میں بہت خراب ہوگئی۔ اور بغرض علاج رہائی کے بعد آپ کو یورپ جانا پڑا۔ کیونکہ ڈاکٹروں نے اس کی سخت ضرورت بتائی تھی۔ آپ نے یورپ میں جا کر کانگریس کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور ہندوستان کے صحیح حالات بیان کر کے وہاں کی عام غلط فہمی دور کی۔

اپریل ۱۹۳۴ء میں آپ کی اور مسٹر ستیہ مورتی کی ہی تحریک سے سوراج پارٹی کے قیام کا مسئلہ دوبارہ پیش ہوا۔ مہاتما جی نے بھی داخلہ کونسل کی اجازت دے دی۔ ادھر وائسرائے ہند نے بھی اسمبلی کی میعاد کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ مئی میں داخلہ کونسل کو قوم پرست حلقوں نے منظور کر لیا۔ اور جون میں مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے انتخابی دورہ شروع کر دیا۔ اور ملک کے طول و عرض میں تقریریں کیں۔ آپ مسٹر انیکلیسریا کے مقابلہ میں اسمبلی کے انتخاب میں زبردست کثرت رائے سے کامیاب ہوئے۔ آپ کانگریس پارلیمنٹری بورڈ کے بھی رکن قرار دیئے گئے اور اسمبلی کے انتخابات میں کانگریس کی زبردست کامیابی ہونے کے بعد آپ کانگریس پارٹی کے لیڈر قرار دیئے گئے۔

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کو اس وقت اسمبلی میں وہی پوزیشن نصیب ہے جو پنڈت موتی لال نہرو مرحوم کی تھی۔ آپ نے مشترکہ پارلیمنٹری رپورٹ کی نامنظوری کے متعلق کانگریس پارٹی کی تجویز پر جو تقریر کی وہ نہایت پرمغز اور شاندار تھی۔ آپ کی شکل و شباہت رفتار و گفتار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پنڈت موتی لال نہرو کے جانشین ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اسمبلی کے ایک اجلاس کے ختم ہونے کے بعد آپ کا تجربہ بھی ویسا ہی ہو جائے گا۔ عجیب بات ہے کہ وہی ہستی جو ایک وقت لاممبری کے لئے منتخب ہو رہی تھی آج اسمبلی میں سب سے بڑی مخالف پارٹی کی رہنمائی کر رہی ہے۔

## پنڈت موتی لال نہرو کا جانشین

(از قلم منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی)

(خاص تیج دہلی کیلئے)

جس اسمبلی میں کل جی حضور بیٹھے تھے
جو کہے حکومت بس اسپہ سر جھکا دینا
نامزد شدہ ممبر سد راہ ہیں لیکن
سخت گیر ہوگی وہ پہلی ضابطہ سازی

آج اس میں حریت اور وطن پرستی ہے
اب نہ ایسی ذلت ہے اب نہ ایسی پستی ہے
قوم پروروں کی اب اچھی خاصی بستی ہے
اب نہ اتنی آساں ہے اب نہ اتنی سستی ہے

کانگریس کو جو لایا پھر پرلے میداں میں
مستحق ہے عزت کا اونچی اسکی ہستی ہے

# شور کے خلاف جہاد
## کیا ہندوستان شریک ہوگا؟

پرانے زمانہ کی ایک کہاوت ہے کہ اپنے بچے جو شور کریں وہ راگ اور دوسرے کے بچے جو شور کریں وہ شور۔ اس زمانہ میں جب انفرادیت کا دَور تھا اس خیال کے بہت لوگ حامی ہو سکتے تھے لیکن آج تو حالات بدل گئے ہیں اب شور کو انسانی مسرت کے لئے ایک بڑھتا ہوا خطرہ تصور کیا جاتا ہے اور ساری دنیا اس کے خلاف جہاد کر رہی ہے۔ فرانس۔ اسپین۔ ممالک متحدہ امریکہ اور آخر انگلستان سب اس آفت کے خلاف جہاد کرنے میں مصروف ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ہندوستان کیا کر رہا ہے؟ پھر جتنا زیادہ ہمیں یہ علم ہوتا جاتا ہے کہ شور کے مسئلہ میں دوسرے ممالک کتنے منہمک ہیں اتنا ہی اور تعجب ہوتا ہے کہ اب تک ہندوستان نے اس جہاد کی اہمیت اور فوری ضرورت کو کیوں محسوس نہیں کیا ہے۔

کسی زمانہ میں لوگ اس کے قائل نہیں تھے کہ آس پاس کے شور سے بھی انسان کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ دل کی دھڑکن سے بھی تو ایک قسم کا شور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے اس لئے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح چونکہ ہم اپنے قرب و جوار کے شور کے عادی ہو جاتے ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن گذشتہ چند سال میں انگلستان اور امریکہ کے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں نے اس غرض سے نئی تحقیقاتیں کی ہیں کہ آیا شور کا اثر صحت پر ہوتا ہے یا نہیں اور شور کے مختلف اسباب کیا ہیں۔ ان تحقیقاتوں سے یہ بات قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انسان کی صحت اور اس کے اعصاب پر شور سے بڑا خراب اثر پڑتا ہے۔

انگلستان میں اس تحریک نے عملی شکل اکتوبر ۱۹۳۰ء میں اختیار کی اور اخباروں کے مسلسل ایجی ٹیشن کے بعد وزارت آمد و رفت (ٹرانسپورٹ) اور ہوم آفس کا عہدہ قائم ہوا تاکہ اس مسئلہ پر غور کیا جائے کہ سڑکوں کے شور کی بڑھتی ہوئی وبا کا کس طرح انسداد ہو سکتا ہے۔ بالآخر اس کا نتیجہ اس فیصلہ کی صورت میں رونما ہوا کہ قوانین کا مسودہ تیار کیا جائے۔ موٹروں کے متعلق ۱۹۰۳ء کے بعد سے کوئی عام قانون پاس نہیں ہوا تھا اور پچیس سال قبل وہ صورت حالات سامنے نہ تھی جو اس وقت مستقل خطرہ بن گئی ہے۔ اس لئے قوانین کا از سر نو ترتیب دینا لازمی قرار پایا۔

اواخر ۱۹۳۰ء میں وزارت داخلہ کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس میں پولیس اور موٹروں کے کارخانوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس نے خصوصاً اس نئی مصیبت پر کافی روشنی ڈالی۔ اسی زمانہ میں برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے وزارت صحت عامہ کے روبرو ایک زبردست میمورنڈم پیش کیا۔ اس میں انہوں نے دکھایا کہ اس معاملہ میں کیسے خطرے ہیں ... میں مبتلا ہے۔ قوم کی صحت اور سرگرمیٔ عمل پر شور کا جو ناگوار اثر پڑتا ہے اس میمورنڈم میں اسے تباہ کن الفاظ سے تعبیر کیا گیا تھا۔ مجبوراً دردناک الفاظ میں ڈاکٹروں نے گویا نقشہ کھینچا تھا کہ کس طرح سڑکوں کے شور کی وجہ سے لوگوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ سر تھامس (لارڈ) ہورڈر، سر رابرٹ نوس اور دوسرے مشہور و معروف ڈاکٹروں نے بھی شور کے اعصاب شکن اثرات کے خلاف شہادت دی۔

اس کی بنا پر مسٹر ہور بلیشہ وزیر ٹرانسپورٹ نے سر ہنری فاؤلر کے زیر صدارت ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی تاکہ وہ مشین سے چلنے والی سواریوں کے شور اور اس کے انسداد کے مسئلہ پر غور کر کے رپورٹ دے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پُر از معلومات اور نہایت اہم ہے۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ موٹر سائیکل اور موٹر کار سے اور اس کے بعد موٹروں کے ہارن اور دوسری سواریوں سے شور ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہوائی جہاز بھی شور کا باعث ہیں۔ بلکہ ہوائی جہازوں سے اتنا شور ہوتا ہے کہ اس کا آدھا بھی کسی دوسری سواری سے شور نہیں ہوتا ہے۔

جدید سائنس نے یہ ممکن کر دیا ہے کہ شور کو صحیح طور پر ناپ لیا جائے۔ اب تک تو شور کے متعلق انسانی کان کا فیصلہ آخری تھا لیکن اب سائنٹیفک تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کان عام طور پر شور کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ نئی ایجاد کے ذریعہ شور کا بالکل صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ حال ہی میں امریکہ میں اس ایجاد کا تجربہ کیا گیا جس سے حیرت انگیز نتائج مرتب ہوئے۔

چونکہ فاؤلر کمیٹی کا یہ خیال تھا کہ "ہوائی وزارت" ہوائی جہازوں کے شور کو کم کرنے کی انتہائی کوشش کر رہی ہے اس لئے اس نے طے کیا کہ ہمیں فی الحال موٹر سائیکلوں اور موٹر کاروں کے شور کو کم کرنے کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی جانچ کی کہ الیکٹرک موٹر ہارن کس طرح تیار کئے جاتے ہیں۔ کمیٹی کے سیکرٹری ڈنگ کسانڈر لی آر۔ کیو۔ براؤن۔ کیو نے خاص طور پر اس مسئلہ کا مطالعہ کیا کہ کم آواز کی سواریاں کن اصولوں پر تیار ہو سکتی ہیں۔ اور یہ تجویز کیا کہ ایک محکمہ ایسا قائم ہونا چاہئے جس کے سامنے تمام نئی قسم کی موٹریں وغیرہ پیش ہوا کریں۔ اور وہ محکمہ

آواز کا سرٹیفکیٹ انہیں جاری کیا کرے۔

حال ہی میں مسٹر ہور بلیشہ نے یہ قانون جاری کیا ہے کہ چیرنگ کراس کے پانچ میل ادرگرد ۱۱½ بجے شب سے ۷ بجے صبح تک موٹر ہارن بجانا بالکل بند کر دیا جائے۔ اس اسکیم میں حیرت انگیز کامیابی ہو رہی ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں کا یہ خیال ہو کہ اس طریقہ سے موٹروں اور پیدل چلنے والوں دونوں کے لئے خطرے کے امکانات زیادہ بڑھ جائیں گے۔ لیکن اگر مناسب احتیاط برتی جائے تو یہ اندیشہ محض بے بنیاد ثابت ہوگا۔ مثلاً پیرس کی مثال لیجئے۔ یہاں دس بجے شب سے ۷ بجے صبح تک ہارن بجانا قطعاً ممنوع ہے۔ عام طور پر اس حکم کی تعمیل کی جاتی ہے اور موٹر والوں اور پیدل چلنے والوں کو کوئی شکایت نہیں ہوتی۔

چوراہوں پر بجلی کے لیمپ جلا کر سگنل کرکے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح پیرس والوں کو گویا تعلیم دی جا رہی ہے کہ سواریاں کان کی امداد سے نہیں بلکہ آنکھ کی امداد سے چلنا چاہیئے۔ یہ خیال اب تقویت پکڑتا جاتا ہے کہ کون کی امداد سے چلانا دن میں اور رات میں ہر وقت زیادہ پُرخطر ہے۔ آمد و رفت کے قوانین اور احتیاطی تدابیر کی وجہ سے پیرس میں حادثوں کا اوسط ۲۰ فیصدی گھٹ گیا ہے۔

نیویارک دنیا میں سب سے زیادہ پُرشور شہر ہے۔ اس سلسلہ میں وہاں جو تحقیقاتیں کی گئی ہیں ان سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان کا اندازہ ہے کہ ایک مقام پر جہاں تین سڑکیں ملتی ہیں اور جس کے اوپر ریل کی دوہری پٹڑی بھی ہے اتنا شور ہوتا ہے کہ ہر شخص کو دو تہائی بہرا کرنے کے لئے کافی ہے۔



اس سے زیادہ حیرت انگیز ان کا خیال یہ ہے کہ زمین دوز ریلوں اور کارخانوں میں اس سے تین چار گنا زیادہ شور ہوتا ہے۔ انہی تجربات کی بنا پر امریکہ نے شور کے خلاف جہاد شروع کیا ہے۔ ہارن تیار کرنے والوں نے اب کم آواز کے ہارن بنانا شروع کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ عمارتوں کی تعمیر اور کارخانوں کے کام کے سلسلہ میں شور پر قیود اور پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔

ان تجربات میں ہندوستان کے لئے بھی ایک سبق ہے۔ افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ہندوستان نے اس نقصان کا احساس نہیں کیا ہے جو شور سے انسان کی صحت اور اس کے اعصاب کو پہنچتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ابھی کلکتہ اور بمبئی جیسے ہمارے بڑے بڑے شہروں میں بھی اتنا شور نہیں ہوتا جتنا یورپ کے شہروں میں ہوتا ہے لیکن پھر بھی ہمیں شور کم کرنے کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ اس تجویز کی اہمیت اور بڑھ جائے گی جب اس چیز پر غور کیا جائے گا کہ ہندوستان کا رجحان صنعت و حرفت کی طرف ہو رہا ہے اور شور صنعت و حرفت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔

کیا ہندوستان شور کے خلاف اس جہاد میں دنیا کے ساتھ شریک ہوگا؟

بعض ممبروں نے اسمبلی میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب وائسرائے کا کوئی پیغام پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو ممبروں پر کھڑے ہونا اور کھڑے رہنا کیوں لازمی قرار دیا جاتا ہے

برطانوی پارلیمنٹ میں یہ قاعدہ ہے کہ جب ملک معظم کا پیغام سنایا جاتا ہے تو ممبران ایک مرتبہ کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن پھر بیٹھ کر پیغام سنتے ہیں

وائسرائے جب بنفس نفیس اسمبلی میں تشریف لاتے ہیں تو ان کی تقریر بھی کھڑے ہو کر نہیں سنی جاتی۔ پھر ان کی عدم موجودگی میں کھڑے ہونا کیوں لازمی ہو۔ شاید اس لئے کہ ؎

ذکر ان کا ان سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

---

رجنیدر بابو اور مسٹر جناح میں فرقہ وارانہ مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے اور متفقہ فارمولا معلوم کرنے کے امکانات قوی تر ہوتے جا رہے ہیں۔

اس پر فرقہ پرستوں میں کھلبلی پڑ گئی ہے۔ اور وہ طرح طرح سے رخنہ اندازی کرنے پر تلے ہوئے ہیں

ورنہ ان کا ٹھکانا کہاں رہے گا۔

---

مسٹر نیلو شوب فرماتے ہیں:۔

(۱) ہماری پہلی شرط یہ ہے کہ وہ راجنیدر بابو اکھنڈ بھارت کے متعلق اپنے الفاظ میں ترمیم کریں

(۲) پنڈت مالویہ کمیونل ایوارڈ کے خلاف اپنا پروپیگنڈا بند کر دیں۔

(۳) ہم اپنی جانب سے گفت و شنید کا دروازہ کھولنے کی حماقت کے دوبارہ مرتکب نہیں ہوں گے۔

(۴) ہم اصلاحات کی راہ میں ناخیر پیدا کرنے والی چالوں کو ہرگز نہ چلنے دیں گے

گویا یہ عجیب کشمکش اور اصلاحات کے لئے بے چینی دونوں حماقت نہیں کچھ اور ہے۔

---

سیٹھ صاحب اللہ ہارون فرماتے ہیں کہ:۔

اگر کانگریس فرقہ وارانہ اعلان کو قبول کرلے تو اس کی بجائے کوئی متفقہ حل تلاش کیا جا سکے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ قبول کرنے کے بعد پھر کسی تلاش اور جستجو کی ضرورت کیا باقی رہتی ہے۔

---

اخراجات میں کمی کرنے کے خیال سے کپورتھلہ ریاست نے کانفرنس انجمن کے چندہ کو توڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میلاد مارشل سر نواب جیسنہ ڈو خوش ہیں کہ برطانوی ہند میں ایسی کوئی

## نوجوانوں کا اخلاق

جب ہم نے کلکتہ کی یہ خبر پڑھی کہ وہاں کے ایک مجسٹریٹ نے کلکتہ کے بہت سے گریجویٹس کو ایک میلہ کے موقعہ پر لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنے کے الزام میں جرمانہ کی سزائیں دیں تو ہمیں بڑا افسوس ہوا۔ جن نوجوانوں اور گریجویٹوں پر ہم ہندوستان کی آئندہ نسلوں کا انحصار سمجھ رہے ہیں اور جن کے ساتھ ہماری بہت سی توقعات وابستہ ہیں آج وہ اس طریقہ پر "نوجوان" لفظ کو بھی شرمندۂ معنی کرتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ "جوانی دیوانی" ہوتی ہے۔ مگر ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ دیوانگی صرف ایک ہی طرف کیوں ہوتی ہے۔ کیا مخرب اخلاق چیزوں کی طرف ہی نوجوانوں کو دیوانہ ہونے کی ضرورت رہ گئی ہے۔ کیا آج ملک میں لاکھوں اور کروڑوں فاقہ کش اور غریب لوگوں کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا ملک کی سوشل اور اصلاحی ترقی کا دروازہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ کیا بے کسوں اور مریضوں کو سہارا دینا نوجوانوں کا فرض نہیں رہا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ کیا اور وطن کو آزاد کرانا اس کے نوجوان بیٹوں کا فرض اولین نہیں ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اگر نوجوان ان باتوں کے لئے دیوانے ہو جائیں اور ان کی جوانی اس طرف دیوانی ہو جائے تو آج بھارت ورش کا کلیان ہو سکتا ہے۔ ہم اس قسم کے نوجوانوں کو جو صرف صنف نازک سے چھیڑ خانی کرنے میں ہی اپنی جوانی کا بہترین مصرف سمجھتے ہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی نازیبا حرکتیں ان کی زندگی کے لئے سم قاتل ثابت ہوں گی۔ اور آج جو نوجوان ملک کے بوڑھے لوگوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں خود اس سے زیادہ ہنسی کا شکار ہوں گے۔ اور نہ وہ اپنا بھلا کر سکیں گے نہ ملک کی ہی کوئی خدمت سرانجام دے سکیں گے۔ پڑھے لکھے نوجوانوں سے تو یہ توقعات وابستہ رکھی جاتی ہیں کہ وہ اس قسم کی بیہودہ حرکت کرنے والوں کو باز رکھیں گے۔ نہ کہ یہ کہ وہ خود ہی ایسی حرکتیں کریں گے۔ وقت ہے کہ ہمارے نوجوان ہماری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنے دامن کو ان دھبوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آئندہ ہم ایسی حرکتیں نہ سن سکیں اور ملک کی فضا اس مسموم کن ہوا سے پاک صاف ہو جائے۔ اور ہماری بہنیں بلا روک ٹوک میلوں وغیرہ میں شریک ہو سکیں۔ اور وہ بھی [illegible]

بہنوں کی رکشا کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ نیز انہیں نہ صرف ان سے ہی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ چھیڑ خانی کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ اخلاق جیسا کہ بلند کرنا ہی سب سے بڑا تعلیمی مقصد ہے اگر پڑھ لکھ کر بھی انسان اپنا اخلاقی معیار بلند نہ کر سکے تو پھر جاہلوں اور تعلیم یافتہ لوگوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان حقیقی معنوں میں نوجوان بنیں اور مخرب اخلاق حرکتوں کو ختم کرنا اپنا مقدم فرض سمجھیں۔

## موٹر لاریوں سے حادثات

آئے دن سننے میں آتا ہے کہ موٹر لاریاں ٹکرا گئیں۔ موٹر لاری درخت سے ٹکرا کر چور چور ہو گئی۔ ڈرائیور فرار ہو گیا دس آدمی ہلاک ہو گئے۔ بیس بری طرح مجروح ہوئے۔ مگر یہ سننے میں نہیں آتا کہ ان ہلاکت آفرینیوں کو بند کرنے کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے گئے۔ شروع شروع میں ریل ہوائی جہاز اور سمندری جہازوں سے بہت سے حادثات ہوتے تھے مگر وہ توجہ کی گئی اور اب ان حادثوں کی رفتار بہت کم ہے۔ اس کے مقابلہ پر موٹر لاریوں کے حادثوں میں کمی کی نسبت اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اور مسافر موٹر لاریوں میں سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں سمجھتے۔ ہماری رائے میں ان حادثوں کا سب سے بڑا سبب بہت سے ڈرائیوروں کی لاپروائی ہے جو اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے لاریوں کو اس قدر تیزی کے ساتھ چلاتے ہیں کہ موقعہ پر موقعہ ان کا روکنا خود ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لاری الٹ جاتی ہے۔ یا درخت سے ٹکرا جاتی ہے۔ اور بہت سے بے گناہ مسافران کی لاپروائی کا شکار ہو جاتے ہیں ضرورت ہے کہ موٹر لاری چلانے کے لائسنس دینے میں زیادہ احتیاط برتی جائے۔ نیز اس قسم کے ڈرائیوروں کو جن کی لاپروائی سے یہ حادثے رونما ہوتے ہیں عبرتناک سزائیں ملنی چاہئیں تاکہ آئندہ دوسرے ڈرائیوروں کو لاپروائی سے لاری چلانے کا حوصلہ نہ ہو۔ اکثر اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لاری ڈرائیور آپس میں تیز رفتاری کا مقابلہ کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ حادثہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مسافروں کا بھی فرض ہے کہ وہ ایسی لاریوں میں سفر کرنے سے انکار کر دیں جن کے ڈرائیور اس قسم کی حرکتیں کریں۔ نیز ان کی رپورٹ پولیس میں کر دیں تاکہ ان کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔

مسٹر نیرتی نے انڈیا بل کے لئے ایک بڑی دلچسپ تشبیہ استعمال کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بل ایک گاڑی ہے جس پر رول رائس کے بریک لگے ہوئے ہیں۔

لیکن اصولاً اس میں غلطی کیا ہے بریک ڈرائیور کی مناسبت سے ہیں۔ اور کنارہ بیٹھنے والوں کی مناسبت سے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

---

اسمبلی میں ڈاڑھیوں کی "مردم شماری" کرنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت ۱۹ ڈاڑھی والے ممبر ہیں جن میں پانچ سکھ۔ تین ہندو اور گیارہ مسلمان ہیں۔

مناسب ہو گا کہ یہ لوگ نیا بلاک قائم کر کے علیحدہ نشست کا مطالبہ کریں۔

بخلاف داڑھی کے مونچھوں کی نمائندگی اس مرتبہ بہت کم ہے۔

---

بمبئی کونسل سے حکومت اب کما گئی۔ جب ممبروں نے یہ اطمینان کر لیا کہ حکومت ووٹنگ میں حصہ نہ لے گی تو رپورٹ پر سرے سے غور کرنے ہی سے انکار کر دیا۔ اور منہ موڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ؎

جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

---

مسٹر رنگا آئر فرماتے ہیں کہ کانگریس کو صوبہ جاتی کونسلوں میں مکمل شکست کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔

شاید انہوں نے بغل میں اینٹ سے کر رام رام جپنا شروع کر دیا ہے۔

---

انڈیا بل کی کمیٹی اسٹیج کے لئے ۲۴ دن مخصوص کئے گئے ہیں۔

ایک پرانی کہاوت ہے کہ کتے کی دم بارہ اور بارہ چوبیس برس گھورے میں گاڑی۔ پھر نکالی تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی!!

---

مسٹر سری پرکاش نے ریلوے بجٹ کے سلسلہ میں ایک بڑی دلچسپ بات کہی

[illegible]

کارٹون :۔ جزیرہ فلپائن کے ایک طالبعلم نے آزادی کی کامل تحریک پر جو صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پاس باشندگان فلپائن کی جانب سے برائے منظوری بھیجی گئی ہے اپنے خون سے دستخط کئے ہیں۔ ہمارے کارٹونسٹ نے مندرجہ بالا کارٹون میں یہ دکھلایا ہے کہ اگر پارلیمنٹری کمیٹی رپورٹ کے شیدائیوں کے لئے بھی خون سے دستخط کرنے کا موقعہ آجائے تو ان کی کیا حالت ہوگی۔

# ہندوستانی روئی کی برآمد

برطانوی ہندوستانی تجارتی معاہدہ کے طے ہونے کے بعد ملک کے طول وعرض میں اس پر رائے زنی ہو رہی ہے۔ ہندوستانی اسے اپنی تجارت کے لئے سخت نقصان دہ سمجھتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہ برطانوی تجارت کو فروغ دینے کی ایک پُرفریب تدبیر اور ہندوستان ہی میں برطانیہ کی تجارتی برتری کے مترادف ہے۔ معاہدہ کے حامیوں کا کہنا ہے کہ نہ صرف یہ معاہدہ بلکہ اس سے پہلے کے دونوں معاہدے یعنی اوٹاوہ پیکٹ اور موڈی لی پیکٹ بھی ہندوستان کے عین مفاد کے لئے کئے گئے تھے اور ان سے ہندوستان کی تجارت کو بہت کچھ نفع پہنچا۔ اس لئے ہندوستان کو اس معاہدہ کو بھی تسلیم کر لینا چاہیئے۔

قطع نظر اس امر کے کہ ملک کی نیم نمائندہ اسمبلی نے بھی اس معاہدہ کو مسترد کر دیا ہے اور اس مسترد کئے جانے کے باوجود سر سیمول ہور نے دارالعوام میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ اسمبلی کے اس فیصلہ کا معاہدہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور معاہدہ اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا واقعی ہندوستان کو پچھلے معاہدوں سے نفع پہونچا اور اس لئے کیا ہمیں اس معاہدہ سے کوئی توقعات قائم کرنا چاہیئے۔ کیا درحقیقت برطانیہ نے "عوض معاوضہ" کے اس اصول پر عمل کیا کہ تم ہمارا کپڑا خریدو تو ہم تمہاری روئی خریدیں گے یا اپنی کاربراری کے لئے یہ محض جعلی تسلیاں ہیں۔

حکومت ہند کا یہ دعویٰ ہے کہ سابقہ معاہدوں کی رو سے لنکا شائر میں انڈین کاٹن کمیٹی قائم ہونے کے بعد ہندوستانی روئی کی کھپت بڑھ گئی۔ لیکن اعداد و شمار اس دعوے کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور وہ اس کے بالکل برعکس داستان بیان کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء کے بارہ مہینوں میں ہندوستان سے جو روئی انگلستان گئی اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

| ماہ | مقدار |
|---|---|
| جنوری | تقریباً ۷ ہزار ٹن |
| فروری | " ۱۲ ہزار ٹن |
| مارچ | تقریباً ۱۱ ہزار ٹن |
| اپریل | " ۸ " |
| مئی | " ۷ " |
| جون | " ۶ " |
| جولائی | " ۵ " |
| اگست | " ۲ " |
| ستمبر | " ۲ " |
| اکتوبر | " ۲ " |
| نومبر | " ۲ " |
| دسمبر | " ۴ " |

گویا یہ ثابت ہوا کہ اگر ۱۹۳۴ء کے ابتدائی پانچ ماہ میں اوسطاً دس ہزار ٹن روئی ماہانہ انگلستان جاتی تھی تو آخر کے سات میں صرف ۳ ہزار ٹن ماہانہ گئی یہ ہے زبانی جمع خرچ کا اصلی نقشہ!

اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ برطانیہ کے مقابلہ میں دوسرے ممالک نے گذشتہ تین سال میں ہندوستان سے کتنی روئی خریدی۔

سنہ ۱۹۳۲ء — برطانیہ، اٹلی، جاپان
سنہ ۱۹۳۳ء — برطانیہ، اٹلی، جاپان
سنہ ۱۹۳۴ء — برطانیہ، اٹلی، جاپان

(باقی مضمون صفحہ ۱۲ پر)

## (پچھلے صفحہ سے)

وہ فلزات کی طرف طبعی میلان رکھتا ہے۔ میرے نزدیک مادہ ذی حیات کا مادہ غیر ذی روح کی طرف۔

یہ رجحان خاص دلچسپی کا سرمایہ ہے۔"

ہیرا نے تسلیم کیا: "ہاں ہے تو تعجب انگیز"

پروفیسر نے بدستور سر جھکائے لمبا سانس لیکر کہا: "افسوس ہے کہ استحالہ کے بعض کوائف میری نظروں سے اس لئے اوجھل رہیں گے کہ میں تکان کے باعث چور چور ہو رہا ہوں اور میرا قیاس ہے کہ جب سارق نہ مخشخاشی بیضے سے پھوٹ کر بڑھنے لگا ہے اسے کامل نشو و نما پانے تک ۲۴ گھنٹے درکار ہوں گے کیا آپ مہربانی کرکے میری خاطر چند گھنٹے مشاہدہ کریں گے۔ تاکہ اتنے میں میں تھوڑی سی نیند لے لوں۔ میں کئی گھنٹوں سے متواتر جاگ رہا ہوں مجھے آپ کی دقت نظر پر بھروسہ ہے۔ میں اس استحالہ کے تمام منازل و مراحل پر کامل عبور حاصل کر لوں گا۔"

ہیرا نے پہلے تو ارادہ کیا کہ کام کا بہانہ کرکے چل دے مگر پھر اس نے خیال کیا کہ پروفیسر کو ناچھوڑ کر اس کے تجربہ کو ادھورا چھوڑ جانے میں عجیب لطف رہے گا۔ اس لئے اس نے پروفیسر کی تجویز کو قبول کر لیا۔ اس نے یہ بھی خیال کیا کہ اس کمرے میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز ایسی مل جائے گی جو آج کی رات کی بیکاری کا کفارہ ادا کر دے گی۔

ہیرا نے نہایت مستعدی سے کہا: "نہیں مجھے اعتراض نہیں ہے"

"تو مہربانی کرکے عجلت سے کام لیں ہم استحالہ کا کوئی مرحلہ بغیر مشاہدہ نہیں چھوڑ سکتے۔"

"جونہی میں کرسی سے اٹھوں آپ فوراً بیٹھ جائیں کاغذ اور قلم دوات میں آپ کے ہاتھ تلے رکھ دوں گا آپ جو کچھ مشاہدہ کریں اس کے متعلق نوٹ کرتے جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہیرا نے جبراً و قہراً اس کی کرسی سنبھالی کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے نہایت پھرتی سے خوردبین کے شیشے پر نگاہیں جما دیں۔

پروفیسر نے کہا: "دیکھا کیسا عجیب نظارہ ہے؟ جوہر حیات کی شفاف جھلی کس طرح مایئن کے سالمات کو جذب کرکے انقلاب کبیر کا باعث ہو رہی ہے اور سارق کے اعضاء و جوارح کے نشو و نما کے لئے فضا ماحول سے ذخیرۂ خورش بہم پہنچانے کا موجب بن رہی ہے۔"

پروفیسر انگڑائی لے کر سرو قامت ہو گیا۔

"ڈاکٹر دیویاس صاحب۔ میں آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے اس تصدیعہ کے لئے معاف کریں گے مگر آپ کے لئے بھی"

ابھی وہ فقرہ ختم نہ کرنے پایا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور ایک شیریں نسوانی آواز نے کہا "چچا جان"

ہیرا نے خیال کیا کہ پروفیسر کی بیٹی ہے جو اسے بلانے آئی ہے۔

"آجاؤ بیٹی! اندر آجاؤ!" پروفیسر نے شفقت آمیز لہجہ میں کہا: "تمہارے لئے ایک خوش خبری ہے"

ہیرا کی روح اس کے قفس عنصری میں تڑپ رہی تھی کہ پروفیسر کی نوخیز بیٹی کے دیدار سے فرحت اندوز ہو۔ مگر اس کی تمنا ہی میں تھی کہ وہ خورد بین کے سبب سے اپنے مقصود کو مشاہدہ کر لیتا ہے جس پر پروفیسر اسے جیکاکر الگ بیٹھا تھا اگرچہ ہیرا کو اس وقت سر اٹھانے کی بھی اجازت نہ تھی مگر وہ کمرے کی فضا میں وہ مہربانی محسوس کر رہا تھا جو اس کے نہاں خانۂ دل کی دیواروں سے ٹکرا کر برقیات کے تصادم کی طرح بصیرت افروز روشنی پیدا کر رہی تھیں۔

"چچا جان کیا فرمایا؟ میں تو سمجھی"

"بیٹی! ڈاکٹر دیویاس نے نہایت مہربانی سے میرے تجربہ کے چند گھنٹے مشاہدہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے بر النجریہ نہایت کامیاب ہوا ہے۔ میں بڑی دیر کے بعد ایک سارقہ کی تخلیق میں کامیاب ہو گیا ہوں اور اب اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔"

ایک لمحہ تامل کے بعد لڑکی نے مسرت نما کانپتی ہوئی آواز سے کہا: "تو کیا سارقہ کو محفوظ کرنے کے لئے کسی اور شخص کی ضرورت پڑے گی؟"

"بیٹی ذرا آہستہ آہستہ بات کرو ڈاکٹر صاحب کو پوری پوری توجہ کی ضرورت ہے ہمیں ان کے کام میں رخنہ اندازی نہ کرنا چاہئے۔ ہاں تو کیا تم کسی کی امداد کا ذکر کر رہی تھیں؟ واقعی سارقہ کو سلاسل حدیدیہ میں باندھنے کی ضرورت ہے۔ کیا تم "مستقر شرطہ" کو جانتی ہو؟"

"ہاں جانتی ہوں چچا جان وہی نہ جہاں رئیس الشرطہ رہا کرتا ہے؟"

"ہاں اگر وہاں سے موقعہ پر امداد حاصل ہو جائے تو میرے تجربہ کا نتیجہ عرصہ دراز کے لئے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مگر آہستہ سے جاؤ تاکہ ڈاکٹر صاحب کی توجہ نہ بٹے۔"

ہیرا امید لگائے بیٹھا تھا کہ اب پروفیسر دوسرے کمرے میں جاکر سو رہے گا کیونکہ اس کی بیٹی اس کے علمی کام کے سرانجام دینے کے لئے روانہ ہو گئی تھی۔ مگر پروفیسر پہلے سے بھی زیادہ چست و چالاک معلوم ہوتا تھا۔

پروفیسر نے کہا: "بہت کم لوگ سائنسدانوں کو ان کے تجربات کے علمی نتائج کی داد دیتے ہیں۔ عوام تو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کھسکے ہوئے دماغ کے بیکار لوگ ہیں اور اپنے حلقۂ دلچسپی سے باہر کوئی علمی کام نہیں کر سکتے۔"

ہیرا نے تصدیق کے لہجہ میں کہا: "ہاں"

پروفیسر نے خوابیدہ انداز میں کہا: "حالانکہ ہم دنیا میں سب سے زیادہ عمل کے شیدائی ہیں ہم علت و معلول کے سلسلہ کی ہر کڑی دریافت کر لیتے ہیں ہم فلسفی مزاج ہیں۔ اضطراب انگیز حالات ہم کو کبھی انتشار و اضطراب میں مبتلا نہیں کر سکتے بلکہ ہم اپنے جلد قویٰ کو ان مضطرب حالات کے مقابلہ میں صف آرا کرنا خوب جانتے ہیں۔"

ہیرا نے خوردبین میں دیکھتے ہوئے اسے تسلیم کیا

"جب ہم سب کچھ دیکھ لیتے ہیں تو عوام سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں جب آپ کمرے میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کا نام لیکر آپ کو بلایا تھا۔ کیا آپ کو اس سے تعجب ہوا تھا؟ مگر یہ تو بالکل سہل بات ہے۔ میری میز کے سامنے جو دیوار ہے اس پر ایک شیشہ آویزاں ہے۔ وہ مجھے گردن پھیرے بغیر دکھا دیتا ہے کہ میرا کون ملاقاتی مجھ سے ملنے آیا ہے۔"

ہیرا نے بے ارادہ سر اٹھا کر دیکھا تو واقعی میز کے سامنے ایک چھوٹا سا شیشہ دیوار پر آویزاں تھا اس سے ہیرا کو اور بھی تصدیق ہو گئی کہ پروفیسر نے اسے شناخت کرنے میں غلطی کی ہے۔

"اف کتنی دیر ہو گئی۔ لڑکی ابھی تک "سارقہ" کو محفوظ کرنے کا آلہ لے کر نہیں آئی۔ اب تو اسے آجانا چاہئے تھا۔ ڈاکٹر صاحب میری لڑکی بھی میرے تجربات میں شوق سے حصہ لیتی ہے۔"

ہیرا نے کہا: "ہاں! مگر آپ کو اب آرام کرنا چاہئے اور خود گردن دراز کرکے درد کو فراموش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جو خمیدگی سے پیدا ہو گیا تھا۔

دنیا میں ہر شے کا انجام ہے۔ آخرکار ہیرا کی خمیدگی کا زمانہ بھی ختم ہوئے بغیر نہ رہا۔ اس نے پروفیسر کے کلمات سننے کے ساتھ ہی سیڑھیوں پر کسی کے چڑھنے کی آواز سنی اور جب کوئی شخص کمرے میں داخل ہوا تو ہیرا اپنی خوردبین پر اور بھی جھک گیا۔ نو وارد نے پروفیسر پر مستفسرانہ نظر ڈالی۔ اور انگلی سے ہیرا کی طرف اشارہ کیا۔ پروفیسر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "آپ اس نمونہ کو اپنے قبضہ میں کر سکتے ہیں۔"

ہیرا نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہیں شیشہ کی طرف اٹھیں اور جب وہ مڑا تو اس نے ایک پولیس سارجنٹ کو ہتھکڑی سنبھالے کھڑا پایا۔ ہیرا چیخ مار کر کھڑا ہو گیا۔ مگر سارجنٹ نے اس کے بازو پکڑ کر کہا: "تم خاموشی سے چلو گے یا نہیں؟"

"یہ کیا؟ آخر اس کا مطلب؟ میں ڈاکٹر دیویاس ہوں۔ پروفیسر صاحب مجھے بخوبی جانتے ہیں ہم دونوں اس وقت ایک علمی تجربہ میں مشغول ہیں ادھر دیکھو ہم نے ایک "سارقہ" پکڑا ہے جس کا مشاہدہ ہم کر رہے ہیں"

پروفیسر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور نرمی سے کہنے لگا کہ "علم اور فن میں مدت سے منافشہ جاری ہے اگر تم نے بیکار تالوں کی چابیاں بنانے اور چٹخنیاں اتارنے کے فن کی طرف توجہ دینے کی بجائے کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو تم کو غالب مرحوم کا یہ مصرعہ یاد ہوتا ع

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

اصل میں "سارقہ" "سرقہ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی چوری کرنے کے ہیں۔ اس خوف سے کہ مبادا تم چوکنے ہو جاؤ۔ میں نے اپنی بیٹی سے اصطلاحی باتیں کیں اور اسے سمجھا دیا کہ وہ پولیس کی مدد طلب کرے تاکہ وہ کمرے میں خوردبین کا مشاہدہ کرنے والے "سارق" کو گرفتار کرے۔ دوست یہ خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لاؤ کہ سائنسدان خواہ کتنا بھی اپنے کام میں منہمک ہو وہ ایک قزاق اور سارق کو اپنا ہم پیشہ تصور کرنے کی غلطی کر سکتا ہے۔"

سارجنٹ مسکرایا: "تو کیا میں اسے لے جاؤں؟ آپ استغاثہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں نا؟"

پروفیسر نے کہا: "یقیناً ضرور۔" میں نہیں کہہ سکتا کہ اس پر "قزاقی" کا الزام لگ سکتا ہے یا محض "مداخلت بیجا" کا لیکن بہرکیف کوئی دفعہ لگا دیجئے۔ پروفیسر نے سارجنٹ کو رخصت

### عقیدت

(از نتائج افکار حضرت جوش ملیح آبادی)

کس بلا کی ہے عقیدت مجھ کو تیری ذات سے

اللہ اللہ تیری دھن کا [illegible] پیالوں میں

[illegible] سے محفوظ رکھے

تیری [illegible] تلوار سے آدمی اٹھا ہوں میں

مزاحیہ

خاص تیج ویکلی کیلئے

# اُف یہ دردِ دل!

(از جناب ایس حامد علی گردش لکھیم پور کھیری)

آج تو ہم اُن کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ وقت مقررہ سے ڈیڑھ گھنٹہ زیادہ گذر گیا مگر "وہ" نہ آئے تو ہمیں کچھ اُلجھن سی ہونے لگی۔ اور اس اُلجھن کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم انتظار کی بیزار گھڑیاں نہ برداشت کر سکے اور ملاقات کے کمرے سے اُٹھ کر اندر چلے گئے۔

"کیوں آج کچھ افسردہ خاطر سے نظر آتے ہو" شریک زندگی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہاں میں سمجھتی ہوں شاید آپ کے آج "وہ" نہیں آئے۔ اسی وجہ سے آپ پژمردہ ہیں"۔

ناظرین لفظ "وہ" کا مطلب کچھ نہ کچھ ضرور سمجھے ہونگے لیکن ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اس بلائے "وہ" کی تشریح کر دیں۔ لیجئے سنئے :-

یہ "وہ" شیام کشور ہمارے گہرے دوست ہیں، ہمیں اُن سے اور انہیں ہم سے بڑی محبت ہے۔ وہ بلاناغہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کا باعث ہوتے ہیں، اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ ہمیں بھی بلا اُن کے دیکھے چین نہیں پڑتا۔ شیام کشور ایک نہایت ہی شریف الطبع اور عقلمند انسان ہے اس لئے کہ وہ ہمارے خیالات سے ہمارے جذبات و احساسات سے ایک لازوال محبت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم بھی اس پر اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہیں۔

خیر یکبارگی زندگی نے ترنم ریز آواز میں مسکراتے ہوئے کہا "وہ دیکھئے گھنٹی بج رہی ہے۔ ہو نہ ہو وہی ہوں گے"۔ ہم نے بھی گھنٹی کی آواز سنی اور اپنی بیوی کی ملائک فریب صورت کو خیر باد کہہ کر اپنے دوست شیام کی ملاقات کو دوڑے جونہی ہم کمرے میں پہنچے شیام ہمارا منتظر تھا وہ لپٹ گیا اور ہم سے اس تاخیر کی معافی مانگتے ہوئے مزاج پُرسی کرنے لگا اور کہا "کیوں آپ کا مزاج تو اچھا ہے" ہاں بفضلہٖ اچھا ہوں۔ لیکن آج تم اس قدر تاخیر سے کیوں آئے انتظار کرتے کرتے پریشان ہو گیا" ہم نے جواب دیا پہلے دوست مجھے معاف کرنا۔ آج میرے پتا جی کی طبیعت کچھ ناساز ہے اس لئے نہ آ سکا۔

طبیعت زیادہ خراب تو نہیں۔

نہیں! نہیں! کل شام سے زکام کی شکایت ہو گئی جس کی وجہ سے آج سر میں درد تھا۔ میرے دن زکام خود بخود جاتا رہے گا۔ اپنے پتا جی کی صحت کا اعلان کرنے کے بعد شیام نے کہا "اچھا آپ کو شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی ہے آج میں بھی اس موضوع پر کچھ گفتگو کروں گا"۔ میں نے کہا "شوق سے فرمائیے بھلا مجھے آپ کی ناصحانہ شاعری سننے سے کب انکار ہو سکتا ہے جو جی میں آئے کہئے"

شیام کشور نے کہا "آپ نے کبھی یہ شعر سنا ہے

> دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
> ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

ہم ہاں ہاں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی دیوار پر نظر کئے ہوئے اُس شعر کے "دردِ دل" کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگے جسے ہمارے چچا صاحب قبلہ مرحوم نے ۱۹۲۲ء میں کمرے کی زینت کے لئے دیوار میں آویزاں کر دیا تھا۔ یہ شعر غالباً پنڈت برج نرائن چکبست کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے اور خوب ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے یہ شعر اور اس کا "دردِ دل" محض ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

> "دردِ دل" پاسِ وفا جذبۂ ایماں ہونا
> آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

"آپ نے کچھ بتلایا نہیں" شیام نے ہم سے دریافت کیا ہم نے کہا "انشاء اللہ ابھی بتلاتا ہوں"۔ اب ہم اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کے لئے شیام کشور والے "دردِ دل" اور اس شعر کے "دردِ دل" سے موازنہ کرنے لگے۔ ہم نے سب حرف شمار کر لئے جو اس میں تھے وہ اُس میں بھی تھے شروع میں "د" اور آخر میں "ل" دونوں میں تھا۔ ہم نے سوچا کہ "دردِ دل" تو دونوں برابر کے معلوم ہوتے ہیں لیکن اب ہم اپنے دوست کو اس شعر کا مطلب کیا بتلائیں۔ اس کے بعد ہم نے ایک مرتبہ پھر دیوار پر لٹکے ہوئے شعر کے "دردِ دل" پر نظریں جما دیں۔

اس مرتبہ ہمارے دوست سے نہ رہا گیا اور وہ بول اُٹھا: اچھا میں سمجھا آپ غلطی کر رہے ہیں اس شعر کا مطلب آپ کچھ اور سمجھانا چاہتے ہیں، لیکن نہیں۔ اس شعر کا مطلب وہ ہوگا جسے میں بیان کروں گا۔ ہم نے بھی ابرو کے اشارے سے رضامندی ظاہر کر دی تو شیام کشور نے یوں کہنا شروع کیا:-

> دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
> ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی اشرف المخلوق "انسان" دردِ دل کے یا بالفاظ دیگر غم و الم، رنج و مصیبت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ خدا کی طاعت کے لئے فرشتے کافی تھے۔ انسان کو دردِ دل کے لئے پیدا کیا خیال تو کیجئے کہ جس طرح خدا کو اپنی اطاعت فرشتوں سے کرانا ضروری تھی، اسی طرح انسان کے دل میں "دردِ دل" پیدا کرنا بھی خود خدا کے لئے کچھ لطف و انبساط کا حامل ہے؛ یعنی خدا کو فرشتوں کی فرمانبرداری اور انسان کا "دردِ دل" کچھ فائدہ پہونچاتا ہے، یا یہ کہ خدا ان امور سے لطف و مسرت کا احساس کرتا ہے بہرصورت کچھ بھی ہو یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ "دردِ دل" اور فرشتوں کی تخلیق کے ساتھ خدا کی طاعت "منشاءِ فطرت" ہے

ہم چونکہ انسان ہیں لہٰذا فرشتوں کے سوال کو تو سو فی صدی نظر انداز کئے دیتے ہیں لیکن ہمیں انسان ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ لہٰذا ہم اس شعر کے مصرعہ اوّل کو لیتے ہیں جس میں انسان کے اندر "دردِ دل" فطرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔

خدا جو سراسر رحم و کرم کا مظہر ہے انسان کے اندر دل اور دل میں درد پیدا کر کے خود کیا خوشی محسوس کرتا ہوگا؟

انسان کی تباہی و بربادی سے اسے کیا سرور و مسرت حاصل ہوتی ہوگی؟

ہمارے غم و الم سے اُسے کیا فائدہ پہنچتا ہوگا؟

غرضیکہ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے سوالات ہمارے دماغ میں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے رہیں گے لیکن ہمیں آج تک کوئی ایسا جواب نہ مل سکا جس سے ہمارے دل کو اطمینان ہو تاہم ہم تو غریب ہیں ہم کیا کہیں۔ اس دردِ دل کو اس لئے کہ ہمیں تو اس سے روزمرہ سابقہ رہتا ہے اور ہمارے نزدیک تو یہ شعر بھی کلیتاً درست ہے

لیکن بعض اوقات جب ہمیں اپنے ملک وغیرہ دوسرے ولایتی ملکوں کے اُس طبقہ کا خیال آ جاتا ہے جسے ہم متمول اقلیت کا طبقہ کہتے ہیں اور جس کے متعلق ہم سنا کرتے ہیں کہ وہ لوگ پیدائشی باعزت اور دولتمند ہوتے ہیں اور دن ہمیشہ عشرت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور زن، زر، زمین سبھی اُن کے غلام اور لونڈی ہیں۔ تو پھر ہم خیال کرنے لگتے ہیں کہ اُن کے لئے مسرت کیوں بنائی گئی۔ اُن کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے جس سے دردِ دل کوسوں دور بھاگتا ہے اور بھاگ کر ہم غریبوں ہی کے پاس آتا ہے مصیبت تو یہ ہے کہ ہمارا کبھی پیچھا بھی نہیں چھوڑتا۔ تبھی تو ہمارا یہ خیال ہو جاتا ہے کہ شاید یہ شعر ہم جیسے غریبوں کی تسکین کے لئے کہا گیا ہوگا تاکہ اسے پڑھ پڑھ کر ہم اپنی اور اپنے طبقہ اکثریت کی اشک شوئی کر لیا کریں اور بس یہ سمجھ لیا کریں کہ ہم تو رنج و الم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی قابل شاعر نے یہ کیوں کہا ہوتا ع

> دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو"

ہم نے اپنے دوست کی سخن فہمی پر مبارکباد دی اور سگریٹ کیس پیش کرتے ہوئے کہا۔ آپ بڑے قابل ہیں ہمارے دوست شیام نے سگریٹ سلگایا اور کہنے لگا اور سنئے :-

"یہاں تک تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے بعد یہ کہ "دردِ دل" رنج و مصیبت از جانب خدا ہمارے لئے پیدا ہوئے ہیں، غلط اور بالکل غلط ہے۔ یہی ایک جداگانہ امر ہے کہ ہم رنج و مصیبت اس قدر سہتے ہیں کہ ہم اس کو جھیلتے جھیلتے عادی بن جائیں اور ہم اس کی مشق یہاں تک بہم پہونچائیں کہ ہم کو اس میں آرام اور خوشی محسوس ہونے لگے یہ تو ہماری بدقسمتی ہوئی اور مجبوری، لیکن کہا ہی جاتا ہے کہ

> رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
> مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

یہ فلسفہ ہے ہمارے پے در پے مصائب و مشکلات کے نتیجہ کا، جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کی جب انسان کو عادت پڑ جاتی ہے تو انہیں مصائب میں خوشی کے پہلو نکل آتے ہیں جس سے ہمارے قلب کو یک گونہ تسکین ہو جاتی ہے۔

اور لیجئے ایک بات اور خیال میں آ گئی سنئے ہم نے "تیج ویکلی" کے اقوال زریں والے کالم میں پڑھا تھا کہ "تم خواہ کیسے ہی لاغر رہو"

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

جھونپڑی کے مقابلہ میں اُن محلوں کا خواب دیکھنا جو ہمیں ہمارے کام نہ آئیں گے" یہ شعر کے جذبہ تخیلات کے تسلسل کو قائم کیا اور [illegible] ایک [illegible] کے ماتحت اندازہ لگا لیجئے کہ زمانہ میں [illegible] اسی قسم کی بہت سی باتیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں لیجئے سنئے:-

ہم غلام ہندوستانیوں کو آزادی کا تصور بھی [illegible] ہے اس لئے کہ تصور سے [illegible] خواب دیکھنے ہیں کیونکہ ہم کو ایسی طاقت اور قابلیت سرکار کے مقابلہ میں کبھی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر بالفرض دو ایک صدی میں [illegible] تو اس وقت تک ہماری خاک کا بھی پتہ نہ ہو گا۔ مطلب یہ کہ اگر ہندوستان کو آزادی ملی بھی تو ہمارے کس کام کی بہر صورت ہم غلامی کی حالت میں مادر وطن کی آغوش میں [illegible] ہوں گے۔ اور خداوند قدوس کی بارگاہ میں بھی روح پر غلام ملک کی آبادی کا کلنکی ٹیکہ لگ چکا ہو گا۔ پھر آپ ہی بتلایئے کہ اگر ہم مندرجہ بالا مقولے پر عمل پیرا ہو جائیں تو آزادی ہمارے لئے کس طرح بیکار اور ناکارہ ثابت ہو رہی ہے

اب اس سلسلہ کا دوسرا خیال بھی ملاحظہ فرمایئے کہ ہم غریب لوگ کبھی یہ خیال ہی نہ کریں کہ ہم انسانوں میں ایک [illegible] ایسا بھی ہے جو عیش و عشرت لہو و لعب کی زندگی محض ہماری کمزوری کمائی کے نتیجے سے حاصل کر رہا ہے اور ہم باوجود سب کچھ کرنے کے رنج و الم کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ خیال بھی ہم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ [illegible] ہمارا معاملہ ہی اور ہے وہ یہ کہ "جس کی لاٹھی اسی کی بھینس" ہم خواہ اکثریت کے افراد ہیں یا [illegible] ہمارے پاس کوئی طاقت ہی نہیں [illegible] ہے۔ صرف [illegible] ہے پھر آپ ہی بتلایئے کہ ہماری کون سنے گا ہم کو تو یہ کہنے کا بھی حق نہیں کہ ہم انسان ہیں اور اگر کبھی ہم نے اپنے اہم مطالبات میں سے چند کو منظر عام پر ظاہر بھی کر دیا تو جیل کی سیر کرا دی۔ بس جناب ہمارے مزاج درست ہو گئے اور ہم نے مجبوراً یہ سمجھ لیا کہ ایسی انسانیت سے حیوانیت بہتر ہے یہاں تک تو ہماری مجبوریاں ہیں آپ ہی بتلایئے کہ ہم کریں تو کیا کریں قانون بھی تو انہیں لوگوں کے ہاتھ میں ہے لیکن پھر بھی اگر ہم [illegible] استقلال کے ساتھ اپنے جائز مطالبات کے لئے جد و جہد کریں تو کبھی نہ کبھی کامیاب ضرور ہو جائیں گے مگر اس کے لئے بھی اتنا وقت صرف ہو گا کہ ہم زندہ نہ ہوں گے اور ہماری روح اس قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہو گی۔ ایسی حالت میں ہم اس معاملہ میں اپنے اوپر مصائب برداشت کر کے بذات خود کیا فائدہ حاصل کر سکیں گے۔

ہماری ان سب مجبوریوں کے لئے یہ خود کافی ہے کہ ہم دن رات بجائے خدا کی عبادت کے اس [illegible] کو پڑھا کریں اور اگر ہو سکے تو شریک زندگی کا زیور [illegible] فروخت کرنے کے بعد جلی قلم میں چھپوا کر گلی کوچوں میں چسپاں بھی کرا دیں تاکہ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچے:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

اگر آپ غور کریں تو اس سلسلہ کی اور بہت سی باتیں معلوم ہوتی جائیں گی جن کو آپ بلا وجہ کرتے ہیں اور خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ہمیں بھی تو بہت دور کی سوجھتی ہے اور بعض اوقات تو بڑی لاجواب بات ہمارے ذہن میں آ جاتی ہے ہم آپ کو اس وقت بہت ہی چھوٹا شعر سنائیں گے اور بہت ہی پرانا جسے ہم نے [illegible] پڑھا تھا اپنے استاد کی ہدایت کے مطابق ہم نے اس سلسلہ کی پوری نظم کو زبانی یاد کر لیا تھا بقیہ اشعار تو ہمارے دماغ سے اتر چکے ہیں لیکن صرف اس ایک شعر نے ہمارے دماغ کی رفاقت اب تک گوارا نہ کی اور یہ ہمارے دماغ میں محفوظ ہے۔ شاید آپ کی خدمت میں اسی موقع پر پیش کرنے کے لئے قدرت نے اس شعر کو ہمارے دماغ میں مقید رکھنے میں کوئی مصلحت سمجھی ہو لیجئے وہ شعر جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سل

کون ہو گا جو اس شعر کا مطلب نہ سمجھا ہو۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی اس کی تشریح کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کا یہ مفہوم ہونا چاہئے کہ اگر ایک ملک صدیوں سے محکومی کی غلامی کی زنجیروں میں بُری طرح جکڑا ہوا ہو اور [illegible] مسلسل اور لگاتار جد و جہد اور کوشش جاری رکھے بشرطیکہ یہ [illegible] پیمانہ کئے جائیں جیسے اس شعر کے پڑھنے [illegible] محکومی کی [illegible] ہو کر کسی ولایتی دوا سازی کے کارخانے میں [illegible] (Tincture of Steel) ٹنکچر آف اسٹیل بننے کے لئے [illegible] پھر جائے آپ اپنی کمزوری کے لئے جو آپکو [illegible] اور محنت سے پیدا ہو گئی ہو اسی "ٹنکچر آف اسٹیل" کا [illegible] کر کے اپنی کمی خون اور زائل شدہ قوت کا بدل پیدا کرنے میں ممکن ہو جائیں گے آپ کامیاب:-

اب تو آپکی سمجھ میں اس شعر کا مطلب آ ہی گیا ہو گا لیکن خدا جانے کیوں ہمارے دل میں ابھی کچھ شک باقی ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس شعر کی مزید وضاحت کر دی جائے تاکہ پھر آپکو شکایت کی گنجائش نہ رہے۔ ایک بات جس کا ہمکو اسی وقت خیال آیا ہے آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہمیں تو کچھ ہنسی سی معلوم ہوتی ہے کہ اتنا مختصر شعر اور اس کے مطالب اتنے طویل۔ اگر اس کے مفہوم کو بالتشریح لکھا جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں اور پھر بھی اس کی تشریح نامکمل اور نا تمام ہی رہے جامعیت کے لحاظ سے شعر مذکور اپنے [illegible] کوئی [illegible] نہیں رکھتا۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۸ پر)

## عالمِ نسواں

# عورتوں کی آزادی

(از قلم شری رادھا موہن گوکل جی)

بہت دیویوں کا گھروں میں سسر کا نہیں ہوتا، بہت بات بات میں سوالات کئے جاتے ہیں جب نگیں پر دھتکار دیا جاتا ہے۔ اگر وہ وہاں مجھ سے پوچھیں تو میں نہایت ادب کے ساتھ انھیں مشورہ دوں گا کہ وہ بھی ان لوگوں کی رکشا کرنا چھوڑ دیں گھر کی چیزوں کو چوروں سے بچانا اور دوسری قسم کے نقصانات نہ ہونے دینا تمہارے لئے فضول ہے آپ صاف کہہ دیجئے کہ ہمارا اور مردوں کا درجہ سماج میں مساوی ہوگا اور ہم دونوں کے حقوق برابر ہوں گے اور نہ ہم بھی مردوں کی طرح جیسے وہ ہمارے حقوق کی مخالفت کرتے ہیں۔ مردوں کے حقوق کی مخالفت کریں گے۔ ہمارے ہاتھ ہیں پاؤں ہیں دماغ ہے ہم ہمارا جیون آزادی کے ساتھ گذاریں گی۔ اور ہرگز مردوں کی سختی برداشت نہیں کریں گی اب یہ نہیں ہوگا کہ آپ من مانے بیاہ کریں۔ اور ہمیں بدھوا بنا کر بٹھا دیں۔ اب یہ ناممکن ہے کہ آپ ہم پر اتیاچار کریں اور ہم اف بھی نہ کریں بھارت کی حالت نہ سدھرنے کی یہ وجہ ہے کہ اب ہندی دنیا بھی نہ جلدی جاگی جب جانور اور پرندے بھی اپنی خوشی سے غلامی برداشت نہیں کر سکتے تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ماتحت، دکھ کی طرح بھی خوش رہ سکتا ہے۔ عورتیں بھی انسان ہیں وہ کب اس بات کو برداشت کر سکتی ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردوں کی غلام بنی رہیں جو پیسہ تمہارے پاس ہے اسے خاندان کے سب افراد کے لئے یکساں اور محبت کے ساتھ خرچ کرو۔ بہت سے آدمی اپنے خرچ کے خیال سے عورتوں کی تعلیم پر دھیان نہیں کرتے استریاں مردوں کی نسبت کہیں زیادہ منتظم اور نیم سے رہنے والی ہیں ان سے سبق حاصل کرنے کی بجائے ہم ان سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے۔ یہ مردوں کے لئے کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ استریوں پر جو کھتا، لالچ اور بیوقوفی کے جو الزامات لگائے جاتے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ جس حالت میں استریوں کو رکھا جاتا ہے اس حالت میں ان باتوں کا کسی قدر پیدا ہونا لازمی ہے۔ اگر شروع سے ہی لڑکیوں کو تعلیم دلائی جائے تو استریوں میں ایسا کوئی بھی دوش نہ رہے۔ آج بھی جو لڑکیاں پڑھتی ہیں وہ لڑکوں سے کسی طرح عقل اور دانشمندی میں کم نہیں ہیں۔ استریوں پر صفائی نہ رکھنے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ بھی غلط ہے استریاں تو قدرتی طور پر ہی صفائی پسند ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کے رہنے کے لئے مناسب جگہ ہی نہ ہو پہننے کے لئے صاف کپڑے نہ ہوں تو وہ ایسی حالت میں کیا کر سکتی ہیں۔ سخت دل ہونے کا الزام جب مرد عورتوں پر لگاتے ہیں تو یہ مثل کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" یاد آجاتی ہے۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں اور جنہوں نے کچھ تجربہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ استریوں کے دل میں اس قدر دیا ہوتی ہے کہ یہ مناسب اور نامناسب کا خیال کئے بغیر ہی دان کیا کرتی ہیں۔ ان کے نرم دل میں یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کون اس دان کا مستحق ہے۔ اور کون مستحق نہیں ہے نالائق لڑکے کو باپ نکال دیتا ہے اور پھر اس کی یاد تک نہیں کرتا مگر ماتا اسے چھپا چھپا کر کھانا دیتی ہے جب تک لڑکے کو کھانا نہ کھلا دے باہر بھائی بھوک سے مرتی ہوئی کنگال بہن کو سنبھال نہیں سکتا مگر ماں اور بہن اپنے نردھن اور غریب بھائی کو تمام عمر گذارہ دینا اپنا فرض خیال کرتی ہے۔ پتا شادی کر دینے کے بعد لڑکی کی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر ماتا ہے ایک لمحہ کے لئے بھی الگ کرنا نہیں چاہتی۔ ہندو عورتیں تو اس وقت تک بھوجن نہیں کرتیں جب تک مہمان اور گھر کے دیگر لوگوں کو کھانا نہ کھلا دیں۔ ایسی حالت میں عورتوں پر سخت دل اور کمظرف ہونے کا الزام لگانا کس قدر مضحکہ خیز بات ہے۔ اگر ہم اپنی حالت کو سدھارنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ کو شدھ کرنا چاہیئے اپنے دیش بھارت کو سدھارنے کے لئے ہی عورتوں کو آزاد کرنا ہی سماج کے کلیان کا سب سے بڑا طریقہ ہے۔ غلامی سے اندھ وخواس پیدا ہوتا ہے۔ آزادی کے خیال سے ہی سچائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ سچائی کے قائم کرنے کے لئے مرد اور عورت دونوں کی یکساں ضرورت ہے جب سب کے دماغ آزاد ہوئے تو سب اپنے اپنے خیالات پیش کر سکیں گے۔ اور سنسار میں تعلیم کی روشنی پھیلتی چلی جائے گی۔ مرد آزاد ہوں۔ استریاں آزاد ہوں، بالک سوتنتر ہوں۔ شوہر بھی غلام نہ ہوں، نوکر اور مالک کا جذبہ ختم ہو جائے۔ آزادی کی دیوی کا درجہ تمام سنسار میں بڑھا ہو۔ آزادی کی ہی اُپاسنا کر کے ہم اپنا جیون اونچا کر سکتے ہیں۔ آزادی کی دیوی! کیا آپ ہمیشہ کسی دوسری جگہ ہی قیام کریں گی؟ کیا ہمیشہ ہمیشہ آپ کا قیام شاعروں اور پریمیوں کے دلوں میں ہی رہے گا؟ کیا آپ کے درشن ہمیں خواب میں ہی ہو سکیں گے؟ نہیں! دیوی! آپ پرگٹ ہو کر سامنے پدھاریں، ہم بھارت کے نر ناری آپ کی اُپاسنا

ڈاکٹر ٹیگور کا استقبال

## دو تناور درخت

سانی ہیرین کے باغ کے اندر پندرہ ایکڑ زمین میں یہ دو تناور درخت لگائے گئے ہیں جنگلی جڑوں کی حفاظت کے لئیے ایک لاڈاذی مکان تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ درخت ایرے زولہ سے منگائے گئے تھے۔

## صنعتی سودیشی نمائش

سر سیتا رام صدر یونین کونسل شاہجہانپور کی صنعتی سودیشی نمائش کا افتتاح کر رہے ہیں۔

## سار میں ہٹلر کی پوجا

سار کے متعلق فیصلہ کے اعلان سے قبل ہی سار کے جرمن بچوں نے خوشیاں منانی شروع کر دی تھیں۔ حالانکہ نتیجہ کا اعلان نہیں ہوا تھا پھر بھی نتیجہ سے دو روز پہلے ان بچوں نے ہٹلر کی سجی ہوئی تصویریں بازاروں میں نکالنی شروع کر دی تھیں۔

## حبشیوں کا سردار

جنوبی افریقہ کے حبشیوں کا ایک سردار اپنے قلعہ کے باہر کھڑا ہے۔ یہ بادشاہوں کی اولاد میں سے ہے۔ اور بہت بڑا امیر آدمی ہے۔

## مسز لنڈبرگ

لنڈبرگ کے بچے کے قتل کے مقدمہ میں مسز لنڈبرگ مقدمہ کی کاروائی سننے کے لئیے عدالت میں آئی ہیں۔

## فوٹوگرافی

ایک معمولی کیمرہ سے آسمان میں کڑکتی ہوئی بجلی کے ایک حصہ کا فوٹو لیا گیا ہے۔

# آرٹ کا صفحہ

## طوفان باد

...دار کے مشہور آرٹسٹ مسٹر ایم۔ ایس۔ بھالا کا تخیل۔

## نغمہ ازل

مشہور آرٹسٹ مسٹر بھون ورما کا تازہ ترین شہکار۔

بچوں کی دنیا

(از ماسٹر بہاری لال جی ایڈیٹر "ہند" دہلی)
(خاص "تیج دہلی" کے لئے)

۱۔ ایک آدمی دہلی میں رہتا ہے اُس کا لڑکا لاہور میں ملازم ہے۔ وہ آدمی سخت بیمار ہو جاتا ہے۔ اس لئے چاہتا ہے کہ اپنے لڑکے کو فوراً اطلاع دے۔ اگر چٹھی بھیجے تو ایک دن کے بعد پہونچے گی۔ اس لئے وہ انگریزی میں مضمون لکھ کر ملازم کو تار گھر بھیجتا ہے۔ تار بابو تار کا مضمون لے لیتا ہے اور فیس کی رقم بھی لے لیتا ہے۔ آجکل بارہ لفظ یا کم کے لئے فیس تیرہ آنے ہے اور زیادہ کے لئے ایک آنہ فی لفظ اور دینا پڑتا ہے۔ تار بابو تار کی چابی پر گٹ گر گر گٹ کی آواز کرتا ہے۔ اُس کی اطلاع لاہور پہنچتی ہے۔ لاہور کا تار بابو اس آواز کے ذریعہ لفظ بنا کر کاغذ پر نقل کر لیتا ہے اور اُسے تار لے جانے والے آدمی کے حوالے کرتا ہے۔ یہ شخص بائیسکل پر سوار ہو کر فوراً تار کا مضمون لڑکے کے پاس پہنچاتا ہے۔ لڑکا تار پڑھتے ہی رات کو ریل میں سوار ہو کر اگلے روز صبح ہی دہلی پہونچ جاتا ہے یا کوئی اور بندوبست کر دیتا ہے اس طرح بہت سی ضروری خبریں دم کے دم میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچ جاتی ہیں۔ امریکہ انگلینڈ کے تار روزانہ اخباروں میں چھپتے ہیں اور ہم ہزاروں میل کی خبر یہاں بیٹھے پڑھ لیتے ہیں۔ اگر تم سفر میں ڈورے ہوئے ہو تمہارے پاس روپیہ ختم ہو گیا ہو تو تار کے ذریعہ فوراً روپیہ منگوا سکتے ہو۔

۲۔ فرض کرو تم کلکتہ میں ہو اور تمہیں دہلی سے روپیہ منگوانا ہے۔ تم دہلی میں تار دو کہ میرے پاس اس قدر روپیہ بذریعہ تار بھیجدو۔ دہلی والے منی آرڈر بذریعہ تار کرائیں گے۔ منی آرڈر کی فیس کے علاوہ تار کی فیس دے دیں گے۔ اس طرح تار دہلی سے کلکتہ کے تار گھر کے نام چلا جائے گا۔ اور ڈاک خانہ میں اطلاع پہونچ جائے گی۔ ڈاک خانے والے آپ کو روپیہ دے دیں گے۔ اس طرح تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

## تھرمامیٹر

دیکھو سامنے بستر پر بیمار پڑا ہے اُسے بخار چڑھ رہا ہے۔ کس طرح معلوم کریں اسے کتنا بخار ہے تم کہو گے ہاتھ سے معلوم کر لیں مگر ہاتھ سے بخار ٹھیک معلوم نہیں ہوتا ہے تمہارا ہاتھ ٹھنڈا ہوا اور میرا گرم ہو تو تمہارے ہاتھ کو تو بیمار کا ہاتھ بہت گرم معلوم دیگا اور مجھے زیادہ گرم معلوم نہ دے گا۔ دیکھو یہ ایک آلہ ہے اسے تھرمامیٹر کہتے ہیں۔ اس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ بخار کی گرمی کتنی ہے۔ اس لئے اس کو گھر میں رکھنا اچھا ہے۔ وقت پر کام دے جاتا ہے۔ اس تھرمامیٹر پر پچانویں سے ایکسو دس تک درجے لگے ہوئے ہیں اور ۹۸ سے اوپر ایک نشان ہے یہ صحت کے درجے کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک درجے کے بعد ایک پوری لکیر ہے ہر ایک درجہ پانچ درجوں میں منقسم ہے۔

یہ تھرمامیٹر کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ کسی کو آدھ منٹ تک لگانا پڑتا ہے کسی کو تین منٹ تک لگاتے ہیں۔ تھرمامیٹر کو منہ میں لگاتے ہیں یا بغل میں۔ منہ کی گرمی بغل سے آدھا درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ عام طور پر تھرمامیٹر کو صبح سات آٹھ بجے یا شام کو پانچ چھ بجے لگاتے ہیں لیکن ضرورت پڑنے پر ہر وقت بھی لگا سکتے ہیں۔

جب تھرمامیٹر لگانا چاہو تو پہلے اسے ٹھنڈے پانی سے دھو لو کیونکہ گرم پانی سے دھونے سے بعض دفعہ تھرمامیٹر ٹوٹ جاتا ہے پھر اُسے ہاتھ سے جھٹک لو اور دیکھ لو کہ تھرمامیٹر کا پارہ ۹۵ درجے سے نیچے اتر گیا ہے۔ پھر تھرمامیٹر کو منہ میں اس طرح رکھو کہ پارے والا حصہ منہ میں زبان کے تلے ہے اور اگر بغل میں لگانا ہو تو بغل کا پسینہ خشک کر کے تھرمامیٹر کے پارے والے حصہ کو بغل کے اندر رکھو اور بازو کو دبا دو۔ بغل میں منہ سے کچھ دیر زیادہ رکھو

## بہار کا موسم

نہ گرمیوں کا زور ہے نہ سردیوں کی مار ہے
نہ دھوپ تن پہ بار ہے نہ ٹھنڈ ناگوار ہے
ہوا بھی خوش گوار ہے نہ گرم ہے نہ سرد ہے
نہ بجلیاں نہ آندھیاں نہ ابر ہے نہ گرد ہے

ہیں سبزہ زار ان دنوں پہاڑ دشت اور بن
ہے سچ تو یوں بہار پر ہے آجکل چمن چمن
ہیں جنگلوں میں سبز سبز کھیت لہلہا رہے
عجب ادا سے جھوم جھوم کر ہیں دل لبھا رہے

فضا میں دلکشی ہی کچھ یہ آ گئی ہے اب نئی
نظر پڑی جو کھیت پر تو کھیلتی چلی گئی
وہ پیڑ سب خزاں جنھیں گئی تھی کل اجاڑ کر
ہرا کیا بہار نے پھر آج انھیں سنوار کر

چمن کے پھول دیکھ کر، ہماری عقل دنگ ہے
سفید سرخ سرخ زرد زرد اُن کا رنگ ہے
دلوں میں ہے کچھ آجکل اُمنگ سی بھری ہوئی
مسرتوں کے جوش سے کلی کلی کھلی ہوئی

نکھر گئیں مہاوٹوں کی بارشوں سے پتیاں
نتھر نتھر کے صاف ہو گئیں تمام ندیاں
ہیں پیڑوں میں چھپے ہوئے پرند چہچہا رہے
خدا کی شان دیکھ کر خوشی سے ہیں وہ گا رہے

یہ لطف دیکھ دیکھ کر زباں پہ بار بار ہے
یہ موسم بہار ہے۔ یہ موسم بہار ہے

# چیچک میں احتیاط

(پنڈت آنندی پرشاد بصرا - جرنلسٹ - مراد آبادی)

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

نانی کی جیزی ہوئی بہت سی چیزیں ہوتی تھیں
ترطوبی تیز تیزی تھیں - کوئی ایسا ہی مشکل مرض ہوا تو طبیب کی ضرورت ہوتی تھی - ورنہ سیدی دوا گھر میں بیٹھے ہو جاتی تھی - ابھی حال میں مجھے تجربہ ہوا کہ ہماری بعض بزرگ بیویاں چیچک وغیرہ کے متعلق ایسی مفید معلومات رکھتی ہیں کہ معمولی درجہ کے حکیم اور ڈاکٹر بھی شاید اس سے زیادہ جانتے ہوں گے۔ اور ضرورت کے وقت اپنا خاندان تو خاندان غیروں تک کو اس سے فیض پہنچاتی ہے - یہ ہستیاں ہمارے لئے ابر رحمت ہیں - اور ہمیں چاہیئے کہ جو کچھ ان سے حاصل ہو سکے اسے غنیمت جانیں۔ ورنہ پھر یہ صورتیں تلاش کرنے پر نہ ملیں گی۔

جس وقت کسی بچے کو حرارت ہو جائے اور ساتھ ہی بار بار چھینکیں آئیں اور بیہوشی ہو تو اس کے چہرہ - پیٹ اور پیٹھ کو اچھی طرح سے دیکھنا چاہیئے کہ کہیں دانے تو نہیں نکل رہے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف چہرے پر ہوتے ہیں۔ اور پھر ان کے نکلنے کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔ دو تین دن برابر اس کا خیال رکھنا چاہیئے - اور کوئی دوا بھی سوائے منقے کے نہ دینی چاہیئے اور ٹھنڈک کا بہت بچاؤ رکھیں۔ اکثر دو تین دن میں دانے ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ کچھ شبہ نہیں رہتا۔ مگر بعض دفعہ زیادہ دیر بھی لگ جاتی ہے - ساتویں - آٹھویں دن بھی نکلتے ہیں - ایک آدھ جگہ لیا دسویں دن بھی دانے نکلتے دیکھے گئے ہیں۔ مگر یہ شاذ ہے - اور بڑی قسم کی چیچک میں ہوتا ہے۔

جس وقت یہ یقین ہو جائے کہ یہ بخار چیچک کا ہے تو مریض کی دونوں آنکھوں - ناک کے نتھنوں اور کان کے سوراخوں میں شہد لگا دینا چاہیئے اور سینہ اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں میں بھی مل دیں۔ اور احتیاط رکھیں کہ جب چھینک آئے تو اور لگا دیا جائے۔ اگر ممکن ہو تو گلے میں سونا اور سچے موتی پہنا دیں - اس سے بھی دانے جلدی نکلتے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا سے بچائیں۔

کھانے میں روٹی - مونگ کی دال اور شوربا وغیرہ دینا چاہیئے۔ گڑ کے میٹھے چنے اور گڑ کی روغنی ٹکیہ بھی مفید ہوتی ہے۔ اس کی گرمی سے بھی دانے آسانی سے نکلتے ہیں۔ کھچڑی - چاول - دودھ یا ساگ دال وغیرہ نہیں دینا چاہیئے - ہاں صرف کھانے کے ساتھ دیں - باقی اور وقتوں میں جب پیاس لگے تو لونگ کا عرق پلائیں - اور صبح و شام آدھ پاؤ مکھنے کے عرق میں تین ماشہ خاکسی جسے بعض شہروں میں خوب کلاں بھی کہتے ہیں اور پانچ سات دانہ منقے کے جوش دے کر چھان کر پلایا کریں یہ مقدار چھ سات برس کے بچہ کے لئے ہے۔

اگر ہلکی قسم ہو تو دو دن میں سب دانے نکل آتے ہیں - اور تیسرے دن زور کم ہوتا ہے - اس کی پہچان یہ ہے کہ پیشانی کے دانے سیاہی مائل ہو کر مرجھانے لگتے ہیں اور بچہ جو بخار کی تیزی اور دانوں کے زور سے غافل پڑا ہوتا ہے - ذرا ہوشیار معلوم ہوتا ہے - پھر رفتہ رفتہ پیٹ - پیٹھ اور ہاتھوں کے دانوں پر بھی سیاہی آجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بخار بھی ہلکا ہو جاتا ہے - اور دو ایک دن میں اتر جاتا ہے - اس وقت ہاتھ منہ میں دھونے میں کچھ حرج نہیں - دوا بھی موقوف کر دینی چاہیئے - مگر نہلانا اسوقت مناسب نہیں - جب تک کہ تمام دانے اچھے نہ ہو لیں۔ اگر کوئی دانہ پک جائے تو اس کی احتیاط رکھیں کہ بچہ اسے کھجلا کر توڑ نہ ڈالے - نہیں تو اچھے ہونے میں دیر لگیگی۔ اور نشان بھی باقی رہ جائے گا۔

دانہ نکلنے کے وقت سے خشک ہونے تک عموماً پیٹ میں قبض رہتا ہے - اگر چار پانچ دن بھی اجابت نہ ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں - کیونکہ پیٹ میں غذا بھی کم جاتی ہے - اور یہ اس میں اچھا ہے - اگر دست آنے لگیں تو حکیم کو اطلاع کرنی چاہیئے -

یہ تو معمولی حالت کا ذکر ہوا - بعض یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے سے دانے دکھائی دیتے ہیں - اور دو تین

(باقی اگلے صفحہ پر)

# چیچک میں احتیاط

(پچھلے صفحہ سے)

ٹھنڈک کے بعد یا ایک آدھ دن میں پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک حالت ہوتی ہے کیونکہ کسی طرح ٹھنڈک پہنچ جانے سے دانے اندر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا مادہ یا تو نمونیہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یا جگر و دماغ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح پھر دانے نکل آئیں۔ ایسی حالت میں فوراً کسی لائق اور تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر کو خبر کرنی چاہئیے۔ لیکن اگر کسی جگہ اچھے حکیم میسر یا ممکن نہ ہو تو پھر ان تدبیروں میں سے جو نیچے لکھی جاتی ہیں دانے ابھارنے کی کوشش کریں۔

خاکسی (خوب کلاں) ایسی حالت میں اکسیر ہوتی ہے۔ اسے مریض کے بچھونے پر بچھا دیں۔ اور پاؤ بھر خاکسی چار پانچ سیر پانی میں جوش دے کر اس کا بھپارہ دیں۔ اس طرح کے مریض کے کپڑے اتار کر کھرے پلنگ پر لٹا دیں۔ اور نیچے کسی پھیلے برتن میں یہ پانی رکھ کر اوپر سے ایک کپڑا مریض کے گلے سے لے کر پاؤں تک اچھی طرح اڑھا دیں۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد کروٹ بدلوا کر ہر طرف اچھی طرح سینک لگنے دیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد پانی ہٹا دیں اور جسم خشک کر کے کپڑے پہنا دیں۔ اور بچھونے پر لٹا دیں۔ اسی خاکسی کے پانی میں کرتا بھی رنگ کر سکھا لیں اور پہنا دیں۔ جب تک دانے اچھی طرح نہ نکلیں تب یہی بھپارہ دونوں وقت روزانہ دیتے رہنا چاہئیے۔ پینے کی دوا میں ایک انجیر بھی بڑھا دیں۔ لیکن پیٹ نرم ہو تو انجیر نہ دینا چاہئیے۔ تین چار مرتبہ بھپارہ دینے سے دانے نکل آتے ہیں جب دانے نکل آئیں تو بھپارہ موقوف کر دیں اور باقی احتیاط جو اوپر لکھی گئی ہیں بدستور جاری رکھیں۔

چیچک کے ساتھ جہاں نزلہ کے اور سب آثار ہوتے ہیں کھانسی بھی ضرور ہوتی ہے۔ مگر دانے نکلنے کے بعد خود بخود ان سب کا زور کم ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو اور کھانسی زیادہ تکلیف دے یا دست آئیں یا اور کوئی شکایت ہو تو برابر علاج کرنا چاہئیے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان بیماریوں میں بالکل علاج ہی نہ کرنا چاہئیے۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔

مثل ہے کہ "نیم طبیب خطرہ جان" "نیم تجربہ کار برو" اس زمانہ میں لائق طبیب بڑی قسمت ہی سے ملتے ہیں۔

آخر میں ایک بات اور کہنی ہے کہ جب بچہ تندرست ہو کر نہائے اور کوئی شکایت باقی نہ رہے تو کچھ دنوں تک اسے گیہوں کی جڑ کا شربت پلائیں یا اگر وہ نہ مل سکے تو عرق گیوڑہ ہی شربت میں ڈال کر دس پندرہ دن پلا دیں کہ طبیعت میں جو کچھ گرمی دواؤں کی رہ گئی ہو وہ دور ہو جائے۔



# انکی سخن فہمی!

(صفحہ ۱۸ سے آگے)

لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر اور اس کا مفہوم ہمارے تمام شعبہ جات زندگی میں ممد و معاون ہو سکتا ہے اور اگر ہم اس کے مطالب پر عمل پیرا ہو کر اپنی سیاست، تمدن، معاشرت اور تعلیمات وغیرہ وغیرہ میں کام لیں تو یقینی طور پر ہر موقعہ پر کامیابی ہماری ہی دام کی لونڈی بن جائے۔ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ "حسن" بارگاہ "عشق" میں اگر سجود نفرتی ہے تو آپ یقین مانئیے کہ ہمارا یہ نسخہ "سب کے عملیات علوی" سے بھی کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا ــــــ لیکن ہمیں ذرا اس شعر کے دوسرے پہلو پر بھی روشنی ڈالنی ہے۔ ہاں تو ذرا اس شعر کو پھر ملاحظہ فرمائیے ؎

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل\
تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سِل

اگر پتھر پر پانی پڑتا رہے تو وہ ضرور گھس جائے گا۔ پانی جیسی رقیق اور سیال چیز پتھر جیسے سخت اور ٹھوس چیز کو گھسا دیتا ہے۔ بظاہر پانی پتھر کے مقابلہ میں کوئی بساط نہیں رکھتا۔ لیکن یہی پانی جس کے قطرے عام آنکھ کی نگاہ میں بے حقیقت سے نظر آتے ہیں متحد اور متفق ہو کر اتنی طاقت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ وہ پتھر کو ریزہ ریزہ کر کے بہا لے جاتے ہیں۔

اب ذرا جغرافیائی حیثیت سے بھی پتھر کے گھسنے کی داستان ملاحظہ فرمائیے۔ اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اسکول میں پڑھتے تھے اور ذرا ابتدائی درجوں کا بھی تصور کیجئے۔ لیکن آپ شاید بھول گئے ہوں گے۔ ہمیں تو اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے استاد بتلایا کرتے تھے کہ گنگا اور جمنا کے علاوہ دوسرے دریا جو ہمالیہ سے نکلتے ہیں پہاڑ کے پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں بہا لاتے ہیں۔ اور ان کو اپنے بہاؤ کے ساتھ اتنی ٹکریں لگاتے ہیں کہ وہ گھس گھس کر چھوٹے ٹکڑے رہ جاتے ہیں۔

آپ نے دیکھ لیا اتحاد اور اتفاق کا نتیجہ۔ دنیا ہمیں چاہے جو کچھ کہے لیکن ہم تو یہی کہے جائیں گے کہ اگر ہم متفق ہو کر کسی بڑی سے بڑی مہم کے لئے تیار ہو جائیں تو کامیابی یقینی ہے۔

ــــــ آپ نے خوب فرمایا۔ دراصل ہمکو اتحاد اور اتفاق کی سخت ضرورت ہے۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح آپکے اور ہمارے درمیان مذہبی اختلاف ہونے کے باوجود ایک گہرا اتحاد اور اتفاق ہے اسی طرح سارے ہندوستانیوں کے دلوں میں یہ بات پیدا ہو جائے!

ــــــ ہاں ہاں!! یہ بالکل درست ہے خدا کرے ایسا ہی ہو۔

اس کے بعد ہمارے دوست شام نے کل آنے کا وعدہ کرنے کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "اب جاتا ہوں۔ ایشور نے چاہا تو کل ٹھیک وقت پر پہنچ جاؤں گا" ہم نے خدا حافظ کہتے ہوئے اپنے دوست کو رخصت کیا۔

ناظرین آپ نے دیکھا ان کی سخن فہمی!

لیکن اب اس کے چلے جانے کے بعد ہم آپ سے یہ ضرور بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اور چاہے جو کچھ ہو اگر وہ علامہ اقبال کے اس شعر کی تفسیر بھی بیان کر دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ تاہم کل کی ملاقات میں ہم اس کے سامنے اس شعر کو پیش کریں گے

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا\
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

ہمارا خیال اچھا ہو یا برا، مادہ اور جسم کا جامہ پہنا رہتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ایک حقیقت بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔

ہم وہ میں جو ہم اپنے آپ کو بناتے ہیں۔ ہم وہ نہیں جو عادات ہمیں بناتے ہیں۔

غصہ حماقت میں شروع ہوتا ہے اور ندامت میں ختم۔

معصومیت مسرت کی بنیاد ہے۔

رفعت محبت سے پیدا ہوتی ہے۔

ملی جنت خیالی جنت سے بہتر ہے

خاموشی بندگی میں اضافہ کرتی ہے

مسکراہٹ اظہار تشکر کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

محبت کا راز مسکراہٹ میں پوشیدہ ہے

انسان کے خصائل کا عکس اس کے قلم کی جنبش میں پنہاں ہے۔

شکر گزاری شرافت کی جان ہے۔

تقریر کھو جاتی ہے تحریر نہیں کھوتی

عزم استقلال کی کنجی ہے۔

پہلا گناہ انسان کو دلیر بنا دیتا ہے

ایک مستقل ارادہ ہر چیز پر غالب آ سکتا ہے حتیٰ کہ زمانے کی چال کو بھی پلٹ سکتا ہے۔

ہمارا کمزور ارادہ ہی ہم کو ضعیف بنا دیتا ہے۔ ورنہ نوع انسان کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے التماس کے حصول کی کافی قدرت ہے۔

ہمارے سینوں میں ایک خدا ہے۔ ہیلو انسیر

# فلسفۂ اشک

(از جناب سحر - رامپوری)

درد کی محشر طرازی کا جسے حاصل کہیں
یا جسے دنیائے انجام شکست دل کہیں

یا غم تدلیل جوش عشق کی روشن دلیل
یا جہاں میں کاروان غم کی آواز رحیل

یا حصول مدعائے اہل دل کا واسطہ
یا کسی بے مہر کی بے التفاتی کا گلہ

یا فور عیش و زور کامرانی کی دلیل
یا جنون انتہائے نامرادی کی دلیل

یا مکمل داستان یاد ایام بہار
یا قفس والوں میں گلشن چھوٹنے کی یادگار

یا دلیل شکوۂ ناسازگاری جہاں
یا نئے لہیں وفور یاس و حرماں کا نشاں

یا کسی ناکام الفت کا پیام آخری
یا مئے قطرۂ جام شراب عاشقی

یا کسی وقت رخصت دل کا اظہار ملال
یا امید دور مستقبل کا اک رنگیں خیال

یا نشان گریۂ پیہم شب تاریک کا
اشک اس کا نام دنیا میں سحر رکھا گیا



# موج

جج:- (چور سے) تم اس مکان میں کیوں داخل ہوئے؟
چور:- میں نے خیال کیا کہ یہ میرا مکان ہے
جج:- لیکن جب گھر کی مالکہ آئی تو تم کھڑکی سے کود کر کیوں بھاگے۔
چور:- جی۔ میں سمجھا میری بیوی آگئی۔

رام:- اماں نے کیسے جانا کہ تم نہائے نہیں ہو۔
شام:- میں صابن گیلا کرنا بھول گیا تھا۔

بیوی نے خاوند سے کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ شراب آہستہ آہستہ زہر کا کام کرتی ہے۔
خاوند:- بس تو ٹھیک ہے۔ مجھے بھی کیا جلدی ہے۔

بدھو:- کیا تم آواگون میں اعتقاد رکھتے ہو۔
نتھو:- ہاں۔ میرا خیال ہے کہ میں پہلے گدھا تھا۔
بدھو:- وہ کب؟
نتھو:- جب میں نے تمہیں پچیس روپے قرض دیئے تھے۔

میرا بھائی پانچ سو آدمیوں کے اوپر کام کرتا ہے
وہ کہاں؟
وہ قبرستان میں گھاس لگانے کا کام کرتا ہے

سینما کا منیجر:- معزز حاضرین جیب کتروں سے ہوشیار رہئے۔
حاضرین میں سے ایک:- جناب آپ سے بڑا جیب کترا اور کون ہوگا۔ جو ایک رات میں سینکڑوں جیبیں خالی کر دیتا ہے۔

مجسٹریٹ:- (ملزم کی طرف مخاطب ہو کر) تمہیں ایک ماہ کی قید اور بیس روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔
ملزم:- حضور جرمانہ دینے کو تو میرے پاس کچھ نہیں۔
مجسٹریٹ:- اچھا تو بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ایک ماہ کی مزید قید۔
ملزم:- جناب میں چھ ماہ قید میں رہنے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ وہ مجھ کو بیس روپیہ ماہوار کے حساب سے دلواتے رہیں

آج ہندوستان کے تمام شہروں میں جو عطر یا سینٹ فروخت ہو رہے ہیں ان پر بہت کم لاگت آتی ہے لیکن ان کی خوبصورتی اور خوشبو سے بہت قیمت وصول کی جاتی ہے۔ عام طور پر (۲۰) اونس سپرٹ میں ایک اونس بیکو سینٹ ملا دیا جاتا ہے۔ اگر خوشبو کو زیادہ دلفریب بنانا ہو تو کسی قدر مشک یا اس کا ایسنس ملا دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے تیار کردہ خوشبو شیشیوں میں بھر کر مختلف ناموں کے نام سے فروخت کیا جاتا ہے۔

یورپ کی فرمیں اس قسم کے عطر اور سینٹ تیار کر کے بہت روپیہ کما رہی ہیں۔ اگر ہندوستان کی فرمیں بھی اس طرف توجہ دیں تو وہ بھی کافی روپیہ کما سکتی ہیں۔

## کولڈ کریم

کولڈ کریم کا رواج ملک میں بہت بڑھ رہا ہے۔ اور یہ بھی غیر ممالک سے بن کر آتی ہے۔ ہندوستان میں اس کی تیاری بھی کافی فائدہ بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ کولڈ کریم بنانے کا ایک عمدہ طریقہ حسب ذیل ہے:۔

سفید موم — ایک اونس
سپرمیٹی — ایک اونس
روغن بادام — (۴/۱) پائنٹ

ان سب چیزوں کو واٹر باتھ پر ملانا چاہیئے۔ پھر اس کو ایک برتن میں جو گرم پانی میں رکھ کر گرم کیا گیا ہو

# روزی کمانے کے آسان وسائل
## کم سرمایہ لگانے والوں کے لئے

ڈالدیں۔ اس کے بعد عرق گلاب چار اونس آہستہ آہستہ ڈالیں اور کسی چیز سے اس وقت تک ہلاتے رہیں جب تک یہ مرکب دودھ کی طرح سفید نہ ہو جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر شیشیوں میں بھر لیں۔ زیادہ خوشبودار بنانے کے لئے برگٹ لیموں کے چند قطرے شامل کر دیں۔

### ٹین یا لوہے کی سلیٹ

لوہے کی سلیٹ بنانے کے لئے ایک قسم کا روغن بنایا جاتا ہے۔ جو کہ سوڈا سلی کیٹ۔ کاسٹک۔ پوٹاش۔ پھولا سیاہی اور سلیٹی پتھر کے پوڈر سے بنتا ہے۔ طریقہ یہ ہے۔ اول کاسٹک پوٹاش اور سوڈا سلی کیٹ کا سلیوشن بناؤ۔ یعنی ہر دو اشیاء کے وزن سے سات گنا آب مقطر (SOFT WATER) جو ڈیڑھ گھنٹہ تک ابالا گیا ہو جس سے دونوں اشیاء آسانی سے حل ہو جائیں۔ ڈال کر سلیوشن بنالیں۔

دوسری طرف سات جز سلیٹی پتھر بالکل باریک پیس لیں۔ اور تین چار مرتبہ کپڑ چھان کریں۔ ایسا باریک ہو جائے کہ ہوا میں اڑنے لگے اور پھر ایک حصہ پھولا سیاہی (کاجل) ملا کر الگ رکھ لیں۔ سوڈا سلی کیٹ والے لیکوئڈ میں بقدر ضرورت سلیٹی پتھر کا پاؤڈر ملا کر ٹین یا ٹین کے معمولی ٹکڑوں پر برش سے پالش کر دیں۔ سوکھنے پر نہایت عمدہ سلیٹ تیار ہوگی۔ اب فریم لگالیں۔

ہندوستان ہر سال صرف جاپان ہی سے قریباً اسی لاکھ روپیہ کی جرابیں اور بنیانیں خریدتا ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ موزے اور بنیان تیار کرنے کی طرف توجہ دیں تو اس سے ہندوستان کا لاکھوں روپیہ بچ سکتا ہے آج ہم صرف یہی دکھائیں گے کہ موزے کس طرح تیار کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان کے تیار کرنے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ موزے تیار کرنے کے لئے ایک چھوٹے سے کارخانہ کی ضرورت ہے۔

متوسط درجہ کی مشین جو پانچ درجن موزے یومیہ تیار کر سکتی ہے اور (۱۲۰) روپیہ ماہانہ (۲۶) دن کا کام کرنے کی حالت میں امداد سے ہے۔ اس مشین کے خرچ اور آمدنی کا حساب مندرجہ ذیل طور پر یہ ہے:۔

### ماہانہ آمدنی

ایک سو تیس درجن جوڑے موزے کی قیمت فروخت اندازاً چار روپے ۳ آنے فی درجن پانچ سو پچاسی روپیہ ماہانہ۔
منافع ایک سو پچیس روپیہ۔

اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر ہوشمندی کے ساتھ موزوں کی تجارت شروع کی جائے تو اس میں معقول منافع کی صورت ہوتی ہے۔ اور اس کاروبار کے شروع کرنے کے لئے زیادہ سرمایہ بھی درکار نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں موزوں اور بنیانوں کی مانگ برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ اور چونکہ ملک نے ابھی اس صنعت کو تمام و کمال اپنے ہاتھ میں نہیں لیا ہے۔ اس لئے یہ چیزیں غیر ممالک سے بہت زیادہ آتی ہیں۔

فاسفورس ۱/۲ ۳ گرین سلفیٹ آف کونین ۱ گرین ایکسٹرکٹ آف نکس امیکا ۱/۲ گرین:
ان تینوں کو خوب اچھی طرح ملانا چاہیئے۔ یہ ایک گولی کا نسخہ ہے۔ اسی حساب سے اودیا کا وزن بڑھایا جا سکتا ہے۔ گولیاں مقوی ہیں۔

# بڑھاپے کے کارنامے

(از جناب حکیم چھبو لال کھتری - مرادآباد)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

آجکل بڑھاپے کو زندگی کا نکما اور فضول حصہ سمجھا جاتا ہے لیکن یہ ایک غلطی ہے۔ دراصل نکما حصہ ان کا ہے جنھوں نے اپنی جوانی میں بے احتیاطیاں کی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے عمدہ کام مردوں اور عورتوں نے بڑھاپے کی حالت میں ہی کئے ہیں۔ اگر ہم دنیا کی تاریخ کے ان کارناموں کو تاریخ میں سے الگ کر دیں۔ جو کہ انسان نے ساٹھ ستر یا اسی برس میں کئے تھے تو انسانی کی تاریخ بالکل نکمی نظر آئے گی۔

لونگ فیلو صاحب نے اپنی ایک نظم میں لکھا تھا کہ

کیٹو نے اسی برس کی عمر میں یونانی زبان سیکھی۔ سفوکلیس اور سایمونائیڈس نے اپنی عمدہ تصانیف کو اسی برس کی عمر میں ہی ہستی کا جامہ پہنایا تھا۔

تھیوفراسٹس نے نوے سال کی عمر میں اپنی نادر کتاب "کیرکٹر آف مین" لکھی۔

جوسٹر نے ساٹھ سال کی عمر میں کنٹربری ٹیل لکھی۔

گوئٹے نے اسی سال کی عمر میں اپنی تصنیف کو پورا کیا۔ اسی طرح انسانوں نے بڑھاپے کی عمر میں جو تصانیف کی ہیں ان کی فہرست بہت لمبی چوڑی ہے فن مصوری اور علم ادب کے ماہر۔

مائیکل اینجلو نے ۸۲ سال کی عمر میں اعلیٰ سے اعلیٰ مصوری اور انشاپردازی کے جوہر دکھائے۔

لینس ۷۰ سال کی عمر میں علم نباتات کا ویسا ہی شوقین تھا۔ جیسا کہ جوانی کی عمر میں وہ کہتا تھا کہ میں اپنے کام میں اس سے زیادہ خوشی پاتا ہوں۔ جس قدر کہ فارس کا بادشاہ اپنی سلطنت میں خوشی حاصل کرتا ہے۔

ہمبولڈ صاحب نوے سال کی عمر تک اپنے سائنٹفک تجربات میں نوجوانوں کی طرح مشغول رہے۔

گلیڈسٹون ۸۴ سال کی عمر میں برطانیہ کلاں کی وزارت اعظمیٰ کا بڑا بھاری کام سرانجام دیتا رہا۔ ۸۷ سال کی عمر میں وہ تمام انگلینڈ میں جابجا جلسے کر کے لوگوں کی ہمدردی کو ارمنی لوگوں کے حق میں اکسانے کے لئے لیکچر دیتا رہا۔

ڈسرائلی ۷۵ سال کی عمر میں وزیر اعظم بنا۔ سلطنت کے اس بوجھ کے علاوہ وہ اپنے ناول لکھنے میں بھی مشغول رہا۔

لارڈ پامرسٹن سے کسی نے پوچھا کہ انسان پورے شباب کی حالت میں کب ہوتا ہے۔ لارڈ موصوف نے جواب دیا کہ ۷۹ سال کی عمر میں انسان پوری جوانی حاصل کرتا ہے لیکن میری جوانی ڈھل چکی ہے کیونکہ میں اسی سال کا ہو گیا ہوں۔

وان مالٹک جرمنی کی فوجوں کا کمانڈر انچیف تھا اور فرانس کے برخلاف سخت جنگ کی تیاری کرتا تھا۔ جب کہ اس کی عمر ۷۰ سال سے اوپر تھی۔ جنوبی افریقہ میں بوئروں کی لڑائی میں جب کہ تمام نوجوان جرنیل تنگ آ گئے تھے اور لڑائی کی شکل انگریزوں کے حق میں خطرناک ہو رہی تھی۔ تو ۷۰ سال کے بوڑھے جرنیل رابرٹس کو میدان جنگ میں بھیجا گیا۔ اس نے جانے کے ساتھ ہی تمام نقشہ بدل دیا۔ اور بوئروں کو مار کر بھگا دیا اور نمایاں فتح حاصل کی۔

پوپ لیو سیزدہم ۹۰ سال میں ان تمام ذمہ داری کے کاموں کو کرتا رہا تھا۔ جو کہ بڑے بڑے شہنشاہوں کو بھی ڈال دیتے ہیں۔

جیمس منٹگمری نیوٹن ۹۰ سال کی عمر میں دنیا کو اپنی تین تصانیف دیں۔

وکٹر ہیوگو ۸۳ سال کی عمر تک نوجوانوں کی طرح تصنیف کا کام کرتا رہا اور مرتے وقت بولا کہ ابھی میں نے اپنے کام کا سواں حصہ بھی ختم نہیں کیا۔

ٹینی سن نے ۸۰ سال کی عمر میں اپنی نادر تصنیف "کراسنگ دی بار" لکھی۔

براؤننگ نے ۷۷ سال کی عمر میں اپنی موت سے کچھ عرصہ پیشتر دو نادر تصانیف یعنی ریلیی اور ایپلوگ دنیا کی نذر کیں۔

مسز سدرلینڈ اپنی سالگرہ میں لکھتی ہیں انہوں نے ۷۰ سال کی عمر میں عبرانی اور ہسپانوی زبان پڑھنی شروع کی تھی۔

ویبرٹر ۸۵ سال کی عمر تک خوش گلو رہا۔

ولیم کلن برائنٹ ۸۴ سال کی عمر تک پبلک کی خدمت کرتا رہا۔

جان آدمس ۹۲ سال کی عمر میں

انڈرو جیکسن ۹۲ سال کی عمر میں

پولکیٹن ۷۲ سال کی عمر میں اور

جنرل ہیرسن ۷۸ سال کی عمر میں سلطنت ہائے متحدہ کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

# جاسوسی کے پُر اسرار طریقے

## یورپ میں جاسوسوں کی بھرمار

(مصدقہ اطلاعات کے مطابق صرف یورپ کے مختلف ممالک میں گذشتہ ... ماہ میں تقریباً ... جاسوس گرفتار کئے گئے ہیں۔ اور یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ یورپ کے ان ممالک میں جو ایک دوسرے سے مشکوک ہیں کم از کم دس ہزار تربیت یافتہ جاسوس جنگ قبل از جنگ میں مصروف ہیں۔ امن کے زمانہ میں جاسوسوں کا یہ زور شور خود ایک بین الاقوامی اشتعال ہے اور ممکن ہے جنگ کے شعلے بھڑکنے میں اس سے بھی امداد ملے۔

خبر رسانی کے لئے آج کل جاسوس کیا کیا صورتیں اختیار کرتے ہیں اس کا اندازہ ذیل کی سطور سے ہو سکیگا۔ ایڈیٹر)

حال ہی میں یہ معلوم ہوا ہے کہ سوویٹ روس کے جاسوس اپنی خفیہ اطلاعات بھیجنے کے لئے اُبلے ہوئے انڈے استعمال کرتے ہیں۔ ان انڈوں کو تازے انڈوں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ اور بظاہر یہ بکری کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ جب ان انڈوں کو چھلکا اتارا گیا تو معلوم ہوا کہ اندر منجمد سفیدی پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ شکر اور ایلم کو ملا کر اگر انڈے کے چھلکے پر لکھ دیا جائے تو اوپر تو کوئی نشان نہیں آتا لیکن اندر سفیدی پر بہت صاف صاف حروف آ جاتے ہیں۔

سلائی کے ذریعے بھی خبریں پہنچائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً تاروں میں جو "پُرل" اور "ڈیش" سے کام لیا جاتا ہے۔ وہی کام سلائی کے چھوٹے اور لمبے ٹانکوں سے لیا جاتا ہے۔ اس طرح گویا زنانے دستانے اور گوٹ وغیرہ کی سلائی میں خبریں موجود ہوتی ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر ایک جاسوس عورت کے بڑے خوشنما بیل بوٹے لباس میں سینکڑوں الفاظ موجود تھے۔ جب وہ گرفتار ہوئی اور ایک عورت نے اس کی تلاشی لی تو یکایک تلاشی لینے والی عورت کو یہ شک ہوا کہ اس کا لباس ... اتنا قیمتی ہے جس پر اتنی محنت سے سلائی کی جائے اس طرح راز افشا ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک جاسوس استعمال شدہ ڈاک کے ٹکٹ جمع کرتا ہوا انگلستان آیا۔ وہ ہر بندرگاہ سے چند ٹکٹ اپنے ملک کو بھیجتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ گویا آج کی تاریخ میں مختلف قسم کے اتنے جنگی جہاز اس بندرگاہ پر موجود ہیں۔ مثلاً اس نے تین آنے ٹکٹ کے۔ دو پیر کے اور چار پینی کے ٹکٹ بھیجے تو بظاہر ہوا کہ تین جنگی جہاز ... دو بڑے، اور چار چھوٹے مدافعتی جہاز یہاں موجود ہیں۔

سرخ لیمپ سے روز روشن میں میلوں تک اشارے کئے جا سکتے ہیں۔ صرف ان لیمپوں میں اس قسم کے شیشے لگائے جاتے ہیں جن پر ایک خاص پردہ ہوتا ہے۔ پھر ان سے ہلکی ہلکی شعاعیں نکلتی ہیں اور اشارہ دور تک پہنچ جاتا ہے۔ رات کے وقت ہوائی جہاز بڑی بلندی پر اڑتے ہوئے ان اشاروں کو سمجھ سکتے ہیں اور جاسوس اپنے گھر کے اندر چھپا ہوا اپنے روشندان میں لیمپ رکھ کر اشارے کرتا رہتا ہے۔

جنیوا میں جب لیگ اقوام میں منچوریا کا مسئلہ در پیش تھا تو جاپانی جاسوسوں نے ہوٹل کے ملازموں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر مختلف کمروں کی ردی کی ٹوکریاں حاصل کر لی تھیں۔ پیشتر ہوٹل میں مختلف زبانوں کے ماہرین کا ایک جاپانی بیورو قائم تھا۔ جنیوا میں اس وقت ... زبانیں زیر استعمال تھیں۔ ان چالیس زبانوں میں ... ہوئے ردی کے ٹکڑوں کو بڑی محنت سے جوڑ کر ان لوگوں نے پڑھا۔

جنگ منچوریا کے زمانہ میں کُل روس کی ... پورٹ آرتھر میں بھی یہ کیفیت تھی کہ ہر فوجی راز خریدا جا سکتا تھا۔ اور راز جتنا زیادہ اہم ہوتا تھا اتنی ہی قیمت زیادہ ہوتی تھی۔ اہم کاغذات پر بند راز "لکھدیا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ راز ظاہر ہو جاتے تھے۔ ان پر "خفیہ" لکھا جاتا تھا۔ لیکن وہ خفیہ نہ رہتے تھے۔ پھر "بہت ہی خفیہ" لکھا گیا لیکن وہ اور جلد فاش ہو گئے۔ بالآخر افسروں کو یہ سوجھی کہ وہ غیر اہم کاغذوں پر تو "لبھیغہ راز" لکھدیتے اور اہم کاغذوں کو یونہی چلنے دیتے۔ ان کی یہ ترکیب کامیاب ہو گئی۔

ایک مشہور یورپین سفیر کے یہاں ایک عورت ملازم تھی۔ وہ اس کے مکان کے شیشے کی کھڑکیاں صاف کیا کرتی تھی۔ جب وہ کام ختم کر کے جاتی تو

(باقی اگلے صفحہ پر)

…خفیہ طور پر اس کی نگرانی بھی کی جاتی۔ چلتے وقت اس کی جامہ تلاشی بھی لی جاتی۔ لیکن کبھی کوئی مشکوک چیز نہ ملی۔ اور وہ ہمیشہ بے گناہ ثابت ہوئی۔ بالآخر معلوم ہوا کہ کوئی شخص دوربین سے دیکھتا ہوا ہو جاتا۔ یہ سفید کپڑے سے شیشے صاف کرتی تھی اور اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر۔ دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں۔ اور آڑے ترچھے چلا کر اس طرح باتیں کہہ دیا کرتی تھی۔

جنگ عظیم کے زمانہ میں جرمنی اپنے فرانس کے جاسوسوں کو رنگ آلودگیوں کی تحریریں بھیجا کرتا تھا۔ ایک گیت کی متعدد کاپیاں فرانس میں موصول ہوئیں۔ ایک عرصہ تک یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ کوئی جاسوسی کا کارنامہ ہے۔ اتفاقاً معلوم ہوا کہ ایک شخص کے پاس اس گیت کی ایک نقل ہر ہفتہ آتی ہے۔ جب نظر نہ آنے والی تحریر کے لحاظ سے اس کو پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ گیت کا عنوان اگرچہ ایک ہے لیکن گیت ہر مرتبہ نیا ہے۔

اسپرین کی ایک گولی کو پانی میں گھول دیجئے۔ نظر نہ آنے والی روشنائی تیار ہے۔ لکھنے کے بعد کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر اسے گہرے روشنی کے لیمپ کے نیچے رکھ دیں۔ تو حروف نظر آنے لگیں گے۔

(اس قسم کی پوشیدہ تحریریں ہندوستان میں بہت رائج تھیں۔ اور اکثر چیزیں اسی غرض

# جاسوسی کے پراسرار طریقے

(پچھلے صفحہ سے)

سے استعمال کی جاتی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ آسان پیاز کا عرق ہے۔ اس سے لکھنے کے بعد بالکل کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ذرا سی آنچ دکھاتے ہی حروف بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں)

جنگ عظیم میں جرمنی نے امریکن قیدیوں کو گفتگو کرنے پر مجبور کرنے کی مختلف صورتیں اختیار کیں۔

ایک جرمن افسر لکھتا ہے کہ سب سے یقینی طریقہ یہ ہے کہ مختلف فوجی جتھوں کے چند امریکنوں کو لیجئے۔ اور یہ بحث چھیڑ دیجئے کہ کون بہتر ہے۔ بس اب جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ بیڈن پاول تتلیوں کے مکمل اور نامکمل نقشوں کی ایک کاپی۔ ایک رنگ کا بکس۔ اور ایک تتلی پکڑنے کا جال لے کر تتلیاں پکڑنے نکلے اور ڈلمیشیا میں کٹارو کے قلعہ کی توپوں کی تعداد اور محل وقوع وغیرہ سب معلوم کر لیا۔ انہوں نے تتلیوں کے پروں پر قلعہ کا نقشہ اور توپوں کا محل وقوع وغیرہ کھینچ دیا۔ بے سمجھ آدمی تتلیوں کے پروں کی ان بے ضرر لکیروں کو پروں کے نشانات سمجھتا لیکن آرٹسٹ اس نرالے انگریز کی جدت کی داد دیتا۔

آذربائیجان میں دو ریاستیں الگ الگ بہتا ہے۔ اوپر بربادی ہو رہی تھیں اور نیچے پہاڑ پر جرمنی افواج۔ چنانچہ جرمنی کے جاسوس مچھلیوں میں نقشہ اسائشگاہ کر کے اپنے پرچے اس میں رکھ دیتے تھے۔ اور مچھلیوں کو بہا دیتے تھے۔

فرانس کے علاقہ واسجیس میں دو دہان کے دھوئیں کے ذریعہ خبریں بھیجی جاتی تھیں۔ یہ دور سے نظر آتا تھا۔ اور اسکو گہرا یا ہلکا کر کے یا تھوڑا تھوڑا دھواں چھوڑ کر مطلب ادا کیا جاتا تھا۔

غرض کہ ترقی کے اس دور میں انسان کو سمجھنا چاہئے کہ اس کے گرد و پیش کا ذرہ ذرہ جاسوسی کر رہا ہے۔ بقول قدما۔ ع

دیوار ہم گوش دارد

# جستجو؟

(از حکیم رضی الدین احمد رضی میرٹھی طالب علم کالج دہلی)

دل کو سکون نصیب کیوں نہیں ہوتا۔ سینہ میں ہر وقت خلش سی کیوں رہتی ہے؟

"تو میں کیا چاہتا ہوں؟ مجھے کس کی جستجو ہے؟"

میں اپنی اس بیتابی اور بےچینی کا سبب دریافت کرنا چاہتا ہوں لیکن یہی بیتابی تو دنیا کی ہر چیز میں ہے۔ کیوں! نہیں ہے کیا؟ آپ نے اس حسین تتلی کو دیکھا۔ اف اسکی رنگینیاں کتنی پیاری نظر ہیں۔ وہ اپنے نازک پروں کو کس قدر سرعت سے حرکت دیتی ہوئی مختلف پھولوں کا طواف کرتی ہے۔ ابھی میں نے اسکو نیلے گلاب پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اب دوسرے پودے کا چکر لگا رہی ہے۔ اس کی حرکات میں کتنی لچک ہے اور تھرک میں کتنا رقص ...... لیکن یہ کیا ہوا۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ کدھر غائب ہو گئی شوخ کہیں کی۔

کہیں وہ بھی کسی کی جستجو میں نہ ہو ...... مگر جستجو ...... تتلی کو کس کی جستجو ہو سکتی ہے۔

قدرت کی بیشتر رعنائیاں اس کے جسم پر دعوت نظر دے رہی تھیں۔ حسن کی اکثر رنگینیاں اس پھول میں موجود ہیں جسکو وہ بار بار چومتی تھی۔ پھر وہ کیوں اڑ گئی؟ ممکن ہے میری طرح۔ ہاں بالکل میری طرح۔ اسے بھی کسی ایسی شے کی جستجو ہو جس سے وہ واقف نہیں۔

(ایک انگریزی افسانے سے ماخوذ)

# امن کی دیوی

(از قلم کشن چند ماتھر تسلیم دہلوی)
(خاص تیج دیلی کے لئے)

شمال کی جانب سے آنے والی سڑک پر ایک سوار چلا آتا تھا۔ زرہ بکتر پہنے آہنی خود سر پر رکھے۔ تلوار بغل میں لٹکائے وہ پورا جنگجو معلوم ہوتا تھا۔ سڑک پر کسی فوجی جرنیل کا مجسمہ نصب تھا۔ نووارد مجسمہ کے قریب پہنچکر ٹھیر گیا۔ وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

اوہ کتنا بہادر شخص تھا۔ کس قدر بلند چہرہ ہے۔ فراخ پیشانی لڑائی کے جوش میں تنی ہوئی رگیں کس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ ڈھال یہ ڈھال تو خالص سونے کی بنی ہوئی ہے"۔

"ڈھال خالص چاندی کی بنی ہوئی ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

بہادر سپاہی نے غور سے دیکھا ایک شخص جنوب والی سڑک سے مجسمہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور الفاظ اسی کی نوک زبان سے ادا ہوئے تھے۔

"تم کہتے ہو ڈھال چاندی کی ہے۔ اور میں صریحاً دیکھ رہا ہوں کہ ڈھال سونے کی ہے"۔

پہلے بہادر نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا۔

"ڈھال چاندی کی ہے"۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ہمارے بہادر نے نگاہ غیض سے نووارد کی طرف دیکھا۔ وہ شخص بھی فوجی سردار معلوم ہوتا تھا۔ اسی طرح فولادی خود سجائے۔ زرہ بکتر پہنے۔ تلوار لٹکائے۔ گھوڑے پر سوار مجسمہ کو لطف انگیز نظر سے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ڈھال سونے کی ہے"۔

"تم بیوقوف ہو جھوٹ کہتے ہو۔"

ہمارے بہادر سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ تلوار نیام سے نکال کر دوسرے کی طرف لپکا۔

"تم نے مجھے بے عزت کیا۔ ایک بہادر سب کچھ سن سکتا ہے۔ مگر اپنی بے عزتی ہوتے دیکھکر خاموش نہیں رہ سکتا"۔

ایک جنبش کے ساتھ دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ دونوں بہادر تھے اپنی اپنی بات پر قائم۔ کوئی بھی اپنی بات کھونا نہیں چاہتا تھا۔

قریب تھا کہ دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ اسی وقت ایک نورانی چہرہ نمودار ہوا۔

"ٹھیر جاؤ"

نورانی چہرہ نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

تلواریں نیام میں آرام کرنے لگیں۔

"کیا بات ہے"؟

"یہ کہتا ہے کہ ڈھال چاندی کی ہے اور میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ سونے کی ہے"۔

"ہاں یہ چاندی کی ہے اور سونے کی کبھی نہیں ہو سکتی"۔

"اچھا لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اچھا تم جو شمال کی جانب سے آئے ہو جنوب والی سڑک پر چلے جاؤ اور تم شمال والی سڑک پر ان کی جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور اب بتاؤ کہ ڈھال کس دھات کی بنی ہوئی ہے"۔

"سونے کی"۔

جس بہادر نے اسے پہلے چاندی کی بتایا تھا بولا۔

"اور تم"

"چاندی کی"۔

"بس اب سمجھ گئے حقیقت میں یہ ڈھال ایک طرف سے چاندی کی ہے اور دوسری طرف سے سونے کی۔ اگر تم بلا سوچے سمجھے آپس میں لڑتے رہتے تو تم دونوں میں سے ایک بہادر کم ہو جاتا۔ دیکھو ہر ایک بات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ کوئی کام اس وقت تک نہ کرو جب تک تم اس کے دونوں پہلوؤں پر غور نہ کر لو۔ اچھا آؤ میرے ساتھ تم دونوں میرے سپاہی بن جاؤ۔ میں امن کی دیوی ہوں"۔

اور دوسرے ہی لمحہ امن کی دیوی ان کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

"ہر ایک بات میں دو پہلو ہوتے ہیں"۔

[illegible]

# تجلیات

(از جناب سادھو رام صاحب آرزو سہارنپوری)

کب کا تڑپ رہا ہے دل غمکدۂ نیاز میں
طور بنا کے پھونک دو وادیٔ برق ناز میں

عشق جو نکلا ڈوب کر قلزم سوز و ساز میں
تن سمٹ کے آ گیا ساحل امتیاز میں

حسن مزاج دوست ہے دیدۂ عشق باز میں
غزنوی خود ایاز ہے آئینۂ ایاز میں

نسبت حسن ہے مجھے عشق سے ربط ہے مرا
شعلۂ برق ناز ہوں وادیٔ سوز و ساز میں

اور نکال حوصلے مشق خرام ناز کے
اور بھی رُخ پھونک دے حسرت جانگداز میں

عشق ہے جوہر حیات۔ درد ہے اصل کائنات
سارے جہاں کی روح ہے درد الم نواز میں

لذت سجدہ ہائے شوق پوچھ نہ مجھ سے ہمنفس
سر حد ناز مل گئی کھنچ کے حد نیاز میں

شوق کی کیا بساط ہے ہوش کو کب یہ تاب ہے
عقل کو بھی نہیں ہے دخل انکی حریم ناز میں

روز ازل سے ہی مجھے جلنے سے کام ہے مدام
آرزو مثال شمع ہوں محفل سوز و ساز میں

# سائنس اور تمباکو

(از جناب آتش دہلوی)

دو مختلف چیزیں ہیں لیکن بعض مواقع میں سائنس کے پریکٹیکل میں تمباکو کی رشتہ داری ثابت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سائنس کی ایجادات اور معلومات نے انسان کو خدا تو نہیں البتہ اشرف المخلوقات اور فرشتہ ضرور بنا دیا۔ ہاں اگر اسے مرگ و زیست پر بھی قابو ہو جائے تو اس کے خدا کہلانے میں بھی کوئی کسر باقی نہیں رہتی دنیا میں بہت سے سائنٹسٹ گذرے ہیں اور بہت سی نامعلوم باتوں کو دنیا پر آشکار کر گئے ہیں لیکن اس جگہ ہم جملہ معلومات میں سے ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ایک آپ بیتی داستان سناتے ہیں۔ ذرا سنیئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم اپنے بھائی صاحب کے ساتھ کمرے میں بیٹھے ہوئے بک کیپنگ سیکھ رہے تھے۔ انیسویں اکسرسائیز کو جرنل لائیز کر چکے تھے اب اس کا لیجر پوسٹ کرنا باقی تھا۔ چنانچہ ہم نے دوسرا رجسٹر اٹھایا اور اس اکسرسائیز کو لیجر پوسٹ کرنا شروع کیا۔ ابھی پوری اکسرسائیز پوسٹ کرنے بھی نہ پائے تھے کہ بھائی صاحب نے بھاوج صاحبہ سے پان کی فرمائش کی۔ ہمارے بھائی صاحب تمباکو کھانے کے بہت زیادہ عادی تھے۔ اور تل تل پر پان کھاتے تھے۔ بھائی صاحب کی فرمائش پوری کرنے کے لئے بھاوج صاحبہ نے ایک پان تیار کیا اور اس میں اسی مقدار سے تمباکو جھونک دیا جتنا کہ ہمارے بھائی صاحب کھانے کے عادی تھے۔ ہم اپنے کام میں ہمہ تن مصروف تھے۔ کیا خبر کہ جلدی بھاوج صاحبہ کیا

صاحبہ نے پان تیار کر کے بجائے بھائی صاحب کے وہ ہمیں پیش کر دیا۔ ہم نے پان کی دنیا میں کبھی قدم نہ رکھا تھا۔ تمباکو تو تمباکو پان کے ذائقے سے بھی آشنا نہ تھے یعنی ہم نے اس سے پیشتر کبھی پان نہ کھایا تھا نہ ہی آئندہ زندگی میں کبھی پان کھانے کا ارادہ تھا چنانچہ ہم نے بھاوج صاحبہ کے تحفہ کو قبول کرنے میں قدرے اظہار تکلف کیا لیکن بھاوج صاحبہ کب ماننے والی تھیں؟ ان کے اصرار پیہم نے ہمیں پان کھانے پر مجبور کر ہی دیا۔ یوں تو ہم ان بڑے حضرت یعنی بھاوج صاحبہ کی شرارت آمیز حرکت کو تاڑ جاتے تھے اور ہر دفعہ ان کو شکست دے دیتے تھے لیکن اس مرتبہ نہ جانے ہماری مت پر کیا پتھر پڑے کہ سمجھے بھی کہ اس بات میں کوئی نہ کوئی راز مضمر ہوگا بھاوج صاحبہ کے مذاق کا شکار بن گئے اور ان کے کہنے میں آکر وہ تمباکو والا پان کھا ہی گئے۔ ابھی اس تمباکو والے پان کا تھوڑا ہی سا رس حلق سے نیچے اترا ہوگا کہ پہلا ارادہ مصمم ہو گیا کہ زندگی میں تمباکو کھانا تو درکنار کبھی پان بھی نہیں کھائیں گے۔ یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ زمین گھوم رہی ہے۔ گو ہم نے اسکول لائف میں پڑھا تو تھا کہ زمین آسمان کے گرد ایک مقررہ عرصہ میں ایک چکر لگاتی ہے مگر اس کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ اس دفعہ اسی بات کو پریکٹیکل آزما لیا۔ اور ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ زمین آسمان کے گرد ایک مقررہ عرصہ میں ایک چکر ضرور لگاتی ہوگی لیکن اس کا احساس ہر خاص و عام کو نہیں ہوتا۔ صرف انہیں اصحاب کو ہو سکتا ہے جو تمباکو

TELE. YARN. TELEPHONE. 5243.

# دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ

## ہیڈ آفس، دہلی

اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،

اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے۔ سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،

زین، ٹوئل، لٹھے کورے، دُھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریئیں، کریپ، شرٹنگ، سوٹنگ، چادر پلنگ، سوزنی، تولیے روئیدار، رنگین وفینسی، جھاڑن مسہری، دوسوتی شٹینگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی، آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،

| | | | |
|---|---|---|---|
| میسرز دیا چند ہر دیال | امرت سر | میسرز چند ولال سورج مل | کانپور |
| میسرز دیا چند ہر دیال | جموں | میسرز چند ولال سورج مل | لکھنؤ |
| میسرز دیا چند ہر دیال | سکھر | میسرز رامجی داس شر یرام | کلکتہ |
| میسرز دیا چند ہر دیال | پانی | میسرز بابو رام رام رتن | فرخ آباد |
| میسرز کنہیا لال مولا رام | جے پور | میسرز جیبا رام خوشی رام | ملتان |

لالہ کانشی رام ساہنی پشاور

نوٹ:۔ تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،
میسرز نکر گ سنگھ دیش راج - لاہور۔ میسرز ایس جے کو اوپریٹو سوسائٹی - کراچی۔ میسرز ایس جے کو اوپریٹو سوسائٹی حیدرآباد

منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی

دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جب تک ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد قائم نہیں ہوگا اس وقت تک دونوں غیر ملکی غلامی میں ہی رہیں گے۔ اور میں اس اتحاد کو قائم کرنے کے لئے انتہائی کوشش کروں گا۔

---

ایسٹر کی چھٹیوں میں لندن میں سودیشی نمائش ہوگی جس کا افتتاح گاندھی جی کریں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس موقعہ پر گاندھی جی کو دو لاکھ روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے گی۔ کارکن روپیہ جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

---

لاہور میں طلباء کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے شریمتی سروجنی نائیڈو نے اپیل کی کہ نوجوان فرقہ پرستی کا خاتمہ کر کے ملک میں نئی زندگی پیدا کریں اور قوم کی بنیادیں مضبوط کریں۔

---

نگمن سینٹرل جیل سے پانچ قیدی بھاگ کر نکل گئے۔ پولیس مصروف تحقیقات ہے۔

---

اسمبلی میں کیپٹل پاور ڈ کے متعلق کانگریس پارٹی کے رویہ کے بارے میں سردار پٹیل نے ایک بیان کے دوران میں کہا کہ کانگریس پارٹی نے بمبئی کانگریس کی تجاویز کی پابندی کی ہے۔ زمانہ ثابت کر دے گا کہ کانگریس نے اس مسئلہ پر غیر جانبداری کا رویہ اختیار کر کے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔

---

زمینداروں کی آل انڈیا کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک وفد لندن بھیجا جائے جو انڈیا بل میں میمورنڈم کی تجاویز کے مطابق تبدیلی کرانے کی کوشش کرے۔ میمورنڈم میں لکھا ہے کہ زمینداروں کے ساتھ جو وعدے کئے گئے ہیں ان کا پورا ہونا ضروری ہے۔

---

ایک نکتہ چیں کو جواب دیتے ہوئے گاندھی جی نے کہا کہ ادنیٰ اور اعلیٰ کا خیال ہی دنیا کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے۔ انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ سب انسانوں کو برابر سمجھا جائے۔ ہماری قابلیت اور اہلیت سے پسماندہ کی امداد ہمارا فرض ہو جاتا ہے۔

---

مہاراجہ ونیلکے آٹھ سالہ راجکمار جسونت سنگھ نے کل ایک مچان سے ونٹ لمبی شیرنی کا شکار کیا۔ نیز انہوں نے ایک شیرنی کا سات سال کی عمر میں بھی شکار کیا تھا۔

---

آسام بنگال ریلوے پر دو ٹرینوں کا تصادم ہو گیا۔ جس کی وجہ سے سات ڈبے پٹری سے اتر گئے۔ انجن میں کام کرنے والے تین آدمی مجروح ہو گئے دو روز تک گاڑیوں کی آمد و رفت بند رہی۔

---

میناگر صنعت میں ۲۰۰ آتشگیر اور اسلحہ جات کی برآمد کے سلسلہ میں تمام بنگال سے اب تک ایک صد بنگالی نوجوان گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ نے ان میں سے دس کو تو بری کر دیا۔ لیکن بری ہونے کے بعد انہیں ضابطہ فوجداری بنگال کے ماتحت پھر گرفتار کر لیا گیا۔

---

۲۴ ماہ حال کو سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی کے سالانہ جلسہ کے سلسلہ میں سردار پٹیل برہٹہ تشریف لے جائیں گے چنانچہ برہٹہ میونسپل کمیٹی نے آپ کو استقبالیہ ایڈریس پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے کمیٹی نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ کی انتظامیہ کمیٹی کے ساتھ عدم تعاون جاری رکھا جائے۔

---

اطلاع ہے کہ سرحد کی دوسری طرف روس اور منگولیا کی افواج صف آرا ہو رہی ہیں۔ اور صورت حالات بہت نازک ہو گئی ہے۔ جاپانیوں نے مانچکو کی امداد کی ہے۔

---

ریاستی پرجا منڈل کی ورکنگ کمیٹی نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ چونکہ مجوزہ آئین میں جو اس وقت قانون کی شکل میں لایا جا رہا ہے ریاستوں کی رعایا کے جائز حقوق کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس لئے منڈل کی رائے میں مجوزہ اصلاحات ریاستی رعایا کو منظور نہیں ہیں۔

---

سالار اعظم خدائی خدمتگار نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پولیس نے اتمان زئی میں جو دو باغی گرفتار کئے ہیں۔ وہ خدائی خدمتگاروں کی انجمن کے ممبر نہیں تھے۔ اور نہ ہی وہ ان کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں شامل ہوئے۔

---

گورنر جنرل اور گورنروں کے لئے جو ہدایت نامہ جاری ہونے والا تھا وہ شائع ہو گیا جس کے ماتحت ملک معظم کے نمائندوں کو وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ خاص فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل کس طرح کی جائے گی۔

---

شریمتی میرا بہن واردھا آشرم کی تین دیگر ہمراہیوں کے ساتھ سیٹھ جمنا لال بجاج کی موٹر میں باہر گئیں تو راستہ میں سخت حادثہ پیش آیا اور آپ بال بال بچ گئیں۔ موٹر بالکل چکنا چور ہو گئی۔ ڈرائیور سخت مجروح ہو گیا۔

---

مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے ایک فرمان شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ فوج کے انسپکٹر جنرل کا عہدہ منسوخ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آسامیاں منسوخ کر دی گئی ہیں: چیف جسٹس۔ ریونیو ہائی کورٹ۔ چیف میڈیکل آفیسر چیف انجینئر۔ ہوم منسٹر۔ ان تبدیلیوں کے علاوہ اور تبدیلیاں بھی ہونے والی ہیں۔

---

کانگریس کے نظام کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے اس کے صدر شری بابو راجندر پرشاد ملک کا دورہ کریں گے۔ سید مدنی پریذیڈنٹ کانگریس مسلم پارٹی اجمیر نے آپ کو تار دیا ہے کہ آپ کو سب سے پہلے راجپوتانہ کانگریسی نظام کو مستحکم کرنے کے لئے یہاں آنا چاہیئے۔

---

آل انڈیا فیڈریشن میں شمولیت کا سوال دیر سے مہاراجہ کشمیر کے زیر غور تھا۔ اب اس سلسلہ میں اخبار "کشمیر ٹائمز" کو معلوم ہوا ہے کہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ کشمیر فیڈریشن میں شریک ہوگا۔ اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ انڈین کسٹم ڈیوٹی ریاست کے کنٹرول میں رہے۔ اگر یہ حق تسلیم کر لیا گیا تو ریاست فوراً فیڈریشن میں شریک ہوگی۔

---

برما کونسل میں پھر پارلیمنٹری رپورٹ پر بحث ہوئی۔ پیپلز پارٹی کے ایک رکن نے کہا کہ چونکہ وہ اس کی رپورٹ کو منتخب شدہ تسلیم نہیں کرتی اس لئے پیپلز پارٹی بحث میں حصہ نہ لے گی۔ اس کے بعد کئی ممبران نے تقریر کے دوران میں رپورٹ پر اظہار بے اطمینانی کیا۔

---

آسٹریلیا کے آس پاس کے جزیروں میں ایک قسم کا پرندہ ہوتا ہے۔ اس پرندے کی چربی کے متعلق تحقیقات ہوئی ہے کہ اس سے مچھلی کے تیل کی نسبت ساٹھ فیصدی زیادہ وٹامن ہوتے ہیں اور دق کی بیماری کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

---

ایبے سینیا اور اٹلی کی حکومتوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ دونوں کی سرحدوں کے درمیان ایک غیر جانبدارانہ علاقہ بنا دیا جائے۔ اور برطانوی اور فرانسیسی نمائندوں نے اس تجویز کی پرزور حمایت کی ہے اور ابھی کئی امور فیصلہ طلب ہیں جنہیں ناقابل حل نہیں کہا جا سکتا۔

---

ڈاکٹر خان صاحب ممبر اسمبلی نے سرونٹ آف پیپلز سوسائٹی میرٹھ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے نوجوانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سادہ زندگی بسر کریں اور مادر وطن کی خاطر قربانیوں سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر خان صاحب کی اہلیہ محترمہ نے ہریجن بستی کا معائنہ بھی کیا۔

---

سرونٹ آف پیپلز سوسائٹی کے نام ڈاکٹر ٹیگور نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ میری زندگی کا مشن دنیا کے مختلف قوموں کے تمدن میں یکجہتی پیدا کرنا ہے۔ اہل ملک نے میری بات ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھی ہے۔ اب میں تھک گیا ہوں۔ اور اب پیغام دینے یا بات چیت کرنے سے ریٹائر ہونا چاہتا ہوں۔

---

نزع ضلع گوڑگانوہ میں نگینہ کے موڑ پر ایک بھیانک حادثہ ہو گیا جس میں دو آدمی ہلاک ہو گئے اور بہت زیادہ مجروح ہوئے۔ گاڑی اور موٹر میں تصادم ہو گیا۔ گاڑی ایک کھڈ میں گر گئی۔ اور درخت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔

---

جبلپور کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں ایک بڑھئی نے ایک چیتے سے زبردست مقابلہ کیا۔ یہ بڑھئی اپنے مویشی چرا کر جنگل سے واپس آ رہا تھا کہ چیتے نے اس کے بیل پر حملہ کر دیا۔ بڑھئی نے کلہاڑی سے چیتے کو ہلاک کر دیا۔

---

جو روسی ہوائی جہاز کئی روز سے لاپتہ تھا اس کے چار جہاز ران ایک مچھیرے کو ملے۔ ان لوگوں نے [illegible] روز تک پتوں اور چھال پر گذارہ کیا۔ ان کا ۱۲ [illegible] کو روانہ ہوا تھا۔ اور اس وقت سے ہی لاپتہ تھا۔ تمام جگہ اس کی تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ لگا۔

---

اسمبلی کے اجلاس میں ۱۸ر فروری کو پہلی مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ صدر کو اپنے کاسٹنگ ووٹ کا استعمال کرنا پڑا۔ سر فرینک نوائس نے اس مطلب کا ایک ریزولیوشن پیش کیا کہ جنیوا کی بین الاقوامی لیبر کانفرنس نے بیکاری کے خلاف بیمہ کا جو قاعدہ مرتب کیا ہے اس کا ہندوستان پر اطلاق نہ کیا جائے۔ مسٹر جوشی نے اس میں ایک ترمیم پیش کی کہ جنیوا کے قانون کو ہندوستان میں قانونی شکل میں رائج کیا جائے۔ ترمیم پر برابر رائے پڑیں تو جناب صدر نے ترمیم کے حق میں اپنا ووٹ دیا۔

---

ٹوکیو میں آباد ہندوستانیوں نے ۱۸ر فروری کو یوم آزادی منایا۔ اس روز مسٹر راش بہاری بوس کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا جس میں ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ہندوستان کے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ اور سانڈرز پلن کو نامنظور کیا گیا۔ یہ خبر کلکتہ کے اخبار "فارورڈ" میں شائع ہوئی ہے۔

"شہر کا جادو"

ساگر فلم کمپنی کا نایاب فلم شہر کا جادو جو عنقریب ہی موجسٹک سنیما میں دکھایا جانے والا ہے

"پیار کی مار"

مسٹر ہارانہ آور مس ببو جو پیار کی مار فلم میں لیڈنگ پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

شہر کا جادو

LURE OF THE CITY.

مسٹر پیدرو اڈوانی

جو پیار کی مار نامی فلم میں مزاحیہ پارٹ کرتے ہیں۔

مس سبیتا دیوی

Sabita Devi in LURE of the CITY

ساگر فلم کمپنی کا مشہور فلم شہر کا جادو جسمیں مس سبیتا دیوی لیڈنگ پارٹ ادا کرتی ہیں۔

" سوتیلی ماں "
[ رادھا بائی، گل حمید، سلطانہ، اور غلام رسول ]

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کلکتہ کے تازہ شاہکار سوتیلی ماں کا ایک دلچسپ سین۔ جسمیں سوتیلی ماں کے مظالم کا ایک دردناک منظر پیش کیا گیا ہے۔ عنقریب آنیوالا ہے

" ودروھی " [ گل حمید اور سلطانہ ]

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کلکتہ کی ایک نایاب پکچر ودروھی کا دلچسپ سین۔ یہ فلم راجپوتی زمانہ کا ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتا ہے۔ بہت جلد آنیوالا ہے

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "TEJ" Press. Burn Bastion Road, Delhi.

Registered L. No. 1517

Registered L. No. 1517

THE TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

# تیج ویکلی دہلی

No. 62 DELHI 4TH MARCH 19..5. V. No 13

( سوانح حیات اندر دیکھئے )

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

شریمت وی۔جے پٹیل
جنیوا میں جہاں مسٹر کے کناکے
اس مقام ہی کے نزدیک جہاں آپکی
موت واقع ہوئی تھی آپکا مجسمہ
نصب کیا جائیگا

پنڈت مدن موہن مالویہ
آپ کو ہندو مہا سبھا کے کانپور
کے اجلاس کا صدر منتخب کیا
گیا ہے

شریمت سبھاش چندر بوس
اپ سورگیہ پٹیل کے مجسمہ کی
جو جنیوا میں نصب کیا جائیگا
نقاب کشائی کی رسم ادا کرینگے

سر عبدالرحیم پریزیڈنٹ اسمبلی
آپنے طبیہ کالج دہلی کا کانووکیشن ایڈریس
پڑھا اور طلبا کو انعامات تقسیم

آچاریہ رامدیو
آپ گوروکل اندرپرستھ کے سالانہ
پر ہونیوالے پرانتیہ آریہ سبھا کی
صدارت فرمائینگے۔

مہاراجہ پٹیالہ
آپکی صدارت میں والیان
ریاست کی کانفرنس نے
بحالات موجودہ فیڈریشن
میں شامل ہونے سے انکار
کردیا۔

سر جیمز گرگ
ممبر مالیات حکومت ہند
جنہوں نے سالانہ بجٹ اسمبلی
میں پیش کیا۔

مسٹر ونسٹن چرچل
انڈیا بل کی دفعات کے سلسلہ
میں دارالعوام میں آپکو چھ
دفعہ شکستیں ہوئیں۔

KAMALA WORKS
PANCH POTA (T. D.) BENGAL

# گوپال کرشن گوکھلے

ہندوستان میں قوم پرستی کی لہر آج کل ہر طرف نظر آتی ہے۔ کانگریس ایک زندہ جماعت بن گئی ہے۔ جو ملک کی سب سے بڑی واحد سیاسی نمائندہ جماعت ہے۔ آج اعتدال پسندی کا سیاسی پروگرام بے خارج ہے۔ لیکن جن لوگوں نے کانگریس کی بنا ڈالی یا جنھوں نے کانگریس کو تقویت پہونچائی وہ اعتدال پسند ہی تھے صرف لوکمانیہ تلک مستثنیٰ ہیں۔ کانگریس کے آغاز کے زمانے میں مسٹر گوپال کرشن گوکھلے اس کے سرگرم کارکن اور بیسویں صدی کے آغاز میں اس کے مسلمہ لیڈر تھے۔ ذیل میں ہم مختصراً ملک کے اس سچے خادم اور بے لوث رہنما کی زندگی کا خاکہ پیش کرتے ہیں:-

گوپال کرشن گوکھلے مرہٹہ قوم سے تھے آپ اس خطہ میں پیدا ہوئے جو انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ آپ کی ولادت ۱۸۶۶ء میں کولہاپور کے ایک غریب برہمن خاندان میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم راجہ رام ہائی اسکول میں ہوئی۔ ہائی سکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے راجہ رام کالج میں ایف اے کی تعلیم حاصل کی اور بمبئی یونیورسٹی کے الفنسٹن کالج میں ۱۸۸۲ء میں داخل ہو کر ۱۸۸۴ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔

مسٹر گوکھلے کے عنفوان شباب کے زمانہ میں ہندوستان میں سوشل اور سیاسی اصلاحات کی کاروائیوں کا آغاز تھا۔ انھیں مقاصد کے لئے مختلف انجمنیں بن رہی تھیں جن میں سے ایک دکن ایجوکیشنل سوسائٹی بھی تھی جس میں بہت سے ممبر تھوڑی تھوڑی تنخواہوں پر کام کر رہے تھے۔ اس سوسائٹی نے ہی پونہ میں ۱۸۸۵ء میں فرگوسن کالج قائم کیا تھا۔ جس کے ساتھ جنوبی ہندوستان میں سیاسی ترقی کی بہت کچھ تاریخ وابستہ ہے۔ اس کالج کے قیام میں اور اسے زندہ رکھنے میں مسٹر گوکھلے نے بھی بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ آپ نے جابجا گھوم پھر کر اس کے لئے چندہ جمع کیا۔ اور خود اس میں انگریزی اور حساب پڑھانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آپ اس کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ گوکھلے کی قدرتی ذہانت کا لوگ لوہا مانتے تھے کہا جاتا ہے کہ اکثر جو عبارت اخبار میں صبح پڑھ لیتے تھے اس کو زبانی کالج کے طلبار کے سامنے دہرا دیا کرتے تھے۔

اسی اثنا میں مسٹر گوکھلے کی ملاقات جسٹس مہادیو گوبند راناڈے سے ہوئی جن کا نام ہندوستان کی سوشل اصلاح کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جسٹس راناڈے کا مسٹر گوکھلے کی زندگی پر بہت اثر پڑا۔ اور یہ دونوں حقیقی خادمان وطن مل جل کر کام کرنے لگے۔ ۱۸۸۷ء میں مسٹر گوکھلے نے سارو جنک سبھا کے جرنل کا چارج لیا۔ اور عرصہ تک اس کے ایڈیٹر رہے اس زمانہ میں ایک اکیس سالہ ہندوستانی کا ایک انگریزی جرنل کا ایڈیٹر ہونا نہایت تعجب کا باعث تھا اس اخبار کی پالیسی وطن پرستی کی تھی۔ مسٹر گوکھلے کی ادارت میں اس کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۶ء تک آپ سارو جنک سبھا کے سکریٹری رہے۔ آخر الذکر سال ہی میں مہاتما گاندھی نے افریقہ سے واپس آنے کے بعد مسٹر گوکھلے سے پہلے پہل ملاقات کی۔ گاندھی جی اس وقت سیاسیات میں بالکل غیر معروف ہستی رکھتے تھے۔ مسٹر گوکھلے حالانکہ ان سے تین ہی سال بڑے تھے لیکن لیڈروں میں شمار ہوتے تھے۔ گاندھی جی افریقہ کے معاملہ کو کانگریس میں پیش کرنا چاہتے تھے اس وقت مہاتما جی در شہر گاندھی جی کو یہ تلاش تھی کہ کوئی شخص اس بارے میں اُن کی رہنمائی کرے چنانچہ انہوں نے تین سربرآوردہ کانگریسی لیڈروں سے ملاقات کی یعنی سر فیروز شاہ مہتہ لوکمانیہ تلک اور مسٹر گوپال کرشن گوکھلے۔ ان تینوں کا مقابلہ مہاتما گاندھی نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:-

سر فیروز شاہ مجھے ہمالیہ جیسے معلوم ہوئے۔ لوکمانیہ سمندر کی طرح معلوم ہوئے، گوکھلے گنگا کی طرح معلوم ہوئے جس میں میں نہا سکتا تھا، ہمالیہ کا چڑھنا مشکل تھا سمندر میں ڈوبنے کا خوف رہتا ہے ہم گنگا کی گودی میں کھیل سکتے ہیں اس میں کشتی پر چڑھ کر تیر سکتے ہیں گاندھی جی کے ان الفاظ سے اور بعد کے واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیاسیات کا ابتدائی درس انھوں نے گوکھلے سے ہی حاصل کیا تھا۔

مسٹر گوکھلے کی زندگی نہایت مصروفیت کی زندگی تھی۔ ۲۵ سال کی عمر میں انھیں بمبئی پراونشل کانگریس کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اور آپ چار سال تک اسی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۸۹۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس پونہ میں ہوا۔ اس موقعہ پر استقبالیہ کمیٹی کے سیکریٹری مسٹر گوکھلے ہی تھے۔ اس کانگریس سے ہی پبلک میں مسٹر گوکھلے کا نام اتنا زیادہ ہوا۔ کچھ عرصہ تک آپ دکن سبھا کے سیکریٹری بھی رہے۔ یہ اعتدال پسند سیاسی مدبروں کی ایک مسر ہماعت جماعت تھی۔

۱۸۹۶ء میں مسٹر گوکھلے انگلستان کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ کو ویلبی کمیشن کے سامنے شہادت دینی تھی۔ اس کمیشن کے روبرو اقتصادی معاملات کی آپ نے ایسی وضاحت کی کہ ایک ماہر اقتصادیات کی حیثیت سے دُور و نزدیک آپ کا چرچا ہوگیا۔ انگلستان میں ان کی قابلیت کی بڑی قدر ہوئی۔ اور وہاں کے سیاسی مدبران کا لوہا مان گئے۔

۱۹۰۲ء میں مسٹر گوکھلے فرگوسن کالج سے الگ ہوگئے۔ اوّل تو ان کا بیس سال کا معاہدہ پورا ہو چکا تھا دوسرے ان کی سیاسی سرگرمیوں میں اتنا اضافہ ہو چکا تھا کہ انھیں [illegible] نہیں رکھا ممکن تھا اسی سال آپ بمبئی [illegible] کونسل کے ممبر مقرر ہوگئے (اس زمانہ میں اسمبلی نہ تھی [illegible] اسمبلی کے بجائے یہی کونسل کام کرتی تھی) اس کونسل میں مسٹر گوکھلے نے اپنی اقتصادی قابلیت کے بڑے بڑے جوہر دکھلائے۔ آپ نے اتنے مستند اعداد و شمار پیش کئے اور حکومت پر اتنی نکتہ چینیاں کیں کہ لارڈ کرزن تک نے ان کی تعریف کی۔ حکومت نے آپ کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب بھی عطا کیا لیکن اس زمانہ میں خطابوں کی اتنی کثرت نہ تھی اور جب ہندوستانی خطابات کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جس نے خطاب منظور کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۹۰۵ء میں مسٹر گوکھلے نے سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی (انجمن خدام الہند) قائم کی تاکہ نوجوانوں کو قومی کام کی تعلیم دی جائے۔ اس سوسائٹی میں ان کو صرف تیس روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ اور اس کے بعد بھی اتنی قلیل رقم ملتی تھی کہ وہ مشکل سے گذارہ کر سکتے تھے۔ آج بھی مسٹر شاستری مسٹر دیودھر اور سہولت ہردے ناتھ کنزرو اس سوسائٹی کے رتن ہیں۔ اس سال بنارس میں مسٹر گوکھلے نے انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت فرمائی اور آپ کے خطبۂ صدارت کی دھوم مچ گئی۔ انگلستان میں آپ نے ہندوستان کے حالات کے متعلق متعدد تقریریں کیں لیکن آپ کی صحت کثرت کار کی وجہ سے خراب ہوگئی اور آپ کو ہندوستان واپس آنا پڑا۔ ۱۹۱۰ء میں آپ نے لارڈ ہارڈنگ سے ملاقات کی اور مختلف اصلاحات کی ضرورت اُن پر ظاہر کی۔ مسٹر گوکھلے نے اتنا زیادہ کام کیا کہ ان کی صحت گرنے لگی ۱۹۱۲ء میں آپ پبلک سروس کمیشن میں جنوبی افریقہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے گاندھی جی کو کام کرنے کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ یہ آپ کی پبلک لائف کا آخری کام تھا کیونکہ ۱۹۱۵ء میں بعارضہ دق آپ کا انتقال ہوگیا۔ مسٹر گوکھلے دراصل ملک کے لئے شہید ہوگئے کیونکہ سوشل اور سیاسی کام نے ان کی صحت کو تباہ کر دیا۔ انھوں نے دلت اقوام کی بہتری کے لئے بھی خوب کام کیا اور ہندوستان میں تعلیم کی اشاعت کے لئے زندگی بھر کوشش کرتے رہے۔ ہندوستان کے سیاسی مدبروں کی صف اوّل میں آپ کا نام ہمیشہ چمکتا نظر آئیگا اور نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ مہاتما گاندھی نے آپ سے کیا کچھ سیکھا ہے

## مہاتما گاندھی

کا

## سیاسی رہبر

(از قلم جناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی)

وطن کا آج جو رہبر ہے اُس کا رہنما تو تھا
تماشائے نمود و نام سے ہستی تھی بالاتر
بسر کی زندگانی فقر اور فاقہ کی حالت میں
تو اپنی شان میں یکتا تو لاثانی لیاقت میں
پئے اہل وطن جادو تھا ہر اک لفظ میں تیری
تری اُس اقتصادی علمیت کا واہ کیا کہنا
جلیل القدر عہدے کو بھی نامنظور کر ڈالا

تلاطم خیز موجوں میں بھی قابل ناخدا تو تھا
سراسر عشق ملک و قوم میں ڈوبا ہوا تو تھا
تو تھا دنیا کے اندر پھر بھی دنیا سے جدا تو تھا
وطن کو ناز ہے جس پر وہ جنس بے بہا تو تھا
کچھ ایسا خوش نوا تو تھا کچھ ایسا حق سرا تو تھا
رموز سلطنت سے اے خرد در آشنا تو تھا
کہ تھا وقف فلاح قوم تصویر غنا تو تھا

# شاہی انگوٹھیوں کے افسانے

(ترجمہ خصوصی برائے تیج دہلی)

ہر شخص جانتا ہے کہ حال ہی میں شہزادہ جارج نے منگنی کے موقعہ پر شہزادی میرینا کو ایک انگوٹھی دی تھی جس پر نیلم جڑے ہوئے تھے۔ نیلم کو آپ بہت پسند کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں آپ اپنے بھائی ڈیوک آف یارک کے ہم مذاق ہیں۔ جب ان کی نسبت لیڈی الزبتھ بوس لائنز سے ہوئی تھی تو انہوں نے بھی نصف تسم کی شکل کے جڑاؤ کی انگوٹھی پیش کی تھی۔ جس پر کشمیر کا ایک گہرے رنگ کا نیلم تھا۔ اور دونوں طرف بڑے بڑے ہیرے تھے۔

شاہی خاندان کی خواتین کو اپنی نسبتی انگوٹھیوں سے اتنی محبت ہوتی ہے جتنی عام عورتوں کو۔ ملکہ الگزینڈرا کے پاس بہت بیش بہا جواہرات تھے۔ جن میں نصف موتیوں کے تھے۔ اور زیورات دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی تھے۔ لیکن ان سب سے زیادہ انہیں ایک سونے کی انگوٹھی عزیز تھی جس میں فیروزہ۔ زمرد۔ لعل اور پکھراج وغیرہ جڑے ہوئے تھے۔ یہ ان کی نسبتی انگوٹھی تھی۔ اور اس منگنی اور زمانہ کی یادگار تھی جو ۱۸۶۳ء سے شروع ہوا تھا۔ ان جواہرات کے انگریزی ناموں کے پہلے حروف ملانے سے ان کے خاوند کا پیار کا نام "برٹی" بن جاتا تھا۔ اسی طرح بعض مرتبہ نسبتی انگوٹھیوں پر اس ترتیب سے جواہرات جڑے جاتے ہیں:

ہیرا۔ زمرد۔ زبرجد۔ لعل۔ زمرد۔ نیلم۔ پکھراج۔

تاکہ ان کے انگریزی ناموں کے پہلے حروف ملانے سے لفظ "ڈیرسٹ" (سب سے پیارا) بن جائے۔ لیکن آج کل کی دنیا میں خوش مذاقی اور خوش نمائی کو ان معمول پر زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو شہزادہ البرٹ نے منگنی کے وقت ایک انگوٹھی دی تھی جس پر بہترین زمرد جڑے ہوئے تھے۔ یہ انگوٹھی اور شادی کی انگوٹھی دونوں ہمیشہ ان کی انگلی کی زینت رہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور پتلی سی انگوٹھی ان کی انگلی میں رہتی تھی جس میں ایک چھوٹا سا ہیرا تھا۔ یہ انگوٹھی ان کے ہونے والے شریک زندگی نے اس وقت انہیں دی تھی جب وہ ابھی بچہ ہی تھیں۔ ملکہ معظمہ یہ تینوں انگوٹھیاں پہنے ہوئے قبر میں دفن کر دی گئیں۔

موجودہ شہزادی کی نسبتی انگوٹھی میں بھی زمرد جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے ان کی پردادی ملکہ معظمہ کی انگوٹھی میں تھے۔ یہاں واحد کا صیغہ استعمال کرنا چاہئے۔ کیونکہ ڈیوک آف کینٹ نے شہزادی میرینا کو نسبت کے موقع پر جو انگوٹھی دی اس میں صرف ایک بہت بڑا زمرد تھا۔ اور یہ انگوٹھی شاہ انگلستان کی بیٹی کے لئے نہایت موزوں تحفہ تھا۔ شاہی زمرہ میں اسپین کی ملکہ وکٹوریہ یوجینی بھی زمرد کی بہت شوقین تھی۔ ان کے پاس تو بعض ایسے زمرد تھے جو جسامت اور رنگ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

نیلم اور شاہی خاندانوں سے اس کے تعلق کی نسبت چند اور باتیں بھی عجیب گذری ہیں۔ زار روس ہمیشہ ایک نیلم کی انگوٹھی پہنے رہا کرتا تھا جو ملکہ زارینہ نے انہیں تعویذ کے طور پر دی تھی۔ لیکن ۱۸ جولائی ۱۹۱۸ء کے سانحہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اتفاق دیکھئے کہ قیصر جرمنی بھی اسی طرح ایک نیلم کی انگوٹھی پہنتا تھا۔ لیکن تخت چھننے کو جادو منتر کی وہ بھی نہ روک سکی جس طرح بیچارے نکولس کی انگوٹھی اسے بالشویکوں کی گولی سے نہ بچا سکی۔

نیلم کا تعلق رومانوف اور ہوہنزولرن دونوں خاندانوں سے بہت گہرا رہا ہے۔ آخرالذکر خاندان میں ایک گہرے رنگ کا نیلم تھا جو ان کے پاس صلیبی جنگ کے زمانہ سے تھا لیکن یورپ کا بہترین نیلم روس کی گرانڈ ڈچس سرجیس کے پاس تھا۔

شاہی انگوٹھیوں کا بعض تاریخی واقعات میں بھی بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ کاؤنٹس آف ناٹنگھم کا اپنے مقاصد میں ناکامی کا قصہ بہت مشہور ہے۔ اس سلسلہ میں ملکہ الزبتھ نے ارل آف ایسکس کو ایک انگوٹھی عطا کی تھی۔ اس سے ذرا کم مشہور لعل جڑی ہوئی وہ انگوٹھی ہے جو شاہ چارلس دوم نے اپنے دربار کے وقت پہنی تھی۔ اور جو بعد میں جیمس دوم کے قبضہ میں آئی تھی۔ پھر جب وہ انگلستان سے فرار ہوا تو اس نے اس انگوٹھی کو بھی اڑا لے جانے کی کوشش کی تھی۔

ہیرے کی انگوٹھیاں ڈنمارک کے بادشاہ جیمس اول کی بیوی ملکہ این کو بہت پسند تھیں۔ ان کے پاس ہزاروں کی تعداد میں یہ انگوٹھیاں تھیں۔ ان کی ایک خادمہ مارگریٹ ہارٹ سائیڈ نے یہ سمجھ کر اتنی انگوٹھیوں میں کسے شمار رہے گا ان میں سے ایک انگوٹھی چرائی تھی۔ اور ایک جوہری کے ہاتھ بیچ ڈالی تھی۔ بعد میں یہ چوری پکڑی گئی۔ مارگریٹ پر مقدمہ چلا۔ اور اسے جلاوطن کر دیا گیا۔

ملکہ ہنریٹا میریا نے اپنے ان تمام احباب اور ہمدردوں کو انگوٹھیاں تقسیم کی تھیں۔ جنہوں نے پارلیمنٹ کے مقابلہ میں بادشاہ کی حمایت اور مدد کے لئے اسکو مالی امداد دی تھی۔ یہ انگوٹھیاں "ملکہ کے وعدوں" کے نام سے موسوم کی جاتی تھیں۔ اور ان سے منشا یہ تھا کہ جب یہ انگوٹھی دی جائے گی تو روپیہ واپس مل جائے گا۔

---

# تیرے بغیر

از مس پریم پرو شانتی سیما ایڈیٹر رسالہ "صنعت" جالندھر شہر

(خاص تیج دہلی کے لئے)

بہار آئی ہے۔ ہر گل و غنچہ کو نکھارنے۔ کوئل کی کو کو۔ ... ... بلبل کے مستانہ ترانوں سے گلشن میں گیتوں کی ایک دلکش بستی بسی ہے۔ لیکن ... ... ... میرے دل کی بستی اب تک ویران ہے۔ پریتم!

تیرے بغیر

یہ چاندنی پر کیف رس برسا رہی ہے۔ چاروں طرف سبز مخملی فرش بچھا ہے۔ قدرت نے سطح زمین پر ایک دلفریب تصویر بنا دی ہے۔ لیکن ... ... ... میرے دل کی تختی اب تک سفید پڑی ہے۔ پریتم!

تیرے بغیر

میرے خیالات کی طرح پریشان بادل کے ٹکڑے پرسکون نظر آتے ہیں۔ آسمان سے دودھ کی بوندیں پڑ رہی ہیں۔ فضا میں لاانتہا کھانڈ بکھر گئی ہے۔ اس ظلمت کی رات میں دلکشی سی پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن ... ... ... میرا کاشانۂ دل سنسان ہے۔ پریتم!

تیرے بغیر

ترنم ریز آبشار! بسری کی شیریں! شاعر کے گیت! رقاصہ کا ناچ۔ سب مسرت برسا رہی ہیں۔ لیکن ... ... ... میرے دل میں ایک ہیجان برپا ہے: پریتم!

تیرے بغیر

پپیہا کی طرح۔ کباب کی مانند۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہی۔ بیتاب ہوں۔ لیکن ... ... ... لیکن میرے دل میں بھی ایک ہولناک جوار بھاٹا آ گیا ہے۔ پریتم!

تیرے بغیر

(NATIONALISM)

(PATRIOTISM)

کونسل آف اسٹیٹ میں بیان کرتے ہوئے کمانڈر انچیف ہندستان کے فوجی اخراجات بہت زیادہ نہیں ہیں کمانڈر انچیف فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں فوجی خرجات فی کس چھ پیسے ہیں۔ انگلستان میں فی کس تیس روپیہ اور جاپان میں فی کس آٹھ روپیہ۔

کاش وہ یہ بھی بتلا دیتے کہ ان تینوں ممالک میں فی کس آمدنی کیا ہے۔

---

حکومت کو نئی اسمبلی میں شکستوں پر شکستیں ہو رہی ہیں اور ان کی فہرست کافی طویل ہوتی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) مسٹر باردولی کا ریزولیوشن سرت بابو کی رہائی کے متعلق۔

(۲) مسٹر ... کا ریزولیوشن تجارتی معاہدہ کے متعلق۔

(۳) مسٹر بی۔ داس کا ریزولیوشن خدائی خدمتگاروں کے متعلق۔

(۴) مسٹر جناح کا ریزولیوشن پارلیمنٹری رپورٹ کے متعلق۔

(۵—۱۰) ریلوے بجٹ کی چھ تخفیفیں۔

لیکن حکومت رائے عامہ کے ایسے مظاہروں سے متاثر نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے ان میں سے ہر چیز کے ٹھکرا دیئے جانے کا یقین ہے اب بتایئے شکست کس کی رہی۔

---

پیراگوئے نے لیگ اقوام سے قطع تعلق کر لیا اور احتجاج کے طور پر علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

جرمنی اور جاپان کو مبارکباد۔ کیا یہ ملک اپنی ایک جداگانہ لیگ اقوام بنانے پر غور کریں گے۔

---

دہلی میونسپلٹی نے ۱۵ ہزار روپیہ جوبلی فنڈ کے لئے منظور کیا اور یہ تجویز مسترد کر دی کہ یہ روپیہ کمیٹی اپنے زیر اہتمام خرچ کرے۔

کیونکہ پھر دینے کا احسان کیا رہتا لطف تو اسی میں ہے کہ سے

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

---

فلپائن کے معاہدہ آزادی پر اس کے ایک نمائندہ نے اپنے خون سے دستخط کئے۔

ہندوستان کے دودھ پینے والے مجنوؤں کیلئے سبق ہے۔

## پُرکیف زندگی

ایشیا کے شاعر اعظم ڈاکٹر ٹیگور نے قاہرہ میں چند روزہ قیام کرنے کے بعد وہاں کے طلبا کو الوداعی پیغام دیتے ہوئے انہیں ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:۔

"اپنے سامنے تکمیل کا اونچا معیار رکھو۔ خوف کو دل سے نکال دو۔ محبت کو جگہ دو اور زندگی کو پُرکیف بناؤ۔ حقیقی اتحاد قائم کرو جس کی روح رواں عالمگیر محبت ہو۔"

شاعر اعظم کے یہ الفاظ ان کے دل کی آواز ہیں۔ کہ وہ ملک کے نوجوانوں سے کیا توقعات رکھتے ہیں ڈاکٹر ٹیگور کا ہر لفظ اپنی جگہ ایک مکمل پروگرام ہے جس پر عمل کر کے ہر نوجوان ایک شائستہ روش نوجوان بن سکتا ہے۔ اتحاد اور محبت یہ دونوں الفاظ ایسے ہیں جن کی اہمیت ہمارے نوجوانوں کو اچھی طرح سمجھنی چاہیئے۔ اگر ہمارے نوجوان اتحاد اور محبت کا مجسمہ بن جائیں اور ان کے دلوں میں نفرت کا کوئی عنصر باقی نہ رہے تو ہمارا خیال ہے کہ آج ملک سے فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملک کے موجودہ نوجوان فرقہ پرست ہیں بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ آج جو فرقہ پرست نظر آتے ہیں اُن کے حوصلے بالکل پست ہو جائیں گے اور متحدہ اور پریمی نوجوانوں کی موجودگی میں فرقہ پرستی کی بوسیدہ دلیل نہیں ٹک سکیگی۔ نوجوانوں میں اتحاد اور محبت ہو جانے کا سب سے بڑا فائدہ جو ملک کو پہنچ سکیگا وہ یہ ہوگا کہ ہماری آنے والی نسلوں پر فرقہ پرستی کا کوئی اثر ہی نہیں ہوگا بلکہ اتحاد تریاق کا کام دے گا اور ملک میں ایک نئی فضا پیدا ہوئی ہوگی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ٹیگور کی یہ اپیل تمام ملک کے نوجوانوں پر اپنا پورا اثر کرے گی۔ اور نوجوان اتحاد اور محبت پیدا کر کے نہ صرف اپنی زندگی کو ہی پُرکیف بنائیں گے بلکہ ملک میں ایک نئی جان اور مستی پیدا کرنے کے باعث ہوں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ پرماتما ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں وہ جذبہ پیدا کرے جس کے زیر اثر وہ ڈاکٹر ٹیگور کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں اور اپنی مادر وطن کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں بلکہ غیر ممالک والے بھی یہ کہہ سکیں کہ ہندوستان کے نوجوان بھی دوسرے ملکوں کے نوجوانوں سے کسی شعبہ میں کم نہیں ہیں اور ان میں بھی جوانی کی صحیح سپرٹ موجود ہے۔

## مشرقی رقص

جہاں مشرق کو ہمیشہ سے علم و دیانت اور تصوف میں دوسرے ممالک پر برتری حاصل رہی ہے۔ وہاں رقص و سرود کو بھی خاص امتیاز حاصل رہا ہے۔ رقص و سرود بھی بہترین آرٹ میں شمار کئے جاتے ہیں جہاں انسان کے جذبات پر اور بہت سی چیزیں اثر کرتی ہیں وہاں رقص بھی فنون لطیفہ میں سے ایک ایسا ہی فن ہے جس کے ذریعہ انسان کے دل پر گہرا اثر ڈالا جا سکتا ہے اور انسان کی جسمانی نشوونما کے لئے بھی یہ فن نہایت ضروری ہے آج دیگر ممالک میں ہندوستان کی نسبت یہ فن زیادہ رائج ہے مگر فرق یہ ہے کہ مشرق میں اس فن کو انفرادی حیثیت حاصل ہے جب کہ مغرب میں اجتماعی صورت میں رقص کیا جاتا ہے ہمارا خیال ہے کہ انفرادی رقص زیادہ اثر انداز ہو سکتا ہے اور انسان کی صحت اور جسمانی ترقی اور اخلاق کے لئے بھی انفرادی رقص زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔ بدقسمتی سے آج ہندوستان میں اس فن کو معیوب سمجھا جانے لگا ہے اور یہ فن آج پیشہ ور رقاصاؤں تک ہی محدود رہ گیا ہے۔ پرانی تواریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ لگتا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں یہ فن اعلیٰ سوسائٹی میں جاری تھا۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کا ہر فرد بشر اس فن سے کما حقہ واقف تھا۔ یہاں تک کہ دیو مندروں میں دیوتاؤں کے سامنے بھی رقص ہوتا تھا اور مہابھارت کے زمانہ میں سری کرشن کے ساتھ بھی اس کی بہت سی روایات وابستہ ہیں۔ آئے دن بڑے بڑے گھروں میں شادیوں اور دیگر تقاریب کے موقعوں پر مستورات زنانہ محفلوں میں رقص کیا کرتی تھیں جو آج بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ پھر اس فن کو ترقی دی جائے اور اس فن کے خلاف جو غلط جذبہ پیدا ہو گیا ہے اسے دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مسٹر اودے شنکر کی کوشش قابل تعریف ہیں۔ آپکے رقص کو غیر ممالک میں بہت پسند کیا گیا۔ ہمیں ... ہے کہ ... مشرقی ... چیزوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر مغربی باتوں پر توجہ دی کہ اسوقت سے مشرق کی تہذیب و تمدن کا معیار پست ہوتا چلا گیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جو رقص اعلیٰ سوسائٹی میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا آج وہی معیوب سمجھا جانے لگا ہے۔ اور یہ فن آج ایسے لوگوں کی میراث ہو گیا ہے جس کی بدولت اچھے لوگ اس فن کو سیکھنا بدنامی کا باعث سمجھنے لگے ہیں۔

جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق اگر تشبیہات جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب ترتیب دی جا سکتی ہے۔ مثلاً مشتے نمونہ از خروارے:۔

(۱) یہ مقصد ڈکلاس ... کا تیار کیا ہوا گوشت ہے۔
(مسٹر ...)

(۲) یہ گنا ہے جس پر ... کے ہریک لگے ہیں۔
(مسٹر قریشی)

(۳) یہ سڑے ہوئے چاول اور پچھلے ہوئے لیموں ہیں۔
(پنڈت مالویہ)

شن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

---

کونسل آف اسٹیٹ میں شاذ و نادر ہی کوئی تقریر منہ زبانی ہوتی ہو ورنہ عموماً ممبران تحریری تقریریں پڑھا کرتے ہیں۔

ایک موقع پر مسٹر ملس نے اپنی اسی قسم کی تقریر میں فرمایا کہ میں ریزولیوشن کے محرک کی تقریر سے مطمئن نہیں ہوں۔

محرک نے فوراً لقمہ دیا کہ حضرت۔ آپ مطمئن کیسے ہو سکتے ہیں جب آپ میری تقریر سننے سے پہلے اپنی تقریر لکھ چکے تھے۔

---

مسٹر برین نے اصلاح دیہات کے موضوع پر ایک تقریر کی اور فرمایا کہ پنجاب کے دیہاتوں میں مقدمہ بازی اور شراب نوشی بدستور جاری ہے۔

کیونکہ عدالتیں اور شراب خانے بدستور کھلے ہیں۔

---

مسٹر چرچل فرماتے ہیں کہ فیڈرل اسکیم مر گئی اس لئے ناچ بند کر دو۔

لیکن مسٹر کرول ہود شاید رقص مرگ کے قائل ہیں۔ مرگ رقص کے نہیں۔

---

مسٹر کلو (M. CLOW) کا خیال ہے کہ گذشتہ پانچ سال میں ہائر اشخاص کی تعداد میں صرف اڑھائی فیصدی کی کمی ہوئی ہے لیکن ایک جگہ سے انسان بیکار ہوتا ہے تو اس کے لئے دس نوکریاں موجود ہوتی ہیں۔

کاش ہم بھی انگریز ہوتے

ہماری بلّی ہم سے ہی میاؤں!

HOARE

PRINCES

FEDERA TION

A. VERMA.

بمبئی میں والیانِ ریاست ہائے ہند کی کانفرنس نے بحالتِ موجودہ فیڈریشن میں شمولیت سے انکار کر دیا ہے جس پر سر ہور وزیر ہند کو بڑی پریشانی کا سامنا ہو رہا ہے ٭٭٭

# ہندوستانیوں کی روزانہ آمدنی

ہندوستان میں سرکاری طور پر تو کبھی یہ کوشش نہیں کی گئی کہ ایک ہندوستانی کی روزانہ آمدنی کا اوسط معلوم کیا جائے لیکن ان مصنفوں نے انفرادی طور پر اس کی کوشش کی ہے اور بعض اعداد پیش کئے ہیں ملک کی حالت کا ایک سرسری نقشہ دیکھنے کے لئے ذیل کے اعداد کافی ہیں:-

| مصنف | سنہ | سالانہ آمدنی | روزانہ اوسط |
|---|---|---|---|
| دادا بھائی نوروجی | سنہ ۱۸۷۰ء | ۲۰ روپیہ | ۳ ½ پیسے |
| بیرنگ باربر | سنہ ۱۸۸۲ء | ۲۷ روپیہ | ۴ ¾ پیسے |
| ڈگبی | سنہ ۱۸۹۷ء | ۱۸ ½ روپیہ | ۳ ¼ پیسے |
| لارڈ کرزن | سنہ ۱۹۰۰ء | ۳۰ روپیہ | ۵ ¼ پیسے |
| ڈگبی | سنہ ۱۹۰۰ء | ۱۷ ½ روپیہ | ۳ پیسے |
| فنڈلے شیراز | سنہ ۱۹۱۱ء | ۵۰ روپیہ | ۸ ¾ پیسے |
| بی۔ این۔ شرما | سنہ ۱۹۱۱ء | ۸۶ روپیہ | ۱۵ ¼ پیسے |
| خوشحال شاہ | سنہ ۱۹۱۱ء | ۴۶ روپیہ | ۸ پیسے |
| گلبرٹ سلیٹر | سنہ ۱۹۲۷ء | ۷۰ روپیہ | ۱۲ پیسے |
| کوبارپا | سنہ ۱۹۳۱ء | ۱۴ روپیہ | ۲ ½ پیسے |
| لبشنوبیہ | سنہ ۱۹۳۵ء | ۵۰ روپیہ | ۸ ¾ پیسے |

مذکورہ بالا مصنفین میں اگرچہ بہت کافی اختلاف رائے ہے لیکن یہ موقع ہر ایک کے اعداد کی جانچ پڑتال کا نہیں ہے فی الحال اتنا تو ثابت ہے کہ کم سے کم آمدنی ۱۴ روپیہ سالانہ یا ڈھائی پیسہ روزانہ ہے اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ روپے سالانہ یا پندرہ پیسے روزانہ ہے۔ ان دونوں کا اوسط نکالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ہندوستانی کی آمدنی ۵۰ روپے سالانہ یا آٹھ پیسہ روزانہ ہوتی ہے۔ خوشحال شاہ نے یہ اندازہ بھی لگایا ہے کہ معمولی درجے کے ایک انسان کی موزوں خوراک پر کم از کم ۱۰۰ روپے سالانہ خرچ ہونا چاہئے ورنہ محض خوراک کا ترقی پر پڑے گا اور وہ قوم کبھی ترقی نہ کر سکے گی۔ اس طرح یہ ظاہر ہو گا کہ ہندوستان کا ہر شخص ضروری خوراک کا صرف نصف پاتا ہے یعنی آدھے پیٹ کھاتا ہے اور آدھے پیٹ بھوکا رہتا ہے

ایک اور مصنف نے برطانوی ہند کی آمدنی کا گذشتہ پچاس سال کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے (ڈالر تقریباً ۳ روپے کے برابر ہوتا ہے)

| سال | آبادی (ملین) | آمدنی (ملین ڈالر) | فی کس آمدنی |
|---|---|---|---|
| ۱۸۸۱ | ۱۹۶٫۴ | ۲۵۰۳ | ۱۳٫۱۱ ڈالر |
| ۱۹۰۱ | ۲۲۳٫۵ | ۲۱۸۲ | ۹٫۷ " |
| ۱۹۱۱ | ۲۴۴٫۷ | ۶۲۹۱ | ۲۵٫۷ " |
| ۱۹۲۱ | ۲۴۷٫۰۰ | ۱۲۶۲۶ | ۵۲٫۶۰ " |
| ۱۹۳۱ | ۲۵۷٫۰۰ | ۱۰۳۸۸ | ۴۰٫۱۳ " |

اس نقشہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں آمدنی فی کس بہت کم تھی لیکن اس کے ساتھ یہ لحاظ بھی کرنا چاہئے کہ اس زمانہ میں خرچ بھی بہت کم تھا اگر آپ خود اپنے آس پڑوس کے خاندانوں میں تحقیق کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جو لوگ پہلے زمانہ میں ملازم ہوتے تھے وہ ٹھوماً اپنی عورتوں کو دو روپے سے پانچ روپے ماہوار تک بھیجا کرتے تھے مگر وہ اچھا کھاتی تھیں اور اچھا پہنتی تھیں اور جو لوگ دس روپیہ ماہوار بھیجتے تھے اُن کی عورتیں ایک آدھ ملازم رکھ کر بڑی شان و شوکت سے زندگی گذارتی تھیں اور اُن کا شمار ذی حیثیت لوگوں میں ہوتا تھا۔ آج جس تناسب سے خرچ بڑھا ہے آمدنی میں اسی تناسب سے اضافہ نہیں ہوا ہے۔ اسی لئے ہر طرف تنگدستی کا دور دورہ ہے۔

دیگر ممالک کے مقابلہ میں دیکھنے سے ہندوستان کی مفلسی اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جتنی آمدنی ہندوستان میں ایک شخص کو ایک سال میں ہوتی ہے اتنی آمدنی انگلستان میں ایک شخص کو ایک ماہ میں ہو جاتی ہے گویا انگلستان کی آمدنی فی کس ہندوستان سے ٹھیک بارہ گنا ہے اور امریکہ کی بیس گنا

ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود اس امر کی کوشش کرنے کے بجائے کہ ہندوستان کی حالت کچھ بہتر کی جائے اور اس کے افلاس کو دور کیا جائے کروڑوں روپیہ کا سونا یہاں سے چلا جا رہا ہے۔

## (پچھلے صفحہ سے)

میری ایک سہیلی کا خط ہے۔

—— لاؤ دیکھوں تو اس خط میں میری پیاری سہیلی کیا لکھتی ہے؟"

**سرلا** بس دیکھ بھال نہ کیا فوراً میرے ساتھ چلی چلو —— تمہیں انہوں نے فوراً بلالانے کا حکم دیا ہے۔"

**اندرا** خیر تو ہے ایسی کیا بات ہے؟"

**سرلا** اس کی بابت میں کچھ نہیں جانتی۔ تم ان سے چل کر ہی خود پوچھ لینا۔

**اندرا** بہت اچھا۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں

اتنا کہہ کر اندرا دوسرے کمرے میں اٹھ کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد اپنا بہترین لباس پہن کر اسی کمرے میں کہ جہاں سرلا بیٹھی ہوئی اس کی منتظر تھی واپس آئی اور بولی —— مجھے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی سرلا! میں نے سواری کے لئے کہلا بھیجا ہے یقیناً باہر دروازے پر سواری تیار ملے گی ہمیں اب جلدی ہی شاہی محلات کی طرف چلنا چاہیئے۔"

اندرا سرلا کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ گئی ان دونوں کے بیٹھتے ہی کوچبان نے گھوڑوں کے چلنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی گاڑی راج بھون کے دروازے کے سامنے آکر رک گئی۔ پہلے سرلا گاڑی سے اتر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اندرا ابھی اترنا چاہتی تھی کہ دفعتاً راجکمار کو سامنے کھڑا ہوا دیکھ کر اس کے تمام جسم میں رعشہ سا آگیا اور اس کے پاؤں آگے بڑھنے سے قطعی طور پر بیکار ہو گئے اس حالت میں وہ زیادہ دیر نہ سنبھل سکی اور گاڑی سے زمین پر گرنا ہی چاہتی تھی کہ راجکمار نے آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور فوراً اپنے کمرہ میں پہونچ کر پلنگ پر لٹاتے ہوئے بولا ——

"میری اندرا! تمہاری یہ بے ہوشی بھی میرے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ کاش کہ کچھ دیر تم یوں ہی بیہوش رہو —— تاکہ میں تمہارے حسن بے محابا کی جلوہ باریوں سے اپنی روح کو کچھ تسکین دے سکوں۔"

یکایک اندرا کے اس بے ہوش ہو جانے سے تمام راج بھون میں کہرام مچ گیا۔ وہاں سے لیکر مہاراج اجیت سنگھ تک راج کمار کے کمرے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً اب راجکمار کو بھی اندرا کا سر اپنے زانو کے بجائے تکیوں پر رکھ کر کھڑا ہونا پڑا۔ مہاراج پلنگ کے پاس آکر راج کمار سے بولے ——

رتن! یہ لڑکی کس طرح بیہوش ہو گئی —— کیا تم اسے جانتے ہو؟"

**راجکمار**۔ سرلا کے ساتھ ساتھ یہ ابھی گاڑی سے اتر رہی تھی۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی کہ گاڑی سے اترنے سے پہلے ہی اس پر غشی طاری ہو گئی۔ میں نے دوڑ کر اس کو سنبھالا اور لاکر یہاں لٹا دیا۔ میں اس کے متعلق صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ہمارے منتری جی کی کوئی رشتہ دار ہے۔"

**مہاراج اجیت سنگھ**۔ باہر جاکر سرلا کو کسی کے ہاتھ یہاں بلوا دو —— اور وید جی کو بھی فوراً یہاں آنے کے لئے کہو۔

**راج کمار**۔ بہت بہتر ابھی تعمیل حکم ہوتی ہے۔"

اتنا کہہ کر راجکمار باہر آگیا۔ اور اسی وقت ایک دربان سرلا کو بلانے کے لئے بھیج کر دوسرے راج وید کے جلد بلا لانے کے لئے کہہ کر پھر کمرے میں مہاراج کے پاس ادب سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ مہاراج اجیت سنگھ اندرا کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولے —— ایسی کوئی خطرناک بات نہیں

تھوڑی دیر بعد وید جی آگئے۔ آتے ہی انہوں نے غور سے اندرا کو دیکھا۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد ایک شیشی جیب سے نکالی اور اس میں سے چند قطرے دوا لیکر اندرا کو سنگھائی اور اسی میں سے تھوڑی سی پانی میں ملاکر پلانے کے لئے دے بیٹھا گیا۔ دوا کے حلق سے اترتے ہی اندرا ہوش میں آگئی اور آنکھیں کھول دیں۔ راجکمار کو سامنے کھڑا ہوا دیکھ کر وہ شرما گئی۔ وید جی اس کی یہ کیفیت سمجھ گئے اور بولے۔ "نہیں اور کوئی تکلیف نہیں، میرا خیال ہے کہ تم تمام رات کسی وجہ سے جاگتی

## غزل

خاص تیج وکلی کیلئے

(از قلم فخر المتغزلین جناب منشی بیجناتھ صاحب نگار پرشین لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی)

خطا کیونکر نہ ہو اہل جہاں سے
کوئی اُتری نہیں یہ آسماں سے

کسی کا جلوہ جی بھر دیکھنے کو
زمیں پر آئے ہیں ہم آسماں سے

نہ سمجھو خانۂ دنیا کو اپنا
رہو تم اس میں لیکن میہماں سے

لکھا کیا تھا پیشانی میں میری
یہ پوچھو اُن کے سنگ آستاں سے

یہ حرف تلخ ناصح شہد ہوتے
ادا ہوتے اگر شیریں زباں سے

خیال اُن کا گیا جب خواب آیا
بنے کیونکر مری افسانہ خواں سے

ستم اہل زمیں کرتے ہیں ایسے
نہ ہوتے کبھی جو آسماں سے

کشاکش اک ذرا دم لے تو لیتے
اگر چھڑ جاتی اُنکی آسماں سے

بہاراں سے نہ کچھ حاصل ہوا جب
کوئی امید کیا رکھے خزاں سے

نگار اب کیا کہیں کیا دل پہ گذری
کہا جب اس نے آپ آئے کہاں سے

بے رتن! معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکی کی طبیعت کسی وجہ سے گھبرا گئی ہے اور سر چکرانے کی وجہ سے غشی کا دورہ ہو گیا ہے۔ وید جی جب یہاں آجائیں اور جو دوا دارو وہ کرنے کے لئے تجویز کریں فوراً منگوا کر دینا۔ اور ہوش میں آتے ہی اسے یہاں سے بھجوا دینا ——

—— اچھا میں اب جاتا ہوں۔"

مہاراج یہ کہہ کر آہستہ آہستہ راج کمار کے کمرے سے نکل کر چلے گئے۔ ان کے

رہی ہو اسی واسطے تمہیں غش آگیا تھا۔ میری رائے میں تھوڑی دیر تم یہیں آرام کرو تاکہ طبیعت کو سکون ہو۔ چلنا پھرنا اس وقت مناسب نہیں ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے پھر غشی طاری ہو جائے۔"

اتنا کہہ کر وید جی نے وہ شیشی راج کمار کو دیتے ہوئے کہا —— اس میں سے چند قطرے دو دو گھنٹے بعد انہیں پلواتے رہیئے۔ اور اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھ کو اطلاع کرا دیجئے

دے کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔

### (۱۳) نمبر

وجے کماری من ہی من پیچ و تاب کھا رہی تھی کہ دفعتاً سرلا گھبرائی ہوئی اور پریشان حال اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ سرلا کو اس حالت میں دیکھ کر وہ ایڑی سے چوٹی تک پسینہ میں غرق ہو گئی۔ اسے خیال گذرا کہ اس کی سازش کا حال کھل گیا ہے اس نے نہایت بیتابی سے بمشکل اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا —— کیوں سرلا کیا ہے؟ کیا اندرا نہیں آئی؟ اور ہمارا راز بھی ——

**سرلا** (قطع کلام کرتے ہوئے) یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں، راز افشا یا تو آپ کر سکتی ہیں یا میں، اور کوئی تیسرا اس سے واقف ہے ہی نہیں"

**وجے کماری**۔ پھر کیا معاملہ ہے تجھے اس طرح گھبرایا ہوا دیکھ کر میں تو ایک دم سہم گئی تھی؟"

**سرلا**۔ اندرا میرے ساتھ یہاں تک آگئی تھی لیکن ڈیوڑھی پر راج کمار کو دیکھتے ہی اس نے کچھ ایسا روپ بھرا کہ بیہوش سی ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر راج کمار فوراً جھپٹے اور اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گئے۔

**وجے کماری**۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جس طرح ہو سکے جلد اس کا خاتمہ کر دیا جائے، لیکن تو نے ہی اسے سمجھانے بجھانے کا جھگڑا درمیان میں کھڑا کر دیا، جہاں تک میرا خیال ہے کمرے میں وہ اور راج کمار ہی اکیلے ہوں گے۔ اور شاید اس کی بیہوشی بھی راجکمار کے معشوقانہ غمزوں کا نسخہ سونگھ کر جاتی رہی ہو گی مجھے یہ بات کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتی، تو ابھی جاکر راج کمار سے کہہ دے کہ وہ اندرا کو میرے پاس یہاں بھجوا دیں"

**سرلا**۔ یہ آپ کی بے صبری ہمارا بنا بنایا کام بگاڑ دے گی۔ چونکہ آپ کو راج کمار کے مزاج میں دخل ہے اور ان کی عادات و خصائل سے بھی کما حقہٗ واقفیت ہے اس لئے میری رائے تو یہی ہے کہ آپ وہیں راجکمار کے کمرے میں پہونچ جائیں۔ آپ کے وہاں پہونچنے سے ایک ڈھیلے میں دو شکار ہو جائیں گے۔ اول تو راج کمار آپ کے پہونچ جانے سے اندرا کے پاس ٹھہریں گے ہی نہیں اور اگر ٹھہرے بھی تو کچھ بات چیت نہ ہو سکے گی دوسرے اندرا پر بھی آپ کا احسان ہو جائے گا۔ پھر اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے یہاں ہی اپنے ساتھ لے آئیں"

**وجے کماری**۔ اچھا میں ابھی جاتی ہوں تو ابھی جاکر وہاں جس قدر آدمی ہوں سب کو باہر چلے جانے کے لئے کہہ دے "ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ میں ابھی جاکر سب کو ہٹائے دیتی ہوں" اتنا کہہ کر سرلا باہر آئی اور آن واحد میں ہی راجکمار کے کمرے کے ارد گرد کھڑے ہوئے تمام لوگوں کو وہاں سے ہٹا کر پھر وجے کماری کے پاس پہونچی اور اسے وہاں سے اپنے ہمراہ لاکر راجکمار کے کمرے میں پہونچا دیا۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۸ پر)

# مشترکہ تعلیم

(ایک کالج سٹوڈنٹ کے قلم سے)

ہندوستان میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو مغرب کی ترقی پر رشک ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان بھی ویسے ہی ترقی کر جائے۔ ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو اس خیال کے ہیں کہ بھارت ورش کی قدیم تہذیب پھر سے زندہ کیا جائے۔ بھارت ورش کے لوگ پہلے کی طرح نیک دل، ایماندار، بہادر اور محب وطن ہو جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ تہذیب مکمل تہذیب تھی۔ اگر ساری دنیا اس تہذیب کو گرہن کر لے تو آج جنگ کے بادل دور ہو جائیں۔ اور دنیا میں امن و شانتی کا راج ہو۔ اگر ہندوستانی اپنی بھولی ہوئی تہذیب پر پھر سے عمل پیرا ہوں تو سوراج ملنے میں کچھ دیر نہیں لگیگی۔ دوسرے ایسے لوگ ہیں جو مغرب کی چمک دمک اور آنکھوں کو چکا چوند لگانے والی تہذیب پر عاشق ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ مغرب کی ترقی کے اندرونی اور اصل وجوہات کو نہ سمجھ کر اس کی برائیوں کو اس کی ترقی کے اسباب سمجھتے ہیں۔ میں تو ان لوگوں کو "مغرب زدہ" کا لقب دینا موزوں سمجھتا ہوں۔ اب ان دونوں کے خیالات کا مقابلہ ہے۔ قدیم تہذیب کے پیرو مشترکہ تعلیم کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ اور مغرب زدہ لوگ ان سے بالکل مختلف خیال رکھتے ہیں۔ مولانا عارف ہسوی صاحب جنہوں نے تیج کے ویکلی ایڈیشن میں مشترکہ تعلیم کے حق میں لکھا ہے۔ مشترکہ تعلیم کے حق میں سوائے اس کے کہ خرچ زیادہ ہوگا کوئی دلیل بھی نہیں دی۔ انہوں نے اس کے علاوہ مشترکہ تعلیم کا ایک فائدہ بھی نہیں بتلایا۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری بہنوں کی عصمت لاتعداد روپیہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک مشترکہ کالج کھل سکتا ہے تو لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ کالج کیوں نہیں کھل سکتے۔ دہلی میں چھ سات کالج ہیں۔ جب اتنے کالج کھولنے کی دہلی کو توفیق ہے تو لڑکیوں کے لئے ایک علیحدہ ڈگری کالج کھولنے کی توفیق کیوں نہیں۔ یہ دلیل تو محض اپنے دعوے کو سچا دکھلانے کے لئے گھڑ لی گئی ہے لیکن یہ دلیل ناکافی ہے۔ ہم اپنی بہنوں کی عصمت پر روپیہ تو کیا اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اس کے علاوہ جو لڑکے یا لڑکیاں عام طور پر کالج میں پڑھتی ہیں۔ ان میں اتنی توفیق ہوتی ہے کہ وہ فیس دے سکیں۔ کالجوں کی اتنی فیسیں ہوتی ہیں کہ وہ بغیر کسی مدد کے بھی SELF – SUPPORTING) ہو سکتے ہیں۔ دراصل فاضل متکلم نے مشترکہ تعلیم کو فائدہ مند ثابت کرنے کے لئے کوئی بھی زوردار دلیل نہیں دی۔ اگر کوئی دلیل دی بھی ہے تو وہ دلیل یہی ہے جس کو میں اوپر رد کر چکا ہوں۔

انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی بیکار کوشش کی ہے کہ مشترکہ تعلیم نقصان دہ نہیں ہے۔ انہوں نے ریل گاڑی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک فیصدی۔ ایک فی ہزار۔ ایک فی لاکھ خطرہ تو ریل گاڑی کے سفر میں بھی ہے کیا اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ ریل گاڑی کے ذریعہ سفر میں وقت جیسی قیمتی چیز کی بچت ہوتی ہے اور تجارت ترقی کرتی ہے۔ لیکن مشترکہ تعلیم میں بھی کوئی فائدہ ہے۔

مولانا صاحب آگے چل کر فرماتے ہیں کہ دہلی کے مشن کالج اور ہندو کالج میں آج تک کوئی ناپسندیدہ صورت رونما نہیں ہوئی۔ میں مولانا صاحب سے عرض کرونگا کہ اس بات کے متعلق پوری پوری واقفیت معلوم کریں اور تب قلم سے کچھ لکھوائیں۔

دہلی میونسپلٹی کے پرائمری سکولوں میں لڑکیوں اور لڑکوں کی مشترکہ تعلیم جاری کئے جانے کے کچھ عرصہ بعد حال ہی میں اس کے اثرات پر تحقیقاتی کمیٹی بٹھائی گئی تھی جس نے اس کو بالکل ناتسلی بخش قرار دیا ہے۔

ہمارے پرانے زمانہ کے رشی منی یوگ کی طاقت سے سمادھی لگا ایسی ایسی باتیں کہتے تھے جو کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتیں۔ جو قدرت کے قانون کی سی اٹل تھیں۔ انہوں نے سمادھی میں مشترکہ تعلیم کی برائیوں کو محسوس کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے حکم دیا کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے پاٹھ شالاؤں میں کم از کم تین میل کا فرق ہونا چاہئے۔ مغرب والے اب محسوس کرنے لگے ہیں کہ مشترکہ تعلیم بہت نقصان دہ ہے۔

# تیری تلاش میں

(از جناب شوچرن پرشاد شرما)

تیری تلاش میں ... نکل گیا ... ... وہ نکل گیا ... جنگل کی خاموش ہوا میں ... دریا کی روانی میں ... غنچہ کی مسکراہٹ میں ... پھولوں کے تبسم میں ... چاند کی کرنوں میں ... بلبل کے نغموں میں ... تیرا ترانہ تھا ... دوشیزہ کے شباب میں ... ساقی کے جام میں ... ساز کی آواز میں ... نازنین کے انداز میں ... حسینوں کی محفل میں ... بندوں کے جھگڑے میں ... ڈھونڈا ... نہ ملا ... جلاد کی آنکھوں میں ... شہزور کی قوت میں ... مغرور کے غرور میں ... تو موجود نہ تھا ...

... اور تلاش کیا ... پھر ملا ... کہاں؟ پریم کے مندر میں بیٹھے غریبوں کی امداد کرتے۔ اور مظلوموں کی آہ سنتے۔

# کلکٹر صاحب کا دورہ

مزاحیہ

خاص پنچ بگلی کے لئے

(از سوزش قلم ظرافت رقم فلک پوری)

باؤجی اپنے زمانہ کے بقراط سمجھے جاتے تھے۔ ساری کچہری میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ اہلکار۔ افسران اور پبلک سب ان کی قابلیت اور تجربہ کا لوہا مانتے تھے۔ بات یہ تھی کہ ملازمت بھی تو انہوں نے پورے ۴۰ سال کی تھی۔ تحصیل کے ادنےٰ اہلکار کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ زمانہ ساز تھے۔ ترقی کرتے کرتے کلکٹر صاحب کی پیشکاری سے پنشن لی۔ ضلع کے انتظام حکومت میں سینکڑوں تبدیلیاں ان کے سامنے ہوئیں۔ بیسیوں افسران کے دیکھتے دیکھتے آئے اور چلے گئے۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے تمام کچہری والے منشی جی کو ضلع کی چلتی پھرتی تاریخ کہتے تھے۔

پنشن لینے کے بعد وہ قطعی گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ آدمی چندہ رس اور وضع دار تھے۔ اس سے بڑھاپے کے دن بڑے اطمینان سے گذر رہے تھے۔ ملازمت کے زمانہ میں کسی کے یہاں آنے جانے کی فرصت نہ ملتی تھی اس لئے اب کہیں جانے کی عادت نہ تھی۔ بس آپ بھلے اور اپنا گھر بھلا۔ البتہ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے صبح اور شام رفع حاجت کے لئے میل دو میل جنگل میں ضرور جاتے تھے۔ ویسے دن بھر گھر ہی پر رہتے تھے اور ملنے والوں۔ دوست شناساؤں کی ایک کچہری سی لگی رہتی تھی۔ کوئی فوجداری کے سلسلہ میں مشورہ لیتا۔ کوئی دیوانی کے مقدمہ میں ان کی رائے دریافت کرتا۔ کوئی مال کے معاملہ میں امداد طلب کرتا۔ کوئی آپس کے جھگڑوں میں انہیں پنچ بناتا۔ کوئی اپنی کاروباری کے لئے ان سے سفارشی چٹھیاں لکھاتا یا ترکیبیں پوچھتا۔ غرضیکہ باؤجی بیک وقت وکیل منصف اور پنچ ہمدرد سب کچھ تھے۔ یہ بیچارے سب کا کام بھی کرتے اور آنے جانے والوں کی حقہ پان سے خاطر بھی کرتے۔

باؤجی دبلے پتلے لمبے سے تھے۔ عمر کوئی ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی۔ گھیر دار دھوتی۔ اوپر شیروانی۔ سر پر فلیٹ کیپ یا جاڑا ہوا تو روئی کا کنٹوپ۔ ایک عینک ناک پر اور ایک جیب میں جب کبھی لکھنے پڑھنے کی ضرورت ہوتی تو جیب والی نکالی جاتی۔ ناک کی عینک اتار کر احتیاط سے ایک طرف رکھتے۔ دوسری طرف آہستہ آہستہ شیروانی کے دامن سے صاف کرتے۔ اور ناک پر رکھ کر ایک دفعہ زور سے کہتے "ہاں"۔ پھر سنبھل کر کام کرنے بیٹھ جاتے۔ صبح شام جنگل جاتے وقت ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے میں ایک کوبڑی چھڑی ضرور ہوتی۔ آپ خراماں خراماں جاتے راستے میں بہت سے لوگ باتیں کرتے ہوئے راستے میں تھوڑی دور تک آپ کے ساتھ ہو جاتے۔

باؤجی سے جانے پہچانے ہی منٹ ... ہو ... لیکن لوگ

دو تین گھنٹے نکلے بغیر ان کے یہاں سے آتے تھے کیونکہ سب جانتے تھے کہ جب باؤجی کی پچھلے دور کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں تو کسی طرح جلد اٹھ نہیں سکتے۔ اگر کوئی اٹھنے کی کوشش بھی کرتا تو باؤجی ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیتے۔ اور کہتے "ایک پان اور کھا جاؤ۔ حقہ کا ایک دو کش لو۔ دیکھو حضرت ابھی سے"۔ بس ادھر اس نے پان کی تھالی یا حقہ کی نال کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ادھر ایک نیا قصہ شروع ہو گیا۔ وہ بھی اتنا دلچسپ اور انداز بیان اتنا دلکش کہ ہزار کوئی اٹھنا چاہے اٹھ ہی نہ سکتا تھا۔ بالآخر جب باہر نکلتا تو اپنے آپ کو لاکھوں صلواتیں سناتا تھا۔ کہ باتوں میں خبر بھی نہ ہوئی کہ تین گھنٹے بیکار ضائع ہو گئے۔

باؤجی سے ہماری قدم شناسائی تھی۔ ایک دن کسی کام سے ہم صبح صبح کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں باؤجی جنگل جاتے ہوئے مل گئے۔ حسب معمول دعا سلام کے بعد ہم نے باؤجی سے مصنوعی حیرت کے ساتھ دریافت کیا۔

"باؤجی۔ میں اپنے بچپن سے یہ چھڑی آپ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ بڑی خوبصورت اور مضبوط ہے۔ اور لطف یہ کہ گم بھی نہیں ہوتی۔ آخر یہ آپ کو کہاں سے ملی؟"

باؤجی نے دل ہی دل میں مسرور ہوتے ہوئے فرمایا "کاہے کو گم ہو۔ ارے میاں یہ چھڑی بڑی تاریخی ہے قصہ تو بہت طولانی ہے لیکن خیر تم نے چھیڑا ہے تو مختصر طور پر سن لو۔ (میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے) ذرا سڑک سے الگ ہٹ آؤ"۔

"ہاں۔ تو سنہ ۔۔۔ کا واقعہ ہے۔ میں تحصیل ... گنج میں اصل بابو پیش تھا۔ تحصیلدار صاحب نئے نئے آئے ہوئے تھے۔ آدمی بیچارے بڑے سرلف و دراز مردم شناس تھے۔ جانے کس نے ان سے کہہ دیا تھا کہ تحصیل میں باؤجی بڑے کارگزار اور محنتی آدمی ہیں۔ ساری تحصیل کا کام اپنے دم پر سنبھالے ہوئے ہیں چنانچہ وہ بڑی مہربانی اور عزت سے پیش آتے تھے اور میری بات کبھی نیچے نہ ڈالتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں دفتر کا کام کوئی چھ سات بجے شام کو ختم کر کے تھکا ہارا گھر آیا۔ جب دھو کر کھانے پینے سے فارغ ہو کر سونے لیٹ گیا۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ کسی نے آوازیں دینا شروع کیں۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور دل ہی دل میں آنے والے کو لاکھوں صلواتیں سناتا

... کہتا ... تحصیلدار صاحب ... نفس نفیس ...

کھڑے ہیں۔ میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور گھبرا کر ان سے پوچھا۔ "حضور کیا حکم"۔ وہ بولے۔ "کیا بتلائیں باؤجی۔ آپ کو بے وقت تکلیف دی۔ قصہ یہ ہے کہ ابھی کلکٹری سے حکم موصول ہوا ہے کہ صاحب کلکٹر بہادر تحصیل ... پر کسی فوری ضرورت سے جا رہے ہیں۔ راستے میں ایک دن ہمارے یہاں بھی قیام کریں گے۔ اور کچھ کاغذات بھی دیکھیں گے۔ کل صبح یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اب بتائیے رات بھر میں کیا کیا جائے۔ سوچا کہ یہ کام تو بس باؤجی ہی کر سکتے ہیں۔ اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں"۔ میں نے کہا "حضور اتنے سے کام کے لئے آپ کو خود تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کسی چپراسی سے کہلوا دیتے۔ آپ کا اقبال سلامت رہے۔ بس صبح تک سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ جائیے۔ آرام فرمائیے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" تحصیلدار صاحب اچھل پڑے۔ اور حیرت و استعجاب سے پوچھنے لگے "سب ٹھیک ہو جائیگا؟" میں نے پھر عرض کیا "حضور اطمینان رکھیں۔ اگر کسی چیز میں کسر رہ جائے گی تو مجھے پھانسی لٹکا دیجئے گا"۔ تحصیلدار صاحب بولے "باؤجی۔ تم واقعی موتیوں میں تولنے کے لائق ہو"۔ میں نے جھک کر سلام کیا اور وہ خوش خوش گھر کو سدھارے۔

تحصیلدار صاحب تو گھر روانہ ہو گئے لیکن میں کچھ گھبرایا ہوا سا وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔ سوچتا تھا کہ وعدہ کرنے کو تو کر لیا اب شرم نباہنا تمہارے ہاتھ ہے۔ چند منٹ بعد ہوش جو آیا تو میں نے اپنے سے کہا کہ کھڑا سوچتا کیا ہے۔ کمر ہمت باندھ اور روانہ ہو۔ چنانچہ میں فوراً گھر آیا اور یہ کہہ کر کہ سرکاری کام آ گیا ہے میں جاتا ہوں۔ رات کو میرا انتظار نہ کرنا۔ چلا آیا اور سیدھا کاشی چپراسی کے گھر پہنچا۔ اسے جگا کر کہا کہ بہت جلد سب چپراسیوں اور اہلکاروں کو تحصیل میں جمع کرا دو۔ دیر نہ ہونے پائے۔ صبح کلکٹر صاحب آنے والے ہیں"۔ اسے تو ادھر بھیجا اور ادھر تحصیل جاتے ہوئے اپنے بھنگی اور اس کے بیوی بچوں کو جگایا۔ اور حکم دیا کہ فوراً قصبہ کے سب بھنگی اپنی اپنی جھاڑو لے کر تحصیل میں آ جائیں۔ صبح کلکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ پانچ منٹ کے اندر پہنچ جائیں نہیں تو کھوپڑی گنجی کر دوں گا"۔

تحصیل پہنچ کر پہرہ والے سے کہا کہ بھائی نیک کر ذرا سب پولیس والوں کو تو جگانا۔ صبح کلکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ یہ ہدایت کر کے میں نے دفتر میں آ کر روشنی کی اور بیٹھا ہی تھا کہ پولیس کے حوالدار آنکھیں ملتے ہوئے پہنچے اور بولے: "باؤجی کیا ہے"؟ میں نے کہا "صاحب کیا

صبح کلکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ ذرا مستعدی دکھاؤ۔ اس وقت ڈالو تو تحصیل کی شرم رہ جائے گی۔ ورنہ ہماری تمہاری سب کی بدنامی ہے"۔ وہ بولے۔ "تو باؤجی ہم کچھ آپ کے حکم سے باہر ہیں۔ اور یہ تو پھر اپنا ہی کام ہے۔ بس حکم کرو۔ کیا کرنا ہے"۔ "کرنا یہ ہے" میں نے جواب دیا۔ "کہ سب جوانوں کو فوراً روانہ کر دو کہ پلک جھپکاتے ایک پچیس بیگاری پکڑ لائیں اس کے علاوہ کوئی چار گاڑیوں کی ضرورت ہوگی۔ اور بس آپ میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔ مشورے میں مدد ملے گی"۔ "ہاں جی۔ ایک سے دو رائیں اچھی ہوتی ہیں"۔

حوالدار صاحب ادھر گئے کہ ادھر اہلکار اور چپراسی ایک ایک کر کے آنا شروع ہو گئے۔ جو آیا اسے کام پر لگا دیا۔ ایک شخص کو بھیجا کہ وہ فوراً بارہ درجن انڈے جمع کر کے لائے۔ دوسرے کو ڈھائی من دودھ کے لئے بھیجا۔ ایک چپراسی کو نندلال بنئے کے پاس دوڑایا کہ جس حال میں ہو فوراً پکڑ لاؤ۔ پولیس کے ایک جوان کو چھ گاڑی گھاس مہیا کرنے پر تعینات کیا۔ ایک آدمی کو شعلجی کے یہاں بھیجا کہ پانچ سو مشعلیں اور تیل اٹھا لائے۔ بھنگی جو جمع ہوتے گئے انہیں کوڑول باول والے باغ بھیجتا گیا کہ کیمپ والی جگہ کی صفائی شروع کر دیں۔ سپاہی پولیس کو ان کی نگرانی کے لئے روانہ کر دیا۔ ادھر نندلال بنیا بھی آ پہنچا۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ "حضور کیا حکم ہے"۔ میں نے کہا "کمبخت یہ ابھی حکم ہی پوچھ رہا ہے۔ ارے صبح کلکٹر صاحب آ رہے ہیں دوڑ کر ساری جنس پہنچا۔ کسی چیز کی کمی رہ گئی تو سمجھ لے کہ تو بھی جائیگا"۔ وہ الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ اتنے میں پولیس والے بیگاریوں اور گاڑیوں کو لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ میں نے محافظ خانہ کے محرر صاحب سے کہا کہ چلو پھرتی کرو۔ محافظ خانہ کھول کر ڈیرے خیمے نکلواؤ۔ بیگاری بیوقوف ان کی عقل تو دم میں ہوتی ہے۔ نالائق ایسے جاڑے میں آگ ایک ایک سلگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور لگے میرے سامنے کھڑے ہو کر "ہو ہو" کرنے۔ میں نے کہا کہ کھڑے "ہو ہو" کرتے ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ دوڑ کر کام کرو۔ دیکھتے نہیں کہ ہماری جان پر بن رہی ہے۔ بس پھر تو ان میں بھی گرمی آ گئی۔ اور لگے دوڑ دھوپ کر خیمے نکال نکال کر لادنے۔

اس انتظام سے فارغ ہو کر میں بھی حوالدار صاحب کو ساتھ لے دل اول والے باغ کو چل دیا۔ وہاں سپاہ پولیس بڑی مستعدی سے کام کرا رہے ہیں۔ میں نے اور کمک پہنچائی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

## (پچھلے صفحے سے)

...میں باغ کی شاخ چندن کی طرح صاف ہوگئی۔ گھاس پھونس سب صاف کرکے ... ڈیرے خیموں کی گاڑیاں بھی آگئیں۔ دیکھتے دیکھتے جنگلیں اور بیگاریوں نے مجھے ڈیرے کھڑے کر دیئے۔ شعلیں ابھی تیج گئیں جو روشن کی گئیں تو سارا جنگل اُٹھا۔ دریاں بچھوا کر خیموں میں فرش کرایا۔ فرنیچر وغیرہ بھی آراستہ درج ہوگئی۔ جو ہر ... خانہ والے ڈیرے میں رکھ دینے کا حکم دیا۔ گھاس ... طرف قریب سے ڈھیر لگوا دیئے۔ ... ہانڈی جمع کرایا۔ ... لڑکوں میں بند کروائے۔ ... انڈے گھی، شکر، چاول وغیرہ پر ایک چپراسی کو بٹھا دیا۔ دودھ کا البتہ انتظار تھا جو صبح سے ... سکتا تھا۔ ساتھ ہی تمام جنگل کی چوکیوں پر ... بھجوا دیئے کہ دیہاتوں سے جو پھل ترکاری تعلیم ... حاصل ہوں ان میں سے اچھی سے اچھی چیزیں پہنچ جائیں۔ کام سب ختم ہوچکا تھا اور ادھر ... رہی تھی۔ بس مجھے دودھ اور پھل ترکاری کی فکر رہ گئی تھی۔ میں نے دس بیگاری اور دس ... کو روک کر باقی سب کو خوب شاباشی دے کر ... کر دیا۔ اور چپراسیوں سے کہا کہ ہاں یارو اب حقہ ... ہم سب اطمینان سے بیٹھ کر حقہ پینے لگے۔ ادھر سورج کی کرن دکھائی دی، اور اُدھر دودھ اور پھل ترکاری بھی آپہنچی۔ تب میری جان میں جان آئی۔ اور میں نے سب دوستوں سے کہا کہ آپ سب کی مہربانی سے پرماتما نے آج شرم رکھ لی۔

صبح کوئی سات بجے تحصیلدار صاحب بھی تشریف لائے۔ دیکھا، باغ میں گلزار کھلا ہے۔ ہر چیز موجود۔ ہر بات درست۔ بس بے اختیار ہوکر مجھے لپٹ گئے جوش تشکر کے غلبہ کی وجہ سے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ میں نے جھک کر سلام کیا اور حضور کا اقبال کہہ کر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔

قصہ تو طولانی ہے۔ مختصر یہ کہ کلکٹر صاحب نے بھی کوئی دس بجے خیر سے نزول اجلال فرمایا۔ کچھ دیر آرام کیا کھانا کھایا۔ ... ادھر اُدھر چہل قدمی کی۔ اور فرمایا کہ آج ہی شب کے کھانے سے فارغ ہوکر جمشید پور کو روانگی کا خیال ہے۔ تحصیلدار صاحب نے میری طرف دیکھا۔ میں فوراً انتظامات کے لئے وہاں سے چل دیا۔ کچھ پولیس کے زمیندار صاحب کو رقعہ کے لئے اور گھاس کے زمیندار کو گھوڑوں کے لئے کہلا بھیجا۔ دس گاڑیاں اور کوئی پچاس بیگاری اور تاشے باجے والے لانے کو پولیس کو حکم دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ سب چیزیں چراغ جلے تک مکمل ہو جائیں۔ باجوں اور اتنے آدمیوں کا انتظام میں نے خاص لئے کیا تھا کہ جمشید پور کا راستہ پہاڑی تھا اور گھنے جنگلوں میں سے ہوکر گزرتا تھا۔ پھر رات کے وقت۔ عموماً جانور وہاں ملا کرتا تھا۔ اس لئے پہلے سے پورے انتظام کے ساتھ جانا مناسب تھا۔

بہرحال ادھر سے بے فکر ہوکر میں نے تحصیلدار صاحب کو رپورٹ دی۔ اور ایک طرف ذرا کمر سیدھی کرنے کو گھاس پر لیٹ گیا۔ لیٹا تو جیسے گھوڑے بیچ کے کوئی سوتا ہے۔ آنکھ جب کھلی کہ ایک چپراسی نے آکر جگایا اور کہا کہ چلئے تحصیلدار صاحب نے بلایا ہے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا کہ کیا بجا ہے۔ اس نے کہا۔ "سات" یا اللہ! ... غضب ہوگیا۔ میں نے سوچا اور سیدھا اس کے ساتھ ہولیا۔ تحصیلدار صاحب کھڑے مسکرا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ہنسے ... بولے۔ کہاں سو گئے تھے۔ اچھا چلئے۔

کلکٹر صاحب نے کھانا کھانے کے بعد مجھے طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ بغیر آپ کے ہرگز نہ جاؤں گا۔ میں نے بہتیرا سمجھایا کہ حضور ہوگئیں۔ لیکن وہ ایک نہ مانے اور مجھے ساتھ لئے ہوئے اندر چلے گئے۔ کلکٹر صاحب نے کہا "ویل تحصیلدار بس اب ہم ... ہوگا۔ سب انتظام ٹھیک ہے"۔ تحصیلدار صاحب نے کہا "حضور کے اقبال سے سب ٹھیک ہے"۔ ... بولا۔ "ویل ہم تمہارے انتظام سے بہت خوش رہا"۔ لیکن اس شریف النفس انسان کو دیکھئے کہ اس نے فوراً میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ حضور۔ یہ سب انہوں نے کیا ہے"۔ کلکٹر صاحب نے خوش ہوکر میری طرف دیکھا۔ میں نے جھک کر سلام کیا۔ پھر وہ بولا "اچھا ہم تم کو سرٹیفکیٹ دے گا"۔ بس بھائی اس نے سرٹیفکیٹ لکھ کر مجھے دیا۔ یہ سرٹیفکیٹ تم نے دیکھا ہوگا۔ میری بیٹھک میں پیچھے کی طرف کے دائیں طاق میں شیشے میں جڑا ہوا رکھا ہے۔

خیر تو اس کے بعد کلکٹر صاحب کی سواری روانہ ہوئی۔ سب سے آگے کچھ مشعلچی تھے۔ ان کے پیچھے تاشے باجے والے۔ لیکن وہ باجہ بجا نہیں رہے تھے۔ بلکہ وہ خاموش تھے۔ کیونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ صرف خطرہ کے موقع پر بجائیں۔ ان کے پیچھے ایک گھوڑے پر میں تھا۔ میرے بعد پولیس کے جوان تھے۔ اس کے بعد صاحب بہادر کی رتھ تھی۔ کوئی بارہ بجے ہم جمشید پور پہنچ گئے۔ کلکٹر صاحب تو اپنے ڈیرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ ہم لوگوں کے لئے وہاں کے تحصیلدار نے کوئی انتظام ہی نہ کیا تھا۔ اس لئے ہم نے مشعلچیوں اور شاگرد پیشہ کو ایک طرف ... کر بھیج دیا۔ اور خود چند آدمی ایک درخت کے نیچے آگ جلا کر تاپنے بیٹھ گئے۔

بیٹھے بیٹھے میری نظر اوپر جو اٹھی تو درخت کی ایک خوبصورت سی شاخ نظر پڑی۔ تو ... چپراسی کو آواز دی کہ لانا تو ایک کلہاڑی۔ ... ورد دیکھ یہ جو شاخ ہے نا۔ بس اسے کاٹ لا"۔ اس نے فوراً شاخ کاٹ کر مجھے لا کر دی۔ میں نے بیٹھے بیٹھے بیٹھے چاقو سے اُسے چھیل بنایا۔

تو میرے بھائی۔ یہ ہے وہ لکڑی!

# جاپانی عورتیں

(از قلم پنڈت آنندی پرشاد مصرا جرنلسٹ مراد آبادی)

ایشیا کے مشرق میں بحر الکاہل نامی سمندر واقع ہے۔ جس میں الیتو۔ نیوفون بشیکوک اور کیوشو نامی چار جزیروں کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے جزیروں سے مرکب ایک ملک ہے جو جاپان کے نام سے مشہور ہے۔ جاپان کل ایک چھوٹا سا ملک ہے جو ہندوستان کے دسویں حصہ کا برابر ہے۔ اور جس کی آبادی تقریباً ساڑھے چار کروڑ ہے۔ بالکل یقیناً تعجب خیز ہے کہ اس ملک نے جو مختلف جزیروں سے مرکب ہے چند ہی دنوں میں اس قدر شہرت حاصل کی۔ اور اس کا دنیا کے مہذب اور شائستہ ممالک میں شمار ہونے لگا۔ کچھ عرصہ پہلے کوئی شخص اس کے نام سے اتنا واقف نہ تھا جتنا کہ یہ آج کل زبان زد خلق ہے۔ سب سے پہلا چین کی جنگ میں اس نے کامیابی حاصل کی۔ وہ اس کی شہرت کی پہلی وجہ تھی۔ لیکن درحاصل روس جیسی عظیم الشان سلطنت سے جنگ کر کے اس نے جس بے نظیر شجاعت اور جوانمردی کا ثبوت دیا۔ اور فتح پائی۔ اس نے اس کی شہرت کو دوبالا کر دیا۔ اس کامیابی کا سہرا درحاصل عورتوں کے سر ہی باندھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہی کی مساعی جمیلہ اور جد وجہد کا نتیجہ تھا کہ دوران جنگ میں مردوں کی شجاعت اور جذبات حب الوطنی میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا تھا۔ اور ملک کا ہر فرد کیا بچہ اور کیا بوڑھا مادر وطن کی خدمت کے لئے تیار اور کمربستہ ہو گیا تھا۔

جاپانی عورتوں کی یہ غیر معمولی ترقی در اصل عمدہ تعلیم ہی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جاپانی مدارس میں لڑکوں سے زیادہ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ اور بچپن ہی سے انہیں اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ ہر ایک بات اچھی طرح سمجھنے لگتی ہیں۔ وہ لکیر کی فقیر نہیں رہتیں جہاں اس طبقہ نے اپنی بہتری کی کوششیں کیں وہاں صنف نازک نے اپنی اصلاحات میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ خود ملکۂ جاپان نے تعلیم نسواں کی اشاعت میں کافی جد وجہد کی۔ یہی باعث ہے کہ وہاں عورتیں تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ شاعرہ۔ مصورہ۔ معلمہ وغیرہ نظر آتی ہیں۔ ان کی نظروں میں جو رسم و رواج بے کار اور غیر مفید معلوم ہوتے ہیں فوراً ترک کر کے ان کی بجائے دیگر رسوم جو سود مند نظر آئیں اختیار کرتی ہیں۔ جاپانی نقطۂ نظر سے بھی پردہ سسٹم ایک بے کار شے تھی۔ اس لئے پردہ کا رواج وہاں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اعلیٰ اور شریف خاندانوں کی عورتیں اپنے شوہروں کے ہمراہ ہر جگہ آتی جاتی ہیں۔ اور یہ کچھ شرم اور ذلت کی بات نہیں سمجھی جاتی۔ مگر وہ یورپین عورتوں کی طرح آزاد بھی نہیں ہیں کہ جہاں چاہیں چلیں پھریں۔ بلکہ وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی عزیز کے ساتھ بھی کہیں نہیں آتیں جاتیں۔ البتہ شوہر کی موجودگی میں وہ ہر شخص سے ملاقات اور گفتگو کر سکتی ہیں۔ جلسوں میں شریک ہو سکتی ہیں۔

جاپان میں نسوانی جذبات و خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے کہ آگے جا کر وہ زندگی میں ممد و معاون ہو سکے۔ اور انہیں کہ بزرگوں کے احکام کو ماننے اور تکالیف برداشت کرنے اور گھر کے کام کاج کیں مستقل مزاجی سے مصروف و منہمک رہتی ہیں۔

شریف خاندانوں کی عورتیں امور خانہ داری کو بڑے شوق اور سرگرمی سے انجام دیتی ہیں اور اس میں انہیں کوئی عار نہیں معلوم ہوتی۔ وہ گھر کے کام کاج نوکروں پر نہیں چھوڑتیں۔ اور اپنی مثال سے اپنی لڑکیوں کو بھی تمام امور خانہ داری مثلاً کھانا پکانے اور بازار سے چیزیں خریدنے۔ قیمت ادا کرنے۔ کپڑے سینے اور دھونے اور ان کی گندی درستی کرنے۔ مہمانوں کی میزبانی وغیرہ کی تعلیم دیتی ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی وغیرہ کا کام لڑکیوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور ان کی خدمت کرنے میں وہ اپنی ذلت نہیں سمجھتیں۔ بلکہ عزت تصور کرتی ہیں۔ اور نوکروں کی بجائے تمام کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لڑکیوں کو یوروپ کی طرز پر تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ ان کا طریقۂ تعلیم بالکل پرانی طرز کا ہے۔

جاپانی عورتیں جب کبھی میکے سے سسرال جاتی ہیں تو اپنے شوہر کو ساس سسروں سے علیحدہ نہیں کرتیں۔ بلکہ ہندوستان کی عورتوں کی طرح اپنے شوہر کے خاندان یعنی ساس سسروں وغیرہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا نہایت بہتر سمجھتی ہیں۔ کیونکہ شوہر اور اس کے خاندان والوں کو عزت کی نظر سے دیکھنا قابلیت کی علامت تصور کرتی ہیں۔ اور وہ اپنے لئے یا اپنے شوہر کے لئے یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتیں کہ وہ علیحدہ زندگی بسر کریں۔ وہ ساس سسر کے احکام کو تہِ دل سے بجا لاتی ہیں۔

کھانا پکانے اور کھا چکنے کے بعد جو ضروری چیزیں مثلاً کپڑے۔ کتاب۔ بیگ۔ چھتری وغیرہ شوہر کے ساتھ لے جاتی ہیں۔ وہ سب اس کے سامنے حاضر کرتی ہیں۔ بعد ازاں گھر کے کام کاج میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ بیوی اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتی ہے۔ اور کھاتے وقت خود موجود رہتی ہے۔

جاپانی لڑکے اپنی ماؤں کی بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ وہ جب کہیں باہر جانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی والدہ سے اجازت طلب کر لیتے ہیں۔ اگر والدہ کہیں گئی ہوں تو جب وہ واپس آتی ہیں تو تمام لڑکے دروازے پر آ کر سر جھکا کر استقبال کرتے ہیں۔ یہ دستور کسی زمانہ میں ہندوستان میں بھی رائج تھا۔ اور اب بھی کہیں کہیں یہ طریقہ نظر آتا ہے۔

جاپان کی آب و ہوا عورتوں کو بہت جلد ضعیف کر دیتی ہے۔ لیکن وہ اپنے چہروں کی جھریوں۔ سفید بالوں اور بیٹھے ہوئے رخساروں کو بناوٹ اور سجاوٹ سے نہیں چھپاتیں بلکہ اس پر صابر و شاکر رہتی ہیں۔ اور ہمہ تن امور خانہ داری اور لڑکے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف و مشغول رہتی ہیں۔ اور زندگی کے آخری دور عبادت گذاری اور خدمت وطن میں صرف کرتی ہیں۔

## بودھوں کا مندر

کلکتہ میں بودھوں کا یہ مندر ہے جسے بودھ اپنی زبان میں وہارا کہتے ہیں۔

## اینٹی کمیونل ایوارڈ کانفرنس

دھلی میں اینٹی کمیونل ایوارڈ کانفرنس کے صدر مسٹر سی وائی چنتامنی اپنا خطبہ صدارت پڑھ رہے ہیں۔

## جسمانی کرتب

گوروکل اندرپرستھ دھلی کے برھمچاری جسمانی کرتب کر رہے ہیں۔ جلسہ کے موقع پر یہی برھمچاری اپنے کرتب دکھائینگے۔

## سلور جوبلی کے لیے انتظامات

ہز میجسٹی کی سلور جوبلی کے موقعہ پر لاھور میں مکانات کو ... روشنی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

## یگوہ شالہ

طبیہ کالج دھلی کے کانووکیشن کے موقع پر جناب حکیم ظفر احمد صاحب کالج کی سالانہ رپورٹ کنورسی کے صدر آنریبل سر عبدالرحیم پریذیڈنٹ اسمبلی کیخدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

بودھوں کے مندر کی وہ پوتر جگہ جہاں مہاتما بدھ کا مجسمہ نصب کیا ہوا ہے۔

گوروکل اندرپرستھ میں یہ یگوہ شالہ بابا ملکیا سنگھ گردھاری لعل ... نے تعمیر کرائی ہے۔

## ہوائی سکاؤٹ ریلی

دھلی میں اس مرتبہ ہوائی سکاؤٹ ریلی کے موقع پر مقامی سنسکرت ھائی سکول کے طلبا نے چیف کمشنر فلیگ حاصل کیا ہے۔

# دیالباغ آگرہ کے چند مناظر

دیالباغ آگرہ کی ساختہ اشیا کی نمائش کا افتتاح سر فریڈرک نوائس ممبر کامرس گورنمنٹ آف انڈیا نے ۲ مارچ کو نئی دہلی میں ادا فرمایا۔ نمائش امپیریل ہوٹل گراؤنڈ نزد ویسٹرن کورٹ میں ہو رہی ہے۔ جسمیں وہ تمام چیزیں رکھی ہوئی ہیں جو دیالباغ آگرہ میں تیار ہوتی ہیں۔ نمائش میں بڑی رونق ہے۔ اور دیسی چیزوں کے دیکھنے اور خریدنے کا اچھا موقع ہے۔

دیالباغ آگرہ کی شاندار تعلیمی درسگاہ

دیالباغ بستی کا ایک عام نظارہ

کپڑے کے کارخانہ میں کاریگر نہایت مستعدی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔

# گھر کی بات!

(از قسم ماسٹر بہاری لال جی رام تالاب بھرولی دہلی)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

تم لوگوں نے دیکھا ہوگا چڑیاں کس طرح ایک ایک تنکا چونچ سے اُٹھا کر گھونسلا بناتی ہیں۔ سب جانور رہنے کے لئے گھر بناتے ہیں، بیا اپنا گھونسلا بڑا خوبصورت بناتا ہے۔ چوہے اپنا بِل بناتے ہیں۔ شیر اپنا غار بناتے ہیں، سب جانوروں کو گھر سے محبت ہوتی ہے۔ کئے بھی اگر گھر سے دور چلے جائیں تو لمبا فاصلہ طے کر کے پھر گھر واپس آتے ہیں۔ گائے جنگل سے چر چُگ کر گھر واپس آتی ہے۔ اس سے گھر کی محبت کا پتہ لگتا ہے۔

## اپنا گھر کیا ہے؟

گھر مکان کا نام نہیں۔ اگر ہم دوسرا مکان تبدیل کریں تو پہلے گھر کو اپنا گھر نہیں کہتے۔ اسباب بھی گھر کو ظاہر نہیں کرتا۔ گھر وہ ہے جہاں ہمارے ماں باپ بھائی بہن رہتے ہیں۔ یہ سب مل کر کنبہ بناتے ہیں، ان کی موجودگی اور محبت گھر کو بناتی ہے۔ بڑے عالیشان مکان اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ بھی گھر کو نہیں بناتے، دنیا میں طرح طرح کے مکانات ہیں جن میں کنبے بستے ہیں۔ کوئی گھر کچا ہوتا ہے کوئی پکا۔ کوئی جھونپڑی میں بستا ہے کوئی محل میں رہتا ہے کوئی خیموں میں ہی زندگی بسر کرتا ہے ان سب مقاموں میں اپنا گھر رہتا ہے۔

## ہم اپنے گھر سے محبت کیوں کریں

بچے گھر سے ہی خوراک کپڑے حاصل کرتے ہیں، گھر کے آدمی اُن سے پیار کرتے ہیں گھر کے سایہ میں مینہ آندھی سے محفوظ رہتے ہیں گھر کے اندر ہی بستر پر سوتے ہیں جہاں سے اُن کو یہ سب چیزیں ملیں اُسی سے اُن کو محبت کرنی چاہئیے۔ بڑے بڑے شہروں میں بعض یتیم بچے رہتے ہیں اُن کا نہ کوئی گھر ہے نہ در۔ بے گھر ہونا کتنی دکھ کی بات ہے۔

ہمارے ماں باپ گھروں میں رہتے ہیں۔ جہاں ماں باپ رہیں وہی جگہ ہمارے رہنے کے لئے سب سے بہتر ہے۔ ماں باپ کی محنت مشقت کام کاج نے ہی گھر کو بنایا ہے ماں باپ کی موجودگی کی وجہ سے ہمیں گھر سے محبت کرنی چاہئیے۔

## ہم گھر سے محبت کس طرح کریں؟

ہم گھر میں رہ کر خوشی محسوس کریں اور اپنے گھر پر صابر رہیں۔ کسی دوسرے کے گھر کو دیکھ کر بے صبر نہ بن جائیں نہ کسی راجہ کے محل کے آرام و آسائش کی پرواکریں ہمیں اپنے گھر میں ہی فخر ہونا چاہئیے خواہ وہ ٹوٹا پھوٹا جھونپڑا ہی کیوں نہ ہو۔

ہمیں چاہئیے اپنے گھر کو خوبصورت بنائیں۔ گھر میں تصاویر لٹکاتے ہیں۔ لیکن تصاویر اور اسباب سے ہی گھر خوبصورت نہیں بن جاتا۔ بلکہ ہمیں چاہئیے گھر کو صاف ستھرا رکھیں چیزیں سب ترتیب سے رکھیں۔ بچے چیزوں کو بے ترتیب پھینک دیتے ہیں انھیں چاہئیے اپنا سب سامان ترتیب سے رکھیں اپنے ماں باپ کا کہنا مانیں۔ کنبہ کے بڑے آدمیوں کے حکم کی تعمیل کریں۔ گھر میں امن رکھیں شور نہ مچائیں جس گھر میں جھگڑا ہو وہاں شانتی کہاں رہ سکتی ہے۔ خوش و خرم بچوں کے ہنستے ہوئے صاف چہرے گھر کا سب سے بڑا زیور ہے۔ جواہرات جڑائے گہنے گھر کا سنگھار نہیں ہیں بلکہ یہ خوش باش بچے ہی گھر کے جواہرات ہیں۔

# سوالات

۱۔ تم کس طرح جانتے ہو کہ گائے، بیل، چڑیا، کبوتر کو اپنے گھر سے محبت ہے؟
۲۔ گھر کس کا نام ہے۔ لوگ مال و اسباب مکانوں کو گھر کہتے ہیں؟ کیا یہ ٹھیک ہے؟
۳۔ ہمیں گھر سے کیوں محبت کرنی چاہئیے؟
(۴) جو لڑکے اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسرے کی بڑی عمارت میں رہنا پسند کرتے ہیں اُن کی بابت کیا خیال کرتے ہو
(۵) اپنے گھر کو کس طرح سجا سکتے ہیں؟
[illegible]

# صفائی

(از جناب محمد شفیع الدین قتیلؔ مدرس ماڈل اسکول نئی دہلی)

سب سے پہلے غسل خانے جائیے
سو کے اُٹھتے ہی نہانے جائیے

مَیل سے ناپاک ہوتا ہے بدن
صاف رہنا چاہئیے تن ہو کہ مَن

چادریں، تکیے، رضائی اور لحاف
ہو غرض بستر کی ہر اک چیز صاف

تن کے کپڑے صاف ستھرے ہوں تمام
دُور رکھنا ہے اگر کھانسی زکام

پھیلتی ہیں میل سے بیماریاں
صاف ہوں رُومال کُرتے ساریاں

کیوں بجھے کوئی لگے کتنی ہی پیاس
ہو نہ جب تک صاف پانی اور گلاس

ہو اگر مَیلی رکابی یا پلیٹ
اُس میں کھانے سے بگڑ جاتا ہے پیٹ

ہو اگر کھانا کھُلا رکھا ہُوا
خاک مٹی اس میں پڑتی ہے سدا

خاک مٹی کیا ہے گویا زہر ہے
اُس کا کھانا بس خدا کا قہر ہے

گھر کی موری صاف رہنی چاہئیے
بے رُکے ہر چیز بہنی چاہئیے

ہے جو گھر گندا تو گندی ہے ہوا
سونگھنا جس کا نہیں ہرگز روا

قصہ کوتہ ہے صفائی خوب چیز
صاف ستھرا آدمی ہے باتمیز

راجکمار وجے کماری کو دیکھتے ہی ایک کھسیانی ہنسی ہنس کر بولے: تمہارا بھی مزاج عجیب ہے۔ مہمانوں کو دعوت دینے کا تو شوق ہے لیکن مہمان نوازی کے طریقے سے بالکل ناآشنا ہو۔ تمھیں ہر [illegible] ہونا چاہیے کہ تمہاری سہیلی کی آج میں نے جان بچائی، ورنہ کار کی ٹکر سے ڈیوڑھی کے سنگین فرش پر گرتے ہی ان کا سر [illegible] ہو جاتا۔

**وجے کماری:** میرا خیال بہت کم ہے [illegible] آپ نے اپنی [illegible] کی [illegible] ادا کر دیا ہوگا اگر ایسا نہیں ہوا تو اب میں اپنی پیاری سہیلی کی جانب سے آپ کی اس دلجوئی [illegible] کا ہو کر آپ کو ڈیوڑھی سے یہاں تک انھیں اٹھا کر لانے میں جو کچھ مشکل پیش آئی ہو اس کا [illegible]

**راجکمار:** (جھینپ کر) تمہارے یہاں آنے سے پہلے اگر انھوں نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا ہو تو مجھ سے جیسی چاہو قسم لے لو کیونکہ ابھی ابھی یہاں سے وید جی دوا کے ذریعے انھیں ہوش میں لائے ہیں۔ ان باتوں سے کام نہ چلیگا۔ انعام دلوائیے انعام۔

**وجے کماری:** [illegible] بولیے آپ کو اس قابل انعام کام پر [illegible] کیا ملنا چاہیے۔ اچھا آپ ہی فرمائیے کیا چیز انعام میں دی جائے۔

**راجکمار:** کیوں نہیں، اس کا فیصلہ بھی میرے ہی [illegible] دیا گیا۔ اگر یہ نہیں ہے کہ بچ جانے سے [illegible] ہے تو کوئی ایسی چیز دیکر جسے پاکر میرا دل خوش ہو جائے۔

**وجے کماری:** میں منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔ میرے خیال میں جس چیز کو پاکر آپ کا دل خوش ہو وہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔

**راجکمار:** وہ کیا؟

**وجے کماری:** وہ یہ کہ میں اپنی پرانی پیاری سہیلی کو ہی آپ کی نذر کر دوں۔ کیا آپ اسے منظور کریں گے؟

راجکمار وجے کماری کے اس چٹکیلے فقرے کو سن کر محجوب ہو گئے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے ہی تھے کہ دفعتہً سرلا کمرے میں داخل ہوئی اور بولی ———

"مہارانی جی آ رہی ہیں۔ آپ ہوشیار ہو جائیے۔"

سرلا اتنا کہہ کر دروازے سے باہر نکلی ہی تھی کہ راجکمار کی ماتا مہارانی آ گئیں۔ ان کے آتے ہی راجکمار اور وجے کماری ان کے قدموں پر جھک گئے۔ انھوں نے محبت سے دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اندرا کی طرف دیکھ کر کہا ——— کیا یہ وہی لڑکی ہے جو وجے کماری کے پاس آ رہی تھی اور یکایک بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے تم کو اسے یہاں لانا پڑا؟

"جی ہاں ——— " راجکمار اور وجے کماری نے یک زبان ہو کر کہا: "اچھا وجے کماری تم یہاں سے ابھی اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میری رائے میں اس کا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔"

مہارانی کا حکم سنتے ہی وجے کماری نے بڑھ کر اندرا کا ہاتھ اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تھام لیا لیکن فوراً ہی راجکمار بولے ——— "ماتا جی! وید جی کہہ گئے ہیں کہ انھیں چلنا پھرنا مضر ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ ایسا کرنے پر پھر غشی کا دورہ پڑ جائے۔"

"نہیں ——— کیسے دورہ پڑیگا؟ اب دورہ نہیں پڑ سکتا۔ وجے کماری جاؤ اسے احتیاط سے اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

مہارانی کے دوبارہ [illegible] حکم پر راجکمار خاموش ہو گئے اور وجے کماری اندرا کو ساتھ لئے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گئی۔

## نمبر (۴)

آج تین روز سے وجے کماری کی مہمان ہے۔ اس عرصہ میں اگرچہ اس پر غشی کا دورہ نہیں پڑا لیکن اس کی صورت دیکھ کر ہر شخص یہ اندازہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ ایک مدت سے بیمار ہے۔ اس کے چہرے سے کمزوری کے آثار نمایاں طور پر نظر آ رہے ہیں۔ ہر لحظہ اور ہر ساعت اس کی صحت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اس دوران میں راجکمار کئی مرتبہ اسے دیکھنے کے لئے آ چکے ہیں لیکن وجے کماری کچھ نہ کچھ بہانہ کر کے انھیں اندرا کے پاس جانے سے روک دیتی ہے۔ ہر چند راجکمار کا اس بات پر بار بار اصرار ہوا کہ وہ صرف ایک نظر دیکھ کر ہی واپس لوٹ جائیں گے مگر وجے کماری کا ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ ابھی ابھی مشکل سے اس کی آنکھ لگی ہے۔ آپ کے پاس جانے سے اگر نیند اچٹ گئی تو تکلیف بڑھ جانے کا احتمال ہے۔ اس جواب کو سن کر اپنی آرزوؤں کو دل ہی دل میں رکھ کر راجکمار کو کتنی مرتبہ واپس لوٹنا پڑا ——— اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔

رات کا وقت ہے۔ ایک بج چکا ہے۔ راجکمار کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی ہے۔ وہ کئی مرتبہ کوشش کرنے

(باقی مضمون صفحہ ۱۳۱ پر)

## اقوالِ زرّیں

اگر تم کسی عملی آدمی کو خوش کرنا چاہتے ہو تو اس کے سامنے ان کاموں کا ذکر نہ کرو جو وہ کر چکا ہے بلکہ ان کا جو وہ ابھی اور کر سکتا ہے۔

دُنیا میں صرف ایک ہی چیز یقینی ہے۔ موت

انسان دنیا میں آتا ہے تو سینکڑوں کو ہنساتا ہے جب جاتا ہے تو سینکڑوں کو رُلاتا ہے۔

ہم دنیا میں آتے ہوئے بھی روتے ہیں اور جاتے ہوئے بھی۔

موت کے سامنے شاہ و گدا برابر ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ جس کی آخری گھڑیاں اطمینان سے گذریں۔

مصنف بننا چاہتے ہو تو پہلے طالب علم بنو۔

دنیا ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ ہر شخص جد و جہد کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ حقیقی ترقی کیا ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

عالمگیر وہی ہے جس نے اپنے نفس کو فتح کیا ہو

صحیح خیالات اور صحیح کوششیں لامحالہ صحیح نتائج پیدا کریں گی۔

حقیقی ترقی کے لئے قلب کو نورانی شعاعوں سے منور کرو۔ اور ان شعاعوں سے پوچھو کہ ترقی کیا ہے۔ تمہیں ترقی کا سیدھا راستہ مل جائے گا۔

سخاوت و صداقت لازم و ملزوم ہیں جس انسان میں سخاوت کا عنصر غالب ہو۔ اس کی فطرت میں صداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

ناراضگی پر رات نہ پڑنے دو۔

غصہ میں پہلے وہی آتا ہے جو راستی پر نہ ہو

## تجرباتِ

(از جناب سید عالم صاحب آرزوؔ۔ سہارنپوری)

میخانۂ عرفاں کے مستانے کو کیا کہئے
ہُشیار ہے دیوانہ ــ دیوانے کو کیا کہئے

اُس حاصلِ جلوہ کے افسانے کو کیا کہئے
کعبہ ہی ہے بتخانہ ــ بتخانے کو کیا کہئے

ہر حرف میں ہوں جس کے کونین کی تفسیریں
اُس دردِ محبت کے افسانے کو کیا کہئے

جل جل کے جو بجھتا ہو، بجھ بجھ کے جو جلتا ہو
اُس شمعِ تجلّی کے پروانے کو کیا کہئے

جس کا ہو ہر اک ذرّہ اک مرکزِ صد ایماں
اُس کعبہ نما دل کے بتخانے کو کیا کہئے

سب اُنکے کرشمے ہیں بیہوشی و باہوشی
ہُشیار کو کیا کہئے ۔ دیوانے کو کیا کہئے

ہستی محبت کی تفسیر اگر ہے تو یہ
ہر ذرہ ہے پیمانہ ۔ پیمانے کو کیا کہئے

آغاز۔ ازل جس کا، انجام ــ ابد جس کا
اُس سلسلۂ دل کے افسانے کو کیا کہئے

دونوں کی حقیقت میں جب ایک ہی صورت ہے
گلزار کو کیا کہئے۔ ویرانے کو کیا کہئے

چھوڑوں کسی غمگیں کے آئے نہ لبوں تک جو
اس بادۂ عشرت کے پیمانے کو کیا کہئے

آبادی بھی ہو جس کی اک منظرِ بربادی
اے آرزوؔ دل ایسے کاشانے کو کیا کہئے



## موجِ تبسم

**شوہر:۔** (گھر میں چوروں کی آہٹ سُن کر) اب اُن کے اور میرے درمیان ہتھیلی اور دماغی جنگ ہوگی۔

**بیوی:۔** لیکن تم کس قدر غیر مسلح ہو۔

**نووارد:۔** تمہاری عمر کتنی ہے؟

**مضافاتِ دہلی کا بوڑھا دیہاتی:۔** میری عمر پچانوے برس ہے۔ اور اگر اس طرح دہلی کی گھڑیاں گھٹائی بڑھائی جاتیں تو شائد میں سو برس کا ہو جاتا۔

**استاد:۔** مجھے اپنی کاپیاں دکھلاؤ۔

**موہن:۔** دیکھئے جناب۔

**استاد:۔** بیوقوف۔ تم اتنے بڑے بڑے حرف کیوں لکھتے ہو۔

**موہن:۔** تاکہ آپ کو عینکیں استعمال نہ کرنی پڑیں۔

**باپ:۔** (غصہ کی حالت میں) رتّو۔ تم ہر ایک بات کو ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہو

**رتّو:۔** ابا میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ پرماتما نے ہمیں دو کان دیئے ہیں۔

**اماں:۔** سوشیلا۔ جاؤ اور اپنا منہ صاف کرو تمہارا منہ بہت گندا ہے۔ گھنٹہ کی طرف دیکھو یہ کتنا صاف ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ تمہارا منہ بھی اتنا ہی صاف ہو۔

**سوشیلا:۔** لیکن دیکھو اماں۔ گھنٹہ کی سوئیاں کتنی سیاہ اور گندی ہیں۔

**مالک:۔** (غصہ کی حالت میں) دیکھو تم نے میرے سیکرٹری سے کہا تھا کہ تم مجھ سے زندگی اور موت کے کسی سوال پر گفتگو کرنا چاہتے ہو۔

**نوجوان:۔** ہاں جناب۔ میں آپ کی زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہوں۔

**استاد:۔** گوبند۔ مجھے کسی ایسی چیز کی مثال دو جس کے دانت نہ ہوں۔

**گوبند:۔** جناب۔ میری دادی۔

TELE. YARN. TELEPHONE, 5243.

# دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ

## ہیڈ آفس - دہلی

اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روزافزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،

اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جارہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،

زین، ٹوئل، لٹھے کورے، دھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریہ ململ، کریپ، شرٹنگ، ٹھنگ چادر پلنگ، سوزنی، تولیے روئیدار، رنگین فینسی، جھاڑن، مسہری، دوسوتی، شٹینگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی، آگرہ، رٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،

| | | | |
|---|---|---|---|
| میسرز دیاچند ہردیال | امرتسر | میسرز چندولال سورج مل | کانپور |
| میسرز دیاچند ہردیال | جموں | میسرز چندولال سورج مل | لکھنؤ |
| میسرز دیاچند ہردیال | سکھر | میسرز رامجی داس شری رام | کلکتہ |
| میسرز دیاچند ہردیال | پالی | میسرز بابو رام رام رتن | فرخ آباد |
| میسرز کنہیا لال مولا رام | جے پور | میسرز جیا رام خوشی رام | ملتان |
| لالہ کانشی رام ساہنی | پشاور | | |

نوٹ :- تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،

میسرز کھڑک سنگھ دیش راج لاہور میسرز ایس - جے - کواوپریٹو سوسائٹی کراچی

میسرز ایس - جے - کواوپریٹو سوسائٹی حیدرآباد

منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی

دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# مستقبلاتِ عالم

## دُنیا کی نشاۃ ثانیہ ۱۹۶۰ء میں

(قاضی نذیر دہلی)

(از جناب عارف میرٹھی)

یورپ جو عینی مشاہدات اور واقعات کا قائل ہے۔ اور جہاں واقعات گذشتہ کے متعلق ان کے ظہور پر جلوہ گر ہونے سے پیشتر مدبرین و سیاسیین نے پیشگوئیاں کر دی تھیں جو حرف بحرف صحیح نکلیں۔ اب وہی سائنس کی دنیا یعنی یورپ پیشگوئیوں کا بہت کچھ معتقد ہو گیا ہے۔

چنانچہ حال ہی میں مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلز نے ایک کتاب "مستقبلات کا خاکہ" یا "آئندہ واقعات کی رعیت" کے نام سے شائع کی ہے۔ فاضل مصنف نے تمام دنیا کی آئندہ تہذیب و تمدن اور نظام پر نظر پیشگوئی روشنی ڈالی ہے۔ اور نہایت دلچسپ مگر لرزہ براندام کر دینے والے واقعات کا فاضلانہ خاکہ کھینچ دیا ہے۔ یوں سمجھئے کہ واقعات مستقبل کا ایک دہشتناک مرقع ہے۔ جس میں کہیں سرخ نہریں بہتی ہوئی دکھلائی ہیں۔ کسی مجلس میں مدبرین و سیاسیین کو دنیا کی تباہی پر ماتم کرتے دکھایا ہے۔ کہیں دعویداران تہذیب و تمدن کو اس کا دامن اپنی طرف کھینچتے ہوئے پیش کیا ہے۔ کسی میدان میں پُرامن اور صلح جو اقوام کو آپس میں دست و گریبان ہوتے دکھلایا ہے۔ ناظرین کی معلومات کے لئے اس کتاب کا اقتباس پیش کرتا ہوں جو انگریزی روزنامے نے شائع کیا ہے۔

پہلے باب میں فسادات اور جنگ پر گفتگو کی ہے۔ لکھتا ہے کہ متمدن اور عالیشان شہروں کے باشندے "بم پروف" چھتوں کے نیچے دم توڑ رہے ہوں گے۔ تمام یورپ پر موت کی گیس کا ایک دائرہ قائم ہو جائے گا۔ جنگ کا ایک تباہ کن طوفان اٹھیگا۔ "تہذیب" اپنے محافظ اور دعوے داروں کی بیوفائی پر ماتم کرے گی۔ دنیا ایسی ویران ہو جائے گی کہ اس کا کوئی دعویدار ہی نظر نہیں آئے گا۔ آئندہ بیس سال کے اندر انسانیت کا حشر یہ ہوگا جو آپ نے سطور بالا میں ملاحظہ فرمایا۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ فاضل مصنف نے جنگ سے ابتدا کی ہے۔ اسی باب میں گذشتہ محاربۂ عظیم ۱۹۱۴ء کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور اپنے آپ کو ۲۱۰۰ء کا ایک مورخ تصور کرتے ہوئے اس زمانہ میں لے گیا ہے۔ یہ واقعات اور پیشنگوئیوں کا ایک دلفریب اور لرزہ خیز مرقع ہے۔ جس کی منظر کشی میں مصنف نہایت سکون و اطمینان سے بیٹھا ہوا مگر تیزی سے دور سال کے واقعات کو عبور کرتا جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ ۱۹۳۵ء میں چین اور جاپان کے مابین ایک ہولناک جنگ چھڑے گی۔ اور تمام مشرق اس میں ملوث ہو جائے گا۔ لاکھوں انسان تہ تیغ ہو جائیں۔ بعد ازاں جاپان اور امریکہ کے بحری بیڑوں کی بحر الکاہل میں مڈبھیڑ ہو گی اور ایک دوسرے پر گولہ باری کریں گے جنگ کا طوفان تمام دنیا پر ہیبت طاری کر دے گا۔ اور ۱۹۴۲ء تک گیس کی نقاب ایک عام چیز ہو جائے گی چوپاؤں کے لئے آہنی پوشاکیں ایجاد کی جائیں گی جو ان کے گرنے پر بھی ان کو زندہ رکھنے میں مدد دینگی ہوائی جہازوں سے زہریلی سوئیوں کی بارش سے بچنے کے لئے آہنی خود اوڑھے جایا کریں گے۔ موجودہ تہذیب کا عشر عشیر بھی باقی نہ رہے گا۔ بحری قزاق سمندروں میں گھوما کریں گے اور اکّے دُکّے جہاز کو لوٹ لیا کریں گے۔

لندن کے چڑیا گھر سے ایک مہلک بیماری کے جراثیم پھیلیں گے۔ دنیا کی ترقی ستارہ چھپنے کے اندر اندر ختم ہو جائے گی۔ یعنی سن ۵۵ء اور نومبر ۵۶ء میں موجودہ ترقی کا دور ختم ہو جائے گا۔ ایک بخار جو تمام دنیا میں پھیلے گا اس سے بچنے کے لئے کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکیگا۔ اس بخار کے بعد گیس کی جنگ شروع ہو گی جو دنیا کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دے گی۔ جلدی ہی وہ زمانہ آئے گا کہ لوگ ویران شہروں میں آوارہ گھوما کریں گے۔ خالی اور غیر آباد عمارات کو منہدم کر دیا جائے گا۔ سڑکیں انسانی ڈھانچوں سے پٹ جائیں گی انسان نے ابھی تک یہ محسوس نہیں کیا ہے کہ نیچر کا غصہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ ابھی زندگی میں اور لطف ہیں ۱۹۶۰ء میں لندن کی عالیشان عمارتیں اور کھنڈرات تک منہدم ہو جائیں گے۔ اور تباہ کن و خاکستر کر دینے والی آگ بھڑک اٹھے گی۔ اس کے بعد دنیا کی تباہی ختم ہو جائے گی۔ اور اس کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوگا۔ امن اور جنگ میں مزید تصادم ہوگا۔ انسانیت و تہذیب کا ایک نیا دور ہوگا۔ تعلیم عام ہو گی ضبط و نظم باقاعدہ ہوگا۔

کتاب کے ابتدائی ابواب میں عجیب و غریب نکتہ چینیاں کی گئی ہیں۔ مثلاً ونسٹن چرچل کی تاریخ جنگ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کی دلفریبی کو اس طرح اڑایا ہے کہ اس کی تاریخ کے سپاہیوں کو کھلونوں سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ اور ان کی صفوں کو اپنے قلم کی ایک ٹھوکر سے گرا دیا ہے۔

مرحوم سر ہنری ولسن کو صلح کے زمانہ میں ان کے لئے

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

کہ کاشتکاروں کے متعلق بہت سے ہندوستانی عالم (لکھتے ہیں)... پالیسٹ کے صفحہ ۳۱ پر وہ لکھتے ہیں ہیں:-

"یہ بات کہ ذرائع کاشت متعدد مقامات پر اعلیٰ معیار پر پہنچ گئے ہیں اظہر من الشمس ہے۔ چاولوں کی کاشت نے بھی ترقی حاصل کر لی ہے اور پرانی زراعتی کہاوتیں ہونگ میں پوری اتری ہیں۔ ہندوستانی ذرائع کو استعمال میں لاتے ہیں۔ ان میں کسی مزید اصلاح کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔" ہر پانچویں سال پانچ یا چھ بیلوں کا ہل ہریالی اور بیکار گھاس کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے چلایا جاتا ہے۔ ہندوستانی ہل کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے کمیشن مذکور نے لکھا ہے:-

"ہمارا خیال ہے کہ (نئی کاوزمین میں) بر قرار رکھنے کے لئے یہی موجودہ ہل کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنی نوعیت کی وجہ سے مختلف قسم کے اوزار استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہندوستانی ہل ہی موجودہ حالات میں تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بہترین ثابت ہوا ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ ہندوستانی کاشتکار نہ تو ناتجربہ کار ہے اور نہ ہی سست اور نااہل۔ باوجودیکہ گورنمنٹ نے بڑی بڑی تنخواہوں والے ماہرین ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن کاشتکاروں کو صحیح رنگ میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زراعتی کالجوں کے ڈگری یافتہ نوجوان زراعت کو بطور پیشہ اختیار نہیں کرتے۔ اور جنہوں نے ایسا کیا ہے وہ بھی تلخ تجربہ کے بعد اسکو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مزید اصلاح کی قطعاً گنجائش یا ضرورت نہیں۔ لیکن ان تمام اصلاحات کے باوجود جو سرکاری یا غیر سرکاری اصحاب دے رہے ہیں ان سے کسان کو اس قدر قلیل فائدہ ہوگا کہ وہ کسی مزید ترقی کی امید نہیں کر سکتا۔ یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ کسانوں کی غربت پرانے اصولوں کے ترک نہ کرنے اور پرانے اوزاروں کے استعمال کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ زیادہ اصلاح کے ساتھ زیادہ فائدہ بھی ہوگا۔ تب بھی افلاس قطعاً دور نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں اس کے لئے زر کثیر صرف کرنے کی ضرورت ہے جو کہ غریب کسان نہ تو خود مہیا کر سکتا ہے اور نہ کسی سے لے کر کام چلا سکتا ہے۔ اگر کاشتکاروں نے ایسی اصلاحات کے لئے روپیہ قرض نہیں تو یہاں کی غربت کا نتیجہ ہے نہ کہ اس کا سبب۔ ہر شخص جو اس مضمون سے ذرہ بھر بھی مس رکھتا ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ ہندوستان میں زراعتی پیداوار کی کمی غربت کا سبب نہیں۔ اور نہ ہی پیداوار کی زیادتی اس کے لئے فائدہ بخش ثابت ہو سکتی ہے۔

## غربت کی دوسری بیان کردہ وجہ

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ زمینوں کے یکجا جمع نہ ہونے کی وجہ سے کسان اپنی پوری توجہ اس طرف نہیں دے سکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر زراعتی زمینیں یکجا ہوں تو زیادہ فائدہ کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کسانوں کی غربت کی خاص وجہ ہے۔

زراعتی کمیشن کے اندازہ کے مطابق پنجاب میں ... زیادہ بیکار رہتا ہے۔ اس صورت میں زمین کے یکجا ہونے کی وجہ سے وقت میں تخفیف سی حالت کو زیادہ بہتر نہیں بنا سکتی ہے۔ لیکن تمام حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نقص کے دور ہونے سے صرف ۲ فیصدی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس تجویز کی وجہ سے کچھ سہولت ضرور ہو جائیگی مگر اس سے بڑی مصیبت ٹل نہیں سکتی۔ اگر ہم ان وجوہات کو معلوم کرنے کی کوشش کریں جن کی وجہ سے زمین متفرق ٹکڑوں میں تقسیم ہے تو معلوم ہوگا کہ زمین پر بوجھ اس سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے کہ لوگ بے تحاشا زراعت کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ علاوہ بریں جب کہ ورثہ تقسیم ہوتا ہے زمین کے ٹکڑے بڑھ جاتے ہیں اور اس حالت میں کوئی تبدیلی پیدا ہونے کا احتمال نہیں جب تک کہ قانون وراثت میں حسب ضرورت تبدیلی نہ کی جائے۔ بفرض محال اگر زمینوں کو یکجا جمع کر بھی دیا جائے تو ہمارے پاس اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس کے بعد اس طرح ٹکڑے نہ ہو جائینگے۔ اگر وراثت کے قانون میں تبدیلی کر کے یہ لکھ دیا جائے کہ زمین کا وارث سب سے بڑا لڑکا ہوگا تو قدرتاً بڑے بھائی کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ چھوٹے بھائیوں کو جو زمین سے محروم کر دیئے جائیں گے مناسب امداد

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

# عورت کی لاش

(از جناب ایس حامد علی گردش لکھیم پوری مصنف خوفناک تعویذ)

(خاص تیج دہلی کیلئے)

"تیج دہلی" کی کسی گذشتہ اشاعت میں میرا ایک مضمون "میرے خط کا جواب" کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ اب ایک نیا مضمون ہدیہ قارئین کرام ہے۔ جو ایک مختصر اور اچھوتا افسانہ ہے۔ اور سب سے پہلے "تیج دہلی" کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ (گردش)

...ہے تیری پاک روح اس مادی جسم کو چھوڑ کر جا چکی ... ... ... ہاں تیری روح عالم بالا میں فردوس بریں کی سیر کر رہی ہوگی ... ... ... دنیا کی ساری رعنائیاں ختم ہو چکیں ... ... ... آہ ... ... میرے لئے اب اس دنیا میں کچھ نہیں، میں نے دنیا کے عیش و آرام کو خیرباد کہہ دیا۔ اعزا و اقربا سے رشتہ توڑ لیا! دوست آشنا سبھی بیگانہ بن گئے ... ... ... اب مجھے تیری یاد میں، تیرے تصور میں اور تیری پرستش میں یہ جھونپڑی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ یہاں سکون ہی سکون ہے یہ فضا آبادیوں کی عالی شان اور قیمتی عمارتیں میری اس جھونپڑی کے مقابلہ سکون اور مسرت بہم نہیں پہنچا سکتیں ... ... ... ... جھونپڑی میں چین ہوتا۔ اور ... ... ... ... تیرے جیتی نور کا مجسم پیکر۔ یقیناً تو فطرت کے حسن کا ایک درخشندہ عکس تھی ... ... ... تیری صورت ... ... ... تیری محبت ... ... ... تجھے خبر بھی ہے کہ میری ہر ہر سانس میں تیرے حسن و محبت کا افسانہ پوشیدہ ہے۔

یہ کہہ کر فقیر اپنے مسکن میں بیٹھ گیا۔

جنگل کی خاموش فضا میں جھونپڑی کے اندر کچھ دیر تک فقیر کے لب متحرک رہے۔ اس کے بعد فقیر اٹھا۔ اور جھونپڑی کے ایک خاص گوشے میں گیا۔ زمین کو صاف کر کے کچھ مٹی ہٹائی۔ اور اپنے نحیف و کمزور ہاتھوں سے بمشکل ایک لکڑی کا صندوق نکالا۔

اب فقیر کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، جیسے اندھیری رات میں دو شعلیں روشن ہوں ... ... اور پھر چند لمحوں کے بعد فقیر کا چہرہ زرد پڑنے لگا ... ... اس نے اس میں ارتعاش پیدا ہو چلا اور ہاتھ بے قابو ہو گئے۔ صندوق کو کھولنے میں کامیاب نہ ہوا۔ عضلے نے جواب دے دیا۔ اور چند لمحوں کے لئے وہ پتھر کی مورت کی طرح ساکت و خاموش رہا ... ... جب وہ سنبھلا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے گرنے لگے۔ جن میں عشق و محبت کی لافانی داستانیں پنہاں تھیں۔ فقیر پر تھوڑی دیر تک یہی کیفیت طاری رہی ... ... ... فقیر روتا رہا۔ اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو قربان گاہ محبت پر بھینٹ چڑھتے رہے ... ... ...

... ... اب آنسوؤں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا! فقیر نے انگڑائی لی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہوئی ... ... فقیر کو اس مرتبہ اپنے جسم میں کچھ توانائی سی محسوس ہوئی ... ... اس نے صندوق کے کھولنے کا ارادہ کیا۔ فقیر اس دفعہ صندوق کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور چند منٹ صندوق کھولے بیٹھا رہا ... ... گویا وہ امکانی ضبط اور تحمل سے کام لے رہا تھا۔ اس نے زیر لب کچھ بڑبڑانا شروع کیا۔

پھر فقیر نے صندوق کے اندر ہاتھ ڈالے۔ اور کپڑے سے لپٹا ہوا ایک بلندا باہر نکال لیا۔ اور زمین پر رکھ کر جلدی سے داہنی طرف کو مڑا۔ ایک جا قوسے زمین کھود کر ایک شیشی نکالی جس میں سرخ رنگ کا ایک مرکب سیال تھا۔ اس کے بعد فقیر نے کپڑے سے لپٹے ہوئے بلندے کو کھولنا شروع کیا۔ ... ... اس بلندے سے ایک نوجوان اور خوبصورت عورت کی لاش برآمد ہوئی۔

اگرچہ اس ماہوش عورت کے مادی جسم کو اس کے عنبریں کی چمکدار ... ہی! اس کی نرگسی آنکھیں اور اس کے چہرے کا صبیح رنگ اس کے فطری حسن و جمال کے ترجمان تھے۔

عورت کے اس مردہ جسم پر فقیر نے شیشی والا مرکب سیال ملنا شروع کیا۔ (جو غالباً اس کے جسم کو خراب ہونے سے محفوظ رکھنے والی دوا تھی) جب سارے جسم پر فقیر یہ عمل کر چکا اور شیشی کو بند کر کے ایک جگہ رکھ دیا تو لاش کو صندوق کے سہارے اپنے سامنے بٹھا لیا ... ... ... اور اس کے چہرے پر اپنی آنکھیں جما دیں ... ... ...

... ... تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد عورت کی لاش میں زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے، اس کی مست اور مخمور آنکھیں کھلنے لگیں، جن کے اثر سے جھونپڑی کی فضا میں ایک مدہوش کن نشہ پھیلنے لگا اور جوں جوں لاش متحرک ہوتی گئی۔ توں توں فقیر پر بیہوشی کے آثار پیدا ہوتے گئے ... ... چند منٹ اور اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

نے اپنا اس عمل کو مستعدی سے جاری رکھا! لیکن پھر فقیر کے دل کی حرکت تیز ہو گئی اور دفعتاً ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا

تھوڑی دیر کے بعد جب فقیر کو ہوش آیا تو عورت کی لاش زمین پر ساکت پڑی تھی - اب فقیر کا جسم بہت ناتواں اور کمزور معلوم ہوتا تھا - بمشکل اپنے لرزتے ہاتھوں سے لاش کو پھر کپڑے میں لپیٹ کر صندوق میں بند کر دیا ... اور خود آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔

فقیر روزانہ یہی عمل کرتا رہا اور اسے روزانہ یہی واقعات پیش آتے رہے۔ آج کئی ہفتے گذر جانے کے بعد فقیر نے اپنا عمل حسب معمول شروع کیا۔ لیکن آج فقیر کو گذشتہ حالات کے سوا ایک خاص واقعہ سے دوچار ہونا پڑا - ... ... وہ یہ کہ جب لاش میں حرکت پیدا ہو چلی - تو فقیر پر بیہوشی کے حالات طاری نہ ہوئے۔ بلکہ لاش میں زندگی کے آثار پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ فقیر کے جسم میں طاقت و توانائی بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ لاش میں زندگی کے پورے پورے علامات پائے جانے لگے۔ لیکن فقیر کے جسم میں آج نوجوانوں جیسی طاقت و توانائی پیدا ہو گئی۔

دونوں اپنی لازوال مقناطیسی طاقت سے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے۔

فطرت ان دونوں کے ملاپ پر مسکرا رہی تھی - اور جنت الفردوس کی حوریں ان کے استقبال کے لئے صف بستہ آسمان سے پھولوں کی بارش کر رہی تھیں

اسی حالت میں اور اسی وقت جب کہ دونوں ایک دوسرے کے مد مقابل تھے - عورت کے دل میں چھپی ہوئی مدت کی محبت کی ایک آتشین

چنگاری بھڑکی اور آنکھوں کے راستہ سے التہاب کی صورت میں ظاہر ہوئی ... ... ... جس سے جھونپڑی میں آگ لگ گئی - اور یہ دونوں جھونپڑی کے اندر رہ گئے ... ... ... محبت کی غیر فانی آگ کا شعلہ عاشق و معشوق کو لے کر آسمان کی طرف اڑا ... ... ... زمین خالی کی خالی رہ گئی ... ... ... یہ شعلہ آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا چلا جا رہا تھا۔ اور آسمان سے اس زمین پر جہاں ابھی ابھی اس فقیر کا مسکن تھا۔ پھولوں کی بارش ہو رہی تھی

... ... ... آگ کا یہ شعلہ آسمان کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر غائب ہو گیا۔ اور محبت کی یہ داستان مادی دنیا سے ختم ہو گئی ... ... ... ...

... ... لیکن جہاں فقیر کی جھونپڑی تھی وہاں کبھی کبھی مشکیں پھول پائے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی خوشبو کبھی نہیں جاتی۔

# بیجاپور کی عمارتیں

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

حوض - سرائے اور دیگر عمارتیں ہیں جو شرقی طرز کے بہترین نمونے ہیں۔

بیجاپور کی یادگار عمارت سلطان محمود کا گنبد در مقبرہ ہے جو فصیل کے قریب علی پور دروازے سے پاؤ میل کے فاصلے پر داہنی طرف واقع ہے۔ یہ ایک سو مربع فٹ چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر کا دالان ۱۸۳۳۶ مربع فٹ ہے - یہ عمارت دنیا کی ڈاٹ دار عمارتوں میں سب سے بڑی ہے۔

فرش سے ۷۰ فٹ کی بلندی پر جا کر دالان گولائی میں چھوٹا ہوتا شروع ہوتا ہے اور اس کا قطر ۹۷ فٹ رہ جاتا ہے۔ یہاں اندر کی جانب چاروں طرف بارہ فٹ چوڑی گیلری ہے اس کے اوپر ۱۲۴ فٹ قطر کا گنبد ہے - اندر کی طرف سے گنبد کی اونچائی ۱۷۸ فٹ اور باہر کی جانب سے ۱۹۸ فٹ اونچا ہے

اس کے گنبد کی موٹائی تقریباً ۱۰ فٹ ہے۔

خواص خاں اور ان کے شیخ عبد الرزاق شاہ اورنگ زیب کی بیوی بیگم صاحبہ اور کشور خاں کے مقبرے بھی قابل دید ہیں۔

تاج باؤلی پاشاہی کنواں کہ دروازے میں داخل ہوتے ہی ملتا ہے۔ اس کے سامنے ایک تالاب ۲۵۰ فٹ مربع ہے جس میں مچھلیاں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اس کنوئیں کے داہنی طرف ایک ڈھکا ہوا راستہ ہے۔

دیواروں کے چاروں طرف برجوں پر بہت سی عمدہ پرانی توپیں ہیں - اوپری برج پر جو ۹۰ فٹ اونچا برج ہے - دو فولادی توپیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی ۳۰ فٹ لمبی ہے اور اس کا دہانہ بارہ انچ ہے۔

شیر برج پر ایک مشہور پرانی پیتل کی توپ ملک میدان میں رکھی ہوئی ہے جو ۱۵۴۹ء میں بنائی گئی تھی۔ یہ توپ ۱۴ فٹ لمبی ہے۔

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

آل انڈیا نیشنلسٹ کانفرنس میں اپنا خطبہ صدارت پڑھتے ہوئے مسٹر سی۔ وائی چنتامنی نے فرمایا کہ برطانوی وزیر اعظم کے فیصلہ کو تصفیہ کے نام سے پکارنا غلط ہے۔ تیسرے فریق کی موجودگی فرقہ وارانہ فیصلہ کو مشکل بنا رہی ہے۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ فرقہ وارانہ حل سلف گورنمنٹ کے قیام کی مقدم شرط ہے۔

---

میونسپل بورڈ میرٹھ نے سردار پٹیل کی خدمت میں ایک استقبالیہ ایڈریس پیش کیا جس کا جواب دیتے ہوئے سردار جی نے فرمایا کہ جب تک پنڈت جواہر لال نہرو جیل میں ہے مجھے ایڈریس دینا یا لینا ایک شرم کی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

---

۱۷ فروری کو آزاد پارک دہلی میں قومی جھنڈے کی سلامی کی رسم کے موقعہ پر صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد نے ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس میں آپ نے کہا کہ آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں ہمارے عوام پر ہی ہمارے قومی جھنڈے کی قوت کا انحصار ہے۔

---

خبر ہے کہ ہندو مہا سبھا کے اجلاس کی صدارت کے لئے جو ۱۶ مارچ کو کانپور میں ہوگا مہاتما اوتا ماکو منتخب کیا گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندو مہاسبھا کا مجوزہ ڈیپوٹیشن جو انگلستان جانے کا ہے پنڈت مالویہ۔ مسٹر سی۔ وائی چنتامنی اور مسٹر راما نند چٹرجی پر مشتمل ہوگا۔ ایک سکھ اور پنجاب کے ایک باشندہ کو شامل کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔

---

آل انڈیا شریعت کانفرنس پشاور کے سلسلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ موٹر میں ڈاکٹر خاں صاحب کے صاحبزادے سے مل کر واپس آرہے تھے کہ آپ کی موٹر کو شدید حادثہ پیش آیا جس سے آپ۔ مولانا ظفر علی اور مولانا حبیب الرحمن صاحب زخمی ہوگئے۔ مرہم پٹی کردی گئی ہے۔ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے

---

مسٹر اکھل چندر دت ممبر اسمبلی نے ایک ریزولیوشن کا نوٹس دیا ہے کہ یہ اسمبلی گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ مسٹر سرت چندر بوس ممبر اسمبلی کی رہائی کے لئے فوری کارروائی کی جائے۔

---

والیان ریاست اور وزرا کی مشترکہ کانفرنس میں والیان ریاست کے معاہدہ کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا بل کی دفعات پر کڑی نکتہ چینی کی گئی معلوم ہوا ہے کہ کانفرنس کی اکثریت کا خیال تھا کہ بل کی دفعات نہایت مایوس کن ہیں۔ ان میں ریاستوں کے ساتھ وعدوں اور معاہدات کو پورا نہیں کیا گیا ہے۔

---

میسور اور اس کے نواحی علاقہ میں یعنی ۶ میل کی دوری تک کوئی آدمی کانگریسی جھنڈا نہیں لہرا سکتا۔ ایک آدمی نے جو کانگریسی بتایا جاتا ہے جھنڈا لہرانے کی کوشش کی لیکن اسے گرفتار کر لیا گیا۔

---

مدراس سے ۶۳ میل کے فاصلہ پر موٹر کا ایک ہولناک حادثہ پیش آیا جس سے مسٹر نیرو تسے امریکن قونصل جنرل مقیم مدراس۔ اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کے مسٹر اے۔ ڈبلیو ایسٹی اور ان کی اہلیہ اور ایک مسلم ڈرائیور ہلاک ہوگئے۔

---

لکھنؤ میں سودیشی نمائش کا افتتاح کرنے کے بعد مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے گنگا پرشاد میموریل ہال میں طلبا کو ایڈریس کیا اور ہدایت کی کہ وہ وسیع النظری سے کام لیں اور دوسرے ممالک کی طرح انہیں بھی اپنے ملکی کاموں میں حصہ لینا چاہیئے۔ لکھنؤ میونسپل بورڈ کے استقبالیہ ایڈریس کے جواب میں مسٹر ڈیسائی نے میونسپل کمشنروں کو ان کے اہم فرائض کی طرف توجہ دلائی۔

---

سی۔ پی گورنمنٹ نے ایک اعلان شایع کیا ہے جو ظاہر ہے کہ وزیر ہند نے اس صوبہ میں ہائیکورٹ کے قائم کرنے کے متعلق حکومت سی۔ پی کی تجویز منظور کرلی ہے۔

---

موضع دوگٹ۔ تھانہ بنولی ضلع میرٹھ سے ایک سنسنی خیز مسلح ڈاکہ کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بندوقوں اور پستولوں سے مسلح تیس ڈاکو گذشتہ رات ایک رئیس مسمی پہلاد سنگھ کے مکان میں گھس گئے۔ مقابلہ آرائی میں ڈاکوؤں کی گولی سے ایک آدمی ہلاک ہوگیا اور چار شدید مجروح ہوئے۔ ڈاکو زیورات کے علاوہ چالیس ہزار روپیہ نقد لے کر فرار ہوگئے۔

---

ستارپور اور سندکی کے درمیان ہیڈن کیمپ پر ۱۲۱ اپ ایکسپریس۔ مال گاڑی اور ۱۶ ڈاؤن ایکسپریس ٹرین کے درمیان تصادم ہوگیا۔ ایکسپریس ٹرین کے ۷ مسافر زخمی ہوگئے۔ مین لائن رک گئی اور پھر رات کو گاڑیاں چلنی شروع ہوئیں۔

---

شری سیٹھ جیرام داس دولت رام گاندھی جی کی گرام سدھار سکیم کے سلسلہ میں دیہات کا دورہ کر رہے ہیں۔ آپ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں عورتوں کو دو پائی روزانہ سے لے کر دو پیسہ روزانہ تک پر گذر کرنی پڑتی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک اسکیم تیار کر رہے ہیں کہ تھر پارکر اور سکھر میں دیہات کے کام کے مرکز تیار کئے جائیں۔

---

اسمبلی میں سر جیمز گرگ نے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے لئے سرکاری بجٹ پیش کر دیا۔ اگرچہ بجٹ میں بچت دکھائی گئی ہے۔ مگر ۱۹۳۶ء کے آخر میں صرف چار لاکھ روپیہ کی بچت ہوگی۔ بجٹ میں سونے کی برآمد کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اس پر اظہار مسرت کیا گیا ہے اور اسے ہندوستانیوں کی فارغ البالی کی دلیل بتایا گیا ہے۔

---

علاقہ سار کو جرمنی کے سپرد کرنے کے متعلق اب جملہ انتظامات ہوگئے ہیں۔ پریذیڈنٹ بین الاقوامی لیگ۔ سار کمیٹی اور لیگ کے دیگر نمائندے سار پہنچ رہے ہیں۔ اب سار کی باضابطہ واپسی کا اعلان کر دیا جائیگا

---

ضلع مینپوری سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں پولیس نے موضع گھنگنڈا کے باشندگان پر گولی چلادی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس ایک گرفتار شدہ شخص اور مال مسروقہ کے ساتھ واپس آرہی تھی کہ گاؤں والوں نے پولیس کو گھیر لیا اور گرفتار شدہ شخص کو رہا کرا لیا۔ اس پر پولیس نے گولی چلادی۔ کئی افراد شدید مجروح ہوئے۔ (ا۔پ)

---

ہندو مہاسبھا کی استقبالیہ کمیٹی نے اپنی ایک میٹنگ میں کانپور میں ہونے والے ہندو مہاسبھا کے اجلاس کی صدارت کے لئے پنڈت مالویہ کو منتخب کیا ہے۔ اجلاس ۱۶ مارچ سے کانپور میں ہوگا۔

---

جنیوا میں جھیل لیمن کے کنارے سینیٹوریم کے نزدیک جہاں سورگیہ پٹیل کی موت واقع ہوئی تھی ان کا مجسمہ نصب کرنے کے لئے حکام نے اجازت دے دی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ بت کی نقاب کشائی کی رسم شری سیٹھ سبھاش چندر بوس اکتوبر کے آخری ہفتہ میں ادا فرمائیں گے۔

---

اسمبلی میں سر جیمز گرگ نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس پر قوم پرست حلقوں میں زبردست اظہار بے اطمینانی کیا جارہا ہے۔ ان حلقوں کا خیال ہے کہ بجٹ میں غریبوں کی نسبت امیروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

تقریباً دو ہفتہ لاہور میں قیام کرنے کے بعد ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگئے۔ لاہور کے طلبا کو لاجپت رائے بھون میں ایڈریس کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اپنے سامنے تکمیل کا آدرش رکھو۔ خوف کو دل سے نکال دو اور محبت کو جگہ دو۔ اور زندگی کو پُر کیف بنانے کی کوشش کرو۔

---

انڈیا بل کے متعلق والیان ریاست کی کانفرنس کے فیصلہ سے لندن کے سیاسی حلقوں میں بڑی بے چینی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ چنانچہ نیوز کرانیکل کا لندنی نامہ نگار لکھتا ہے کہ برطانوی کابینہ کی میٹنگ میں اس تجویز پر غور کیا گیا کہ آئندہ ماہ لندن میں والیان ریاست اور حکومت برطانیہ کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کی جائے۔

---

صوبہ یو۔ پی کے مختلف اضلاع کی ایک میٹنگ زیر صدارت کپتان راجہ درگا نرائن منعقد ہوئی۔ اور یو۔ پی پراونشل اینٹی کمیونل ایوارڈ لیگ قائم کی گئی۔ جس کے صدر راجہ تراوہ اور وائس صدر پنڈت مالویہ مقرر ہوئے۔ مسٹر چنتامنی سیکرٹری بنائے گئے۔

---

لائلپور کی خبر ہے کہ بیلگاڈن کمپنی کے سات گودام۔ ساٹھ من جوٹ۔ ایک انجن اور تین مال خانے نذر آتش ہوگئے۔ فوج اور پولیس کو آگ بجھانے کے لئے بلایا گیا۔ آگ لگنے کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی۔ کثیر نقصان کا اندازہ کیا جارہا ہے۔

---

بنارس کاٹن اور سلک ملز کے ملازمین پر ایک نوٹس تعمیل کیا گیا ہے کہ یکم اپریل سے ملز کو ان کی ملازمتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مالکان ملز نے کاروبار بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

---

بمبئی کرانیکل کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ حکومت بمبئی اس بات پر غور کر رہی ہے کہ بمبئی پریذیڈنسی کے کسانوں کو گرام سدھار سکیم کا شکار ہونے سے کس طرح بچایا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مہاتما گاندھی کی سکیم کے مقابلہ پر گورنمنٹ اپنی سکیم تیار کرے گی۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ بمبئی کسانوں میں پرچار نہیں ہونے دیگی۔ اگر مہاتما جی اور دوسرے کانگریسی لیڈران نے بمبئی پریذیڈنسی کے کسانوں میں اپنی سکیم کے سلسلہ میں پرچار کیا تو انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ حکومت اس کوشش میں ہے کہ باہر کے لیڈروں کو پرچار کے لئے پریذیڈنسی میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔

BHARAT AGUE SPECEFIC
TRADE MARK
REGD.

# فلمستان

(تیجھلے صفحہ سے)

اور انگلستان، امریکہ وغیرہ یورپین ملکوں میں فلموں سے ملک و قوم کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تمدن کو ترقی دینے کا کام لیا جاتا ہے۔ [illegible] کے وزیر تعلیم ریشیں یورپ [illegible] ان کے ماتحت جرمنی کے [illegible] پچاس ہزار سے سینما میں [illegible] چنانچہ اس اسکیم پر عمل درآمد کیا جا [illegible] ہے کہ فروری کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے جرمنی کے دو ہزار اسکول [illegible] بن جائیں گے اور تعلیم فلموں کے ذریعہ ہوگی۔ اور یہ تعلیم کا ایسا ڈھنگ ہے کہ اس تعلیم میں آسانی اور جاذبیت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن ہندوستان میں فلم اب تک لہو و لعب بنا ہوا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اکثر فلموں کے مناظر اخلاق و معاشرت کو چیلنج کرنے میں اب تک ہندوستان میں جو فلم تیار کئے گئے ہیں وہ ان چار انواع کے ماتحت آتے ہیں۔

(۱) تاریخی۔ (۲) مذہبی۔ (۳) معاشرتی اور (۴) افسانوی۔

تاریخی اور مذہبی فلم عموماً طوالت کا [illegible] اور ان کی ناکامی کی ذمہ داری ان کے مصنفوں کے سر [illegible] ہوتی ہے جو تاریخ سے واقف [illegible] ہیں اور نہ مذہب کی صحیح سپرٹ اور معلومات کو [illegible] سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے فلم [illegible]

اور [illegible] خاص طور پر [illegible] ترقی کرتی ہیں۔

معاشرتی فلم بھی [illegible] نہیں کر سکے اور بہت کم ایسے [illegible] ہیں جن میں ہماری رسومات و حالات کی صحیح [illegible] ہو۔ اور [illegible] نظر کے مناظر پیش کئے جاتے ہیں۔ افسانوی فلموں کا تو کیا ذکر ہے؟ بدقسمتی سے ہندوستان میں زیادہ تر افسانوی فلم تیار کئے جاتے اور دکھائے جاتے ہیں۔ افسانوں میں بھی معاشرت پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہندوستانی فلموں کا رنگ عدالتوں سے بہت [illegible] کوئی سبق نہیں مل سکتا۔

## ضرورت

اقتصادی نقطۂ نظر سے فلم سازی کو ہندوستان کے لئے مفید سمجھتی ہوں۔ اور یہ بہت سے لوگ اس سے متعلق ہوں گے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ فلم سازی کو اس صنعت سے زیادہ ترقی دے کر زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ میرے خیال میں ہندوستانی فلم سازی کی ترقی کے لئے حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں۔

(۱) کوئی وجہ نہیں کہ سوسائٹی کا جو طبقہ [illegible] ہو تو عملی میدان میں اشتراک و تعاون سے احتراز کرے۔

(۲) تعلیم یافتہ افراد کو فلم سازی کی صنعت میں تعاون کرنا چاہیئے۔

(۳) اداکاروں کی عام معاشرت بلند ہونی چاہیئے۔ اور عموماً اداکار تعلیم یافتہ طبقہ سے لئے جائیں۔

(۴) ڈائرکٹر نہ صرف تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ کے ہوں۔ بلکہ ان کے انتخاب کا ایک معیار مقرر ہونا چاہیئے۔

(۵) "سینری" ملک کے مشہور اہل قلم اور اہل علم سے حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

(۶) زیادہ تر معاشرتی اور تعلیمی فلم تیار کئے جائیں۔ تاریخی فلم بھی تیار کئے جائیں۔ بشرطیکہ ان کا مصنف تاریخ پر پوری طرح عبور رکھتا ہو۔ اور فلم فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھانے کی بجائے [illegible] اور تعلقات کی ترقی کا باعث ہوں۔

(۷) افسانوی فلم اگر افسانوں کی صورت میں اخلاق و معاشرت تعلیم و تربیت اور اتحاد و خوشدلی کے درس مقصود ہوں تو بنائے جائیں ورنہ لہو و لعب کے لئے کیمرہ قلم بند کر دیئے جائیں۔

یہ ہیں چند امور جو تمام حامیان فلم کے لئے قابل توجہ ہیں۔ میں نے ہندوستانی فلموں پر بہت ہی اختصار کے ساتھ بعض خیالات ظاہر کر دیئے ہیں اگر موقع ملا تو اشاعت میں آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

پیار کی مار فلم کا ایک سین

(سپاہیر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز دہلی)

کلکتہ کی مشہور فلم سٹار مس سردار

آپ نے کلکتہ کی کئی مشہور فلموں میں لیڈنگ پارٹ ادا کیا ہے۔

وسنت سینا فلم کا ایک سین

(بنگال ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز دہلی)

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

شاہ سیام
جو تاج و تخت سے دست بردار ہو گئے ہیں

سر فضل حسین
آپ حکومت ہند کی اگزیکٹیو کونسل سے ریٹائر ہورہے ہیں

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ
جنہوں نے برطانیہ کی مدافعتی پالیسی پر وائٹ پیپر شائع کیا ہے

ہر ہٹلر
جنہوں نے دعوے کیا ہے کہ میں دنیا میں امن چاہتا ہوں

مسٹر سرینواس شاستری
جنہوں نے کہا ہے کہ فیڈریشن قابل قبول نہیں ہے

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی
جنہوں نے لکھنؤ سودیشی لیگ کے جلسہ میں نہایت فاضلانہ تقریر کی

لالہ شری رام
ممبر انڈین ڈیلیگیشن انگلستان جسکی رپورٹ اس ہفتہ میں شائع ہوئی ہے

بابو راجندر پرشاد
آپ سارے ہندوستان کا دورہ کرنے والے ہیں

پراسپکٹس کی ایک نقل بموجب دفعہ ۹۲ (۲) ایکٹ ۷ آف ۱۹۱۳ء فائل کی جا چکی ہے۔

# ستلج کوٹن ملز لمیٹڈ

(قائم شدہ زیر انڈین کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء)

منظور شدہ سرمایہ ... ... ... ... ۲۵،۰۰،۰۰۰ روپے

جو دس دس روپے کے ۲ لاکھ ۲۵ ہزار حصص میں منقسم ہے،

اس وقت صرف پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کے ایک لاکھ پچاس ہزار حصص جاری کرنا تجویز کیا گیا ہے،

ڈھائی روپیہ فی حصہ درخواست کے ہمراہ اور ڈھائی روپیہ فی حصہ الاٹمنٹ پر اور بقایا حسب ضرورت ڈائرکٹران کمپنی ہذا ادا کرنا ہوگا، جاری شدہ سرمایہ کا تقریباً ۲۵ فیصدی مینجنگ ایجنٹس، ڈائرکٹرز اور ان کے دوستوں نے خریدنے کا وعدہ کر لیا ہے، جنرل میٹنگ میں ووٹ کا حق فی آرڈنری حصہ ایک ووٹ ہے، اس وقت ترجیح فاؤنڈرز یا مینجمنٹ کے حصص جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں،

## ڈائرکٹرز

(۱) مسٹر جی ۔ڈی برلا آف برلا برادرز لمیٹڈ

(۲) آنریبل رائے بہادر لالہ رام سرنداس سی آئی ای ۔ لاہور

(۳) مسٹر بشمبر لال ہیشوری سوداگر آف بمبئی،

## بینکرز

امپیریل بنک آف انڈیا ، دی سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ

آڈیٹرز:۔ میسرز ایس ۔آر۔ باٹلی بوائے اینڈ کمپنی کلکتہ

مینجنگ ایجنٹس :۔ میسرز برلا برادرز لمیٹڈ آف کلکتہ ، بمبئی ، دہلی وغیرہ

رجسٹرڈ آفس :۔ سبزی منڈی دہلی ،

## پراسپکٹس

کمپنی ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری کی گئی ہے ، جو میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج ہیں ، پراسپکٹس کے ہمراہ میمورنڈم بھی چھپا ہے ، جو اس کا ایک جزو ہے کمپنی کا خاص مقصد پنجاب میں جہاں خام مال مہیا ہوتے اور کپڑا فروخت ہونے کی سہولتیں ہوں ، کوٹن اسپننگ اینڈ ویونگ ملز قائم کرنا ہے،

ایسے اصحاب کمپنی کی ڈائرکٹری کے مستحق ہو سکتے ہیں ، جن کے نام میں کم از کم دس ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص ہوں ، لیکن مینجنگ ڈائرکٹرز کو وہ ایسے ڈائرکٹرز منتخب کرنے کا حق حاصل ہے ، جن کے نام میں متذکرہ بالا حصص کا ہونا ضروری نہیں ۔ اور نہ ہی ترتیب کے لحاظ سے ریٹائرڈ ہوں گے ، اور نہ ہی یہ ڈائرکٹروں کی ریٹائرڈمنٹ کی ترتیب کا فیصلہ کرنے میں شمار کئے جائیں گے مینجنگ ایجنٹس کا مقرر نمائندہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیئرمین ہوگا ،

ڈائرکٹروں کی تعداد تین سے کم اور سات سے زیادہ نہ ہوگی ،

ڈائرکٹروں کو ہر میٹنگ میں شامل ہونے پر پچیس روپیہ فی کس ملیں گے ، دیگر آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں متذکرہ ڈیوٹی کے علاوہ اگر ڈائرکٹرز کمپنی کا کوئی اور کام کریں گے ، تو ان کو اس کا معاوضہ ملے گا ، ڈائرکٹروں کو میٹنگ کے سلسلہ میں سفر خرچ اور اخراجات ہوٹل بھی ملیں گے ، اور دیگر اخراجات بھی جو کمپنی کے لئے ہوئے ہوں ملیں گے ،

مندرجہ بالا اصحاب نے کمپنی کا ڈائرکٹر بننا منظور کر لیا ہے ، کمپنی کے مینجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ہوں گے ، جن کا ہیڈ آفس ۸ رائل اکسچینج پلیس کلکتہ میں ہے ،

کم از کم سرمایہ جس کے وصول ہو جانے پر ڈائرکٹر الاٹمنٹ شروع کریں گے ، منظور شدہ سرمایہ کا پانچ فیصدی ہے ، کمپنی نے ابھی تک کوئی جائداد نہیں خریدی ہے ، اور نہ ہی جائداد حاصل کرنے کا ابھی تک کسی کے ساتھ اگریمنٹ کیا ہے حصص فروخت کرنے پر زیادہ سے زیادہ دو فیصدی تک کمیشن دیا جا سکتا ہے ،

ابتدائی اخراجات کا تخمینہ تین ہزار روپیہ کا ہے ،

آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی رو سے کمپنی کا کاروبار بورڈ آف ڈائرکٹرز کی نگرانی میں مینجنگ ایجنٹس انجام دیں گے ، کمپنی کے اول مینجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ یا ان کے نمائندے یا ان کے دیگر منتخب شدہ اصحاب ہوں گے ، جو اسی نام سے یا کسی دیگر نام سے کاروبار چلا سکیں گے ، کمپنی کے اول مینجنگ ایجنٹس تاوقتیکہ وہ خود مستعفی نہ ہوں ، کمپنی کی قائمی سے پچیس سال تک کمپنی کے مینجنگ ایجنٹس رہنے کے مستحق ہوں گے ، اس مدت کے بعد بھی آئندہ پچیس سال اور اس کے بعد بھی کمپنی کا مینجنگ ایجنٹس رہنا ان کی مرضی پر ہوگا ، تاوقتیکہ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج شدہ کلاز نمبر ۱۰۲ کی رو سے ایکسٹرا آرڈنری میٹنگ میں ریزولیوشن کے ذریعہ ان کو علیحدہ نہ کر دیا جائے ،

جب تک ملز میں اسپنڈلز اور لومز کی تعداد بالترتیب دس ہزار اور اڑھائی سو رہیگی ، مینجنگ ایجنٹس کو پانسو روپیہ ماہوار ملے گا ، اور جب یہ تعداد بڑھ جائے گی ، ایک ہزار روپیہ ماہوار ملیگا علاوہ ازیں مینجنگ ایجنٹس کو کمپنی کی کل فروخت پر دو فیصدی کمیشن بھی ملے گا ، مندرجہ بالا شرائط کے لئے کمپنی اور مینجنگ ایجنٹس کے مابین ایک شرائط نامہ ہوگا ، مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں کو کمپنی کا معاوضہ ملے گا ،

(۱) مسٹر جی ۔ڈی برلا بحیثیت مینجنگ ڈائرکٹر آف میسرز برلا برادرز لمیٹڈ جو کمپنی ہذا کے مینجنگ ایجنٹس ہیں ،

(۲) مسٹر بشمبر لال ہیشوری کو مینجنگ ایجنٹس کے معاوضہ دو روپیہ سینکڑہ میں سے چار آنے کا حصہ ملے گا ،

(۳) ان کے علاوہ کسی دیگر ڈائرکٹر کا پروموشن یا کمپنی کی پروپرٹی میں کوئی مفاد نہیں ،

(۴) کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی نقل کمپنی کے رجسٹرڈ آفس دہلی میں دوران ایام کارکردگی دیکھی جا سکتی ہے ،

جی ۔ڈی برلا | بشمبر لال ہیشوری
---|---
رام سرنداس | گلاس گر جیتیا

# مسٹر محمد علی جناح

انہوں نے فرقہ وارانہ مسئلہ کا ایک ایسا حل تلاش کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جو تمام متعلقہ جماعتوں کو مطمئن کر سکے۔ افسوس ہے کہ اپنی بہترین کوششوں کے باوجود ہم ایسا فارمولا حاصل نہ کر سکے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور تمام ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ ہم صرف یہی امید کر سکتے ہیں کہ بعض ایسی طاقتیں پیدا ہوں گی جو مستقبل میں ایسی کوشش کو کامیاب بنا سکیں گی۔"

مندرجہ بالا الفاظ صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد اور مسٹر جناح کے اس مشترکہ بیان کے ہیں جو ان حضرات نے فرقہ وارانہ سمجھوتہ کی پوری کوشش کرنے اور اس میں ناکامیاب ہونے کے بعد شائع کیا ہے۔ مسٹر جناح ہندوستان میں ایک سربرآوردہ شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے طبقہ میں ان کی بات کا اثر ہوتا ہے اور احترام کیا جاتا ہے۔ اور غالباً یہ صحیح بھی ہے کہ مسٹر جناح اگر چاہیں اور کوشش کریں تو مسلمانوں کے فرقہ پرست طبقہ کو راہ راست پر لا کر اسکو قومی جدوجہد کی راہ پر لگا سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ راجندر جناح گفت و شنید پر سارے ملک کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ ناکامیاب ہو گئی۔

ملک کی موجودہ سیاسیات میں مسٹر جناح کو دو طرح اہمیت حاصل ہے۔ ایک تو یہ کہ جیسا اوپر کہا جا چکا ہے فرقہ پرست مسلمان ان کی بات مان لینے کو تیار ہو سکتے ہیں دوسرے یہ کہ اسمبلی میں آپ انڈیپنڈنٹ پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اور اس جماعت کی موجودہ حیثیت وہی ہے جو برطانوی پارلیمنٹ میں ایک مدت تک لبرل پارٹی کی رہی ہے۔ یعنی "حکومت" اور "مخالفت" میں جس کو یہ پارٹی ووٹ دیدے اسی کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے۔

"راجندر جناح گفت و شنید کی کوئی تفصیلات پبلک میں نہیں آئیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ناکامیابی کا سبب کیا ہوا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ دونوں لیڈر ذاتی طور پر ایک فارمولا کے متعلق اتفاق رائے ہو گیا تھا۔ مگر دوسرے لوگوں نے اس سے اختلاف کیا۔ بہر حال اس ناکامیابی پر سارے ملک کو افسوس ہے اور اس سلسلہ میں سردار سردول سنگھ کے بیان سے چند الفاظ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

"ہر وہ شخص جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ راجندر جناح گفت و شنید کی ناکامی سے رنجیدہ ہوا ہوگا۔ لیکن جس شخص کو اس گفت و شنید سے قریبی تعلق رکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ فریقین کے خلوص اور نیک نیتی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پنجاب کے ہندوؤں کو مرحبا جنہوں نے راجہ نریندر ناتھ کی سرکردگی میں شروع میں ہی یہ کہدیا کہ اگر مشترکہ انتخاب حاصل ہو سکتا ہے تو ہم ہر معقول قربانی کے لئے تیار ہیں۔"

مسٹر جناح اگرچہ اپنے طریقہ پر آزادیٔ ہند کے نام لیوا ہیں مگر انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس میں کبھی شرکت نہیں کی۔ ان کے بعض اصول اور عمل سے صرف کانگریسی لوگوں ہی کو نہیں بلکہ قوم پرست مسلم جماعت کو بھی شدید اختلاف رہا ہے۔ بہر صورت ہم ان اختلافات پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کی زندگی اور اس کے کارناموں کے مختصر حالات ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔

مسٹر جناح بمبئی کے ایک مشہور اور سربرآوردہ بیرسٹر ہیں۔ آپ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کراچی اور اعلیٰ تعلیم انگلستان میں حاصل کرنے کے بعد بیرسٹری پاس کی اور ۱۸۹۶ء میں بمبئی ہائیکورٹ کے ایڈوکیٹ کی حیثیت سے قانونی پیشہ شروع کیا۔ طبعی ذہانت اور قانونی و آئینی قابلیت کے باعث آپ نے بہت جلد ترقی کی اور نام و نمود حاصل کر لیا۔ ۱۹۰۶ء میں آپ دادا بھائی نوروجی کے پرائیویٹ سیکرٹری ہوئے اور اس کے بعد ۱۹۱۰ء میں آپ امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے اور ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ پاس ہونے کے بعد آپ نے پروٹسٹ کے طور پر ممبری سے استعفا دیدیا اور وائسرائے کو ایک خط میں لکھا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں میں کونسل میں اپنے برادران وطن کے لئے کسی کام کا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خود داری کے پیش نظر ایسی حکومت کے ساتھ تعاون ممکن ہے جو لوگوں کے نمائندوں کے ساتھ کونسل چیمبر کے اندر اور باہر عامہ کے ساتھ اس کے باہر ایسی بے پرواہی برتتی ہے:

مسٹر جناح مسلم لیگ کے اجلاس ۱۹۲۰ء کے صدر ہوئے اور آپ نے ۱۹۲۳ء میں اصلاحات کی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر ۱۹۲۶-۲۷ء میں سینڈہرسٹ کمیٹی کے ممبر ہوئے۔ اسمبلی میں انڈیپنڈنٹ پارٹی کے لیڈر آپ پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ آپ پہلی گول میز کانفرنس میں ہندوستانی ڈیلیگیٹ ہو کر گئے تھے لیکن افسوس ہے کہ وہاں بھی آپ کا بعض طرز عمل ہندو مسلم مفاہمت کی راہ میں مفید ثابت نہیں ہوا۔ آپ نے ۱۹۱۶ء میں بھی مسلم لیگ کی صدارت کی اور ۱۹۳۴ء کے اجلاس کی صدارت کے لئے بھی آپ ہی منتخب کئے گئے ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں جو آل پارٹیز کانفرنس ڈاکٹر انصاری کے زیر صدارت کلکتہ میں منعقد ہوئی، جس میں مسٹر جناح بھی شریک تھے لیکن آپ نے اس کی بعض پاس شدہ تجویزوں سے سخت اختلاف کر کے دہلی میں اپنے مشہور "چودہ نکات" پیش کئے۔ غالباً ہندوستان کے فرقہ پرست مسلمانوں کی نظر میں مسٹر جناح کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ بھی ہوگا۔ مگر ان چودہ نکات سے کانگریس تو ایک طرف قوم پرست مسلمانوں نے بھی کبھی اتفاق نہیں کیا ہے اور صرف چند فرقہ پرستوں کے سوا ہندوستان میں خود وسیع النظر مسلمان بھی ان کو متحدہ قومیت کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔ وہ چودہ نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہندوستان کا آئندہ دستور اساسی وفاقی (فیڈرل) یا جسے بعض لوگ ترکیبی بھی کہتے ہیں، ہوگا جس میں صوبوں کی حکومتوں کو خود مختار اور فیصلہ کن اختیارات حاصل ہوں

(۲) ہندوستان کے ہر صوبہ کو مساوی خود مختاری حاصل ہو۔

(۳) ملک کی تمام مجالس قانون ساز اور منتخبہ جماعتوں کی تاسیس از سر نو اس اصول کے مطابق کی جائے کہ ہر صوبہ میں اقلیت کی موثر اور کافی نمائندگی ہو۔ اور کہیں کسی اقلیت کی اکثریت یا مساویانہ حیثیت میں تبدیل نہ ہو جائے (۴) مرکزی مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی کسی حالت میں ⅓ سے کم نہ ہو۔

(۵) فرقہ وارانہ جماعتوں کی نمائندگی موجودہ طریقہ کے مطابق جداگانہ نیابت کے ذریعہ بدستور قائم رہے لیکن ہر ملت کے لئے ہر وقت یہ کھلا رہنا چاہیئے۔ کہ وہ جس وقت چاہے جداگانہ انتخاب کو ترک کر کے مشترکہ اختیار کرے (۶) اگر کسی زمانہ میں کسی صوبہ میں از سر نو حلقہائے انتخاب بنائے جائیں تو صوبجات بنگال، پنجاب اور سرحد میں مسلمانوں کی اکثریت پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔

(۷) ہر ملت کی کامل مذہبی آزادی یعنی عقائد، عبادت کی مراسم، تبلیغ، روایات اور تعلیم کی آزادی حاصل ہو۔

(۸) کسی مجلس قانون ساز یا انتخابی جماعت میں کوئی ایسا مسودہ قانون قرارداد یا تجویز یا اس کا کوئی حصہ منظور نہ کیا جائے اگر کسی ملت کے تین چوتھائی نمائندوں نے یہ شکایت کی کہ اس سے ان کی قوم کو نقصان پہنچے گا یا اسی قسم کا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے گا جس پر عمل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو (۹) سندھ کو صوبہ بمبئی سے الگ کر دیا جائے۔

(۱۰) صوبہ سرحد میں بھی اسی پیمانہ پر اصلاحات نافذ کی جائیں جس پیمانہ پر دیگر صوبوں میں نافذ ہوں۔

(۱۱) دستور اساسی میں اس قسم کی کوئی تجویز ہونی چاہیئے جس کے مطابق سرکاری ملازمتوں میں اور مقامی اداروں میں مسلمانوں کو بھی قابلیت وغیرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے کافی حصہ ملے؛

(۱۲) دستور اساسی میں مسلمانوں کے مذہب، تمدن اور شریعت (پرسنل لا) کے تحفظ کا خیال ہونا چاہیئے اور مسلمانوں کی تعلیم، زبان، مذہب، شریعت، خیراتی اداروں کے لئے سرکاری یا مقامی حکومت کی امداد میں کافی حصہ ملنا چاہیئے۔

(۱۳) وزارتوں میں خواہ وہ صوبہ کی ہوں یا مرکز کی مسلمان وزراء کی تعداد ...

## نمبر (۱)

اگرچہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں پر خواہ وہ کتنی ہی رقباتی وسعت اور مردم شماری کے اعتبار سے یورپ کی بعض سلطنتوں کے مساوی ہی کیوں نہ ہوں، بادشاہت کا اطلاق تو نہیں ہو سکتا، اور نہ یادہ وہ مشرقی سلطنتوں کے خود مختار صوبوں کی سی حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم جہاں تک متوسلین ریاست کی اندرونی زندگی اور انتظامی حالت کا تعلق ہے۔ ایک حد تک ان پر بھی ملکی حکومت کا اطلاق ہو سکتا ہے جو مشرق کی کثیر التعداد چھوٹی چھوٹی تاریخی بادشاہتوں پر پوری حاوی ہیں اور اگر ان کے سیاسی تصورات میں وسعت پیدا کر دی جائے تو یقیناً ان کو سلطنت کا رتبہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

وہ یونان جو اپنی دیرینہ تہذیب و شائستگی، تعلیم و حکمت اور اخلاقی و سیاسی عروج و زوال کی وجہ سے تمام دنیا کے لئے قابل تقلید نمونہ رہا ہے۔ اس کی سلطنت کے حدود اربعہ اور اس کی طاقت بہت محدود تھی۔ البتہ اس کے سیاسی تصورات وسیع تھے۔ روم کے ملک کے جو حالات لاتیوی اور دیونیس نے اپنی اپنی تاریخوں میں شاہ سروئیوس ٹلس کے عہد کے لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساحل سمندر پر ۳۰ میل طویل اور ۱۲ میل عرض میں تھا۔ ۱۹۰۸ء میں فرانس کی سلطنت کا کل رقبہ دار السلطنت پیرس کے گرد دس دس میل ہی کا تھا جس پر فلپ اور اس کے بیٹے لوئیس ہشتم نے ۱۲۲۳ء تک بڑے دھڑلے سے حکمرانی کی۔ موجودہ زمانہ کی آزاد بادشاہتیں، البانیہ، یونان وغیرہ اور دوسری بلقانی ریاستیں زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ترکی شہنشاہیت کی اسی طرح حکمبردار تھیں جس طرح ہندوستان کی موجودہ ریاستیں برطانوی شہنشاہیت کے زیر اثر ہیں اور ان ہی حالات کے پیش نظر وقتاً فوقتاً بعض بڑے بڑے والیان ملک کو ہندوستان و انگلستان میں بادشاہ قرار دینے کی تحریکیں ہوتی رہتی ہیں آجکل بھی لندن کے مشہور اخبار "سنڈے ایکسپریس" کے حوالے سے ہندوستان کے مختلف اخبارات میں یہ خبر بڑے شد و مد کے ساتھ گشت لگا چکی ہے کہ ملک معظم کی سلور جوبلی کے موقع پر ہندوستان کے پانچ والیان ریاست کو "ہز مجسٹی" کا خطاب دیکر ان کی ریاست کو سلطنت کا مرتبہ عطا کیا جائیگا جنمیں سب سے پہلا نام نظام حیدر آباد کا ہے اور اس کے بعد علی الترتیب مہاراجہ گائیکواڑ آف بڑودہ، مہاراجہ میسور، مہاراجہ کشمیر اور مہاراجہ گوالیار بادشاہ قرار پائیں گے جس کے بعد ملک معظم کا لقب بجا طور پر "شہنشاہ ہند" ہو سکے گا۔ بعض اخبارات نے اس اطلاع [illegible]

پر یہ نزاکت رحمت ہوگی یا ہونا چاہئیے۔ اور ان فرمانرواؤں کو جو فی الحال صرف "ہز ہائینس" کہلاتے ہیں۔ اس موقع پر "ہز اگزالٹڈ ہائی نس" بنایا جائے اور ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام کو ہز مجسٹی، اس کے جلدی دوسرے موقعہ پر بقیہ اصحاب، ہز اگزالٹڈ ہائی نس سے ہز مجسٹی ہو سکتے ہیں ایسا ہو یا نہ ہو، مہاراجگان و نوابان ہند ہز مجسٹی بنیں یا صرف "راجہ" کہلائیں۔ بہر صورت ان کی صحیح پوزیشن جو، اب ہے وہی تخاطب کے اصطلاحی تغیر کے بعد بھی رہے گی۔

اپنی اپنی ریاستوں میں ان کو جس نوع کے انتظامی اور داخلی اختیارات حاصل ہیں وہ ابھی اتنے کافی اور وسیع ہیں کہ ریاستی ہند میں بسنے والی کثیر التعداد مخلوق کی قسمتوں میں ان سے اچھے یا برے اثرات برابر مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ ہزارہا انسانوں کی زندگیاں سکون و طمانیت اور آسودگی کے ساتھ بسر ہوتی ہیں اور لاکھوں انسان زبوں حالی اور مصیبت زدگی میں عمریں گذار رہے ہیں، بعض والیان ریاست نے اپنی خوش انتظامی اور معدلت شعاری میں دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رکھا ہے، اور کچھ غفلت شعار، عیش پرست اور سہل انگار والیان ملک نے اپنی فرمانروایانہ ذمہ داریوں کو چند مخصوص مزاجدان اشخاص کے سپرد کرکے دوسرے دلچسپ مشاغل اختیار کر رکھے ہیں اور یہ خود غرض قابو یافتہ اشخاص ریاست کے تمام سیاہ و سپید کے مالک بنے بیٹھے ہیں اور والی ریاست کے اعتماد سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کسی ریاست کی رعایا اور ارکان حکومت میں آہنی رسہ کشی جاری ہے

کہیں کھلم کھلا ہنگامے برپا ہیں اور وقتاً فوقتاً یہی تحسین ہوتا رہتا ہے جس کے نتیجے کے طور پر کوئی والی ریاست معزول ہو چکا ہے۔ کسی کے لئے اس کا دار الریاست ارض ممنوعہ قرار پا گیا ہے۔ کوئی سفر یورپ پر مجبور ہے حالانکہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں کے باشندے تاریخی طور پر بادشاہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ فرمانروائے وقت کو وہ ایشر سروپ اور ظل اللہ مانتے ہیں اور یہ عقیدہ اُن میں نسلی اور وراثتی طور پر پختہ ہوتا چلا آیا ہے اسی لئے حکومت وقت کے شدائد و مظالم کو اپنی طاقت برداشت کی حد تک بڑی مضبوطی اور سکون و صبر سے مشیت ایزدی، دمکافات عمل یا اپنے ہی کرموں کا پھل سمجھ کر انگیز کرتے رہتے ہیں چھٹی صدی ہجری کے ممتاز و مقبول ترین حکیم مشرق شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے ان نیقنات عامہ کو بصورت نظم ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:-

> بقومے کہ نیکی پسندد خدائے
> دہد خسرو عادل و نیک رائے
> چو خواہد کہ ویراں کند عالمے
> نہد ملک در پنجۂ ظالمے

البتہ جب پانی بالکل ہی سر سے اونچا ہو جاتا ہے اور گرداب بلا سے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اس وقت لوگوں میں حرکت اضطراری پیدا ہوتی ہے اور وہ صحیح یا غلط طریقہ پر سعی و محنت میں مصروف ہو جاتے ہیں اور صدائے احتجاج بلند کرنے لگتے ہیں اور جن لوگوں کے لئے ترک وطن

قطعاً غیر ممکن نہیں ہوتا وہ عموماً ریاست سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ان ہی حالات کے پیش نظر ایسے اشخاص نے جو ریاستوں کے اندرونی نظم و نسق میں بنیادی اصلاحات اور ان کی حکومتوں کی شکل و صورت میں تبدیلی کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے، دسمبر ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی بنیاد رکھی جس کا پہلا اجلاس دیوان بہادر راجپور راؤ کی صدارت میں بمقام بمبئی منعقد کیا گیا اور بہت سی تجاویز پاس کی گئیں جنمیں مال، جوڈیشل، پولیس اور دیگر محکمات کی اصلاحات کا والیان ریاست سے مطالبہ کیا گیا۔ خاص طور سے مجلسی آزادی کے ابتدائی حقوق اور تحریر و تقریر کی آزادی پر زور دیا گیا تھا۔ کانفرنس کا نصب العین پُر امن و جائز ذرائع سے ریاستوں میں نمائندہ اور ذمہ دار حکومت کا حصول قرار پایا۔ گرچہ اس سے پہلے بھی بہت سی ریاستوں کی رعایا نے اپنی اپنی انجمنیں قائم کر لی تھیں جو اپنی مخصوص ریاستوں کے مسائل پر بحث کیا کرتی تھیں اور وقتاً فوقتاً ریاستوں کے باہر ان کے جلسے ہوتے رہتے تھے جن میں انجمن رعایائے ریاستہائے کاٹھیاواڑ، انجمن رعایائے ریاستہائے دکن، انجمن رعایائے ریاستہائے جنوبی ہند، انجمن رعایائے ریاستہائے وسط ہند، انجمن رعایائے ریاستہائے راجپوتانہ، انجمن رعایائے حیدر آباد، انجمن رعایائے میسور، پنجاب ریاستی منڈل، پٹیالہ ریاستی منڈل، کشمیر ایسوسی ایشن، بھاونگر پرجا منڈل، جامنگر پرجا منڈل

(باقی مضمون صفحہ ۳۶ پر)

امن کی دیوی کی پرستش کا نیا طریقہ ؎ برطانیہ نے اپنے فوجی بجٹ میں چالیس لاکھ پونڈ کا اضافہ کرکے سب سے بڑی رقم ہوائی دستہ کیلئے ریزرو کی ہے۔

دنیا کے امن کے لئے ہٹلر کی کوشش

جہاں جنگ کی پرورش ہوتی ہے

(سینٹ لوئس پوسٹ ڈسپیچ)

(از شریمت ماسٹر بہاری لال جی مہتہ دہلی)
(ناظم ... بچوں کی سبھا)

... بیکاری عام ہے اور لوگوں کی توجہ صنعت ... کی طرف لگی ہوئی ہے۔ ہم نے رام تالاب ... میں ایک دستکاری کا سکول کھولا تھا۔ اس کے متعلق جو تجربات حاصل ہوئے ہیں ان کو قلمبند کرنا مناسب سمجھا ہوں۔ چھوٹا تجربہ بڑے پیمانے پر سکول کھولنے میں بھی معاون ثابت ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ایک دفعہ خرچ کرنے کے بعد دستکاری کے سکول پر بہت کم خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس قسم کے سکول اپنا خرچ خود نکال سکتے ہیں بلکہ طلبا کو خوراک بھی مہیا کر سکیں گے۔ دستکاری کے سکول کھولنے میں ذیل کے امور مد نظر رکھے جائیں:۔

(۱) دستکاری کی انسٹی ٹیوشن ایسے مقام پر کھولی جائے جہاں سٹیشن قریب ہو۔ تاکہ مال کے لانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ دہلی شہر میں سرائے روہیلہ سٹیشن کے قریب رامجس کالج کی جگہ موزوں ہے۔ یہاں سے مال لانے اور لے جانے میں آسانی ہے شہر بھی پاس ہے جگہ بھی بہت کافی ہے۔ فیس بھی یہ مقام بری ہے

(۲) دوسری بات یہ سوچنی چاہیئے کہ مال کی کھپت کا انتظام کیا ہوگا۔ اس کے لئے کافی پروپگنڈا کی ضرورت ہوگی۔ نمبر ترتیب ہو تو بہتر ہے۔ اشتہار کے ذریعہ سکولوں کے ذریعہ شہرت کی جائے۔ جہاں جس چیز کی مانگ زیادہ ہو وہی طیار کی جائے:

(۳) کسی مقام پر دستکاری جاری کرنے سے پہلے یہ بھی سوچنا ہوگا کہ اس کے اردگرد کے علاقہ میں کون سا کچا مال بک سکتا ہے۔ جہاں پہاڑ ہے وہاں پتھر کی چیزیں بن سکتی ہیں۔ بیکانیر کے علاقہ میں اون کافی ہے اس لئے اونی کمبل، غالیچے سستے طیار ہو سکتے ہیں۔ اگر دہلی میں کچا مال منگوایا جائے تو سوچنا ہوگا کہ کس مقام سے کچا مال سستا اور اچھا مل سکتا ہے۔ سب جگہ سے نمونے منگوانے ہوں گے:

(۴) دیہات میں کچا مال سستا مل سکتا ہے اس لئے ایسے ایجنٹ رکھنے ہوں گے جو کمیشن لے کر مال جمع کریں۔ اور ایک شخص تمام دیہات میں پھر کر ہر ایک گاؤں سے ایجنٹ سے مال اکٹھا کر کے لے آئے۔ اس طرح مال بہت سستا مل جائے گا:

(۵) یہاں جہاں جس چیز کی دستکاری کا سنٹر ہو وہاں سے ... لگ سکتا ہے کہ کہاں سے سستا مال مل سکتا ہے۔ دستکاری کے انسپکٹروں سے سودیشی کی ... بولنے سے سب کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔

(۶) اگر سیکرٹری ... ایسی بنائی جائے جس میں درج ہو کہ کہاں کہاں کتنے مال جمع ہو سکتے ہیں۔ سودیشی مال کی کھپت کے لئے کون سے ذرائع ہیں تو اس سے بڑی امداد مل سکتی ہے

(۷) یہ بھی اندازہ لگایا جائے کہ کس کس قسم کی چیز کی ضرورت ہوگی اور کہاں سے سستی اور اچھی مل سکتی ہے

(۸) مال کے تیار کرنے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے مثلاً اون دے کر سوت کتوانا تکلیف کا باعث ہے سوت وصول کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں اگر سوت خریدنا شروع کر دیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارا سوت بک جائے گا تو وہ اون خرید کر سوت دینا شروع کر دیں گے۔ اون کو مہیا کر کے بکری کا انتظام کرایا جائے اسی طرح سوت کتوانے کی نسبت روئی بکری کے لئے مہیا کرنا اور سوت خریدنا زیادہ بہتر ہے۔

(۹) مال کی تیاری میں اس بات کی ضرورت ہے کہ مال بہت کم ضائع ہو اور ردی مال کو کھپانے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔ ردی مال سے بھی اچھا مال چن لیا جائے۔ مال کے استعمال کی نگرانی کافی کی جائے

(۱۰) دستکاری کے استادوں کے انتخاب میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض ماسٹر تیاگ بھاؤ سے آتے ہیں لیکن ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے۔ اس لئے ماسٹر اپنا روزانہ کام لکھیں اور ذمہ داری محسوس کریں۔ لڑکوں سے اس طرح کام لیں کہ ضائع کم سے کم ہو اور مفید مال پیدا ہو

(۱۱) طلبا اپنی اپنی ڈائری رکھیں۔ ان پر روزانہ استاد کے دستخط ہوں۔ نیز یہ بھی درج کیا جائے کہ ہر روز کس قدر مال تیار ہوا کس قدر مال کچا صرف ہوا روزانہ باقی نکالی جائے اور ہر مہینہ کی پہلی تاریخ تمام مال کی پڑتال کی جائے طلبہ کے روزانہ کل کام کا مجموعہ مجموعی طور پر کل کام کے برابر ہو

(۱۲) روزانہ آمدنی خرچ کا رجسٹر ہو طیاری مال کا رجسٹر ہو کل اشیاء کا کھاتہ ہو۔ تمام حساب باقاعدہ رکھا جائے۔

(۱۳) کام کی آسانی کا خیال رکھا جائے تقسیم محنت کے طریق سے کام لیا جائے مثلاً ایک طالب علم کو کل کام سکھلانے کی بجائے کام کا ایک حصہ سکھایا جائے۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

# ہندوستان
کی
نہایت
تروتازگی بخش
پینے کی شے

(از جناب ایس حامد علی گردش لکھیم پوری)

**ہماری داستانِ غم کا ہر ٹکڑا افسانہ ہے**
**جہاں سے کوئی سُن لیتا وہیں سے ہم بیاں کرتے**

اُس کی مُسکراہٹ میرے ہر سوال کا جواب ہوتی جب وہ میرے سامنے ایک گہرے رنگ کی سُرخ ساڑی میں ملبُوس نکلتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک پیکرِ آتشیں ہے جو اپنی زندگی بخش حرارت سے نزدیک و دُور کی اشیاء میں ایک جان نواز حرارت پہنچاتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی سیاہ اور مست آنکھیں میرے دل میں ایک سرور آمیز نشہ پیدا کر دیتیں۔ اس کے شانوں پر بل کھاتے ہوئے گھونگھریلے بال فرقت کی بھیانک راتوں کا تصور پیدا کرا دیتے اور سب سے زیادہ سحر کُن اس کا وہ انداز ہوتا جب میرے سوال پر وہ مُسکرا دیتی۔ پہلے اس کے گلاب سے رُوح پرور قوس گوں لبوں میں تحریک پیدا ہوتی اور پھر دانتوں کا اندرونی ایک چوتھائی حصہ ایک حسین اور چکدار لہر کی صورت میں ظاہر ہوتا اور بس۔ میں نے اس کی اس وجد آفریں مگر معنی خیز مسکراہٹ میں اپنے مطلب کو تلاش کرنا چاہا مگر بے سود!

وہ میرے گھر کے سامنے والے کنوئیں پر روزانہ پانی بھرنے آتی اور اپنے ساتھ میرے لئے کائنات کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں لے کر آتی۔ وہ آتی پانی بھرتی اور میرے دل کی دنیا کو تہ و بالا کرتی ہوئی چلی جاتی۔ اگر میں اس سے کچھ کہتا تو وہ مُسکرا کر اپنا ملائک فریب چہرہ پھیر لیتی اور چند قدم چلنے کے بعد میری طرف مُڑ کر دیکھتی۔ اس کے اس مُڑ کر دیکھنے میں شرافت نفس ایک دلربایانہ انداز سے ظاہر ہوتی اور اس کی یہ ادا ایسی جادو بھری ہوتی کہ میری فریفتگی کی زنجیر میں ہر بار ایک سنہری حلقہ کا اضافہ ہو جاتا ——— اور میں مسحور و بیخود!

میں گھنٹوں اور پہروں خیال کیا کرتا مجھے ہر وقت یہی معلوم ہوتا کہ میں نے اس سے کچھ سوال کیا۔ وہ مسکراتی ہوئی چند قدم چلی اور اب مُڑ کر میری طرف دیکھ رہی ہے۔

بعض دن جب وہ کنوئیں پر تنہا ہوتی تو اپنی گاگر کھینچتے کھینچتے دفعتاً ٹھہر جاتی۔ وہ مُڑ کر میری طرف دیکھتی۔ اور پھر آنکھیں چار ہوتیں گویا وہ معلوم کرنا چاہتی کہ میں محو نظارہ ہوں کہ نہیں، مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ اس کی آنکھوں کے تار نظر میری آنکھوں میں پیوست ہو کر میرے دماغ اور دل کی گہرائیوں میں پہونچ کر میرا جائزہ لے رہے ہیں اور پھر اس عمل کے بعد وہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتی!

ان واقعات کو کئی ماہ گذر گئے۔ اور اُس کی محبت نے میرے دل و دماغ کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا میری تندرستی بھی خراب ہونے لگی۔ میرا ہمراز دوست شیام اکثر اوقات میری دلجوئی کیا کرتا اور میرے دل بہلنے کی ہر امکانی کوشش کرتا لیکن میں ہر وقت اپنی ژولیدہ نصیبی پر آنسو بہایا کرتا۔

**عشق کا بھی کیا تصرف ہے کہ دل اب دل نہیں**
**آئینہ غم کی کھینچی جا چکی تصویر کا**

میں نے ہزاروں جتن کئے مگر اُس نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا۔ آج میں نے بیخودی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس چیستان کو ضرور حل کروں گا چاہے اس کے لئے مجھے اپنی زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے۔ میں وقت معینہ پر حسب معمول اس کا منتظر رہا۔ وہ آئی۔ خواہش بند ہرنی کی طرح زمین کو اپنے پیروں سے کھینچے روندتی ہوئی۔ افسوس کہ آج وہ کنوئیں پر تنہا نہ ہوئی۔ تاہم اُس نے دُوسروں کی نگاہ بچا کر اپنی آنکھوں کو میری آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے ڈال دیا۔ اور پھر جب تک وہ پانی بھرتی رہی اپنی دزدیدہ نگاہی سے مجھے بے چین کرتی رہی۔

مجھے اپنے اس عہد کو درجہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے دو دن کا انتظار کرنا پڑا۔ اس لئے کہ اس دوران میں وہ کنوئیں پر کبھی تنہا نہ ہوئی چار روز کے بعد پانچویں دن مجھے موقع مل گیا۔ وہ تنہا تھی بالکل تنہا۔ کنوئیں پر اس سے سوا کوئی نہ تھا جب میں پہونچا جب وہ کنوئیں کی تہ سے گاگر کھینچ رہی تھی اور تقریباً گاگر کو کنوئیں سے باہر آنے میں ابھی نصف حصہ طے کرنا باقی تھا۔ اس نے اپنی نازک انگلیوں سے رسی کی گرفت کو زیادہ مضبوط کر لیا۔ اور پھر میری طرف مُڑ کر میرے حالات کا آنکھوں ہی آنکھوں میں جائزہ لیا۔ آج نہ معلوم کیوں اس کا یہ عمل میرے لئے پیغامِ اجل معلوم ہو رہا تھا۔ میں موقع کو غنیمت سمجھ کر جلدی سے کنوئیں کی جگت پر پہنچ گیا۔ اور ایک والہانہ انداز سے کنوئیں میں اپنے دونوں پیر لٹکا کر بیٹھ گیا۔

"قبل اس کے کہ میں تم سے کچھ سوال کروں آج تمہیں اس بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ تم اس کا جواب دوگی، اگر تم نے آج بھی میرے ساتھ وہی رویہ رکھا جو اب تک کرتی چلی آئی ہو تو میں تم کو یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ میں خود کو اس کنوئیں کی خوفناک گہرائی کے حوالے کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں گا" بولو۔ اقرار کرتی ہو۔ یا انکار، میری زندگی تم کو عزیز ہے، یا اپنی مُسکراہٹ؟" میں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ یہ جملے ادا کئے۔

خلافِ معمول وہ میری باتیں سُنکر آج مُسکرائی نہیں بلکہ کچھ متفکر اور رنجیدہ سی معلوم ہونے لگی اور اس کی اس حرکت نے میرے ارادہ میں اور بھی زیادہ استحکام پیدا کر دیا۔ وہ پانی کی گاگر کو کھینچنا چاہتی تھی لیکن اس کا جسم ساکت تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کنوئیں کی جگت پر ایک پتھر کی مُورت پانی بھرنے کے لئے جھکی ہوئی ہے اور میں اس کی پوجا کر رہا ہوں۔

میں نے کہا "بولو کیا جواب دیتی ہو، محبت سے انکار ہی کر دو۔ اقرار نہ سہی۔ اب میں دوسری بار کہہ چکا تیسری مرتبہ کہنے کے بعد میں اپنی تجویز کی حرف بحرف تعمیل کر کے تمہارے سامنے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں گا!"

وہ اب پہلے سے زیادہ مغموم نظر آئی اور اس کے بعد حیا کی سُرخی اس کے عارض گلرنگ پر نمودار ہوئی، اور چند ہی لمحوں میں اس کی پیشانی سے پسینہ کے قطرے اُبھرتے ہوئے دکھائی دئے، پھر ایسا معلوم ہوا کہ اس کا بدن کانپ رہا ہے۔ اس کے سارے اعضا مرتعش ہو چکے تھے۔ وہ نہ سنبھل سکی۔ کنوئیں کی گولائی کے درمیان جو تختہ رکھا ہوا تھا اور جس پر میری پنہارن پیر رکھے ہوئے تھی، ہلنے لگا، میں اس کی اس حالت کو ششدر و مبہوت بنا دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً وہ کنوئیں میں گر پڑی ——

——— میں نے خود کو فوراً کنوئیں میں گرانا چاہا لیکن پیچھے سے کسی نے میرے سینے کو سخت گرفت میں لے لیا۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو میرا دوست شیام تھا۔ اس وقت مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں نے شیام سے رہائی حاصل کرنا چاہی لیکن میرے پژمردہ قوی اس کے مقابلے قاصر رہے۔ اور بالآخر میں بے ہوش ہو گیا۔

نصف گھنٹے کے بعد میں نے شیام کی توجہ اور کوشش سے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دیکھا میری پنہارن کی لاش ایک طرف زمین پر پڑی ہے اور اس کے اقربا اس کے پاس بیٹھے ماتم کناں ہیں، میں نے نزدیک جا کر دیکھا اس کے سر میں شدید چوٹ آئی تھی اور زندگی کے آثار تقریباً مفقود ہو چکے تھے۔ میری آواز سُن کر بمشکل ایک مرتبہ وہ اپنی آنکھیں کھول سکی اور مجھے دیکھ کر کہا "پریم پیارے! ——— اب میں چند لمحوں کی مہمان ہوں ——— تمہارے ——— نزدیک ——— میں پاپن ہوں ——— ہاں پریم کی ——— پاپن ——— تم مجھے ——— معاف کر دو ——— میری رُوح تم سے یہ کہنے کی منتظر تھی ——— لیکن ——— اب ——— تم ——— آ گئے ——— " یہ الفاظ پنہارن نے بمشکل رُک رُک کر ادا کئے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

---

اسی رات کو بارہ بجے جبکہ سارے گاؤں میں سناٹا تھا اور ساری آبادی غفلت کی نیند سو رہی تھی، میں اپنی خوابگاہ سے باہر نکل آیا۔ اندھیرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں، کچھ نظر نہ آیا۔ اطمینان سے کنوئیں کی جگت پر پہونچا۔ ایک طرف مجھے پیروں کی چاپ معلوم ہوئی لیکن غور کیا تو کچھ نہ تھا۔

"میں اس پریم کی دیوی پر اپنے جیون کو بھینٹ چڑھانے کے لئے کنوئیں میں کود پڑا"

پانی میں گرا اور یکدم پانی کی تہ تک چلا گیا وہاں مجھے ایک سنسنی خیز اور ہوشربا منظر سے دو چار ہونا پڑا۔ میرے چاروں طرف ایک بلوریں دائرے نے میرے جسم کو پانی سے محفوظ کر لیا اور میری محبوبہ کا نورانی پیکر اس کو اپنے جسم سے سہارا دئے ہوئے تھا۔ اب اس کا وہ مادی جسم نہ تھا بلکہ اب وہ سراسر نُور تھی۔ اس کا جسم ایک آتشیں چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ بولی "تم مجھے کیوں تکلیف پہونچاتے ہو پنہارن اب بھی تمہاری پرستار ہے تمہاری تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے [illegible] آئندہ گریز کرنا تمہارا فرض ہونا چاہئے" وہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ میں بیتابی کے عالم میں اس کی طرف بڑھا کہ معاً یہ ہوشربا منظر غائب ہو گیا اور میں پانی کے ہچکولوں سے بے ہوش!

---

تھوڑی دیر کے بعد مجھے ہوش بھی آ گیا، لیکن میں کنوئیں کے باہر تھا اور میرے پاس میرا دوست شیام بیٹھا ہوا تھا۔ اور میں کنوئیں کے اندر پیش آنے والے واقعات پر غور کر رہا تھا۔

(باقی مضمون صفحہ ۴۰ پر)

# ایودھیا یا اجودھیا

(از منظر صدیقی اکبر آبادی سابق مدیر نشاط)
(خاص تیج ویکلی کیلئے)

زمانہ قدیم میں کوسل یا کسالا ایک بہت بڑا ملک تھا جو کثرت مویشی، غلہ کی ارزانی اور مال و دولت کی فراوانی سے نہایت خوش نصیب سمجھا جاتا تھا۔ اسی ملک میں "سرایو" ندی کے کنارے پر ایک شہر ایودھیا آباد تھا جس کی آبادی نہایت خوبصورتی سے ترتیب دی گئی تھی۔ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا تھا اور بکثرت مندر ایسے تھے جو سونے اور چاندی کی آرائش سے بنے تھے۔ سرکاری محلوں پر پہاڑ کی چوٹیوں کی طرح گنبد بنے ہوئے تھے۔ خوشنما باغ پھولوں اور پرندوں سے اور سایہ دار درخت میووں سے ہرے بھرے رہتے تھے اور ان سب سے زیادہ عظیم الشان دیوتاؤں کے رتھ تھے جو نہایت مقدس اور شاندار نظر آتے تھے۔

شہر میں نہایت خوشنما تالاب تھے جن میں سفید کنول کھلتا تھا بطخیں اور ہنس تالاب کی سطح پر تیرتے تھے یا صاف پانی میں غوطے لگاتے رہتے تھے۔ اور چکدار رام چڑیا جب اپنا عکس شفاف لہروں میں دیکھتی تھی تو غضبناک ہو کر اپنے پروں کو پانی پر مارتی تھی۔ کیلے کے درخت تالابوں کے چاروں طرف صندل کے بارے اس طرح جھکے پڑتے تھے جس طرح مؤدب شاگرد اپنے استاد کے قدموں پر جھک جاتے ہیں۔

تمام شہر جواہرات سے بھرا ہوا تھا جس پر کان جواہر کا دھوکا ہوتا تھا اور وہ بالکل اندر کے شہر امراوتی کے بالمقابل نظر آتا تھا۔ شہر ہمیشہ پھولوں کی خوشبو سے معطر اور بخورات سے معمور رہتا تھا۔ بڑے بڑے شاندار علم اس میں لگے رہتے تھے اور وہ ہر وقت موسیقی، کمانوں کی جھنکار اور وید مقدس کے منتروں سے گونجا کرتا تھا۔

شہر کے چاروں طرف سر بفلک دیواریں تھیں جن پر مختلف رنگ کے جواہر فروزاں تھے اور دیواروں کے چاروں طرف لبریز آب ایک عمیق اور ناقابل گذر خندق تھی۔ شہر کے دروازے مضبوطی کے ساتھ بنائے گئے تھے۔ دروازوں کے پیش طاق اور گنبد تیر اندازوں اور مختلف اسلحہ سے ہر وقت بھرے رہتے تھے۔

شہر کے ہر حصہ کی چند طاقتور جوان حفاظت کرتے تھے ... قوت میں ان تینتیس دیوتاؤں کے برابر ہوتے تھے۔ جو ... کے آٹھ حصوں پر خدائی کرتے ہیں اور یہ اعتبار ... طاقت وہ سیلدی ان کثیر الفرق سانپوں کی مانند تھے جو تحت الثریٰ کے دروازہ پر پاسبانی کرتے ہیں۔

ایودھیا کی آبادی بہت زیادہ تھی اور رعیت تندرست ... کام ... تھی۔ قیمتی چاول اس کی خوراک تھی اور شہر کے تاجروں کے پاس زر و جواہر کے خزانے محفوظ تھے۔ جنہیں

وہ دنیا کے ہر حصے سے لا کر جمع کرتے تھے۔ برہمن قربانگاہ آتشیں مستقلاً مشتعل رکھتے تھے اور وید کے مطالعہ میں محو رہتے تھے وہ بہت زیادہ بچے صادق القول، صاحب شوق اور دانشمند ہوتے تھے۔ اور انہیں اپنے خیالات و خواہشات پر پورا قابو حاصل تھا۔ ان برہمنوں کے چیلے تین قسم کے ہوتے تھے اول نوجوان جو ان کی خدمت ملازموں کی طرح کرتے تھے دوسرے طلبا جنہیں تعلیم و تلقین دی جاتی تھی۔ سوئم برہمچاری جو اپنے اور اپنے گرو کے لئے خیرات جمع کر کے لاتے تھے برہمنوں کے دوسرے درجے پر چھتری (کشتری) تھے جو لڑائی کے لئے مخصوص تھے اور اسلحہ کی مشق ہمیشہ مہاراجہ کے سامنے کیا کرتے تھے۔ ان کے بعد ویش یا سوداگر تھے جو ہر قسم کی اشیاء فروخت کرتے تھے اور مختلف حصص ملک سے ایودھیا میں آتے تھے۔ سب سے آخری درجے کے شودر تھے جو دیوتاؤں کی عبادت اور برہمنوں کی طاعت میں زندگی بسر کرتے تھے۔

ان کے علاوہ صناع، جوہری، مغنی، رقاص عورتیں، رتھ بان، زرکار، لوہار، ظروف ساز، مصور، مشعلچی، گلفروش اور پان فروش بکثرت اس شہر کی رونق تھے۔

باوجود مسرت و لطافت کی اس کثرت کے کوئی شخص جاہل بے علم اور تو ہمیت و تشخص سے غیر ممتاز نہ تھا اور بازاری چھوٹے چور، غماز، دغا باز، شیخی خورے اٹھائی گیرے فضلائے ایودھیا میں کہیں نظر نہ آتے تھے لوگوں کی محبت سچی ہوتی تھی۔ عورتیں اپنے مردوں کی مطیع اور فرمانبردار ہوتی تھیں اور مرد عورت سب اپنے فرائض کی تکمیل میں مصروف رہتے تھے۔ کوئی شخص غیر شادی شدہ اور بیکار نہ تھا اور کوئی ایسا نہ تھا جو غریب مفلس ہو اور قیمتی خوشبوئیں استعمال نہ کرتا ہو۔ سب خوش پوش اور صاف رہتے تھے۔ صاف مکان، صاف دسترخوان سب کے پاس تھے۔ ایودھیا کی تمام عورتیں خوبصورت ہوتی تھیں عصمت، ذہانت، شیرینی، بیش بینی، فرحت اور تمام حسین اوصاف ان کے زیور تھے۔ ان کے زیور چمکدار اور صاف رہتے تھے اور ان کی پوشاکیں ہمیشہ پاک اور بے داغ ہوتی تھیں۔

تمام ایودھیا میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو بدنصیب بے وقوف، خراب حال، مضطرب، مغموم، خوفزدہ یا مہاراجہ سے غیر وفادار ہو۔ برہمن، چھتری، ویش اور شودر چاروں فرقے مہاراجہ کے طاعت گذار اور جاں نثار تھے۔ شادیاں اپنے اپنے کفو میں ہوتی تھیں۔ وسط شہر میں مہاراجہ کا

(باقی مضمون صفحہ ۳۰ پر)

# طلوع آفتاب

(از جناب دیوان بدری ناتھ کاکل۔ بریلوی!)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

دہر کے ہر ذرہ نے باندھا ہے عہد ترک خواب    شرق کی جانب ہیں آثار طلوع آفتاب
صبح کی پریاں لئے بیٹھی ہیں اک زریں رباب    ساز ہستی کی صدائیں ہو رہی ہیں بے حجاب

بے زباں خاموشیوں کو تاب گویائی ملی
حسن کا چہرہ کھلا الفت کو بینائی ملی

دہر کا ظلمتکدہ پھر نور کا مخزن بنا    مہر کے افسوں سے ہر گل رونق گلشن بنا
خاکدان تیرہ چمکا طور کا دامن بنا    ذرہ ذرہ اس جہاں کا وادئ ایمن بنا

اختر قسمت چمک اٹھا شب تاریک کا
دم زدن میں چہرہ ہستی منور ہو گیا

بن کے غازہ زندگی روئے زمیں پر چھا گئی    سرخی رنگ شفق سے تازگی سی آ گئی
جو کرن چمکی رگ عالم کا خوں گرما گئی    نبض موجودات میں اس سے حرارت آ گئی

ذرہ ذرہ میں ہے پیدا پھر تگ و تاز حیات
لیکے انگڑائی ہوئی بیدار ساری کائنات

سبزۂ خوابیدہ جاگ اٹھا ہے خواب ناز سے    غنچۂ لب بستہ کے لب پر ہیں پیہم قہقہے
گل ہنسا جاری ہوئے پھر بلبلوں کے چہچہے    آنکھ کھولی خواب سے پھر نرگس بدمست نے

پتے پتے میں چمن کے ہے بہار زندگی
ہے سراپا زندگی ہنگامہ زار زندگی

ساز فطرت زخمۂ خورشید سے ہے نغمہ بار    ہے سکوت افزا رباب دل کا لیکن تار تار
مطلع دل ظلمت باطل سے ہے تاریک و تار    کاش میرا مہر تاباں بھی ہو امیں جلوہ بار

خانۂ دل میں مرے بھی ہو تجلی نور کی
اے خدا کھل جائے قسمت جوہر مستور کی

I SHALL KNOW WHAT GOD IS.
"OH! ELOMERI(E) KNOW THEE
(-SAM
ENNY-

(پچھلے صفحے سے)

…نے بڑی مشکل سے ساتھ پہرہ دار کانسٹبل کی مدد سے تھانہ کے دروازے پر بکرے کو مع چچا کے اندر کر دیا۔ بکرے ۔ داروغہ کی عجیب کیفیت ڈال دی۔ داروغہ تو اس عجیب الخلقت انسان کو ، دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ نووارد بن مانس کی طرح تھانے کو دیکھ دیکھ کر چونک رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش سنبھال کر داروغہ نے سمجھا کہ پھر آپ بھرتی کرانے کے لئے بڑی دیر کو ہمراہ لائے ہیں۔ چچا نے بکرے کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا کہ یہ حاضر خدمت ہے بس کچھ پوچھئے اب تو برخوردار کو ڈھونڈ رہا داروغہ ہکا بکا رہ گیا۔ ایک طرف چچا کی خاطر دوسری طرف۔ یاں اگر کہیں کپتان پولیس اور بڑے حاکم اس عجیب الخلقت چوکیدار کو دیکھ لیں تو شامت آ جائے۔ بہرحال چند منٹ معاملے کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد داروغہ کو چچا کے احسانات کے مقابلے میں جھکنا پڑا اور چوکیداروں کا رجسٹر بکرے کا نام ڈھونڈ کر مرحوم چوکیدار کی خالی جگہ پر ٹانک دیا۔ بس اس وقت بکرے اور بکرے کے چچا کی خوشیوں کا حال نہ پوچھئے۔ داروغہ نے رجسٹر کی خانہ پری ختم بھی نہ کی تھی کہ چچا نے بکرے کو اشارہ کیا اور بکرے نے مسخروں کی طرح داروغہ کے سامنے کھڑے ہو کر پہلے زور کے ساتھ سلام جھکایا اور دونوں ہاتھوں سے غریب کے پاؤں سے زنجیر کی طرح

لپٹ گیا۔ دوسری طرف چچا نے پھرتی کے ساتھ داروغہ کے پیچھے پیچھے جیب سے دو پھول مالائیں (جو وہ پہلے سے چھپا کر گھر ہی جیب میں رکھ لائے تھے) نکال لیں کہ بعد دیگرے اس کے گلے میں ڈالنی شروع کر دیں۔ چونکہ داروغہ عجیب مخمصے میں تھا سامنے سے بکرا زنجیر کی طرح پیروں کو لپٹا ہوا تھا اور پیچھے سے چچا زبردستی پھول مالائیں پہنا رہے تھے اور دروازے کے سامنے تماشائیوں کی بھیڑ حیرت زدہ نگاہوں سے بکرے کے چوکیدار مقرر ہونے کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ بہت سے سادہ لوح بکرے اور بوڑھے چچا کی ان حرکات کو چوکیداروں کی بھرتی کے پروگرام کا ایک جزو سمجھ کر بڑے غور و تعجب کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں داروغہ نے خود کو اس مضحکہ خیز پوزیشن سے نکالنے کے لئے بکرے کی گرفت سے جوں ہی پاؤں چھڑانے کی کوشش کی بکرا اور بھی زور کے ساتھ پاؤں سے لپٹ گیا کیونکہ چچا نے ابھی تک اسے پاؤں چھوڑنے کا اشارہ تو کیا ہی نہیں تھا پھر بھلا وہ کیسے چھوڑ دیتا۔ یہ ماجرا دیکھ کر داروغہ غصہ اور بھی گھبرا گیا اور اس نے بکرے کی گرفت سے چھٹنے کے لئے پاؤں کو کچھ اس زور سے جھٹکا دیا کہ جس تو منہ کے بل آپ بیٹھے تھے وہ یکدم نیچے کو لوٹ گیا۔ داروغہ جی الٹے ہوتے ہوتے بچے۔ یہ دیکھ کر ایک دم باہر کھڑے ہجوم نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ دوسری طرف تھانے کے سپاہیوں نے دوڑ کر داروغہ جی کو اٹھایا۔ داروغہ ندامت کی ہنسی کے ساتھ اٹھ کر پھر کرسی پر بیٹھ تو گیا لیکن دل میں ضرور کہتا ہوگا کہ چوکیدار تو مسخرہ ملا

بھرتی کئے ہوں گے مگر ایسا چوکیدار آج تک بھرتی نہ کیا تھا۔

بہرحال اس ناخوش گوار واقعہ کے باوجود بکرا بحیثیت نمبرہ ۲۰ روپے ماہوار (کیونکہ اس زمانہ میں چوکیداروں کی تنخواہ کی یہی شرح تھی اور شاید اب بھی یہی ہے) عہدہ چوکیداری پر متمکن ہو گیا۔ اور ایک لال صافہ۔ ایک نیلا کوٹ اور ایک پیٹی بطور وردی اسے مل گئی اور چچا کے فرض منصبی سرانجام دینے پر لیٹنے ہی محلہ میں اس کی تعیناتی بھی ہو گئی۔ تھانے سے باہر آتے ہی ہجوم نے چچا اور بکرے کو گھیر لیا اور مبارکباد کے شور و غل کے بعد اصرار کیا کہ یہاں سے بکرے کو وردی پہنا کر جلوس کے ساتھ گھر پہنچا دیجیئے۔ چنانچہ وہیں بکرے کو جھنپٹ کے پاجامہ پر نیلا کوٹ اور لال صافہ پہنایا گیا۔ اور خوشی کے نعرے لگاتا ہوا بکرے کے گھر پر آ کر جلوس ختم ہوا۔ اب اسی رات سے بکرے کا پہرہ تھا۔ بکرا فطرتاً اتنا ڈرپوک واقع ہوا تھا کہ اندھیری رات میں گھر سے باہر پیشاب کرنے کے لئے بھی چچا کو ساتھ لے کر جایا کرتا تھا اور ان دنوں قصبہ کے چوکیداروں کی عام طور پر ڈیوٹی یہ تھی کہ دن بھر تھانہ میں دیوان و داروغہ کی چلمیں بھرنا اور ان کے کپڑوں کو کھلانا شام کے وقت داروغہ کے گھوڑے کے لئے گھاس کھدوا لانا اور رات کو گیارہ بجے سے لے کر صبح کے پانچ بجے تک یعنی چھ گھنٹے ساٹھ محلے میں "جاگو! جاگتے رہو!" کے فلک شگاف نعرے لگانے پھرنا جسے پولیس کی اصطلاح میں گشت کہتے تھے۔ چنانچہ سر شام ہی چچا مع لڑکے صورت بنائے ہوئے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بٹیا تم جانتے ہو دن میں تو

بکرا چچا مسکین کو تحفیٰ انتظام ہے لیکن رات کی گشت کا کیا انتظام ہو تم جانتے ہو کہ وہ تو اب سے میں گھر کے باہر نکلتے بھی ڈرتا ہے اور آج کل قصبہ میں چوروں کا شہرہ ایسے ہی ہو رہا ہے اسی لئے داروغہ جی نے سختی سے تاکید کردی تھی کہ رات کا گشت بڑی مستعدی سے کرنا محلہ میں چوری نہ ہونے پائے تبھی ترقی مل سکے گی۔ ہم نے کہا یہ بات بالکل ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں بکرا بڑا اچھا کہ ہے لیکن جب سرکاری عہدہ قبول کیا ہے تو سرکاری کام بھی ہونا ہی چاہئے۔ بہتر ہے کہ دس پانچ روز آپ خود بکرے کے ساتھ گشت میں رہیں۔ رفتہ رفتہ جب اس کا ڈر نکل جائے تو پھر اکیلا گشت کر لیا کرے گا۔ چچا بولے کہ رائے تو تمہاری بہت اچھی ہے اور میں تو دس پانچ روز کیا سال دو سال اس کے ساتھ گشت میں جانے کو تیار ہوں لیکن کروں کیا مجھے رتوندہ آتا ہے اور رات کو پاس کھڑا آدمی تک نظر نہیں آتا۔ ایسے میں کسی چور بھلا نے چوٹ کھینچ کر دی تو! ہم نے کہا یہ بھی آپ سچ ہی کہتے ہیں تو پھر یہی ترکیب ہماری عقل ناقص میں آتی ہے کہ گشت کا مطلب تو سونے والوں کو جاگو جاگو کا شور و غل مچا کر سونے نہ دینا ہی ہے اور ایشور کی دیا سے بکرے کی آواز بہت ہی بلند و کڑاکے دار ہے پس یوں کرنا چاہیئے کہ رات کو بکرا گھر کی تیسری منزل کی چھت پر ہی بیٹھ یا لیٹ جایا کرے اور وہیں سے دس دس منٹ پر "جاگو! جاگتے رہو!" کے فلک

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

# بکٹیریا!

## ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن!

### ۶ — وباؤں سے مخلصی کے بیان میں

از قلم مسٹر جی. ڈی. تلی ایم. ایس سی
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

یہ بات ہمارے روزمرہ مشاہدے میں آتی ہے کہ مختلف بیماریوں کے حملے مختلف انسانوں اور حیوانوں پر یکساں اثر نہیں کر سکتے۔ اینتھراکس اور چکن کالرا کی قسم کی چند بیماریاں ہیں جن کے جراثیم صرف حیوانوں کو ہی اپنا تختۂ مشق بنا سکتے ہیں اور انسانوں کے پاس پھٹک تک نہیں سکتے۔ اس کے برعکس چیچک۔ انفلوئنزا۔ نمونیا۔ ٹائیفائڈ وغیرہ فقط انسانوں ہی کے پیچھے پڑی ہیں۔ ان کے جراثیم جانوروں کے اندر داخل ہو کر وہاں اپنا پاؤں نہیں جما سکتے۔ شاید اُن کی تیز حرارت غریزی یا کوئی اور خاص وجہ جو کہ اُن کی مختلف جسمانی بناوٹ پر مبنی ہے ان کے بڑھاؤ میں مانع ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جانوروں نے چیچک، انفلوئنزا وغیرہ سے مخلصی پائی ہے اور اس قسم کی مخلصی جو کہ ایک امتیاز یا جسمانی بناوٹ اور طریق معاشرت کے فرق سے تعلق رکھتی ہے نسلی مخلصی یا RACE IMMUNITY کہلائی جاتی ہے۔

اب اگر ایک خاص نسل کو لیا جائے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نسل کے مختلف افراد میں بھی ایک خاص بیماری کے لئے جس کا ان سب پر اثر ہونا ممکن ہے اس کے حملہ کو روکنے کی طاقت کم و بیش پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ کو کئی ایسے مرد اور عورتیں ملیں گی جن کو زندگی بھر میں کسی بیماری نے نہیں ستایا۔ اور وہ بھی ہیں کہ ذرا بیماری پھیلی یا اس کے آنے کی خبر سنی تو جھٹ استقبالیہ کمیٹی کے ممبر بن گئے۔ کئی تو پیدائش سے ہی یہ مخلصی آبا و اجداد سے لے کر آئے اور اپنی دور اندیشی سے اس طاقت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اور مضبوط بنا لیا اور کئی پیدا ہی ہوئے کہ بس بیماری اور کمزوری ورثہ میں ملی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی موجودہ شاہراہِ ترقی اور مالک شکی جو کہ اس کی انفرادی مخلصی سے تعلق رکھتی ہے بیماریوں کے حملوں میں سد راہ ہے مگر کئی دیگر واقعات بھی ہیں جو نظر انداز نہیں کئے جا سکتے اور چونکہ انفرادی مخلصی کا مسئلہ شروع سے ہی علماء کی دلچسپی کا باعث رہا۔ ایمیونالوجی IMMUNOLOGY

یعنی وباؤں سے مخلصی بذات خود ایک اشد مضمون بن گیا ہے

یہ انفرادی مخلصی اس قدر کم و بیش کیوں ہے؟ وہ کون سی چیز ہے جو جراثیم کے حملہ کو روک سکتی ہے؟ اگر ایک دفعہ جراثیم اندر جا چکے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ انسان کی ہستی کو ملیامیٹ کئے بغیر سانس لیں؟ اگر ایک حملے سے انسان بچ جائے تو بعد میں مدت تک اس سے مخلصی کیوں پا لیتا ہے؟ وہ انسان جو چند ایک بیماریوں سے مخلص ہیں وہ باقی تمام سے کیوں نہیں؟ اس قسم کے سوال ہیں جو قدرتی طور پر دل میں پیدا ہوتے ہیں اور اگرچہ ان سب کا ایک مکمل جواب دینا مشکل ہے صدیوں کے مطالعے کا ماحصل نکالا جا چکا ہے اور مخلصی کے متعلق دو کامیاب نظریوں کو سمجھنے کے لئے جن کا مختصر سا ذکر ذیل میں درج ہے۔ ہم ان دونوں کو ملا کر اوپر کے مسائل کا ایک تسلی بخش جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں

پروفیسر مٹشنی کاف کی تھیوری کے مطابق خون کے سفید ذرات حملہ آور جراثیم یا کسی اور نقصان دہ شے کو اپنی آغوش میں لینے کی طاقت رکھتے ہیں اور اس کو اس طرح قابو کرتے ہیں کہ وہ ایک تندرست سیل (CELL) پر اپنا اثر کر ہی نہ سکیں چنانچہ

(۱) جس وقت جراثیم کا حملہ ہوتا ہے تو یہ ذرات وفادار سپاہیوں کی طرح اپنے قلعہ کی حفاظت کے لئے حملہ کی جگہ پر ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

(۲) اگر جراثیم کچھ نقصان پہنچا چکے ہوں تو یہ فوراً اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر نہیں تو فوراً دشمن کو اپنے قابو میں کر کے اسے بے بس کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

(۳) خون کے سفید ذرات جسمانی حفاظت کے لئے اشد ضروری ہیں۔

اس نظریہ کو اشکال کی مدد سے ذیل میں واضح کیا گیا ہے:۔

(۱) تندرست سیل اور حملہ آور جراثیم (+‡+)

(۲) سیل پر دشمن کا حملہ۔ یہ حملہ سیل کے گرد رہ کر بھی ہونا ممکن ہے

(۳) سیل کا توازن ضائع ہو گیا کیونکہ وہ حملے کی تاب نہ لا سکی

(۴) سفید ذرات کا مقابلہ کے لئے اکٹھا ہونا

(۵) نقصان کی تلافی

اس اصول کی بہترین مثال سوجن ہے جب بیرونی دشمن کا حملہ ہوتا ہے تو خون وغیرہ کی آمد کی وجہ سے وہ جگہ لال ہو جاتی ہے اور سوج جاتی ہے خوردبین کی مدد سے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اس جگہ کے نیچے خون کے سفید ذرات دشمن سے جنگ و جدل میں مشغول ہیں۔ ان میں سے کئی اس کوشش میں ہیں کہ دشمن اور تندرست سیلز کے درمیان ایک دیوار

**پروفیسر ایلی مٹشنی کاف**
(جنہوں نے مخلصی کا نظریہ پیش کیا)

کھڑی کر دی جائے تاکہ باقی دشمن اندر نہ گھس سکیں۔ جس وقت یہ دیوار مکمل ہو جاتی ہے یعنی ایک پتلی سی جھلی تیار ہو جاتی ہے تو حملہ رک جاتا ہے اور یہ سفید ذرات مردہ دشمن کو لئے ہوئے پیپ کی صورت میں جسم سے باہر نکل آتے ہیں۔

چند لڑائیاں جیتنے کے بعد یہ ذرات جنگجو ہو جاتے ہیں اور جوں جوں جسمانی ترقی ہوتی جاتی ہے توں توں دشمن کے حملہ کی طاقت ان کے جواب کی تاب نہیں لا سکتی۔ ایک دفعہ ہارے ہوئے جراثیم ان تجربہ کار سفید ذرات کے مقابلہ میں پھر نہیں ٹھہر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ وبا کا دوسرا حملہ نہیں ہوتا۔

مخلصی کو سمجھنے کے لئے دوسری تھیوری کیمیکل تھیوری ہے۔ اس نظریہ کے مطابق تندرست خون میں جراثیم کو مار دینے کی طاقت ہے کیونکہ تازہ خون ایک اعلیٰ اینٹی سیپٹک ہے چنانچہ

(۱) خون میں ہوتے ہوئے چند کیمیاوی مرکبات جراثیم کو ہلاک کر سکتے ہیں۔

(۲) جراثیم سے پیدا شدہ زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے جسم میں ایک تریاق پیدا ہو جاتی ہے جو زہر کے اثر کو تندرست اعضاء تک نہیں پہنچنے دیتی۔ یہ تریاق جراثیم کو ہلاک نہیں کر سکتی مگر چونکہ یہ ان کے زہریلے مادہ کو ضائع کر دیتی ہے اس لئے جراثیم کا اثر نہیں ہوتا۔

(۳) جراثیم کو مارنے کے لئے چند بیماریوں میں جسم میں ایک خاص مادہ بھی پیدا ہو سکتا ہے چنانچہ جہاں ملنے والا مادہ صحت دے سکتا ہے۔ یہ مادہ بیماری کے حملہ کو روک سکتا ہے۔

(۴) چونکہ ایک حملے کے بعد بہت سی تریاق جسم میں باقی رہ جاتی ہے اس لئے بعد میں بھی بیماری کا حملہ نہیں ہو سکتا۔ کیمیاوی نقطۂ نظر پر مختصر سی بحث ہم آگے بھی کر چکے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو دراصل دونوں ہی نظریئے درست ہیں۔ جسم میں تریاق بھی پیدا ہوتا ہے اور سفید ذرات بھی اپنا کام کرتے ہیں۔ ان کا یہ کام جداگانہ نہیں بلکہ مشترکہ ہے۔ کیمیاوی مرکبات دشمنوں کی طاقت زائل کر دیتے ہیں اور سفید ذرات یا تو ان کو اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں یا ہضم کر جاتے ہیں لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ کیمیاوی نظریہ کی تکمیل سے ہمارے ہاتھ ایک نیا اصول آ گیا ہے جو کہ ٹیکہ سے تعلق رکھتا ہے اور جس نے متعدد قسم کی وبائی امراض کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں ہمارا ہاتھ نہایت تندہی سے بٹایا ہے۔ اگلے مضمون میں اس کو تفصیل سے واضح کیا جائے گا۔

# عالم نسواں

## جاپانی عورتوں کی سرگرمیاں

### ریڈیو کے ذریعہ خانہ داری اور فیشن کی تعلیم

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ مقیم جاپان)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

جاپان کی عورتیں اپنے ملک کے مستقبل کو بنانے میں نمایاں حصہ لے رہی ہیں۔ یہاں ایک جاپانی لڑکی کی کہانی سے ج رنا خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔ یہ لڑکی آج ریڈیو کے ذریعہ تقریباً ایک لاکھ جاپانی عورتوں کو خانہ داری اور فیشن کی تعلیم دیتی ہے۔ اس کا نام کر دوا ہے اور یہ خانہ داری کے پروگراموں کو جو براڈکاسٹ کئے جاتے ہیں ترتیب دیتی ہے۔ یہ سکول کے پرنسپل کی طرح سبق دیتی ہے۔ ریڈیو اسٹیشن پر یہ بہت کم جاتی ہے بلکہ یہ تمام باتیں جو براڈکاسٹ کی جاتی ہیں ریڈیو والوں کو بتا دیتی ہے۔ اس کا دفتر ریڈیو اسٹیشن کے پیچھے ہی ہے۔ یہ فیشن سے متعلقہ خبریں بھی بتاتی ہے جو زیادہ تر ہر سی۔ یہ بارہ اور ٹوکیو نے نکلے نہیں ہوتی ہیں۔ بچوں کی تربیت اور تعلیم پر بھی یہ لیکچر دیا کرتی ہے۔ نیز عورتوں کو مصوری، تعلیم اور بناوٹ کے متعلق بھی ہدایات دیتی ہے۔

کھانا پکانے کے طریقوں میں یہ جاپان۔ چین۔ یورپ اور دیگر غیر ممالک کے طریقے شامل کرتی ہے۔ یہی لڑکی آج جاپان کی عورتوں کی زندگی میں نئی نئی دلچسپیاں بتاتی ہے۔ جاپان کی بہت سی عورتیں اخبار نہیں پڑھ سکتیں مگر ریڈیو کے ذریعہ انہیں فیشن۔ بچوں کی تربیت۔ خانہ داری کے طریقہ سے پوری واقفیت حاصل ہو جاتی ہے کر دوا براڈکاسٹ کے ذریعہ پہلے اپنا پیغام دیہاتی عورتوں تک پہنچاتی ہے۔ پھر شہر کی عورتوں کو سناتی ہے۔ اس لڑکی کا بیان ہے کہ ٹوکیو کی عورتیں سائنٹفک دلائل میں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔ چنانچہ انہیں وٹامنز کے متعلق بھی بتانا پڑتا ہے۔ یہ لڑکی مصنف بھی ہے۔ اور پہاڑ پر چڑھنے کی بھی اس لڑکی کو بڑی مہارت ہے۔ اس لڑکی نے پہاڑ پر چڑھنے کے واقعات بھی بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ جاپان کی عورتوں کو کھیلوں میں بھی مردوں سے کسی طرح پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔

یہ لڑکی کرتسو اور کیوتو پہاڑ پر چڑھی اور ان فلک بوس چوٹیوں پر چڑھنے والی پہلی لڑکی تھی۔ ان پہاڑوں کی اونچائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ وہ کس طرح کامیاب ہوئی۔ یہ لڑکی یہاں کی تند اور تیز ہواؤں اور برفانی جھونکوں پر خوب زور سے ہنسی۔ جس وقت اس نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو یہ نیلے رنگ کے لباس میں تھی۔ اور اس کی وضع سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ لڑکی کوئی پہاڑی ہے۔ اور اسے پہاڑ پر چڑھنے کی بڑی مشق ہے۔ ان کی پارٹی میں چار آدمی شامل تھے۔ اس کا خاوند۔ یہ اور دو آدمی اور۔ یہ پارٹی بارہ گھنٹہ میں پہاڑ پر پہنچ گئی۔ مگر کیوتو پر چڑھنے میں انہیں دو روز لگ گئے۔ اس وقت سردی کا بڑا زور تھا۔ مگر یہ لڑکی مردانہ وار سردی کا مقابلہ کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھتی رہی۔ نہیں جھجکی اور برابر پہاڑ پر چڑھتی چلی گئی۔ اس کے دل میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ وہ پہلی عورت ہے جو ان فلک بوس چوٹیوں پر چڑھنے کی مہم کو سر کرے گی۔ چنانچہ یہ اپنے عزم بالجزم میں کامیاب ہو گئی۔ اور آج جہاں اسے اور بہت سی خصوصیات حاصل ہیں وہاں یہ ان پہاڑوں پر چڑھنے میں بھی پہلی لڑکی تصور کی جاتی ہے۔ اس قسم کے مشقتی کھیلوں سے لڑکیاں زیادہ مضبوط اور توانا ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے نظریہ میں بھی بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ نیز انہیں کھیل کود سے رغبت ہو جاتی ہے۔

### عورتوں کی فرم

ایک کاروباری فرم کھول گئی ہے جس کی کرتا دھرتا سب عورتیں ہی ہیں۔ بڑے افسر سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کام کرنے والی سب عورتیں ہیں۔ اس فرم کا دفتر اوٹوچی بلڈنگ میں کھل گیا ہے اور فرم لمیٹڈ کر دی گئی ہے۔ ٹوکیو میں ٹوکیو کے ایک سرکردہ رئیس کی بیوی اس کمپنی کی پریزیڈنٹ ہیں۔ اسی طرح ایک اور رئیس کی بیوی اس کمپنی کی مینجنگ ڈائرکٹر مقرر ہوئی ہیں۔ کئی عورتوں کو کمپنی ہذا کا ڈائرکٹر بنایا گیا ہے۔ کمپنی کے قیام کے متعلق پہلی بار مجلس میں مسز ہی نے تجویز کیا کہ عورتوں کی ایک کمپنی قائم کی جائے جو عورتوں کے لئے ریڈیم کی پٹیاں۔ ریڈیم کا کریم وغیرہ فروخت کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کمپنی کے متعلق جو انتظامات ہو گئے ہیں۔ تجویز کا بڑا حوصلہ افزا جواب ملا اور دس لاکھ ین (جاپانی سکہ) ہر چند ہی تک فراہم ہو گئے۔ ہر فرد ہی کو کمپنی کا دفتر کھل گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حصہ داروں کی ایک میٹنگ بھی ہو گئی۔ تجویز کے مطابق کمپنی کی پریزیڈنٹ اور دیگر ذمہ داران کمپنی کی چیزوں کو فروخت بھی کریں گی۔ جب کمپنی کے دفتر کا معائنہ کیا گیا تو اس کے صدر نے فرمایا:-

وہ فرانس کی ایک عورت میڈیم کیوری تھی جس نے ریڈیم کا پتہ لگایا۔ ریڈیم بنی نوع انسان کے لئے ایک نعمت ہے اگر عورتیں اپنی تندرستی کو برقرار رکھنے اور صحت کو زیادہ اچھا بنانے کے لئے ریڈیم کا استعمال کریں تو ان کا گھر روشن ہو جائے گا۔ عورتوں کے لئے عورتوں کے ہاتھ سے دی گئی ایک نعمت ہی عورتوں کی اس بڑی کمپنی کو قائم کرنے کا ایک واحد مقصد ہے۔ اس کمپنی کا قیام عورتوں کی سوشل ترقی کے لئے ہی کیا گیا ہے۔ اور یہی خیال ہم سب کے پیش نظر تھا کہ عورتوں کی ترقی کے لئے کوئی عملی کام کیا جائے۔ چنانچہ اسی خیال سے آغاز کام شروع کیا گیا ہے۔ اور ہمیں پوری امید ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ اور اپنے مشن کو جو ہم نے شروع کیا ہے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔

---

# زر و مال کی حفاظت کی نایاب سکیم،

# حفاظتی سیف

## جب فرصت ہو تشریف لا کر ملاحظہ فرمائیے

صرف چند روپے سالانہ خرچ کر کے آپ اپنے قیمتی کاغذات زیورات اور جواہرات اور نوٹ روپے وغیرہ ہمارے سیف ڈپازٹ والٹ میں پوری حفاظت سے رکھ سکتے ہیں اور صبح ۱۰ بجے سے شام کے ۶ بجے تک جتنی مرتبہ چاہیں نکلوا سکتے ہیں۔

• اس والٹ میں مختلف سائز کے سیف ہیں اور ہر سیف کی چابی صرف سیف لینے والے کے پاس رہتی ہے۔ صرف وہی کھول اور بند کر سکتا ہے۔ اس سیف کو چوری، ڈاکہ، نقب، آگ، پانی وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں جب آپ اس والٹ کو دیکھیں گے تو اس کی مضبوطی اور حفاظت آپ پر خود بخود روشن ہو جائیں گے۔

مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب کیجئے۔

# سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ چاندنی چوک دہلی،

---

ادب لطیف

# نااُمید دل سے

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

آج تک تیری رضا پر چل کر بدنام ناکارہ اور کاہل ہی نہیں بنا۔ بلکہ تو نے میری منزل مقصود کا راستہ بھی دیکھنے نہیں دیا۔ لیکن اب مجھے کہہ۔

میں آندھی ہوں۔ سیلاب ہوں۔ طوفان ہوں۔ دیکھ لونگا آنے والی رکاوٹوں کو۔ ذرہ ذرہ کر دوں گا راستہ میں آنے والے پہاڑوں کو۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ان تاریکیوں کو۔ دیکھ لوں گا کس کی طاقت۔ کس کی مجال اور کس کا حوصلہ ہے جو میرے آگے ٹھہرے۔

آہ۔ تو نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ لوگ مجھ سے تنگ آ کر مجھے دیوانہ کہتے ہیں لیکن انہیں کیا پتہ کہ۔ ۔ ۔ ۔ میں کس قدر بے انتہا۔ کبھی ختم نہ ہونے والا ہمیشہ آگے کو بڑھنے والا۔ بادل کی گرج۔ بجلی کی کڑک۔ کبھی نہ رکنے والی شکتی ہوں۔ پہاڑی ندی اور چلتا ہوا ہمالیہ ہوں۔ ۔ ۔ بس۔ ۔ ۔ اب نہیں رکوں گا نہیں ڈگمگاؤں گا نہیں گھبراؤں گا۔ نااُمیدی کی دھجیاں اڑا دوں گا۔

(راجپال آدیسری)

۳

۲

۱

(۱) مس شکنتلا جلہوں نے ایک روسی مصور سے شادی کی ہے۔

(۲) مس حسن اور انکا کتا دہلی "ڈاگ شو" میں۔

(۳) مس شالتا سپتارشی جن کو ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کے امتحان میں سونے کا تمغہ ملا ہے۔

چترویدی خواتین جنہوں نے رسم پردہ کے خلاف ایک ایسوسی ایشن قائم کی ہے۔

مسز ... ٹیگور کے ایک جلسہ میں لکچر کر رہی ہیں۔

سانتا ہیری کی ایک تصویر جو انہوں نے خود بنائی ہے۔

# پرواز کی ترقی اور ہوائی جہازوں کی تعمیر

انگلستان میں اب اسطرح کی گول بارہ منزلہ عمارتیں بننے والی ہیں جو زیادہ صحت افزا اور سستی ہونگی۔

دنیا کا سب سے بڑا ٹھوس شیشہ جسکا وزن بیس ٹن اور قطر سترہ فٹ ہے۔

## فصل کاٹنے کی مشین

[illegible]

"ایرشپ" کے شاندار کمروں کا ایک بیرونی منظر۔

جدید "ایرشپ" جسکے اندر عظیم الشان ہوٹل ہے۔

ٹیلی ویژن کا خاص کمرہ جو انگلستان میں قائم کیا گیا ہے۔

ہاتھی کے چار بڑے بڑے دانتوں سے یہ سواری امریکہ میں بنائی گئی ہے۔

حکیم محمد احمد خانصاحب

طبیہ کالج کے سکرٹری آنیہ طبیہ کے اہم کانووکیشن کے موقع پر کالج کی رپورٹ پڑھی

مولانا عبداللہ

آپ طبیہ کالج سے ملحق ہندوستانی دواخانہ کے معاون منیجر ہیں اور کانووکیشن کے موقعہ پر آپ نے تمام انتظامات کئے۔

سردار پٹیل اور مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن

میرٹھ میں آپکا جلوس نکالا گیا۔

"بلیو برڈ"

سر میلکم کیمپبل کا نیا موٹر "بلیو برڈ" جسکی رفتار پہلے "گھنٹہ" میں ہو سو میل فی گھنٹہ ہے۔

Bombay Phono General Agency
KALBADEVI ROAD, BOMBAY
PRIMAPHONES
Premier Phones of Perfect Tone

الفت آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہے

---

ناکامی کامیابی کی قدر کو دوبالا کرتی ہے۔

---

پشیمانی نیکی کا احترام ہے

---

تمہاری محبت آمیز سلوک تمہیں دائرۂ احباب کا مرکز بنا دے گا۔ اپنے تئیں پاک اور دلکش بنائے رکھو۔ ایک عالم کو تمہارے ساتھ بے غرض محبت اور حقیقی عشق پیدا ہو جائے گا۔

---

بے عقل انسان اپنے حصولِ مقصد کی محض خواہش کرتا ہے اور بے صبری کا اظہار۔ خلاف ازیں ایک عاقل کامیابی کے لئے سعی کوشش کرتا ہے اور انتظار۔

---

ہر وہ شخص اپنی ذات پر حکومت کر کے اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ صحیح معنوں میں دوسروں پر حکمرانی کرنے کا مجاز ہے۔

---

ہر تندرست و توانا شخص جو صبحدم کے خاموش اور بیش بہا لمحات کو نیند کے خمار میں ضائع کرتا ہے۔ ہرگز عظیم الشان رفعت حاصل نہیں کر سکتا۔

---

جیسے سورج کی روشنی سے ایک نابینا شخص محروم رہتا ہے۔ اسی طرح صداقت کے ضیا پاش نور سے محض وہ شخص محروم رہتے ہیں جن کی بصیرت پر خود غرضی نے چھاپہ مار کر انہیں بصیرت سے محروم کر دیا ہو۔

---

جس طرح ہر شے کا سایہ اس کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے۔ اور آگ پر پھونکنے کے بعد دھوئیں کا اٹھنا لازمی ہے۔ اسی طرح ہمارا ہر فعل اور ہمارا ہر عمل تاثرات سے بری نہیں۔ ہماری ہر عشرت اور ہماری ہر عسرت ہمارے خیالات اور ہمارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہیں۔

---

ذوقِ عمل دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے موجودہ حالات کو بدلنے کی ضرورت سے اور اس قوت کے احساس سے کہ ہم تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔

---

# بجائے دل مرے پہلو میں برقِ آتشیں رکھدی

(از جناب سوزؔ لکھنوی)

خلوصِ دل ہی کس دل نے بنیادِ یقیں رکھدی
تمہارے آستانے پر زمانے نے جبیں رکھدی

مری بربادیوں کی حد نہ پوچھیں پوچھنے والے
ذرا سی خاک تھی جس نے بہاں (؟) ہی دیں رکھدی

مری تخیل کی رفعت فلک سا ہی کے کام آئی
مرا بیٹھا ہوا دل لیکے بنیادِ یقیں رکھدی

مرتب ہو چلا بکھرا ہوا شیرازۂ عالم
یہ کس نے چاکِ دامانی پر اپنی آستیں رکھدی

خدا کی دین کہئے اب اسے یا شوخیٔ فطرت
بجائے دل مرے پہلو میں برقِ آتشیں رکھدی

تجھے دھوکے میں بندہ ہو گیا ساری خدائی کا
خدا جانے کہ کن کن آستانوں پر جبیں رکھدی

بیاباں چھان ڈالے جس گھڑی سی ہوش آیا ہے
ترے وحشی نے بھولے سے متاعِ دل کہیں رکھدی

زمانے نے تو سجدے آستانے پر کئے ہوں گے
ترے ہر نقشِ پا پہ سوزؔ نے اپنی جبیں رکھدی



# موجِ تبسم

**کتب فروش:-** آپ یہ کتاب ضرور خرید لیجئے۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو تمام دنیا کی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔

**گاہک:-** اپنی بیوی کی موجودگی میں مجھے کسی ایسی کتاب کی ضرورت نہیں۔

---

**ماسٹر:-** بتاؤ سب سے بہتر موسم کونسا ہے؟

**شاگرد:-** جس موسم میں اسکول بند رہتا ہو۔

---

**محبوبہ:-** پیارے کیا جب میرے بال سفید ہو جائیں گے جب بھی تم مجھ سے اسی طرح محبت کرو گے۔

**عاشق:-** کیوں نہیں۔ تم نے بہت سے رنگ بدلے اور اب بھی میں تمہیں پیار کرتا ہوں۔

---

**استاد:-** تمہارے والد کی پسندیدہ چیز کون سی ہے!

**شاگرد:-** میری اماں جان۔

---

**ماں:-** میرے لال جب تمہیں نیند آ جائے گی تو فرشتے اس کمرے میں آئیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے۔

**لڑکا:-** امی جان تو میری مٹھائیاں جو طاق پر رکھی ہیں۔ انہیں میرے تکیہ کے نیچے رکھ دیجئے۔

---

**پریس کا منیجر:-** آپ نے اتنی بڑی ڈکشنری کیونکر تصنیف کی؟

**مصنف:-** یہ کام تو ایسا تھا جیسے کوئی اپنی بیوی سے لڑ رہا ہو۔ ایک لفظ پر دوسرا لفظ نکلتا ہی آتا۔

---

**کرایہ کے مکان کا امیدوار:-** (مکان کے دیکھنے کے بعد) اس چھت سے ہمیشہ اسی طرح پانی ٹپکتا ہے۔

**مالک مکان:-** جی نہیں صرف بارش کے وقت۔

---

**گاہک:-** مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے لڑکے نے کچھ کپڑے خریدے تھے جن کی قیمت ۳ سال سے باقی ہے۔

**کپڑے کا تاجر:-** جی ہاں کیا آپ وہ ادا کرنے آئے ہیں۔

**گاہک:-** جی نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اسی شرط پر آپ سے کچھ کپڑے اور خرید لوں۔

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس ۔ دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جارہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہوجاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں جو یہ مل تیار نہ کرچکی ہو،
زین۔ ٹوئیل۔ لٹھے کورے۔ دھلے اور رنگین۔ دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی۔ دو دیہ ململ کریپ۔ شرٹنگ۔ سوٹنگ چادر پلنگ۔ سوزنی تولیے۔ رومال۔ رنگین و فینسی۔ جھاڑن مسہری۔ دوسوتی اٹیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی۔ آگرہ۔ ریل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہوسکتے ہیں۔
میسرز دیاچند ہردیال امرتسر
میسرز دیاچند ہردیال جموں
میسرز دیاچند ہردیال سکھر
میسرز دیاچند ہردیال پالی
میسرز کنہیالال موتی رام جے پور
میسرز چندولال سورج مل کانپور
میسرز چندولال سورج مل لکھنؤ
میسرز راجی داس شریرام کلکتہ
میسرز بابورام رام رتن فرخ آباد
میسرز جیارام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ: تولیے ہر قسم تو دیاں حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہوسکتا ہے۔
میسرز کھڑگ سنگھ دلیش راج لاہور
میسرز ایس۔ جے کواپریٹو سوسائٹی کراچی
میسرز ایس۔ جے کواپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
مینیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

## (پچھلے صفحہ سے)

کمرے کے دوسرے گوشے میں تھا۔ اب وہاں تک جانا بس کا نہ تھا۔ وہ بڑبڑائی "کیا حماقت ہے"۔ اور کھڑے ہو جانے کا قصد کیا۔ مگر معاً چرچراہٹ کی پھر آواز آئی۔ اب کی دفعہ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی برابر والے صوفہ پر آن کر بیٹھ گیا ہے۔ اتنے میں سارے کمرہ میں اندھیرا سا چھانے لگا۔ مسز ٹیمپرلی نے چراغوں کی طرف آنکھ اٹھائی۔ سب کی روشنی مدھم ہو گئی تھی۔ وہ سہم گئی۔ "میرے خدا! اگر سب روشنیاں گل ہو گئیں تو اس گھپ اندھیرے میں میرا اکیلی کا حال ہوگا"۔ روشنیاں جھلملا جھلملا کے برابر پھیکی پڑتی چلی رہی تھیں۔

ہوا کا ایک ہلکا سا ٹھنڈا جھونکا کمرے میں محسوس ہوا ——— مسز ٹیمپرلی کو جھرجھری آ گئی۔ پھر کچھ کھسر پھسر سی ہوئی۔ اور مشکل سے دو ایک ہاتھ فاصلہ کی کرسی چرچرائی۔ بیچاری کا تمام بدن سنسنا گیا۔ سامنے والے پیانو کے سٹول پر ایک موہوم انسانی پرچھائیں جھلکتی ہوئی دیکھ کے اس کا کلیجہ بلیوں اچھل رہا تھا۔ وہ شکل آہستہ آہستہ گہری اور نمایاں ہونے لگی۔ مسز ٹیمپرلی نے کپکپا کر اپنی کرسی کے ہتھے مضبوط پکڑ لئے۔ وہ ایک نوجوان مرد تھا۔ بڑا خوشرو۔ بلیح۔ وجیہہ۔ اس کے خوبصورت جسم پر فینسی ڈریس تھی۔ اس کی متناسب ٹانگوں میں گھٹنوں تک برجیز اور ریشمی موزے تھے۔ ایک لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کی ٹکٹکی اپنے پاس والی ایک کرسی پر لگی

ہوئی تھی۔ جس کی نشست پر دلفریب حرکات و سکنات سے مسکرایا جاتا تھا۔

جلد ہی مسز ٹیمپرلی کو ایسا معلوم ہوا کہ جس کرسی پر نوجوان کی نظریں جمی ہوئی تھیں وہاں پر بھی ایک دھندلی سی پرچھائیں نمودار ہونی شروع ہو گئی ہے۔ جو رفتہ رفتہ ظاہر ہوتے ہوتے ایک پرکشش ارغوانی لباس کی لڑکی کے روپ میں قائم ہو گئی۔ اس کی خوبصورت ٹوپی میں بیش قیمت پروں کی کلغی اور رنگا رنگ پھول کے گچھے آویزاں تھے۔ اب وہ مسز ٹیمپرلی کی طرف سے مڑ گئی۔ البتہ نوجوان صاف بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔ نوجوان مرد کے جذبات سراپا جوش ہو گئے تھے۔ وہ لڑکی پر جھک گیا اور نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ اس کے ہونٹوں کو ذرا سی جنبش ہوئی۔ مگر آواز بالکل نہ تھی۔ لڑکی نے تنک کر اسکی طرف سے ذرا پہلو موڑ لیا۔ وہ اس کی بات پر ناراض سا معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اس کا خوبصورت سر نفی میں برابر ہل رہا تھا۔ اب وہ لڑکی بھی ایک شان دلربائی سے اٹھی اور مسز ٹیمپرلی کے ایرانی قالیچہ پر سرو قد کھڑی ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ہونٹوں سے بھی خاموش الفاظ کا ایک طوفان امنڈ رہا ہے۔ اس نے دروازہ کی طرف نگاہ اٹھائی۔ گویا اپنے ہمراہی کو ادھر نکل جانے کا حکم دے رہی تھی۔ اس وقت وہ نوجوان عجز و انکسار اور ایثار و محبت کا مجسمہ بنا ہوا پژمردہ کھڑا تھا۔ حتیٰ کہ مسز ٹیمپرلی اس حرماں نصیب کی ہمدردی میں اپنا سارا خوف بھول گئی۔ لیکن عالم ارواح کی تیرہ بخت کے پہلو میں پتھر کا دل تھا۔ مسز ٹیمپرلی نے اغرت

سے دل ہی دل میں بد دعا دی۔ نوجوان نے مجبوری سے مجبور کا ہاتھ تھام کر چوما۔ لیکن اس نے جھٹکا دے کر چھڑا دیا ——— اور وہ بے چارا بھاری قدموں سے چلا اور دروازہ پر سلام کو سر جھکا کر باہر نکل گیا۔

وہ لڑکی پھر اپنی کرسی پر بیٹھ کر خیالات کے تلاطم میں غرق ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کا پردہ سرکا اور ایک نوجوان عورت آئی۔ ملک کا لباس پہنے ہوئے بے محابا در آئی۔ اس کے پیچھے شوخ سرخ رنگ کی وردی میں ایک مرد تھا۔ مسز ٹیمپرلی کا دل دھک دھک کرنے لگا کہ یہ آنے والے کہیں اسے نہ دیکھ لیں۔ مگر ان کی تمام توجہ اس لڑکی کی طرف تھی۔ تینوں میں خوب ساز باز تھا جیسے لڑکی اپنے دل کی بات ثابت کرنے میں پیمانہ نگاہ ہی معلوم ہوتی تھی۔ یکایک پردہ سرکا جس پر ان تینوں نے مڑ کر دیکھا۔ ملازم اندر داخل ہو کر سلام کیا۔

اب مسز ٹیمپرلی کو باہر سے شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک بڑا ہنگامہ برپا معلوم ہوتا تھا۔ گاڑیوں کے پہیوں کی گھڑگھڑاہٹ۔ سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی پیاپے آوازیں۔ کوئی عجیب اودھم مچا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر باہر کی تیز روشنی کا عکس پڑتے دیکھا۔ جیسا کہ دل کر رہا کر

کے دروازے میں ادھر سے آتی۔ پہلے باہر شعلے جلاس گراتے ہیں ملا کر اپنی تی صورتوں سے کچھ کم بھر گیا تھا۔ کہ دوسرے کو بھی جگہ باقی نہ تھی بیٹھی گھبرا کے رہ گئی۔

تمام آنے والے تقریباً ایک سا لباس پہنے ہوئے تھے۔ پہلے تینوں بظاہر میزبان معلوم ہوتے تھے جو آنے والوں کی پذیرائی کر رہے تھے۔ بہت سے ہندوستانی خدمتگار ہاتھوں میں کشتیاں لئے ہوئے کمرے میں گھس آئے تھے۔ انواع و اقسام کی مٹھائیاں اور کیک اور مختلف نفیس رنگ برنگ کی شرابیں مہمانوں کے آگے اتاری جا رہی تھیں۔ اور سب اکل و شرب میں مصروف تھے۔ تمام مجمع میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ مگر مسز ٹیمپرلی نے ایک گونہ تشویش سے دیکھا کہ حاضرین میں وہ نوجوان نہ تھا حالانکہ ضیافت کے لباس میں وہ بھی آیا تھا۔

اس خاموش گہما گہمی اور قہقہاتے مسرت میں ایک فوری دھماکے نے کھنڈت ڈالدی۔ تمام اہل جلسہ دم بخود ہو کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ مسز ٹیمپرلی نے دیکھا کہ ارغوانی لباس والی لڑکی کے چہرہ پر یکایک موت کی زردی سی چھا گئی۔ وہ تلملا کر کف افسوس مل رہی تھی۔ باہر آدمیوں کے دوڑنے اور بھیانک چیخ کی

(باقی صفحہ ۴۰ پر)

# دیہی صنعت و حرفت

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

کی طلبہ ہوں۔ ایک کرسی کا پایہ بنائے دوسرا بازو تیسرا سیٹ بنائے چوتھا بیک، پانچواں فٹ کرے تو ہر ایک طالب علم ایک کام سیکھ بھی جلدی لیگا اور مال بھی اچھا تیار ہوگا۔ ایک کام سیکھنے کے بعد دوسرا کام جلدی سیکھا جا سکتا ہے۔ ایک آدمی سے مال تیار کرانا درست نہ ہوگا۔

(۱۴) دستی پرودکشن ایسی سڑک کے کنارے ہو جہاں سے عام لوگ گزرتے ہوں۔ تو مال کی کھپت آسانی سے ہو سکیگی یا دستی پروڈکشن جلدی مشہور ہو سکتی ہے۔ مثلاً دہلی اور میرٹھ دہلی کے درمیانی سڑک۔

(۱۵) آمدنی کی نسبت ساکھ کا زیادہ خیال رکھا جائے۔ جو آرڈر آئیں ان کو نہایت عمدہ صفائی و ایمانداری سے نبھایا جائے۔ تاکہ بار بار آرڈر آئیں اور ساکھ جم جائے۔ اگر شروع میں نفع بہت ہی کم رکھا جائے تو بہتر ہے یا بغیر نفع مال بیچا جائے۔

(۱۶) دستکاری کے سکول کھولنے میں یہ خیال رکھا جائے کہ جب طلبہ کام سیکھ لیں تو ان کے لئے ورکشاپ موجود ہو۔ جہاں طلبہ کو کام مہیا کیا جائے۔ تاکہ طلبہ برسر روزگار لگ جائیں اور آسانی سے سیکھ سکیں۔ ورکشاپ سے مال بکتا رہے گا۔

(۱۷) اگر تیس آدمی مشینری کے ذریعہ اشیاء کے پرزے تیار کرادیں اور طلبہ ان کو فٹ کر دیں۔ اس طرح دستکاری میں جلدی ترقی ہو سکتی ہے۔ اس مشینری کو تعلیم کا ذریعہ سمجھیں نہ کہ آمدنی کا ذریعہ۔

(۱۸) ایسے مڈل سکول کھولے جائیں جن میں نصف وقت تعلیم ہو اور نصف وقت دستکاری سکھائی جائے۔ چار گھنٹے تعلیم ہو۔ چار گھنٹے دستکاری۔ یہ سکول بلا فیس چل سکتے ہیں۔ دستکاری سے اتنی آمدنی ہوگی۔ کہ سٹاف کا خرچ بھی نکل سکے گا۔

(۱۹) ایسے سکولوں میں خود غرض آدمی گھس کر کام خراب کرتے ہیں۔ بعض بے ایمانی سے مال اڑاتے ہیں۔ بعض اپنا کریڈٹ حاصل کرنے کے لئے دوسروں کے کام میں مخل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ ایسے آدمی نہ گھسیں۔

(۲۰) بعض مقامات ایسے ہیں جہاں مزدوری بہت سستی ہے مثلاً اڑیسہ کا علاقہ، ضلع حصار کا علاقہ یہاں دستکاری جاری کرنے سے غرباء کو مدد ملتی ہے مال سستا طیار ہوتا ہے اور کام آسانی سے جاری ہو سکتا ہے۔

(۲۱) اگر پرائمری سکولوں میں کنڈر گارٹن سسٹم جاری ہو جس کا کام۔ کاغذ کے کاٹنے۔ ہوم سل بنانے سے ہاتھ اور آنکھ کی تربیت ہو جاتی ہے اور دستکاری سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

(۲۲) اگر ورکشاپ کھل جائیں تو دو چار ماہ یا ایک ماہ بعد اپنا خوراک کا خرچ نکالنے لگ جاتے ہیں اس طرح وہ کام بھی سیکھتے ہیں اور کام میں بھی معاون ہوتے ہیں۔

(۲۳) ہر ایک دستکاری پر کافی لٹریچر جمع کیا جائے دستکاری کے رسالے بھی جاری کئے جائیں تو بہت سی مدد مل سکتی ہے۔

(۲۴) ایک دم بہت سی دستکاریاں جاری نہ کی جائیں۔ جب اس میں کامیابی ہو تو پھر دوسری دستکاری جاری کی جائے۔

(۲۵) اگر ضرورت ہو تو پہلے اپنے مطلب کے ہمارے ٹرینڈ کرائے جائیں ورنہ اپنے مطلب کے دستکار چن کر منگوائے جائیں۔

(۲۶) ایسی چیزیں تیار نہ کرائی جائیں جو پہلے ہی مارکیٹ میں کافی ہیں۔ ایسی چیزیں مہیا کرو۔ جو دوسرے ممالک سے زیادہ آتی ہیں۔

(۲۷) طیار شدہ مال کی نمائش کرائی جائیں۔ دیہات کے سنٹروں میں پیٹھ لگائی جائیں۔ نئی ایجادوں کے متعلق انعامات دئے جائیں

(۲۸) ایسی دستکاریاں ہندوستان کے لئے زیادہ مفید ہیں جو ایک شخص یا دو چار شخص ملا کر چلا سکیں۔ جاپان سے ایسی دستکاریوں کی تعلیم حاصل کی جائے۔

(۲۹) بعض اشیاء ضائع ہو رہی ہیں۔ گیہوں کی تیلیاں۔ سرکنڈے۔ لبنی مٹیاں وغیرہ ان کو استعمال کیا جائے۔

---



## ادب لطیف

# ایا

آنکھوں کی کھڑکیاں تمہیں دیکھتے ہی کھل گئیں اور تم پریت کا گیت گاتے ہوئے میرے دل کے سنگھاسن پر براجمان ہوگئے۔
مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے میرے دل میں پریم کا ساگر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ تم نے بھی مجھے اپنا لیا اور ہم دونوں ایک ہوگئے
لیکن آہ۔ تم روٹھ گئے۔ میں نے منانے کی کوشش کی۔ لیکن تم نہ مانے۔

اب ہم نہ دو ہیں اور نہ ایک۔
کیونکہ تم نے مجھے بھلا دیا ہے اور میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔
تم ایک میں "دوئی" دیکھتے ہو۔
اور میں "دوئی" میں ایک۔

(منموہن دیوانہ)

# ریاستہائے ہند اور اصلاح یافتہ نظام حکومت

## [illegible] مضمون نمبر (۸)

وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے قائم ہونے پر اس کی شاخیں قرار پا گئیں اور اس جماعتی ادارہ کے قائم ہونے سے ریاستی رعایا کی متفقہ آواز بھی اہمیت حاصل کرنے لگی۔ برطانوی شہنشاہیت نے اپنی توجہ ریاستی باشندوں کی طرف مبذول کی۔ انڈین اسٹیٹس انکوائری کمیٹی مقرر ہوئی جس کو عام طور پر بٹلر کمیٹی کہا جاتا ہے۔ آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس نے ریاستی باشندوں کی صحیح ترجمانی کے لئے ایک وفد بٹلر انکوائری کمیٹی میں بھیجا جس نے انگلستان پہنچ کر پارلیمنٹ کے ارکین اور دوسرے مدبروں سے مل کر ریاستوں کے حقائق اور واقعات کو ان کی اصلی صورت میں پیش کیا۔ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ، مسٹر [illegible] ہینڈرسن، مسٹر ویجوڈ بن، لارڈ ونٹرٹن، مسٹر [illegible]، لارڈ اولیول، لارڈ [illegible]، سر آسولڈ موسلے، سر جارج لانسبری، کرنل جوسیا ویجوڈ، مسٹر بیکن وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان تمام غلط بیانات کی تردید کی جو والیان ریاست کے ایجنٹ ہندوستانی ریاستوں کے متعلق یورپ میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اخبارات کے ذریعے سے ان مبالغہ آمیز بیانات کی تغلیط کرائی جو ریاستی باشندوں کی فرضی خوشحالی اور قناعت پسندی کے بارہ میں ملازمان ریاست ان آزاد ممالک میں شائع کرتے رہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دوران میں سوال و جواب کرا کر اس وفاداری کا پردہ چاک کیا جس کے متعلق ریاستی رعایا کی مایوسانہ خاموشی پر بیان کرائی جاتی تھی۔ پمفلٹ چھپوا چھپوا کر ان دردناک اقتصادی اور مالی تباہیوں کو معرض اظہار میں لایا گیا جن کو سرسبز خوشحالی اور فارغ البالی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ عام جلسوں میں تقریریں کیں جن میں بالخصوص ممبران پارلیمنٹ بھی شریک ہوتے تھے اور ریاستوں کے معاملات رعایا کے نقطہ نظر سے پیش کئے۔

یہ واقعات ۱۹۲۸ء کے ہیں۔ دوسرا وفد دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس نے انگلستان بھیجا۔ اسی اثنا میں انڈین نیشنل کانگریس میں بھی ریاستوں میں ذمہ دار حکومت کے مطالبہ کا ریزولیوشن منظور کرایا اور ایک ایسی ہی تجویز ۱۹۲۹ء کی نیشنل لبرل کنونشن مدراس میں پاس کرائی۔ سالانہ اجلاسوں کے علاوہ اہم و ضروری حالات کے ماتحت بھی مختلف اوقات میں اجلاس منعقد کرنا شروع کئے [illegible] سالانہ [illegible] ہزار روپیہ صرف [illegible] لٹریچر کی نشر و اشاعت پر صرف کیا جس کی تاثیرات پسماندہ سے پسماندہ ریاست کی رعایا پر بھی اثر انداز ہو رہی ہیں اور طلب حقوق انسانیت کا صحیح جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حتی کہ [illegible] ہر ریاست کی رعایا اپنے اپنے ماحول اور حالات کے مطابق جد و جہد میں مصروف ہے اور بقدر استطاعت صلاحیت سیاسی قربانیاں بھی دے رہی ہے۔ کیونکہ فرمانروایان [illegible] ہند میں بعض ایسے بندے اب بھی ایسے موجود ہیں جو اپنی مطلق العنانی میں کسی کے شریک یا سہیم ہونے کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور عہد قدیم کی جابریت و انانیت کا کوس لمن الملکی موجودہ عہد [illegible] میں بھی بجاتے رہنا چاہتے ہیں۔ بعض دانشمند آقایان ولی نعمت اعتقادی طور پر تو رعایا کو غلام ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن وقت اور حالات کے لحاظ سے مصلحت اسی میں نظر آتی ہے کہ عبودیت کی زنجیریں سختی کے ساتھ کسی ہوئی نہ رکھی جائیں بلکہ بندش کو ایک خاص حد تک ڈھیلا کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ کچھ روشن دماغ اور بیدار مغز روسا حقیقی معنوں میں آزاد خیال اور پورے طور پر انسانیت کے حامی ہیں اور دل سے اس نظریہ کے پابند ہیں کہ اگرچہ خدا نے بادشاہ کو بظاہر مالک و مختار بنایا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ رعایا کا خادم ہے جو اس کے تحفظ اور ترقی کے لئے گویا مشاہرہ پاتا ہے۔ خود اطمینانی کی خواہش اس کا کام نہیں ہے بلکہ جس بات سے رعایا مطمئن ہو وہی اس کا اطمینان ہے۔ رعایا ہی کے مفاد میں اس کا مفاد اور رعایا ہی کی خوشحالی میں اس کی خوشحالی ہے۔ [illegible] کے والیان ریاست اپنے ممالک میں [illegible] جس حد تک عوام کی استعداد میں گنجائش دیکھتے ہیں حکومت کی ذمہ داریاں ان کو منتقل کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر ان کی رہنمائی و نگرانی پوری احتیاط و دانائی کے ساتھ کرتے ہیں تاکہ میلانات کی رو غلط رخ اختیار نہ کرے جس کا نتیجہ جوش، تعصب اور منافرت باہمی کی آویزش کے ساتھ ایسے سیاسی ہیجان پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے جو بہت ہی قبل از وقت ہو اور جس کی مثال میں چین کی اس زبردست شورش کو پیش کیا جا سکتا ہے جو ۱۹۱۱ء میں ہوئی تھی اور وہاں کے انقلاب کا اصلی کار فرما قائم شدہ جمہوریت کا صدر قرار پا گیا تھا۔ بہت جلد عجلت پسندی کے اس نتیجہ پر پہونچ گیا کہ:-

"اگر قوم تیار نہیں ہے تو جمہوریت اور دستور سب اس کے حق میں استبداد شخصیت سے بھی زیادہ مضر ہے"

اس موضوع پر اس کی جو صدارتی تقریر "لنڈن ٹائمز" میں شائع ہوئی تھی اس میں علی الاعلان اعتراف کیا گیا ہے کہ:-

"قیام جمہوریت کے دو سال اندر ہی اصول و قوانین کو جی بھر کر پامال کیا جا چکا ہے۔ اخلاق، ضبط نفس کی بابت تو ہم نے سمجھ لیا کہ گویا بر روئے زمین پر یہ چیزیں موجود ہی نہیں ہیں۔ ہمیں اگر اپنا وجود باقی رکھنا ہے تو بلند آہنگیوں کو چھوڑ کر شروع ہی سے اپنے تئیں عمل تعمیر میں مصروف رکھنا چاہئے۔"

(باقی آئندہ)

# نتیج ویکلی کے مضمون نگار

از جناب
(ضمیر احمد صدیقی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان کی ترقی کا ستارہ نصف النہار کی طرف گامزن ہے۔ پچھلے برسوں کے متواتر مذہبی جھگڑوں اور فرقہ وارانہ معاملات کو دیکھ کر سب ہندوستانی اس فیصلہ پر پہونچ گئے ہیں کہ جب تک ہم لوگ آپس میں ہر قسم کا میل ملاپ اور رواداری کو جائز نہ رکھیں گے آزادی کے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ منجملہ تمام اہم اور خاص معاملات کے جو ہمارے لیڈروں میں طے ہو رہے ہیں ہم لوگوں کو اپنے روزمرہ کی طرز معاشرت یعنی بول چال اور گفتگو میں بھی درمیانی راستہ اختیار کر لینا چاہیئے تاکہ ہمارے تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی اور درشتی پیدا نہ ہوسکے اور اس کا حل صرف یہ ہے کہ ہم لوگوں میں رواداری کا جذبہ ہونا چاہیئے

میں نتیج ویکلی کا مستقل پڑھنے والا ہوں لیکن بڑے تعجب کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اردو ویکلی کے بعض مضامین کو اردو پڑھنے والے مشکل سے اور ہندی پڑھنے والے آسانی سے سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض حضرات اپنے مضامین میں ہندی کے الفاظ کثرت سے بھر دیتے ہیں میں ان اصحاب کی تحریر پر حملہ نہیں کرتا بلکہ نہایت خلوص کے ساتھ ایک اصولی بحث چھیڑ رہا ہوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہندی اور اردو پڑھنے والے کو تھوڑا بہت ایک دوسرے کی زبان کے الفاظ پر عبور ہونا چاہیئے لیکن ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جاسکتی یہ باتیں رفتہ رفتہ ہوتی ہیں۔ اب وہ وقت دور نہیں کہ ہر ملک ہندوستان کی طرح ہر ہندوستانی کم از کم دو زبانوں کا ماہر ضرور ہو جائے گا اور اس کو کوئی وقت اردو ہندی سمجھنے میں نہ پڑے گی۔ یہ واقعہ ہے کہ اردو زبان ہندوستان کی زبان ہے یہیں پیدا ہوئی اور یہیں پرورش پائی اور اس میں اس قدر وسعت بھی ہے کہ ہر زبان کے الفاظ کو جذب کرے لیکن جن الفاظ میں کے لئے اردو میں کوئی الفاظ نہ ہوں۔ ہر لفظ کو شامل کر لینا کچھ زیب نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ اکثر انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ روزمرہ کی گفتگو میں اس قدر انگریزی الفاظ استعمال کرتا ہے کہ کان سننا گوارا نہیں کرتے۔ درحالانکہ ان انگریزی الفاظ کا بدل اردو زبان میں موجود ہے اور وہ الفاظ اپنی جگہ بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں جہاں اور باتیں طے ہوئی ہیں وہاں اس کا فیصلہ بھی ہوگا کہ ہندوستان کی زبان کیا ہونی چاہیئے۔ یہ مسئلہ اس قدر دشوار ہے کہ اس کا حل ابھی تک نہیں ہوا۔ پنڈت جواہرلال نہرو نے اپنے خطوط میں جو ایک کتاب کی صورت میں ہیں اور جس کا نام THE OUTLINE OF WORLD'S HISTORY ہے اپنی لڑکی کو لکھا ہے کہ ہندوستان ایک چھوٹا بر اعظم ہے جہاں کے صوبوں کی تقسیم محض زبان پر ہونی چاہیئے اور جب تک ایسا نہیں ہوگا ہماری قومی حکومت NATIONAL GOVERNMENT میں آسانی نہیں ہو سکتی۔ پنڈت جی مذکور کے علاوہ اس مسئلہ پر دوسرے لیڈروں نے بھی رائے زنی کی ہے اور نتیجہ نکالا ہے کہ سارے ہندوستان کی ایک زبان نہ تو اردو ہو سکتی ہے اور نہ ہندی۔ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی اور مسز سروجنی نائیڈو نے اکثر اپنی تقریروں میں فرمایا ہے کہ ہندی اور اردو میں اعتدال پیدا کر دیا جائے یعنی نہ تو ہندی میں سنسکرت کے الفاظ بکثرت ہوں اور نہ اردو میں عربی فارسی کے الفاظ کی بھرمار ہو اور یہی اس کا حل بھی ہو سکتا ہے۔ بعض مضمون نگار ایسا نہیں کرتے اور اردو زبان پر ہندی کا اثر ڈال کر اردو پڑھنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہندی میں صرف ہندی اور اردو میں صرف اردو کے الفاظ استعمال کیجئے بلکہ عرض یہ کرنا ہے اس قدر الفاظ دونوں زبانوں کے ملائے جائیں جو بے ربط اور مشکل نہ معلوم ہوں ہندی میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جو اردو میں مل کر نہایت خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہندی الفاظ کی اجنبیت نہیں معلوم ہوتی مثلاً۔

اگر فارسی کے لفظ "محبت" کو تبدیل کر کے ہندی یا بھاشا کے لفظ "پریم" کو شامل کر لیا جاوے تو پریم کے نقطہ سے جملہ میں ایک جان پڑ جاتی ہے اور نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح "اصلاح" کے بجائے سدھار (सुधार) "سوسائٹی" کے بجائے سماج (समाज) زندگی کے بجائے (जीवन) خوبصورت کے بجائے سندر (सुन्दर) ایسے الفاظ ہیں جن کا وجود اردو زبان میں نہایت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ انگریزی کے الفاظ بھی مثلاً عامہ کے بجائے (PUBLIC) رہنما کے بجائے (LFADER) اپنی جگہ خوب ہیں۔

جہاں تک حسب بالا الفاظ کا تعلق ہے کسی اردو پڑھنے والے کو دقت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ الفاظ تو روزمرہ کی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف چند ہندی کی ایسے ثقیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن سے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے حالانکہ ان ہندی الفاظ کے مقابل میں دوسرے

(باقی اگلے صفحہ پر)

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

الہ آباد۔ اطلاع ملی ہے کہ حکومت پنڈت جواہر لال نہرو کو رہا کرنے پر تیار ہے بشرطیکہ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ کسی غیر ملک کو چلے جائیں۔

---

حکومت بنگال نے کمیونسٹوں کے خلاف منظم پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ آج پولیس کے محکمے نے تمام شہر کو چھان مارا اور مختلف لیبر اور سوشلسٹ پارٹی کے دفتروں پر دھاوا کیا۔ اور ایک درجن بڑے بڑے کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ کلکتہ گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت کی رو سے سات لیبر اور کمیونسٹ انجمنوں کو ناجائز قرار دے دیا گیا۔

---

ہندوستان سے جو ہوائی ڈاک ۲۷ فروری کو روانہ ہوئی تھی وہ مقررہ روز سے ایک دن پہلے ہی یعنی پرسوں لندن پہنچ گئی

---

معلوم ہوا ہے کہ برہمن بڑیا سب ڈویژن کو میلا میں جو رقبہ جات سیلاب کے باعث خراب ہو گئے تھے۔ ان کے لئے حکومت نے چار لاکھ روپیہ زراعتی قرضہ جات کے لئے دینا منظور کیا ہے۔

---

شانتی نکیتن میں ۷ مارچ کو سیٹھ جمنا لال بجاج اپنی دھرم پتنی اور مسٹر سیتا رام کے ہمراہ ملک الشعرا ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور سے ملاقات کی اور شری نکیتن کے مختلف صیغہ جات کا معائنہ کیا۔

---

اٹلی کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ سابق فرمانروائے افغانستان شاہ امان اللہ خاں حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ سیاسی حلقوں میں اس اطلاع کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ حج کے بہانہ سے شاہ امان اللہ خاں کے بہت سے حامی مکہ میں اکٹھے ہو رہے ہیں جہاں شاہ امان اللہ خاں کی افغانستان میں واپسی کے امکانات پر غور کیا جائے گا۔ سنا ہے کہ حکومت افغانستان نے بھی چند افسر حج کے بہانہ سے امان اللہ خان کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے بھیجے ہیں

---

سوئٹزرلینڈ میں سورگیہ مسٹر وٹھل بھائی پٹیل کے بت نصب کئے جانے کی تجویز مکمل ہو چکی ہے۔ اب گوردھن بھائی پٹیل نے جنیوا سے یونائیٹڈ پریس کو اطلاع دی ہے کہ مسٹر وٹھل بھائی پٹیل کے اس یادگاری بت کی نقاب کشائی اس ماہ مارچ کے دوران کے وسط میں کی جائیگی اور اس رسم کی ادائیگی کے لئے مسٹر سبھاش چندر بوس کو مدعو کیا گیا ہے

---

بمبئی کرانیکل کا نامہ نگار مقیم اندور رقمطراز ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا مہاراجہ اندور کے رتلام میں قیام کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ اس لئے وہ رتلام سے بمبئی آ گئے۔ اور مہاراجہ اندور اب وہیں مقیم ہیں جب تک مہاراجہ جلا وطن ہیں وہ مالوہ چھوٹا نہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

---

سنیچر کو عراق کی پارلیمنٹ میں ابلکت ہنگامہ رہا۔ جب دو ہنگامی پارٹی کے سب ممبران پارلیمنٹ کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔

---

خیدرآباد یونانی ڈسپنسری کے انچارج ڈاکٹر رحمن داس کو جو سول نافرمانی کے سلسلہ میں سزا یاب ہو چکے ہیں کمیٹی کی طرف سے اس بنا پر برطرفی کا نوٹس ملا ہے کہ انہوں نے آئندہ خلاف قانون سرگرمیوں میں شریک نہ ہونے کا عہد دینے سے انکار کر دیا۔

---

لندن۔ لیبر پارٹی حکومت کے خلاف ملامت کی تحریک پیش کرے گی اور یہ رائے ظاہر کرے گی کہ ڈیفنس کے بارے میں حکومت کی پالیسی اس سپرٹ کے قطعی خلاف ہے جس میں بین الاقوامی لیگ عالمگیر امن قائم کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس سے تخفیف اسلحہ کے متعلق سمجھوتہ ہونے کی توقع مفقود ہو جائے گی۔ اور قومی تحفظ کا کوئی یقین نہ رہے گا اور اس سے اسلحہ جات کی بین الاقوامی دوڑ شروع ہو جائے گی اور بالآخر جنگ کا خطرہ ہو جائے گا۔

---

۷ مارچ کو دہلی اور یو۔پی کے متعدد شہروں میں جن میں میرٹھ۔ مراد آباد۔ بریلی۔ دہرہ دون۔ لکھنؤ۔ نجیب آباد نینی تال۔ لینسڈاؤن شامل ہیں کل صبح کو زلزلہ آیا۔ دہلی اور میرٹھ میں زلزلے کے چار شدید جھٹکے محسوس ہوئے۔ مکانوں کے دروازے بجنے لگے اور میز کرسیاں وغیرہ ہلنے لگیں۔

---

کنانیرہ کی ریلوے اسٹیشن پر ایک سنسنی خیز ڈاکہ ڈالا گیا۔ متعدد افراد مجروح ہوئے اور ڈاکو مال غنیمت لے کر فرار ہو گئے۔

---

پہلا فوجی جس کو انتظامیہ ڈیوٹی پر مامور کیا گیا ہے میجر سٹوارٹ جن کو ضلع مدناپور میں عارضی طور پر جوائنٹ مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر مقرر کیا گیا ہے تاکہ بنگال کو یاد رہے کہ ضلع مدناپور میں دہشت انگیزی کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں۔

---

منڈی میں مستقبل میں سپلائی کے بچاؤ میں ایک کل

کے ایک ٹیچر لکھتے ہیں کہ ضلع شملہ کی پہاڑی ریاستوں میں ہندو بچوں کو فروخت کرنے کا ایک طریقہ جاری ہے۔ انبالہ۔ کرنال۔ مظفر نگر اور سہارنپور وغیرہ میں اکثر ہندو والدین اپنے لڑکیاں اور بچوں کو پہاڑی دلالوں کے سپرد کر دیتے ہیں جو اپنے گھروں میں جا کر ان کی پرورش کرتی ہیں اور ان بچوں کو ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہیں جو اولاد کے خواہشمند رہتے ہیں۔

---

احمد آباد میونسپلٹی نے اپنی شتابدی کی یاد میں ایک عجائب گھر کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔

---

برلن۔ دو سال کے دوران میں جرمن ہوائی جہازوں نے ۰۰ میل کا سفر طے کیا جن میں ۲۴۵۰ میل کا سفر بحر اوقیانوس کے اوپر سے کیا گیا۔ کوئی خطرہ یا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ تقریباً ۲۰ لاکھ خطوط بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجے گئے۔

---

شاہ سیام تخت سے دست بردار ہو گئے تاکہ ملک میں حقیقی جمہوریت کے اصولوں پر حکومت قائم کی جائے۔ اور سیاسی تحریر و تقریر کی آزادی ہو۔ اور سیاسی جماعتوں کے جلسوں پر کوئی پابندی نہ ہو۔

---

یونان میں زور و شور سے بغاوت پھیل گئی ہے جس میں بہت سے سرکاری افسران بھی شامل ہیں۔ باغیوں نے گورنر جنرل اپائش کو گرفتار کر لیا۔ اور تار گھروں۔ وائرلیس کے اسٹیشنوں اور جنگی جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

سرکاری فوج اور باغیوں میں کئی مقامات پر مقابلہ آرائی ہوئی جس میں بندوقیں اور توپیں بھی استعمال کی گئیں۔ فریقین کے کئی آدمی مجروح ہو گئے

حکومت نے صورت حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مارشل لا نافذ کر دیا ہے

---

ایک فرانسیسی سائنس دان ملیریا اور فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں کو مارنے کی غرض سے ایک نئی مشین کے ہمراہ بڑودہ آیا ہے۔ وہ ریاست کے افسروں کے روبرو مشین کا مظاہرہ کرے گا۔

---

لندن۔ شادی شدہ مرد عورتوں کے جھگڑوں کی تحقیقات کرنے والی کمیٹی نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ انگلستان میں ہر سال چند ہزار عورتیں گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے اپنے خاوندوں سے طلاق حاصل کرتی ہیں۔

---

حکومت حبش نے فرنچ صومالی لینڈ اور ابی سینیا سرحد پر فرانسیسی افواج کے قتل عام کے سلسلہ میں ۹ لاکھ فرینک بطور تاوان ادا کئے ہیں جن میں سے ایک فرانسیسی افسر کو پانچ لاکھ فرینک ملے ہیں۔

---

بمبئی۔ چوپاٹی کے میدان میں ایک کثیر الاجتماع جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ جیل میں سردار سیوا سنگھ کی وفات کے بارے میں تحقیقات کی جائے۔

---

معلوم ہوا ہے کہ بابو راجندر پرشاد کانگریس کے پروگرام کو تقویت پہنچانے کی غرض سے آئندہ ماہ تمام ہندوستان کا دورہ کریں گے۔

---

احمد آباد۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے اپنی سیکرٹری کماری منی بہن پٹیل اور خان عبد الغفار خاں کے بھتیجے مسٹر سعد اللہ خاں کے ہمراہ سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خاں سے سابرمتی جیل میں ملاقات کی۔ خان عبد الغفار خاں کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو بھوک نہیں لگتی ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان کو اس جگہ کی آب و ہوا اور وہاں کا کھانا موافق نہیں ہے۔

---

جاپان کی طرح ہے کہ برموڈا کی استریوں نے بڑے زور شور کے ساتھ ایک تحریک جاری کی ہے جس سے انگلستان کے رائے دہی کے مطالبہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہاں کی استریاں یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ ان لوگوں کے انتخاب میں جو ہم پر ٹیکس لگاتے ہیں اور ہمارے لئے قانون بناتے ہیں ہماری بھی آواز ہونی چاہئے

---

لکھنؤ۔ ایک کنوئیں سے ایک ۹ سالہ لڑکی کی نعش نکلی ہے جو تین روز سے لاپتہ تھی۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے

---

بمبئی۔ گجرات کے علاقہ میں فصل کی تباہی کی وجہ سے حکومت نے التوا، مالگذاری اور معافی ادائیگی گذشتہ سال ہے بھی کچھ زیادہ کر دی ہے۔

---

ماسٹر شراج " بغداد کا چور " میں

یہ مشہور فلم دہلی میں جلد ہی چلنیوالا ہے
ڈسٹری بیوٹرز — سنگل ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دہلی

یہ فلم عنقریب ہی دہلی میں شروع ہونیوالا ہے

یہ فلم عنقریب ہی دہلی و دیگر مقامات پر شروع ہونے والا ہے

Printed & Published by Dhanpat Rai

THE ILLUSTRATED WEEKLY

No 76 DELHI 18TH MARCH 1935. Vol No 15


**Holy Edition.**

ہولی کی رنگ رلیاں

*Courtesy:- Punjabi Press, Delhi*

**Price As. 2.**

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

پنڈت مدن موہن مالویہ
آپ عنقریب کمیونل اوارڈ کے سلسلہ میں ڈیپوٹیشن لیکر لندن جا رہے ہیں۔

مسٹر بھولابھائی ڈیسائی — مسٹر آصف علی
آپ دونو حضرات پنجاب ہائی کورٹ میں ڈاکٹر ستیہ پال کی اپیل کی پیروی کے لئے لاہور تشریف لے جا رہے ہیں

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ
جو عنقریب اپنے عہدہ سے دست بردار ہونے والے ہیں۔

ڈاکٹر ٹیگور
آپکے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ میں ایک دیوانی دعوہ دائر ہوا ہے۔

ڈاکٹر ستیہ پال
آپکی اپیل کی پیروی ہائی کورٹ میں مسٹر بھولا بھائی اور آصف علی کرینگے

مہاراجہ پٹیالا
آپ انڈیا بل کے سلسلہ میں دیگر ہندوستانی ریاست کے نظریہ کی وضاحت کرنے کی غرض سے ولائت جا رہے ہیں

مسٹر نلنی رانجن سرکار
میئر کلکتہ۔
آپکے خلاف کلکتہ کی عدالت میں ایک سنسنی خیز مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی ہے۔

منشی پریم چند
آپ ایک سال کے تجربہ کے بعد سنیما جگت سے ریٹائر ہو رہے ہیں۔

پراسپکٹس کی ایک نقل موجب دفعہ ۹۲ (۲) ایکٹ ۶ آف ۱۹۱۳ء فائل کی جاتی ہے،

# ستلج کوٹن ملز لمیٹڈ

(قائم شدہ زیر انڈین کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء)

منظور شدہ سرمایہ ... ... ... ... ۲۵،۰۰،۰۰۰ روپے

جو دس دس روپیہ کے ۲ لاکھ ۲۵ ہزار حصص میں منقسم ہے،

اس وقت صرف پندرہ لاکھ روپیہ کی مالیت کے ایک لاکھ پچاس ہزار حصص جاری کرنا تجویز کیا گیا ہے،

اڑھائی روپیہ فی حصہ درخواست کے ہمراہ اور اڑھائی روپیہ فی حصہ الاٹمنٹ پر، اور بقایا حسب ضرورت ڈائرکٹران کمپنی ہذا ادا کرنا ہوگا، جاری شدہ سرمایہ کا تقریباً ۵۰ فیصدی منیجنگ ایجنٹس ڈائرکٹرز اور اُن کے دوستوں نے خرید لینے کا وعدہ کر لیا ہے، جنرل میٹنگ میں ووٹ کا حق فی ایک حصہ ایک ووٹ ہے، اس وقت ترجیح فونڈز یا مینجمنٹ کے حصص جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں،

## ڈائرکٹرز

(۱) مسٹر جی۔ ڈی برلا آف برلا برادرز لمیٹڈ،
(۲) آنریبل رائے بہادر لالہ رام سرن داس سی۔ آئی۔ ای۔ لاہور
(۳) مسٹر بشمبر لال مہیشوری سوداگر آف بمبئی

## بینکرز

امپیریل بنک آف انڈیا، دی سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ
آڈیٹرز: میسرز ایس۔ آر۔ باٹلی بوائے اینڈ کمپنی کلکتہ
منیجنگ ایجنٹس: میسرز برلا برادرز لمیٹڈ آف کلکتہ، بمبئی، دہلی وغیرہ
جسٹرڈ آفس: سبزی منڈی دہلی،

## پراسپکٹس

کمپنی اُن اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے جاری کی گئی ہے، جو میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج ہیں، پراسپکٹس کے ہمراہ میمورنڈم بھی چھپا ہے، جو اس کا ایک جزو ہے کمپنی کا خاص مقصد پنجاب میں جہاں خام مال مہیا ہوتے اور کپڑا فروخت ہونے کی سہولتیں ہوں، کوٹن سپننگ اینڈ ویونگ ملز قائم کرنا ہے،

ایسے اصحاب کمپنی کی ڈائرکٹری کے مستحق ہو سکتے ہیں، جن کے نام میں کم از کم دس ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص ہوں، لیکن منیجنگ ڈائرکٹرز کو دو ایسے ڈائرکٹرز منتخب کرنے کا حق حاصل ہے، جن کے نام میں متذکرہ بالا حصص کا ہونا ضروری نہیں، اور نہ ہی یہ ترتیب کے لحاظ سے ریٹائرڈ ہوں گے، اور نہ ہی یہ ڈائرکٹروں کی ریٹائرڈمنٹ کی ترتیب کا فیصلہ کرنے میں شمار کئے جاویں گے، منیجنگ ایجنٹس کا سینئر نمائندہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیرمین ہوگا،

ڈائرکٹروں کی تعداد تین سے کم اور سات سے زیادہ نہ ہوگی،

ڈائرکٹروں کو ہر میٹنگ میں شامل ہونے پر تیس روپیہ فی کس ملیں گے، دیگر آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں متذکرہ ڈیوٹی کے علاوہ اگر ڈائرکٹرز کمپنی کا کوئی اور کام کریں گے، تو انکو اس کا معاوضہ ملے گا، ڈائرکٹروں کو میٹنگ کے سلسلہ میں سفر خرچ اور اخراجات ہوٹل بھی ملیں گے، اور دیگر اخراجات بھی جو کمپنی کے لئے ہوئے ہوں ملیں گے،

مندرجہ بالا اصحاب نے کمپنی کا ڈائرکٹر بننا منظور کر لیا ہے، کمپنی کے منیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ہوں گے، جن کا ہیڈ آفس ۸ رائل ایکسچینج پلیس کلکتہ میں ہے،

کم از کم سرمایہ جس کے وصول ہو جانے پر ڈائرکٹر الاٹمنٹ شروع کر دیں گے، منظور شدہ سرمایہ کا پانچ فیصدی ہے، کمپنی نے ابھی تک کوئی جائداد نہیں خریدی ہے، اور نہ ہی جائداد حاصل کرنے کا ابھی تک کسی کے ساتھ ایگریمنٹ کیا ہے، حصص فروخت کرنے پر زیادہ سے زیادہ دو فیصدی کمیشن دیا جا سکتا ہے،

ابتدائی اخراجات کا تخمینہ تین ہزار روپیہ کا ہے،

آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی رو سے کمپنی کا کاروبار بورڈ آف ڈائرکٹرز کی نگرانی میں منیجنگ ایجنٹس انجام دیں گے، کمپنی کے اوّل منیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ یا اُن کے نمائندے یا اُن کے دیگر منتخب شدہ اصحاب ہوں گے، جو اسی نام سے یا کسی دیگر نام سے کاروبار چلا سکیں گے، کمپنی کے اوّل منیجنگ ایجنٹس تا وقتیکہ وہ خود مستعفی نہ ہوں، کمپنی کی قائمی سے پچیس سال تک کمپنی کے منیجنگ ایجنٹس رہنے کے مستحق ہوں گے، اس مدت کے بعد بھی آئندہ پچیس سال اور اس کے بعد بھی کمپنی کا منیجنگ ایجنٹس رہنا اُن کی مرضی پر ہوگا، تا وقتیکہ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج شدہ کلاز نمبر ۱۱۱ کی رو سے ایکسٹرا آرڈنری میٹنگ میں ریزولیوشن کے ذریعہ اُن کو علیحدہ نہ کر دیا جائے،

جب تک ملز میں اسپنڈلز اور لومز کی تعداد بالترتیب دس ہزار اور اڑھائی سو رہے گی، منیجنگ ایجنٹس کو پانسو روپیہ ماہوار ملے گا، اور جب یہ تعداد بڑھ جائے گی، ایک ہزار روپیہ ماہوار ملے گا۔ علاوہ ازیں منیجنگ ایجنٹس کو کمپنی کی کل فروخت پر دو فیصدی کمیشن بھی ملے گا، مندرجہ بالا شرائط کے لئے کمپنی اور منیجنگ ایجنٹس کے مابین ایک شرائط نامہ ہوگا مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں کو کمپنی کا معاوضہ ملے گا،

(۱) مسٹر جی۔ ڈی برلا بحیثیت منیجنگ ڈائرکٹر آف میسرز برلا برادرز لمیٹڈ جو کمپنی ہذا کے منیجنگ ایجنٹس ہیں،
(۲) مسٹر بشمبر لال مہیشوری کو منیجنگ ایجنٹس کے معاوضہ دو روپیہ سینکڑہ میں سے چار آنے کا حصہ ملے گا،
(۳) اُن کے علاوہ کسی دیگر ڈائرکٹر کا پروموشن یا کمپنی کی پروپرٹی میں کوئی مفاد نہیں،
(۴) کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی نقل کمپنی کے رجسٹرڈ آفس دہلی میں دوران ایام کارکردگی دیکھی جا سکتی ہے،

جی ڈی برلا، رام سرن داس، بشمبر لال مہیشوری، گنگا ساگر جٹیا

KAMALA WORKS

PANCH POTA (T.D.) BENGAL

تھی مہ جس سے تمام ہندوستانی نا آشنا ہیں ... ہر شخص کو سلطنت میں ایک بار ... سننا چاہیئے۔ ڈاکٹر ... نے لکھا ہے کہ کوئی شخص اس کا خیال بھی نہیں کرتا کہ دوزخ میں موسیقی ہوگی لیکن بلا موسیقی کے جنت کا کوئی تصور بھی نہیں کرتا۔ ... لکھتا ہے کہ ... میں موسیقی سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے۔ اسپین کے بادشاہ فلپ کی افسردگی فاری ... سے رفع کی تھی چنانچہ بادشاہ اس کو ۵۰ ہزار فرانک سالانہ دیا کرتا تھا۔ ... جب تک کسی گویے کو میسر نہیں ہوتی ہے۔ ... کہتا ہے کہ جو شخص موسیقی کو لہو و لعب کہتا ہے وہ قوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ ایک قومی ضرورت ہے۔ موسیقی سے بہتر حب الوطنی کے اظہار کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ... کا قول ہے کہ اب تمام ملکی اور سیاسی سرگرمیوں سے موسیقی کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ... کا یہ بیش قیمت مقولہ اب صادق آ رہا ہے کہ موسیقی عوام کے جذبات، خیالات اور مقاصد میں اتحاد پیدا کرتی ہے۔ اور ان کو بلند تر کرتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر نپولین بوناپارٹ نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ قانون کو موسیقی کی سب سے زیادہ ہمت افزائی کرنا چاہیئے۔ نپولین کے اس قول پر رائے زنی کرتے ہوئے ... لکھتا ہے کہ موسیقی میں جرموں کی تعداد کم کرنے کی قدرت ہے۔ اس لئے یہ فن لطیف کبھی نہ کبھی سرکاری مسئلہ کی حیثیت ضرور اختیار کرے گا۔

ہندوستانیوں نے بھی موسیقی کے متعلق اسی طرح کی اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ ... دونوں نے لکھا ہے کہ موسیقی پشوؤں تک سب پر طاری ہے۔ ... کہتے ہیں کہ پاربتی جی کے دیوتا مہا دیو جی کو گانا مرغوب تھا۔ گوپیوں کے دیوتا کرشن جی بانسری پسند کرتے تھے۔ سرسوتی کو بین اچھی معلوم ہوتی تھی۔ وہ بچے جو پالنے میں پڑے ہوئے روتے ہیں موسیقی کی آواز سنتے ہی خوش ہو کر کلکاریاں مارنے لگتے ہیں۔ غصہ میں بھرا ہوا سانپ جس کے منہ سے زہر کے چھینٹے نکلتے ہوتے ہیں۔ بین کی آواز سے جھومنے لگتا ہے اور اپنا پھن پھیلا کر مستی سے ادھر ادھر ہلاتا ہے۔ جنگل کے جانور شکاری کے گانے پر دیوانے ہو کر اسی کی طرف بھاگتے ہیں اور اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے۔

ہز ہائی نس گائیکواڑ بڑودہ نے ۱۹۱۶ء میں پہلی آل انڈیا میوزک کانفرنس کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ قوم کی سماجی اور ذہنی ترقی میں دوسرے علوم و فنون کی طرح موسیقی کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ ہندوستانی موسیقی سے ہمارے بڑے اچھے نتائج مترتب ہونگے موسیقی امیر و غریب، عالم و محکوم سب کے لئے ایک نعمت ہے ... میں دوسری میوزک کانفرنس کے موقع پر نواب صاحب ... نے فرمایا تھا کہ موسیقی وہ ... اپنے خیالات کا راگ ... کی شکل میں اظہار کیا کرتا ہے جو کان کے ذریعہ دماغ

# آج کا جادو

(خاص تیج ویکلی کے دہلی ایڈیشن کیلئے)

تک پہنچتے ہیں اور اسے زیادہ قوی، زیادہ بلند اور زیادہ شاندار بنا دیتے ہیں۔ یہ محض ایک اعلیٰ فن ہی نہیں ہے بلکہ اس کی قومی اہمیت بھی ہے۔ ہندوستانی موسیقی میں ایک روحانی اور اخلاقی درس بھی ہے۔ ۱۹۱۹ء کی تیسری کانفرنس کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ انسانی روح سے موسیقی کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ کسی قوم کی موسیقی سے اس کے کیرکٹر پر روشنی پڑتی ہے۔

## ماہرین موسیقی کا ذکر

مہاراج کرشن جمنا کے کنارے گوپیوں میں بیٹھ کر بانسری پر وہ مدھر راگ بجایا کرتے تھے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات سب پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساری دنیا ان کی بانسری کے سروں پر رقص کر رہی ہے۔

ایک مرتبہ نارد منی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اب موسیقی کے ماہر ہو گئے ہیں جب مہادیو جی نے اعتراض کیا تو بولے "اچھا تو کوئی گانے والا میرے مقابلہ میں پیش کرو"۔ اس پر مہادیو جی کے اشارے پر وشنو جی انہیں راگ دیوتاؤں کی جائے رہائش پر لے گئے۔ وہاں مرد و عورت سب چلا چلا کر رو رہے تھے۔ وشنو جی نے ان سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا۔ ہم مہادیو جی کے بنائے ہوئے راگ اور راگنیاں ہیں۔ نارد نے جو فن موسیقی سے قطعی ناواقف ہے غلط طریقہ پر ہمکو گایا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے تمام اعضا ٹوٹ گئے۔ اسی لئے ہم رو رہے ہیں اب جب تک مہادیو جی یا کوئی دوسرا ماہر فن صحیح طور پر ہمیں نہ گائے ہمارے اعضا ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ اس پر مہادیو جی خود ملہار ہوئے اور طنزاً نارد کی طرف دیکھا۔ انہوں نے گردن جھکا لی۔ اس کے بعد مہادیو جی نے سرسوتی جی کو طلب کیا اور راگ راگنیاں گانے کو کہا۔ سرسوتی نے اسی خوبی سے گایا کہ نارد دنگ رہ گئے۔ اور ڈنڈوت کرنے کے بعد انہیں موسیقی کی دیوی تسلیم کیا۔

# پولیٹکل ہولی

(از مولینا ظفر علیخان)

مولانا ظفر علیخان نے یہ ہولی گاندھی اروِن پیکٹ کی کامیابی کے بعد تصنیف کی تھی۔ امید ہے کہ اس موقعہ پر یہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔ (ایڈیٹر)

جھک گئے دیکھو دین اور اروِن | پھر گئے دلی آج تیرے دن
لے بلائیں گاندھی کی گن گن | جس نے گرہ یہ کھولی ہے

ہولی ہے بھئی ہولی ہے

سنوری سات سنگار و سنی! | لدگئی پھولوں کے ہار و سنے
چڑ چل جیسے کہاروں سے | اٹھی دلہن کی ڈولی ہے

ہولی ہے بھئی ہولی ہے

مل رہے ہیں شیخ اور برہمن | ہو گیا دونوں کا مل ورتن
ایک ہے چولی ایک ہے دامن | دودھ میں مصری گھولی ہے

ہولی ہے بھئی ہولی ہے

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تان سین نے دوپہر کے وقت اکبر کے محل میں رات کا راگ گایا جہاں تک اس کی آواز پہنچی اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا گویا دن میں رات ہو گئی تھی۔

سلطان علاؤ الدین خلجی فتح دکن کے بعد وہاں کے ایک مشہور گانے والے گوپال نائک کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیپک راگ کی فرمائش کی نائک نے معذرت کی لیکن بادشاہ کا اصرار بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ مجبور ہو کر نائک جمنا میں کود پڑا اور دیپک راگ شروع کر دیا۔ پانی کھولنے لگا اور نائک کا بدن جلنا شروع ہوا۔ اس تکلیف سے متاثر ہو کر وہ اور بھی جوش سے اپنا راگ گانے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی گرمی سے وہیں جل کر ختم ہو گیا۔

ہنومان جی نے ایک دفعہ گندکری راگ گایا تھا اور پتھر کی چٹانیں پگھل گئی تھیں۔ مشہور تامس ولکینسن نے میگھ راگ گایا تھا اور راتیہ پورم کے قریب دھوار میں بارش ہونے لگی تھی۔ ... نے شری راگ گایا تھا اور ایک مردہ شخص سلیح کھڑا ہو گیا تھا جیسے کوئی نیند سے جاگ اٹھتا ہے۔ شکسپیر نے بھی لکھا ہے کہ دوشیزہ بحر کی موسیقی سننے کے لئے بعض ستارے مجنونانہ انداز سے ٹوٹ پڑے۔

انسانی نقطۂ نظر سے موسیقی نظام کائنات کا ایک اہم جزو ہے۔ کیونکہ یہ بہت باضابطہ، نہایت نازک، انتہائی مکمل اور انسان کے لئے غیر معمولی طور پر مفید ہے۔

# سنتان ساگر واقعی اکسیر ہے

## خوبصورت لڑکا پیدا ہوا

مسٹر بی۔ این بھٹناگر نائب تحصیلدار ہوسری کرنال پورے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی سنتان ساگر اپنی استری کو استعمال کرانے سے بہت فائدہ ہوا۔ اب پرماتما کی کرپا سے ڈیڑھ سال کا خوبصورت لڑکا گھر میں ہے۔

جب آپ کی بیوی جریان الرحم یا اخراج رطوبت یعنی لیکوریا جیسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو۔ ہر وقت سست اور بیمار رہتی ہو۔ ماہواری کی بے قاعدگی۔ گردو نلوں کے درد۔ کمزوری اور رحم کی خرابیوں سے پریشان خاطر ہو۔ اولاد سے بھی محروم ہو گئی ہو تو سنتان ساگر استعمال کرائیں جس کو مستورات بڑی خوشی سے کھاتی ہیں اور لطف یہ کہ ہر موسم میں استعمال ہو سکتی ہے کوئی خاص قسم کا پرہیز نہیں ہے نہ پوشیدہ امراض میں آپریشن کی ضرورت رہتی ہے۔

قیمت فی بکس (چالیس روز کے لئے) پانچ روپے۔ محصول ڈاک دو آنے (۲)

ملنے کا پتہ:- مینیجر سنتان ساگر۔ آیوروید ک شفاگھر۔ پوسٹ بکس ۱۲۰ لاہور۔ بالمقابل ٹانگہ سٹینڈ لوہاری دروازہ انارکلی۔

دہلی ایجنٹ:- میسرز جمنا داس اینڈ کو چاندنی چوک دہلی

**مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۵ء**

# ہولی کا پیغام

ہولی کا تہوار اگرچہ ہولی کے نام سے صرف ہندوستان میں منایا جاتا ہے لیکن یہ صرف ہندوستان کا نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک کا سب سے زیادہ قدیم اور مقبول عام تہوار ہے اور دوسرے ناموں سے کسی نہ کسی صورت میں دنیا کے ہر حصہ میں منایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے لئے ہولی کا تہوار ہی اصلی نوروز ہے۔ کیونکہ اسی روز سے نیا ہندی سال شروع ہوتا ہے۔ بسنت سے لے کر ہولی تک بہار کا موسم ہوتا ہے۔ ہولی اگر موسم گرما کا خیر مقدم کرتی ہے۔ دوسرے ممالک میں اگرچہ ہولی نوروز کے مترادف نہیں ہے۔ لیکن جاڑوں کے موسم کے ختم پر اور بہار کی آمد پر لوگوں کے دلوں کے ولولے اور کیف و سرور کی رنگینیاں کسی نہ کسی بہاریہ تہوار کی صورت میں ضرور نمایاں ہوتی ہیں۔ انگلستان میں بہار ماہ مئی میں آتی ہے اس لئے وہاں مئی کی ابتداء میں بڑی دھوم دھام سے ہر قصبہ و قریہ میں ہولی کی قسم کا ایک تہوار منایا جاتا ہے۔ جسے مے پول کہتے ہیں۔ اسی طرح جرمنی، اطالیہ، روس، فرانس، جاپان، چین، ایران وغیرہ میں بھی موسم بہار کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ کہیں پھولوں کا میلہ ہوتا ہے کہیں ناچ گانے کی محفلیں ہوتی ہیں، کہیں رنگ کھیلا جاتا ہے، کہیں تحفے تحائف تقسیم ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ بہار کی مسرتوں کا اظہار متعدد اور مختلف طریقوں پر کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ تذکرہ اُن قوموں کا جو آزاد ہیں ان کی خوشیاں حقیقی خوشیاں ہیں اور اُن کے تہوار صحیح معنوں میں تہوار ہیں۔ جب بہار آتی ہے تو ان کے لئے عیش و طرب کا پیغام لاتی ہے۔ اُن کے دامن گل مراد سے مالامال ہیں۔ دولت و ثروت ان کے پاس ہے۔ عزت و شوکت اُن کے گھروں کی کنیز ہیں۔ صنعت و تجارت میں یہ بام ترقی پر پہنچ چکے ہیں۔ سونے چاندی سے ان کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ تدبر، اقتصادیات اور سائنٹفک تحقیقات میں یہ دنیا کو سبق دے رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ان کی سچی اور حقیقی مسرتوں کے سامنے ہماری نقلی اور بے اصل خوشیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ جس طرح دنیا میں ہر قومی تہوار لوگوں کے لئے ترقی کرنے اور منزل مقصود کی طرف آگے بڑھنے کا ایک پیغام لاتا ہے اسی طرح ہولی بھی ہمارا قومی تہوار ہے اور ہم کو بھی ہر سال موسم سرما کے اختتام پر جبکہ سکون جمود کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور ہوائیں بہار کا مژدہ لاتی ہیں، عمل کا پیغام دیا کرتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم بہار کا پیغام عمل تو سن لیتے ہیں مگر یہ پیغام ہمارے لئے صرف ایک خوشنما پیغام بن کر رہ جاتا ہے اور ہم عمل کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔ ہم ہندوستانی ہر موسم کے تہوار سے مسرت اندوز ہونا تو جانتے ہیں مگر اس سے سبق لینا نہیں جانتے۔

اس موسم بہار میں جس کا مژدہ جانفزا بسنت سے لے کر ہولی تک ہمیں کیف و مسرت سے لبریز کر دیتا ہے زمین چمن کیسے گل کھلاتی ہے، باغ و صحرا پھولوں سے کس طرح لہلہا اٹھتے ہیں، درختوں میں کیسی نئی نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں، ہرے بھرے پودوں میں کس کس طرح جوش نمو پیدا ہوتا ہے، لیکن ہمارے برادران وطن ان حالات کو دیکھ کر کبھی اپنا ایک لمحہ فکر یہ اس کام پر بھی صرف کرتے ہیں کہ اپنے مستقبل پر صحیح زاویہ نگاہ سے غور کریں اور یہ دیکھیں کہ ہماری قومی نشو و نما کیونکر ہو سکتی ہے اور اس خزاں رسیدہ ہند میں اصلی بہار کا موسم کس طرح لایا جا سکتا ہے کیا ملک کے سامنے جو تعمیری پروگرام کانگریس نے رکھ دیا ہے اس پر ملک کے گوشہ گوشہ میں عمل کیا جا رہا ہے؟ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں میں وہ اتحاد پیدا ہو چکا جس کی طلب مادر ہند کے دل کی گہرائی میں موجود ہے؟ کیا اچھوتوں کے ساتھ اب تک وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو ہر انسان کا پیدائشی حق ہے؟ کیا ہر ہندوستانی کے جسم پر اس وقت بھی خالص سودیشی لباس دکھائی دے رہا ہے؟ کیا شراب خوری سے ہندوستان کو نجات مل چکی ہے؟ کیا عورتوں کو اُن کے تمام جائز حقوق دے جا چکے؟ کیا بال ویواہ کا انسداد ہو چکا؟ کیا کسانوں اور مزدوروں کے لئے پیٹ بھر کر روٹی لے کا سامان کیا جا چکا؟ کیا طریقۂ تعلیم کی اصلاح ہو چکی؟ اور کیا ملک کی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ بیکاری دور ہو چکی؟

غالباً ان تمام سوالات کا جواب صرف نفی میں دیا جائے گا پھر آپ غور کریں کہ بہار کا پیغام کیا ہے ہولی کی رنگ رلیاں اچھی ہیں مگر ہم سے کس طریق عمل کی طالب ہیں۔ سرما کے بعد گرما کا موسم اپنی تمام دلآویزیوں اور رنگینیوں کے ساتھ ہمارے لئے کس منزل کی رہ نوردی اور کس مقصد کے لئے گرم رفتاری کا پیغام لایا ہے؟ غلامی کی زنجیریں ہمارے پاؤں میں پڑی ہیں اور ہم اب تک اپنی اصلاح اور اپنے مفاد کے تعمیری کاموں میں صدق دل سے منہمک نہیں ہو جاتے۔ بہار اگرچہ بہار ہے مگر ہندوستانیوں کے لئے سر دست صرف ایک ہی پیغام لاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل کرو۔

# آئینۂ خیال

## قومی جھنڈا

نئی دہلی کی سرکاری عمارتوں پر جنھیں کانگریسی ممبران اسمبلی مقیم ہیں کانگریس کا سہ رنگا جھنڈا لہراتا ہے۔ حکومت ہند نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ مگر اعتراض کی سوجھی تو آزر دوار ہر میونسپلٹی کے چیئرمین صاحب کو جو ایک مقدس شہر میں مقدس دریائے گنگا کے کنارے پر اس مقدس جھنڈے کو لہراتے ہوئے نہ دیکھ سکے اور حکم دے دیا کہ کانگریس کا جھنڈا وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ مقامی کانگریس کے سیکرٹری نے اس جھنڈے کو پھر وہاں نصب کر دیا لیکن چیئرمین صاحب نے پھر اسے ہٹوا دیا۔ اب کوئی پوچھے کہ "بندہ نواز۔ آخر آپ کو ہوا کیا۔ اور آپ وفاداری میں حکومت ہند سے دو چار قدم آگے کیوں بڑھنا چاہتے ہیں؟" قومی جھنڈا قانونی حیثیت سے کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ اگر غلطی سے یہ غیر معقول عمل ہو گیا تو پھر جھنڈا نصب کر دیجئے اور کہہ دیجئے کہ "ہولی ہے بھئی ہولی ہے"

## اخباروں کا مطالعہ

حکومت ہند کے ہوم ممبر سر ہنری کریک نے اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بہ بانگ دہل ایک دن یہ اعلان کر دیا کہ نہ وہ اخبار سٹیٹسمین پڑھتے ہیں اور نہ انہوں نے مشہور و معروف رسالہ "ماڈرن ریویو" کا کبھی نام سنا ہے۔ اب ہم حیرت میں ہیں کہ اس غفلت شعاری کا کیا علاج ہے کیا دفتری فائلوں اور کلرکوں کے نوٹوں کا مطالعہ اتنا خراب آور ثابت ہوتا ہے کہ انسان دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے؟ سر ہنری کریک کو ہم مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کوئی نہ کوئی روزانہ اخبار صبح کی چاء کی پیالی کے اوپر ضرور پڑھ لیا کریں۔ اس سے بڑا فائدہ ہوگا اگر اتفاقیہ طور سے یہ بات ان کے منہ سے نکل آئی ہے کہ وہ اخبار نہیں دیکھتے تو ممبران اسمبلی سے کہہ دیں کہ

"جانے دیجئے۔ ہولی ہے بھئی ہولی ہے"

اگر ایسے میں یہ غفلت ہو گئی تو کیا برا ہوا۔

## علیگڈھ میں ہولی سے پہلے ہولی

آپ کہیں گے کہ علیگڈھ مسلم یونیورسٹی یونین میں آنریبل سر تیج بہادر سپرو نے تقریر کی۔ ہم کہیں گے کہ سر تیج بہادر سپرو نے تقریر نہیں کی بلکہ ہولی کھیلی۔ پوچھئے کیوں؟ تو اس لئے کہ سر تیج بہادر کی تقریر میں ایک پہلا صلح "مولیانہ" انداز تھا۔ اور جس طرح ہولی کے دن ہولی کی رنگ رلیاں منانے والوں کی باتیں غیر مربوط ہونے کے سمجھ میں نہیں آتیں اس لئے سر تیج بہادر کی تقریر کے بعض حصے ہماری سمجھ میں نہیں آئے مثلاً آپ فرماتے ہیں اور بہت زور دے کر فرماتے ہیں "میں نے جے۔ پی۔ سی۔ پر کھلی نکتہ چینیاں کی ہیں اور آج بھی کرتے ہیں"۔ اگر آپ اس سکیم سے خوش نہیں تو نہیں اس لئے آپ کے ساتھ کرنے کی توقعات سے کہ ہے! لیکن اگر آپ اسے نامنظور کرتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں۔"

اب اس الٹی بات کا کیا جواب ہے؟ "خفگی" میں تو ہم دوسروں کے ساتھ ہیں۔ رد نامنظوری میں الگ ہیں۔ اچھا جناب اگر یہی معاملہ ہے تو آیئے سب لوگ مل کر ایسی طرح خفا ہوں اور روئیں پیٹیں۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو مل کر خوب ہنسیں اور قہقہہ لگا کر کہیں۔ "ہولی ہے بھئی ہولی ہے"

## انفرادی ضمیر

جب اسمبلی میں سر این این سرکار سے یہ سوال کیا گیا کہ جے۔ پی۔ سی کی رپورٹ کے متعلق دہلی اور وائٹ ہال کی خط و کتابت کیوں شائع نہیں کی جاتی تو آپ نے جواب دیا کہ وہ "پبلک مفاد" میں نہیں ہے۔ اور پھر کونسل پر یقین دلایا کہ سرکاری ممبران اپنے انفرادی ضمیر کے مطابق ووٹ دیتے ہیں۔ نہ "انفرادی" اور "اجتماعی ضمیر" کا فرق آج ہی سننے میں آیا ہے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ

"ہولی ہے بھئی ہولی ہے"

کیسی مار پچکاری
CRAIK
GRIGG
دیہات سدھار
ایک کروڑ
A.VERMA.
جب مہاتما گاندھی دیہات سدھار کی تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو حکومت نے بھی اس کام میں مقابلہ کیلئے ایک کروڑ روپیہ منظور کر لیا۔ دونوں پچکاریوں کی حالت ملاحظہ فرمائیے
ہندوستان میں اصلی ہولی کب ہوگی؟
INDUSTRY
A.VERMA
(۱) جب صنعت و حرفت کی ترقی ہوگی اور تعلیم یافتہ بیکاری دور ہوگی
(۲) جب تمام سماجک خرابیوں کا خاتمہ ہو جائے گا
A.VERMA
(۴) جب دیہات ترقی ہوگی اور کسان خوشحال ہوں گے
A.VERMA

# دہلی ہیجڑ

(از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

ہندوستان کے اور شہروں کی طرح دہلی میں بھی ہیجڑے اور زنانے رہتے ہیں مگر یہ آپس میں اس قدر مشابہ ہیں کہ زنانوں اور ہیجڑوں کا فرق معلوم نہیں ہو سکتا میرے پاس ایک دفعہ دونوں فریق کے آدمی اپنے خانگی اختلاف کا فیصلہ کرانے آئے تھے اس وقت مجھے ان کے تاریخی حال معلوم ہوا تھا۔ اور میں نے ان کے وہ کاغذات بھی دیکھے تھے جو مغل حکومت کے زمانہ کی عطیہ جاگیروں کے سلسلہ میں ان کو حاصل ہوئے تھے۔

بیانات اور کاغذات سے معلوم ہوا کہ بھانڈ اور نقال اور زنانے ہیجڑوں سے الگ ہیں۔ اگرچہ ان کا لباس ان سے مشابہ ہے۔ زنانے شادی کرتے ہیں اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوتی ہے مگر ہیجڑے شادی نہیں کرتے کیونکہ ان کو اختہ کر دیا جاتا ہے۔

شاہی زمانے کی جاگیریں انہی اختہ ہیجڑوں سے پاک ہیں اور اب بھی ان کا کچھ حصہ موجود ہے اور کئی ہیجڑے لکھ پتی ہیں اور اسمبلی کے لئے ووٹ کا حق بھی انکو حاصل ہے

## تھرتھری

شاہی کاغذات سے معلوم ہوا کہ تھرتھری نام کے ایک ہیجڑے کو جاگیر ملی تھی اور اس کو تمام ہندوستان کے ہیجڑوں کا سردار تسلیم کیا گیا تھا۔

اسی خاندان کی گدی اب بھی پہاڑ گنج میں ہے اور اس خاندان کا قبرستان قطب صاحب میں جھرنہ کے قریب واقع ہے اور ہندوستان کے وہ شہر جہاں مغل حکومت کے گورنر رہتے تھے دہلی کی گدی کے بہت سے چیلے رہتے ہیں چنانچہ حیدرآباد اور احمد آباد میں میں نے دہلی کی گدی کے چیلوں کو دیکھا تھا۔ دہلی کی گدی والے ہر سال ہندوستان کا دورہ کرتے ہیں اور اپنے چیلوں میں جلتے ہیں۔

نادرشاہ کے قتل عام کے زمانہ میں آصف جاہ اول کے ساتھ موجودہ نواب سالار جنگ کے دادا بھی آئے تھے انھوں نے اس زمانہ کی دہلی کے حالات لکھے ہیں جس کو میں نے "دوسو برس پہلے کی دہلی" کے نام سے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے اس رسالہ میں نواب صاحب نے دہلی کے امراء علماء، مشائخ اور ہر طبقہ کے گانے والوں اور شاعروں کے حالات لکھے ہیں جو اس وقت صاحب کمال سمجھے جاتے تھے ان میں اس زمانہ کے ہیجڑوں کا ذکر بھی ہے جو لال قلعہ کے پچھلے دروازے کے سامنے لال ڈگی کے قریب عام بازار میں شام کے وقت ناچا کرتے تھے۔ اور اس زمانہ کے عوام کو ان کا ناچ دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اور خواص بھی ان کو اپنی محفلوں میں بلاتے تھے۔ اور ان کو بڑی آمدنی ہوتی تھی

اب یہ لوگ ہندو مسلمانوں کے گھروں پر بچہ پیدا ہونے کی مبارکباد دیتے ہیں یا عید بقرعید اور ہولی دوالی میں ہندو مسلمانوں سے گانے اور ناچ کے عوض کچھ مانگ لیتے ہیں۔

مگر ان مانگنے والوں میں ہیجڑے کم ہوتے ہیں۔ بلکہ پیشہ ور زنانے اور نقال اور بھانڈ ہوتے ہیں اور دہلی والے ان کا فرق نہیں جانتے اور فرق معلوم کرنا بھی مشکل ہے۔

آجکل دہلی میں ایک ہیجڑا حاجی بھی ہے جو بہت سمجھ دار ہے۔ پڑھا لکھا ہے اور موجودہ پالیٹکس پر گفتگو بھی کرتا ہے اور گذشتہ تحریک خلافت کے زمانہ میں اس جماعت نے چندے بھی دئے تھے۔

مغل تہذیب کی بعض باتیں اس گروہ سے سن کر تعجب ہوتا ہے مگر ہیجڑوں کو زنانوں اور نقالوں اور بھانڈوں سے بہت شکایت ہے کہ وہ اپنے برے اعمال کے سبب ان کو بھی بدنام کرتے ہیں۔

لال کنوئیں کے بازار میں ہیجڑوں کا محلہ مشہور ہے مگر اب وہاں یہ لوگ کم ہیں کیونکہ مختلف محلوں میں آباد ہوگئے ہیں۔

دہلی کی پرانی چیزوں میں یہ گروہ بھی چند روزہ یادگار ہے رفتہ رفتہ زمانہ ان کو بھی نیست و نابود کر دے گا۔

---

## تیج میں اشتہار دیجئے!

Drink
Elias
Tea

---

# ہندوستان کی خالص ترین پینے کی شے

# ہولی کا تحفہ

## ہولی کے رنگ میں ڈوبا ہوا ایک رنگین سوشل فسانہ

(از قلم جناب مگھیون لال بھٹناگر بی۔اے دہلوی)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

جُوں جُوں ہولی کے دن نزدیک آتے جاتے تھے شام موہن کو بخار سا چڑھتا آتا تھا۔ تہوار کی آمد کی خوشی میں لوگ مہینوں پہلے تیاریاں کرتے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں۔ لیکن شام موہن فسکے سے سوکھا جا رہا تھا۔ رنگ گلال سے نشے سے حد درجہ تھی کھلنے کھلانے کی بھی کچھ ایسی عادت نہ تھی۔ ہُو حق اور غل غپاڑے سے وہ کوسوں دور بھاگتا تھا۔ وہ کام معمول تھا پڑھنا اور لکھنا۔ شام ہوئی ٹینس کورٹ جا پہنچا۔ وہ بھلا۔ گو دوستوں میں بیٹھ کر ہر طرح کھیلنے اور بات چیت کرنے میں بھی وہ کافی حصہ لیتا تھا لیکن اپنے تہواروں اور خاص طور پر ہولی سے وہ بیحد گھبراتا تھا۔ مغربیت کے رنگ نے ہندوستانیت کا رنگ پھیکا کر دیا تھا۔ ہولی کی اہمیت کو نہ سمجھ کر وہ رات دن یہی سوچا کرتا تھا کہ ہندو بزرگوں نے اس غیر معقول تہوار کی بنیاد کیوں ڈالی۔ ہولی کے تین روز کیا ہوتے تھے اُس کے لئے قید تنہائی سے کم نہ تھے۔ اپنے کمرے میں بند رہتا اور یا تو کتابوں سے سر مارتا یا سوتے رہنا ہی ان دنوں کا مشغل ہوتا تھا۔ لوگ گھر پر کرتے تھے اور اُس کے بڑے بھائیوں سے مل کر ہولی کھیل کر چلے جاتے تھے۔ اس کے دوست اُس کی عادت سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہولی کے دنوں میں شام موہن کو گھر سے نکال لانا آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہ سال شام موہن کی ازدواجی زندگی کا پہلا سال تھا اب وہ اپنے آپ کا خود مختار مالک نہیں تھا۔ تارا اُس کی رفیقۂ حیات تھی۔ وہ رنگین مزاج نوخیز دلہن تھی جو سنجیدگی کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ پچھلے سال تک تعلیم کا بہانہ ایک ایسا بہانہ تھا جس کو رد کرنے کی کوئی جرأت نہ کر سکتا تھا اور شام موہن وہ چار روز کی ہڑبونگ سے بچ جاتا تھا۔ لیکن اس سال آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے گائیتری بھائی کی

اُسے راہگیروں کو آتا دیکھ کر تیار ہو جاتے تھے جب ہڑبونگ پڑتا تھا۔ وہ بڑبڑاتا ہوا گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کرتا تھا لیکن ایک سے بچے تو دوسرے بچے۔ جب بازی کی باڑ پچکاریوں کی چھٹتی تھی تو کون خشک نکل سکتا تھا۔ ہولی میں بچوں کا راج ہوتا ہے۔ اسے سب جانتے ہیں۔ اس لئے کوئی چوں بھی نہیں کر سکتا۔

شام موہن نے پہلے سے تارا کو متنبہ کر دیا تھا کہ وہ ہولی کی ہڑبونگ کو پسند نہیں کرتا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جو اُس کے لئے باعث ناراضگی ہو۔ تارا سنجیدگی سے سُن کر خاموش ہو گئی۔

ہولی میں کسی کا اجارہ نہیں۔ اب تک شام موہن کی بھاوجیں بھی بضد نہ ہوتی تھیں۔ لیکن اب کی مرتبہ تو ان کے لئے اچھی خاصی آڑ تھی۔ انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ شام موہن کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں وہ برسوں کی کسر نکال لینگی۔ چنانچہ دونوں بھاوجوں کی کانفرنس میں تارا اور گائیتری بھی شریک ہوئیں۔ شام موہن کو کانوں کان خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ حسب معمول اپنے کمرے کو اندر سے بند کئے بیٹھا تھا غل و شور کی آوازیں چاروں طرف سے بلند ہو رہی تھیں۔ ان تین دنوں میں وہ کسی کام کے لئے بھی باہر نہ نکلتا تھا۔ البتہ اُس کا کھانا لے کر اگر کوئی آتا تھا تو وہ اندر سے جھانک کر دیکھ لیتا تھا کہ آیا کوئی نئے بھگوڑے نہیں آ رہے ہیں۔ دو ایک کی بھاوج اس حرکت پر چڑ اُٹھیں۔ تصیر

شام موہن کی بھاوج بولی۔ "عجب آدمی ہو۔ تہوار کا دن ہے گھر میں گھس کر بیٹھ جاتے ہو۔ ایسے کھانڈ کے بنے ہوئے تو نہیں جو پانی پڑتے سے گل جاؤ گے!"

ناکوں دم کئے ہوئے تھی۔ "اب کی ہولی خشک بچنے نہیں پاؤ گے بھیا۔ بھابی سے وہ گت بنواؤں کہ یاد ہی کرو۔"

ہری موہن "اونہہ" کہہ کر خاموش ہو جاتا۔

آخر ہولی آ ہی گئی۔ گھر میں پکوان تیار ہونے لگے ٹیسو کا رنگ پکنے لگا۔ بچوں نے اپنی اپنی پچکاریاں نکال کر ماہ بھی خرور کیں۔ کسی سے گئے ٹھیک کرائے۔ صرف آموہی کے پاس پچکاری نہ تھی پچھلے سال وہ اس قابل نہ تھا کہ پچکاری چلا سکے۔ اس سال وہ شام موہن کے سر ہو گیا۔ "چاچا مجھے پچکاری دلوا دو۔" شام موہن نے بازار جا کر ایک چھوٹی سی پیتل کی پچکاری دلوا دی۔

بچے سب مستعد تھے۔ دروازوں پر چھتوں پر کوٹھوں پر مورچے لگا رکھے تھے۔ کیا مجال کہ کوئی سفید کپڑوں والا بچ کر نکل جائے۔ دل میں اُمنگ تھی، شوق تھا۔ پچکاری کا رنگ جب کسی پر گرتا تھا تو بے ساختہ خوشی سے چیخ اُٹھتے تھے

"عجب آدمی ہو۔ تہوار کا دن ہے۔ گھر میں گھس کر بیٹھ جاتے ہو۔ ایسے کھانڈ کے بنے ہوئے تو نہیں ہو جو پانی پڑتے سے گل جاؤ گے۔" لیکن شام موہن کے کان پر جوں نہ رینگی تھی۔ ویسے وہ کافی تنک مزاج تھا ذرا کھانے میں دیر ہوئی بگڑ بیٹھا۔ ذرا کسی کام میں تاخیر ہوئی تو چل دیا۔ لیکن ان ایام میں وہ سب کچھ برداشت کر لیتا تھا۔ کہتے ہیں دبی بلی چوہوں سے کان کٹواتی ہے۔ اس سال وہ خاص طور پر قلعہ بند ہو کر بیٹھا تھا۔

ہولی کا دن تھا۔ شہر میں زور شور پر رنگ پھینکا جا رہا تھا۔ گیارہ بجے دوپہر کا وقت ہوگا۔ شام موہن کے کان میں آواز آئی۔ "تار ہے بابو جی!" شام موہن کے کان کھڑے ہوئے لیکن یہ سوچ کر کہ کوئی نہ کوئی تار لے ہی لے گا وہ خاموش ہو رہا۔ اتنے میں رامو نے آ کر دروازے پر دستک دی۔ "چاچا۔ تار (تارہ) آیا ہے تار۔" شام موہن نے کہا۔ "رامو جا بابو جی سے کہہ دے تار لے لیں گے۔"

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

## پچھلے صفحہ سے

بابو جی تو میں نہیں جانتا۔ اُس نے کہا
نائب تحصیلداری کے لئے کوشش ہو رہی تھی۔ نتیجہ کا انتظار تھا۔ رات دن یہی لگن تھی۔

اُس نے آہستہ سے پوچھا "ارے بڑی اور چھوٹی چاچی کہاں ہیں؟"

ہُو نے معصومیت سے جواب دیا۔ "مجھے تو پتہ نہیں کہاں ہیں؟"

شام موہن کمرے سے نکل کر جلدی جلدی نیچے آنے لگا۔ گھبراہٹ میں سیڑھی پر سے پاؤں پھسلا گرتے گرتے بچا۔ زینے سے اُتر کر وہ صحن میں سے گزر رہا تھا کہ اوپر سے موسلا دھار رنگ برسنے لگا۔ ڈبل کی نئی قمیص دھوتی رنگ میں شرابور ہو گئی۔ ڈیوڑھی پر آ کر دیکھا وہاں تو تمام محلہ والا ڈھیٹی والا صرف گلی میں لڑکے پچکاریاں لئے اپنے شکار کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ شام موہن کو خلافِ معمول رنگ میں بھیگا ہوا دیکھ کر کئی لڑکوں نے اپنی پچکاریاں اُن کی طرف تان لیں۔ شام موہن نے جھپٹ کر دروازہ بند کر لیا۔ ایک ساتھ کئی پچکاریاں چلیں۔ دروازے کی سفید دیواریں ہرے پیلے نیلے رنگوں سے رنگ گئیں۔ کچھ اُچھلتا ہوا رنگ شام موہن پر گرا۔ اب اُس کے لئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے سکڑا سا کونے میں کھڑا تھا۔ اوپر جانے کے لئے صحن میں سے ہو کر جانا ضروری تھا۔ اب کی مرتبہ پھر ہمت ہوئی۔ کچھ دیر انتظار کر کے آپ نے پھر ایک جست لگائی۔ اوپر سے تڑ تڑ تین چار گلال کے قمقمے آ کر لگے۔ سر کے بال تک سرخ ہو گئے۔ اتنے دن کی آن ٹوٹ گئی۔ دونوں بھابیوں اور تارا نے اوپر سے قہقہہ لگایا۔ یہ اور بھی شرمندگی کا باعث ہوا۔ شام موہن جلدی جلدی اوپر آئے۔ چھوٹی بھابی سے رنگ کی بالٹی چھین کر آپ نے تینوں کو رنگ سے بھگو دیا۔ سب بچے تالیاں پیٹ کر ہنسنے لگے۔ شام موہن دل ہی دل میں بگڑ رہا تھا۔ وہ کر چپ چاپ کمرے میں آ بیٹھا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ کمرے کے دروازے پر سب بچے بھابیاں، گائتری اور تارا جمع تھیں۔ سب ہنس رہے تھے۔ شام موہن کڑھ رہا تھا آج اس نے اپنی پالیسی خود گرائی تھی۔ مگر وہ اُن کے دم جھانسے میں نہ آیا تو یہ مصالحانہ بنتی۔ پہلے انہوں نے دروازہ کھلوانے کی کوشش کی لیکن شام موہن نے دروازہ نہ کھولا۔ چھوٹی بھابی نے کہا "اچھا بابو صاحب دیکھا جائے گا کبھی تو کمرے سے نکلو ہی گے ہم بھی دیکھتے ہیں کیسے ہلا بند کئے بیٹھے رہتے ہو" یہ کہہ کر سب دروازے پر سے منتشر ہو گئے۔

شام کے تین بج گئے لیکن شام موہن نے دروازہ نہ کھولا۔ نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا تب والدہ دروازے پر آئیں انہوں نے آواز دے کر کہا "شامو بیٹا شامو"!

شام موہن اُس وقت سو رہا تھا ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا "ہوں کیا ہے ماں"

"ارے تم کیسے آدمی ہو۔ برس دن کا تہوار ہے کمرے میں منہ لپیٹے پڑے ہو۔ کھاؤ کھیلو۔ ایسی بھی ہٹ سے کیا چڑ ہے۔ ایک دن رال پہلے ہی سبھی چاہکو رو کو آؤ تمہاری بھابیاں بھی تم سے روٹھی بیٹھی ہیں؟"

کسی طرح شام موہن نے دروازہ کھولا۔ دونوں بھابیاں سامنے موجود۔ اُن کی آڑ میں شرمائی ہوئی تارا۔ چھوٹی بھابی مٹھی میں کچھ لئے ہوئے تھیں۔ بدرنگ ڈھنگ دیکھ کر شام موہن کی طبیعت پھر گھبرا اُٹھی۔

اُس نے گھبرا کر کہا "کیوں بھابی باز نہ آؤ گی۔ میں ساری کسر نکالوں گا۔"

شام موہن نے ہتھیار ڈال دئے۔ بڑی اور چھوٹی بھابی نے تھوڑا سا گلال ماتھے پر لگا دیا۔ تارا نے مٹھی بھر گلال کھینچ مارا۔ سارے کپڑے رنگین ہو گئے۔ ماں نے پکوان دیا۔ شام موہن نے کھایا۔

بڑی بھابی نے تحریک کی کہ تاش کی بازی جمائی جائے۔ چھوٹے بھائی۔ گائتری اور شام موہن ایک طرف ہوئے۔ بڑی بھابی چھوٹی بھابی، وہ تارا ایک طرف ہوئیں۔ بڑی بھابی نے کہا۔

"بھئی روکھی سوکھی تاش تو ہمیں پسند نہیں، کچھ شرط بھی ہونی چاہئے"

چھوٹی بھابی نے جواب دیا "اچھا ابھی کسر باقی رہ گئی ہے کل کا دن ابھی تو ادھر ہے"

شام موہن نے زور سے آواز دی "گائتری لانا ذرا سا گلال" گائتری دوڑ کر گلال لے آئی۔ شام موہن اب تینوں طرف سے محصور تھا۔ ایک وقت میں ایک کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ چھوٹی بھابی کی طرف رخ کرتا تو بڑی بھابی ٹھٹ بناتی۔ اگر بڑی کی طرف جاتا تو تارا نہ چوکتی۔ آپ نے انگلی سے منع کرتے ہوئے کہا "بھئی یہ نہیں ہو گا بھابی"

"ہولی میں داؤ ہے نہ زیادہ۔ اتنے دنوں میں تو قابو میں آئے ہو۔ اب بچنے جانا مشکل ہے"

شام موہن نے کہا "میں جوا نہیں کھیلتا ہوں بھابی" تارا نے چھوٹی بھابی کے کان میں کہا "تو پھر مٹھائی کی شرط کر لیجئے"

غرض سب کی رائے سے یہ طے ہوا کہ اگر شام موہن کی پارٹی ہارے تو پانچ روپے کی مٹھائی شام موہن منگائے اگر تارا کی طرف والی پارٹی ہارے تو تارا مٹھائی کا انتظام کرے۔ آج مدت بعد شام موہن تاش کھیلنے بیٹھے تھے پہلی ایک دو بازی اپنی غلطی سے ہارے۔ ایک بازی جیتے پھر دو بازی ہار گئے۔ مٹھائی اُن پر واجب ہو گئی۔ شام موہن نے کہا "بھئی آج تو سر منڈاتے ہی اولے پڑے" گائتری بھئی ہم تو اب کھیل چکے یہ کہہ کر

شام موہن مٹھائی لانے کا وعدہ کر کے اپنے کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ رہے۔

رات کے ۹ بج چکے تھے۔ ہولی کی چاندنی رات تھی۔ نور برس رہا تھا۔ گلابی ہوا چل رہی تھی۔ گلی محلے کے لڑکے چوراہوں پر جمع تھے۔ ہولی کے انبار لگے ہوئے تھے۔ لوگ دف پر ہولی گا رہے تھے۔ ہولی جلنے کا وقت ایک بجے رات کا تھا جب تک ہولی نہ جلے جاگتے رہنا ضروری تھا۔ گائتری نے منجھلی بھابی کو اشارہ کیا۔ تارا کو ہارمونیم دیا گیا۔ تارا خرمائی سی جا رہی تھی۔ اپنے میکے میں اُس نے گانے میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ سسرال میں گاتے ہوئے اُسے حجاب معلوم ہوتا تھا گائتری نے چٹکی لی۔ بڑی بھابی بھی مصر ہوئیں تارا نے گانا شروع کیا۔

ہولی کھیلیں آج بسج راج …
عبیر گلال لئے بھر کر ساجن سند سلاج … ہولی

تمام مکان گونج اُٹھا۔ شام موہن سونے کی نیت سے کمرے میں گیا تھا۔ آج یہ پہلا دن تھا جب تارا کی بلند آواز ہارمونیم کے میٹھے سُروں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر فضا میں گونج رہی تھی۔ شام موہن گانے کا شوقین تھا۔ بہت سی محفلوں میں اُٹھ بیٹھ چکا تھا۔ اُس سریلے پن نے اُس کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔ پاسِ ادب سے وہ تارا سے علیٰحدہ آواز میں گفتگو بھی نہ کر سکتا تھا۔ آج تارا کی آواز نے ایک خاص جاذبیت پیدا کر دی۔

ایک بجے تک سب گاتی بجاتی رہیں شام موہن خاموشی سے لطف لیتا رہا۔ گلی میں شور بلند ہوا "ہولی میں آگ لگ گئی" سب اپنے گھروں سے بال بونٹ بھوننے کے لئے نکلے۔

صبح دلہنڈی کا دن تھا۔ رنگ گلال کا کافی انتظام تھا۔ شام موہن کی تو یہ توبہ ٹوٹ چکی تھی صبح سب دوست احباب کا جمگھٹا آ موجود ہوا۔ بڑے بھائی نے آواز دی "شام۔ شام۔ دیکھو تمہارے دوست آئے ہیں"

شام موہن انہیں رنگین کپڑوں میں نیچے آئے۔ دوستوں کو بڑا تعجب ہوا۔ آج ایسے ضدی کو شدھ کیا ایک صاحب بول اُٹھے۔

لائے اُس بُت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

چلو اچھا ہوا۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو بھولا نہیں کہلاتا۔

مٹھائی، پکوان، پان سگرٹ سے سب کی تواضع ہوئی۔ رنگ گلال استعمال ہوا جب سب نے چلنے کا ارادہ کیا تو دوپہرے رنگ کی بارش ہونے لگی۔ تمام صحن میں رنگ ہی رنگ ہو گیا۔ آج شام موہن کو اس ٹولی میں شامل کر لیا گیا۔ یہ ٹولی سب دوستوں کے یہاں گھومتی پھری۔ بچپن کے بعد آج یہ پہلا موقعہ تھا جب شام موہن رنگین صورت بنائے دوستوں کے

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ پر)

# ہولی!

از جناب مقصود حسین آزاد صدیقی قنوجی

خاص "تیج ویکلی" کیلئے

ہولی تری آمد نے دنیا کی فضا بدلی — اُڑتی ہے ہواؤں میں خوشبوئے عشرت کی
ہر قلبِ پریشاں کو حاصل ہوئی یکسوئی — لیلیٰ مسرت نے گویا کہ نقاب اُلٹی

صہبائے مسرت سے مخمور ہر اک غمگیں
رُخسار شفق آگیں ملبوس بصد رنگیں

پچکاریاں ہاتھوں میں لیکر جو نکل آئے — ہر شخص مشابہ ہے اب بانسری والے سے
رکھے ہیں سبو سر پر یا رنگ کی گاگر ہے — رنگ اُڑنے کے سب منظر ہیں سامنے آنکھوں کے

اس پردہ میں پنہاں ہے اک راز محبت کا
یہ خاص طریقہ ہے اظہارِ مسرت کا

سرشارِ مسرت ہے ہر ایک بُتِ پُرفن — پیشانی عبیر آلود اور ہاتھ گُلال افگن
گلگونہ نگارش سے رنگین ہر اک دامن — دیتا ہے مسرت کا ہر قلبِ حزیں قدغن

آزاد جو کیف افزا ہولی کی گھٹائیں ہیں
کس درجہ طرب آگیں ہولی کی فضائیں ہیں

آل انڈیا سودیشی صنعتی نمائش
MARCH
ALL INDIA INDUSTRIAL EXHIBITION
DELHI
HOLI
HOLI IN THE EXHIBITION
نمائش میں ہولی
CELEBRATE HOLI
IN THE EXHIBITION

# بکٹیریا

## ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن (۷)

### وباؤں سے مخلصی کے بیان میں

(از غریب جی۔ ڈی۔ تلی۔ ایم۔ ایس۔ سی)

(خاص نیچ دیکلی کے لئے)

ہر قسم کے بیرونی دشمنوں کے ساتھ جنگ میں خون کے سفید ذرات کی یقینی کامیابی صرف ان ہی اشخاص میں ممکن ہے جنہوں نے اپنی صحت اور بہ بحال چلن کو اپنا سب سے قیمتی اندوختہ سمجھ کر اس کی حفاظت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔ زندگی کی مشعل کو دونوں طرف سے اور وہ بھی نہایت بے دردی سے جلانے والے انسان یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ قدرتی مخلصی ان کے حصہ میں آئے گی۔ انسان پر چھوت کی بیماری کا حملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ہماری پہلی اپنی لاپروائی۔ کوتاہ اندیشی اور بیوقوفی سے زندگی کی جد وجہد کے بنیادی اصول کے برعکس ایک چھوٹی پہلی کا نتیجہ ہی ہے۔

مخلصی کے متعلق جو دو نظریئے پہلے پیش کئے گئے ہیں ان دونوں سے ہی نقلی طور پر مخلصی پیدا کرنے کے ذریعے ممکن ہیں۔ روس پاسچر کے ابتدائی تجربات کی کامیابی کیمیاوی نقطۂ نظر سے جسم میں اینٹی ٹاکسن (Anti-toxin) یعنی تریاق کی پیدائش کی وجہ سے تھی کیونکہ اس نے جسم میں زہریلی تری کو نہایت کمزور کر کے معمولی مقدار میں داخل کیا تھا۔ اگرچہ اس طریق سے پیدا شدہ مخلصی جس کو Active Immunity کہتے ہیں ایک کافی عرصہ تک قائم رہتی ہے۔ یہ طریقہ خطرے سے خالی نہیں کیونکہ ہم جسم میں ایک زہر کو داخل کرتے ہیں۔ اگر یہی اینٹی ٹاکسن کو باہر مصنوعی حالت میں تیار کر لیا جائے اور پھر احتیاط سے جسم میں داخل کیا جائے تو یہ ایک بہتر طریقہ ہے اور بالکل محفوظ ہے۔

**اینٹی ٹاکسن کی تیاری** بیماری کے چند جراثیم کو خوراک بنی اور حرارت کے موافق حالات میں ایک صاف ٹیوب میں رہنے دیا جاتا ہے۔ چند دن کے بعد وہ ہر جز جراثیم جسم میں داخل ہو کر پیدا کرتے ہیں خوراک کے تری والے حصہ میں آ جاتی ہے۔ اس کو خوراک کے ٹھوس ٹکڑوں اور جراثیم سے احتیاط سے چھاننے کے بعد علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ اب اس تری کی ایک معمولی مقدار کو ایک تندرست گھوڑے کے خون میں داخل کیا جاتا ہے پہلے انجکشن کا گھوڑے پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ آئندہ انجکشن بخوبی سہار سکتا ہے۔ چند دن کے بعد دوسرا اور اسی طرح تیسرا اور چوتھا انجکشن کیا جاتا ہے۔ اسی دوران میں گھوڑے کے خون میں اندر آئی ہوئی زہر کو ضائع کرنے کے لئے اینٹی ٹاکسن بڑھتی رہتی ہے اور جس وقت ایک خاص مقدار میں پیدا ہو جاتی ہے تو یہ سلسلہ بند کر دیا جاتا ہے۔ گھوڑے کے خون کو نہایت صفائی سے نکال کر جب باہر رکھا جاتا ہے تو خون کے ذرات اور دیگر مادے ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ ایک صاف مٹیالے رنگ کی تری اوپر آ جاتی ہے۔ یہی تری ہے جو ٹیکہ لگانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس کو سیرم CERUM کہتے ہیں۔

تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کا طریقہ علاج جسم کو سیرم تھریپی کہتے ہیں۔ ہر ایک چھوت کی بیماری کو روکنے کے لئے کارآمد نہیں۔ اس لئے کئی حالتوں میں بیماری کے جراثیم کے زہر کو ہی کمزور کر کے جسم میں داخل کرنا پڑتا ہے تاکہ جسم میں اس زہر کو ضائع کرنے کے لئے اور اس کے جراثیم کو مارنے کے لئے طاقت پیدا ہو۔

انہی دنوں میں پروفیسر میکینی کاف کے نظریہ کے اصولوں پر مبنی ایک اور طریقہ نکالا گیا ہے جس کو ویکسین تھریپی کہتے ہیں چونکہ میکینی کاف کے نظریہ کے مطابق خون کے سفید ذرات ہی دشمنوں کو بھگا سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے کہ انسان جراثیم کے حملہ کا مقابلہ کر سکے ضروری ہے کہ ان ذرات کو اس قسم کی جنگ پر آمادہ کیا جاوے اور ان کو پریکٹس کا موقع دیا جاوے۔ چنانچہ اگر جراثیم کے مردہ اجسام کو انجکٹ کیا جاوے تو خون کے سفید ذرات ان کو باہر نکالنے کی کوشش میں مصروف ہو جاویں گے اور اتنی طاقت حاصل کر سکیں گے کہ اگر چند دن کے بعد زیادہ تعداد میں مردہ جراثیم داخل کئے جاویں تو ان کو آسے وقت میں نکال باہر کریں گے اس کے بعد اگر کوئی زندہ جرم آ گیا تو بس اس کی خیر نہیں۔

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ چند حالات میں یہ طریقہ زیادہ محفوظ اور کارآمد ہے۔

ویکسین تیار کرنے کے لئے بیماری کے جراثیم کو بڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے اور جب کافی مقدار میں بڑھ جاتے ہیں تو ایک خاص کثافت کے نمک کے سلوشن میں ان کو لے کر ان کو معمولی حرارت پہنچائی جاتی ہے۔ حرارت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اگر زیادہ حرارت پہنچائی جائے۔ تو ویکسین بے کار ہو جاتی ہے اور اگر کم پہنچائی جائے تو تمام جراثیم ضائع نہیں ہوتے۔ تجربہ سے ایک خاص ٹمپریچر اور وقت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس امر کا یقین کیا جانا ضروری ہے کہ تمام کے تمام جراثیم ضائع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اگر تازہ خوراک اور موافق حالات میں اس قسم کا سلوشن نئے جراثیم پیدا کرنے سے عاری ہو تو بڑی طاقت والی خورد بینوں کی مدد سے جراثیم کو گن کر ان کو چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں بند کر دیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت اس سلوشن کی مدد سے کسی تعداد میں مردہ جراثیم انجکٹ کئے جا سکتے ہیں۔ ٹائیفائڈ کے معالجہ میں اس طریقہ سے اس قدر کامیابی ہوئی ہے کہ تمام دنیا بھر میں یہ طریقہ ڈاکٹر لوگ رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یورپ میں ہر ایک سپاہی کے اس ویکسین سے ٹیکہ لگایا جاتا ہے اور وہی ٹائیفائڈ جو آج سے چند برس پیشتر متعدد فوجیوں کی اموات کا باعث بنتا تھا۔ آج بالکل ڈاکٹروں کے قابو میں ہے۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ زمانہ حال میں مندرجہ ذیل پانچ طریقے ہی ہیں جن کے ذریعہ وباؤں سے مخلصی ہو سکتی ہے۔

(۱) بیماری کا ایک گزشتہ حملہ (۲) جسم میں جراثیم سے پیدا شدہ زہر کو کمزور کر کے داخل کرنا۔

(۳) جراثیم کی طاقت کو کمزور کر کے جراثیم کو زندہ جسم میں داخل کرنا۔

(۴) سیرم تھریپی یعنی اینٹی ٹاکسن کو جسم میں داخل کرنا۔

(۵) ویکسین تھریپی یعنی مردہ جراثیم کو جسم میں داخل کرنا

ہر پانچوں طریقے اپنی اپنی قیمت رکھتے ہیں اور ان کو ضرورت کے وقت استعمال کر کے دانشمند ڈاکٹر لوگ مریض کو جلدی بچا سکتے ہیں۔ ظاہر ہو کہ انجکشن کی مدد سے بیماری کو دور کرنا ہر کہ ومہ کا کام نہیں کیونکہ انسانی خون میں کسی بیرونی مادہ کا داخل کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کے لئے نہایت احتیاط اور تجربہ کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدی بیماریوں کے عام علاج کا انجکشن کے ذریعہ علاج تجربہ کار ڈاکٹروں تک ہی محدود ہے۔

# سائنٹیفک نوٹ

جرمنی میں ارٹم برگ کے مقام پر سائنسدانوں کا ایک کمیشن ایک نہایت حیرت انگیز تجربہ کو تکمیل میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ناظرین جانتے ہیں کہ بادل جب سفر کرتے ہوئے ایک ایسے خطہ میں پہنچتے ہیں جہاں انہیں ٹھنڈی ہوا لگ سکے تو یہ سردی کی وجہ سے پانی کے قطروں میں تبدیل ہو کر بارش کی صورت میں زمین پر گر پڑتے ہیں اس لئے اگر کسی طرح نقلی طور پر بادلوں کو سردی پہونچائی جائے تو ظاہر ہے کہ اپنی مرضی سے جس وقت ہم چاہیں بارش پیدا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہوائی جہازوں سے بادلوں کے اوپر پیسی ہوئی برف پھینکنے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ بادل اس پیدا شدہ سردی سے پانی میں تبدیل ہو سکیں۔ دلیل نہایت معقول ہے اور اس کو پیش کرنے والے دماغ کی جتنی تعریف کی جاوے بجا ہے اگر یہ تجربہ کامیاب ہو گیا تو لاحول ولا بڑی بی کے بیے بانس والا قصہ ہے اٹھایا اور اس زور سے بادلوں میں دے مارا کہ چھاچھم! چھاچھم!!

کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ہیرلڈ۔ سی۔ اورے اُن خوش قسمت سائنسدانوں میں ہیں جن کو اُن کی لا انتہا محنت اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے سبب ۱۹۳۴ء کے آخیر میں کیمسٹری کا نوبل پرائز عطا ہوا ہے۔ آپ کی حیرت انگیز معلومات کو جو بھاری پانی سے تعلق رکھتی ہیں، نیچ ویکلی کے ایک گزشتہ پرچہ میں زیر عنوان "بیسویں صدی اور کیمیاگری" بیان کیا تھا۔ آپ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۸۹۳ء کو صوبجات متحدہ کے ایک شہر والکرٹن میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۷ء میں بی۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک آپ مونٹانا یونیورسٹی میں بطور ریسرچ سکالر کام کرتے رہے جس کی وجہ سے ۱۹۲۱ء میں ان کو فلسفی ڈاکٹر کی ڈگری ملی۔ چند سال ڈنمارک اور دیگر یورپین دارالعلوموں میں کام کرنے کے بعد آپ کو ۱۹۲۹ء میں کولمبیا یونیورسٹی میں جگہ مل گئی۔ ڈاکٹر موصوف کی عمر اس وقت صرف اکتالیس سال ہے اور نہایت روشن دماغ اور قابل آدمی ہیں۔

۱۹۳۴ء کے شروع میں آپ پروفیسر بنائے گئے اور اسی سال کے اخیر میں ان کی نوبل پرائز سے عزت افزائی کی گئی۔ واضح ہو کہ نوبل پرائز کوئی سوا لاکھ کے قریب رقم ہوتی ہے۔

## عالم نسواں

# گجرات کی آزاد دیویاں

(از پروفیسر جگدیش چندر شاستری کاریہ تیرتھ)

بھارت ورش میں گجرات کی بھومی پرم پوتر مانی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا صوبہ ہے جس کو بھگوان کرشن سوامی دیانند اور مہاتما گاندھی جیسی عظیم شخصیتوں نے جنم دے کر پوتر کیا ہے۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل، مسٹر مدھیل اور شری بت بھولا بھائی ڈیسائی بھی اسی بھومی کے رتن ہیں۔ یہ صوبہ کئی حصوں میں منقسم ہے۔ کاٹھیاواڑ اور کچھ گجرات کے ہی دو بڑے حصے ہیں۔ اس کے علاوہ احمد آباد اور بڑودہ بھی اس میں شامل ہیں۔ درحقیقت یہ ویشنو دھرم کا دیش ہے۔ یہاں کی استری سماج میں بھی سنسکاروں کی حقیقی زیادہ پائی جاتی ہے۔

## یہاں کا پہناوا

گجراتی عورتوں کے پہناوے میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہوتی جو انہیں ہندوستان کی دوسری عورتوں سے علیحدہ کر دیتی ہو۔ پھر بھی اگر کوئی گجراتی عورت سڑک پر جا رہی ہو تو آپ کو یہ پہچاننے میں دیر نہیں لگے گی کہ یہ دیوی گجراتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کے جسم پر ساڑی اور ایک چست واسکٹ یا جمپر ہوتا ہے۔ مگر ان کے پہننے کے فیشن میں گجراتی پن کی جھلک ضرور آتی ہے۔ یہ قدرتی طور پر زیادہ کام کرتی ہیں اس لئے ان کا لباس بھی چست ہوتا ہے۔ پاؤں میں چپلی یا بوٹ پہنتی ہیں۔ پردہ کا رواج تو بالکل ہی نہیں ہے۔ آج گجرات کے بازاروں میں گھومئے آپ کو دکانوں پر استریاں ملیں گی جو بالکل آزاد اور پردہ کے بغیر ہوں گی۔ یہاں کی دیویوں پر پارسی دیویوں کا زیادہ اثر ہے۔

## مردانی مہلائیں

گجراتی دیویوں کے بارے میں ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کی مہلائیں ابلائیں نہیں ہیں۔ وہ استری نہیں ہیں بلکہ مرد ہیں۔ اسٹیشن پر دیکھئے۔ استریاں سر پر بوجھ لئے جا رہی ہیں۔ بہت سی دیویاں تو بوجھ کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی اٹھائے رکھتی ہیں۔ مرد تو صرف گھر کے باہر کا کام کرتے ہیں اور گھر میں دیویوں کی حکومت ہوتی ہے۔ وہ اپنی عملداری میں کسی کا دخل نہیں چاہتیں۔ بڑے بڑے امیروں تک کے گھروں کی بہو بیٹیاں اور بڑھیاں گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ گھر کے سب کپڑے آپ دھوتی ہیں۔ یہاں کی دیویاں جھوٹی شان میں اپنا جیون گنوانا نہیں چاہتیں۔

## آزادی

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ استریوں کو آزادی نہیں دینی چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ بگڑ جاتی ہیں۔ انہیں گجرات کی بھومی میں جانا چاہئے۔ یقین ہے کہ وہاں انہیں پراچین آریہ مہلاؤں کا اونچا آدرش دیکھنے میں ملیگا۔ ہندوستان بھر کی اور جگہ اس قسم کا نقشہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ کوئی کسی سے پردہ نہیں کرتا۔ یہ بات تو مانی ہوئی ہے کہ یہاں کی ہندو عورتوں میں پردہ بالکل نہیں ہوتا۔ مگر ناظرین یہ پڑھ کر تعجب کریں گے کہ یہاں کے مسلمانوں میں بھی پردہ کا رواج نہیں ہے۔ صرف شیخوں میں پردہ کی رسم پائی جاتی ہے۔ مگر ابھی تک یہاں کی مسلمان دیویوں میں تعلیم بہت زیادہ نہیں بڑھی ہے۔ گجرات کی دیویوں میں آزادی کا جذبہ ہونے کی وجہ سے بال پن کی سبنی کی شادی نہیں ہوتی۔ مگر چھوٹی جاتیوں میں ابھی تک یہ بری رسم پائی جاتی ہے۔ شادی میں لین دین کی رسم بھی ابھی تک دور نہیں ہوئی ہے۔ لڑکی والوں کو ابھی تک ورکے لئے کچھ نہ کچھ بھینٹ چڑھانی ہی پڑتی ہے۔ مگر تعلیم پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ رسم بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں کی دیویوں کو برتنوں سے بڑا پریم ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے دیش کی دیویاں اپنے گھر کی سجاوٹ اچھی اچھی تصویروں اور بیل بوٹوں سے کرتی ہیں اسی طرح گجرات کی دیویاں اپنے گھروں کو برتنوں سے سجاتی ہیں۔ اگر آپ کو کسی گجراتی بالکا کے گھر جانے کا موقعہ ملے تو آپ دیکھیں گے کہ گھر میں برتنوں کی قطاریں عجیب بہار دے رہی ہیں۔ اس کی اور کوئی خاص وجہ تو سمجھ میں نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ یہاں کی دیویوں کو برتنوں کی سجاوٹ زیادہ پسند ہے۔

## تعلیم

جہاں کی دیویوں میں پردہ کا رواج نہیں ہوتا۔ وہاں کی عورتوں میں تعلیم بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ گجرات کی دیویاں تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ یہاں تعلیم پھیلانے کا سہرا ... تعلیم کو سدھار کا ... یہاں ہر علاقہ میں تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ یہاں ہر عورت سے یہ امید رکھی جاتی ہے کہ جہاں وہ گھر کا سب کام کاج کرے وہاں گھر کی آمدنی اور خرچ کا حساب بھی رکھے۔ تعلیم کے معاملہ میں بڑودہ ریاست نے بہت ترقی کی ہے۔

مہاراجہ بڑودہ نے استریوں کو مردوں کی طرح حقوق دے کر تعلیم نسواں کو بہت فروغ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں گجرات کی نسبت عورتیں زیادہ تعلیم یافتہ پائی جاتی ہیں۔ سکول اور کالج کو جانے دیجئے۔ وہاں پراچین گروکل کے آدرش کو زندہ رکھنے کے لئے کنیا مہاودیالیہ نام کی بھی کئی سنستھا ہے۔ گجرات میں زیادہ تر گجراتی زبان میں ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر اس تعلیمی درسگاہ میں ہندی اور سنسکرت پڑھانے کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔ یہاں کی دیویوں نے جسمانی ورزش سے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس انسٹی ٹیوشن کی لڑکیاں ابلا نہیں ہیں بلکہ وہ موقعہ پڑنے پر اپنی خود بھی حفاظت کر سکتی ہیں۔

اس انسٹی ٹیوشن نے ثابت کر دیا کہ بھارت کی ناری سماج کو ابلا کہنا نادانی ہے۔ اس سنستھا میں لڑکیوں کو لاٹھی، گتکا، تلوار، اور نیزہ چلانا سکھلایا جاتا ہے۔ اس سنستھا کے پران ماسٹر ... جی اور ... اور ان کے پتر شری آنند پریہ جی ہیں۔ ابھی اس انسٹی ٹیوشن کی ایک منڈلی جنوبی افریقہ میں اپنے کھیلوں کو دکھا کر واپس آئی ہے اور ان کا بڑا سواگت ہوا ہے۔

اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ گجرات میں ہندی کا پرچار نہیں ہے۔ مہاتما جی کی کرپا سے مدراس تک میں لاکھوں آدمی ہندی سیکھ چکے ہیں مگر گجرات کی طرف ابھی تک کسی ہندی پرچارنی سبھا کا دھیان نہیں گیا۔ مہاتما جی کی بھومی میں ہندی کا پرچار نہیں ہے۔ اس پر تو یہ مثل "چراغ تلے اندھیرا" بالکل صادق آتی ہے۔

## گروا ناچ

گجرات کی کنیاؤں کو گروا ناچ بہت سکھلایا جاتا ہے۔ گروا ناچ کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیاں اپنا ایک گھیرا بنا لیتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت ڈنڈے ہوتے ہیں جنہیں بجا بجا کر وہ ہاتھ پاؤں چلا کر وہ ناچتی ہیں۔ یہاں پر کہاوت ہے کہ جو کنیا اس ناچ میں زیادہ کشل ہوتی ہے اسے اتنا ہی یوگیہ ور مل جاتا ہے۔ معلوم نہیں یہ کہاوت کس بنا پر چلی۔ بہرکیف گجرات کی بھومی میں گروا ناچ کا بڑا پرچار ہے۔

مشرقی رقص کے چند دلکش مناظر

کوپی ناتھ

بالگام کی مینکا

راگنی دیوی

اودے شنکر، کرن لتا اور سمکی

پردۂ فلم کی دو ملکہ مردانہ لباس میں

## مس سلوچنا

جو امپیریل فلم کمپنی بمبئی کی مشہور ایکٹریس ہیں۔ انہوں نے مندرجہ ذیل فلموں میں بہترین کام کیا ہے

(۱) مس اِندرا ایم اے

(۲) ٹیلیفون دیاز عورت سلوچنا

(۳) مادھوری

(۴) سوبو گیہ سندری

(۵) سنگ میں عورت پیاپیارے

(۶) انار کلی وغیرہ

## مس جہاں آرا کجن

جو میڈن تھیٹرز امیٹیڈ کلکتہ کی فلمی ایکٹریس ہیں۔ اِنہوں نے مندرجہ ذیل فلموں میں کام کر کے بڑی مقبولیت حاصل کی ہے۔

(۱) شکنتلا

(۲) جہاں آرا

(۳) شیریں فرہاد

(۴) لیلا مجنوں

(۵) آنکھ کا نشہ

(۶) اِندر سبھا وغیرہ

TELE. YARN.
TELEPHONE. 5243.
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس - دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے۔
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو،
زین، ٹویل، لٹھے کورے، دھلے اور رنگین، دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی، ڈوریہ، ململ، کریپ، شرٹنگ سوٹنگ، چادر پلنگ، سوزنی، تولیے رویندار، رنگین و فینسی، جھاڑن، مسہری، دوسوتی، شیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی، آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،
میسرز دیاچند ہردیال امرت سر
میسرز دیاچند ہردیال جموں
میسرز دیاچند ہردیال سکھر
میسرز دیاچند ہردیال پالی
میسرز کنہیالال مولارام جے پور
میسرز چنددلال سورج مل کانپور
میسرز چنددلال سورج مل لکھنؤ
میسرز رامی داس شری رام کلکتہ
میسرز بابورام رام رتن فرخ آباد
میسرز جیارام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ:- تولیے ہر قسم ڈویژائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے
میسرز کھڑگ سنگھ دیش راج لاہور
میسرز ایس۔ جے۔ کواوپریٹو سوسائٹی کراچی
میسرز ایس۔ جے۔ کواوپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

۱۱۴۲ اور کچھ ہو ہو ا کیسے کہ کیسر لفظ تھا تار میں ہنسنے کی پہچان ہیں۔ اب یہ فیشن ہو گیا ہے کہ مرنے کی اکثریت ہونی چاہیئے مگر خود فراہم نہیں کرسکتے تو حرج کیا سلسلہ میں کرایہ پر مل جاتی ہے۔ کاش کہیں سے ہینٹ بھی کرایہ پر مل جایا کرتا تو کیا ہی خوب ہوتا۔ اہل دولت نے مشکل یا لب ہی کھولیں تو جوتے اور کپڑے کی۔ کسی کو زمری کہ مٹیوں کی بھی ایک ایکسٹری ہونی چاہیئے۔ اگر جناب کہیں ہیٹ کی فیکٹری نکل جائے تو استاذ ہم لئے ہیں کہ مشکل ہیں کے اب ہم گراں سے گراں قیمت پر بھی خرید لیا کریں گے۔ مگر آج فیکٹری ہوتی تو ہم کو یہ کستر فدا کیوں اس ہیٹ میں تھوڑی سی پڑتی۔ ایک کرائے پر سے آنے کا فی تھا۔ خیر یہ بھی ایک فیشن ہے۔

— اور جناب عارف کی مگر اس بھی جلبوں کو ایک فیشن کا سبق ہے ... ہاں لڑکیوں جو کمر پڑے میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ میری سرگوشیاں کون سی عقل والوں کی سمجھ میں یوں ہی تھوڑے آجاتی ہیں۔ سنو سبق یہ ہے کہ اے فیشن تیرا خانہ خراب ہو۔ تیرا کوئی نام لیوا کوئی پانی دیوا باقی رہے۔ تو نے ہندوستانیوں کو بالکل خواری میں ڈال دیا۔

ہلو! ہم بیوقوف ہی۔ دیکھو یہ ایسے کہ یہ بھی ایک نیا فیشن ہے کہ جوتیاں نہ پہنیں۔ فیشن ہی جو ٹھہرا فیشن کی بات سنئے۔

کچھ سال قبل ہمارے ہندوستان میں سب لوگ ہی تو دوپٹہ باندھتے تھے۔ مگر اس فیشن کی چڑیل۔ جانے کہاں منحوس کو دیکھ پڑی کہ دس گز کے دوپٹہ کو دو گز کی ٹوپی میں تبدیل کر دیا۔ خیر یہ بھی بھگتنی گئی۔ کچھ دن فیلٹ کیپ کی بہار رہی جسے دیکھو دہی گول یا ہندی نما ٹوپی لگائے بابو بنا پھرتا ہے۔ حد ہوگئی ہم۔ شہر کے لنگی بھی جو صبح شام سڑکوں پر جھاڑو لگاتے پھرا کرتے ہیں فیلٹ کیپ لگا کر نکلتے تھے کیوں نہ لگاتے وہ ایک معمولی فیشن تھی۔ یہ دن بھی بیت گئے۔ پھر ایک دن وہ آیا کہ فیلٹ کیپ کا لگانا متروک اور خلاف فیشن خیال کیا جانے لگا۔ اب اس کیپ کی جگہ ہیٹ کو مل گئی۔ دس روپیہ کا مزدور بھی ہیٹ لگا کر دلی کے چاندنی چوک میں ٹہلنے لگا۔ دکان دکان پر ہیٹ کی ایکسپارٹ ہوگئیں۔ میرے خیال میں بساط خانے کی کوئی ایسی دکان نہ ہی جس پر خوشنما ہیٹ اینٹوں کی قرد لگی۔ ہولی ہو۔ خوب ہی ہیٹ خریدے گئے۔ اسکولوں میں دیکھا تو عجیب ہی گھر دار نظر آیا۔ جسے دیکھو وہی بغیر ہیٹ ہینڈ کے بات کرتا۔ ماں باپ کی پسینہ کی کمائی جائے تو جائے مگر بیٹے فیشن کی بات بن جائے۔ اسکول و بورڈنگ کی فیس نہ جائے مگر ہیٹ کا حساب صاف رکھا جائے۔ غرضیکہ یہ بھی عام ہو گیا۔ اب وہ دن ہے کہ ہیٹ والوں کو کوئی پوچھتا نہیں کیونکہ زنیا دھنیا یہ ہیٹ استعمال کرنے لگے۔ ورنہ چند سال پہلے ہیٹ والے کی قدر تھی کہ بیچارے گاؤں والے تو دیکھتے ہی سہم جاتے تھے اور بجائے ڈالی اور حقے کے دو وار دیکھ لیتے باقی ہرانی تھیں بڑے بڑے زمیندار فرشی سلام جھکاتے تھے۔ اور صاحب کو سرہانے جگہ دیتے تھے۔ اب تو یہ بات عام ہے کیونکہ ہیٹ کی قیمت کم ہونے ہوتے ایک یا سوا روپیہ رہ گئی ہے۔ جس کو دیکھیں صاف کرتے ملازم بھی کمبل خرید لیتے ہیں۔ اب پھر ہندوستان میں کیپ کی قدر ہوئی۔ بازار میں گاندھی کیپ کا بازار گرم ہوا۔ جس چیز کے نے پہلے ۲ آنے اور دس روپیہ خرچ ہوتے تھے اب وہ محض کچھ پیسہ میں آنے لگی آج دن گاندھی کیپ کی بہار ہے۔ اور بہار بھی ایسی ہے کہ کہتے ہیں کہ اسمبلی کے کانگریسی ممبران بھی کھدر کی سفید کیپ لگا کر گول چیمبر میں داخل ہوتے ہیں۔ چلو خیر ہماری گاندھی کیپ کو یہ زینت بخشی گئی کہ ایم۔ ایل۔ اے کے سروں کا تاج بن گئی۔ گاندھی کیپ عام کیونکر ہوئی یہ داستان بڑی ہی دلچسپ ہے۔ مگر تاب رقم نہیں۔ بازاروں میں اس سے زیادہ ارزاں ٹوپی اور کوئی نہیں ہوگی۔ ہیٹ اور تاج وہ پہنیں جن کے پاس پیسہ ہو۔ یہاں تو کا غازی حکومت ہے کہتے ہیں کہ سونا اور چاندی تو سب ایک ہوائی جہاز کے ذریعہ سمندر پار چلا گیا۔ اب کسانوں کا ایک جوا اور اپنی متاع کچھ دن بعد وہ بھی چلا جائے گا۔ اور یک لخت بیکاری کا عالم طاری ہو جائے گا۔

یہ تو رہی سر کی سرگذشت۔ اب سنئے کہ کوٹ میں کتنا تغیر ہوا۔ آج سے تقریباً سو سال پہلے یہاں پر رواج تھا چغہ کا۔ اہل مجلس اور اہل عدالت کا بھی یہی ڈریس تھا اس کے فائدے بھی بہت تھے۔ بعض کو ہیں یہاں پر قطع نظر کرتا ہوں۔ پھر زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ ساری کایا پلٹ ہو گئی۔ چغہ اچکن ہو گئی۔ اچکن کی بھی خوب بہار دیکھی۔ وکیلوں و مختاروں کا خاص لباس ہو گیا۔ امراء و روسا کی ورننگ ڈریس قرار دی گئی۔ نوابوں نے بھی اسکو اپنے زیب تن کیا۔ گویا کہ اچکن نے بھی خوب رنگ پکڑا۔ اگر ہمارے ہندوستانی تو بڑے نقال ہیں۔ اگر انگلستان میں تیرہ گرہ اونچا کوٹ ملتا

(باقی اگلے صفحہ پر)

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۱)

چپراسی نے رسی سے بندھا ہوا ڈاک کا تھیلا کھول کر ڈاک بابو کے سامنے ڈال دیا۔ ڈاک دیکھ کر بڑھیا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس کی جھری دار پیشانی کسی قدر تن گئی۔ اپنی پتلی لکڑی کے سہارے کھڑی ہوتی ہوئی بولی — "ڈاک بابو! میرے منتو کا روپیہ تو آج ضرور آگیا ہوگا کئی دن سے دوڑ لگا رہی ہوں۔ بڑھاپے نے دم نکال دیا ہے آج آپ ضرور کرپا کریں — بابوجی — !

وہ روپیہ کہاں گیا جس کا اپنے لئے رکھ چھوڑا تا — ؟" کہتے ہوئے پوسٹ ماسٹر صاحب تھیلا کھولنے لگے۔ دیہاتی پوسٹ آفس میں ان سب باتوں کی پابندی کہاں — ؟ چاروں طرف سے آدمی گھیرے ہوئے تھے۔ کوئی چٹھیاں دیکھ رہا تھا۔ اور کوئی ہاتھ میں آئے ہوئے روپے گننے میں مشغول — مگر بیچاری بڑھیا سب سے الگ حسرت بھری نظروں سے تک رہی تھی۔

آئی ہوئی چیزوں پر ڈاک کی مہر لگانے کے بعد انہیں چیزوں کو بانٹنا شروع کیا جن کی چٹھیاں تھیں ان کو مل گئیں جن کے روپے تھے وہ لے کے چلتے بنے جنہیں کچھ بھیجنا تھا ان کا کام بھی ہوگیا۔ اور آہستہ آہستہ ساری بھیڑ چھٹ گئی — پر بڑھیا اب بھی اپنی پتلی لکڑی کے سہارے کھڑی ہوئی تھی

ڈاک بابو بے کام کے بیٹھے معلوم ہوتے تھے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں کہ وہ بڑھیا کی طرف دیکھتے — ؟ جب ڈاک گھر بند کر کے وہ گھر جانے لگے تو بڑھیا کی گھبراہٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ایک بار پھر ڈاک بابو کے کان میں آواز آئی — "ڈاک بابو! کیا آج بھی منتو نے روپے نہیں بھیجے — ؟" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

ڈاک بابو کے چہرے پر ندامت کی سی ہلکی جھلک دوڑ گئی۔ بولے :-

"نہیں — آتے تو کیا میں اپنے لئے چھپا لیتا"

کراہتی لڑکھڑاتی ہوئی بڑھیا اپنی جھونپڑی کی طرف چلی۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا پاؤں کانپ رہے تھے اور آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر بھی وہ کسی طرح گھر پہنچ گئی — آنگن میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی دوڑ کر پیروں سے چمٹ گئی :-

"اماں! کیا بھیا کے روپیہ آگئے — ؟" اس سسکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں بیٹی۔ آج بھی نہ آئے" بڑھیا کا گلا بیٹھنے لگا۔ آنکھوں سے دو گرم گرم بوندیں ٹپک پڑیں اور وہ کانپتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اس کو روتا دیکھ کر لڑکی کا دل سلنے لگا۔ اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ دلاسہ دیتے ہوئے بولی — "اماں کیوں روتی ہو تم — آنا ہونگے تو آجائینگے"

بڑھیا نے امنڈتے ہوئے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹی میں اس لئے نہیں روتی پر دیکھتی ہوں کہ آج تو گھر میں ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ تجھے کیا کھلاؤں گی — ؟"

لڑکی چپ ہوگئی۔ اسے سچ مچ بھوک لگ رہی تھی کل رات سے اسے کچھ نہ ملا تھا۔ مگر وہ اپنے خیال میں بھوک کو بھول چکی تھی۔ اب جو ماں نے بھوک کا نام لیا تو اس کا پیٹ کھولنے لگا۔ اور وہ رونے لگی

(۲)

"ڈاک بابو — ڈاک بابو"

ایک شام ہوائی میں چند نوجوان نے جس کی آنکھیں چڑھی اور مونچھیں کھڑی ہوئی تھیں اپنے ہاتھ کی موٹی لکڑی سے ڈاک بابو کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ڈاک بابو کے گھر سے نکلتے ہی اس نے جھک کے سلام کیا اور بولا۔

"چھوٹے بابو نے پوچھا ہے کہ منتو کی ماں کا روپیہ آیا ہے یا نہیں — ؟"

"ہاں، انہیں نے مجھ سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ جب اس کے روپے آئیں تو خبر کر دی جائے۔ کئی دن سے بڑھیا دوڑ رہی ہے۔ آج روپے آئے تھے مگر میں نے اس سے کہدیا کہ نہیں آئے۔ چھوٹے بابو سے کہدینا کہ کل ڈاکیہ اس کے مکان پر روپیہ لے کر جائے گا" — یہ کہہ کر ڈاک بابو کنوئیں کی طرف نہانے چل دیئے۔ اور چھوٹے بابو کا مست نوکر اینڈتا۔ اتراتا۔ جھومتا ہوا اپنی راہ چلا۔

(۳)

رامو — منتو کا باپ — اپنے زمانے کا اچھا پہلوان تھا۔ کسرتی بدن۔ ابھرا ہوا سینہ پھولی ہوئی گردن پورا چھ فٹ کا خوبصورت جوان — جدھر گھوم جاتا ادھر ہی سے آوازیں آنے لگتیں :-

"رامو بھیا! ادھر آ کے بیٹھ تو جاؤ۔ اچھا ایک ہی چلم سہی"

گاؤں والے اسے جان سے زیادہ مانتے تھے — بال بچے کا وہ ادب کرتا۔ جوانوں کو اکھاڑے میں "دھوبی پاٹ" اور "گردن" جیسے داؤ سکھاتا۔ بچوں کو بازار کے دن

مٹھائی مرمرے لے دیتا۔ اسی لئے بچے۔ بوڑھے۔ جوان۔ سب ہی اس پر جان دیتے تھے۔

کیلاش بابو — چھوٹے بابو کے باپ — رامو کو بیٹے کی طرح مانتے تھے۔ رامو بھی جہاں کیلاش بابو کا پسینہ گرتا وہاں خون بہانے کو تیار ہوتا۔ وہ کیلاش بابو کا وفادار نوکر تھا۔ رامو کے گھر میں اس کی بیوی دو برس کی ایک لڑکی اور منتو رہ گیا۔ ۹ برس کا لڑکا منتو تھا گھر بھر کے کھانے کا بندوبست کیلاش بابو خود کرتے تھے رامو کو چکنا کھانا۔ اور عمدہ کپڑا پہننے کو ملتا۔ دودھ ملائی اس کے علاوہ !۔

کیلاش بابو کو رامو سے جو پریم تھا۔ رامو بھی اس کا اس کا جواب دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتا۔ اسکی ہمیشہ سے تمنا تھی کہ اس کا مالک کوئی حکم دے اور وہ آگ پانی میں کود پڑے

کیلاش بابو کا ایک گاؤں — کشن پور — بڑے سرکش گوالوں سے آباد تھا۔ جب کبھی انہیں موقعہ ملتا۔ کھلیان سے اناج لے بھاگتے۔ ہری ہری فصل کاٹ ڈالتے۔ باغ میں اپنی گیہوں کو بھیجدیتے اور سارے کا سارا باغ ناش کر دیتے۔ اس کام کے زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا سال ہوتا ہو جب کیلاش بابو کو دس پانچ آم مل جاتے۔

کیلاش بابو ان لوگوں سے عاجز آگئے تھے۔ کئی دو چار بار کیں۔ چوری کے الزام میں کتنے گوالوں کو پکڑوا بھی دیا۔ پر ان باغیوں کی حرکتوں میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ ایک دن بہت سے گوالے ان کے نیلام کئے ہوئے باغ پر چڑھ دوڑے اور باغ کو برباد کر ڈالا۔ کیلاش بابو آخر زمیندار تھے۔ سنتے ہی خون کھول گیا۔ رامو کو بلایا اور کہا — "بھائی تم دیکھ رہے ہو ان نیچ گوالوں نے تمہارے مالک کو کتنا پریشان کیا ہے۔ جاؤ ان آدمیوں کو ساتھ لے جا کر انہیں سمجھا دو — رامو"

رامو کی رگیں پھول گئیں اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ "جے مالک کی" حضور نے نمک نے غلام کو بہادر بنا دیا ہے۔ جان جائے تو جائے پر ان دشمنوں کو بتا دونگا کہ رامو اور اس کا مالک کون ہے — ؟"

رامو تاک میں تھا ہی کہ کب مالک حکم دے اور جان سے احسان کا بدلہ چکائے۔ سنتے ہی بھالا پھینکتا ہوا باغ میں جا ڈٹا۔ پیچھے سے اس کے ساتھی بھی آ پہنچے گوالوں نے سمجھا کہ دس پانچ کا مار لینا کیا مشکل ہے۔ جھٹ رامو پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن وہ بھی تھا اکیلا ہوا جوان بڑھ بڑھ کر ادھر ادھر دو ایک ہاتھ پھینک کر اس نے ایک نہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

## [illegible]

(صفحہ [illegible] سے آگے)

ہوسکتے۔ ہمارے معترض بہت جو نہایت تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بغیر ہی ایک طرفہ فیصلہ دے دیں گے کہ مخلوط تعلیم سے لڑکے اور لڑکیوں کے چال چلن بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور یہی ان کے پاس سب سے زبردست دلیل ہے جیسا کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ ہمارے شہر گوجرانوالہ میں ایک آریہ خاتون نے مخلوط تعلیم کے مخالف سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔ عورت کی مثال گھی کی ہے اور مرد آگ کی مانند ہے اگر گھی آگ کے قریب ہوگا تو اس کا پگھلنا ہر حالت میں ضروری ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ گھی کو آگ سے دور ہی رہنے دیا جائے۔

مگر یہ دقیانوسی خیالات ہیں۔ ان کی حقیقت صفر کے برابر بھی نہیں۔ اور نہ ہی یہ مثال مشاہدات پر مبنی ہے۔ جب لڑکے اور لڑکیاں ابتدائی ایام سے اکٹھے یکجا تعلیم پانی شروع کر دیں۔ تو ان میں ایسے خیالات کا سمانا ایک ناممکن امر ہے۔ مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی جن کی عمر پانچ پانچ سال کی ہو۔ اور وہ دونوں اکٹھے کسی سکول میں پہلی جماعت سے ہی تعلیم پانا شروع کریں تو یہ قرین قیاس ہی نہیں کہ جوان ہو کر ان کے قوائے شہوانی مستعد ہو جائیں۔ بلکہ وہ آخیر تک ایک دوسرے کو بہن اور بھائی ہی تصور کریں گے۔ کیونکہ ابتدا سے ہی ان کے درمیان بھائی اور بہن کے سے تعلقات شروع ہو گئے۔ اگر مخلوط تعلیم رائج ہو جائے تو میرے خیال میں یہ تمام خرابیاں جو روزمرہ ظہور میں آتی ہیں ان کا بہت جلد قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان دقیانوسی خیالات کا ہندوستانیوں کے دلوں سے اٹھ جانا بہت مشکل ہے مگر نپولین کا قول یاد کرکے کہ "ناممکن کا لفظ بے وقوفوں کی ڈکشنری میں پایا جاتا ہے" ہم میدان میں نکل آتے ہیں۔ جس چیز کو آج ہمیں اس کی مخالفت کیا جاتا ہے۔ کہ آگے بڑھو اور دیکھو کہ آئندہ کیسے کیسے خطرات کا اندیشہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پیچھے ہٹو اور دیکھو کہ اس سے قبل اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ اسی ہندوستان میں جب کالج اور اسکول نہیں تھے۔ تو لڑکے اور لڑکیاں سب اکٹھے مل کر ایک ہی استاد سے تعلیم پاتے تھے۔ مگر لوگ اس سے کہاں میں بہن اور بھائیوں کا ہی رشتہ رہے۔ کبھی بھی اس سے تجاوز نہیں ہوا۔ چنانچہ ہمارے دیکھنے میں آیا ہے کہ جوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے ایک استاد سے تعلیم پایا کرتے تھے۔ اور اکٹھے ہی کھیلا کرتے تھے۔ مگر نہ لڑکیوں کے دلوں میں کبھی کوئی خیال پیدا ہوا۔ اور نہ ہی لڑکوں کی طرف سے کبھی بدی کا ارتکاب ہوا۔ جب سے جداگانہ تعلیم کا رواج شروع کیا گیا ہے تب ہی سے ہر قسم کے بدنتائج رونما ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ علیحدہ رہنے سے وہ برادرانہ محبت اور برادرانہ تعلقات

حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔ اور بُرے خیالات کا آغاز شروع ہو جاتا ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ اس کا انسداد اس طریقہ سے کیا جاتا جیسا کہ ہونا چاہئے تھا۔ الٹا اسی چیز کو تقویت دی جاتی ہے۔ جس سے برائی شروع ہوئی۔ یہ خود ہر کسی کا مشاہدہ ہے۔ اس وقت بھی بعض دیہاتوں میں جہاں سکول نہیں جوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے تعلیم پاتے ہیں اور کھیلتے ہیں مگر ان کو کوئی خیال نہیں ہوتا بلکہ برادرانہ تعلقات قائم رہتے ہیں۔ دنیا میں بہت کم ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ مخلوط تعلیم لڑکے اور لڑکیوں کے چال چلن کیلئے تباہی کا باعث ہوئی ہو۔ مخلوط تعلیم کسی کو بدی کی طرف راغب نہیں کرتی بلکہ ارتکاب بدی سے روکتی ہے۔ اس سے مجھے انکار نہیں کہ صنف نازک محبت کا سرچشمہ ہے۔ اور مرد بہت جلد دام گیسو میں پھنس جاتا ہے۔ مگر یہ سب علیحدگی کا نتیجہ ہے۔ ابتدائی ایام سے ہی اکٹھا رہنا کسی کو بھی دام گیسو میں نہیں پھنسا سکتا۔ زمانہ پورے طور پر ترقی کے انتہائی منازل طے کر رہا ہے۔ ہر ایک پہلو پر آسانی سے غور کیا جا سکتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور صنف نازک کا اپنی عصمت کی حفاظت کرنا اسکی فطرت پر منحصر ہے۔ وہ چاہے تو ہر جگہ اپنی عصمت کی حفاظت کر سکتی ہے۔ ورنہ لڑکوں سے علیحدگی بھی اسے ارتکاب بدی سے روک نہیں سکتی۔ ایسے وقت میں پردہ کی حمایت کرنا محض ترقی کا التوا میں ڈالنا ہے۔ جو جو قبیح رسومات اس وقت تھیں آج اسکا عشر عشیر بھی نہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ پردہ اس جہالت کے زمانہ میں بھی مفید ثابت نہ ہوا۔ اور آج مجبوراً ان اصحاب جو بڑے زبردست اس کے حامی تھے اس کی خرابیاں کو دیکھکر اس کے خلاف جہاد کرنا پڑا۔ اور آج دنیا پر یہ روشن ہو چکا ہے۔ کہ اس وقت جداگانہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے جو اعلیٰ ترقی کے راستہ میں سد راہ ہے۔

نوٹ :- (اس سلسلہ میں دیگر حضرات کے جو مضامین موصول ہوئے ہیں وہ آئندہ اشاعتوں میں شائع کئے جائینگے!)

# فلمی دُنیا سے منشی پریم چند کی الوداع

## فلم کے متعلق پریم چند جی کے تاثرات

(از قلم شری بیتا سستیہ کام ودیا النکار ایڈیٹر فلم سنسار ملاپ تیج ویکلی)

[illegible] ہندوستان کے مشہور افسانہ نویس منشی پریم چند جی نے فلمی دنیا کو الوداع کہی ہیں۔ روانگی سے میری طویل گفتگو ہوئی۔ بات چیت فلمی دنیا کے موضوع پر ہی تھی۔ شری پریم چند جی تقریباً ایک سال سے بمبئی میں ہیں۔ اجنتا فلم کمپنی کے مصنف رہے ہیں۔ یہاں آپ کو فلمی دنیا کا مشاہدہ کرنے کا بہت وقت ملا۔ آپ کے تاثرات ناظرین "تیج ویکلی" کے لئے لکھتا ہوں۔

شری پریم چند جی کا رشواس ہے کہ جب تک فلم فقط دھن کمانے کے خیال سے ہی بنائی جائے گی تب تک نہ تو فلمی آرٹ کی ترقی ہوگی اور نہ ہی اس سے ملک کا فائدہ ہوگا۔ فی زمانہ صرف پیسہ کمانے والے بیوپاریوں کے ہاتھ میں ہی سینما کاروزگار ہے۔ انہیں آرٹ اور تعلیم سے کوئی پریم نہیں۔ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی خواہشات کو پورا کرنے اور شہوانی جذبات کو خوش کرنے تک ہی فلم کا فائدہ سمجھتے ہیں۔ شری پریم چند جی کا یہ بھی خیال ہے کہ فلم کے مالکوں کو آرٹ اور تعلیم کی نظر سے اچھی فلم تیار کرنے کے لئے راستہ درست بھی پیدا کرنا چاہئے۔ آپ کی رائے میں رائے عامہ کی باگ ڈور کو ہاتھ میں رکھنے والے لیڈروں اور اخبارو ں کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ سینما رائے عامہ کی ترقی اور سدھار کے لئے ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔ اس طریقہ کو اچھی طرح کام میں لانے کے لئے لیڈروں کو پوری تندہی کے ساتھ کام لینا چاہئے۔ اور اس طرف بے رُخی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

### مصنف اور فلمی دنیا

شری پریم چند جی ایک سال تک فلمی دنیا میں رہنے کے بعد آپ جلد ہی بمبئی سے جانے والے ہیں۔ سوال کرنے پر آپ نے فرمایا۔ میں سینما کو اپنے آدرشوں کے پرچار کا بہترین اور آسان ذریعہ سمجھ کر ہی بمبئی آیا تھا۔ مگر مجھے اب معلوم ہوا کہ میں دھوکے میں تھا۔ موجودہ حالتوں میں کوئی بھی مصنف اپنے وچاروں کو سینما کے ذریعہ عوام تک اسی طریقہ پر نہیں پہنچا سکتا۔ جس طرح سے کہ وہ چاہتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

• سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ادبی دنیا فلمی دنیا سے بہت اونچی ہے۔ دونوں کی سطح میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جن لوگوں کے لئے کوئی افسانہ وغیرہ تیار کیا جاتا ہے۔ وہ مصنف کے قریب قریب برابر کے درجہ پر ہونے کی وجہ سے اس کے وچاروں اور آدرشوں کو خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ مگر سینما کی دنیا تک پہنچنے کے لئے مصنف کو اپنی سطح سے بہت نیچے اُترنا پڑتا ہے اس تنزل میں مصنف اپنا اصلی جوہر کھو بیٹھتا ہے۔ جو کچھ بھی وہ لکھتا ہے اس سے اس کے وچار ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ سینما دیکھنے والی دنیا کے خیالات آشکارا ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے اداکاروں میں آرٹ کی نظر سے اونچے درجہ کا ایکٹنگ کرنے کی قابلیت نہیں ہے۔ ڈائرکٹر بھی اداکاروں میں قابلیت پیدا کرنے اور دوسرے قابل اداکاروں کی تلاش کرنے کی بجائے کہانی کے پلاٹ میں نامناسب ردوبدل کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق ہی اس پلاٹ بنانے کے لئے جس میں کوئی آدرش اور کوئی کلپنا وغیرہ نہیں ہوتی مصنفوں کو کہتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مصنفوں کو نہ صرف نیچے درجہ کے سینما دیکھنے والوں کا ہی بلکہ فلمی دنیا کے بہت سے آرٹ سے بے بہرہ اداکاروں کا بھی غلام بننا پڑتا ہے۔ ایسی حالتوں میں اگر مصنف کی طبیعت بھی کلپنا اور آرٹ سے بے بہرہ ہو جائے تو اس کا کیا قصور ہے؟

شری پریم چند جی نے تجربہ کی بات پر یہ بات بتلائی کہ دھن کے مقابلہ پر اپنے آدرشوں سے پریم کرنے والے کسی بھی مصنف یا اداکار کا سینما میں نباہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے جب پوچھا کہ کیا اس افسوسناک حالت میں تبدیلی ہونے کی کوئی آشا نہیں ہے تو شری پریم چند جی نے کہا کہ کم از کم بہت جلدی تو ایسی کوئی تبدیلی ہونے کی امید نہیں ہے۔ مگر کوشش کرنے پر کافی عرصہ میں اس قسم کی تبدیلی واقع کی جا سکتی ہے۔

### دوسرا تجربہ

شری پریم چند جی کے اس تلخ تجربہ کا ذکر میں نے جب میں نے رویم آرٹ پروڈکشن فلم کمپنی کے نوجوان ڈائرکٹر شری جینت دلال سے کیا تو انہوں نے کہا کہ میری رائے میں تو وہ زمانہ بہت نزدیک ہے جب فلمی دنیا کو بہت اونچے آدرشوں پر لایا جا سکیگا۔ آدرش چیز لمیٹڈ کے مالک شری سیٹھ گوبند داس اور شری دوارکا پرشاد مصرا اس سلسلہ میں قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے بھی بہت ہمت اور اونچے آدرشوں کو لے کر بہت بڑے پیمانہ پر نئی کمپنی کو جنم دیا ہے۔ آپ کا بھی یہ وچار ہے کہ جس طرح جرمنی اور روس میں صرف تعلیم کے متعلق ہی فلم تیار کی جاتی ہے اسی طرح ہندوستان میں بھی تیار کی جائیں۔

### سیاسی اتحاد کا ذریعہ

رویم کے ڈائرکٹر اور سرکردہ اداکار شری جینت دلال کا وشواس ہے کہ سینما کو سیاسی اتحاد اور سماج سدھار کا بہترین ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ بولتی فلموں کے ذریعہ [illegible] سیاسی اتحاد کا اچھا طریقہ پیدا ہو گیا ہے۔ گجراتی۔ مراٹھی وغیرہ زبانوں میں فلم تیار کرنے کے خلاف ہوں۔ ہندی بھاشا کو ملکی زبان بنانے کا جو موقعہ ہمیں ملا ہے اس کا ہمیں پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ سیاسی زندگی کے تمام عناصر کو مناسب طور پر اکٹھا کر کے سینما میں لوک جیون کی اصلی تصویر کے درشن کرانے چاہئیں۔ سماج سدھار کے لئے سینما کو استعمال کرنے کے متعلق آپ نے کہا کہ فلمی دنیا کے متعلق عوام الناس میں بہت غلط باتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے دور ہونے کے ساتھ ساتھ اگر اچھے خاندان کے لڑکے اور لڑکیاں سینما میں داخل ہو جائیں تو سینما کو سماج سدھار میں پوری کامیابی ہو سکتی ہے۔ انسان کے خیالات کو بیت ا [illegible] نئے نئے طرز کے مطابق سانچے میں ڈھالنے کا سب سے اچھا اور کامیاب طریقہ سینما ہی ہو سکتا ہے۔

## مظہر خاں اور مادھوری

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کلکتہ کی تازہ ترین فلم "سلیم" کا ایک دلچسپ سین۔

## مس سلطانہ عالم تخیل میں

[illegible] کمپنی کی مشہور فلم [illegible] میں کام کرتی ہیں

Registered L. No. 1517 Registered L. No 1517.

THE TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

# تیج ویکلی دہلی

No. 82 DELHI 25TH MARCH 1935. V. No 13

## یورپ پر جنگ کے بادل

ڈکٹیٹر روس

سٹالن

حکومت فرانس کا چیف

گیسٹن ڈومر

وزیر خارجہ انگلستان

سر جان سائمن

ڈکٹیٹر اٹلی

سنیور مسولینی

جرمنی کے جدید اعلان سے ان چاروں حکومتوں میں تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ ہر ملک کی تصویر اور لائف اندر ملاحظہ فرمایئے۔

جرمنی کا ڈکٹیٹر ہر ہٹلر

(سوانح حیات اندر ملاحظہ فرمائیے)

# آئینۂ جذبات

خاص پنج ویکلی کیلئے | خاص پنج ویکلی کیلئے

{از سید ابن الحسن فکر ایم۔ اے}

لالہ و گل کی دید کیا مجھکو فراقِ یار میں
میرے جگر کے خون کا، رنگ ہے نو بہار میں

راحتِ زیست کا خیال، کیا دلِ بیقرار میں
نیند بھی خواب ہوگئی دیدۂ انتظار میں

جل اُٹھے داغِ دل مرے ۔ زندگی ہوگئی تمام
آتشِ گل سے خود بخود آگ لگی بہار میں

یہ بھی ہے کوئی زندگی، اس سے تو موت ہی بھلی
دل نہیں اختیار میں، تم نہیں اختیار میں

پھولوں کی طرح کھل گئے، سارے دل و جگر کے داغ
اپنے چمن میں پھر بہار آگئی اس بہار میں

وقت نے بھی وفا نہ کی، عمر نے بھی وفا نہ کی
ہم تو جہاں سے چل بسے آپکے انتظار میں

ہوگئیں اور تلخ تر ہجر کی ناگواریاں
اب نہ ملیں گے پھر کبھی، ساعتِ خوشگوار میں

ہم تو قفس میں ہیں اسیر، لالہ و گل کھلے تو کیا
برق جلائے آشیاں، آگ لگے بہار میں

مصلحتوں کے تحت میں، عشق کیساتھ یہ سلوک
ورنہ بتاؤ کیا نہ تھا حسن کے اختیار میں

رنج و غمِ فراق کے اور بہت سے کام ہیں
بیٹھے کیوں جلا کروں آپ کے انتظار میں

اب تو خطا معاف کر، اب تو دعا قبول کر
ہے ترا دامنِ کرم دستِ گناہگار میں

پوچھتے پھر رہے ہیں لوگ، اُسکا کہیں پتہ نہیں
فکرِ غریب و دلفگار کھو گیا کس دیار میں

# ہر ہٹلر

اگر قوموں کی زندگی میں معجزے نمایاں ہوتے ہیں، تو جرمن قوم یہ دعوے کر سکتی ہے کہ کسی معجزے نے اسکی قسمت کا پانسہ دفعتاً پلٹ دیا ہے۔ اس لئے کہ ہر ہٹلر کی رہنمائی میں نیشنل سوشلسٹ پارٹی کا نازی انقلاب نہایت حیرت انگیز طریقہ پر رونما ہوا ہے اور ساری جرمن قوم کو ایک مضبوط رشتہ میں منسلک کر دیا ہے۔ دنیا کی تاریخ اور قوموں کی قسمت خیالات اور مقاصد کی پیداوار ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہ خیالات اور مقاصد مخصوص شخصیتوں کی رہنمائی میں پیدا ہوتے ہیں اور نشو و نما پاتے ہیں۔ اس لئے مقصد اور شخصیت وہ طاقتیں ہیں جن کے اتحاد عمل سے زندگی تعمیر ہوتی ہے اور ترقی کرتی ہے۔ جرمنی میں بھی یہی ہوا کہ ہر ہٹلر کی شخصیت اور نیشنل سوشلزم کے نصب العین نے جدید جرمنی کو ایک نئے لباس میں یورپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس طرح جرمن قوم کی دوبارہ تعمیر جس سرعت سے ظہور میں آئی ہے اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے اور ایک طاقتور ہستی نے اپنا اثر ڈال کر جس طرح تمام قومی قوتوں کو متحد کر دیا ہے اس منظر کو آج یورپ بھی مخلوط خوف و حیرت کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

ہٹلر کی عجیب شخصیت کے متعلق پورے حالات ان کالموں میں نہیں سما سکتے۔ لیکن یہ کہنا صحیح ہے کہ جرمن قوم مردہ ہو جانے کے بعد پھر سے پیدا ہوئی ہے اور اس پیدائش کی ساری کامیابی ہٹلر کی ممنون ہے جس وقت سے صرف سات آدمیوں نے تیرہ سال پہلے نیشنل سوشلسٹ انقلاب کی بنیاد ڈالی تھی اور اب جبکہ اسکو کمال کامیابی حاصل ہو چکی ہے ہٹلر ہی کا ارادہ اور حکم قانون کی حیثیت رکھتا تھا اور رکھتا ہے۔ ہٹلر ہی کی اسپرٹ جد و جہد اور جنگ و جدل کی ہر منزل میں عمل کرتی رہی ہے۔ اور جرمنی اس وقت ہٹلر کو اپنا رہنمائے اعظم اس لئے تسلیم کرتا ہے کہ ہٹلر نے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر کے دکھلا دیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ قوم کے لئے اس کے پیدا کرنے والے بنانے والے اور رہنمائی کرنے والے کی ذات ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ گویا رہنما کا دل و دماغ قوم کے دل و دماغ کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی لئے جرمنی میں یہ قول رائج ہے کہ "جرمنی ہٹلر ہے اور ہٹلر جرمنی ہے"۔

اس وقت ہٹلر کے وقار اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ شہر، قصبہ اور دیہات میں جہاں وہ جاتا ہے اس کی آمد و رفت کی خبر برقی سرعت کے ساتھ پھیل جاتی ہے۔ ہزاروں آدمی سڑکوں پر اور گلیوں میں دو رویہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسکی موٹر کار کو گھیر لیتے ہیں۔ بوڑھے، جوان، عورتیں، بچے سب اپنے رہنما کو دیکھ کر اور اس سے ہاتھ ملا کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے مسرت سے چمکنے لگتے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہٹلر سے باتیں کریں اور بعد کو اپنے دوستوں میں اسی کے متعلق اور اسی کے اوصاف بیان کرتے رہیں۔ جنہوں نے ہر ہٹلر کو نہیں دیکھا ہے وہ ہٹلر کی عام مقبولیت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ صرف یہ کہ جرمن قوم ہٹلر کی ہیرو کی طرح پرستش نہیں کرتی ہے بلکہ اس سے محبت کرتی ہے اور اس پر اعتماد رکھتی ہے۔ غالباً ہٹلر کی کامیابی کا اصلی راز یہی ہے کہ لوگوں سے اس کا ذاتی اور شخصی رشتہ قائم ہے۔ وہ لوگوں سے ملتا ہے اور لوگ اس سے ملتے ہیں، اور یہی تعلق سب سے بڑی طاقت کا سرچشمہ بن گیا ہے۔

اڈولف ہٹلر کا باپ آسٹریا کے ایک دیہات کا رہنے والا تھا۔ اس خاندان کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہیں اور جو کچھ خود ہٹلر نے بتلایا ہے وہ ناکافی ہے۔ جب اڈولف ہٹلر کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو اس کے باپ نے اسے سرکاری ملازمت کی طرف رجوع کرنا چاہا۔ لنسر میں "ایل شول" کے نام سے ایک سکول تھا جس میں نوجوان اڈولف تعلیم پاتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہٹلر نے تعلیم کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی مگر اس نے سکول کے چند لڑکوں کی ایک فوج بنائی تھی جو دوسری قوموں کے لڑکوں سے فاتحانہ جنگ کرتے تھے اور اپنے سردار کے لئے شاباشیاں بہم پہنچاتے تھے۔ اڈولف کی یہ عادت اسی وقت سے تھی کہ وہ دوسروں کے حکم نہیں مانتا تھا۔ اور ان کی فرمانبرداری کبھی نہ کرتا تھا۔ سکول میں بھی لوگ اسے "ایکی لیڈر" کہتے تھے۔

پڑھنے لکھنے کے سلسلہ میں گر اڈولف ہٹلر کو کوئی چیز پسند تھی تو وہ تاریخ کا مطالعہ تھا اس میں وہ خاص دلچسپی لیتا تھا وہ سکندر اعظم، جولیس سیزر اور شارلیمین وغیرہ کو دنیا کا ہیرو سمجھتا تھا۔ جرمنی کی تاریخ میں نپولین اعظم کی لڑائیوں کے باب اس کے لئے بڑی اہمیت رکھتے تھے جب اڈولف ہٹلر کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اب سرکاری ملازمت کا خیال اسے چھوڑنا پڑا۔ مگر دل کے حوصلے بلند ہوتے گئے۔

ویانا میں ہٹلر نے کچھ دنوں تک حصول معاش کے لئے بعض معمولی کام کئے۔ لیکن لڑائی جنگ عظیم سے دو سال پہلے وہ ویانا سے میونک چلا آیا۔ اور اس وقت اس کی عمر اتنی ہو چکی تھی کہ وہ جنگ میں سپاہی کی حیثیت سے کام کر سکے۔ ہر ہٹلر بویریا کی رجمنٹ میں داخل ہو گیا۔ دوران جنگ میں پرائیویٹ، کارپورل اور جنرل عہدوں پر ہٹلر کے کارنامے ہم یہاں پر بیان نہیں کر سکتے! کیونکہ یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

جنگ عظیم کے اختتام پر ہٹلر نے دیکھا کہ ملٹری جرمنی کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس نے دیکھا کہ سپاہیوں کی ٹولیاں رفتہ رفتہ بارکوں میں واپس آ رہی ہیں۔ اس نے دیکھا کہ سیاسی خیالات کی الگ الگ پارٹیاں قائم ہو رہی ہیں۔ اب اس کے دل میں بھی امنگ پیدا ہوئی کہ وہ بھی جماعت کا رہنما ہوتا اور لوگ اسکی پیروی کرتے۔ اس نے تقریریں کرنی شروع کیں اور لوگوں پر اس کا اثر ہونے لگا۔ پارٹی کے قیام کا وقت اگرچہ نہیں آیا تھا مگر یہ اسکا پیش خیمہ تھا۔ کہا گیا تھا کہ اس نئی پارٹی کا نام سوشل انقلابی پارٹی ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد ہٹلر کو ایک دعوت نامہ ملا کہ اسے جرمن لیبر پارٹی کا ممبر بنا لیا ہے۔ یہ پارٹی صرف چھ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ ساتواں ممبر ہٹلر کو بنایا گیا اور بعد کو اس کا نام جرمن نیشنل سوشلسٹ لیبر پارٹی کر دیا گیا اور ہٹلر ہی کو اس کا ڈکٹیٹر بنا دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اس جماعت نے ابھی کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں کی تھی مگر ہٹلر کی مطلق العنان ڈکٹیٹری کی بنیاد اسی وقت پڑ چکی تھی۔ اس پارٹی کی میٹنگ ہر ہفتہ میں ایک بار ہوتی تھی اور دنیا کے مسائل پر بحث اور فیصلہ کیا جاتا تھا اس کے بعد عام جلسے میں دوسرے لوگ بھی شامل ہونے لگے۔ اسی سلسلہ میں وہ مشہور جلسہ عام ہوا جس کے دعوت نامے ہٹلر نے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر تقسیم کئے تھے اور یہی جلسہ ہٹلر کی ابتدائی کامیابیوں کا زینہ تھا۔ اس کے بعد ہٹلر نے اپنی پارٹی کا جھنڈا بھی بنایا جس کو سواستکا کے خاص آرین نشان سے مزین کیا گیا۔

رفتہ رفتہ ہٹلر کی پیروی کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اور اس کی شہرت یورپ کے تمام ملک میں تیزی سے پھیل گئی۔ اس کے الفاظ اور اس کے عمل پر نظر رکھی جانے لگی۔ اس نے دوسرے ممالک کے لوگوں سے ملنا اور مشورہ کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد ۸ نومبر کو شام کے ۷ بجے ہٹلر نے ایک نئی حکومت کے قیام کا اعلان کیا اور خانہ جنگیوں اور کشت و خون کا دور شروع ہوا۔ ہٹلر اور اس کے ساتھیوں پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا اور ان کو پانچ سال کے لئے اس شرط پر سزائے قید دی گئی کہ ۶ ماہ کے بعد یہ رہا کر دیئے جا سکتے ہیں۔ اس اسیری سے خود بخود ہٹلر اور اسکی نیشنل سوشلسٹ تحریک کا پروپیگنڈا بہت زیادہ ہو گیا۔ مگر چند دنوں کے لئے جرمنی نے اطمینان کا سانس لینا شروع کیا۔ بالآخر کار ہٹلر دسمبر ۱۹۲۴ء میں جیل سے رہا کر دیا گیا۔ لیکن اپنی اسیری کے دوران میں بھی اس نے بہت سے اسیروں کو اپنی نیشنل سوشلسٹ پارٹی کا ہمنوا بنا لیا تھا۔ جیل سے باہر آنے کے بعد ہٹلر کو پہلی فکر یہ ہوئی کہ اس کی پارٹی اب تک اس کے ساتھ وفادار ہے یا نہیں؟ رفتہ رفتہ ہٹلر نے پھر اپنی پوزیشن مضبوط کر لی اور جرمنی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نازی تحریک کو کامیاب بنا لیا۔ اس کی تاریخ ابھی کل کی بات ہے اور اخبار پڑھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ہٹلر نے کامیابی کا کیسا کارنامہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جرمنی کے چانسلر جنرل ہنڈنبرگ کے مرنے کے بعد چانسلر کا عہدہ بھی ہٹلر ہی کو مل گیا۔ اور اب یہی ایک واحد شخصیت جرمنی کے سیاہ و سفید کی مالک ہے۔ سار کی واپسی بھی ہٹلر ہی کی کوششوں کی ممنون ہے اور اب جبریہ فوجی تعلیم کی پالیسی نے یورپ کو ایک ہیجان میں ڈال دیا ہے۔

# جرمنی کا ڈکٹیٹر

(از قلم جناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی)
(خاص تیج دیکلی کے لئے)

جرمنی کو جنگ یورپ میں ہوئی ایسی شکست — پہلے جتنے اوج پر تھا ہو گیا اتنا ہی پست
تھا خیال اب اس کا قرنوں تک ابھرنا ہے محال — اقتصادی اور سیاسی ہو گیا ایسا زوال
پھر ابھارا جس نے اس کو ذات وہ ہٹلر کی ہے — پھر سنوارا جس نے اس کو ذات وہ ہٹلر کی ہے
کون واقف تھا کہ یہ گمنام لڑکا ایک روز — ہوگا تخت ولیم و بسمارک پر رونق فروز
قوم جرمن دم ستا کے ہو گئی پھر تازہ دم — پھر رہے وہ انیس سو چودہ کی حالت بیش و کم
لیگ کے قبضہ میں تھا عرصہ سے خطہ سار کا — اپنے قبضہ میں وہ کس خوبی سے ہٹلر نے کیا

آج ہے یورپ میں ہلچل کیسی کیا ہونے کو ہے
سب یہ کہتے ہیں کہ اک محشر بپا ہونے کو ہے

ناظرین کو تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہر ہٹلر نے جرمنی کو از سر نو مسلح کرنے کے سلسلہ میں ایک تاریخی اعلان کیا ہے اور ورسلز کے معاہدہ کو عملاً کالعدم قرار دے دیا ہے۔ اس اعلان کی رو سے جرمنی میں فوجی تعلیم عام طور پر لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ اور امن فوج کے نام سے ۳۶ ڈویژن کے ۱۲ فوجی دستے قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

ہر ہٹلر نے اس اعلان میں لکھا ہے کہ جرمنی نے اب تک ورسلز کے معاہدہ کی پوری پابندی کی لیکن دوسرے شرکاء نے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا اور برابر خلاف ورزی کرتے رہے حتیٰ کہ بعض حکومتوں نے اپنے اسلحہ جات میں بے شمار اضافہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی آج ان زبردست مسلح قوموں کے درمیان بالکل غیر محفوظ ہے۔ اس لئے ہم جرمن قوم کو یقین دلانا چاہتے ہیں اور دوسری قوموں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ جرمن قوم اپنے ملک کی عزت اور تحفظ کی خاطر خود اپنی قوت پر اعتماد کرے اس کے ساتھ ہی ہم اس غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتے ہیں کہ جرمن قوم یورپ میں فوجی تفوق حاصل کرنا چاہتی ہے۔

جرمنی کابینہ کے روبرو اس اعلان کو پیش کرتے ہوئے ہر گوبیلز نے کہا کہ یہ اعلان بری، بحری اور ہوائی مدافعت سب پر حاوی ہوگا۔ اس پر تمام وزراء نے کھڑے ہو کر "ہٹلر زندہ باد" کے تین نعرے لگائے اور حلف وفاداری کی از سر نو تجدید کی۔

اس اعلان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہوائی محکمہ کی جانب سے یکم اپریل کو ہر گورنگ ایک اعلان کرنے والے ہیں جس میں ہوائی مدافعت کی مفصل اسکیم پیش کی جائے گی لیکن اس اسکیم کے لئے عملی تیاریاں ابھی سے شروع ہو گئی ہیں۔ ہر شہر کے پاس ہوائی دستوں کے لئے نئی بارکیں بن رہی ہیں۔ صرف برلن کے چاروں طرف بارہ مورچے تیار کئے گئے ہیں۔ بحر بالٹک کے کنارے کنارے بھی متعدد مورچے بنائے جا رہے ہیں اسلحہ جات اور پٹرول رکھنے کے لئے زبردست تہ خانے تعمیر کئے جا رہے ہیں اور ڈوسو کا ہوائی کارخانہ پورے زور و شور سے کام کر رہا ہے۔ ہر جرمن مرد پر یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہوائی مدافعت کی باضابطہ تربیت حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے بہت سے ناطق فلم بھی تیار کئے گئے ہیں اور ہر سینما میں بلا ناغہ دکھلائے جاتے ہیں۔

جرمنی کی ان سرگرمیوں نے سارے یورپ میں ایک تہلکہ ڈال دیا ہے۔ تمام ملکوں کی وزارت پر حیرت اور وحشت طاری ہے۔ اور دارالحکومتوں کے درمیان ٹیلیگراف، ٹیلیفون اور وائرلیس کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ برطانیہ اور فرانس کے کابینہ کے فوری مسلسل اور طویل اجلاس ہو رہے ہیں اور فرانس یہ تجویز پیش کرنے والا ہے کہ اٹلی، برطانیہ اور فرانس کی جانب سے لیگ اقوام میں احتجاج کیا جائے۔ لیکن جرمنی اس تگ و دو سے ذرا بھی متاثر نہیں ہے وہ نہایت اطمینان سے اپنے کام میں مشغول ہے۔ بلکہ اس کا ایک روشن پہلو بھی پیش کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جرمنی نے فوجی مساوات کا مطالبہ اب اپنے طور پر خود پورا کر لیا ہے۔ اس لئے بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ جرمنی اب پھر لیگ اقوام میں شامل نہ ہو جائے اور یورپ میں امن برقرار رکھنے میں امداد دے۔

مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟ اس کے متعلق ابھی کوئی قیاس آرائی کرنا بہت قبل از وقت ہے۔ لیکن ایک چیز بہرحال مسلم ہے کہ جو قومیں آج جتنی زیادہ وحشت زدہ اور پریشان ہیں درحقیقت یہ ان کے انتہائی ناعاقبت اندیشانہ رویہ کا نتیجہ ہے۔ آج جو حالات رونما ہو رہے ہیں یہ سب اسی کا ردعمل ہے۔ اگر اس واقعہ کا آپ ثبوت چاہتے ہیں تو جرمنی قوم کی ماضی قریب کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لئے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی کے ساتھ اتنا سخت سلوک کیا گیا جسے کوئی آزاد اور خوددار قوم ہرگز برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس کے صرف دو ہی نتیجے ہو سکتے تھے یا تو جرمنی اپنی قومی آزادی کی قربان گاہ پر اپنی تمام ہستی کی بھینٹ چڑھا دیتی اور بالکل فنا ہو جاتا۔ یا پھر کچھ عرصہ تک ذلتیں برداشت کر کے سنبھلتا۔ ابھرتا اور وہی کرتا جو اس نے آج کیا ہے ہٹلر نہ سہی کوئی دوسرا اس مہم کو سرانجام دیتا۔ بہرحال قومی نشوونما کی تاریخ کا دوہرا جانا لازمی تھا اور وہ ہو کر رہا۔

## جنگ عظیم کے بعد

جنگ عظیم۔ چار سال تک جاری رہی۔ یورپ میں خون کی ندیاں بہہ گئیں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کروڑوں اربوں روپیہ نذر آتش ہو گیا غرضیکہ جدید سائنس کی ہلاکت آفرینیوں کا آفتاب نصف النہار پر چمکا اور حیات انسانی کے لہلہاتے ہوئے چمن کو جھلسا کر، جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ یورپ کی یہ خونریزیاں بھی حد کو پہنچ چکی تھیں اور تمام جنگ آزما قومیں اپنے قوائے حرب میں ایک اضمحلال محسوس کرنے لگی تھیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ جنگ اتنی جلد ختم نہ ہوتی اور جرمنی کے ساتھ اتنا ذلیل برتاؤ نہ کیا جا سکتا۔ اگر ۹۔ نومبر ۱۹۱۸ء کو اشتراکیت کی علمبردار سوشل ڈیماکریٹک پارٹی جرمنی کے سامان جنگ کے کارخانوں میں ہڑتال نہ کرا دیتی اور فوج میں جمہوری پروپگنڈا شروع نہ کر دیتی۔ بہت ممکن تھا کہ جرمنی مدافعت جاری رکھتا یا کم از کم تھوڑا اور پیچھے ہٹ کر کسی ایسے محاذ پر جم جاتا کہ اس کو عارضی التوائے جنگ کی تجویز پیش کرنے کا موقعہ ملتا اور بہتر شرائط پر صلح کر سکتا۔

لیکن جو ہونا تھا وہ ہوا۔ جنگ عظیم ختم ہوئی اور ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو معاہدہ ورسلز پر دستخط ہو گئے کیا جرمنی نے اس معاہدہ پر اپنے مصالح کے مطابق رضامندی سے دستخط کئے؟ اتحادیوں کا اور خصوصاً فرانس کا حکم تھا کہ یا تو فوراً دستخط کر دو ورنہ سنبھلو اس طرح جرمنی نے گویا مجبور ہو کر دستخط کر دئے۔

## شرائط صلح

یہ معاہدہ کیا تھا؟ جرمن قوم کے لئے پیغام اجل فرانس چاہتا تھا کہ جرمنی کو تباہ و برباد کیا جائے اور ایسا کچل دیا جائے کہ وہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکے اور برطانیہ تجارت کے لئے میدان صاف کرنا چاہتا تھا۔ غرضیکہ ۷ ہزار کیلومیٹر زمین سے اسے محروم کر دیا گیا۔ اس کی تمام نوآبادیاں چھین لی گئیں جس کی وجہ سے وہ اس خام پیداوار سے محروم ہو گیا جو اس کی صنعتوں کے لئے ضروری تھی۔ سار کو بین الاقوامی علاقہ بنا دیا گیا۔ مشرقی پروشیا کو جرمن ریخسٹاگ (پارلیمنٹ) سے علیحدہ کر دیا گیا اور ڈینزگ کی بندرگاہ بھی پولینڈ کی خاطر جرمن ریخسٹاگ سے نکال لی گئی۔ شمالی سلیشیا کی پبلک سے ووٹ لئے گئے۔ ۶۳ فی صدی ووٹ جرمنی کے حق میں آئے اور ۳۷ فی صدی پولینڈ کے حق میں لیکن اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کوٹمنٹ اور کیٹوویز کے صنعتی علاقہ میں ۶۰ فیصدی ووٹ جرمنی کے حق میں آئے تھے لیکن اس علاقہ کو پولینڈ کے حوالے کر دیا گیا۔ غرضیکہ شمالی سلیشیا کے کوئلے کے ۶۰ معدنوں میں سے پچاس جرمنی سے چھین لئے گئے اس کے علاوہ رائنبر کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا گیا صرف اندرونی انتظام کے لئے جرمنی کو ایک لاکھ فوج اور ۴۷۱۸ افسر رکھنے کا اختیار دیا گیا۔ اور اسلحہ جات کی حسب ذیل تعداد مقرر کر دی گئی:۔

| | |
|---|---|
| رائفل | ۱۰ لاکھ ۲ ہزار |
| مشین گن چھوٹی | ۱۱۳۴ |
| " بڑی | ۷۹۲ |
| ٹرینچ مورٹر | ۲۵۲ |
| فیلڈ گن | [illegible] |

حکومت پنجاب کے فنانس ممبر نے خالصہ کالج میں تقسیم انعامات کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بڑائی لڑکوں نے یہ عملاً ثابت کردیا ہے کہ انہیں سکھوں کے اس مقصد سے ہمدردی ہے کہ ان کی جداگانہ قومیت قائم کی جائے ؟

یہ ایک ناز یبا کام ہے کہ کسی کے دل میں جداگانہ قومیت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ سکھوں کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قومیت یعنی ہندوستانی قومیت ہو سکتی ہے۔ اس لئے مخلوط انتخاب طلب کرنے میں وہ سب سے پیش پیش رہے ہیں۔

ایک کروڑ یعنی سو لاکھ روپیہ حکومت کی طرف سے دیہاتی مفاد کے لئے صوبوں کو تقسیم کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں سات لاکھ دیہات ہیں۔ اس طریقہ سے دو روپیہ فی دیہات پڑ جاتا ہے۔ ایک معاصر کی رائے ہے کہ اس رقم سے چند گراموفون ریکارڈ دیہاتوں میں پروپیگنڈا کے لئے تقسیم کردیا جائے۔

اس سے زیادہ اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔ آج کل انڈین ایسوسی کمیٹی بھی زور دیہاتوں میں چاء تقسیم کرتی ہے اور گراموفون بجاتی ہے ۔

کونسل آف اسٹیٹ میں مسٹر حسین امام کی تحریک پر ریزولیوشن پیش ہوا کہ حکومت کو چاہیے کہ ہندوستان کی آبادی کو کم کرنے کے لئے اور برتھ کنٹرول کے اصول لوگوں کو سکھلانے کے لئے سہل ذرائع اختیار کرے

دن بھر اسی پر بحث ہوتی رہی۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور آخر کار یہ معاملہ قدرت ہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا گیا۔ جو قحط، سیلاب، زلزلہ اور وبائی امراض وغیرہ کے ذریعہ آبادی کو کم کرتی رہتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب تخفیف آبادی کے ایسے موثر ذرائع موجود ہیں تو کسی کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

آخر یہ ہوا کہ اس بحث کا نتیجہ خود برتھ کنٹرول کے عمل میں آگیا۔ یعنی پیدا ہی نہ ہوا اور بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

## نغمۂ حیات

(... صفحہ سے)

## شادی کا بازار

ہم ہندوستانیوں کا یہ حال ہے کہ اپنے افلاس کے باعث اپنے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی سے پریشان ہیں لیکن یورپین ممالک جہاں دولت اور خوشحالی کی کوئی کمی نہیں ہے اپنی آبادی بڑھانے میں سرگرم ہیں۔ جرمنی۔ اٹالیہ۔ فرانس وغیرہ اس کوشش میں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ شادیاں کریں اور اولاد پیدا کریں تاکہ آبادی بڑھنے کے باعث ملک کی فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہو۔ جرمنی کا ایک تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے غیر شادی شدہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہت ہی سستے اور رعایتی خرچ پر ایک دلچسپ سفر اور سیر و تفریح کا انتظام کیا۔ اور یہ اعلان کردیا کہ اس اثناء میں جتنے "جوڑے" آپس میں شادی کرلینے کو راضی ہو جائیں گے۔ ان کے "ہنی مون" کا خرچ حکومت کی طرف سے دیا جائے گا۔ سات سو لڑکے اور لڑکیاں اس تفریحی سفر میں شریک ہوئے۔ مگر صرف چند ہی مستقل جوڑے ایسے نکلے جو شادی کے مستقل رشتہ کو اپنا نصب العین بنائیں۔ یورپ کی آزادانہ عیش پسندیوں کا یہ عالم کہ نوجوان طبقہ شادی کرنے کے لئے ان رعائتوں پر بھی تیار نہیں ہوتا۔ مگر حکومتوں کی کوشش جاری ہے کہ آبادی بڑھائی جائے۔ اور شادی بھی ایک ایسا ذریعہ ہے جو ان کی جنگی طاقت میں اضافہ کرسکتا ہے۔

## پانچ روپیہ اور ۵ منٹ میں طلاق

ایک طرف تو حکومتیں شادی کرنے میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتی ہیں۔ دوسری طرف خود لوگوں کا یہ حال ہے کہ شادی شدہ "جوڑے" بھی طلاق لے کر بکثرت ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں۔ اور جدا ہو کر دوسرا جوڑا تلاش کر رہے ہیں۔ انگلستان۔ امریکہ فرانس وغیرہ کے علاوہ روس میں بھی طلاقوں کی تعداد بہت بڑھتی جارہی ہے۔ چنانچہ وہاں جو عورت اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے۔ اسکو فوراً عدالت سے طلاق مل جاتی ہے۔ اور اس مقدمہ میں پانچ منٹ اور تقریباً پانچ روپیہ کی رقم سے زیادہ صرف نہیں ہوتا۔ اگر طلاق دونوں فریق کی رضامندی سے نہ ہو تو عورت کے کھانے کپڑے کے لئے شوہر کی ماہانہ آمدنی سے ایک تہائی رقم دلوادی جاتی ہے۔ اکثر عورتیں چار چار پانچ پانچ مرتبہ طلاق لے کر اپنی خاصی

آمدنی کی مالک بن جاتی ہیں۔ اور بعض مرد ایسے بھی ہیں جو اس طرح کی عورتوں سے شادی کرکے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

## ہندوستانی صحافت

صوبہ بہار کی لیجس لیٹو کونسل کے بجٹ پر بحث کے دوران میں ایک ممبر نے یہ سوال پیش کیا کہ حکومت کو چاہیئے کہ ہندوستانی زبانوں کے اخبارات کی حوصلہ افزائی کرے۔ ان کی خریدار بنے اور ان کو اشتہارات دیا کرے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی زبان کے اکثر اخبارات کو ملک کے ہر حصہ میں حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے اور اگر حکومت چاہے تو متعدد طریقوں سے ان کی امداد کرسکتی ہے۔ لیکن جس طرح حکومت اپنے اشتہارات کو اخباروں کے (اپنے نقطۂ نگاہ سے) اچھے چال چلن پر موقوف رکھتی ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممبر موصوف نے یہ نہیں سمجھا ہے کہ جو خزانہ کیا ہے اور اس کی امداد کس طرح کی جاسکتی ہے۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بہار کے اچھے اور آزاد خیال اخبارات کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ صرف حکومت کی حوصلہ افزائی پر زندہ رہیں۔ یہ چیز آزادانہ صحافت کے لئے مہلک ثابت ہوگی۔ غالباً اسی خیال سے مخالف بنچوں کے لیڈر نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی اور اچھا ہوا کہ یہ سوال مسترد کردیا گیا۔

## ہندوستان کی متحدہ قومیت

ترکی کی مشہور مفکرہ خالدہ ادیب خانم سے دہلی کے وقت جب یہ سوال کیا گیا کہ مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں سب سے بہتر تعلیم گاہ کون ہے تو آپ نے جامعہ ملیہ دہلی کا نام لیا۔ اسکو آپ نے اول درجہ پر اس لئے رکھا کہ یہ عمل اور مقصد کی ایک سادہ زندگی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اتحاد عمل کی اس طاقت کو سمجھاتی ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔ اور ہندو اور مسلمان طلباء کے لئے ایک متحدہ قومیت کی تعمیر میں مشغول ہے۔ جامعہ ملیہ دہلی کے کام اور نصب العین کا یہ بہترین خلاصہ ہے اور دنیا کی تعلیمی درسگاہوں کے متعلق ایسی وسیع معلومات رکھنے والی خاتون نے جب اس کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے تو یہ ایک یقینی امر ہے کہ جامعہ ملیہ نے اپنے وجود کو ملک کے لئے مفید ثابت کرکے دکھلا دیا ہے

لارڈ بریبورن کا بیان ہے کہ یہ ممکن ہے کہ ہندوستانی اور انگریز "آپس میں شادی" یعنی اتحاد عمل کرکے ہندوستان کے نظم و نسق کو چلائیں۔

غالباً اس شادی کی اولاد "مودی۔ لیز معاہدہ" کی صورت میں نمودار ہوگی جس نے ہندوستانی ملبوس بافی کا تحفہ ملکا شائر کی نذر کردیا۔

بمبئی کونسل کے ممبر مسٹر گنگولی نے کہا ہے کہ سٹہ کا جوا کھیلنے والوں سے پرنسز اسٹریٹ پولیس کو تقریباً پندرہ ہزار روپیہ ماہانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔

آمدنی کی یہ کمی غالباً عام کساد بازاری اور عالمگیر اقتصادی بدحالی کے باعث ہوگی۔

جے۔ پی۔ سی اسکیم کے متعلق سر تیج بہادر سپرو نے کہا ہے کہ اس سے خفا کر ہو جاؤ۔ مگر اسے نامنظور نہ کرو۔ پچھلے ہفتہ کے نوٹ میں ہم نے کہا تھا کہ یہ ہو شیارانہ انداز ہے۔ لیکن بعد کو جب اس دلچسپ طرز عمل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ "زنانہ" انداز ہے۔ پہلے انکار۔ بعد کو اقرار۔

انکار و اقرار کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے۔ ع

اس وعدے کا مطلب کیا سمجھیں ہاں بھی ہے انکار بھی ہے
اسپرل جو ہونٹوں پر ہنسی انکار بھی ہے اقرار بھی ہے

اور اس شاعر نے تو اور بھی غضب کیا تھا کہ سر تیج بہادر سپرو کے خیالات کی ترجمانی اس شعر میں بہت پہلے سے کردی تھی ؎

جھڑکی سہی، ادا سہی، چین جبیں سہی
سب کچھ سہی، پر ایک نہیں کی نہیں سہی

سر جیکرے پونا کی صنعتی نمائش میں کہا ہے کہ جو لوگ تحریک عدم تعاون کے وقت جیل چلے گئے تھے وہ دنیا سے اپنا پہلو بچانا چاہتے تھے۔

ہم سمجھ گئے کہ سر جیکر اس زمانہ میں آرام کرسی پر کیوں بیٹھے رہے۔

ہر ہٹلر کا بیان ہے کہ جرمنی نے اپنی طرف سے تخفیف اسلحہ کا وعدہ پورا کردیا ہے۔

بالکل اسی طرح جیسے فرانس۔ اطالیہ اور انگلستان تخفیف اسلحہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے خیال سے فوج اور اسلحہ میں اضافہ کرتے جاتے ہیں۔

کشتی کا اکھاڑہ

یورپ میں جنگ کا اکھاڑہ تیار ہے اور ہر طرف پہلوان خم ٹھونک کر کھڑے ہیں ؁

# ہندوستان میں غیر ملکی اشیاء کی درآمد

ہمارے پڑوسی چین اور ایران نے عیش و آرام کی سب بدیشی چیزوں کی آمد روک دی ہے۔ ایران کی طرح مصر بھی اپنی گھریلو تجارت کو ترقی دے رہا ہے۔ ہندوستان کی سیاسی حالت ان سب سے مختلف ہونے کے سبب یہاں دوسرے ہی طریقے کام میں لائے جا سکتے ہیں پھر بھی یقینی بات ہے کہ لوگ سودیشی کے لئے چاہے جتنی تحریک کریں جب تک حکومت کی طرف سے سودیشی کاروبار کی حوصلہ افزائی نہ ہوگی مالی آزادی حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ حکومت تبادلہ کی شرح اور ریلوے کرایہ وغیرہ اور ایسے ہی دوسرے طریقوں سے دیسی تجارت کی باگ ڈور جدھر چاہے پھیر سکتی ہے۔ پھر بھی سینکڑوں ایسے چھوٹے چھوٹے کاروبار ہیں جو سرکاری امداد کے بغیر بھی جاری کئے جا سکتے ہیں مگر یہ اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب ہم سب لوگ اس بات کا مصمم ارادہ کر لیں کہ ہم صرف سودیشی مال ہی استعمال کریں گے آج بھی ہم لوگ بہت سی ایسی چیزیں کام میں لاتے ہیں جو ہمارے لئے ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ ایسی بھی ہیں جنکے بغیر تھوڑی سی دقت اٹھا کر ہمارا کام بخوبی چل سکتا ہے۔ اور کچھ تو ایسی ہیں جو بڑی سہولت سے ہندوستان میں تیار ہو سکتی ہیں گذشتہ چار سال میں بدیشوں سے جو غیر ضروری چیزیں آئی ہیں اُن کی تفصیل نیچے دی جاتی ہے:-

## غیر ضروری چیزیں

| چیز | سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء | سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء |
|---|---|---|---|---|
| صابن | ۱۹۷ لاکھ | ۱۱۲ لاکھ | ۸۹ لاکھ | ۸۳ لاکھ روپے |
| اشیائے خوردنی | ۵۲۴ لاکھ | ۴۵۷ لاکھ | ۳۲۷ لاکھ | ۲۷۶ لاکھ روپے |
| شراب | ۳۷۷ لاکھ | ۳۳۱ لاکھ | ۲۲۶ لاکھ | ۲۲۵ لاکھ روپے |
| تمباکو سگریٹ | ۲۷۰ لاکھ | ۱۵۰ لاکھ | ۹۵ لاکھ | ۹۷ لاکھ روپے |
| تیار کپڑے | ۱۷۱ لاکھ | ۱۱۱ لاکھ | ۸۲ لاکھ | ۸۳ لاکھ روپے |
| بوٹ جوتے | ۸۷ لاکھ | ۸۸ لاکھ | ۶۵ لاکھ | ۵۲ لاکھ روپے |
| سپاری | ۲۴۷ لاکھ | ۱۸۹ لاکھ | ۱۴۵ لاکھ | ۱۱۹ لاکھ روپے |
| لونگ | ۴۸ لاکھ | ۳۷ لاکھ | ۴۲ لاکھ | ۳۵ لاکھ روپے |
| دوسرے مصالحے | ۳۰ لاکھ | ۲۸ لاکھ | ۲۱ لاکھ | ۱۹ لاکھ روپے |
| پھلیل | ۵۲ لاکھ | ۴۲ لاکھ | ۴۱ لاکھ | ۳۳ لاکھ روپے |
| سنگار کا سامان | ۱۱۲ لاکھ | ۸۸ لاکھ | ۱۰۰ لاکھ | ۹۳ لاکھ روپے |
| کھلونے اور بچوں کی گاڑیاں | ۹۶ لاکھ | ۵۰ لاکھ | ۳۸ لاکھ | ۴۸ لاکھ روپے |
| چوڑیاں | ۹۵ لاکھ | ۸۰ لاکھ | ۳۵ لاکھ | ۴۰ لاکھ روپے |
| جوتے سوتی | ۳۱ لاکھ | ۱۶ لاکھ | ۹ لاکھ | ۱۲ لاکھ روپے |
| کانچ کا مال | ۱۳ لاکھ | ۹ لاکھ | ۶ لاکھ | ۵ لاکھ روپے |
| کیسر اور کافور | ۴۱ لاکھ | ۳۶ لاکھ | ۳۸ لاکھ | ۳۵ لاکھ روپے |
| پھل ترکاری وغیرہ | ۱۹۷ لاکھ | ۱۶۱ لاکھ | ۱۴۱ لاکھ | ۱۲۴ لاکھ روپے |
| موم بتی، بیت وغیرہ | ۲۵ لاکھ | ۲۱ لاکھ | ۱۷ لاکھ | ۱۴ لاکھ روپے |
| آتشبازی | ۱۶ لاکھ | ۰ لاکھ | ۵ لاکھ | ۸ لاکھ روپے |
| میزان | ۲۵۶۰ لاکھ | ۱۹۷۷ لاکھ | ۱۴۷۳ لاکھ | ۱۳۹۱ لاکھ |

## اشیائے خورد و نوش

| چیز | سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء | سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء |
|---|---|---|---|---|
| بیکن | ۱۶ لاکھ | ۱۴ لاکھ | ۱۰ لاکھ | ۹ لاکھ روپے |
| بسکٹ کیک | ۵۵ لاکھ | ۴۰ لاکھ | ۳۰ لاکھ | ۲۸ لاکھ روپے |
| مکھن | ۴ لاکھ | ۵ لاکھ | ۶ لاکھ | ۵ لاکھ روپے |
| پھل اور ساگ | ۱۲۰ لاکھ | ۱۰۹ لاکھ | ۴۲ لاکھ | ۱۳ لاکھ روپے |
| دوسرے پھل | ۹۷ لاکھ | ۹۳ لاکھ | ۵۶ لاکھ | ۵۲ لاکھ روپے |
| پنیر | ۱۱ لاکھ | ۱۰ لاکھ | ۶ لاکھ | ۸ لاکھ روپے |
| کوکو چاکلیٹ | ۳ لاکھ | ۴ لاکھ | ۴ لاکھ | ۳ لاکھ روپے |
| کنفیکشنری | ۲۶ لاکھ | ۲۰ لاکھ | ۱۹ لاکھ | ۱۵ لاکھ روپے |
| میدہ وغیرہ | ۴۱ لاکھ | ۳۶ لاکھ | ۳۰ لاکھ | ۲۹ لاکھ روپے |
| دودھ کی چیزیں | ۳۷ لاکھ | ۲۶ لاکھ | ۲۳ لاکھ | ۱۹ لاکھ روپے |
| وغیرہ | ۲۴ لاکھ | ۲۳ لاکھ | ۱۹ لاکھ | ۱۸ روپے |

# دکھوا میں کیسی کہوں موری سجنی

خاص تیج ویکلی کیلئے

مشہور ناول نگار پنڈت چترسین شاستری کا افسانہ

## ۱

گرمی کے دن تھے بادشاہ نے پہلے پہل ہی سلیمہ سے نئی شادی کی تھی سلطنت کے جھنجٹوں سے دُور ہو کر وہ نئی دُلہن کے ساتھ اُس کے عشق سے لُطف اندوز ہونے کے لئے سلیمہ کو لیکر کشمیر چلے گئے تھے ایک رات چاندنی چھٹکی

تھیں

بادشاہ دو دن سے شکار کو گئے ہوئے تھے سلیمہ چاندنی میں دُور تک سواروں کی راہ دیکھتی رہی۔ آخر اُس سے سنبھلا نہ گیا۔ وہ کھڑکی سے بے چین ہو کر اُٹھی اور مسند پر آ بیٹھی۔ جب اُس نے اپنی چلمن کی اوڑھنی بھی الٹ پھینکی اور آپ ہی آپ بولی۔ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا اب کیا کروں۔ اس کے بعد اُس نے پاس رکھی ہوئی ستار اٹھائی اور دو چار انگلیاں چلائیں مگر سُر نہ ملا۔ اُس نے

بیگم۔ (باندی سے) پہلے مجھے ایک گلاس شربت کا دے۔ بہت پیاسی ہوں۔

کے پاس بیٹھی سلیمہ رات کی خوبصورتی دیکھ رہی تھی۔ کھلے ہوئے بال اُس کی فیروزی رنگ کی اوڑھنی سے کھیل رہے تھے۔ چکن کے کام سے بھی ہوئی اور موتیوں سے گتھی ہوئی اوڑھنی پر کسی ہوئی کمخواب کی کرتی اور پھولوں کی کرنبند پر انگور کے برابر بڑے بڑے موتیوں کی مالا جھوم رہی تھی سلیمہ کا رنگ بھی موتیوں کے مانند تھا۔ اُس کا جوڑ سڈول تھا۔ سنگ مرمر جیسے پاؤں میں زری کے کام کے جوتے پڑے ہوئے تھے جن پر دو ہیرے دھک دھک چمک رہے تھے۔ کمرے میں ایک قیمتی ایرانی قالین کا فرش بچھا ہوا تھا۔ خوشبودار مصالحے سے بنی ہوئی شمعیں جل رہی تھیں۔ کمرے میں چار قد آدم آئینے لگے ہوئے تھے۔ سونے چاندی کے گلدانوں میں پھولوں کے گلدستے رکھے ہوئے تھے۔ دیواروں اور دروازوں پر نازک کیوڑا چمپے کی ملائیں بہار دکھا رہی تھیں جن کی خوشبو سے کمرہ مہک رہا تھا۔ کمرے میں بے شمار قیمتی کاریگری کی بہت سی اشیاء قرینے سے دھری ہوئی

جھلک رہی تھی۔ اس کو پاس بیٹھنے کا حکم دے کر سلیمہ نے کہا ساقی تم کو ستار بھاتی ہے یا مسری؟

باندی نے کہا حضور جس میں خوش ہیں!

سلیمہ نے کہا۔ تو کس میں خوش ہے؟

باندی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا سرکار۔ باندی کی خوشی ہی کیا؟

چند منٹ تک سلیمہ باندی کے منہ کی طرف دیکھتی رہی اس کے چہرے سے آب و تاب چھلک رہی تھی۔

تب سلیمہ نے کہا میں کیا تجھے باندی کی نظر سے دیکھتی ہوں!

نہیں حضرت کی لونڈی پر خاص نظر عنایت ہے!

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

## پچھلے صفحہ سے

تب تو تم اُداس بھیگی ہوئی اور تنہائی میں کیوں رہتی ہے؟ جب سے تو نوکر ہوئی ہے ایسا ہی دیکھتی ہوں اپنی تکلیف مجھ سے کہہ پیاری ساقی!

اتنا کہہ کر سلیمہ نے اس کے پاس کھسک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ باندی کانپ گئی اور خاموش رہی۔

سلیمہ نے کہا تجھے قسم ہے تو اپنا درد مجھ سے کہہ تو اتنی اُداس کیوں ہے؟

باندی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا حضور کیوں اتنی اُداس رہتی ہیں؟

سلیمہ نے کہا۔ دم جہاں پناہ کچھ کم آنے لگے ہیں۔ اس سے طبیعت ذرا اُداس رہتی ہے۔

باندی۔ سرکار پیاری چیز کے نہ ملنے سے انسان اُداس ہو ہی جاتا ہے امیر و غریب سب کا دل تو دل ہی ہے۔ سلیمہ ہنسی۔ اس نے کہا۔ سمجھی! تو کیا چاہتی ہے مجھے اس کا نام بتا میں تیری شادی اس کے ساتھ کر دوں گی ساقی کے سر میں چکر آ گیا یکایک اس نے بیگم کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کہا۔ میں آپ کو چاہتی ہوں؟

سلیمہ ہنستے ہنستے لوٹ ہو گئی۔ اس ہنسی میں اس نے باندی کو کلپتے ہوئے نہیں دیکھا باندی نے بانسری لیکر کہا کیا سناؤں؟

بیگم نے کہا۔ ٹھہر کرہ مجھ کو بہت گرم معلوم دیتا ہے اس کے تمام دروازے اور کھڑکیاں کھول دے چراغوں کو بجھا دے چٹکی ہوئی چاندنی کے لطف اندوز ہونے دے اور وہ پھول ملائیں میرے پاس رکھ دے

باندی اٹھی سلیمہ بولی۔

سُن! پہلے ایک گلاس شربت کا دے۔ بہت پیاسی ہوں

باندی نے خوبصورت گلاس میں خوشبودار شربت بیگم کے سامنے لا دھرا۔ اُف! یہ تو بہت گرم ہے۔ کیا اس میں گلاب نہیں ہے؟

باندی نے آہستہ سے کہا۔ دیا تو ہے سرکار!

اچھا تھوڑا سا اسیں استنبول بھی ملا۔ ساقی گلاس لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی استنبول ملا دیا اور بھی ایک چیز ملائی پھر بیگم کے سامنے لا دھرا۔

ایک ہی سانس میں بیگم نے پی کر کہا اچھا اب سُنا تو نے کہا تھا کہ تجھے پیار کرنے والی بہن سناؤں پیار کا گا اتنا کہہ کر گلاس کو نیچے رکھ کر بیگم اسی نرم مخملی مسند پر جا لیٹ گئی اور رس بھری آنکھوں سے ساقی کو دیکھنے لگی۔ ساقی نے بانسری کا سُر ملا کر گانا شروع کیا۔

"دکھوا میں کیسے کہوں موری سجنی"

بہت دیر تک ساقی کی بنسری کی سریلی آواز کمرے میں گھوم گھوم کر رو تی رہی۔ آہستہ آہستہ ساقی رونے لگی اور سلیمہ شراب اور جوانی کے نشے میں چور ہو کر جھومنے لگی۔ گت ختم ہو گیا۔ ساقی نے دیکھا کہ سلیمہ بے سُدھ پڑی ہے۔ شراب کی تیزی سے اس کے رُخسار سُرخ ہو گئے ہیں اور مہندی رنگ میں رنگے ہوئے ہونٹ پھڑک رہے ہیں۔ سانس کی خوشبو سے کمرہ مہک رہا ہے جیسے تیز ہوا سے پتیاں کانپنے لگ جاتی ہیں اسی طرح سینہ کی چھاتی آہستہ آہستہ کانپ رہی تھی۔ پسینے کی بوندیں ماتھے پر چراغ کی روشنی میں موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ بانسری رکھ کر باندی چند منٹوں میں بیگم کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا آنکھیں جلنے لگیں حلق سوکھ گیا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے دامن سے بیگم کا پسینہ پونچھنے لگی۔ اس کے بعد اس نے جھک کر بیگم کا منہ چوم لیا۔

جونہی اس نے اپنا منہ اٹھا کر دیکھا تو دیکھا دنیا کے مالک بادشاہ کھڑے اس کی یہ کرتوت حیرانگی و غصے میں بھرے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ساقی کو جیسے سانپ ڈس گیا ہو وہ بادشاہ کا منہ تکنے لگی بادشاہ نے کہا۔ تو کون ہے اور کیا کر رہی ہے؟

ساقی چپ کھڑی تھی۔ بادشاہ نے کہا جواب دو۔ ساقی نے دھیمی آواز میں کہا جہاں پناہ! کنیز اگر کچھ جواب نہ دے بادشاہ سلامت بس آ گئے۔

باندی اتنی دلیر! میری بات کا جواب نہیں؟ اچھا تجھے ننگی کر کے کوڑے لگوائے جائیں گے۔ ساقی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں مرد ہوں۔ بادشاہ کی آنکھوں میں سرسوں پھول اٹھی۔ انہوں نے آگ برساتی ہوئی آنکھوں سے سلیمہ کو دیکھا۔ اسی طرح اس کی جوانی کھلی پڑی تھی۔ ان کے منہ سے نکلا۔ اُف! فاحشہ! اور جلدی سے ان کا ہاتھ تلوار کے دستے کی طرف بڑھا۔ پھر پیچھے کی طرف گھوم کر انہوں نے کہا۔ تیری یہ مجال! اور سخت لہجہ میں پکارا۔ معدوم۔ چند منٹوں میں ایک خوفناک شکل والی ایک تاتاری عورت بادشاہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

اس مردود کو تہہ خانے میں ڈال دو تاکہ بنا کھائے پیئے مر جائے۔ معدوم نے اپنے سخت ہاتھوں سے نوجوان کا ہاتھ پکڑا اور لے چلی۔ تھوڑی دیر میں دونوں ایک لوہے کے مضبوط دروازے کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ تاتاری باندی نے چابی لگا کر تالا کھولا اور اس کو اندر دھکیل دیا۔

## ۲

سویرا ہوا سلیمہ کی بیہوشی دور ہوئی چونک کر اٹھ بیٹھی بال سنوارے اور ٹھیک ٹھیک کی اور جلدی کے بل باندھ کر کے لئے آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ کھڑکیاں بند تھیں سلیمہ نے پکارا ساقی۔ پیاری ساقی! بڑی گرمی ہے۔ ذرا کھڑکی کھول دو۔ نگوڑی سیندنے تو آج غضب ڈھا دیا۔ شراب کچھ تیز تھی؟ کسی نے سلیمہ کی بات نہ سنی۔ سلیمہ نے زور سے پکارا۔ ساقی! جواب نہ پا کر سلیمہ کو حیرانی ہوئی۔ وہ خود کھڑکی کھولنے لگی سلیمہ نے حیرت سے اپنے دل میں کہا۔ کیا بات ہے؟ لونڈیاں سب کدھر گئیں؟ وہ دروازے کی طرف چلی۔ ایک تاتاری باندی ننگی تلوار لئے کھڑی پہرہ دے رہی تھی سلیمہ کو دیکھتے ہی اس نے سر جھکا لیا۔ سلیمہ نے ذرا غصے سے کہا تم لوگ یہاں کیوں ہو؟

بادشاہ کے حکم سے۔

کیا بادشاہ آ گئے؟

جی ہاں

مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟

حکم نہیں تھا۔

بادشاہ کہاں ہیں؟

زینت محل کے دولت خانہ میں! سلیمہ کے دل میں غصہ پیدا ہوا۔ ٹھیک ہے خوبصورتی کی دوکان میں جن کا کاروبار ہو وہ محبت کو کیا سمجھیں گے۔ تو اب زینت محل کی قسمت کھلی تاتاری عورت چپ ہو گئی۔ سلیمہ پھر بولی۔

میری ساقی کہاں ہے؟

قید میں!

کیوں؟ جہاں پناہ کا حکم ہے!

اس کا قصور؟ میں عرض نہیں کر سکتی!

قید خانے کی چابی مجھے دے۔ میں ابھی اُسے چھڑاتی ہوں۔

آپ کو اپنے کمرے سے باہر جانے کا حکم نہیں ہے۔

تو کیا میں قید ہوں۔

جی ہاں سلیمہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لوٹ کر مسند پر لیٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کچھ ٹھہر کر اس نے ایک خط لکھا۔

حضور میرا قصور معاف کریں۔ دن بھر کی تھکی باندی ہونے سے ایسی بے شرمی سی ہو گئی کہ حضور کے استقبال میں حاضر نہ ہو سکی۔ میری اس پیاری لونڈی کی بھی جان بخشی کی جائے اس نے حضور کے دولتخانے میں لوٹ آنے کی اطلاع واجبی طور پر نہ دی بے شک بھاری قصور کیا ہے مگر وہ نئی کمسن۔ ذکیہ۔ غریب ہے۔ آپکی کنیز سلیمہ

چٹھی بادشاہ کے پاس بھیجی گئی۔ بادشاہ کی طبیعت بہت ناساز تھی۔ بادشاہ اپنی آنکھوں سے کسی دوسرے شخص کو اس کا منہ چومتے دیکھ چکے تھے۔ وہ غصے سے تلملا رہے تھے، اور غلط کرنے کے لئے اندھا دھند شراب پی رہے تھے۔

زینت محل موقعہ دیکھ کر سویا ہوا بخار نکال رہی تھی۔

تاتاری باندی کو دیکھ کر بادشاہ نے آگ ہو کر کہا۔ کیا لائی ہے؟

باندی نے دست بستہ عرض کی۔ خداوند! سلیمہ بی بی کی عرضی ہے۔ اتنا کہہ کر اس نے سامنے خط رکھ دیا۔ بادشاہ نے ہونٹ چبا کر کہا اس سے کہہ دو کہ مر جائے۔ اس کے بعد انہوں نے خط کو ایک طرف پھینک کر منہ پھیر لیا۔ باندی لوٹ آئی۔

اور بادشاہ کا جواب سن کر سلیمہ فرش پر بیٹھ کر باندی کو باہر جانے کا حکم دیا۔ اور دروازہ بند کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی گھنٹوں بیت گئے۔ دن چھپنے لگا سلیمہ نے کہا۔ بادشاہوں کی بیگم ہونا بھی کیا بدنصیبی ہے۔ انتظار کرتے کرتے آنکھیں پھوٹ جائیں منتیں کرتے کرتے زبان گھس جائے۔ ادب کرتے کرتے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ پھر اتنی سی بات پر کہ میں ان کی ہاں سے جاگ نہ سکی اتنی بے عزتی تب میں بیگم کیا ہوئی۔ زینت اور باندیاں سُنیں گی تو کیا کہیں گی۔ اس بے عزتی کے بعد منہ دکھلانے کے لائق کہاں رہی۔ اب تو مرنا ہی ٹھیک ہے۔ افسوس کہ میں غریب کسان کی عورت کیوں نہ ہوئی۔ آہستہ آہستہ عورت پن کا جلال اس کی روح میں پیدا ہوا۔ غرور اور پختہ ارادے کے نشانات اس کی آنکھوں سے عیاں ہوئے وہ ناگن کی طرح چوٹ کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی اس نے ایک اور خط لکھا۔

دنیا کے مالک آپ کی بیوی اور کنیز ہونے کی وجہ سے میں آپ کا حکم مان کر مرتی ہوں۔ اتنی بے عزتی پا کر میرا مرنا ہی مناسب ہے مگر اتنے بڑے بادشاہ ہو کر حضور کو اتنا ضرور سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایک ادنیٰ سی بیوقوفی کی اتنی سزا بہت ہے میرا قصور اتنا تھا کہ بیخبر ہو گئی۔ خیر صرف ایک بار حضور کو دیکھنے کی خواہش لیکر مرتی ہوں۔ میں اس پاک پروردگار کے پاس جا کر عرض کروں گی کہ وہ میرے شوہر کو سلامت رکھے

سلیمہ نے خط کو عطر سے معطر کر کے تازہ پھولوں کے گلدستے میں اس طرح رکھ دیا کہ اس پر فوراً ہی نظر پڑ جائے۔ اس کے بعد اس نے جواہرات کی پیٹی سے ایک بیش قیمت ہیرے کی انگوٹھی نکالی اور کچھ دیر گھور کر اسے دیکھتی رہی پھر چاٹ گئی۔

## ۳

بادشاہ شلم کی ہواخوری کو نظر باغ میں ٹہل رہے تھے دو تین آدمی گھبرائے ہوئے آئے اور چٹھی پیش کر کے عرض کی۔ حضور غضب ہو گیا سلیمہ بی بی نے زہر کھا لیا ہے اور وہ مر رہی ہیں۔ چند منٹوں میں بادشاہ نے خط پڑھ لیا۔ جھپٹے ہوئے سلیمہ کے محل میں پہنچے۔ سلیمہ زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ رنگ مدہم ہو گیا تھا بادشاہ سے رہا نہ گیا انہوں نے گھبرا کر کہا۔ حکیم حکیم کو بلاؤ۔ کئی آدمی دوڑے۔

بادشاہ کی آواز سن کر سلیمہ نے ان کی طرف دیکھا۔ اور دھیمی آواز میں کہا۔ زہے قسمت! بادشاہ نے نزدیک بیٹھ کر کہا۔ سلیمہ بادشاہ کی بیگم ہو کر تمہیں یہی لازم تھا؟

سلیمہ نے کہا حضور میرا قصور معمولی تھا۔ بادشاہ نے سخت لہجہ میں کہا۔ بدنصیب۔ شاہی زنان خانے میں مرد کو بھیس بدل کر رکھنا معمولی قصور سمجھتی ہو؟ کانوں سُنی باتوں پر میں کبھی یقین نہیں کرتا۔ آنکھوں دیکھی بات کیسے جھٹ مان لیا جیسے ہزاروں بچھوؤں کے ایک ساتھ ڈنک مارنے سے آدمی تڑپتا ہے اسی طرح تڑپ کر سلیمہ نے کہا۔ کیا؟ بادشاہ ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے کہا۔ سچ کہو؟ اس وقت تم خدا کی راہ پر ہو۔ وہ نوجوان کون تھا؟

سلیمہ نے بے صبری سے پوچھا! کون نوجوان؟ جسے تم نے ساقی بنا کر پاس رکھا تھا۔

بادشاہ نے غصے سے کہا۔ ہیں کیا وہ مرد تھا۔ سلیمہ نے گھبرا کر کہا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا سچ مچ یہ بات نہیں جانتیں،

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۲ پر)

# ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت اور اسکے وجوہات

## نمبر (۵)

(از جناب خواجہ عبدالرحیم بی۔ اے۔ دہرہ دون)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ملک میں آبادی ہر سال بڑھ رہی ہے اور اس سبب کو بھی غربت کی ایک بہت بڑی وجہ گردانتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ بات صرف ہندوستان کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی آبادی کے اضافہ کی یہی حالت ہے۔ اس خیال کے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جو قوم اپنے بچوں کی پرورش کرنے سے قاصر ہو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ آبادی کو بغیر سوچے سمجھے لامحدود طریق پر بڑھنے دے۔ لیکن حالات پر غور کرنے سے معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ پیدائش کی زیادتی غریب طبقہ کے لوگوں میں ہوتی ہے اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ غربت کا نتیجہ ہے نہ کہ اس کا سبب۔ اس صورت میں آبادی کو کم کرنے کے لئے ہمیں اور تدابیر عمل میں لانی پڑیں گی۔ اگر کسی طریق پر غربت ہی کو دور کیا جا سکے تو یہ شکایت بہت حد تک خود بخود ہی رفع ہو جائے گی۔

اگر ہم لوگوں کو محض یہ کہتے پھریں کہ آبادی کم کرو تو گویہ مذہبی اور تمدنی طور پر صحیح تعلیم ہو گی لیکن اس کا کوئی واضح اثر نہ ہوگا۔

ہمارے لئے سب سے بہترین طریق کار یہ ہے کہ ہم ہندوستان کی آبادی کا مقابلہ برطانیہ کی آبادی سے کریں۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہندوستان کی آبادی بمقابلہ برطانیہ کی آبادی کے کم ہے تو ہمارے لئے از بس لازم ہوگا کہ غربت کے وجوہات معلوم کرنے کے لئے کہیں اور کوشش کریں۔ اعداد و شمار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۱ء میں انگلستان اور ویلز کی آبادی ۲۲،۷۱۲،۲۶۶ تھی اور ۱۹۲۱ء میں بڑھ کر ۳۷،۸۸۶،۶۹۹ ہو گئی۔ گویا ۵۰ سال کے عرصہ میں ۶۶ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ اسکے برعکس ۱۸۷۲ء میں ہندوستان کی آبادی ۲۰۶،۱۶۲،۳۶۰ تھی جو ۱۹۲۱ء میں ۳۱۸،۹۴۲،۴۸۰ ہو گئی یعنی ۵۴ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ جو برطانیہ اور ویلز کے اعداد کے مقابلہ پر ۱۲ فیصدی کم ہے۔ اس کے متعلق ایک عجیب امر یہ ہے کہ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری کے وقت صرف وہی علاقے شامل کئے گئے تھے جو حکومت برطانیہ کے ماتحت آ چکے تھے۔ اور ۱۹۲۱ء میں وہ علاقے بھی شامل کر لئے گئے جن پر ۱۸۷۲ء کے بعد قبضہ ہوا۔ اگر ان حصوں - - -

[illegible] کیا جائے تو آبادی میں اضافہ [illegible] برطانیہ اور ویلز کی آبادی کے اضافہ کا [illegible] بہت سے انگریز جو انگلستان چھوڑ کر دیگر ممالک [illegible] اگر شامل کر لیا جائے تو وہاں کی آبادی کا اضافہ بہت بڑھ جائے گا۔

انگلستان اس زیادتی کی وجہ سے [illegible] نہیں [illegible] ہندوستان کی [illegible]

[illegible] ہوئی غربت کا اصل سبب آبادی کی زیادتی ہے۔ [illegible] | ہے بلکہ دیگر ممالک کی ضروریات کا بھی کفیل ہے۔ اور انگلستان [illegible]

کی زیادتی ہی [illegible] کی وجہ ہوتی تو انگلستان سب سے زیادہ غریب ملک ہوتا۔ اور وہاں کے باشندے فاقہ کشی پر مجبور ہوتے۔

کسی کنبہ کی اقتصادی حالت اس کے ممبروں کی تعداد پر منحصر نہیں ہوتی ایک کنبہ جو تین اشخاص پر مشتمل ہو اور یہ سب بیکار ہوں تو یہ کنبہ بہت غریب اور مفلوک الحال کنبہ خیال کیا جائے گا اسکے برخلاف ایک کنبہ جس کے بہت زیادہ ممبر ہوں اور وہ سب کام پر لگے ہوئے ہوں تو وہ کنبہ خوشحال اور متمول کہلائے گا۔ ایک غریب مزدور کے گھر میں جس کے سب افراد بال بچے ہوں اگر ایک شخص کی زیادتی ہو جائے تو اس کے لئے چند دن تکلیف دہ ہوگا [illegible] انگریز [illegible] کہ انگلستان اور دیگر ممالک میں [illegible] ہندوستان کو بھی میسر آتیں تو ہندوستان موجودہ آبادی سے بھی کہیں زیادہ آبادی کا بوجھ [illegible] برداشت کر لیتا۔

ہمارے پاس اس قسم کے اعداد و شمار نہیں ہیں جن سے ملک کے بیکاروں کی صحیح تعداد کا علم ہو سکے۔ حالانکہ اسکے معلوم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تعلیم یافتہ بیکار نوجوان اس امر کا متواتر مطالبہ کر رہے ہیں کہ بیکاروں کی صحیح تعداد معلوم کی جائے اور انہیں صنعت و حرفت میں لگایا جائے مگر گورنمنٹ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گورنمنٹ کے سامنے جب کبھی یہ سوال آیا ہے تو اس نے [illegible] سے الگ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حالات بگڑتے چلے گئے۔ یہاں تو [illegible] درست ہیں لیکن انگلستان جیسے آزاد ملک میں بھی [illegible] زیادہ تر بیکار رہنے دیا جائے۔ [illegible] ہی میں بیکار [illegible] تعلیم نہ کرنے کی بناء پر [illegible] نے مسٹر [illegible] سخت الفاظ استعمال کئے۔

ڈاکٹر [illegible] نے اپنی کتاب ہندوستان میں غربت کا مسئلہ میں [illegible] متوسط آبادی کا مقابلہ کیا۔

| نام ملک | آبادی ایک مربع میل پر |
|---|---|
| بلجیم | ۵۴۰ |
| انگلستان | ۴۹۰ |
| ہالینڈ | ۳۶۰٫۹ |
| چین | ۲۰۹ |
| اٹلی | ۲۶۳٫۹ |
| جرمنی | ۲۳۶٫۷ |
| ہندوستان | ۲۲۵ |
| فرانس | ۱۸۶٫۰ |
| امریکہ | ۱۴۳٫۴ |
| سکاٹ لینڈ | ۱۳۲ |
| سلطنت ترکی | ۲۴ |
| روس | ۱۴ |

# رہا جو سامنے منظر وہ پھر منظر نہیں رہتا

(از جناب اختر نگینوی شاگرد نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

فلک کی طرح کس دن بخت کو چکر نہیں رہتا
مگر کوئی شریک گردش ساغر نہیں رہتا

جہاں ہر وقت شغل شیشہ و ساغر نہیں رہتا
وہاں اختر نہیں جاتا وہاں اختر نہیں رہتا

خیال نوک مژگاں کو جگہ دو کس طرح دل میں
یہ کھٹکا ہے کب رکھتے ہوئے نشتر نہیں رہتا

نظر آتی ہے پیہم شان پستی و بلندی کی
زمیں کب زیر پا کب آسماں سر پر نہیں رہتا

دکھلائے سحر لاکھوں ہر نگاہ سحر آگیں نے
وہ افسوں کیا جو تجھ میں چشم افسوں گر نہیں رہتا

بکھرتا ہے رخ پُر نور پر کیا کیا دم زینت
ترے قابو میں تیرا گیسوئے خود سر نہیں رہتا

تم اپنے در پہ رہنے سے مرے برہم ہو کیوں اتنے
بہت اچھا نہیں رہتا بہت بہتر نہیں رہتا

پڑیں گرداب گرداب یا آنکھیں اٹھا کریں موجیں
سفینہ بحر غم میں اپنا بے لنگر نہیں رہتا

تمہیں پند ارسی مغرور ہی دیکھا ہے تجھے واعظ!
کبھی اپنے جلسوں میں سر منبر نہیں رہتا

قیامت خیز ہے حسرت تو نکو کب ہوئی فرصت
بپا اس دل میں کب ہنگامۂ محشر نہیں رہتا

نئی ہر آن ہے پیش نظر نیرنگیٔ عالم
رہا جو سامنے منظر وہ پھر منظر نہیں رہتا

سرور نوجوانی عرصہ محدود تک دیکھا
ہمیشہ جرعۂ صہبا کیف آور نہیں رہتا

تعجب کیا جو رہتا ہے کسی مہوش کے پاس اختر
قرین ماہ انور کیا کوئی اختر نہیں رہتا

[illegible] برطانیہ [illegible] | ہندوستان کی شادی کی زیادتی [illegible]

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

(از شری پریم چند رجی گوردت بھون. لاہور)

اس میں شک نہیں کہ غالب فطرت کی طرف سے
فارسی کا نہایت پاکیزہ ذوق لے کر آیا تھا اور اسے اُستاد
بھی ایک ماہر ایرانی مل گیا۔ بعد کو جب سن وقوف کو پہنچا۔
اور زمانے کے گرم سرد تجربات نے اسے روحانیت کی طرف
مائل کیا تو یہ وہ وقت تھا جب اس کی ریختہ گوئی کا آغاز
ہوا۔ بلندیٔ ذوق اور جدت طرازی میر و درد کے سادہ رنگ
کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی تھی۔ اسی لئے مجبور ہو گیا
اور بیدل کو سامنے رکھ کر نقوش سازی کرنے لگا چونکہ فارسی
ترکیبیں دقت پسندی کی حد تک استعمال کر سکتا تھا۔ اور
ادائے تخیل میں ندرت و بدائع کی صورت پیدا کر سکتا تھا
اس لئے ابتدائی رنگ میں "بیدل سرائی" کا عکس
دکھائی دیتا ہے۔ نسخہ حمیدیہ کے دیکھنے سے ہر ایک شخص
معلوم کر سکتا ہے کہ غالب کے حذف شدہ کلام میں غالب
معتد بہ حصہ کلام ہے جس میں بیدل کا رنگ پیدا کرنے کی
کوشش کی گئی ہے۔ مگر دیوان میں بھی بہت سے اشعار
اور بکثرت ترکیبیں اسی نوع کی ہیں جو اس ثبوت میں
پیش ہو سکتی ہیں۔

نسخہ حمیدیہ کے حسب ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا،
فراغت گاہ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا
ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی
برنگِ لالہ جامِ بادہ برمحمل پسند آیا
سوادِ چشمِ بسمل انتخابِ نقطہ آرائی
خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا
یہ ساری غزل غالب نے قصداً بیدل کے رنگ
میں کہی ہے۔ جس کا اعتراف وہ خود مقطع میں کرتا ہے۔

اسدؔ ہر جا سخن نے طرحِ باغ تازہ ڈالی ہے
مجھے رنگِ بہارِ ایجادیٔ بیدل پسند آیا

---

جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسدؔ
...

جان دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے
یاں عرصۂ تپیدنِ بسمل نہیں رہا

---

شوق ساماں فضولی ہے وگرنہ غالبؔ
ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تک

---

غرورِ ضبط وقتِ نزع ٹوٹا بیقرارانہ
نیازِ بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

---

ہوں گرمیٔ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
میں عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ ہوں

جس وقت مرزا کو اپنی قادر الکلامی کا حقیقی
احساس ہوا اور بیدل کے تتبع کے انہماک کی گنجلک
سے سُلجھاؤ نہ دیکھا تو اس روش کو چھوڑ کر کہہ دیا۔

طرزِ بیدل میں ریختہ لکھنا
اسد اللہ خاں قیامت ہوا

اس کے بعد غالب کے کلام میں سلاست اور
روانی ہی نہیں بلکہ سادگی اس حد تک موجود ہے کہ
آج عرصۂ بعیدہ کے بعد بھی کوئی زباں داں ایسا پیدا
نہیں ہو سکا جو صفائی زبان کے ایسے اعلیٰ جوہر دکھلائے
کہ فصاحت و شیرینی کے دریا بہا دے جیسا مرزا کے
کلام میں پایا جاتا ہے مثلاً

جی ہی میں کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

---

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

---

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

---

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اردو شاعری میں غالب
نے کمال کے جو بہترین جوہر دکھائے ہیں وہ ایک خاص
درجہ رکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے اشعار میں بقول مولانا
حسرت موہانی صاحب
"جذبات انسانی کی سچی تصویر"
ہی پیش نہیں کی بلکہ
اس کا جواب میر کے بعد کسی دوسرے شاعر کے کلام
میں مشکل سے دستیاب ہوئے گا۔

فلسفہ۔ اخلاق حکمت اور بہیّت کے اصول ایسے رنگ
میں غالب کی شاعری میں پائے جاتے ہیں جن کا بدل
سلف و خلف کے پاس بھی نہیں ہے۔

مرزا نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے خود ۔۔۔
ہم الفاظ تیار کر لئے ۔۔۔ ۔۔ ۔ الفاظ سازی کے
فن میں مرزا اجتہاد کامل کا درجہ رکھتے تھے۔ (ڈاکٹر بجنوری مرحوم)

دل آویز فارسی ترکیبوں اور چست بندشوں کا نمونہ
دیکھئے۔ دام شنیدن۔ خار رسوم آتش خاموش
گلبانگ تسلی۔ خود داری ساحل۔ موج گل۔ گذرگاہ
خیال۔ شہر آرزو۔ جنت نگاہ۔ فردوس گوش۔
محشر خیال وغیرہ۔

ان ایجاد کردہ ترکیبوں کی مدد ہی سے مرزا نے شان
امتیازی پیدا کرتے ہوئے اہل ذوق کو کیسے وجد
میں لانے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

ہو گا یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا
حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

---

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

---

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی
برنگِ لالہ جامِ بادہ برمحمل پسند آیا

چستیٔ بندش کے باب میں بکثرت مثالیں موجود
ہیں مگر شعر ذیل کے بارہ میں

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو۔ سچ کہتے ہو۔ پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

علامہ طباطبائی مرحوم لکھتے ہیں:-
"بندش اس کی سحر کے مرتبہ تک پہنچی ہے"
حسن بندش کے لئے دیکھو۔

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

---

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

غالب کے کمال شاعری کا خاتمہ یہیں پر نہیں
ہو جاتا بلکہ بعض اشعار میں سلسلہ خیالات اور
جذبات کی ایسی تفصیل موجود ہے جس میں تشریح
کیلئے عشق و محبت کی سچی واقعات کی دفاتر بھی (باقی کالم صفحہ پر)

# لاکھ برس بعد کا انسان

(خاص تیج ویکلی کے لئے ——— ترجمہ کیا گیا)

پچیس سال کا عرصہ ہوا کہ ابتدائی دور کے ایک انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا تھا جسے دیکھ کر ساری دنیا حیرت میں رہ گئی تھی۔ اگر ایک لاکھ برس پہلے کے انسان اپنی گہری نیند سے چونک پڑیں اور یکایک ہمارے درمیان آ کھڑے ہوں تو یقیناً ہم ان کا دیو ہیکل قد۔ بندر سے ملتی جلتی شکل۔ اور بڑے بڑے بالوں والا جسم دیکھ کر ڈر جائیں۔ اور ۱۹۲۵ء کی مشینوں والی دنیا انہیں کوئی دوسرا سیارہ معلوم ہو۔

اسی طرح فرض کیجئے کہ اگر آجکل کے انسان رپ وان ونکل کی طرح ایک لاکھ برس بعد جاگیں تو کیا صورت ہوگی۔ اس زمانہ کے لوگ بہت زیادہ خوفزدہ تو نہ ہوں گے کیونکہ وہ بیسویں صدی کے انسانوں کی شکل و شباہت اور عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ عجائب خانوں میں ہمارے ڈھانچے رکھے ہوں گے۔ خراب نہ ہونے والی سینکڑوں کتابیں۔ فوٹو۔ فلم اور گراموفون ریکارڈ موجود ہوں گے۔ لیکن پھر بھی وہ بڑی دلچسپی اور استعجاب کے ساتھ ہمیں دیکھیں گے۔ مثلاً جس طرح آج ہم قدیم انسان کے سارے جسم کے بالوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں اسی طرح وہ ہمارے باقیماندہ بالوں کو دیکھ کر ہنسیں گے اور حیرت کے ساتھ ایک دوسرے سے کہیں گے "کیا واقعی یہ ممکن ہے کہ انسان کے کبھی بال بھی تھے۔ ایسے ہی جیسے جانوروں کے جسم پر آثار قدیمہ کے طور پر کچھ کچھ اب بھی موجود ہیں۔"

یہ بالکل یقینی ہے کہ مرد اور عورت آئندہ بالکل گنجے ہو جائیں گے۔ جدید تہذیب و تمدن کی بدولت آج ہمارے بال رفتہ رفتہ کم ہوتے جاتے ہیں۔ آئندہ کے شعرا تعجب کریں گے کہ آخر محبت کی بالوں میں کیا حسن نظر آتا تھا کیونکہ کالے سیاہ بال تو کبھی کے ختم ہو چکے ہوں گے۔ ہمارے دانتوں کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے جب ہمارے سامنے دال ہر قسم کی خوراک کی گولیاں بنائے میں مہیا ہو جائیں گے تو ہم حسب خواہش گوشت۔ ترکاری۔ دال۔ چاول چٹنی۔ اچار مٹھائی پھل میوے وغیرہ کی گولیاں کھا لیا کریں گے۔ یا ٹیبلوئڈ (غذا کھلانے کا آلہ) کے ذریعے پیٹ میں ہر غذا کی روح پہنچا لیا کریں گے تو ہمارے دانت معطل ہو جائیں گے۔ اس لئے رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے۔ پھر وہ لوگ گوشت ترکاری کھانے والوں کو ویسا ہی وحشی سمجھیں گے جیسے اب ہم مردم خوروں کو سمجھتے ہیں۔

ناک کا بل ہی مفقود ہو جائے گا اور کان کے میدان بھی صاف ہو جائیں گے۔ ان کی جگہ صرف چھوٹے چھوٹے سوراخ باقی رہ جائیں گے اور ہر قدرتی چیز کی جگہ مصنوعی چیز لے لیگی۔

غرضیکہ تبدیلی اور انقلاب کے سوا اس دنیا میں کسی چیز کو قیام نہیں اور فطرت حالات کے مطابق ہمارے جسموں میں بھی تبدیلی کرتی چلی جا رہی ہے۔ آئندہ انسان کیا سے کیا بن جائے گا؟ یہ محض تصور کی چیز ہے۔

(پچھلے صفحہ سے)

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
جس کے شانے پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب جانئے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

فلسفہ کے انداز میں غالب امتیازی خصوصیات کا مالک تھا اور وہ حقیقت علم کی شرح کرتا ہوا لکھتا ہے
ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

جز نام نہیں صورت عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے

غالب کے نزدیک دنیا کی چہل پہل کم ہمت اشخاص کے لئے ہے اس لئے کہتا ہے:
رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے
غالب دولت نشینی اور گوشہ گزینی کو پسند کرتے ہوئے بیان کرتا ہے
نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے
غالب رسم و رواج کی قیود سے آزادی حاصل کرنے کی تحریک کرتے ہوئے طبقۂ خاص کو مطعون کرتا ہے
ہیں اہل خرد کس روش خاص پہ نازاں
پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے
شمس العلماء مولانا حالی کی رائے ہے کہ متصوفانہ خیالات نے مرزا کو نہ صرف اپنے ہم عصروں سے بلکہ بارھویں صدی کے شعرا سے ممتاز کر دیا تصوف کے رنگ میں کہتا ہے۔
طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

تنگ تنگ کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پتہ نہ پائیں تو لاچار کیا کریں۔
فارسی ترکیبوں سے قطعاً آزاد غالب نے اخلاقی شعر بھی کہے ہیں جو بیحد موثر ہیں مثلاً۔
دونوں جہان دیکے وہ سمجھے کہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

نہ سنو گر برا کہے کوئی!
نہ کہو گر برا کرے کوئی!

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی
غالب کے اشعار میں ایک خاص شے پائی جاتی ہے جو خزینۂ قدرت سے اسے عطا ہوئی اور وہ خاص طرز کلام کا پہلو دار ہونا ہے جس کے بادی النظر میں کچھ اور معنی مفہوم ہوں لیکن غور کے بعد دوسرے لطیف معنی ظاہر ہوتے ہوں جس کی وجہ سے اشعار خاص لطف کا باعث بن گئے ہیں مثلاً
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے
دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

مجھ کو دیار غیر میں مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

مرزا غالب کے اشعار کی دلآویزی اور جامعیت اتنی ہے اور ان میں خیالات کا بے پایاں سمندر ایسے انداز میں موجزن ہے کہ آج عرصۂ بعید کے بعد بھی وہی لطف اور ندرت دکھائی دیتی ہے جو ایک نیچرل شاعر کے کلام میں ہونی چاہئے۔ اردو شاعری میں مرزا نے وہ گلکاریاں کیں اور رہتی دنیا کے لئے ایسی چیز چھوڑ گئے جو اردو زبان کے لئے سرمایہ فخر و ناز ہے

سائنس

# ہمارے چھوٹے دوست اور دشمن (۵)

## پانی میں ننھے حیوان

(از قلم شری بھگت جی ڈی ٹی - ایم ایس سی)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

پانی میں چیزوں کو حل کرنے کی طاقت اس قدر زیادہ ہے کہ ایک چشمے، ندی یا ٹیوب ویل کا میٹھا اور شفاف پانی جب مختلف منزلیں طے کر کے شہر کی نالیوں میں داخل ہوتا ہے تو اتنا متعفن، گندہ اور کیچڑ ہو جاتا ہے کہ دماغ پر رومال رکھ کر لوگ اس رستے کو چھوڑ کر دوسری طرف کی راہ لیتے ہیں۔ اس تحلیل شدہ مادہ کے علاوہ بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں جو کہ صرف اسکی رو میں بہتی چلی آتی ہیں اور چونکہ یہ حل کرنے کی طاقت صفائی کے لئے اشد ضروری ہے قدرت کا یہ عطیہ جوہر خاص و عام کے لئے عام پایا جاتا ہے ہم نہایت اعلیٰ ذریعہ صفائی ہے۔ بشرطیکہ یہ خود بالکل صاف ہو۔

پانی کے ساتھ ہمارے مضمون کا تعلق ان ننھے کیڑوں اور ایدوں کی وجہ سے ہے جو کہ اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور اب جب کہ کیٹریا کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پانی کی صفائی کا مسئلہ صحت عامہ کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ شہر کی بدرو سے گندے ہوئے پانی کا اگر اندازہ کیا جائے تو ایک کیوبک سنٹی میٹر میں کم از کم ایک لاکھ کے قریب بکٹیریا پائے جائیں گے۔ یہ صرف قیاس ہے۔ ہندوستان کے مشہور شہروں اور دریاؤں کے متعلق کوئی خاص توجہ اس مقصد سے نہیں دی گئی ہے لیکن البتہ امریکہ کے ایک مشہور سائنس دان کے شہر شکاگو کے متعلق اعداد معلوم ہیں۔ جہاں سے گندی ہوئی بدرو جس مقام پر بڑی نہر سے ملتی ہے اس مقام پر ایک کیوبک سنٹی میٹر میں ۲۰۰۰۰۰ کے قریب بکٹیریا پائے جاتے ہیں جو ۱۰۰ میل کا سفر کرنے کے بعد اس بڑی نہر کا پانی پھر صاف ہو جاتا ہے اور بکٹیریا کا نمبر ۳۰۰۰ کے قریب ہو جاتا ہے جو کہ ایک معمولی تعداد ہے۔ قدرت میں پانی کی صفائی کے طریقے بالکل لاثانی ہیں۔ اس حالت میں سورج کی روشنی۔ خوراک کی کمی۔ بکٹیریا کا ایک دوسرے پر اثر اور دیگر جانوروں کے حملے بکٹیریا کو ضائع کر دیتے ہیں۔ چلتا ہوا پانی خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ سورج کے ذریعہ کشید کیا ہوا پانی جو بارش کی صورت میں نمودار ہوتا ہے بالکل بکٹیریا سے مبرا ہوتا ہے اور جو پانی زمین میں رس کر پانی کی نیچی تہہ میں پہنچتا ہے وہ اس قدر صاف ہو جاتا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ پھر بھی ایک گاؤں یا قصبے کے متعلق کوئیں یا تالاب ایک قسم کا پانی مہیا کرتے ہیں مگر دونوں کا اتنا فرق ہوتا ہے کہ جہاں پر چند ایک کا پانی بالکل صاف ہوتا ہے وہاں کئی ایک میں بکٹیریا تو ایک طرف چلتے پھرتے کیڑے نظر آتے ہیں کئی جگہ کا پانی خاص طور پر خراب ہوتا ہے اور ہم کو اسکی بابت اس وقت معلوم ہوتا ہے جب مصیبت آتی ہے۔ مگر جب اسکو اچھی طرح سے صاف کر دیا جاتا ہے تو بالکل بے خطر ہو جاتا ہے۔ بعض وقت یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ایک جگہ کا پانی خراب ہو گیا اور کوئی وبا پھیل گئی مگر جب پانی صاف کیا گیا تو مفقود ہو گئی۔ ۱۸۸۵ء کے ایک واقعہ نے اس امر کو یقینی طور پر ثابت کر دیا کہ چند ایسی وبائیں بھی ہیں جو کہ صرف پانی کے ذریعہ سے ہی تمام کے تمام شہر کو مصیبت میں ڈال سکتی ہیں۔ امریکہ کے شہر پلائی موتھ میں ٹائیفائیڈ کی وبا اچانک ایک دن پھیل گئی اور ایک ہفتہ کے اندر اندر تقریباً ایک ہزار کے قریب انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ مگر ایک ہفتہ کے بعد بغیر کسی قسم کا بندوبست کرنے کے حالت خود بخود سدھر گئی۔ شہر کی واٹر سپلائی کا نقشہ ساتھ کی شکل سے ظاہر ہے ایک بڑی نہر سے چار تالابوں کے ذریعہ شہر میں پانی پہنچایا جاتا تھا۔

تالاب نمبر ۴

انفکشن کی جگہ

تالاب نمبر ۳

تالاب نمبر ۲

پہلے پانی نہر کو سپلائی کیا جاتا

تالاب نمبر ۱

جنوری اور فروری کے مہینوں میں چونکہ سردی کی وجہ سے یہ نہر جم جاتی تھی اس لئے پانی کی بڑی قلت ہوتی تھی ظاہر ہوا کہ پچھلی سردیوں میں تپ محرقہ کے ایک مریض نے تالاب نمبر ۳ کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا تھا جہاں پر اسکی موت واقع ہو گئی۔ اس کے فضلات وغیرہ جو باہر پھینک دیئے گئے تھے وہاں ہی پڑے رہے اور سردیوں میں ان کے اوپر برف جم گئی جب مارچ کے مہینے میں برف پگھلنی شروع ہوئی تو شہر کے لوگوں نے تازہ پانی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مگر اس پانی میں اب اس فضلے پر نشوونما پاتے ہوئے تپ محرقہ کے کیڑے بھی آ موجود ہوئے! مگر جراثیم کی تعداد کوئی زیادہ نہ تھی اور انفکشن کا اور کوئی ذریعہ پاس نہ تھا اس لئے ایک ہی ہفتہ میں وبا کا خاتمہ ہو گیا۔ چار سال بعد جرمنی کے شہر ہمبرگ میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہوا اور ہیضہ کی وبا سے ہزاروں انسانوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہیضہ اور ٹائیفائیڈ ہی ایسی وبائیں ہیں جو پانی کے ذریعہ آناً فاناً پھیل سکتی ہیں

ٹائیفائیڈ کے جراثیم

پانی میں تین قسم کے بکٹیریا عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ جو صرف پانی کے حیوان ہیں وہ خود بخود پل پھر سکتے ہیں۔ انسانوں کیلئے بالکل بے ضرر ہیں۔ عام طور پر رنگدار ہوتے ہیں اور ان کے جسم کا رنگ لال، پیلا، نیلا اور ارغوانی ہوتا ہے۔ خراب پانی والے تالابوں یا کنوؤں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔

دوسری قسم کے بکٹیریا زمین کے بکٹیریا ہوتے ہیں۔ جو پانی اپنے رستے میں مٹی سے ساتھ بہا کر لے آتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس قسم کے بکٹیریا انسان کے زندہ عضلات پر حملہ نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ بھی بالکل بے ضرر ہیں۔

تیسری قسم کے بکٹیریا جراثیم ہیں۔ جو کہ مریضوں کے فضلات وغیرہ کے ذریعہ شہر والوں کی ناعاقبت اندیشی سے پانی میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہی وبا کے پھیلانے میں حصہ لیتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستانیوں کی ناکفایت شعاری گاؤں یا قصبے میں جدید طریقہ جات صفائی استعمال کرنے میں سد راہ ہے ضرورت ہے کہ ان حالات میں بھی گاؤں والوں کو اس مقصد کے لئے تعلیم دی جائے۔

# سائنٹیفک نوٹ

جنگ عظیم کے دوران میں گولہ باری کے لئے جو مشینیں استعمال کی گئی تھیں ان میں سے بعض ایسی تھیں جو گولیوں کو ۲۰ میل کی بلندی تک پھینک سکتی تھیں۔ یہ ایک بہت بڑی بلندی ہے اور اس بلندی تک غبارے وغیرہ کا پہنچنا محال ہے۔ چنانچہ اوپر کے ہوائی کرہ کے مطالعہ کے لئے یہ مشینیں آج کل استعمال ہو رہی ہیں اور بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ان مشینوں کی مدد سے اوپر کی طرف ایک خاص قسم کا آلہ پھینکا جاتا ہے جو اوپر کی ہوا کا نمونہ لے کر زمین پر آ گرتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ "ٹروپوسفیر" میں ہوائیں کئی سمتوں میں چلتی ہیں جن سے بادلوں کی پیدائش وغیرہ پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اور سائنس دانوں کا یقین ہے کہ اگر اس خطہ کا کافی مطالعہ ہو سکے تو موسم کے متعلق جو پیشنگوئی کی جاتی ہے وہ اور بھی آسان ہو جائے گی۔

---

ایلومینیم ایک نہایت ہلکی دھات ہے۔ اور تقریباً تمام لوگ اس سے واقف ہیں۔ کیونکہ ایلومینیم کے برتن نہایت سستے اور کارآمد ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے ڈاکٹروں اور ماہرین سائنس میں ایلومینیم کے برتنوں کو کھانے پینے کی چیزوں کے لئے استعمال کرنے کے متعلق بہت جھگڑا ہو رہا ہے۔ پچھلے سال امریکہ کے چیدہ ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کے ایک کمیشن نے اس بات کا غور سے مطالعہ کیا۔ اور اب دیگر ممالک کے ماہرین نے بھی یہ رائے دی ہے کہ ایلومینیم کے برتن ان میں ڈالی ہوئی چیزوں کو خراب نہیں کرتے اور صحت کے لئے بالکل بے ضرر ہیں۔

---

# "حیات جاوید"

(از جناب ایم۔ اے جعفری جھانسی)

(خاص تیج ویکلی کیلئے)

جرمنی اور شاہ جارج سپاہیوں نے میدان کارزار میں جام شہادت نوش کیا۔ سرفروشی کے اس بے نظیر ایثار سے موت ان کے لئے غیر فانی ہو گئی۔ ملاقات کا ہر دو ماہ میں وہ ہراس سے مستور تھا۔ ابو صہان کے کام میں نوحہ خواں تھی۔ صلاح کی روانی میں ایک یاس انگیز سعد پیدا ہو چلا تھا۔ کوہسار کی فلک بوس ابر آلود چوٹیاں ان کے غم میں سیاہ پوش تھیں جہاں کی درختوں کی روحیں ان کی مقدس یاد سے قائم ہو گئیں جو کہ اب تک ان کے ماتم میں رنگ ریزی کرتی ہیں اور ہمیشہ کرتی رہیں گے

مشہور فلم ستار جون بلوندل
جو پھر سنیما کی دنیا میں واپس آگئی ہیں۔

مس جین پارکر
یہ ہولی‌ووڈ کی نئی فلم ایکٹریس ہے جو بہت تیزی سے شہرت حاصل کر رہی ہے

## جسمانی ورزش

لندن کے کاروباری فرموں میں کام کرنے والی لڑکیاں اپنی تندرستی کے لئے جسمانی ورزش کر رہی ہیں

مس شاردالال بیرسٹرایٹ‌لا
جن کی شادی سر گوکل‌چاند
نارنگ کے بیٹر مسٹر دیوراج
نارنگ سے ہوئی

## مسٹر اور مسز زراف

جھگڑے کے بعد صلح کی ایک تصویر
جو فوٹو کیمرا کی زد میں آگئی

## شیشہ کا لباس

ملک معظم کی جوبلی کے دربار کے لئے عورتوں میں یہ لباس رائج
کیا جا رہا ہے جو "کاتے ہوئے" شیشہ کے دھاگوں سے مزین ہے

# انصاف

جب کرکٹ یا فٹ بال کا مقابلہ ہوتا ہے یا والی بال کا میچ ہوتا ہے تو ایک شخص ایسا مقرر کیا جاتا ہے جو یہ دیکھتا ہے کھیل ٹھیک کھیلا جائے۔ اسے امپائر کہتے ہیں۔ اگر کوئی لڑکا جان بوجھ کر کسی کو دھکا دیتا ہے یا ٹھوکر لگاتا ہے یا کسی طرح قاعدہ کو توڑتا ہے تو یہ کھیل درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کھلاڑی دوسروں کو ایک جیسا کھیلنے کا موقعہ نہیں دیتا اور اس صورت میں کھیل بند ہو جائے گا۔

**درست کھیل کی ضرورت** دوڑتے وقت تمام لڑکوں کو لائن پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ آگے نہ بڑھنا چاہیے۔ اور دوڑنے کا اشارہ ملنے سے پہلے کسی کو نہ دوڑنا چاہیئے کرکٹ میں اگر وکٹ کے بال لگ جائے تو بتا دو کہ میں آؤٹ ہوں خواہ کوئی نہ دیکھے

سکول میں اگر طلبہ خراب کام کریں تو اُن کو سزا ملنی چاہیئے اگر اچھا کام کریں تو انہیں شاباشی ملنی چاہیئے لیکن ہر ایک لڑکے کو ایمانداری سے کام کرنا چاہیئے۔ دوسروں کی مدد لے کر یا نقل کر کے انعام حاصل کرنے کی کوشش مت کرو۔ باتوں میں لگا کر دوسروں کا ہرج مت کرو۔ اس طرح وہ نقصان میں رہے گا یہ درست نہیں ہے بچوں کو چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کو برابر کا موقعہ دیں اور کوئی غیر واجب فائدہ نہ اٹھائیں۔ کسی کو انعام ملے دیکھ کر بڑبڑانا۔ اس کی برائی کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا دل انصاف پسند نہیں ہے۔

اگر تم سے کوئی قصور ہو جائے تو فوراً مان لو۔ جس نے کوئی قصور نہیں کیا اس پر الزام مت لگاؤ۔ بنا یقین کسی پر الزام لگاؤ۔ یہ کہنا کہ فلاں لڑکے نے دھوکا دیا یا جھوٹ بولا جبکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ غیر واجب ہے۔ جب کسی ایک لڑکے پر الزام لگے۔ جبکہ قصور سب کا ہو تو باقی سب لڑکوں کو فوراً بتا دینا چاہیئے۔

گھر میں جب پھل آئیں یا کپڑے بنیں یا اور کوئی چیز آئے تو اپنے حصے سے زیادہ نہ مانگو اور دوسرے لڑکوں کو بھی ان کا حصہ لینے دو۔ بڑے لڑکے چھوٹے بچوں کا حق بھول جاتے ہیں جب ایک لڑکا اپنے حق سے زیادہ لے اسے لالچی کہتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

دوکاندار کے پاس ترازو ہوتی ہے یا تولنے کی مشین ہوتی ہے۔ جس سے وہ ہر ایک چیز ٹھیک ٹھیک تول کر دیتا ہے۔ اسی طرح بزاز گز سے کپڑا ناپ کر دیتا ہے۔ اگر چیزیں اندازے سے دی جائیں تو ممکن ہے کسی کے پاس زیادہ چیز چلی جائے یا کسی کے پاس کم چیز جائے یہ مناسب نہیں ہے۔ گاہک کو چاہیئے اپنے روپے سے زیادہ کا مال لینے کی کوشش نہ کرے دوکاندار کو چاہیئے کم مال نہ دے۔

کھیلتے وقت کمزور اور اپاہج لڑکوں کو زیادہ موقع دو تاکہ اُن کی کمزوری پوری ہو جائے۔ سکول میں کمزور لڑکے کو پڑھنے کا زیادہ موقعہ دو۔ گھر پر کمزور اور بیمار لڑکوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اُن کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ کمزوروں کا حق مت چھینو وہ اپنے حق لینے کے لئے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہیں اس لئے اُن کا حق چھین لینا بُزدلی اور کمینہ پن ہے۔

**انصاف کا فائدہ** انصاف سے کسی کو بھی بڑبڑانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اگر سب کو مساوی موقع دیا جائے تو کسی کو بھی شکایت نہیں رہتی۔ اگر کوئی شخص کھیل جیتنے اور انعام حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے تو یہ اُس کا قصور ہے اور جو لڑکا جیت لیتا ہے یا اچھی طرح کام کرتا ہے وہ کامیابی کا مستحق ہے اس نے اپنا حق لیا ہے۔

اگر کوئی لڑکا ناجائز وسیلہ اختیار کر کے کھیل جیت لے اور انعام حاصل کر لے تو اس سے کوئی تسلی نہیں ہو سکتی جبکہ سب کو برابر کا موقع نہیں ملا۔ ایسا شخص شیطان کہلاتا ہے اچھے سے اچھا انعام یا تحفہ جو ناجائز طریق سے حاصل کیا جائے ہمیں ایسی خوشی نہیں دے سکتا۔

# بلّی کا پِلّا

(از جناب محمد شفیع الدین نیّر مدرس موڈرن ہائی سکول دہلی)

آؤ سنو نیّر کی زبانی — بلّی کے بچّے کی کہانی
بلّی کا بچّہ ہم نے پالا — رنگ تھا اُس کا کالا کالا
آنکھیں تھیں نیلی نیلی سی — چھوٹی چھوٹی چمکیلی سی
بال ملائم اُس کے ایسے — ریشم کے لچّھے ہوں جیسے
ہم نے اک دن اُس کو گھیرا — پیار سے پیٹھ پہ ہاتھ جو پھیرا
کرکے میاؤں میاؤں اُس نے — مارے ہاتھ اور پاؤں اُس نے
ناخن سُوئی جیسے نکالے — تیز اور آفت کے پرکالے
غرّا کر پھر پنجہ مارا — گود سے ہم نے اُس کو اُتارا
چھوٹتے ہی وہ سیدھا بھاگا — بھاگ کے میز کے نیچے پہنچا
پھر بہتیرا ہم نے بلایا — پر وہ ہمارے پاس نہ آیا

بلّی کے بچّے کی کہانی
خوب رہی نیّر کی زبانی

(از جناب پنڈت آنندی پرشاد مصرا مرادآبادی)

جیسا کرنا ویسا بھرنا - جو قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ضرور سزا پاتا ہے - یہ اصول دنیا کے ہر شعبہ پر حاوی ہے - مگر اصول حفظان صحت کی طرف سے لاپرواہی کرنے والوں کی سزا سخت اور نمایاں ہے - اس لاپرواہی سے پیچ پیچ کیڑے پڑ جاتے ہیں جو کہ مچھر مکھی اور جوؤں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور علاوہ کراہیت و نفرت کے سینکڑوں قسم کی بیماریاں پھیلاتے ہیں - جن کے سبب لاکھوں بندگان خدا ہلاک ہو جاتے ہیں - اور ان کا مضر اثر صرف ان کاہل الوجود میلے کچیلے آدمیوں پر ہی ہوتا ہے بلکہ ان کے ہمسایہ بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں - یہ ایسی بُرائی ہے جس کا اثر دور دور تک پہنچتا ہے۔

مچھر کے ذریعہ بہت سی بیماریاں پھیلتی ہیں - مگر ملیریا کے تو یہ خاص الخاص ایجنٹ ہیں - مرطوب مقامات ان کے ماویٰ و ملجا ہیں - ان کی مادہ جھیل تالاب - گڑھوں میں جہاں پانی رُکا ہوا ہوتا ہے اور اکثر لاپرواہ آدمیوں کے مکانوں کی نالیوں میں اور ان کے پانی کے برتنوں میں جو کھلے پڑے رہتے ہیں اور مدت تک صاف نہیں ہوتے انڈے دیتی ہیں - ایک مادہ مچھر ایک دفعہ میں سو انڈے دیتی ہے - یہ انڈے پانی کی سطح پر تیرتے رہتے ہیں اور بہ شکل دکھلائی دیتے ہیں۔ دو دن میں بچے نکل آتے ہیں - ابتدا میں یہ بچے اپنے والدین سے شکل و صورت میں مشابہ نہیں ہوتے جب تک یہ بچے ہوش سنبھالتے ہیں پانی ہی میں پڑے رہتے ہیں اور ان کی صورت میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس زمانہ میں گھاس پھونس وغیرہ جو پانی پر ہوتا ہے اسی پر ان کی بسر ہوتی ہے اور تیرہ چودہ دن میں یہ جوان ہو کر مچھر کی شکل میں اپنا آبائی پیشہ خونخواری یعنی حضرت انسان کا خون پینا شروع کر دیتے ہیں - اور جب خوب توانا اور تندرست ہو جاتے ہیں تو خود انڈے بچے نکالتے ہیں - اور یہ سلسلہ برابر بڑھتا رہتا ہے یعنی ایک ماہ میں دو جھول بچے نکل آتے ہیں۔

مچھر کئی قسم کے ہوتے ہیں - جو مچھر بھنبھناتے رہتے ہیں - اور کاٹتے ہیں وہ زہریلے نہیں ہوتے اور نہ ان سے کوئی بیماری پھیلتی ہے - بعد غروب آفتاب مچھروں سے زیادہ بچنا چاہیئے - اور جسم کو کپڑوں سے ڈھانکے رکھنا چاہیئے اور ہاتھ - پاؤں - گردن - منہ وغیرہ کو ان سے بچانا چاہیئے۔

شام کے وقت کمروں یا برآمدوں میں جہاں گھر کے آدمی سوتے ہوں گندھک وغیرہ جلانا چاہیئے اس طرح کہ گندھک اور نیم کے خشک پتے کمروں کو بند کر کے جلائیں - اور پھر سونے سے دو گھنٹہ قبل کمروں کو کھول کر ہوا نکل جانے دیں - سونے کے کمروں اور برآمدوں میں کسی وقت بھی میل یا کیچڑ نہ کریں نیز کھانے کی کوئی چیز پھل یا ترکاری کسی وقت بھی کھلی نہ رہنے دیں - تمام گھر میں صفائی ہر روز جھاڑا کرتے رہنا چاہیئے - گھروں میں کوڑا کرکٹ نہ رہنا چاہیئے۔

رات کو مسہری پر مچھروں سے محفوظ رہنے کے لئے جالی کے پردہ لگا کر سونا چاہیئے - اور سونے سے قبل اس کا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ اندر مچھر تو نہیں رہ گیا۔

زرد کپڑے سے مچھر بھاگتا ہے - چنانچہ تکیہ کا غلاف اور سب کپڑے - پلنگ کی چادر اگر زرد رنگی ہوئی ہوگی تو مچھر بطور مسہری کے پردوں کے بھی بالکل نہ ستائیں گے۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ جس جگہ سونا چاہیں اور وہاں مچھر ہوں تو ایک تسلے میں پانی بھر کر اور اس میں تھوڑا سا کڑوا تیل ڈال کر پلنگ کے سرہانے کسی اونچی تپائی پر رکھ لیں - مچھر پانی پر گریں گے - اور آدمی پر بہت کم آئیں گے - مچھر تیل کے سبب پانی میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور صبح تسلے میں سینکڑوں مچھر مرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

## آنکھ کی تکلیف

سے کیوں پریشان ہو - صرف کیسٹ سے لیونا آئی کی ایک شیشی خرید کر علاج کیجئے - بالکل محفوظ زود اثر اور آنکھ کے ڈاکٹروں کو بھی حیرت میں ڈالنے والی ہے قیمت ایک روپیہ - موتیا بند کچا ہو یا پکا - آپریشن وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں - مفصل حالات - ایشیاٹک ٹریڈنگ کمپنی چاندنی چوک دہلی یا سری روڈ کس ہیڈن اسٹریٹ کلکتہ سے منگایئے۔

Drink
Elias'
Tea

۱۴۰، کیننگ سٹریٹ کلکتہ

## قولِ زریں

کوئی سے اچھی عزت رساں نہیں - جیسا کہ مفلس کو فضیلت بخش کرنا۔

(لقمان)

انسان کی اچھی روح ایک کھرے برتن کی طرح ہے - اگر وہ پہلے قطرے جو اس میں ڈالے جائیں ناپاک ہوں تو چاہے اسے سات سمندروں کے پانی سے دھوئیں - اسکی انتہا گہرائی کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

(کارلائل)

تعلیم میں بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم فیصلہ کرلیں کہ ہمارا کون سا عقیدہ ہے جس پر ہم اپنی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

(مسز ایم سینڈرز)

اختیارات، اعتقاد اور دماغی احساس کافی نہیں ہوتا - یہ سب صرف ذرائع ہیں - اصل مقصد وہ ہے جس کا تجربہ کرنا چاہیئے۔

(ڈاکٹر آنندیل)

کیرکٹر کی تعمیر دوسروں کی مثال سے زیادہ ہوتی ہے اور اپنی ذات سے کم ہوتی ہے۔

(سر جارج اسٹیل)

دنیا میں بہت کم چیزیں ایسی ہیں جو اہمیت رکھتی ہیں - انہیں میں سے ایک محبت بھی ہے۔

(شکسپیئر)

ناامیدی سے بڑھکر دنیا میں کوئی چیز نہیں - یہ موت کا دوسرا نام ہے۔

(ہیگن)

کامیاب شخص وہی ہوتا ہے جو اپنے اخراجات سے آمدنی زیادہ پیدا کرے۔

(میکڈانلڈ)

اگر تم امیر بننا چاہتے ہو - تو اپنی فرصت کو بیکار نہ جانے دو۔

(ہنری فورڈ)

## دورِ جدید

(از جناب گلشن بھیروی - کرنال)

تہذیبِ مغربی نے لیا ہی ہمیں لپیٹ — ہر ایک چاہتا ہے بنجائے اپ ٹو ڈیٹ
باہر سے مال آئے تو کرتے ہیں سب پسند — ہندوستاں کے مال کو کرتے ہیں لوگ ہیٹ
تھالی کے بدلے گھر میں انگریزی ٹرے — کیچن میں جاکے دیکھئے ٹی سیٹ ہو یا پلیٹ
برفی سے امرتی سے نہ پیڑے سے واسطہ — صاحب جو بنگئے تو وہ کھائیں گے چاکلیٹ
عینک لگی ہوئی ہو بصارت نہیں رہی — ہر ایک نوجواں کا ہے ایسا سیر و سیٹ
گھر کے تو کام کاج کی فرصت نہیں رہی — جانا ہو گر کلب میں تو ہوتے نہیں ہیں لیٹ

گلشن نئی سکیم سے روزی کمائیے
سروس کا روزگار کا اوپن نہیں ہے گیٹ

HATE ہیٹ — TRAY ٹرے



## موجِ تبسم

**اُستاد :-** تم اپنی کاپی پر اتنے بڑے بڑے حروف کیوں لکھتے ہو؟
**شاگرد :-** اس لئے کہ آپ کو عینک لگانی پڑے۔

"تمہارا مکان کہاں ہے؟"
"جہاں میں رہتا ہوں"
"تم کہاں رہتے ہو؟"
"جہاں میرا مکان ہے"

**باپ :-** جو بات تم ایک کان سے سنتے ہو دوسرے کان سے نکال دیتے ہو۔
**لڑکا :-** اسی لئے تو خدا نے دو کان دیئے ہیں۔

**عاشق :-** میں امید کرتا ہوں کہ میرا آنا آپ کو ناگوار نہیں ہوتا ہوگا۔
**محبوبہ :-** نہیں۔
**عاشق :-** کبھی کبھی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے آنے سے آپ کو پریشانی ہوتی ہے
**محبوبہ :-** نہیں نہیں۔ آپ کے آنے کے وقت مجھے کتنی ہی پریشانی ہوتی ہو۔ لیکن آپ کے جانے کے وقت میں بہت خوش ہوتی ہوں

**ایک دوست :-** تم اپنی بیوی کو گھر کے اندر کیوں حکمرانی کرنے دیتے ہو؟
**دوسرا دوست :-** اس لئے کہ اگر حکمرانی نہ کرے تو ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔

**بیوی :-** اگر گھر کا کام کاج کرنے کے لئے ہم کوئی ملازمہ نہیں رکھیں گے تو پڑوسی کیا کہیں گے؟
**شوہر :-** جب ملازمہ نہیں ہوگی تو ہم یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔

**استاد :-** گوپال۔ آج تم دیر سے کیوں آئے؟
**گوپال :-** جناب یہ میرا قصور نہیں ہے یہ اس چپراسی کا قصور ہے جو میرے آنے سے پہلے گھنٹی بجا دیتا ہے۔

# جوجٹسو
## جاپان کی قومی جسمانی ورزش

(از قلم جناب جگموہن لال صاحب نگبی۔ اے دہلوی)

جوجٹسو وہ جاپانی ورزش ہے جس نے دُنیا بھر میں مقبولیت حاصل کی اور روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے۔ ہر جاپانی بچے کو شروع ہی میں اس فن کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس سے اس میں خود داری کا مادہ نیز اپنی حفاظت خود کرنے کی طاقت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے

جوجٹسو ہاتھوں اور بازوؤں کی ان حرکات کو کہتے ہیں جن سے مقابلہ والا آدمی بے دست و پا کر دیا جاتا ہے اس فن کو جاننے والا آدمی اپنے آپ کو فوری اور غیر متوقع حملے سے بچا سکتا ہے۔ نیز اپنے دشمن پر بھی حملہ کر سکتا ہے اس فن کی مشق کرتے وقت ایک آدمی حملہ کرنے والا بنتا ہے اور دوسرا اپنے آپ کو بچانے والا اور اس طرح حملہ کرنے والا بچانے والے کا اور بچانے والا حملہ کرنے والے کا پارٹ کرتا ہے۔

جوجٹسو کا دوسرا مقصد جسم کو تیار کرنا ہوتا ہے اور جاپانیوں کا مقولہ ہے کہ جسم کو مضبوط بنانے کے لئے یہ بہترین ورزش ہے۔ بازو اور ٹانگیں تیزی سے حرکت کرتی ہیں۔ اور طاقت کے ساتھ ساتھ جسم میں سرعت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس فن کے ماہر لوگ اس امر پر بھی زور دیتے ہیں کہ اس سے برداشت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور آدمی استقلال حاصل کرتا ہے۔ جسم کے اندرونی حصوں پر بھی کافی توجہ دی جاتی ہے اور اندرونی اعضا کو تکان برداشت کرنے اور سخت جسمانی محنت کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ پھیپھڑے اور پیٹ وغیرہ اس طریقہ سے کافی تقویت حاصل کرتے ہیں اور جسم کے ہر حصے کا عمل ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جسم کا ہر عضو مقابلتاً مناسب نشوونما پاتا ہے بعض طریقوں میں بعض اوپر کا دھڑ کافی مضبوط ہو جاتا ہے۔ لیکن نیچے کے جسم پر توجہ نہیں دی جاتی۔ جوجٹسو میں یہ بات نہیں ہے۔

اکیلے ورزش کرنے میں آدمی کو زیادہ محنت اور تکان محسوس ہونے لگتی ہے۔ وہ جوجٹسو کی مشق کرنے میں دو آدمیوں کے ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں کی اور آدمی کو اس میں ایک دلچسپی سی معلوم ہوتی ہے۔ اور مقابلہ اور ایک دوسرے سے عہدہ برآ ہونے کی آرزو اس فن کی بدولت اس میں ایک نیا شوق پیدا کر دیتی ہے۔ معمولی طور پر اکیلے ورزش کرنے والے لوگ تنگ آ کر اپنے معمول اور جسم کی نشوونما کا خیال چھوڑ بیٹھتے ہیں وہ بات اس فن کی تکمیل میں نہیں ہوتی۔

اصلی جوجٹسو کا شروع شروع میں بغیر ایک تجربہ کار استاد کے سیکھنا مشکل ہے۔ کیونکہ بعض داؤ پیچ اس میں ایسے ہیں جن سے آدمی کا زمین پر گر جانے کا خیال ہوتا ہے۔ اور اسی لئے ایک نو آموز کے لئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ وہ اس میں کافی اعتماد سے کام لے سکے جس طرح ہندو لوگ سادھن کو سیکھنے کے لئے گرو کو تلاش کرتے ہیں اسی طرح جاپانی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جوجٹسو سیکھنے کے لئے ایک استاد کا ہونا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ سیکھ لینے کے بعد جوجٹسو کے داؤ پیچ نہایت دلچسپ اور کارآمد ہوتے ہیں۔ اس فن کا ماہر

(باقی اگلے صفحہ پر)

ازجناب گردش نکہیم پوری

(خاص تیج دہلی کے لئے)

## موت اک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

ہمیشہ سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ دنیا کی ہر ایک چیز فانی ہے، اور ہر ایک جاندار کے لئے موت ایک لابدی امر ہے سطحی طور پر عوام کا یہ خیال درست کہا جا سکتا ہے لیکن اگر اس معاملہ پر غور کیا جائے تو اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ دنیا کی کسی چیز کا وجود نہیں مٹتا اور نہ ہی حقیقتاً کسی جاندار کی موت واقع ہوتی ہے۔ دنیا کی ہر شئے زندہ اور موجود رہتی ہے۔ یہ ایک جداگانہ امر ہے کہ وہ ایک عرصہ کے لئے اپنی زندگی کو معطل کر دے یا اس کی زندگی میں وقفہ ہو جائے اور اپنی ہیئت ترکیبی میں تغیر کر کے از سر نو دوسری زندگی حاصل کر لے۔ دنیا کی کوئی شئے خواہ اس میں کتنے ہی تغیر کیوں نہ واقع ہوں کلیتاً فنا نہیں ہو سکتی۔ صرف ہیئت کے تغیر و تبدل کو موت یا فنا کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ انسان پر جب موت طاری ہوتی ہے تو یہی ہوتا ہے کہ اس کے جسم سے روح جدا ہو کر اپنی اصل میں شامل ہو جاتی ہے، اسی طرح دوسرے اجزا بھی فنا نہیں ہوتے بلکہ اپنی اصل کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور پھر یہی عناصر دوسری زندگی حاصل کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ

**زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترکیب — موت کیا ہے؟ انہیں اجزا کا پریشاں ہونا**

اب تو سائینس نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ اس کا یہ اصول غلط ثابت ہوا ہے کہ بغیر آکسیجن، حرارت، اور برقی طاقت انسان کا زندہ رہنا محال ہے۔ اس سے یہی مطلب تھا کہ ایک جاندار کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اپنے اندر آکسیجن داخل کرتا رہے، کاربن اور پانی خارج کرتا رہے اور اپنے جسم میں حرارت اور برقی طاقت پیدا کرتا رہے۔ ماہرین سائینس کے نزدیک انہیں عناصر کے اجتماع کا نام زندگی تھا لیکن مشاہدات اور واقعات سے اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زندگی کے لئے یہ عناصر چنداں ضروری نہیں ہیں۔

مثال کے طور پر اناج کے دانوں کو لے لیجئے۔ خشک دانوں میں بظاہر زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے ان کے اندر آکسیجن اور حرارت وغیرہ کا اب کوئی عمل باقی نہیں رہتا لیکن بہت عرصہ تک اسی حالت میں رہنے کے باوجود جب ان کو زمین میں بو دیا جاتا ہے تو ان میں زندگی کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں اور وہ اُگنے لگتے ہیں۔ ان سے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گیہوں کے علم میں انہیں درختوں سے اسی قسم کے دانے حاصل کئے جاتے ہیں، یہ وقفہ جس میں وہ خشک اور بیکار پڑے رہے ظاہری موت کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

حیوانات کی زندگیوں میں بھی وقفہ پایا جاتا ہے، بعض قسم کے حیوانات کو اگر بالکل خشک کر دیا جائے تو بظاہر وہ مردہ معلوم ہونے لگتے ہیں اور انہیں زندگی بالکل اسی طرح مفقود ہو جاتی ہے جس طرح کہ دانوں میں، لیکن جب اُن میں نمی اور تری پہونچائی جاتی ہے تو دفعتاً زندگی کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں جن حیوانات کا خون سرد ہوتا ہے وہ عرصہ تک برف میں دبے رہنے کے بعد دوبارہ زندگی حاصل کرتے ہیں مثلاً مینڈک، مچھلیاں، گبریلے وغیرہ، بعض حیوانات عرصہ تک سوتے رہتے ہیں لیکن اس دوران میں انہیں زندگی کے آثار بالکل باقی نہیں رہتے جیسا کہ مینڈک جاڑے اور گرما کے موسم بھر تالاب کے اندر مٹی کی تہ میں دبے پڑے رہتے ہیں اور جوں ہی بارش شروع ہوتی ہے اور تالابوں میں پانی بھرنا شروع ہوتا ہے یہ دوبارہ زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ ایک اور قسم کا مینڈک ہوتا ہے جو اپنی اس زندگی کے وقفہ کو موسم گرما کے ابتدا ہی میں ختم کر دیتا ہے۔ بعض اوقات انسان پر بھی ایسی حالت طاری ہوتی ہے جس میں سارے آثار زندگی غائب ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اسے مردہ تسلیم کر لیا جاتا ہے اور جب اعزہ و اقربا اسے دفن کرنے لگتے ہیں تو دفعتاً وہ پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ بعض صحیح روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کئی کئی ماہ کے بعد قبروں سے زندہ انسان برآمد ہوئے۔

زندگی میں وقفہ کی ایک اور صورت ہوتی ہے جس میں جاندار اپنی جسمانی صورت و شکل بدل کر دوسری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت سے جانداروں پر اس کے مشاہدات کئے گئے اور درست پائے گئے مثال کے طور پر آپ ایک بھنگرے کو پکڑ کر ایک کانچ کی شیشی میں بند کر دیجئے۔ وہ دو تین یوم کے اندر شیشی میں مر کر خشک ہو جائے گا اس کے بعد اسکے جسم پر ایک جالا سا تنا ہوا معلوم

(باقی اگلے صفحہ پر)

# شاہراہِ زندگی

(از جناب کامل لدھیانوی)

(خاص نیرنگ خیال کے لئے)

آفتاب عالمتاب مشرق سے طلوع ہوا۔ اور اپنی سنہری شعاعوں سے دنیا کو منور کرنے لگا۔ ننھی ننھی چونٹیاں اپنے تاریک بلوں سے نکل کر دانے کی تلاش میں چلیں۔ پرندے گھونسلوں سے پرواز کر کے اُس حقیقی کی تعریف و توصیف میں گیت گانے لگے۔ بلبل خوبصورت پھولوں پر بیٹھی اپنے دلکش نغموں سے دُنیا والوں کو خواب غفلت سے بیدار کر رہی ہے۔

لیکن اے انسان تو ابھی تک بستر پر دراز مدہوشی کی نیند سو رہا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ ابھی کافی وقت ہے۔ بے شک ............ کاہل تیرے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن تو نا واقف ہے۔ نہیں سمجھتا کہ تیری زندگی ایک حباب کی مانند ہے جس کی عمر صرف چند لمحے قرار دی گئی ہے

اں! اگر تو بھی دنیا میں زندگی کے زینے کی تلاش میں ہے۔ اور تو یہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہے ...... اگر تو بھی طرح انسان سے بھی رفاقت کا ثبوت دینا چاہتا ہے۔

...... اگر تیرا بھی یہ منشا ہے کہ تو بھی پاکیزہ اور کامیاب زندگی بسر کرے تو آ! ...

مندرجہ ذیل مثالوں کو اپنا دستور العمل بنا۔ پھر دیکھ تو کس طرح کامیاب ہوتا ہے۔

ہر چیز اپنے نقطۂ خیال سے جواب دیتی ہے۔

(۱) گھڑی کہتا ہے:۔ وقت اور ملازمت سے نہ پھسلو۔

(۲) شمع:۔ ہر چیز کا روشن پہلو دیکھو۔

(۳) انجن:۔ کسی سے پیچھے نہ رہو۔

(۴) نقطۂ چین:۔ کوئی چیز اپنے سے ذلیل نہ سمجھو۔

(۵) برف:۔ ہمیشہ ٹھنڈے دل سے کام کرو۔

(۶) زمین:۔ خاکساری اختیار کرو۔

(۷) ہتھوڑا:۔ رہ رہ کر محنت کی ضربیں لگاؤ۔

(۸) پانی:۔ محنت کا پسینہ بہاؤ۔

(۹) جنتری:۔ پابندئ اوقات میں رہو۔

(۱۰) گاڑی:۔ ہمیشہ آگے بڑھو۔

# موت کیا ہے؟

(پچھلے صفحہ سے)

ہوگا۔ پھر چند یوم کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس جالے کو توڑ کر ایک تتلی کی قسم کا پروار کیڑا برآمد ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تتلی اور اس قسم کے اور بہت سے پردار کیڑے اسی طرح کی تغیرات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دوسری زندگیاں حاصل کرتے رہتے ہیں۔

* اب جدید تحقیقات کے ماتحت یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ کوئی چیز فنا نہیں ہوتی بلکہ اس کی ہیئت ترکیبی میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور اس کے اجزا جدا ہو کر کوئی دوسری صورت اختیار کر لیتے ہیں اگر دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت چاہے کہ ایک ذرہ کو فنا کر دیا جائے تو وہ ذرہ معدوم نہیں ہو سکتا۔ مشہور مصنف رائڈر ہیگارڈ لکھتا ہے جو وجود میں ہے وہ عدم میں بھی تھا۔ اور جو مر چکا، ذرہ بھی کبھی مر نہیں سکتا۔ روح کے ابدی دائرے میں زندگی ہے نہ موت، ہاں تمام چیزیں زندہ رہتی ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات وہ سو جاتی ہیں اور فراموش کر دی جاتی ہیں*

(صفحہ [illegible] سے آگے)

[illegible] کا دروازہ تمہارے لئے ہمیشہ کھلا رہیگا

اس کے بعد وسط ۱۹۳۲ء میں ہنڈنبرگ کا انتقال ہو گیا۔ اور ۹۰ فیصدی ووٹوں سے ہٹلر جرمنی کا صدر بھی منتخب ہو جاتا ہے۔

اس کے فوراً بعد ریشسٹاگ یہ طے کرتی ہے کہ ہٹلر تاحیات جرمنی کا صدر اور چانسلر رہیگا اور تمام ذرائع [illegible] بلکہ براہ راست ہٹلر کو جوابدہ ہونگے گویا ہٹلر کی ڈکٹیٹرشپ کی یہاں تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ جرمنی کا مختار کل بن جاتا ہے۔

## ہٹلر کی تحریک

ہٹلر کی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ سوشلزم کے اصولوں پر قائم شدہ جمہوریت کو ختم کیا جائے۔ اور خالص جرمن جمہوریت قائم کی جائے جس میں لیڈر کا انتخاب تو آزادانہ طور پر ہو۔ لیکن پھر وہ سیاہ و سفید اپنی حرکات و سکنات کا تنہا ذمہ وار ہو۔ مخصوص مسائل کا تصفیہ کثرت رائے پر نہ رکھا جائے بلکہ ایک تنہا شخص کے فیصلہ کو تسلیم کیا جائے

۲۵ فروری ۱۹۲۰ء کو اپنی تحریک کا جو پروگرام ہٹلر نے پیش کیا تھا۔ اس کے ۲۵ نکات ہیں۔ لیکن طوالت کے خیال سے ہم انہیں یہاں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ مختصراً ان ۲۵ نکات کو پانچ عناصر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی

(۱) حکومت پر قبضہ

(۲) مارکسزم یا اشتراکیت کا استیصال

(۳) ریاستوں کا اتحاد۔

(۴) ملک کے مختلف اداروں اور قوتوں پر مرکزی حکومت کا اثر۔

(۵) یہودیوں کے خلاف جنگ۔

حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلے ہٹلر نے اشتراکیت کے خلاف جہاد شروع کیا۔ یہ تحریک روس کے سوا ہر جگہ ناکام ہوئی ہے۔ بین الاقوامی مزدوروں کو جرمنی سے بہت کچھ توقعات تھیں۔ لیکن ہٹلر نے وہ سب خاک میں ملا دیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ جرمنی ایک صنعتی ملک ہے۔ اور وہاں کی آبادی نصف سے زیادہ مزدوروں ہی پر مشتمل ہے۔ لیکن کیا یہ ہٹلر کا معجزہ نہیں ہے کہ اس نے مزدوروں ہی کے ہاتھوں مزدوروں کی تحریک کو دفن کر دیا۔

اس تحریک کی مخالفت کے ہٹلر نے اپنی کتاب "میری تحریک" میں تین وجوہ لکھے ہیں۔

(۱) مارکسزم یہودی الاصل ہے اور اسکی تنظیم یہودی سرمایہ کے زیر اثر ہے۔

(۲) اس سے مزدوروں اور سرمایہ داروں میں براہ راست مخاصمت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے

(۳) اس کی وجہ سے کاشتکاروں کا طبقہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔

اشتراکیت کو فنا کرنے کے بعد اس نے ریشسٹاگ کے اتحاد اور مرکزیت کی طرف توجہ کی۔ یعنی فیڈرل گورنمنٹ کی۔ سب سے پہلے ہر فیڈرل گورنمنٹ میں ایک گورنر کی جگہ نکالی اور اس پر قابل اعتماد لوگوں کو مامور کیا۔

ان اصلاحات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرکزی حکومت اور فیڈرل حکومتیں متحد ہو گئیں۔ اور دوسری حکومت جاتی رہی۔ اب تک فیڈرل حکومت امریکہ کے سوا کہیں کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ لیکن اس کے جغرافیائی حالات جدا ہیں

اس کے بعد قومی اداروں کی طرف توجہ کی گئی ریشسٹاگ کے صدر سے لیکر میونسپلٹی کے ممبر۔ پولیس کے افسر اعلیٰ اور دیگر اہم ذمہ وار عہدوں پر ایسے لوگ مقرر کئے گئے جن پر نازیوں کو کامل اعتماد تھا۔ چائنہ ہیٹ اداروں شفاخانوں۔ کارخانوں جہاز کمپنیوں اور بنیادی تنظیموں پر بھی نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے لوگ مامور کئے گئے۔ تاکہ ہر جگہ ایک ہی خیال اور ایک ہی جذبہ جاری اور ساری رہے

آخری چیز یہودیوں کے خلاف جنگ تھی۔ ہٹلر اس کی تین وجوہ بیان کرتا ہے۔

(۱) نسلی مسئلہ

(۲) مختلف اقوام کے معاملہ میں یہودیوں کا اثر

(۳) سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں یہودیوں کا دخل۔

نسلی مسئلہ میں ہٹلر کا خیال ہے کہ ایک قوم جب ہی مضبوط بن سکتی ہے کہ وہ خالص النسل ہو قدیم تاریخ سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہیلوں کی اعلیٰ نسل کی طاقت اس وقت بالکل ختم ہو گئی جب اس میں غیر ملکی عناصر بڑھ گئے یا ہو مر کے کردار ختم ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی یونانی قوم کی روح ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئی۔ اسی بنا پر اس کا خیال ہے کہ اس وقت گو تھے اور شیلر کی روح جرمن قوم میں سے فنا ہو رہی تھی۔

جرمنی میں یہودیوں کے غلبہ کا اندازہ ذیل کے اعداد سے ہو سکے گا۔

برلن میں ۰۰ ۵۳ وکلا رہتے جن میں ۲۰۰۰ یہودی تھے۔ برلن یونیورسٹی کے میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں بجز ایک کے سب یہودی پروفیسر تھے۔ برلن

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہندوستان

کی

نہایت

پینے کی شے

## (از پچھلے صفحہ سے)

میں پرائیویٹ ڈاکٹروں ۵۲ فیصدی یہودی تھے۔ تھیٹروں کے ۲۳۴ ڈائرکٹروں میں سے ۱۱۸ یہودی تھے ۹۲ تھیٹروں میں سے ۲۳ ان کے الخت تھے۔ گذشتہ چند سال میں جتنے ڈرامے دکھلائے گئے ان میں ۷۵ فیصدی یہودی مصنفین کے لکھے ہوئے تھے۔ اخبارات و مطابع پر۔ اور بنکوں اور کمپنیوں میں بھی یہودی حاوی تھے

ہٹلر نے ان کا استیصال کرنا شروع کیا۔ ان سرکاری عہدوں سے برطرف کیا۔ آزاد پیشے مثلاً وکالت۔ معلمی۔ ڈاکٹری۔ انجنیری وغیرہ سے بھی سبکدوش کیا۔ شہریت کا حق ان سے چھین لیا اور انہیں بطور بدیشی ان کے رہنے کی اجازت دی۔ البتہ جن یہودیوں نے جنگ کے زمانہ میں ملک کی کوئی خدمت کی تھی ان کے ساتھ مراعات کیگئیں۔

مضمون کافی طویل ہوگیا ہے لیکن دو ایک باتیں مختصراً عرض کئے بغیر ختم کرنا مناسب نہیں ہے ۱۰ اردسمبر ۱۹۲۶ء کو جرمنی لیگ اقوام میں شامل ہوا تھا۔ اس نے لیگ کے سامنے اپنے مطالبات بار بار پیش کئے اور بہت کچھ اسے توجہ دلائی۔ لیکن جب اس کی آواز نقارخانے میں طوطی کی صدا ثابت ہوئی تو مجبور ہوکر اس نے تاوان جنگ ادا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اور لیگ اقوام سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اور اپنی تنظیم خود شروع کردی۔

جرمنی کا سب سے پہلا مطالبہ یہ تھا کہ اسے فوجی مساوات دی جائے تاکہ سیلح قوموں کے درمیان وہ اپنی مدافعت کرسکے۔ اور اس کا ہستی خطرہ میں نہ پڑجائے۔

دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ علاقہ سار واپس کیا جائے تیسرا مطالبہ نو آبادیات کی واپسی تھی۔ اور چوتھا آسٹریا کا اتحاد۔ وہ فی الحقیقت آسٹریا کو محکوم تو نہ کرنا چاہتا تھا لیکن یہ بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ مسولینی اس کے معاملات میں حاوی ہے۔ اس کا مطالبہ یہ تھا کہ آسٹرین نسل۔ زبان۔ تہذیب وغیرہ کی بنا پر جرمنی سے قریب تر ہیں۔ اسلئے ان کو موقع دیا جائے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے مناسب حال خود اپنی حکومت تجویز کرسکیں۔

جرمنی کی خارجی پالیسی ہے کہ وہ صلح نامہ کی تجدید کرکے اپنی مشرقی سرحد کے متعلق مناسب فیصلہ کرائے۔ اس سلسلہ میں وہ روس اور فرانس کے مقابلہ میں برطانیہ اور امریکہ کی دوستی کو ترجیح دیتا ہے۔

معاہدہ ورسائی کی رو سے جو ایک لاکھ فوج رکھنے کا اسے اختیار دیا گیا تھا وہ سب اکیسوں پر مشتمل تھی۔ اس فوج کو اس نے رفتہ رفتہ بڑھاکر ۱۱ لاکھ تک پہنچا دیا۔ اور اس اعلان کی رو سے جس کا ہم شروع میں تذکرہ کرچکے ہیں اس نے بری بحری اور ہوائی مدافعت کے لئے تمام قوم پر فوجی تعلیم لازمی کردی ہے اس طرح پہلا مطالبہ تو اسکے خود پورا کرلیا سار کا مسئلہ حل ہوہی چکا ہے۔ باقی معاملات کے متعلق دیکھئے وہ کیا صورت اختیار کرتے ہیں۔

---

## ۱۹۳۵ء کی نئی ایجاد — ..... کا حجام

..... ریزر داڑھی بنانے کے لئے ..... نے تیار کیا ہے۔ نہایت خوبصورت بکس میں ۱۰ بلیڈ زکیساتھ بند ہے۔ اور قیمت صرف ۱۲ اپنے شہر کے سوداگروں سے طلب کریں یا پتہ ذیل سے منگائیں ..... ہونے کے لئے محصولڈاک فری۔ سوداگروں کو خاص رعایت دیجائیگی۔ ہر شہر کے لئے ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

ڈسٹری بیوٹرز:— زیڈ۔ ایچ۔ شفیق اینڈ کو بازار فتحپوری دہلی

---

## شہنشاہی ریکارڈ کمپنی نے شائقین گراموفون کے مذاق کیمطابق خاص ریکارڈ اپنے دہلی

SHAHENSHAHI RECORDS
Electrically Recorded

SHAHENSHAHI RECORDS
Electrically Recorded

کے سٹڈیو میں تیار کرائے ہیں، گذشتہ ماہ کے نمبر ۶۶۶ سے شائقین سے اندازہ لگالیا ہوگا۔ ماہ اپریل میں دہلی کے مشہور ایمیچر مغنی مسٹر نورالعارفین "پریمی" کا ریکارڈ جاری کیا ہے۔ شائقین جلد خریدیں۔ کہیں ۶۶۶ کی طرح سٹاک ختم ہوجانے پر کچھ عرصہ بیتابی سے انتظار کرنا پڑے۔

**مسٹر نورالعارفین (پریمی) ایمیچر (دہلوی)**

| نمبر | ریکارڈ | |
|---|---|---|
| NA 668 | میں تو داسی بنی / موری ہریالی ٹھونٹ کھول | بھجن سہاگ / ٹھمری سہاگ |

**سراج احمدخان دہلوی**

| نمبر | ریکارڈ | |
|---|---|---|
| 669 | میں طفلی سے ہوں عاشق / نہیں ہے آسرا کوئی ہمارا | نعت / نعت |

**افضل حسین نگینہ**

| نمبر | ریکارڈ | |
|---|---|---|
| 670 | ماللیا بندہن باندھو / دیکھو شام نہیں آئے | درباری / پیلو |

**ماسٹر رحمت دہلوی**

| نمبر | ریکارڈ | |
|---|---|---|
| NB.329 | اس کا شیدائی ہے کوئی / ہے کام مٹکا میرے ساقی | قوالی / قوالی |

**حسین پارٹی**

| نمبر | ریکارڈ | |
|---|---|---|
| NA 656 | قاتل سے دم ذبح یہ فرماتے تھے سرور / افسوس نہیں ..... کا شام میں جانا | مرثیہ / " |
| NA.666 | نبی کی آل تہ تیغ دبائی جاتی ہے / اکبر نے دم نزاع شبیر کو پکارا | " / " |

**ماسٹر ممتاز اینڈ پارٹی (دہلی سنگنگ پارٹی)**

سیٹ مرثیہ معہ خوشنما بکس ۴ ریکارڈوں میں ۶۵۵ سے ۶۶۶ تک قیمت صرف ...
سیٹ نور ایمان عرف وفادار معشوق معہ خوشنما بکس ۵ عدد ریکارڈ قیمت صرف ...
سیٹ پرتھوی راج چوہان مکمل ڈرامہ معہ خوشنما بکس ۵ عدد ریکارڈ قیمت صرف ...

شائقین گراموفون کی خوشنودی کے لئے مکمل ڈرامہ "اندرسبھا" جسمیں ماسٹر ممتاز نے گلفام کا پارٹ کیا ہے، عنقریب ہی آرہا ہے۔ انتظار کیجئے۔

معزز حضرات، اگر آپ اپنے ریکارڈوں کو اچھی حالت میں رکھنا چاہتے ہیں، تو صرف شہنشاہی سوئیاں جو فولاد کی بنی ہوئی ہیں، استعمال کیجئے۔

المشتہر

## دی ٹاکنگ پکچر ریکارڈ کمپنی کلکتہ و رنگون

دہلی ڈسٹری بیوٹرز:— انڈین گراموفون ہاؤس ..... گراموفون کمپنی لیمٹڈ چاندنی چوک دہلی

---

---

## پت منتر یکصد روپیہ انعام

جس کام کو آپ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے نہیں کرسکتے اسے اس منتر کو صرف سات بار پڑھ کر بجالاسکتے ہیں کسی اکابت یا کبٹرے کی بالکل ضرورت نہیں پڑتی اس منتر کو سدھ کرکے جس معشوق کے خواہاں ہوں وہ کیسا ہی سخت دل اور مغرور کیوں نہ ہو آپ سے ملنے کے لئے تڑپنے لگیگی اور ہمیشہ آپ کی تابعدار رہیگی اس منتر سے قسمت کھلجاتی ہے نوکری جلد ملتی ہے ..... اس کے ہمراہ ..... مشکلات کو فوراً رفع کرتا ہے یہ منتر وی پی کے ذریعہ بھی بھیجا جائیگا ڈاک خرچ بالکل معاف ہے غلط ثابت کرنے پر مبلغ یکصد روپیہ انعام۔

پتہ منتر آشرم نمبر ۲ پوسٹ آفس ..... سرائے .....

# ہفتہ کی اہم خبریں

احمد آباد میں عید کی نماز کے بعد کسی معمولی بات پر فریقین میں باہمی جھگڑا ہو گیا جس میں دس غریب مجروح ہو گئے۔ پولیس موقعہ پر پہنچ گئی۔ اور صورت حالات پر قابو حاصل کر لیا گیا۔

جو منی کے صدر ہر ہٹلر نے جبریہ بھرتی کا جو اعلان کیا ہے اس سے فرانس۔ اٹلی اور دیگر حلقوں میں بڑی تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ اور اس اعلان پر جرمنی میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

منڈی پور میں پولیس کی ایک موٹر لاری کا درخت سے تصادم ہو گیا۔ جس سے تین سپاہی فوراً ہلاک ہو گئے۔ ایک بعد کو مر گیا اور دو کانسٹیبل بری طرح مجروح ہوئے۔

پیرتی ضلع میرٹھ کی اطلاع ہے کہ وہاں ایک ہریجن چار کو روز روشن میں ہلاک کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ متوفی کو کنوئیں میں دھکا دے دیا گیا جس سے وہ مر گیا۔

شری سیتا رام صاحب بٹو۔ دھلی کو اس پچاس روپیہ جرمانہ کی عدم ادائیگی کے سلسلہ میں گرفتار کر لیا گیا جو چھ ماہ کی قید کے ساتھ آپ پر کیا گیا تھا اور کہ جسے آپ نے ادا نہیں کیا تھا۔

ہندوستان کے آئیندہ وائسرائے کے متعلق قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ نہیں ممکن ہے کہ قرعہ انتخاب جنرل سمٹس کے نام پڑے۔ اگر کسی وجہ سے آپ نے انکار کر دیا تو پھر سر جان اینڈرسن ہندوستان کے آئیندہ وائسرائے بنائے جائیں گے۔

سٹی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا پہلا اجلاس ۲۴ ار اور ۲۵ ار اپریل کو جبل پور میں ہوگا۔ جب کہ صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد اپنے دورہ کے سلسلہ میں وہاں پہنچیں گے [illegible] ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بھی انہیں دنوں میں وہاں ہوگا۔

ہردوار میونسپل کمیٹی کے سکرٹری نے جس طرح پر پلیٹ فارم سے قومی جھنڈا اکھڑوا دیا ہے اس کے خلاف ہردوار کے قوم پرست حلقوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

جہلات ناتھ رام کے قاتل عبدالقیوم کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا ہے۔ نعش اس کے والدین کے سپرد کر دی گئی۔ اطلاع ملنے پر مسلمانوں کا ایک بہت بڑا ہجوم قبرستان میں جمع ہو گیا۔ اور جنازے کا جلوس نکالنے پر اصرار کیا۔ پولیس نے نقص امن کے اندیشہ سے قلعہ سے جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی۔ اس پر سنگباری کی۔ فوج طلب کر لی گئی۔ اور مجمع کو منتشر ہونے کے لئے کہا گیا۔ مگر جب مجمع منتشر نہ ہوا تو پولیس نے گولی چلا دی۔ جس سے تقریباً تیس آدمی ہلاک۔ اور ڈیڑھ سو کے قریب زخمی ہوئے۔

برسلز کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت بلجیم مستعفی ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ ابھی معلوم نہیں ہو سکی۔

بہار ملز بمبئی کے آٹھ سو مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی گذشتہ ماہ کی اجرت فوراً ادا کی جائے۔ منتظمان مل نے کارخانہ بند کر دیا۔ نیز اجرتوں کی ادائیگی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

بناس کے قریب پہاڑی علاقہ پر واقع ایک موضع میں محکمہ آبکاری نے چھاپہ مارا جہاں سے دو بھری ہوئی بندوقیں۔ دو ڈبے بارود اور بندوق کا بہت سا سامان برآمد ہوا۔ کارتوسوں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری بھی ملی۔

نانکن کی حکومت جاپانی افواج کی امداد سے آئیندہ موسم گرما میں کمیونسٹوں کے خلاف ایران اور کونان میں جہاد شروع کر دے گی۔ جنرل چیانگ ایک زبردست حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جاپان سے نانکن کی حکومت کو مزید امداد کی امید ہے۔

سیشن جج بریلی نے میتن گراہ ڈکیتی کیس کا فیصلہ سناتے ہوئے ملزمان کو سات سات اور چار چار سال قید اور جرمانہ کی مختلف سزائیں دیں۔

ہولی کے سلسلہ میں کلکتہ کی مختلف گلیوں سے تقریباً تین سو آدمی گرفتار کئے گئے۔ اور انہیں ایک روپیہ سے لے کر پانچ روپیہ تک جرمانہ کی سزائیں ہوئیں۔

کیونکہ ابھی تک انڈین کیونل ایوارڈ کے واسطے انگلستان کو روانگی کے پورے انتظامات نہیں ہوئے [illegible] اپریل کے شروع میں ولایت جائے گا۔

۲۰ مارچ کو صبح ۷ بجے مسٹر تصدق احمد خاں شیروانی اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی لاش بذریعہ موٹر لاری علیگڑھ پہنچائی گئی۔ آپ کو گردن توڑ بخار ہو گیا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے

وزیر خارجہ فرانس نے جنرل سکرٹری لیگ آف نیشنز کو ایک تار ارسال کیا ہے جس میں لیگ کی توجہ جرمنی میں جبریہ بھرتی کے [illegible] کی طرف مبذول کرائی گئی ہے اور کہا ہے کہ جرمنی نے بین الاقوامی معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔

## ضرورت منیجر

ایسٹرن ٹاکیز ہیڈ آفس کرنال کے لئے ہمیں ایک نہایت قابل، ہوشیار محنتی اور دیانتدار اور تجربہ کار منیجر کی ضرورت ہے، جو سینما اور فلموں کے متعلق ہر کام کو بخوبی انجام دے سکے، تنخواہ حسب لیاقت و قابلیت دیجائیگی۔ امیدوار صاحب پتہ ذیل پر اپنے مفصل حالات سے اطلاع دیں،

پروپرائیٹر ایسٹرن ٹاکیز کرنال پنجاب

---

صرف | Rs. 8/23 | میں

بروقت شادی امداد و دیگر پانچ فوائد حاصل کریں
قابل ایجنٹوں کی تنخواہ و کمیشن پر ضرورت ہے

## لکشمی تمبول GIFT سرٹیفکیٹ

صرف ایک روپیہ چار آنہ خرچ کرکے حاصل کریں
بوقت شادی پانچ روپیہ سے لیکر سو روپیہ تک امداد کی توقع
تفصیل کے لئے پتہ ذیل پر لکھیں

دی لکشمی بانڈز کارپوریشن لمیٹڈ لاہور

---

## نوچندی سنہ ۱۹۳۵ء

شمالی ہندوستان کا مشہور و معروف میلہ
۳۱ مارچ سے ۱۰ اپریل تک

### خصوصیات

مشتہری کو خاص بازار ... مویشیوں کی نمائش پھولوں کی نمائشیں، زراعتی نمائش ... سرکس وغیرہ ... داخل ... سابقہ ... اس کے خلاف جو شہرت پھیلائی جارہی ہے ... محصول سے بری رہیں گے!

سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ میرٹھ

---

## فلمستان

# روس کی صنعتِ فلم سازی

(از مسٹر ظفر قریشی بی۔ اے۔ دہلوی)
(خاص تیج دہلی کے لئے)

پچھلے چند ہفتوں میں ہندوستان کی صنعتِ فلم سازی اور اس کے تعلقات کی بابت متعدد پہلوؤں سے گفتگو کی جا چکی ہے۔ اس ہفتہ ہم تیج دہلی میں ہندوستان سے باہر کی صنعتِ فلم سازی کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں کے وابستگانِ فلم کو بیرونی نگارخانوں کا علم بہت کم ہے اور فلمی دوست اس امر سے واقف نہیں کہ دوسرے ممالک نے اس صنعت میں کتنی ترقی کر لی ہے اور مزید تبدیلیاں کس طرح عمل میں آ رہی ہیں۔ انگلستان اور امریکہ کی اطلاعات گاہے گاہے اخبارات میں آتی رہتی ہیں لیکن روس جرمنی اور انگلستان کے نگارخانوں کی حالت اور وہاں کے فلمستان کی کیفیات بہت کم اردو اخبارات میں چھپتی ہیں۔ ہم وقتاً فوقتاً اس قسم کی اطلاعات و معلومات اپنے فلمی دوستوں کے لئے پیش کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس ہفتہ ہم "روس کی صنعتی ترقی" پیش کرنا چاہتے ہیں۔

روس کا بہترین نگارخانہ جو اس وقت تمام یورپ میں بھی بہترین اور وسیع ترین نگارخانہ تسلیم کیا جاتا ہے "کیف سینما سٹوڈیو" ہے۔ یہ نگارخانہ ۱۹۲۸ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اس کے ماتحت کئی نگارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ اس وقت روس کی صنعتِ فلم سازی در اصل اسی عظیم الشان سلسلہ کا نتیجہ ہے۔ یہ کیف نگارخانہ (Kiev) اشتراکیت کے تمام پروپیگنڈے کا مرکز ہے۔ اس میں خاموش فلمیں بنانے کے لئے ایک بہت بڑا احاطہ اور مختلف چھوٹے بڑے ہوسنے ہیں۔ مشینیں۔ فوٹو کے آلات۔ رنگ کے کارخانے پوشاک کے کمرے وغیرہ وغیرہ جو ضروری ہیں سب وہیں ملتی ہیں۔ یورپ کی بہترین ساخت کی چیزیں۔ بجلی کے آلات اور دیگر سامانوں کی عمدگی اور پختگی اور انواعات کے اعتبار سے یورپ کا کوئی نگارخانہ کیف سینما سٹوڈیو کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یہ نگارخانہ در اصل اس سرکاری سکیم کا نتیجہ ہے جو لینن، سوویٹ روسٹان سوبٹ حکومتوں نے تیار کی تھیں۔ روس کی ساری پروپیگنڈہ پر منحصر ہو گئی ہے اور اس نگارخانے کے فلموں کے ذریعہ حکومت مہیا پروپیگنڈا کرتی ہے اور اس سے روس کے نوجوانوں میں بیداری پیدا کرتی ہے اس کا حال آئندہ بتایا جائے گا۔

روس میں جس طرح اور چیزیں سخت پابندی اور سرکاری نگرانی میں عمل میں آتی ہیں۔ اسی طرح سینما کی صنعت پر بھی بالشویکی حکومت کا اثر ہے۔ اس نگارخانہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ تمام تر سرکاری محکمہ کا ہی کام معلوم ہوتا ہے۔ دوسری فلم کمپنیاں بھی سرکاری اثر اور نقطۂ نظر کو پیش کرنے کے لئے مجبور ہوتی ہیں اور کوئی منظرنامہ (سینریو) یا فلمی افسانہ بغیر سرکاری احتساب کے ڈائرکٹروں کے پاس نہیں بھیجا جا سکتا۔

اس نگارخانہ کے ذریعہ مزدوروں کی حالت دکھائی جاتی ہے۔ اس کا ہر فلم کسی نہ کسی مخصوص روسی مسئلہ کے لئے وقف ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت۔ روسی نوجوں کی تنظیم اور بالشویکی حکومت کے کارناموں کو دیہات کے لئے دکھانا ان فلموں کا خاص موضوع بحث ہوتا ہے۔ اشتراکی حکومت کے خیالات کو پیش کرنا اور اشتراکیت کی حمایت میں فلم بنانا اس نگارخانے کا خاص کام ہے۔

اشتراکیت کے مخالف جراثیم بھی روس میں کسی نہ کسی قدر موجود ہیں۔ اور وہ بھی فلم کے ذریعہ کچھ نہ کچھ پروپیگنڈا کرتے ہی رہتے ہیں۔ ان پابندیوں کے باوجود روس کی "یوکیسرین فلم سٹوڈیوز" نے دو چار "قابلِ اعتراض" فلم بنا ہی ڈالے۔ مثلاً "کا بیلوک" (ایک باغی لیڈر کا نام) یا "جلاد" "قیامت کی جھلک"۔ "المری حکم" وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ فلمی صنعت بڑی حد تک روسی اقتدار کا شکار ہے اس لئے آرٹسٹ کی وہ بے پناہ رعنائیاں جو صرف آزادیٔ فکری اور وسعتِ عمل سے ہی پیدا ہو سکتی ہیں روسی فلموں میں مفقود نظر آتی ہیں اس باب میں امریکہ کی مثال قابلِ تقلید ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

## دھلی نمائش کی چند مشہور دکانوں کے فوٹو۔

جی۔ ایس۔ بھارتی اینڈ کمپنی دھلی۔

اِس سٹال پر هندوستان کی مشہور سویسٹکا آئل ملز اور الومبک کیمیکل کی اشیا هیں۔

امرت انجن ڈپو

یہ سٹال بومبئی کے مشہور پینٹنٹ بام امرت انجن کی ہے۔

اِس سٹال پر هندوستان کا مشہور ریشم اور گوتریج کا مشہور صابن ملتا ہے۔

آیورویدک فارمیسوٹیکل کمپنی لمیٹیڈ لاهور

اِس سٹال پر لاهور کی مشہور ایورویدک ادویات هیں

الہلال کا ایک سین

دو گھڑی کی موج

Printed & Published by Dharam Pal Gupta at the "Pal" Press ...

The TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

No 19 DELHI 1st APRIL 1935, V No 13

2 ANNAS

# ہے حاضر

ہندوستان کی
پیدا شدہ
بہترین
خالص ترین
بہت سستی
نہایت تروتازگی بخش
پتی کی

ایک پیالہ چائے

کروڑوں آدمی ہندوستان کی چائے کا لطف اُٹھا رہے ہیں۔ کیا آپ بھی استعمال کرتے ہیں؟

# ارنڈی کے پتوں ــــ ریشم کی کاشت

## ایک پُر منافع گھریلو صنعت

(از قلم مسٹر ایس۔ کے۔ کول سلک اکسپرٹ دہلی)

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

مسٹر ایس۔ کے۔ کول سلک اکسپرٹ نے جو نہ صرف چین۔ جاپان اور امریکہ میں جا کر سلک کی صنعت کا مطالعہ کر کے آئے ہیں بلکہ ہندوستان میں بھی مختلف صوبوں میں کافی عرصہ تک ذمہ دارانہ حیثیت سے کام کر چکے ہیں اور اس لائن کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ ہماری درخواست پر صنعت سلک پر مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ گھریلو صنعتوں میں دلچسپی رکھنے والے ناظرین اس سے ضرور فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات معرفت "تیج دیکلی" دستیاب ہو سکتی ہیں۔ (ایڈیٹر)

ریشم تیار کرنے والے کیڑوں کی طرح یہ کیڑا بھی ارنڈی کے پتے کھا کر ریشم تیار کرتا ہے۔ اس کی پرورش آسان ہے۔ اور عام طور پر مستورات اور بچے اپنی خانگی کاموں کے ساتھ ساتھ اس کی پرورش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے پالنے کے لئے کسی خاص مکان کی ضرورت نہیں بلکہ رہائشی کمروں میں سے ایک کمرہ میں بانس کی مچان بنائی جا کر بانس کی معمولی ٹوکریوں میں پرورش کی جاتی ہے جو چند ہفتوں میں ریشم تیار کر دیتے ہیں۔ عام طور پر اس کی سال میں چھ سات فصل کی جاتی ہیں لیکن زیادہ گرم مقامات پر ایک دو فصل کم ہوں گی۔ ایک معمولی پونجی کا آدمی بھی گھر بیٹھے ایک اچھا آمدنی کا ذریعہ پیدا کر سکتا ہے۔ خصوصاً پردہ دار مستورات اس دستکاری سے اپنی گزر اوقات اچھی طرح کر سکتی ہیں۔ اس کے ریشم کا کپڑا سوت واُون سے بھی مضبوط ہونے کے باعث اس کی مانگ میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے بلکہ ممالک غیر میں بھی ایک کافی تعداد میں غنچہ ابریشم جاتا ہے۔ آسام۔ بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ جیسے ممالک میں اس کیڑے کی پرورش گھر گھر میں ہوتی ہے۔ اس میں بہت سی خوبیوں کے علاوہ ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جانور کو غنچہ ابریشم میں مارنا نہیں پڑتا ہے بلکہ تیتری کی شکل میں بن کر خود بخود باہر نکل آتا ہے جس کی وجہ سے ہر فرقہ اور مذہب کے لوگوں میں ثابت قدمی سے مقبول ہو رہا ہے۔

**کیڑے کی کاشت** (اوزار یا سامان) کیڑے کو پالنے کے لئے بانس کی یا کسی دوسری چیز کی معمولی ٹوکریاں۔ اور اُن کو رکھنے کے لئے بانس یا لکڑی کی مچان اور آم یا کسی دوسرے درخت کی موٹی ٹہنیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب سامان بہت تھوڑے خرچ میں تیار ہو جاتا ہے جو کئی سال تک متواتر کام میں لایا جا سکتا ہے۔

**خوراک** ارنڈی کا پتا کیڑے کی خوراک ہے۔ یہ درخت ایک مشہور درختوں میں سے ہے جس کو ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ اس کی کاشت عام طور پر جون جولائی میں پہلی بارش کے بعد ہی یا ماہ اکتوبر میں کی جاتی ہے۔ قریباً دس ثار بیج تین بیگھہ (ایک ایکڑ) زمین میں ڈالا جاتا ہے اور کاشت سے قریباً تین ماہ کے بعد کیڑے کی پرورش شروع کی جا سکتی ہے۔ ایک ایکڑ (تین بیگھہ) زمین سے عام طور پر ۷۵۰۰ من پتی سبز اور قریباً دس من بیج ارنڈی حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک اونس کیڑوں کی پرورش کے لئے ایک مرتبہ میں قریباً دس من پتوں کی ضرورت ہوگی۔ اس درخت کی کاشت قریب قریب ہر ایک جگہ ہو سکتی ہے۔ ان درختوں کو ایک لائن میں کاشت کرنے میں پتوں کے توڑنے میں آسانی رہتی ہے۔ اخراجات کا تخمینہ قریباً [illegible] روپے کیا جاتا ہے۔

**ریشم کا کیڑا** اس کیڑے کی پرورش رہائشی مکان میں ہوتی ہے جو انڈے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا انڈا سرسوں کے بیج کے برابر اور تقریباً گول اور کچھ چپٹا سا ہوتا ہے۔ تازے انڈوں کا رنگ چمکیلا سفید رنگ کا ہوتا ہے لیکن جب اس میں سے کیڑے نکلنے والے ہوتے ہیں تو اس کا رنگ قدرے سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ انڈوں سے بچے حاصل کرنے کے لئے خاص گرمی مہیا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عام طور پر ایک معمولی کاغذ یا کپڑے کے ٹکڑے پر پھیلا دیئے جاتے ہیں اور خود بخود ہفتہ عشرہ میں انڈے پھوٹ جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کی لمبائی قریباً ایک انچ کا چھٹا حصہ ہوتی ہے ان کو ارنڈی کے درخت کی نرم نرم کونپلیں دی جاتی ہیں اور چند منٹ کے بعد ہی کاغذ یا کپڑے کے ٹکڑے پر سے ٹوکریوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے حسب ضرورت ان کو پتیاں دن میں چار پانچ مرتبہ مہیا کئے جانے پر موسم گرما میں قریباً تین ہفتہ میں اور موسم سرما میں قریباً پانچ ہفتہ میں پورے بڑے ہو جاتے ہیں جن کی لمبائی قریباً ۳½ انچ ہو جاتی ہے اور پھر شربتی رنگ ہو جانے پر وہ اپنی خوراک کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کیڑے ریشم بنانے کو تیار ہو گئے ہیں چنانچہ اُن کو کسی درخت کے پتوں میں جو موٹے ہوں ڈال دیا جاتا ہے جہاں وہ اپنے جسم کے اوپر ریشم کا خول چڑھا کر اندر بند ہو جاتے ہیں اور ایک عرصہ تک اس کے اندر رہ کر تیتری کی شکل میں تبدیل ہو کر خود بخود کاٹ کر باہر نکل آتے ہیں۔ اس خول کی جس کو غنچہ ابریشم کہتے ہیں لمبائی قریباً ۱-۱¾ انچ اور موٹائی قریباً ¾ انچ ہوتی ہے۔ جب تیتری کی شکل میں نکل آتے ہیں تو ان کو اڑنے نہیں دیا جاتا ہے بلکہ آئندہ نسل کے لئے انڈے لئے جاتے ہیں۔

اُن کو رہا کر دیا جاتا ہے۔

کیڑوں کی صحت اچھی رہنے اور فصل اچھی لینے کے لئے حسب ذیل احتیاط کی ضرورت ہے:-

(۱) کیڑوں کو عمر کے لحاظ سے پتی دی جانی چاہیئے یعنی چھوٹوں کو چھوٹی اور بڑوں کو بڑی پتیاں دی جاتی ہیں۔

(۲) سخت اور باسی پتی کھلانے سے کیڑوں کی صحت پر خراب اثر پڑتا ہے۔

(۳) تازہ پتی ہمیشہ دیا جانا مناسب ہے۔

(۴) کیڑوں کا بستر روزانہ صاف کیا جانا چاہیئے۔

(۵) موسم گرما میں زمین کو پانی سے تر کئے جانے سے کمرہ ٹھنڈا رہے گا۔

(۶) زیادہ تعداد میں کیڑے ایک ٹوکری میں نہ رکھے جائیں۔

(۷) کیڑوں کو زیادہ چھونا نہیں چاہیئے۔

(۸) کیڑے چار مرتبہ اپنے جسم پر سے کینچلی اتارتے ہیں۔ اس وقت ان کو کھانا نہیں دینا چاہیئے۔ اور نہ ان کو چھونا چاہیئے۔

(۹) ایک عمر کے کیڑے ایک ٹوکری میں رکھنے چاہئیں۔ قریباً ۳۰۰۰ سبز اور قریباً ۲۳۰۰ خشک، غنچہ ابریشم کا وزن ایک سیر کے قریب ہوتا ہے۔ جب تیتری غنچہ ابریشم میں سے نکل آتے تو اُن سے آئندہ فصل کے لئے انڈے لئے جا سکتے ہیں نر کا جسم پتلا اور مادہ کا جسم موٹا ہوتا ہے۔

ایک عورت اور لڑکا یا لڑکی ایک اونس کیڑوں کی پرورش بآسانی کرتے ہیں۔

**پیداوار** ایک اونس کیڑوں کی ایک سال پرورش کرنے پر ایک من خشک غنچہ ابریشم تیار ہوتا ہے۔ جس کی قیمت آجکل ۴۰-۴۵ روپے ہوتی ہے۔ اور تین بیگھہ زمین میں سے قریباً دس من تخم ارنڈی پیدا ہو جاتا ہے جس کی قیمت قریباً ۴۰ روپے کے ہوگی۔ اس حساب سے ایک سال میں ایک اونس سے ۸۵ روپے آمدنی ہوگی اور خرچ کاشت ارنڈی و قیمت تخم ابریشم کو مہیا کرنے پر قریباً ۶۰-۶۵ روپے بچتے ہیں۔

ایک من غنچہ ابریشم میں سے ۲۵ تار کے قریب ریشم کا تاگا نکلتا ہے۔ اور اس ریشم کے تاگے کو نکالنے میں قریباً تین روپے فی سیر کے حساب سے صرف ہوگا۔ اور یہ تاگا بآسانی ۷۵ روپے میں فروخت ہو سکتا ہے اس ۲۵ تار ریشم کے تاگے سے قریباً ۵۰ گز لمبا اور ۵۴ انچ چوڑا کپڑا بنایا جا سکتا ہے اور یہ کپڑا ۲۷۵ روپے میں فروخت ہو سکتا ہے۔

**کیڑے کے دشمن** چڑیا۔ چیونٹی۔ چوہے وغیرہ اس کے دشمن ہیں چوہوں کے لئے چوہے دان یا چوہے مارنے کی دوا استعمال کی جاتی ہے اور چیونٹیوں کے دفعیہ کے لئے مچان کی نچلی ٹانگوں میں ڈامبر لگا دینا چاہیئے۔ ان کیڑوں میں بھی دوسرے کیڑوں کی طرح چند ایک بیماری ہو جاتی ہیں لیکن اصول کی پابندی کرنے پر بیماری پیدا ہونے کی کم امید ہے۔

ریشم کی کتائی معمولی چرخے پر سوت واُون کی طرح سے ہوتی ہے۔ اور کپڑا دیہات کا جولاہہ اپنی کھڈی پر

(باقی صفحہ [illegible] پر)

## اشارات

## آئینۂ خیال

(پہلے صفحہ سے)

## چٹکیاں

الیاب ریاست کے وزراء کا جلسہ پھر ہوا جس میں فیڈریشن کا عقیدہ دہرایا گیا۔ اس شرط پر کہ فیڈریشن کا آئین ان کے لئے قابل قبول بنایا جائے مگر سر سموئیل ہور کوہ ہمالیہ کی طرح ایک انچ بھی اپنی جگہ سے کھسکنا نہیں چاہتے۔ بس اُن کے پاس تو تمام امراض کی ایک دوا ہے۔ اور وہ ان کا پسندیدہ آئین ہے۔ لیکن یہ نسخہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک خوراک میں نہ مرض رہے نہ مریض۔

---

مشہور جسٹس ڈیگلن نے الی دوڈ کی ایک فلم اسٹار کے متعلق جس نے طلاق کے معاملہ میں دُنیا کا ریکارڈ مات کر دیا تھا اور نو دس شوہروں کی بیوی رہ چکی تھی ایک لطیفہ بیان کیا ہے۔ اس ایکٹریس نے اپنے لئے ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا تھا اور جسٹس مذکور سے فرمائش کی تھی کہ اس کے لوح مزار کے لئے کوئی تحریر لکھ دیں۔ انہوں نے صرف یہ چار الفاظ لکھ دیئے۔

"آخر کار اکیلی سو گئی"

تمام فلم ایکٹریسوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

---

سر سموئیل ہور جب مسٹر ہٹلر سے ملنے جرمنی جا رہے تھے تو پارلیمنٹ میں سر ہربرٹ سموئیل نے اس کی تائید میں نہایت پُر زور الفاظ میں "جرمنی کے لئے برابری کے اسٹیٹس" کا نعرہ لگایا تھا۔ غالباً سر جان سائمن کو بھی یہ پرانا نعرہ یاد ہوگا۔ دو سال پہلے اس کے جواب میں وہ "ہاں" کہنا بھول گئے تھے۔ اور "نہیں" کہہ دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دُنیا ایک خطرناک جنگ کے قریب پہنچ گئی۔ خدا خیر کرے۔

---

مسٹر اے۔ کے فضل الحق کا بیان ہے کہ اپنے طریق عمل سے سرکاری افسروں نے ہندوستان کے ہر فرقہ اور طبقہ کی ہمدردی کھو دی ہے۔

ممکن ہے۔ لیکن یوروپین فرقہ اور اپنے طبقہ کی ہمدردی نہیں کھوئی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے غمگسار ہیں۔

---

بمبئی کے وزیر مسٹر کامبلی اپنے ضلع میں دورہ کرنے کا جواز ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے کچھ فرائض تھے جو اتفاق سے اسی ضلع میں تھے جہاں میرا وطن تھا۔

بالکل اتفاق کی بات ہے۔ اور یہ بھی دوسرا اتفاق تھا کہ اس دورہ کا زمانہ بھی الیکشن کا زمانہ تھا۔

## طلبا اور سیاسیات

بہت عرصہ سے زیر بحث ہے کہ اسکولوں کے طلبا کو "سیاسیات" سے الگ رکھا جائے یا نہیں۔ جہاں تک حکومت کے زاویہ نگاہ اور ہندوستان کا تعلق ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی سیاسیات دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم کی سیاسیات جس میں برطانوی طرز حکومت کی تعریف ہو اسکولوں کے لئے جائز ہے اور دوسری قسم کی سیاسیات جس میں حصول آزادی کا ذکر ہو۔ ناجائز و ممنوع ہے۔ اس سلسلہ میں انگلستان کے اسکولوں کے طلباء اور سیاسیات سے ان کے "تحفظ" کے متعلق ایک عجیب واقعہ علم میں آیا ہے۔ لارڈ ہیلی فیکس (سابق لارڈ ارون وائسرائے ہند) نے آکسفورڈ اسکول کے نو وارد طلبا کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ہندوستانی اصلاحات کا تذکرہ کیا۔ اس پر سر آلفریڈ نوکس نے جو برطانوی شہنشاہیت کے علمبردار اور قدامت پسندی کے حامی ہیں یہ احتجاج کیا کہ برطانوی طلباء کے طبقہ کو سیاسیات سے "محفوظ" رکھنا چاہیئے اس کا مطلب غالباً یہی ہے کہ قدیم "تمدنی" اور "شہنشاہی روایات" کے علاوہ اور برطانیہ کی حکمرانی کے راگ کے سوا کوئی چیز طلبا کے کانوں تک نہ پہنچائی جائے۔ ہندوستانی طلبا کے لئے تو یہ "تحفظ" اسی حد تک محدود ہے۔ کہ آزاد خیال کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے برطانوی حکومت کے مفاد کی مدح سرائی کی جایا کرے اور انکو یہ بتلایا جائے کہ جدید آئین میں "تحفظات" کی جو شرطیں ہیں ان سے زیادہ مفید کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

## صوبجاتی وزراء کا سفر خرچ

بمبئی کی لیجسلیٹو کونسل میں ایک دلچسپ سوال زیر بحث آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صوبجاتی وزراء اپنے دورے کے سلسلہ میں ٹریولنگ الاؤنس کی جو بڑی بڑی رقمیں برآمد کرتے ہیں ان سے پبلک کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور آیا وزراء کے سفر خرچ پر اس قدر روپیہ ضائع کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ کہا گیا ہے کہ ایک وزیر نے صرف تھوڑی ہی مدت میں چار ہزار روپیہ بطور سفر خرچ برآمد کیا اور ایک شکایت یہ بھی ہے کہ بعض وزراء پبلک روپیہ سے پرائیویٹ سفر کیا کرتے ہیں بہرحال اس سے تو ہمیں کوئی بحث نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وزراء کو اس قدر دورہ کرنے اور اس دورہ پر اتنی رقمیں خرچ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ہمیں اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ صوبجاتی وزراء جو بعض اضلاع میں شہروں اور قصبوں کا سفر کرتے ہیں ان سے عوام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے جب ان کے ہاتھوں میں اتنا بھی اختیار نہیں ہے کہ کوئی نئی اسکیم جاری کر سکیں یا بجٹ کے علاوہ ایک پیسہ بھی کسی مفید اسکیم پر خرچ کر سکیں تو صرف ملاحظہ و مطالعہ اور دورے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ رائج آئین اور جدید مجوزہ آئین نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ یہ مجبور اور بے اختیار وزراء عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔

## طیاروں کی بجائے ہوائی کشتیاں

معلوم ہوا ہے کہ امپیریل ایرویز کمپنی جو اب تک انگلستان سے ہندوستان اور ہندوستان سے آسٹریلیا تک ڈاک پہونچانے کے لئے طیاروں کا استعمال کرتی رہی ہے اب ان کی بجائے ہوائی کشتیاں استعمال کریگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس طرح کے طیارے جن کے نیچے پہیوں کی جگہ پر کشتیاں لگی ہوتی ہیں آسانی سے سمندر، دریا جھیل یا تالاب وغیرہ میں اُتر سکتی ہیں لیکن معمولی طیاروں کے لئے زمین پر صرف گنبد ہے ایروڈروم اور مسطح میدان وغیرہ تیار کرنے ہوتے ہیں۔ اور خراب موسم میں ان کی بھی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کے ڈائرکٹر آف سول ایوی ایشن اور امپیریل ایرویز کمپنی کے نمائندے مسٹر بریکل کے درمیان یہ تجویز زیر غور ہے اور بہت جلد اس پر عمل کیا جائے گا اس میں شک نہیں کہ ڈاک رسانی کے لئے ہوائی کشتیاں زیادہ آسان اور کارآمد ثابت ہوں گی۔

## ایام حمل میں مزدور عورتوں کی امداد

مدراس لیجسلیٹو کونسل نے ایک قانون پاس کیا جو ہر طرح سے مکمل تو نہیں کہا جا سکتا پھر بھی اس کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قانون فیکٹریوں کی مزدور عورتوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے رُو سے جس عورت نے کسی فیکٹری میں مسلسل نو ماہ تک کام کیا ہے وہ اگر حاملہ ہو تو اس کو چند ماہ تک آٹھ آنہ فی روز کے حساب سے "ایام حمل کی امدادی رقم" ملا کرے گی۔ غریب مزدور عورتوں کے لئے یقیناً یہ بہت ہی مفید اسکیم ہے جو پہلی اپریل سے صوبہ مدراس میں رائج ہو جائے گی۔ جن مزدور عورتوں نے مسلسل نو ماہ تک کام نہیں کیا ہے بلکہ عارضی طور پر کام کیا ہے وہ اس امداد کی مستحق نہیں ہونگی اس لئے اس جدید فیکٹری ایکٹ کے نگرانوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ عارضی کام کے پردے میں اس امدادی رقم کی ادائیگی سے پرہیز کرنے کی صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ مرکزی حکومت تو لیبر کے مطالبات سے بے خبر ہے اس لئے ایک صوبجاتی حکومت کا یہ عمل قابل تحسین ہے اور دوسروں کے لئے لائق تقلید ہے۔

مسٹر غزنوی نے اعلان کیا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت اپنی فضول خرچیوں پر نظر ثانی کرے۔ کیونکہ ہندوستان اب ان بھاری اخراجات کو برداشت کرنے کے لائق نہیں ہے

لیکن فرض کر لیجئے کہ مسٹر غزنوی کو بنگال کی وزارت یا ایگزیکٹو کونسل کی ممبری سپرد کی جائے! تو اس موٹی ڈیلی سے آپ پرہیز فرمائیں گے؟۔

---

ایک معاصر مندرجہ ذیل سُرخی لکھتا ہے:۔

پالیسی میں تبدیلی سے انکار

شملہ وفد کو سر میلکم ہیلی کا جواب

یو۔پی کے سابق گورنر سر میلکم ہیلی جو اب انگلستان میں ہیں اس خبر کو پڑھکر حیرت زدہ ہوں گے کہ بیک وقت وہ لندن اور لکھنؤ دونوں مقامات پر کیونکر کام کر رہے ہیں۔ کیا ہندوستانی گدی نے ان کو روحانی پرواز بھی سکھا دی ہے؟۔

غالباً اس معاصر کے دفتر تک ابتک یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ یو۔پی کے گورنر آجکل سر ہیری ہیگ ہیں۔

---

مسٹر حق نے اسمبلی میں اعتراض کیا کہ گورنمنٹ نے دارالحکومت کو کلکتہ سے دہلی منتقل کر کے شاہجہان کی تقلید کیوں کی، اکبر کی رواداری کی پیروی کیوں نہ کی؟۔

مسٹر حق کو غالباً یہ خیال نہیں رہا کہ یہ فیسزم اور شلرزم کا دور ہے۔ پرانا فیشن اب رائج نہیں رہا۔

---

مسٹر بھولا بھائی دیسائی فرماتے ہیں کہ ممبرالیات اتنا نہیں دیکھتے کہ ہندوستان میں معیار زندگی انگلستان سے پچاس فیصدی پست ہے۔

وہ تو صرف یہی دیکھتے ہیں کہ ہندوستانیوں میں ایثار و قربانی کا اتنا جذبہ موجود ہے کہ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے ہیں۔

---

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر ضیاء الدین نے حکومت پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ جبریہ ابتدائی تعلیم رائج نہیں کرتی۔ اور چند سال پہلے جو میں نے تجویز کی تھی کہ ہر سال دو کروڑ روپیہ اس خرچ کے لئے نکال دیا جائے۔ اسکو عمل جامہ نہیں پہنایا۔

یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن غالباً ڈاکٹر صاحب موصوف اسمبلی میں ووٹ دیتے وقت کبھی کبھی ان باتوں کو بھول جاتے ہیں۔

(فوٹ) اسمبلی کی مخالف پارٹیوں نے فائینس بل کی جن مدات کو کثرت رائے سے مسترد کر دیا تھا لارڈ ولنگڈن نے انہیں اپنے مخصوص اختیارات کے ذریعہ پاس کر دیا ہے۔ اس طرح پر فائینس ممبر کی مشکلات حل کر دی ہیں۔

# ہندوستان میں غیر ملکی اشیاء کی درآمد

## صابن

| چیز | سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء | سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء |
|---|---|---|---|---|
| ٹائلٹ اور گلیسرین والا صابن | ۱۱۱ لاکھ | ۷۵ لاکھ | ۵۶ لاکھ | ۴۰ لاکھ روپے |
| نہانے دھونے کا صابن | ۵۰ لاکھ | ۳۱ لاکھ | ۲۸ لاکھ | ۳۰ لاکھ روپے |
| دیگر قسم | ۵ 〃 | ۴ 〃 | ۴ 〃 | ۳ 〃 |
| میزان | ۱۶۶ لاکھ | ۱۱۱ لاکھ | ۸۸ لاکھ | ۷۲ لاکھ روپے |
| گھی | ۵۸ ہزار | ۵۵ ہزار | ۱ لاکھ | ۲۵ ہزار |
| مربہ | ۸ لاکھ | ۶ لاکھ | ۴ لاکھ | ۵ لاکھ |
| چٹنی | ۳۶ ہزار | ۳۸ ہزار | ۱۸ ہزار | ۱۹ ہزار |
| جما دودھ | ۸۸ لاکھ | ۷۹ لاکھ | ۵۷ لاکھ | ۴۹ لاکھ |
| چٹنی اچار | ۵ لاکھ | ۴ لاکھ | ۴ لاکھ | ۴ لاکھ |
| سرکہ | ۲۳ ہزار | ۲۲ ہزار | ۲۴ ہزار | ۲۲ ہزار |
| دیگر اشیاء | ۱۶ لاکھ | ۱۷ لاکھ | ۱۸ ہزار | ۲۰ لاکھ |
| میزان | ۵۲۴ لاکھ | ۴۵۷ لاکھ | ۳۲۷ لاکھ | ۲۷۶ لاکھ |

مندرجہ بالا سامان سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء میں ۴۰ فی صدی کے قریب برطانیہ کلاں سے، ۲۶ فی صدی نیدرلینڈ سے اور باقی امریکہ، چین وغیرہ سے آیا تھا۔ سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء میں یہی سامان برطانیہ کلاں سے ۴۸ فی صدی، نیدرلینڈ سے ۱۲ فیصدی اور امریکہ وغیرہ دوسرے ملکوں سے ۴۰ فیصدی آیا تھا۔

خورد و نوش کے مذکورہ بالا سامان میں سے زیادہ تر ہندوستانی رئیسوں کے گھروں میں اور ہندوستانی ہوٹلوں میں خرچ ہوتا ہے۔ اگر ان چیزوں کے بجائے دیسی چیزیں کام میں لائی جائیں تو ملک کو کتنا فائدہ ہوگا۔ یہ بالکل عیاں ہے۔ مربہ، بسکٹ، کیک، مکھن، ملائی، جما دودھ وغیرہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کے متعلق زیادہ کہنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ مگر ۱۳ لاکھ روپے کے بناسپتی گھی اور چربی کی آمد تو فوراً ہی بند ہو جانی بہتر ہے۔ سارے ہندوستانیوں، گھی، مکھن کے بیوپاریوں اور ان کی کمپنیوں کو اس جانب توجہ دینی چاہئے۔

## شراب

| سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء | سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء |
|---|---|---|---|
| ۳۷۶ لاکھ | ۳۲۱ لاکھ | ۲۲۶ لاکھ | ۲۲۵ لاکھ روپے |

ایران میں پولیس سیکشن ایرانیوں نے بدیشی شراب پینا بالکل بند کر دیا ہے۔ امریکہ میں بھی ملک کی بہبودی کے خیال سے شراب کی آمد سرکاری قانون کے ذریعہ کئی سال تک بند رکھی گئی تھی۔ چین میں تو نیشنل گورنمنٹ نے اپنے تمام اہلکاروں اور ملازموں کو بدیشی شراب نہ پینے کی سخت تاکید کر دی ہے۔ ہمارے ہاں ہندو اور مسلمان دونوں ہی کے لئے شراب پینا بھاری پاپ ہے پھر بھی ہمارے ملک میں سوا دو کروڑ روپے کی بدیشی شراب اُڑ جاتی ہے۔ ہماری گراوٹ کا اس سے اچھا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہمیں تو دیسی شراب سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

## تمباکو

| | سنہ ۱۹۲۹-۳۰ء | سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء |
|---|---|---|---|---|
| کچا | ۴۰ لاکھ | ۱۴ لاکھ | ۳۰ لاکھ | ۶۲ لاکھ روپے |
| سگار | پونے دو لاکھ | ڈیڑھ لاکھ | ایک لاکھ | ۸۵ ہزار |
| پائپ کا تمباکو | ۱۴ لاکھ | ۱۱ لاکھ | ۹ لاکھ | ۳ لاکھ |
| دیگر | ڈیڑھ لاکھ | پونے دو لاکھ | ۲ لاکھ | ۲ لاکھ |
| سگریٹ | ۲۱۳ لاکھ | ۱۲۲ لاکھ | ۵۳ لاکھ | ۲۹ لاکھ |
| میزان | ۲۷۰ لاکھ | ۱۵۰ لاکھ | ۹۵ لاکھ | ۹۲ لاکھ |

تمباکو کی ساری تجارت برطانیہ کے ہاتھوں میں ہے۔ برطانیہ کے بعد مصر اور امریکہ کا نمبر آتا ہے مگر ان دونوں ملکوں سے برائے نام ہی مال آتا ہے۔ پچھلے دو سال میں آمد بہت کم ہو گئی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بنے سگار اور سگریٹوں کی نسبت پیسے کی سات بیڑی پینے میں دیش پریم کی شان ہے۔

G.E. 1102

G.E. 1100

G.E. 1101

G.E. 1099

G.E. 1098

G.E. 1097

G.E. 1358

G.E. 1357

G.E. 1356

G.E. 1355

V.E. G.E. R.E.

G.E. 1100

# غلط احساس

(از جناب روشن لال گپتا بی۔ اے پٹیالہ)

جب سریندر پال کی شادی اندرانی سے ہوئی تب اسے معلوم ہوا کہ دنیا کتنی خوبصورت، کتنی دلکش اور کتنی پُرکیف ہے۔ پہلے فطرت کی ہر ایک شے اس کے لئے بے کیف تھی۔ دنیا کی سیر و تفریح اور لوگوں کی عشرت کی ہنگامہ آرائیاں سے ایک آنکھ نہ بھاتیں مگر اب ساقیٔ قدرت کی ہر ادا دلفریب وجاذبِ نظر بن گئی۔ وہ جو پہلے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی قدرت کی رنگینیوں کی طرف نہ دیکھتا تھا اب انہیں میں کھو گیا۔

سریندر پال اور اندرانی کے لئے دنیا وہ گلشنِ عیش بن گئی جہاں ہر وقت بہار رہتی ہو۔ جو خزاں سے ناآشنا ہو جہاں حسن وعشق کے پودے لگے ہوں جس میں ایثار و قربانی کے شگوفے کھل رہے ہوں۔ جس میں راحت و آرام کی ہوائے روح پرور تھپکیاں دیتی ہو۔ عیش و مسرت کی خوشبو مشامِ جان کو معطر کر رہی ہو۔ دنیا وہ آرام گاہ بن گئی جہاں صحرائے ناکامی وشکست سے گھبرایا ہوا انسان آرام پاتا ہے۔ بہشت کا وہ حصہ بن گئی جہاں جامِ عشرت کے دور چلتے ہیں۔

سریندر پال نے جوں توں کر کے بی۔ اے پاس کر لیا۔ باپ مر چکا تھا۔ بدنصیب ماں زندہ تھی۔ کوئی ذریعہ معاش موجود نہ تھا۔ وہ پہلے پہل ایک دفتر میں تیس روپے کا نوکر ہو گیا۔ اور تیزی سے اپنی خداداد ذہانت، ذکاوت طبع اور محنت کے باعث ہیڈ کلرک کے عہدہ تک ترقی کر گیا۔ اب عشرت کے دن گذر چکے تھے اور ماں، بیٹا اور بیوی آرام وچین سے زندگی کے دن بسر کرتے تھے۔

## (۲)

لالہ شام داس بابو سریندر پال کے پڑوسی تھے۔ وہ پہلے گورنمنٹ سروس میں انجینئر کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور اب ریٹائر ہو چکے تھے۔ ان کی دھرم پتنی کا دیہانت ہو چکا تھا۔ لالہ شام داس مغربی تہذیب کی گود میں پلے تھے۔ شروع سے ہی وہ مشرقی تہذیب اور اطوار سے متنفر تھے۔ اس لئے پہلی بیوی کے مر جانے پر اور اولاد موجود ہونے کے باوجود بھی انہیں دوسری شادی کی دُھن سمائی۔ مالدار آدمی تھے۔ اس لئے ایک آنکھ کا اندھا اور گانٹھ کا پورا شخص انہیں مل گیا جس نے دس ہزار روپے لے کر اپنی نوجوان لڑکی کی شادی ان سے کر دی۔

لالہ شام داس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ عیش وعشرت کے سب سامان مہیا تھے مگر پھر بھی تلوتما کا غنچۂ دل پژمردہ رہتا تھا۔ وہ غمگین و مضمحل رہتی تھی۔ اس کے رخساروں کی سُرخی زردی میں تبدیل ہونے لگی۔ آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ جوشِ شباب ٹھنڈا پڑنے لگا۔ تلوتما کا شباب تھا اور لالہ شام داس کا بڑھاپا۔ پھر وہ خوش رہتی تو کیونکر؟ وہ چاہتی تھی کہ اس کی شمعِ شباب پر کوئی شخص پروانہ وار جل مرے۔ اس کے بے عیب حسن کی کوئی صحیح معنوں میں قدر کرے۔ اس کے غنچۂ امید کو محبت کی شمیم سے کھلائے۔ اس کے گلِ آرزو کی خونِ دل سے آبیاری کرے۔ لیکن شام داس کے پاس عشق وجوانی کے جذبات اب کہاں سے؟

لالہ شام داس تمام دن اور رات اوباش دوستوں کی صحبت میں گذارتے تھے۔ اور تلوتما تن تنہا بستر پر پڑی کروٹیں بدلتی۔ اس کے دل میں کبھی غم وغصہ کی لہر اٹھتی اور کبھی نفرت و حقارت کی۔ لیکن وہ اپنے آپ کو بے بس پا کر غصہ کو اندر ہی اندر پی جاتی اور رو رو کر اپنا غم ہلکا کر لیتی۔

اگرچہ شام داس حتی الوسع تلوتما کی خاطر مدارت کرتے تھے۔ کھانے پینے کے لئے کسی چیز کی کمی نہ تھی پہننے کے لئے عمدہ سے عمدہ کپڑے اور قیمتی سے قیمتی زیورات موجود تھے مگر ———— وہ محبت جس کی تلوتما کو تلاش تھی نہ مل سکی۔

چاندنی راتوں میں جس وقت ماہتاب برف جیسی سفید روشنی پردۂ عالم پر بکھیرتا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جسم کو گدگداتے ہوئے نکل جاتے تو تلوتما کلیجہ مسوس کر رہ جاتی۔ اس وقت اس کی حالت ایسی ہوتی جیسے قفس میں کسی پرندکی آمدِ بہار کے وقت ہوتی ہے۔

## (۳)

کدار ناتھ ایک بے فکرا نوجوان تھا نہ اس کا کوئی دوست تھا اور نہ کوئی رشتہ دار۔ نہ کسی کی پرورش کا خیال۔ نہ اپنے پیٹ پالنے کی فکر! جو مل گیا کھا لیا۔ جہاں جا پڑے۔ دن میں شہر کی سڑک اور بازاروں میں آوارہ گردی کرتا رہتا رات کو کسی جگہ سو رہتا۔ ایک دن حسبِ معمول کدار کوچہ گردی کرتا ہوا لالہ شام داس کے مکان کی طرف آنکلا۔ تلوتما کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ کدار تلوتما کے سحر آفریں

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

"تلوتما کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ کدار تلوتما کے سحر آفریں جمال کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا۔ اس کے پاؤں کی حرکت اس طرح بند ہو گئی جس طرح کسی منتر پھونکے ہوئے سانپ کی"

## پچھلے صفحہ سے

جمال کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا۔ اس کے پاؤں کی حرکت اس طرح بند ہو گئی جس طرح کسی منتر پھونکے ہوئے سانپ کی۔ تلوتما نے بھی ایک نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا اسے ایسا معلوم ہوا کہ جس چیز کی اسے مدت سے تلاش تھی وہ مل گئی۔ کرایہ دار خوبصورت تھا یا بدصورت۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں وہ جوان تھا۔ بال سنوارے ہوئے۔ کلائی پر گھڑی لگائے ہوئے اور لب پان کی سرخی سے رنگین۔ تلوتما کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر آثار چڑھاؤ ہوا اور نسوانی حیلے کے زیر اثر اس نے کھڑکی بند کر دی۔ کرایہ دار تاڑ گیا کہ کیا ماجرا ہے۔ ذرا سا اشارہ چاہئے تھا سو وہ اسے مل چکا۔ اب وہ اس محلہ میں رہنے لگا۔ تاک جھانک سے بات چیت کی جگہ لے لی۔ بات چیت ہنسی مذاق میں تبدیل ہوئی اور پھر نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ لالہ شام داس کی کمائی سے کرایہ دار مزے کرنے لگا۔ اس نے شام داس کے مکان کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا اور خوب آنند سے دن گذرنے لگے۔

## (۴)

پڑوس میں رہنے کی وجہ سے اور ہم عمر ہونے کے باعث تلوتما اور اندرانی میں گہری محبت ہو گئی۔ ایک دوسرے کی ہمراز بن گئیں۔ اور اکثر ضروری کام سے فارغ ہو کر وہ ایک جگہ ہو جاتیں اور خوش گپیوں میں اپنا وقت گذارتیں۔

لالہ شام داس کو تلوتما اور کرایہ دار کی محبت کا شک ہو گیا تھا گر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر تلوتما پر کوئی تشدد نہ کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ موقعہ کی تلاش کرنے لگے تلوتما نے بھی بھانپ لیا اور اب اسے کرایہ دار کے خطوط چھپانے کی فکر پڑی۔ وہ ان کو پھاڑنا نہ چاہتی تھی کیونکہ یہ اس کے محبوب کے محبت سے بھرے ہوئے خطوط تھے جن کے ہر لفظ سے ایثار و قربانی کی بو آتی تھی۔ وہ انہیں سرمایۂ حیات تصور کرتی تھی اس لئے وہ انہیں نہایت احتیاط سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔

بہت غور و خوض کے بعد اس نے اپنی ہمراز اندرانی کو یہ خطوط سپرد کرنے چاہے اندرانی نے اسے اس محبت کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا مگر جب تلوتما نہ مانی تو مجبوراً اسے وہ خطوط اپنے پاس رکھنے پڑے۔ اس نے ان خطوط کو اپنے پرائیویٹ سوٹ کیس میں رکھ دیا۔

ایک دن اندرانی کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئی۔ سر بدیال کو اندرانی کے پرائیویٹ سوٹ کیس میں سے ایک چیز نکالنے کی ضرورت پڑی۔ سوٹ کیس کی چابی اندرانی کے پاس تھی۔ مگر اس چیز کی اشد ضرورت ہونے کے باعث سر بدیال نے اندرانی کا انتظار نہ کر کے ایک دوسری چابی سے سوٹ کیس کے قفل کو کھولا اور وہ چیز نکال لی وہ سوٹ کیس بند کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی نظر ایک سرخ کپڑے پر پڑی۔ اسے اسکے دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ اس نے سرخ کپڑے کو نکالا۔ اس کے اندر کچھ کاغذات لپٹے ہوئے تھے۔ اس نے اس بنڈل کو کھولا اور دیکھا کہ اس میں چند خطوط تھے خطوط کو دیکھ کر اسے شدید حیرت ہوئی۔ جب اس نے ایک خط کو پڑھا تو اس کا چہرہ فرط غیظ و غضب سے سرخ ہو گیا۔ خط کا مضمون تھا:۔

"پران پیاری! جب سے آپ کے دیدار ہوئے ہیں رات کو سونا حرام ہو گیا ہے۔ زندگی وبال جان بن گئی ہے" وغیرہ وغیرہ۔

سر بدیال کو کسی نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہ لگی غم و غصہ کے زیر اثر اس نے تمام خط کو نہ پڑھا اور فوراً یقین کر لیا کہ یہ اندرانی کو اس کے کسی عاشق نے لکھے ہیں۔ اس نے سمجھ لیا کہ اندرانی بے وفا ہے ... مکار ہے ... دغاباز ہے۔ اس نے اس پر اعتبار کرنے میں سخت غلطی کی ہے! اگر اس وقت اندرانی سامنے ہوتی تو نہ معلوم کیا ہو جاتا! مگر اس کی غیر حاضری کی وجہ سے وہ غصہ کو پی گیا اور خطوط کے بنڈل کو اسی طرح سرخ کپڑے میں لپیٹ کر سوٹ کیس میں رکھ کر مصنوعی چابی سے اسی طرح قفل لگا دیا۔

## (۵)

سکھ آشرم آدرش سادھو آشرم تھا۔ آشرم کے مہنت سوامی سکھانند سنسکرت کے جید عالم و باعمل سادھو تھے۔ تمام کتب مقدسہ کے گہرے سے گہرے مسائل پر انہیں کامل عبور حاصل تھا۔ ہزاروں گیانی صبح شام ان کے درشن کے لئے آتے اور ان کے گیان روپی امرت سے اپنی پیاسی آتماؤں کو شانت کرتے۔ سرسوتی دیوی نے ان کی زبان میں کچھ اس قسم کا شہد سا بھر دیا تھا کہ جو ایک دفعہ ان کے اپدیش کو سننے کے لئے بیٹھ جاتا اٹھنے کا نام نہ لیتا۔

سکھ آشرم میں آج غیر معمولی چہل پہل ہو رہی ہے۔ نووارد سادھوؤں کے اعزاز میں ایک شاندار یگیہ اور بھوج کا انتظام ہو رہا ہے۔ گرد و نواح کے تمام سادھو مدعو کئے گئے ہیں۔ طرح طرح کی چیزیں تیار ہو رہی ہیں۔ شامیانے لگ گئے۔ قناتیں گاڑ دی گئیں۔ تماشہ والوں نے اپنے منڈپ سجا لئے۔ ہزاروں آدمیوں کا تانتا بندھ گیا۔ شہر کے مالدار آدمیوں نے حسب توفیق دان دیا۔ بھوج بڑی شان سے ہوا۔ ہزاروں پرماتما کے پیاروں نے اس میں حصہ لیا۔ نووارد سادھو سوامی پریم آنند اور دھیر آنند نے بھوج کے بعد بڑے پرجوش و عالمانہ ویاکھیان دئے۔ سوامی پریم آنند کی جے۔ سوامی سکھانند کی جے، سوامی دھیر آنند کی جے کے فلک شگاف نعروں سے منڈپ گونج اٹھا اور اس جم غفیر کی صدائے بازگشت نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

## (۶)

جس وقت اندرانی ضروری کام سے فارغ ہو کر لوٹی تو اس نے دیکھا کہ تمام مردانے کمرے خالی ہیں اور سر بدیال غائب ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ شاید کہیں گھومنے چلے گئے ہوں گے اور پھیرے واپس آ گئے۔ یہ خیال نے قفل نہیں لگائے گئے۔

صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام، شام سے رات، دنوں سے مہینے اور مہینوں سے سال گذر گئے۔ مگر سر بدیال کا پتہ نہ لگا۔

سورج اب بھی مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا تھا۔ موسم بہار اب بھی پژمردہ انسانوں کے لئے نوید حیات لاتی تھی۔ برسات اب بھی مردہ دلوں کو جلا کر اس میں زندگی کی روح پھونکتی تھی۔ ماہتاب بدستور راحت و مسرت برساتا تھا۔ ستارے اپنی ضیا سے تاریک دلوں کو روشن کرتے تھے۔ نسیم جانفزا نیم خفتہ جذبات کو بیدار کرتی تھی۔ ... مگر اندرانی ہو، ہاں نصیب اندرانی ان تمام قدرتی مناظر سے لطف نہ اٹھا سکتی تھی۔ اس کے لئے دنیا کی کسی چیز میں کشش باقی نہ رہ گئی تھی۔ اس کا صرف ایک کام تھا ... ... اپنے پتی کی فرقت میں آنکھوں پھر آنسو بہانا اور رو دھو کر خاموش ہو جانا۔ اس نے سر بدیال کی تلاش کی ہر ممکن کوشش کی مگر سب بے سود! سر بدیال کا کہیں پتہ نہ ملا!

## (۷)

دن کی روشنی نے شام کی تاریکی سے شکست کھا کر دامن مغرب میں منہ چھپا لیا۔ اس کے بعد ساقی ماہتاب نے نمودار ہو کر شراب نور انڈیل دی ... ... گل پوش پہاڑ، سرسبز وادیاں، مرغزار غرضیکہ فطرت کی ہر شے مسرور ہو کر کھلکھلا پڑی!

وہ ——— پہاڑیوں کے عقب میں ——— دریائے جمنا کے کنارے، دو چٹانوں پر سوامی پریم آنند اور دھیر آنند بیٹھے تھے۔

پریم آنند نے اس نظارہ سے متاثر ہو کر دھیر آنند سے کہا۔

بھائی دھیر آنند! کیسا سہانا دِرِشیہ ہے۔

دھیر آنند جواب تک خاموش بیٹھا تھا اب دیر یہ نہ رہ سکا ... ... اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

پریم آنند نے حیرت و استعجاب کے لہجہ میں دریافت کیا:۔

دھیرا ... ... بھائی ... یہ کیا؟ ... ... سنیاسی کے نام کو بدنام کرتے ہو ......

دھیر آنند نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا:۔

بھائی! میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ پہلی زندگی کے واقعات کی یاد رہ رہ کر تڑپا رہی ہے۔

پریم آنند نے کہا:۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ہم دونوں اپنی سنیاس سے پہلے کی زندگی کے حالات ایک دوسرے کو سنا کر اپنا جی ہلکا کریں۔

دھیر آنند:۔ یہ تو ٹھیک! تو پہلے تم ہی اپنی زندگی کے حالات سناؤ۔

پریم آنند نے آسن جمایا اور یوں گویا ہوا:۔

بھائی! میں دہلی کے ایک متمول کھتری گھرانے میں پیدا ہوا۔ والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے بیجا لاڈ چاؤ نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ تمام عادات بد جن کا ایک آدمی شکار ہو سکتا ہے مجھ میں آ گئیں۔ بدقسمتی سے ماں باپ کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا میں اور بھی کھل کھیلا۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا جانے لگا۔ بدمعاش دوست اپنے ہاتھ رنگنے لگے جس وقت تمام جائداد ختم ہو گئی اس وقت میری آنکھ کھلی۔ خود غرض دوستوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں تن تنہا اپنے مستقبل کے بارہ میں سوچنے لگا۔ فاقہ مستیاں گذرنے لگیں۔ آوارہ گردی پر کمر کس لی۔ ...

زندگی کا یہ دور کس قدر خوفناک تھا۔ دہلی کے لالہ شام داس کا نام تم نے سنا ہوگا۔ اس بے وقوف نے آغاز پیری میں اپنی شادی ایک نوجوان لڑکی سے کر لی۔ لالہ شام داس کی نئی شادی شدہ عورت تلوتما ناخوش رہنے لگی۔ میں کوچہ گردی کرتا ہوا ایک دن اس کے مکان کی طرف سے گذرا۔ تو میری آنکھ اس سے لڑ گئی۔ نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ اتنے میں شام داس لقمۂ اجل ہو گئے۔ پھر کیا تھا، رکاوٹ دور ہو گئی۔ میں کھلے بندوں تلوتما سے ملنے لگا۔ اور خوب مزے سے گذرنے لگی۔ ایک رات میں کچھ دیر سے گھر آیا۔ دیکھا۔ تلوتما غائب ہے۔ تمام روپیہ پیسہ بھی ساتھ لے گئی۔ مجھے مکان کے اندر سے ایک سرخ کپڑے میں لپٹا ہوا خطوط کا بنڈل ملا اور ساتھ ہی کاغذ کا ایک پرزہ بھی۔ پرزہ پر لکھا تھا ... "میں آج دوسرے کے ساتھ جا رہی ہوں۔ تم اب مجھ سے کوئی امید نہ رکھو۔ تمہارے تمام خطوط اس کپڑے میں محفوظ ہیں" .....

میرے دل پر سخت چوٹ لگی۔ مجھے تلوتما سے گہری محبت ہو چکی تھی اس لئے اس کی بے وفائی نے میری کایا پلٹ دی۔ دنیا سے مجھے نفرت سی ہو گئی اور میں نے سنیاس لے لیا لیکن وہ خطوط اب تک اپنے پاس رکھتا ہوں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ہی مجھے اس پوتر آشرم میں پرویش کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

دھیر آنند:۔ کیا میں ان خطوط کو دیکھ سکتا ہوں بھائی پریم آنند! ...

پریم آنند، ... کیوں نہیں؟

دھیر آنند نے پریم آنند سے خطوط لے کر اس میں سے ایک خط کو پڑھا۔ اس کے چہرے پر آثار چڑھاؤ ہونے لگا۔ ... ... اس خط کو سرسری طور پر پڑھ کر تمام خطوط واپس لوٹا دئے۔

پریم آنند نے کہا:۔ بھائی دھیر آنند میری کہانی تو سن چکے۔ اب اپنی آپ بیتی بھی تو سناؤ؟

(باقی مضمون صفحہ نمبر ۳۱ پر)

# اُجڑا ہُوا نشیمن

(از قلم محبِ وطن شریت پنڈت پیارے لال جی شرما ایڈووکیٹ میرٹھ)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

خوشی کیا ہو منادی چار سُو فصلِ بہاراں کی
کہ ہو اُجڑی ہوئی حالت ہنوز اپنی گلستاں کی

بہارِ بیخزاں تھی یا فضا تھی باغِ رضواں کی
بہاراں میں خزاں ہے حیف قسمت اس گلستاں کی

خبر کیا منعموں کو خستہ حال سوختہ جاں کی
گرے بجلی جلے کھیتی کہ موت آجائے دہقاں کی

ترے بندے ہیں پھر کیوں جنگ ہے ہندو مسلماں کی
قیامت ہے لڑائی ہو جو انسانوں سے انساں کی

دلِ مضطر نے بستی چھوڑ کر سدھ لی بیاباں کی
بڑا وحشی تھا یہ رونق لئے جاتا ہے زنداں کی

ہجومِ بیخودیِ شوق کے ہمراہ دل نکلا
بڑا وحشی تھا یہ رونق لئے جاتا ہے زنداں کی

بسنت آیا بہار آئی کھلے غنچے بنے گلشن!
نگہ اٹھی نہ دل اُکسا قسم ہے یاس و حرماں کی

میں آخر امتیازِ کفر و دیں اب تک نہیں سمجھا
کہ ہر صورت نے روح صالح دل نمایاں کی

عبث طغیانیِ بحرِ حوادث سے پریشانی
کہ ضامن ہو گئی بخشش تری موجِ عصیاں کی

خیالِ پرسشِ زخمِ دلِ بیکس مگر آیا
بھرائی اس غرورِ ناز سے جو ہے نمکداں کی

تلطف کی نگاہِ بے محابا میں ستم پنہاں
خدایا خیر ہو نیت بگڑ جائے نہ ایماں کی

وفائے عہد پر آخر کوئی جیتا رہے کب تک
کوئی حد بھی تو ہو ضبطِ دلِ رنجورِ انساں کی

یہی دو وادیِ یارب اپنے صدقہ جتنی باقی ہے
بہت کچھ لٹ چکی دولت ترے گنجِ شہیداں کی

غضب ہے مغرب منکر کو فکرِ خیرِ مشرق ہے
گنہگاروں کو سوجھی ہے نجاتِ اہلِ عرفاں کی

غرورِ حسن کی ایذا طلب غمخواریاں دیکھیں
رقیبوں کو خبر لینے کو بھیجا اپنے بیجاں کی

اسیرانِ بلا کا قافلہ اور بے سر و ساماں
سفر مشکل ہے منزل دور ہے آزاد انساں کی!

# مشترکہ تعلیم

(خاص تیج دہلی کے لئے)

از شریت سردار بہادر سکسینہ، بریلی کالج

ایک انگریزی کہاوت ہے۔

Virtue lives in the body of its antagonist

(نیکی اپنے حریف کے جسم میں رہتی ہے) یعنی ایک چیز کے ساتھ اس کی متضاد چیز لگی ہوئی ہے۔ شبِ تاریک کے ساتھ روزِ روشن اور بہار کے پہلو بہ پہلو خزاں کا وجود ہوتا ہے کسی نے سچ کہا ہے

World owes its existence because of contradictory opinions.

(دنیا کا وجود متضاد رایوں ہی کی وجہ سے قائم ہے) ایک طرف یورپ کا مشہور فلسفر نیٹشے کہتا ہے:-

Cruelty is one of the noblest passions

(بےرحمی ایک بہترین جذبہ ہے) اور دوسری طرف تلسی داس جی اور مہاتما گاندھی فرماتے ہیں:-

دیا دھرم کا مول ہے پاپ مول ابھمان
تلسی دیا نہ چھوڑئیے جب لگ گھٹ میں پران

دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دونوں ہی بڑے قومی ہیں۔ اگر نیٹشے کا لوہا یورپ والے مانتے ہیں تو گاندھی جی کو بھی لوگ دل میں جگہ دیتے ہیں۔ معمولی آدمی کے دماغ میں کس کی سچائی کا اعتراف ہو۔ عام طور سے ہر چیز کی بابت عوام کا نظریہ لگاؤ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک ہی چیز کتنی ہی اچھی ہو مگر اس کے خلاف بھی لوگوں کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں حب الوطنی کی عظمت جس کے سینے میں دل اور سر میں دماغ ہے کون نہیں جانتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر سر والٹر اسکاٹ کا قول ہے:-

"Breaths their the man
with soul so dead
Who with in himself
hath never said
This is my own
my native land"

اس کو اس بات کا بھی شبہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص ہو بھی سکتا ہے جس کو اپنے وطن سے محبت نہ ہو اسی طرح حکمت کہتے ہیں ؎

فدا وطن پہ جو ہو آدمی دلیر ہے وہ
جو یہ نہیں تو فقط ہڈیوں کا ڈھیر ہے وہ

لیکن اس وقت کتنے ہیں جو اپنے وطن کی حالتِ زار پر گریہ و زاری کرتے ہیں جن کے دل میں وطن کی بد نصیبی پر آگ لگتی ہے۔ اور کتنے ہیں جو اپنے غریب ہم وطنوں کا خون چوس کر یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

بالکل یہی حال مشترکہ تعلیم کا ہے۔ ایک طرف تو آریہ سماج جالندھر یا ناولہ دہلی اپنے پچاس سالہ جوبلی کے موقعہ پر اس کے خلاف ریزولیوشن پاس کرتا ہے اور دوسری طرف مولانا عارف ہسوی اس ریزولیوشن کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں عورتوں کی بلکہ تمام قوم کی ترقی کا ذریعہ مشترکہ تعلیم ہی ہے حضرت موصوف انگریزی ریل کے ریل گاڑی کی تشبیہہ سے یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ایک یا دو فی صدی نقصانات ہیں تو اس کو شکرانہ چاہیئے گو مولانا موصوف معاف کریں گے۔ اگر میں کہوں کہ انھیں ایک یا دو فی صدی وجوہات پر نہ صرف تعلیم بلکہ سوسائٹی کی تمام معروفیات activities کا انحصار ہے اور ہندوستان کی تمام خرابیاں انھیں خرابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

مشترکہ تعلیم کو مناسب یا غیر مناسب کہنے کے لئے یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ اس سے تعلیم کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ بس یہاں تک پہنچنے کے بعد سب سے اہم سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم کا مقصد کیا ہے آدمی کی تعریف منطق پڑھنے میں یوں کی گئی ہے۔

Man is a rational animal

(انسان حیوانِ ناطق ہے) خدا نے آدمی کو عقل دی ہے جو کہ آدمی اور جانور میں حدِ فاصل قائم کرتی ہے۔ طوطے کو جو چیز پڑھائی جائے گی وہ اس کو رٹ لیگا مگر اس کو سمجھتا نہیں۔ برخلاف اس کے آدمی جہاں تک اس کی عقل کام کرتی ہے ہر چیز کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر شخص میں عقل برابر ہوتی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ آدمی کی ذہانت دو باتوں پر منحصر ہے اول اس کے والدین کی ذہانت پر اور دوسرے اس کی تعلیم پر۔ ایک جنتی غیر تعلیم یافتہ شخص کی ذہانت کسی مسئلہ پر غور کرنے سے قاصر ہوتی ہے اس کا سر ذرا دیر میں چکرانے لگتا ہے برخلاف اس کے ایک تعلیم یافتہ شخص جس نے صحیح معنوں میں تعلیم حاصل کی ہے گھنٹوں ایک مسئلہ پر غور کر سکتا ہے پس تعلیم کا اصلی مقصد ذہانت کی ترقی ہے۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذہانت کی ترقی سے فائدہ؟ آدمی میں قدرتاً کسی چیز کے دیکھنے سے دو سوال why & how (کیوں اور کیسے) پیدا ہوتے ہیں۔ کائنات ایک معمہ ہے۔ جن اشخاص کی ذہانت کام کرتی ہے وہ اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور باقی خاموش ہو جاتے ہیں اور زندگی کا مقصد بھی یہی ہے کہ کائنات کا معمہ حل کریں اور صرف کھانے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

یعنی درست کو زندگی کا اصلی مقصد سمجھیں اور اپنا نام کریں کہ ان کا نام تمام دنیا میں روشن ہو جائے۔

اپنی ہستی آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی

پس تعلیم ہماری زندگی کے سفر کے لئے ذریعہ ہے۔ اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا مشترکہ تعلیم سے ہم اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر سکتے ہیں؟

حصول تعلیم یا کسی بڑے کام کرنے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں:

(۱) زندگی یعنی وقت (۲) تندرستی
(۳) عالی دماغی (۴) دماغی یکسوئی

Concentration of mind

پس ہم کو ایسی چیز کی ضرورت ہے جس سے ان سب چیزوں کو تقویت پہنچے۔ عقلی گھوڑے دوڑانے پر ہماری نظر برہمچریہ پر پڑتی ہے۔ برہمچریہ سے زندگی میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ سوامی دیانند نے لکھا ہے کہ جو شخص ۲۵ برس تک برہمچاری رہتا ہے اس کی عمر کم سے کم اسّی برس کی ہوتی ہے اور جو شخص ۴۸ برس تک برہمچاری رہے اس کی عمر چار سو برس تک پہنچ جاتی ہے۔ جن لوگوں میں برہمچریہ کی کمی ہوتی ہے اُن کی اوّل تو عمر ہی ساتھ نہیں دیتی۔ پھر Concentration یکسوئیت کسی چیز کی۔ پس اب ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ برہمچریہ سب سے مقدم شے ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا مشترکہ تعلیم میں برہمچریہ ممکن ہے؟ ہماری فطرت میں مختلف جذبات ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی ایسی چیز سے ٹکر کھاتا ہے جس سے وہ قدرتاً متاثر ہوتا ہے تو وہ بغیر اثر پذیر ہوئے نہیں رہتا۔ خوش گلو مطرب کے راگ پر کون نہیں لوٹ جاتا۔ دلمیں ایک نشتر سا چبھتا ہے اور ایک صدا اٹھتی ہے کہ کاش مجھے بھی ایسی ہی آواز عطا ہوتی۔ جم اور میٹھی آواز کے سامنے کون سنگ دل ہے جو پانی پانی نہیں ہو جاتا۔ خوبصورت پھول کو دیکھ کر کون خدا کا بندہ ہے جس کے منہ سے بیساختہ واہ نہیں نکل جاتی۔ یہ سب کیفیات اضطراری ہیں۔ بے اختیار اور بے قصد ہوتی ہیں۔ یہی حال عورت کی خوبصورتی کا ہے کہ آدمی بغیر کھنچے نہیں رہ سکتا۔ ایک مشہور تشبیہ کے مطابق آدمی گھی اور عورت آگ ہے۔ جب عورت سامنے آئے گی آدمی پگھل جاتا ہے۔ جب وشوامتر جیسا فقیر اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکا تو ہم عام آدمیوں کا ذکر ہی کیا۔ مشاہدہ اور تجربہ اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مشترکہ تعلیم آزمائی گئی اور معائنہ کرنے پر تقریباً اسّی فی صدی غیر شادی شدہ لڑکیاں حاملہ نکلیں۔ جب ریاستہائے متحدہ میں جہاں اپنی حکومت ہے اور جس طرح چاہے کامیاب بنا سکتے تھے ناکامیاب رہی تو ہم غلاموں کی حالت ذرا اور بھی دردناک ہو جائیگی۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مشترکہ تعلیم میں برہمچریہ قائم نہیں رہ سکتا۔ جب برہمچریہ قائم نہیں رہ سکتا تو اوّل تو تندرستی ٹھیک نہیں رہ سکتی۔ اور جب تندرستی ٹھیک نہیں ہوتی تو کام کرنا اور کتنا آدمی زندہ در گور ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مشترکہ تعلیم میں دماغی یکسوئی جو حصول تعلیم کو سب سے مقدم شے ہے بالکل نہیں رہ سکتی۔ کالج میں لیکچر ہوتا ہوگا اور ہم کبھی اس کی خوشبو ہی سے محظوظ ہوتے ہوں گے۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ آج کل جبکہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان اتنی بڑی خلیج حائل ہے لڑکے اکثر عشق کے شکار ہو جاتے ہیں۔ دن رات محبوبہ کے مکان کا طواف کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ کرنا ہے بہت کام مگر وقت ہے قلیل اور آخر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ جب کبھی کتاب کھول کر بیٹھے تو کبھی محبوبہ کے حسن و جمال کا خیال آ گیا تو کبھی گیسو میں پھنس گئے اور کتاب تو ایک طرف دوسری اسکیم بننے لگی اور امتحان میں حضرت مشتاق کی تھانوی کے مضمون "پہلا عشق" کے ہیرو کا سا حال ہوتا ہے (جو نیرنگ میں شائع ہو چکا ہے) اب چونکہ

Child is the father of man

(بچہ آدمی کا باپ ہے) یہ سب خواص عمر کی ترقی کے ساتھ پختہ ہو جاتے ہیں اور آدمی کسی بڑے کام کرنے کے لائق نہیں رہتا اور سے
"اپنی ہستی آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے"

کے مقولے کے مطابق زندگی مُردہ کے برابر ہو جاتی ہے۔ پس میری رائے ہے کہ مشترکہ تعلیم مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔

(نیرنگ میں اس اہم وقتی موضوع پر موافق اور مخالف دونوں طرح کی رائیں شائع ہو رہی ہیں تاکہ ان سے کوئی صحیح نتیجہ نکالا جا سکے) (ایڈیٹر)

---

# جزر و جذب

(از جناب ایم ادریس بریلی)

حُسن نے بے پناہ طاقتوں سے آراستہ ہو کر تمسخر کی ایک خفیف جنبش سے عدو کی گرانبار زنجیریں توڑ کر پھینک دیں۔

باد صبا نے اس خبر کو تمام شاخ پرندوں میں پھیلا دیا۔ اعمال اپنی خلوت گاہوں اور سکون افزا وادیوں سے نکل کر خوش ہوئے حُسن غیر فانی کے نغمے گانے لگا۔ نور کی درخشانیاں فرش زمین پر بکھیرتا چل رہا تھا کیونکہ اسے نمائش گاہ ہستی میں نظر افروز ہونے کی خواہش تھی۔

آفتاب کی لبیں شعاعیں بھی ہو گئیں۔ ... بند کر لی۔ حسن حیا ... پر ... دامن پھیلائے ... ایک طرف نقوش بے بسی اور ناچاریوں کے ہنگامہ کے ساتھ رخصت ہو رہا تھا دوسری طرف ...

# ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت

## اور اس کے اسباب نمبر (۶)

(از جناب خواجہ عبد الرحیم بی۔ اے دہرہ دون)

ہے کہ ہندوستان کی آبادی بہت زیادہ ہے مگر اتنی زیادہ نہیں جتنی بعض دیگر مغربی ممالک کی ہے اور اس حساب سے ابھی مزید اضافہ کی بھی گنجائش ہے۔ جاپان میں اکثر زلزلے وغیرہ مصائب آتے رہنے کے باوجود اس کی آبادی ہندوستان کی آبادی سے تقریباً ۰ فیصدی زیادہ ہے اگر ہم جاپان اور پنجاب کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جاپان کا رقبہ ۱۴۷,۰۰۰ مربع میل ہے اور وہاں کی آبادی ۱,۱۴۰,۵۹۶ ہے۔ اس کے برعکس پنجاب کا رقبہ ۱۳۶,۹۲۵ ہے اور وہاں کی آبادی صرف ۲۳,۵۰۰,۰۰۰ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جاپان اور پنجاب کا رقبہ تقریباً برابر ہے لیکن جاپان پنجاب کی نسبت ۲ گنا زیادہ آبادی کا بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔

وہ لوگ جو کسانوں کی غربت کی وجہ محض آبادی کی زیادتی بتاتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہندوستان کے باشندے دیگر ممالک میں پھیل جائیں تو ایک تو ان کو کام مل جائیگا اور جو لوگ ہندوستان میں باقی رہ جائیں گے وہ آرام سے زندگی بسر کر سکیں گے، اور ان کا معیارِ رہائش بھی کافی بڑھ جائے گا۔

اس دلیل کو ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ بہت سے ہندوستانی دیگر ممالک مثل افریقہ، ماریشس، کینیڈا، جاوا میں گئے مگر جو سلوک ان کے ساتھ کیا گیا اور جن تکالیف کا ان لوگوں کو سامنا ہوا وہ ان لوگوں پر جنہیں وہاں کے حالات اچھی طرح معلوم ہیں واضح ہے۔

اور ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانیوں کا دیگر ممالک میں جانا قطعاً بند کر دینا چاہیئے یہ حالت نہ صرف غیر ممالک ہی میں ہے بلکہ سلطنتِ برطانیہ کے ان نوآبادیات DOMINIONS میں جو اس بڑی سلطنت کا ایک حصہ ہیں وہاں بھی ہندوستانیوں کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ یہ سلوک مزدور طبقہ کے لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقے کے ہندوستانیوں کو بھی نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان سے سخت بدسلوکی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ہندوستانی طالب علم جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر جاتے ہیں انہیں بھی ان تکالیف اور مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

حال ہی میں انگلش ٹیبل ٹینس ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام ٹینس چیمپین شپ کے میچ ہوئے جن میں ہندوستانی ٹینس ایسوسی ایشن نے بھی شرکت کی۔ مقابلہ میں حصہ لینے والے تمام کھلاڑیوں کے لئے جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب تھی ایک ہوٹل میں رہائش کا انتظام کیا گیا تھا لیکن ہوٹل والوں نے ہندوستانی کھلاڑیوں کو جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ جس کے خلاف ہندوستانیوں نے پروٹسٹ کیا۔ آخر جب ہوٹل کے مالکوں پر انگلش ایسوسی ایشن کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا کہ وہ تمام کھلاڑیوں کے لئے کسی دوسرے ہوٹل میں انتظام کر لے گی تو ہوٹل کے مالک ہندوستانیوں کو جگہ دینے پر مجبور ہوگئے

اس واقعہ سے وہاں کے بعض لوگوں کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے علاوہ ازیں زنجبار میں بھی ہندوستانیوں کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔

جس وقت تک کہ حکومت اور بارسوخ لوگ اس معاملہ کی نزاکت کو سمجھ کر ضروری کاروائی نہ کریں اس وقت تک اصلاح کی کوئی امید نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہندوستانیوں کو غیر ممالک میں جا کر آباد ہونے کا مشورہ دیا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی کسان کی خوشحالی باقاعدہ اور باوقت بارش پر منحصر ہے۔ ٹھیک وقت پر حسبِ ضرورت بارش ہوجانے سے اچھی فصل ہوجاتی ہے ورنہ کسان ہر طرف سے مصائب میں گھر جاتا ہے۔

علم سائینس نے تو ابھی اتنی ترقی نہیں کی۔ انسان اپنی مرضی کے مطابق جس وقت چاہے بارش برسالے۔ اس لئے یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔ حکومت نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اگر ٹھیک وقت پر بارش ہو جائے تو پورا مالیہ وصول ہو جاتا ہے ورنہ بجٹ میں کمی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا اثر حکومت کے دیگر شعبوں پر بھی پڑتا ہے جن کا دار و مدار مالیہ کی وصولیابی پر ہے۔ اور مالیہ کی وصولیابی اچھی فصل پر اور فصل بارش پر منحصر ہے۔

بادی النظر کو یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس دلیل میں بھی بہت سی خامیاں ہیں جنہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

زراعت دراصل ایک ہنر ہے اور کسان جتنا اس ہنر میں ماہر ہوگا اتنی ہی اچھی فصل اگانے میں کامیاب ہوگا۔ محض قدرت کی کاریگری پر قانع نہیں ہو جاتا بلکہ ہل چلاتا ہے، کھاد ڈالتا ہے اور بارش نہ ہونے پر مصنوعی ذریعے سے آبپاشی بھی کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ اگر معمولی زمین پر محنت اور مشقت کئے بغیر بیج بکھیر دیا جائے تو وہ محض بیہودہ ہوگا فصل اور پیداوار کی زیادتی کسان کی کوشش، تجربہ اور عقلمندی کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ چپہ چپہ پر حسبِ ضرورت تبدیلیاں کرتا دکھائی دیتا ہے اگر اس کی فصل کے گرد اس قسم کے درخت اُگے ہوئے ہوں جن کا سایہ فصل کے بڑھنے میں مانع ہو تو وہ ان درختوں کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے اگر زمین میں نمی یا کسی اور کیمیاوی جزو کی کمی ہو تو وہ اسے کھاد کے ذریعہ پورا کرتا ہے اگر محض بیج کے بکھیرنے سے ہی فصلیں ہو جایا کرتیں تو غالباً ہر شخص کاشتکار ہوتا بعض جگہ کسان سردیوں میں فصل کو مصنوعی گرمی پہنچاتا ہے اور گرمیوں میں مصنوعی سردی کا انتظام کرتا ہے۔

کسانوں کو مختلف ممالک میں مختلف تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض جگہ فصلیں برفباری سے تباہ ہوتی ہیں اور بعض جگہ تیز اور تند ہوائیں فصلوں کو نہیں بچنے دیتیں۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی وقت پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کسانوں کا فرض ہے کہ وہ مصنوعی ذرائع سے آبپاشی کا انتظام کریں۔ کنوؤں کے ذریعے آبپاشی کا کام بہت عمدہ طریقہ پر کیا جا سکتا ہے۔ مدراس میں اس قسم کے کنوئیں کھودے گئے ہیں جو ایک منٹ میں ۰۰۰ گیلن تک لگاتار پانی دیتے ہیں۔ اسی طرح کوشش کرنے سے آبپاشی کی دقت کو دور کیا جا سکتا ہے۔ صوبہ پنجاب جو کچھ عرصہ قبل بنجر علاقہ تھا گورنمنٹ کی متواتر کوشش اور نہریں نکال دینے

IMPERIAL PREFERENCE



COURTESY—"MY MAGAZINE"

ہندوستانی صاحب ولایتی میم کے ساتھ سیر کر رہے ہیں۔ ہندوستانی بیوی ان کی شاہی ترنگ کے عمل پر حیران ہے۔

## مزاحیہ

# سگرٹ اور بیڑی کی جنگ

(از جناب ابوالبیان مائل لکھنوی)

(خاص تیج دیکلی کے لئے)

میرے احباب مجھ سے شاکی ہیں۔

کیوں ؟۔

سب کہتے ہیں عجیب آدمی ہیں اب ہو۔ تنہائی میں نہایت گھبراتا ہوں۔ ان سے کون کہے کہ ع

ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

... ہو یا شام۔ سفر ہو یا حضر۔ میں اپنے خیالات میں ... تصورات کی وسیع دنیا ہے اور میں ... نہ فائر بریگیڈ کے جلنے کا اندیشہ۔ نہ ٹرام و موٹر ... کا کھٹکا۔ میں اک اعمق کا آدمی ہوں بعض ... جیسے ڈارون کی تھیوری کے خلاف اولاد ... جانے کا شرف حاصل ہے ازراہ اخوت و ... ہمدردی مجھے سمجھاتے رہتے ہیں۔

"تم ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتے رہتے ہو یہ برا ... دماغ کو سکون دو۔ ورنہ پاگل ہو جاؤ گے"۔

... سنکر انتہائی تعجب سے میں ان کی صورت دیکھتا ... کیونکہ دنیا کچھ کہے مگر میرے نزدیک تو ع

فکر کی قندیل کا خاموش ہونا موت ہے

ایک رات جب کہ دنیا خواب راحت کے مزے لے ... تھی۔ دیا جلے ہوئے تھے۔ ہوائیں چلتے چلتے تھک ... تھیں۔ ایجا سب اپنے کمرے میں گوآنکھیں بند کئے ... تھے۔ مگر جاگ رہے تھے۔ اس وقت بھی حسب عادت ... پرسکون طاری تھا۔ لیکن ہمارا ساتھ کمرے کی ہر چیز خاموشی ... اور سکوت کا پیکر بنی ہوئی تھی حتی کہ وہ ایک منٹ ...

عجیب سنسنے والی بڑی گھڑی بھی جس کی کھٹ کھٹ ٹن ٹن آرمسٹنٹ ہوئے ہماری مضامین نویسی و فکر سخن کا وقت کبھی موقوف نہ ہوتی تھی نقش بدلوار تھی یہ چیزیں کیا سوچ رہی تھیں۔ کیوں چپ تھیں۔ خدا جانے مگر ہماری وجہ خاموشی۔ باعث سکوت۔ اور تمام ترغور و فکر کا مرکز ذیل کا غور طلب سوال تھا۔

### دنیا کیا ہے ؟

اک عرصہ قتال۔ میدان جنگ۔ نفسی نفسی کا دور ہے۔ زبردست۔ زیردست کو پیٹے ڈالتا ہے۔ بڑی طاقتیں کم طاقتوں کو پھاڑے کھاتی ہیں ملکی سیاسی علمی۔ ادبی۔ خانگی جھگڑے بکھیڑوں سے فضائے عالم تاریک ہوتی ہے جدھر دیکھو سلاکشت وخون بھی ہوتی ہے کسی اخبار کسی رسالے کو دیکھو لڑائی بھڑائی کے قصوں سے خالی نہ ہوگا۔

آج کیا ہے ؟۔ میاں زبردست خاں نے زیردست بخش کو ڈنڈوں سے جاں بحق کر دیا۔

کل کیا ہوا ؟۔ طاقت سنگھ نے نحیف سنگھ کے شکم مبارک میں قرولی بھونک کر زندگی کے تماشے کا اینڈ کر دیا۔

پرسوں کیا ہوا تھا ؟۔ "بسلسلہ بغاوت تیس اور حال کو پھانسی کا حکم سنا دیا گیا"۔ یا فلاں صاحب بہادر نے غریب نتھو خانساماں کو اپنی میم صاحبہ کے عزیز از جان (ٹام رکھنے) کو ہاٹ ٹی (گرم چائے) نہ دینے کے جرم میں ٹھنڈا کر دیا۔

ایک نقاد نے کسی شاعر کے کلام پر نقد وتبصرہ کیا۔ شاعر نے ہوا تو سانپ سونگھ گیا۔ شکریہ بھی ندارد۔ ورنہ چھڑ گئی سگرٹ وار۔ کہیں بیوی علیہ ما علیہ کی بدزبانی و جہالت سے میاں کے لئے گھر دنیا میں جہنم بنا ہوا ہے تو کہیں برعکس اس کے۔ اب اپنے سگے بیٹے سے نالاں ہے تو دوسری طرف صاحبزادے گالیوں سے تعظیم فرما کر سعادت مندی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ماں بھی منہ پھلائے ہوئے ہے تو بیٹی والدہ صاحبہ کو صلواتیں سناتی ہیں۔ بھائی بھائی پر آستینیں چڑھائے ہوئے ہے۔ غرضکہ ہر طرف نفرت و بہیمیت کا فلیگ لہرا رہا ہے کوئی توپ دہن ہے کوئی بندوق در بغل۔ کوئی پستول در دست ہے تو کوئی کنپٹیوں کے پیچھے ہی پڑا نالاں ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو۔ ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ دنیا کیا ہے درندوں کا بیابان ہے۔ ہلاکت کا سمندر ہے۔ جنگ مد دار و گیر بلند ہے۔ اور بقول یورپ کے مشہور مدبر لرک ہاٹ کے۔ "جنگ اک عالمگیر قانون ہے جو فطرت کے ہر شعبہ میں موجود ہے"۔

میرے خیالات کا سلسلہ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ یکایک کمرے کی فضائے خاموش میں اک ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہوئی جس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا میں نے دیکھا میز پر رکھی ہوئی سگرٹ کا بنڈل خود بخود کھلا۔ ایک سگرٹ نے اپنی روپہلی نقاب اٹھاتے ہوئے پاس رکھی ہوئی بیڑیوں کو (جن کو چیا ہندوستانی ہونے کا مدفن ثبوت ہے) مخاطب کر کے متکبرانہ انداز سے کہا۔

"غلام مشرق کی پست ترین دستی ایجاد خدا کی شان تیری بھی یہ لیاقت کہ ہم جیسی میڈ ان انگلینڈ حسین و خوبصورت ہستیوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھے۔"

اتنا سنتے ہی بیڑیوں کے چہرے سرخ ہوگئے۔ ان میں

(باقی مضمون صفحہ ۳۰ پر)

# ہندوستانی دیویوں کا آدرش

(از شری نارائن پرشاد اروڑا بی۔ اے)

رامائن اور مہابھارت میں استریوں کی جو مثالیں ملتی ہیں، اس طرح کی مثالیں مہابھارت اور کہیں نہیں ملتیں۔ کتابوں کے مصنفوں نے اپنے کمال ہاتھوں سے ایسے درشن پیش کئے ہیں کہ اسکی پوری پوری تعریف کے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا۔ رامائن اور مہابھارت کے زمانہ کی دیویوں میں خاص ایک طرف آدرش۔ بہادری۔ پریم ہوتا تھا۔ اس دور کی ہر طرف اونچے آدرش اور سوامی بھگتی کی بھی پوری جھلک دکھائی دیتی تھی جس وقت مریادا پرشوتم رام اپنا تخت چھوڑ کر بن باس کو جاتے ہیں تو اس وقت ستی سیتا اپنے سوامی کے ساتھ بن کو جاتی ہے۔ ہمیشہ رام چندر کے ساتھ رہ کر سیتا بن باسیوں کی جھونپڑیوں میں راج دربار جیسی شوبھا کر دیتی ہیں اور جب زبردستی انہیں رام سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ تب بھی وہ اپنی سوامی بھگتی میں کمی کو دھبہ نہیں لگنے دیتیں۔ نیز قید اور موت کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی اپنی ہمت میں کمی نہیں آنے دیتیں۔ جس وقت اس کے ستی ہونے پر جھوٹا شبہ کیا جاتا ہے تو سیتا نے اس کا کس بہادری سے مقابلہ کیا ہے۔ اس وقت سیتا میں برداشت کی طاقت۔ تپ۔ قربانی۔ پتی برت گن ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے بعد ذرا ساوتری کی طرف دیکھئے۔ جس نے ملک الموت کے سخت حملوں سے اپنے پتی کو بچا لیا۔ شکنتلا کا نام لیتے ہی استری جاتی کی بھاشا اور بڑائی آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ کوشلیا جی کی یاد ہمیں آدرش ماتا کی یاد دلاتی ہے۔ اگر اسی طرح نام گنوائے جائیں تو ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے اور پھر بھی یہ نام پورے نہیں ہو سکتے۔ اس وقت ارہ جاتی کی استریاں آزاد تھیں۔ جہاں تھیں اور بلوان تھیں استری اپنے پتی کے ساتھ یہ دھرم کام میں شامل ہوتی تھیں۔ کیونکہ پتی بھی دھرم پتنی کے بغیر اپنے گھر کا کوئی شبھ کام سر انجام نہیں دے سکتا تھا۔ وہ جیون کے ہر کام میں پتی کا ساتھ دیتی تھی۔ بہت سی باتوں میں مغربی ممالک کے لوگ اگر ہمارے آدرش کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ مگر مغربی ممالک کے لوگوں کو یا مغربی تہذیب کے دلدادہ ہندوستانیوں کو بھارتی جیون کا آدرش اس وقت تک سمجھ میں نہیں آئے گا جب تک اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے گی۔ صرف نفرت کی نگاہ سے دیکھنے سے ہی کام نہیں چلیگا۔ برابری کا جو مطلب مغربی ممالک میں لیا جاتا ہے اس کا بھارت میں کوئی مقام نہیں ہے۔ بھارت ورش میں استریوں کے ادھیکاروں کی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی کہ مردوں کے حقوق کی۔ یہاں تو سوال یہ ہے کہ استری کا فرض کیا ہے؟ ہمارے یہاں کے گھرانوں کو دراصل مغربی ممالک کے گھرانوں کے طریقوں سے بالکل الگ ہے۔ ہمارے گھروں میں کئی پیڑھیاں ایک ساتھ رہتی ہیں۔ مگر مغربی ممالک میں مشترکہ خاندان کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے جب ایک نوجوان کی شادی ہوئی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ الگ گھر بنا لیا۔ مگر ہمارے یہاں شادی ہو جانے پر کوئی نوجوان گھر سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ مشترکہ گھر کے اندر ہی اپنی دھرم پتنی کو لے آتا ہے۔ اس طرح شادی ہونے سے کسی خاندان کے گھریلو تعلقات میں فرق نہیں آتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور مغرب کے لوگوں کے آدرشوں میں زمین آسمان کا فرق ہوا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے آدرشوں میں بھی بڑا فرق ہے۔ ہمارے ملک کی دیویوں کا رخ اپنے فرض کی ادائیگی کی طرف رہتا ہے جب کہ مغربی ممالک کی دیویوں کی توجہ اپنے حقوق کی جانب لگی رہتی ہے۔ حقوق کی طرف ہی توجہ رکھنے سے آپس کا پریم کم ہو جاتا ہے۔ اور فرض کی ادائیگی کا خیال رکھنے سے سیوا اور خدمت کرنے کے اعلیٰ جذبہ کی ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر ہم شانتی کے پجاری ہیں تو ہمیں آدرشوں کے مطابق ہی استری تنگش اور استری اندولن کو چلانا ہوگا۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو بے شک مغربی ممالک کے آدرشوں کے مطابق ہم اپنا کام کر سکتے ہیں ہمیں یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اپنے جیون کی جس حالت میں آپ ہیں اس کے مطابق آپ اپنے فرائض کا پالن کتنا کیا ہے؟ اس نیم میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ اگر آپ کے ساتھ کسی نے ناانصافی کی ہے تو آپ بھی اس کے ساتھ ناانصافی کریں۔

---

## اورینٹل کا شاندار ریکارڈ

اورینٹل گورنمنٹ سکوریٹی لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ نے ابھی اپنے گذشتہ سال کے بزنس کی رپورٹ بھیجی ہے۔ جو حسب ذیل ہے سنہ ۱۹۳۴ء میں ۸،۲۳۲۴ پالیسیاں مالیتی ۱۷،۲۴،۶۲،۷ روپیہ کی جاری کی گئی تھیں سنہ ۱۹۳۳ء میں ۱۹۱۸۳ پالیسیاں مالیتی ۳۰،۲۶۲،۴۰،۷ روپیہ جاری کی گئی تھیں۔ گویا سنہ ۱۹۳۴ء میں کمپنی نے ۱۸۷۴ پالیسیاں مالیتی ۸۱۶۵۵۸۵ روپیہ زائد جاری کی!

---

# ترکی خواتین کی ترقی کا راز

(محترمہ خالدہ ادیب خانم کے زریں خیالات)

ٹرکی کی نئی زندگی کے ساتھ وہاں کی عورتوں نے جو ترقی کی ہے جس کی وجہ سے آج تقریباً ہر شعبہ میں ترکی دیویاں پیش پیش نظر آتی ہیں کیا یہ ترکی دیویوں کا ادھار یا مکتی کہا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ٹرکی کی مشہور مفکرہ محترمہ خالدہ ادیب خانم نے کہا کہ ترکی دیویوں نے جو ترقی کی ہے اسے ادھار کہنا غلط ہے یہ کہتے ہوئے آپ نے ترکی عورتوں کی ترقی کا مندرجہ ذیل دلچسپ نقشہ کھینچا ہے:-

"دو سال سے زیادہ ہوئے جب ہمارے یہاں کے لیڈروں نے یہ محسوس کیا کہ عورتوں کے تعاون کے بغیر قوم ترقی نہیں کر سکے گی چنانچہ لڑکیوں کا پہلا سکول سنہ ۱۹۰۰ء میں کھولا گیا۔ اس کے بعد تعلیم نسواں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی گئی۔ سنہ ۱۹۰۸ء کے بعد سے ٹرکی کے نوجوان طبقہ نے استریوں کی ترقی کے لئے پوری کوشش کی جنگ عظیم کے وقت ٹرکی میں اس قدر تعلیم یافتہ عورتیں موجود تھیں کہ دفتروں میں جو جگہ خالی ہوتی تھی ان کا کام یہ عورتیں بخوبی سنبھال لیتی تھیں۔ شہروں اور قصبوں میں ان عورتوں نے اپنے خاوندوں کی جگہ بیوپار کا تمام بوجھ سنبھال لیا۔ کسان عورتوں نے کھیتی باڑی اور فوج کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا اپنے ذمہ لے لیا۔ آخری لڑائی میں استریوں کے تیاگ۔ قربانی اور خدمات کی بدولت ترک قوم ہلاک ہونے سے بچ گئی ترک لوگ اپنی بہنوں کا اپکار مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب استریوں اور پرشوں کے حقوق سب برابر ہیں۔ باپ کی ملکیت بیٹوں اور بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خاوند سے کچھ لے دے بھی عورت کا حق ہو گیا ہے۔ استریوں کے اصرار پر پرشوں سے طلاق دینے کا حق چھین لیا گیا ہے جو اسلام کے شرعی قانون کی رو سے انہیں حاصل تھا۔ اب صرف عدالت کے ذریعہ طلاق دیا جا سکتا ہے۔ ترکی دیویوں کی طرف سے کبھی حقوق اس طریقہ پر نہیں مانگے گئے جس طرح یورپ کی استریاں مانگتی ہیں۔ انہوں نے اپنی مرضی سے اپنے فرائض کی پوری طرح تکمیل کی اور ان کے حقوق خود بخود انہیں ملتے گئے۔ ان کے لئے انہیں کسی قسم کا ایجی ٹیشن بھی نہیں کرنا پڑا۔

آجکل ٹرکی میں عورتیں ڈاکٹری کا کام کرتی ہیں وکالت کرتی ہیں۔ اسکولوں میں تعلیم دیتی ہیں دفتروں میں جاتی ہیں اور کسی بھی شعبہ میں مردوں کی نسبت نہ تو عورتوں کی کم قدر ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں کم تنخواہ ملتی ہے۔ یہاں ابھی تک آبادی کم ہے اس لئے بڑی بڑی تنخواہیں نہیں دی جا سکتیں اور جب تک خاوند اور بیوی نہ کمائیں وہ اپنے خاندان کا گذارہ نہیں کر سکتے۔ یہاں مرد اور عورت میں پورا تعاون ہے۔ آگے کیا ہوگا؟ یہ میں ابھی نہیں کہہ سکتی۔"

---

---

## دہلی نمائش میں سینما

انڈین سوفٹ کوک سیس کمیٹی کی طرف سے نمائش گاہ میں مفت سینما دکھانیکا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کمیٹی نے چند سائلنٹ فلم تیار کئے ہیں۔ ایک انگریزی کا فلم ہے، ایک کمدرہ فلم ہے اور ایک خارجی فلم ہے۔ جس کے ذریعہ سوفٹ کوک کے استعمال کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ مگر فلم نہایت عجیب اور سبق آموز ہیں۔ تجارتی اصحاب ان فلموں سے بہت کچھ اشتہاری طریقے سیکھ سکتے ہیں۔

---

## دہلی نمائش میں چائے مفت

دہلی نمائش میں انڈین ٹی سیس کمیٹی نے نمائش میں آنے والے اصحاب کے لئے چائے نوشی کا مفت انتظام کیا ہے ہزارہا آدمیوں کو روزانہ چائے پلائی جاتی ہے۔ مسٹر نائر انسپکٹر ٹی سیس کمیٹی پبلک کو چائے پلانے میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ انتظام نہایت معقول ہے۔ انڈین ٹی سیس کمیٹی ہندوستان کی چائے کمپنیوں کی نمائندہ جماعت ہے اس کا مقصد ہندوستان کو چائے نوشی کی عادت ڈالنا اور اس کی مانگ پیدا کرنا ہے۔ کسی تجارت کو مستقل طریقہ پر چلانیکا یہ نہایت عمدہ طریقہ ہے

## عورتوں کا صفحہ

سکہ بازی کی ماہرہ

انگلستان کی ایک عورت جو سکہ بازی کے مقابلہ میں شامل ہوئی ہے۔ اور اسکی مشق کر رہی ہے۔

مسز لاتو رانی زتشی

عرصہ بارہ سال تک پنجاب میں قیام کرنے اور قومی خدمت انجام دینے کے بعد آپ اور آپکی لڑکیاں الہ آباد چلی گئی ہیں۔

ایکٹریس اور آرٹسٹ

[illegible] کی مشہور ایکٹریس [illegible] مصوری [illegible] مصروف رہتی ہے

ملکہ معظم کی بہن

ہر رائل ہائی نس لیڈی اٹہلون جو دہلی تشریف لائی ہیں۔

## دیوانی محبت

اطمینان اور سکون کی حالت میں۔

دو ھٹی پوٹیمس (دریائی گھوڑے) مشورہ کر رہے ہیں۔

## اولمپک شہر

جرمنی کے دارالحکومت برلن میں یہ اولمپک شہر تیار ہو رہا ہے۔ جو دنیا بھر کے کھلاڑیوں کا مرکز ہوگا

# فرمانبرداری اور فرض!

(از شریمتی ماسٹر بہاری لال جی مہرہ دہلی)

(خاص تیج ویکلی کیلئے)

اگر اُستاد حکم دے کہ کھڑے ہو جاؤ تو سب لڑکے ایک دم کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لڑکے کیوں ایسا کرتے ہیں۔ کوئی کہے گا کہ اس ڈر کے مارے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اگر کھڑے نہ ہوں تو اُستاد ملے گا۔ کوئی کہے گا اُستاد کا کہنا ماننا ہمارا فرض ہے۔ جو لڑکے اُستاد کا کہنا مانتے ہیں تب وہ کچھ پڑھ کر ہوشیار بن جاتے ہیں۔

شروَن ایک لڑکا تھا۔ وہ ماں باپ کا حکم مانتا تھا۔ ماں باپ اندھے تھے انہوں نے کہا ہمیں یاترا کرا دو۔ شروَن نے ایک ڈانڈی لی اور ان کو ڈانڈی میں بٹھا کر یاترا کرانے لے چلا۔ راستہ میں تالاب آیا۔ بڈھوں کو پیاس لگی۔ وہ ان کے لئے پانی لینے گیا۔ ابھی گھڑا پانی میں ڈبایا تھا کہ راجہ دشرتھ ادھر آ نکلا۔ اس نے اسے جنگلی جانور سمجھ کر تیر مارا۔ اس کے منہ سے آہ نکلی۔ دشرتھ نے اسے اٹھایا اور اندھے ماں باپ کے لئے پانی لے گیا۔ لیکن انہوں نے دشرتھ کے ہاتھ سے پانی نہ پیا چتا بنا کر زندہ جل کر مر گئے۔ آج شروَن کا نام کیوں مشہور ہے کیونکہ اس نے ماں باپ کی سیوا کرتے کرتے جان دے دی رامچندر جی کا نام کیوں مشہور ہے کیونکہ انہوں نے پتا کا حکم مان کر راج پاٹ چھوڑ دیا اور بن کو چلے گئے۔ ہمارا فرض ہے کہ بزرگ ہمیں جو خدمت بتائیں ہم اسے بجا لائیں۔

اگر کوئی چور تم سے کہے کہ دوکان میں سے فلاں چیز چرا لاؤ۔ تو تم کیا کرو گے؟ ہرگز چوری نہ کرو گے۔ اگر کوئی لڑکا کہے کہ مجھے سوال نقل کرا دو تو تم کیا کرو گے نقل نہ کراؤ گے کیونکہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس لئے ہر ایک شخص کی بات نہ ماننی چاہیئے اور ٹھیک بات پر عمل کرنا چاہیئے۔

ماں باپ کا کہنا ماننا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا بھلا چاہتے ہیں۔ اُستاد کا کہنا ماننا چاہیئے کیونکہ وہ ہمیں پڑھا لکھا کر بہتر بناتے ہیں۔ بیماری کے وقت ڈاکٹر کا حکم ماننا چاہیئے کیونکہ وہ ہمیں تندرست کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں کا کہنا ماننا چاہیئے کیونکہ:-

(۱) بزرگ جانتے ہیں کون سی بات درست ہے۔ کون سی غلط۔ بچے نہیں جانتے۔ ان کو ہر ایک بات سکھانی ہوگی۔ وہ جاہل ہیں۔ بچوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ کس طرح برتاؤ کریں سب کچھ ان کو سکھایا جاتا ہے۔ جنگلی اور وحشی آدمی ٹھیک کام نہیں کرتے۔ اور بڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو کوئی سکھاتا نہیں۔ بے گورو کے ہونا گالی سمجھی جاتی ہے۔ ہم سب کو سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور ان لوگوں سے سیکھنا چاہیئے جو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کون سی بات درست ہے کونسی غلط۔ گھوڑے کو قابو میں رکھنے کے لئے لگام کی ضرورت ہے تاکہ ٹھیک راستہ پر چل سکے۔ اسی طرح بچوں کو سکھلانے کے لئے ہدایت کی ضرورت ہے۔

بزرگ ہمیں اچھا بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اگر لڑکا ہو تو دنیا میں نام روشن کرے اچھے سے اچھا آدمی بنے۔ اگر لڑکی ہو تو نیک سے نیک استری بنے۔ وہ اپنی خوشی کو پورا کرنے کے لئے ان سے کام نہیں لیتے بلکہ بچوں کی بہتری کے لئے ان سے کام لیتے ہیں گو وہ اپنے بچوں کے دل و دماغ کی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر چاہتے ہیں کہ ہمارا جسم تندرست رہے۔ ہمیں ان سب کا حکم ماننا چاہیئے۔ چاہے ہمیں یہ حکم ناگوار بھی گزرے۔

اگر درست حکم نہ ہو تو ہمیں نہ ماننا چاہیئے۔ اگر ایک آدمی ہم سے کہے سمندر میں کود پڑو۔ ہمیں اس کی تعمیل نہ کرنی چاہیئے خیال رکھو۔ ماں باپ اُستاد تمہیں ایسا حکم کبھی نہ دیں گے جو درست نہ ہو۔ بہت سی باتوں کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔ اگر ہمارے ساتھی اور دوسرے آدمی ہم سے ایسا کام کرائیں جو ٹھیک نہیں ہے تو ہرگز ہرگز ایسا کام نہ کرنا چاہیئے۔

## حکم کی تعمیل کس طرح کریں؟

ہمیں ہمیشہ حکم ماننا چاہیئے۔ بعض دفعہ عمل کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ طبیعت کو ناگوار معلوم ہوتا ہے پھر بھی ہمیں حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ عزیز داری اس وقت اور بھی قدر کے قابل ہے جبکہ حکم پر عمل کرنا مشکل ہو۔ جب حکم ہماری مرضی کے مطابق ہو تو اس پر عمل کرنا بالکل آسان ہے۔ یہ سچی فرمانبرداری نہیں ہے۔

ہمیں چاہیئے ہم حکم کی تعمیل خوشی خوشی کریں جو لڑکا بڑبڑا کر حکم کی تعمیل کرتا ہے یا اس خیال سے حکم مانتا ہے کہ اگر حکم پر عمل نہ کیا تو اسے سزا ملے گی۔ وہ لڑکا دراصل حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔ ماں باپ اور اُستاد کی تابعداری چاہتے ہیں۔ ہمیں اسی حکم کی تعمیل نہ کرنی چاہیئے جس کی بابت حکم دیا جائے۔ ہمیں چاہیئے کہ معلوم کریں۔ ماں باپ کی کیا خواہش ہے۔ اور کس کام کرنے سے وہ خوش ہوں گے۔ بغیر حکم کے خود بخود ان کی خواہش پوری کرنی چاہیئے۔ یہ تابعداری خوش گوار ہے اور سب کو خوش کرتی ہے

## بڑوں کا حکم!

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں
بجلی چمکی، بادل گرجا،
مینہ جو تھا احمد گھر آیا
چاہا اٹھ کر باہر جائے
ماں نے کہا، جاؤ گے کیونکر
بات سنو اس وقت نہ جاؤ
ماں کا کہا اس نے نہ مانا
پاؤں جو پھسلا، سنگھی بس گت
ماں نے فوراً آ کے اٹھایا

کالی کالی گھٹائیں چھائیں
چھم چھم چھم چھم پانی برسا
بیٹھے بیٹھے جی اکتایا
سیر سے اپنا دل بہلائے
پانی کیچڑ ہوگا سڑک پر
لاؤ اپنا سبق سناؤ
اچکن پہنی، چاہا جانا!
کیچڑ میں وہ ہو گیا لت پت
پھر تو بہت دل میں شرمایا

حکم بڑوں کا مانو بچو!
فرض یہ اپنا جانو بچو!

## سوالات!

(۱) اگر اُستاد تم سے کہے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ تو کیا کرو گے؟ اور کیوں؟
(۲) شروَن کی کہانی سناؤ۔ شروَن کا نام کیوں مشہور ہے؟
(۳) تم کن کا حکم مانو گے اور کن کا حکم نہیں مانو گے؟
(۴) اگر کوئی کہے۔ کوئیں میں کود پڑو۔ تم اس حکم کی تعمیل کرو گے؟
(۵) اگر کام مشکل ہو اور اُستاد تم کو اس کام کے کرنے کا حکم دے تو تم اسے کس طرح کرو گے؟
(۶) جو لڑکے حکم مانتے وقت بڑبڑاتے رہتے ہیں ان کی بابت کیا خیال کرتے ہو؟

# کتبہ کوٹلہ فیروز شاہ دہلی

## اس کی تحریر اور ترجمہ اردو

(خاص تیج و بجلی کے لئے)

(از قلم جناب کشن چند صاحب ماتھر تسلیم دہلوی)

دہلی شہر دہلی کے قریب ایک یادگار فیروز شاہ کے کوٹلے کے نام سے قائم ہے۔ اس پر بہت سے کتبے کچھ قدیم ناگری زبان میں اور کچھ ایسی زبان میں جو اب تک ناقابل فہم ثابت ہوئی کندہ ہیں۔ ان میں سے پانچ سنسکرت زبان میں ہیں جن کا بیشتر حصہ سمجھ میں آجاتا ہے لیکن بقیہ کتبوں کی تحقیق و تدقیق میں بہت زیادہ محنت اور وقت کی ضرورت ہے۔ اگر اس پر تھوڑی سی محنت کی جائے تو ہم ایک قدیم زبان کی دریافت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کتبوں کے قابل فہم حصص کا ترجمہ اردو ناظرین تیج و بجلی ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ترجمہ بالکل صاف ہے۔ صرف ایک جگہ سے مطلب پر پیچ ہو گیا ہے اور شرح طلب ہے۔

### کتبہ نمبر (۱)

یہ کتبہ لاٹ سے جنوب مغرب کی طرف دوسرے کتبوں سے ہٹ کر بجائے جھریری، افتادہ پر اور دیگر کتبوں سے دو فٹ کی بلندی پر نظر آتا ہے۔

### اوم

سنہ ۱۳۳۰ بیساکھ ماہ کی شکل پکش کی پہلی تاریخ کو دہشتان دیو ولد اہل دیو شاہ سالکھیری نے یہ یادگار قائم کی۔

### کتبہ نمبر (۲)

دوسرا کتبہ جو اس لاٹ پر کندہ ہے ایک شیب قسم کی تحریر کا نمونہ ہے جو دو اشعار یا چار مصرعوں پر مشتمل ہے لیکن چاروں مصرعوں کے آخری الفاظ صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے ہیں۔

لفظ اس کتبہ کا مطالعہ بغور ظاہر کرتا ہے کہ یہ تیسرے مصرعہ کا آخری حرف ہے۔ اور اسی مقام پر مصرعہ ختم ہوتا ہے۔

### اوم

وندھیاچل کے طول و عرض تک اور ہمالیہ کی دوری تک اسکی شہرت پہنچی ہوئی تھی

وہ آریہ ورت کو اس کے نام کا اہل بنانے کا خواہشمند تھا

چنانچہ وہ اب تک زندہ نہیں ہے اس لئے سالکھیری کا بادشاہ یہ سمجھا جاتا تک ہے۔ لفظ سالم صاف پڑھا جاتا ہے اس سے آگے کے چند حروف صاف نظر نہیں آتے (غالباً یہ لفظ سالکھیری ہی ہوگا) ہماوت اور وندھیاچل تک کا کل علاقہ ہمارا خراج گذار ہے۔

بکرمی سمت ۱۲۲۰ ماہ بیساکھ شکل پکش کی تیسری بدھ وار کو پرجا پالک سالک دیو سلطنت تخت آرائے گیا۔

بکرمی سمت ۱۲۲۰ بالکل صاف پڑھا جاتا ہے کہ کم از کم یہ صاف ظاہر ہے کہ حروف کل تین ہی ہیں۔ اس چوتھے حرف کی مطلق گنجائش نہیں ہے کتبہ میں سنہ اس طرح نقش ہے (۱۲۲۰) اگر بغرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کتبہ اصل میں دو دائرے والی شکل نقش آرائش کی خاطر بنائی گئی ہے یا شعر کے ختم ہونے کی علامت کو ظاہر کرتی ہے تو دونوں کتبوں کی تاریخ سنہ ۱۱۶۴ عیسوی بن جاتی ہے۔ اور اگر اس دو دائرے والی شکل کو صفر پڑھا جائے تو وشال دیو کا کتبہ زیادہ قدیم نہیں رہتا۔ اسکے اس کا سنہ ۱۲۰۴ پڑھا جائیگا جس کا مطلب یہ ہوا کہ شہاب الدین کے دہلی فتح کرنے سے محض ۱۲ سال پہلے یہ کتبہ نصب کیا گیا تھا۔

### کتبہ نمبر ۳ اور ۴

اگلے دونوں کتبوں کی عبارت قریب قریب یکساں ہی ہے۔

وہ جو کہ شہنشاہیت کے نشہ میں سرشار ہے اور دوسرے بادشاہوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور جو اپنی گردن خم کرتا ہے۔ التفات و کرم کا مستحق ہوتا ہے۔ شہر کا سمبی کا اندرہ (شہر کاسمبی غالباً ہستنا پور کے قریب ہی کوئی شہر ہوگا) وہ فاتح عالم ہے۔ زمین و زماں کا شہنشاہ وشال ہے اس کے احکام ... سر آنکھوں پر بجا لائے جاتے ہیں ... وہ قلب تو عالم ہے۔ اور ستانا جانا کا فرزند انتخب ہے۔ اس کا باطن اس قدر صاف ہے کہ جب دشمن اس سے رحم کا طالب ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا جاتا ہے۔

یہ کتبہ شری تلک راجہ کی حضوری میں شری پت نامی ایک کایستھ نے جو مہاوا کا لڑکا تھا کندہ کیا تھا۔

### کتبہ نمبر ۵

پانچواں کتبہ کسی بادشاہ وگرہ نامی کی وفات کا مرثیہ معلوم ہوتا ہے

نفس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ عیاش طبع تھا۔ اس کتبہ کا آخری حصہ بالکل ناقابل فہم ہے لیکن دو دو مصرعوں کا مطلب یہ ہے۔ وھو ہذا۔

(۱) اس کے دشمن بادشاہ کی لڑکی کی آنکھوں کی خطا کاریاں ... جس سے طلبی کو شاد کامی میسر ہوتی تھی۔ اس کی آنکھیں سلطنت پر بدنصیب کی مانند درخشاں تھیں۔ دشمنوں کا دل اس کی طرف سے بالکل صاف، ایک صحرا کے اس راستہ کی مانند ہو جہاں رکاوٹ پیدا کرنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ وگرہ راجہ دیو کی جوبلی کے موقعہ پر کندہ کیا گیا

(۲) اے شہنشاہ دو عالم وگرہ! تیرا آخری مسکن خوبصورت عورتوں کی گود مقرر ہو۔ جن کی ابرو نہایت خوبصورت ہوں ... یہ عورتیں تیرے دشمن کی بیویاں ہونی چاہئیں۔ ... میرے دشمنوں میں اندھ۔ وشنو ... کیوں نہیں ہیں

# ایک ہندی سپوت کا سچا خواب

(پچھلے صفحہ سے)

ہنستے ہوئے دکھا ہے

میں نے کہا "اے ماتا۔ یہ کون سے دریا ہیں؟"

بھارت ماتا نے کہا۔ "بیٹا یہ دو دریا نہیں ہیں بلکہ یہ دو بہنیں ہیں۔ جو اپنے فیض و ایثار سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ لیکن اب ان کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ گنگا اور جمنا سے جو شاخیں پھوٹ کر نکلی ہیں۔ پہلے تمہارے ہندوستانی بھائی ان ہی کو سارے عالم دریا بنا کر کشتی کے ذریعہ تجارت کیا کرتے تھے۔ پہلے اس کا پانی چھان کر پیا کرتے تھے۔ پہلے اسکو پوتر سمجھ کر اس میں نہایا کرتے تھے"

بھارت ماتا کے ساتھ میں جو آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند دو دو تین تین سال کے بچے ریت کے پہاڑ سا بنا کر کھیل رہے ہیں۔

بھارت ماتا نے مجھ سے کہا۔ "دیکھو بیٹا۔ میرے اس مقام کے یہ چند پسر ہیں۔ اور یہ مجھ سے بہت پریم رکھتے ہیں"۔

بچوں نے بھارت ماتا کی جے کا شور مچایا۔ بھارت ماتا نے بچوں کو چپ رہنے کے لئے انگلی کا اشارہ کیا۔ اور کہا "جیتے رہو۔ جیتے رہو" بچوں نے کہا "اچھی ماتا ہمیں گود میں لے لو" بھارت ماتا نے انگلی کے اشارے سے پھر منع کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھیں

میں نے کہا۔ "اچھی بھارت ماتا۔ تم نے ان بچوں کو گود میں کیوں نہیں لیا؟"

بھارت ماتا نے کہا "میں آزاد نہیں۔ اس لئے میں انہیں کھلا نہیں سکتی۔ مگر اب جب میں آزاد ہو جاؤں گی۔ تب ان کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوں گے اور یہ خوشی خوشی میری گود میں کھیلتے ہوں گے۔"

بھارت ماتا صرف اتنا ہی کہنے پائی تھیں کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا اور چارپائی پر سے اٹھ کر کیا دیکھتا ہوں کہ نسیم سحر کے جھونکے آ رہے ہیں۔ اور مرغان سحر نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔

**گوپال گھی سٹور کھاری باؤلی دہلی** سے

خالص اور اصلی شدھ اور پوتر دیہاتی گھی خریدیئے

# رقص اور صنفی تعلیم کی اہمیت

انگلستان کے بورڈ آف ایجوکیشن کے چیف میڈیکل افسر سر جارج نیومین نے اپنی رپورٹ بابت ۱۹۳۱ء میں لکھا ہے کہ اسکول کے تعلیم پانے والے بچوں کی صحت میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اسکول میں بچوں کو جو چیزیں حاصل ہونا چاہیئے۔ ان میں سب سے اہم شاید حسب ذیل ہیں۔

صحت آور عادتیں اور تخیل۔ صحت و ضمیر۔ صاف جسم۔ اچھی خوراک اور جسمانی ورزش۔

ان چیزوں کا ایک کم سے کم قومی معیار ہوتا ہے جہاں تک پہنچنے میں ہمارا ملک ناکام رہا ہے۔ لیکن پھر بھی بیماریوں کے علاج اور انسداد میں بہت کافی ترقی ہوئی ہے۔

جسمانی ورزشوں اور کھلے میدان کے کھیلوں پر زور دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ رقص کو کافی طور پر عام نہیں کیا گیا ہے۔ رقص جسمانی ورزش کا ایک نہایت ہی مفید اور اہم طریقہ ہے اور جسمانی تعلیم میں اسے خاص جگہ ملنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں اب تک جو کوشش کی گئی ہے وہ بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ رقص کی تعلیم محض سطحی طور پر دی گئی ہے۔ اور اس میں بچوں کو اظہار خیال کی آزادی نہیں ملی ہے۔ اپنی گذشتہ [illegible] تعلیم [illegible] کی [illegible] سکھائی جا سکتی ہے [illegible] اور اسمیں جدتیں پیدا کر سکتے ہیں۔

صنفی تعلیم کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ یہ [illegible] ہے لیکن سیر [illegible] میں خاص خاص مدارس میں [illegible] سے زیادہ عمر کے بچوں کے لئے یہ لازمی قرار دی گئی ہے۔ آجکل نہایت ضروری ہے کہ اسکول کی تعلیم ختم کرنے سے پہلے بچوں کو اس مسئلہ کی معقول تعلیم دی جائے اور ان کی مناسب طریقہ سے رہنمائی کی جائے۔ یہ صحیح ہے کہ صنفی تعلیم والدین سے بہتر کوئی نہیں دے سکتا۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ اول تو بہت کم والدین اس طرف توجہ کرتے ہیں اور جو کوشش بھی کرتے ہیں وہ صحیح تعلیم نہیں دے سکتے۔ دوسرے والدین کی اس تعلیم کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر اسکول کے ہیڈ ماسٹر کو اس موضوع پر خاص توجہ کرنا چاہیئے اور حسب موقعہ مناسب طریقے اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اب زیادہ عرصہ تک نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(ہندوستان میں ڈاکٹر ٹیگور کی مشہور یونیورسٹی شانتی نکیتن ہی ایک ایسا ادارہ ہے جہاں جسمانی ورزش کے ساتھ لڑکوں اور لڑکیوں کو رقص کی تعلیم بھی دی جاتی ہے)

غلام ملک میں ہر مسئلہ پولیٹکل سوال بن جاتا ہے
(برنارڈ شا)

(مرتبہ حضرت ہزاری لال ھیلم بڑودوی)

---

بغیر ایثار کے قوم کی خدمت کرنا ناممکن ہے۔

---

اپنی جیب میں ایک پیسہ ہونا ملک میں ایک دوست کے ہونے سے اچھا ہے۔

---

آپ کے پاس جتنی عقل ہے اس کے مطابق کام کیجئے دنیا کا زیادہ تر کام معمولی قابلیت کے آدمی ہی کرتے ہیں

---

اقبال مند فاتح ہمیشہ اپنی شرائط صلح کو سخت کر دیا کرتا ہے

---

حکمت عملی کے بغیر حق پرستی لنگڑی اور بعض اوقات خودکشی کے برابر ہے۔

---

SLATUS یعنی وحشت بنی نوعِ انسان کے ارتقاء میں بہت زیادہ اہم عنصر ہے۔

---

حق پرست کے لئے کوئی کتاب اور کسی کی رائے حدیث نہیں ہوتی۔

---

گانا روح کی غذا ہے۔ (ڈیکر)

---

سچے آدمی کو ہوشیار بھی رہنا چاہیئے

---

جہاں منوانے کی شکتی نہ ہو صحیح بات بھی کوئی اثر نہیں رکھتی۔

---

دماغی غلامی کے بغیر جسمانی اور مادی غلامی کی زنجیریں کمزور ہوتی ہیں۔ (سکلات والا)

---

انسانی فطرت کی انتہائی خوبی آزمائش کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

---

ایسا کونسا حجاب ہے جسے محبت دور نہ کر سکے۔

---

ہمیں قاصر نہیں مجبور ہونا چاہیئے۔ قاصر ہونا کوتاہی جرأت و استقلال کی اور مجبور ہونا انتہائی مقابلہ کی اسپرٹ کی تفسیر ہے۔

# جذباتِ بسمل

(از جناب منشی سکھدیو پرشاد بسمل الہ آبادی)
(خاص تیج دیہلی کے لئے)

سازِ ہستی کا عجب جوش نظر آتا ہے
اک زمانہ ہمہ تن گوش نظر آتا ہے

حسرتِ جلوۂ دیدار ہو پوری کیونکر؟
وہ تصور میں بھی روپوش نظر آتا ہے

آپ کے نشترِ مژگاں کو چبھو لیتا ہوں
خونِ دل میں جو کبھی جوش نظر آتا ہے

شانۂ یار پہ بکھری تو نہیں زلفِ دراز
ہر کوئی خانماں بردوش نظر آتا ہے

دیکھتا ہوں شفق و لالہ و گل کی جانب
حسن ہر رنگ میں پرجوش نظر آتا ہے

عاشقِ زار کی فریاد میں تاثیر نہیں
یہ سمجھ سوچ کے خاموش نظر آتا ہے

موسمِ گل نہ رہا دل نہ رہا جی نہ رہا
پھر بھی وحشت کا وہی جوش نظر آتا ہے

جلوۂ قدرتِ باری کا معمہ نہ کھلا
رو برو رہ کے بھی روپوش نظر آتا ہے

پھر ذرا خنجرِ قاتل کو خبر دے کوئی
خونِ بسمل میں وہی جوش نظر آتا ہے



# موجِ تبسم

ٹیچر:۔ تم نے مصوری چھوڑ کر ڈاکٹری کیوں سیکھی؟
شاگرد:۔ مصور کی ناکامیابی اس کے سامنے موجود رہتی ہے اور ڈاکٹری کی ناکامیابی دفن کر دی جاتی ہے۔

---

استاد:۔ (ایک لڑکے سے جو غل مچا رہا تھا) کیا تم اس کلاس کے ماسٹر ہو گئے ہو؟
لڑکا:۔ نہیں جناب!
استاد:۔ تو پھر کیوں گدھوں کی طرح چلاتے ہو؟

---

منورما:۔ (شوہر سے) لیجئے اس شیشی کو بھی لیتے جایئے
شوہر:۔ اس میں کیا ہے؟
منورما:۔ اس شیشی میں وہ دوا ہے جس سے بال گرنا بند ہو جاتے ہیں۔
شوہر:۔ تب تو میرے بالوں کی کمزوری اس سے بالکل دور ہو جائے گی۔
منورما:۔ جناب یہ آپ کے لئے نہیں بلکہ آپ کی خادمہ کے لئے ہے جس کے بال آپ کے کوٹ پر لگے رہتے ہیں

---

پہلا دوست:۔ جناب آپ چشمہ کیوں لگاتے ہیں؟
دوسرا دوست:۔ تاکہ دور کی چیزیں نظر آئیں۔
پہلا دوست:۔ تو بتلایئے کہ قیامت میں آپ کو جنت نصیب ہوگی یا دوزخ؟

---

مجسٹریٹ (گواہ سے) کیا ملزم کو کبھی شراب خانہ میں دیکھا تھا
گواہ:۔ جی حضور میری پہلی ملاقات ہی وہاں ہوئی تھی۔

---

اجنبی:۔ کیوں جناب! ہسپتال پہونچنے کا آسان راستہ کونسا ہے؟
مسخرا:۔ چلتی گاڑی کے نیچے دب جایئے۔

---

پہلی سہیلی:۔ آپ کے خاوند نے داڑھی بڑھانی شروع کر دی ہے؟
دوسری سہیلی:۔ وہ تو کیوں بڑھانے لگے میں نے بڑھوانی شروع کی ہے۔
پہلی سہیلی:۔ خوب آخر کیوں؟
دوسری سہیلی:۔ تم بہت ہی ناسمجھ معلوم ہوتی ہو۔

---

مرد کو ہمیشہ عورت کا خیال رہتا ہے جو موجود نہ ہو۔ وہ اپنی ماں کا ذکر اپنی بیوی سے کرتا ہے اور اپنی پہلی بیوی کا اپنی دوسری بیوی سے۔

# غلطی کا احساس

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

میرا دوست نے کہا بھائی میری گذشتہ زندگی کے واقعات بھی تم سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ میں بھی زمانہ کی بے وفائی کا شکار بنا۔ سنو! میں بھی دہلی کا باشندہ ہوں۔ پہلے گھر میرے ماں باپ خوب بستے تھے۔ خود محنت کر کے اور طرح طرح کی مصیبتیں سہہ کر میں نے بی۔ اے پاس کیا۔ پھر معمولی تنخواہ پر نوکری کر لی اور جلد ہی اپنی محنت اور ایمانداری کی وجہ سے ترقی کر گیا۔ ایک حسین اور لائق استری سے شادی ہو گئی۔ ایک دن میری استری کسی ضروری کام سے گھر سے باہر گئی تھی۔ مجھے اس کے سوٹ کیس سے ایک چیز نکالنے کی ضرورت پڑی۔ میں نے معمولی چابی سے اُسے کھولا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے اندر خطوط کا ایک بنڈل ہے۔ میں نے ایک خط کو پڑھا اور سمجھ لیا کہ میری دھرم پتنی بے وفا ہے کیونکہ ان خطوط کا طرزِ بیان اس قسم کا تھا جیسے اکثر محبت ناموں کا ہوتا ہے۔ میرے جذبات خودداری کو دھکا لگا اور میں فوراً گھر سے بھاگ نکلا اور سنیاس لے لیا" لگے رونے میرا دوست بغیر کسی کو کچھ کہے سکھ آشرم سے غائب ہو گیا۔ وہ کہاں گیا، وہ کہاں گیا؟ اس کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

(۸)

اندرانی کی کچھ نہ پوچھیے! اس کا حسن کافور ہو گیا تھا۔ وہ مرقع یاس و حسرت بن گئی تھی۔ اس وقت اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی اندرانی ہے جو اپنی نرگسی آنکھوں، سرخ رخساروں، دلکش حسن سے دیکھنے والوں کو مرقع حیرت بنا دیتی تھی۔ پہلے اس کا شباب اس طرح اُمڈا پڑتا تھا جس طرح برسات میں کسی ندی کا پانی۔ مگر اب وہ ایک خشک دریا کی طرح تھا۔ اس میں وہ دلآویزی، وہ کشش نہ رہا تھا۔ رخسار پچک گئے تھے۔ بال خشک، نشیلی آنکھیں بے کیف ذہنی ہوئی۔ بات چیت میں بھی وہ بات نہ رہی تھی۔ ہنستی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کی ہنسی کی نقل کر رہی ہے۔ اس کی آنکھوں ذہیب

(باقی اگلے صفحہ پر)

# بہار کے دن آئے ساجن

(از شری رام پرشاد صاحب نسیم ایڈیٹر "صداقت" جالندھر)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

بہار آئی ہے۔ اس برباد و ویران بستی میں ــــ مسرت اور زندگی کے سامان لیکر ــــ بلبل کے ترنم ریز گیت سننے کے لئے اٹھو! ــــ بانسری اٹھاؤ ہم بھی گائیں ــــ ساجن!

"بہار کے دن آئے"

یہ خوشگوار ہوا۔ یہ کیف افزا نسیم۔ یہ چٹکنے والی کلیاں۔ یہ کھلے ہوئے پھول یہ بشارگار ہاہے۔ بہار کے خیر مقدم میں ــــ ساجن!

"بہار کے دن آئے"

وہ ہرا بھرا جنگل۔ وہ شاداب کھیت۔ وہ شرابی چمن۔ چاندنی رات اور رنگین فضا۔ آہ! رات بھی ترس رہی ہے ــــ ساجن!

"بہار کے دن آئے"

شاعر کے تخیل سے بلند ہمالیہ۔ گیتوں کی دانی سی جمنا۔ دوشیزہ چاندنی کی اٹھلاتی ہوئی رقاصہ بھی ناچ رہی ہے ــــ ساجن!

"بہار کے دن آئے"

سنتے ہو! یہ گلال سے بھری ہوئی تھیلیاں۔ رنگ سے بھرے ہوئے قمقمے۔ یہ مسکراتی ہوئی پچکاریاں ــــ کیا کہہ رہی ہیں؟ ــــ اٹھو، بانسری اٹھاؤ۔ بہار کے خیر مقدم میں ہم بھی گائیں ــــ ساجن!

"بہار کے دن آئے"

# نوحۂ فگار

(از جناب گوپی ناتھ امن لکھنوی)

(جناب منشی بیجناتھ صاحب فگار فارسی لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی جن سے مجھے تلمذ حاصل تھا گذشتہ ہفتہ رحلت فرماگئے۔ یہ چند اشعار بطور نذر عقیدت لکھے ہیں کوئی رنگینی نہیں ہے۔ صرف میرے دلی جذبات ہیں۔ (امن)

کچھ مہینے گذرے سر سے سایۂ والد اٹھا
اب خبر آئی کہ رحلت ہوگئی استاد کی

بےحمیت ہوں کہ جیتا ہوں جگر پھٹتا نہیں
ورنہ آخر حد ہے کوئی چرخ کی بیداد کی

دیکھ لیتا گر تجھے دم توڑتے ہی اے فگارؔ
کچھ تو ہو جاتی تسلی خاطر ناشاد کی

دم گھٹا جاتا ہے روتا ہوں نہ آہیں بھرتا ہوں
ضبط کا یارا نہیں عادت نہیں فریاد کی

سچ بتا اے مرنے والے میری اُلفت کی قسم
وقت آخر تو نے اس بدبخت کی بھی یاد کی

یاد آتی ہے تری رہ رہ کے اٹھتی ہے ہوک
کیا بتاؤں تونے میری کس قدر امداد کی

وہ ترا علم ادب اور وہ ترا درس عمیق
جانچ اک اک لفظ کی اور وہ پرکھ اسناد کی

شوق شہرت سے معرا خواہش تحسیں سے دور
دل میں عشق علم تھا پروا نہ تھی کچھ داد کی

سو سخن سنجوں کی داد اسکے مقابل ہیچ ہے
قدر تھی جو مجھ کو تیرے حاشیہ کے صاد کی

وہ ترے فقرے وہ باتیں سب فسانہ ہوگئیں
کیا حقیقت آہ خاکستان بےبنیاد کی

یوں تو دنیا میں ابھی رہنا ہی جبتک بھی رہوں
ہاں مگر دل پر رہے گی چوٹ اس افتاد کی

# تبسم طبی نقطۂ نگاہ سے

(اخاص تیج دہلی کے لئے)

(از جناب حکیم اچھو لال صاحب کھتری مرادآبادی)

تبسم کی اصل قیمت سے کون واقف ہے۔ کسے خبر ہے کہ ہماری صحت اور مسرت میں تبسم کو کس حد تک دخل ہے۔ کون آگاہ ہے کہ اعصاب کی یہ جنبش جسے ہم تبسم کہتے ہیں کیا قیمت رکھتی ہے۔ فن طب کو حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ تبسم تندرستی کا عمل معین ہے۔

شیکسپیئر کہتا ہے کہ ایک آدمی مسکراتے مسکراتے بدمعاش ہوجاتا ہے لیکن ڈاکٹر لیونارڈ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ جب ہم کسی جذبہ کی یا کسی جذبہ کی عصبی شہادت کی نقل کرتے ہیں تو اس کے تصنع کا علم ہونے پر وہ بات اسی جگہ ختم ہوجاتی ہے۔ ایک شخص جو متواتر مسکراتا ہے اور مسرت آمیز اور نشاط انگیز تکلیف سے ذرا دیر بھی بےخبر نہیں رہ سکتا جو اس فعل پر مبنی ہے جس نے ہم کو متبسم کیا ہے۔ جب تبسم تکلفات کا اثر ہے تو اسے بھی وہی طاقت رکھنی چاہیئے جو دیگر اثرات رکھتے ہیں یعنی جن کو دوہرانے سے ان کے نتائج پھر پیدا ہونے لگتے ہیں۔

پروفیسر ولیم جونس فرماتے ہیں کہ ایک شخص اس لئے نہیں مسکراتا کہ وہ مسرور ہے۔ بلکہ ایک شخص اس لئے مسرور ہے کہ وہ مسکراتا ہے۔ یہ حرف بحرف ایک عملی صداقت ہے۔

مسکراؤ مسکراؤ۔ متواتر مسکراؤ (یہ سائنس کی جدید ترین لغت کی ہدایت ہے)۔ اس سے تمہاری تندرستی اور تمہارے جذبات اعلیٰ درجہ حاصل کریں گے کہ تم نہ صرف اپنی کمزوریوں کا علاج کروگے بلکہ دنیا کے لئے مسیحا ثابت ہوسکے۔ حال کے تجارب نے ثابت کردیا ہے کہ پُراسرار اعضا جن کو ڈاکٹر دورونف صاحب والے بے رگوں کے غدود کہا جاتا ہے۔ تبسم کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ہرسبرگ کہتے ہیں کہ جب ہم عالم مسرت میں ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ براہ راست بے رگوں کے غدود پر عمل کرتا ہے۔ اور وہ اس کے جواب میں فی الفور ہمارے جسم پر اثر ڈالتے ہیں۔ دراصل جو چیز ہم کو مسرت بخشتی ہے وہ وہی چیز ہوتی ہے جو بے رگوں کے غدود پر اثر ڈالتی ہے۔ اور اس طرح اس کیفیت کی باعث ہوتی ہے۔ جسے ہم بطور مسرت سے تعبیر کرتے ہیں۔

آوازیں جو بجائے خود نہ خوشگوار ہیں نہ ناگوار۔ ہوائی موجوں کے ساتھ پھیل کر اور متحرک اعصاب سے ٹکرا کر خوشگواری یا ناگواری کے جذبات پیدا کرتی ہیں۔ جو چیز ہم کو آمادہ تبسم کرتی ہے وہ ہم میں ایک صحت بخش جوش پیدا کرتی ہے اور تبسم اس جوش کا رئیس ہوتا ہے۔ گیت جو ہمیں تبسم کی طرف توجہ دلاتا ہے کسی لمحہ میں ایک عملی احساس کا اثر ہمارے دماغ میں پیدا کرتا ہے۔ اور اسی طرح جب ہم گاتے ہیں یا گانا سنتے ہیں تو ہم ایک غیرمعمولی عالم سرور میں ہوتے ہیں اور اس سے ہماری صحت پر عمدہ اثر پڑتا ہے۔

پروفیسر ہنری برگس صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے کہ مسکرانا اور ہنسنا گویا دماغی قویٰ کے لبریز پیالوں کا چھلکنا ہے۔ تبسم قوت مدرکہ اور حافظہ کا ایک ٹانک ہے۔ جب تم مسکراتے ہو تو روح حیوانی کی یہ لبریزی بے رگوں کے غدود کو متحرک کرتی ہے۔ تبسم ایک کیفیت ہے جسے بے رگوں کے غدود نے خون کے ہیجان پر ایک نفسیاتی اور کیمیاوی اثر ڈال کر پیدا کیا ہے۔ جب ان غدود کا رس اعصاب تک پہنچتا ہے اور پھیپھڑوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے تو تمام جسم میں ایک کہربائی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تبسم کو اندرونی آسائش سے وہی تعلق ہے جو لباس کو انسان کی بیرونی آسائش سے۔ اس عورت یا مرد پر رونا چاہیئے جو مسکراتا نہیں۔ تبسم ایک ایسا لباس نہیں ہے جسے جب چاہا غسل کے بعد اتار ڈالا اور پہن لیا۔ بلکہ سائنس تمہیں حکم دیتی ہے کہ صحت اور مسرت حاصل کرنے کے لئے اسے ہر وقت پہنے رہو۔ کسی عورت یا مرد کی تبسم یا عدم تبسم پر اس کی شخصیت کی نمود منحصر ہے۔ جوانمردی۔ حوصلہ۔ مسرت۔ ہمت۔ طاقت غرض ہر چیز تمہاری ہوسکتی ہے۔ اگر تم کم از کم تیج ویکلی میں جناب شوکت تھانوی کے مزاحیہ افسانے ہی پڑھ لیا کرو۔ اور تیج ویکلی کا ہولی ایڈیشن جو گذشتہ ہفتہ شائع ہوا ہے اسکو مکرر سہ کرر پڑھو اور مسکراؤ۔ پھر یقیناً تمکو بڑھاپے میں ڈاکٹر درونوف صاحب سے غدود کی قلم بھی نہیں لگوانا پڑے گی۔

# دہلی نمائش میں قابل دید اشیاء

## میسور کے چندن کے کھلونے

میسرز گوپال چند گپتا اینڈ کمپنی کے سٹال پر میسور کے اصل چندن کے کھلونے اور میسور کے ریشم کے کپڑے اور ساڑھیاں آئی ہوئی ہیں۔ میسور کی اشیاء ہندوستان کی کاریگری کا بہترین نمونہ ہیں،
علاوہ ازیں
لکڑی کے کھلونے بھی قابل دید ہیں

## ریشمی ساڑھیاں

میسرز بی۔ ایم آہوجہ کے سٹال پر بنگال، بمبئی، مدراس وغیرہ ملوں کی اصل ریشم کی ساڑھیاں، جارجٹ کریپ، سلک اور سوٹنگ کا کپڑا خاص طور پر آیا ہوا ہے۔ یہ اشیاء عمدگی، خوبصورتی اور پائداری میں کسی طرح بھی غیر ملکی کپڑے سے کم نہیں،

## سوستکا آئل ملز

میسرز جی۔ ایس بھارتیہ اینڈ کمپنی کے سٹال پر "سوستکا آئل ملز" کے صابن تیل اور الیمبک کیمیکل ورکس کی مشہور ادویات موجود ہیں جو عمدگی، نفاست اور پیکنگ وغیرہ ہر لحاظ سے آپ ٹوڈیٹ ہیں۔ یہ دونوں کارخانے ہندوستان کے صنعتی کارخانوں میں بہت مشہور ہیں!

## دہلی کلاتھ ملز

دہلی نمائش میں دہلی کلاتھ ملز کا سٹال خاص طور پر قابل ذکر ہے، یہاں دہلی کلاتھ ملز کے تیار کئے ہوئے نہایت عمدہ اور نفیس قسم کے کپڑے موجود ہیں۔ اس مل کا کپڑا مضبوطی، پائداری اور عمدگی میں بہت مشہور ہے،

## گودریج سیف

گودریج اینڈ بوائس مینوفیکچرنگ کمپنی ہندوستان کی سب سے بڑی کمپنی ہے، جو سیفٹ سیف اور الماریاں بناتی ہے۔ اس کمپنی کے سیف نہایت مضبوط اور قابل اطمینان ہونے کے سبب بنکوں، دفتروں، سرکاری و غیر سرکاری محکموں میں استعمال ہوتے ہیں،

## ٹاٹا کو سوپ

ٹاٹا آئل ملز لمیٹڈ بمبئی ہندوستان کی ایک بہت بڑی آئل مل ہے۔ اس نے غسل کے صابن اور کپڑا دھونے کے صابن خاص طور پر تیار کئے ہیں۔ یہ صابن نفاست، پاکیزگی اور کارآمدگی میں بے مثال ہیں۔ ہندوستان بھر میں استعمال ہوتے ہیں، انڈین انجینیئر کے سٹال پر ملتے ہیں،

## آیورویدک فارمیسوٹیکل کمپنی

یہ کمپنی لاہور کے مشہور سودیسی دواخانوں میں سے ایک ہے۔ اس کا سٹال نمائش گیٹ کے نزدیک ہے۔ تمام ادویات آیورویدک طریقہ پر تیار کی جاتی ہیں۔ اس کی ادویات مستند ہیں اور ہر جگہ استعمال میں آتی ہیں،

## دھاریوال لال املی

دھاریوال اور لال املی ہندوستان میں اونی کپڑا بنانے کے دو مشہور کارخانے ہیں ان کے کمبل، سوئیٹر، سوٹنگ، چادر اور لوئی وغیرہ ہندوستان بھر میں مشہور ہیں اور ہر جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ اب ہندوستان کی اونی کپڑے کی ملیں ایسا عمدہ اونی کپڑا تیار کرنے لگ گئی ہیں کہ ولایتی اور دیسی کپڑے میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے،

## ولایتی بچہ گاڑیاں

ٹریڈنگ مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ دہلی نے سودیشی بچہ گاڑیاں، ٹرائیسکلیں، بچوں کے ہوائی جہاز، بائیسکلوں کے فریم اور دیگر پرزہ جات تیار کر کے ہندوستان میں ایک نئی انڈسٹری قائم کر دی ہے، سوٹروں کے پمپ اور دیگر اوزار بھی اس کمپنی نے تیار کئے ہیں۔ اس کمپنی کی اشیاء بہت عمدہ، سستی اور مضبوط ہیں،

## سوفٹ کوک

نمائش میں سوفٹ کوک سیلس کمیٹی کی طرف سے ایک سٹال کھولا گیا ہے یہاں پر سوفٹ کے ذریعہ عملی طریقہ پر کھانا پکا کر دکھایا جاتا ہے اور اس کے استعمال کے فوائد بتائے جاتے ہیں نیز سوفٹ کا مزید استعمال اور فائدے دکھانے کے لئے سینما فلم بھی مفت دکھائے جاتے ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں،

## کرشنا انگیٹھی

رام ناتھ گپتا کارخانہ ڈھلائی دہلی نے چند خانگی استعمال کی نئی چیزیں تیار کی ہیں۔ ان میں کرشنا انگیٹھی، گنے کا رس نکالنے کا دستی کولہو اور بادام روغن و پھلوں کا رس نکالنے کی مشین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ اشیاء مضبوط بھی ہیں، کارآمد بھی ہیں اور سستی بھی ہیں،

## ٹی سس کمیٹی

انڈین ٹی سس کمیٹی نے ایک بہت بڑا سٹال لگایا ہوا ہے۔ یہاں پر ہندوستان کی پیدا شدہ چائے نمائش میں آنے والے حضرات کو مفت پلائی جاتی ہے۔ مسٹر ٹائر انسپکٹر ٹی سس کمیٹی سٹال کے انچارج ہیں۔ جن حضرات کو چائے نوشی کا شوق ہو یا نیا شوق پیدا کرنا چاہتے ہیں یہاں آ کر چائے کا لطف اٹھائیں،

ان کے علاوہ - امرتانجن، ایسلی لیبکٹ، جی منگھا رام اینکرن پلز
روی برادرز، بنگال پیپر ملز کے سٹال وغیرہ بھی قابل ذکر ہیں۔

# موت کے بعد

(از قلم شری بیت اللہ رگھوناتھ سہائے رہتک واسی)

(نوٹ:- یورپ میں بھی جدید فلسفہ کا ایک طبقہ جیسا مشہور ماہر روحانیات سر آلیور لاج وغیرہ شامل ہیں اس امر کو یقین رکھتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ ان ارواح سے جو دوسرے عالم میں ہیں بات چیت اور ملاقات کی جا سکتی ہے اس لئے اب اس نظریہ کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے :- (ایڈیٹر)

...کے لئے موت کا ہونا لازمی ہے۔ اس کے نام لینے سے انسان اور اس کے اعضاء سے حیوان تھرّاتا ہے۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ روح یعنی آتما ہمیشہ قائم رہتی ہے اور لافانی ہے۔ اسکو نہ آگ جلا سکتی ہے نہ پانی ڈبو سکتا ہے۔ نہ تلوار کاٹ سکتی ہے۔ نہ کوئی مرض اسکو کھا سکتا ہے۔ نہ یہ گلتی ہے نہ سڑتی ہے۔ نہ جوان ہے۔ نہ بوڑھی اور نہ یہ بچہ ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی کبھی واقع نہیں ہوتی۔ البتہ گیان کی کمی بیشی کرموں کے انوسار پائی جاتی ہے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موت کے بعد کوئی روح یعنی آتما اس دنیا میں واپس آتی ہے یا نہیں مگر یہ اشیعد کی ایک اور بحث طلب ہے۔ یہ مقولہ کہ مرنے کے بعد پھر کوئی روح یعنی آتما واپس نہیں آتی بالکل غلط ہے بے شک اس علم کا تجربہ شاذ و نادر لاکھوں گھرانوں میں کسی خاص ہی فرد و بشر کو ہوتا ہے۔ اس قسم کے تجربے ہر ملک کی قوموں اور بستیوں میں گاہ بگاہ ہوتے رہتے ہیں۔ مگر موجودہ زمانے کی تعلیم و رفتار نے لوگوں کے دلوں پر ایسا خیال پیدا کر دیا ہے کہ ایسی باتوں میں یقین کرنا برابر بیوقوفی اور جہالت ہے۔ اس کا تعلق (Transmigration) (Doctrine of ...) یعنی آواگون کی تھیوری سے ہے۔ ہسٹری سے ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگوں نے کرسچین ہونے کے بعد اپنے اس قدیم عقیدے کو ترک کر دیا۔ اور ہندوؤں نے بھی بہت سے فرقہ ہندوؤں نے دھرم کرم کے خیالوں کو ترک کرنے کے باعث اس مسئلہ کو عبث بنا رکھا۔ اس مسئلے میں عموماً ... (...ITY) کے آدمیوں کو تھوڑا بہت اعتقاد ہے وہ بھی مختلف اصولوں پر مبنی ہے۔ اس قسم کے خیال والے ہندو قوم میں تین طرح کے پائے جاتے ہیں۔ اول قسم کے وہ لوگ ہیں جو درد بست اس مسئلے کو مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کرم انوسار جنم لیتا ہے اور مرتا ہے اور چوراسی لاکھ جیاجون میں جب تک نروان یعنی مکش حاصل نہ ہو چولہ بدلتا رہتا ہے۔ وہ ظاہرہ یونیوں کے علاوہ دیوتا۔ جن اور بھوت پریت کی یونیوں کو بھی مانتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اس تھیوری (...) میں یقین نہیں کرتے

تیسری قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آواگون کا مسئلہ درست ہے۔ انسان سے بڑھکر کوئی دوسرا یونی نہیں ہے۔ انسان ہی دیوتا ہے اور یہی شیطان ہے کوئی بھوت پریت۔ دیوتا۔ فرشتہ۔ جن وغیرہ کی یونی نہیں ہے۔ اور سکھ یا دکھ سب اسی دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ اور موت ہونے کے بعد کرم انوسار روح یعنی آتما بھی دوبارہ جسم لے کر اس دنیا میں اپنا پھل کرم بھوگتی ہے۔ اب ہمیں امر پر غور کرنا ہے کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ روح یعنی آتما کہاں جاتی ہے۔ اور کیسا کرتی ہے۔ اور اس کا گیان کس قدر اور کہاں تک محدود ہے اور یہ کیسی ہے اول اس مسئلے پر بحث کرنا کہ روح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی

فضول ہے۔ کیونکہ یہ عالمگیر مسئلہ ہے اور ہر مذہب کے لوگ تقریباً اس کو درست اور صحیح مانتے ہیں۔ روح ایک لطیف ... ہستی ہے جو امر ہے۔ موت کے معنی روح یعنی آتما کا اس کثیف جسم سے علیحدہ ہو جانا ہے دوسرے لفظوں میں اسکو چولا بدلنا کہتے ہیں۔ اس چولے کو چھوڑ کر روح یعنی آتما کرم انوسار لوکوں میں جاتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوک کیا ہیں اور کہاں واقع ہیں۔ لوک کو انگریزی میں (REGION) کہتے ہیں اور فارسی میں طبقہ۔ اور سنسکرت اور ہندی میں اسکو مقام سے تشریح کیا جاتا ہے۔ انہی لوکوں میں بہشت دوزخ یعنی سورگ و نرک انگریزی میں (HEAVEN AND HELL) موجود ہیں۔ لوک یعنی طبقے سات (SEVEN) ہیں ان لوکوں یعنی طبقہ جات کا ہونا۔ ہندوؤں کے شاستر اور عیسائی مذہب سے بھی ثابت ہے۔ پس روحیں اپنے کرموں یعنی افعال نیک و بد کے مطابق لوکوں میں آتی اور جاتی ہیں اور سکھ دکھ بھوگتی ہیں۔ عیسائی مذہب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یسوع مسیح مرنے کے بعد ساتویں آسمان پر گئے۔ اور ان کو وہاں گیان پیدا ہوا۔ چنانچہ وہاں سے انہوں نے اپنی لطیف روح کو جسم کا جامہ دے کر (جو کہ روحیں بآسانی اختیار کر لیتی ہیں) اندھوں کو نور۔

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے)

جزا میوں کو تندرستی۔ غریبوں کو، مَن دولت دے کر دنیا میں یہ روشن کر دیا کہ حضرت عیسےٰ فرشتہ ہو گئے۔ اسی طرح سے اہل ہنود میں بھی بڑی بڑی متبرک ہستیاں موت کے بعد نیک اعمالوں کی وجہ سے دیوتا ہوئیں میں (جس کو اس فانی دنیا کے بہت سے مذہب و فرقے ایسی دیوتاؤں کی ہستیوں کو نظر نہ آنے کی وجہ سے نہیں مانتے) اس فانی دنیا میں خاص خاص اشخاص کو بلا کسی خیال مذہب و ملت کے دفعتاً فوقتاً فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کا کوئی وجود ہی نہ ہو نظر آنا تو درکنار کیسے یقین کیا جا سکتا ہے۔ اس سوال کو حل کرنے کے ہمارے پاس کافی ذرائع ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم آپ کو یہ بتائیں ہم اتنا تحریر کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ ایشور یعنی خدا کو کسی نے دیکھا نہیں ہے۔ مگر تاہم ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں اوس پرم پرماتما یعنی خدا کی ہستی سے انسان منکر نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام دنیا اس کی طاقتوں اور خوبیوں کی قائل ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے تمام کائنات کو یعنی۔ چاند۔ سورج۔ ستارے پہاڑ۔ سمندر۔ دریا۔ حیوانات۔ جمادات۔ نباتات جڑ و چیتن، بلا جسم (BODY) کے پیدا کیا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ سروشکتیمان ہے۔ قادر مطلق (ALL GOOD) اتریامی یعنی تمام آتماؤں کے دلوں کے جاننے والا۔ احد۔ امر۔ لازوال۔ رحیم کامل۔ غرضیکہ دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ سب طرح سے لامحدود اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جس کا نام پرم آتما (ALL MIGHTY) ہے مانتے ہیں۔ اور ساتھ ہی روح یعنی آتما کو بھی لافانی (IMMORTAL) مانتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کبھی انہوں نے اپنی آنکھ سے کسی روح کو یا خود اپنی رُوح کو بھی دیکھا ہے کہ وہ کیسی ہے اور کیا ہے اور کیا کر رہی ہے۔ اسکا رد لغیر دیکھے ورنہ ہی یہ کہا جیتے ہیں کہ صورت اندر ایک آتما کام کر رہی ہے اور وہ وقت آنے پر اس (MATERIAL BODY) کو یعنی کثیف جسم کو چھوڑ کر پرلوک سدھار جاتی ہے۔ پرلوک لفظ پر غور کرنے سے پبلک کو معلوم ہوگا کہ اس کے معنی ہی ہیں کہ دوسرا لوک۔ یعنی اور کوئی مقام۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق ہم پبلک کو راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔ روح یعنی آتما مرنے کے بعد ان لوکوں یعنی طبقوں میں اپنے نیک و بد افعال کے موافق جیسا کہ ہم اس مضمون میں پہلے لکھ آئے ہیں جاتی ہے اور درجہ حاصل کرتی ہیں۔ پرمیشور کی کرپا سے لوگوں کو ذاتی طور پر پرلوک میں (NEXT WORLD) پہنچی ہوئی روحوں سے بات چیت کرنے کا اور ان کے حالات دریافت کرنے کا بھی فخر حاصل ہوا ہے جن روحوں سے ہمکو اس قسم کا واسطہ پڑا ان میں سے نیک و بد دونوں قسم کی تھیں۔ جیسا کہ اس دنیا میں بھی نیک و بد انسان ہوتے ہیں۔

# شاہ وگدا

## (ڈاکٹر ٹیگور کے ایک شاہکار کا ترجمہ)

(از خواجہ منیشی ملا ... ایم ... لاہور)

میں بھیک مانگنے کے ارادہ سے گاؤں کی سڑک پر دربدر پھر رہا تھا۔۔۔ گداؤں کی طرح۔۔۔ کسی کے دل میں دیا آئی تو کسی نے میری جھولی میں اناج کے دانے ڈال دیئے۔ ورنہ گداؤں کی غربت پر سوچنے کی کسے فرصت تھی؟ کون بیٹھے دنیا کی تصویر کے دو مختلف پہلوؤں پر۔ اچاد ماغ چاٹنے پر مجبور ہونے لگا تھا سب اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔

میں نے دور سے راجہ کی سواری کو آتے دیکھا اور ایک دلکش خواب کی طرح محسوس کیا۔ اس کا شاندار جلال دیکھکر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ تو کسی راجوں کے بھی راجہ کی سواری ہے۔ اب میری غربت کا آخری لمحہ آ جائے گا۔ اب میں فقیر سے امیر بن جاؤں گا اس میں کیا شک ہے؟ ......

اس کی سواری بالکل قریب آ گئی۔ میں نے اس کے استقبال کے لئے آگے قدم بڑھایا! وہ خود سواری سے اُتر پڑے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اپنے اس خیال سے کہ اب ضرور میری جھولی دولت سے بھر دی جائے گی۔ اپنی جھولی کا منہ کھول دیا اور بڑی عاجزی سے اس کے آگے اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

اس نے دونوں ہاتھ میرے آگے پھیلا دیئے جیسے میں میں نے سوچا۔ یہ راجہ مجھ فقیر سے کیا چاہتا ہے میں نے اپنی جھولی سے اناج کا ایک دانہ نکال کر اس کے ہاتھ پر دھر دیا۔

جب میں واپس جھونپڑی کو لوٹا تو میں نے اپنی جھولی کو خالی کیا۔ اناج کے دانوں میں وہاں ایک سونے کا دانہ بھی تھا۔

میں نے سوچا۔ کیوں نہ میں نے تمام دانے اس فقیر کو دے دیئے ......... لیکن

## [illegible] امتیاز

(صفحہ [illegible] سے آگے)

کا ہندوستان کے حق میں برطانوی کے زاویہ نگاہ سے کیا [illegible] کیا جا سکتا ہے۔

### ہندوستان کا برطانیہ سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے

انگلستان ایک بہت بڑا زبردست صنعتی ملک ہے اور ہر برطانوی بخوبی واقف ہے کہ ہندوستان پر کسی غیر ملکی کا انگریز کاریگر اور سرمایہ کی جگہ لینے کا کوئی بعید امکان بھی نہیں ہے اور اطمینان سے برطانوی ہند کی رعایا کے متعلق اس قسم کا خیال کرنا انتہائی درجہ کی نادانی ہے۔ ہندوستانیوں کے لئے خود اپنے ملک میں اپنی صنعت و تجارت کو ترقی دینے کا کافی کام موجود ہے لیکن انہیں کن حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جو ہندوستان میں قائم شدہ برطانی اور حکومت متحدہ کی کمپنیوں نے جو دنیا کے تمام بازاروں پر متصرف ہیں پیدا کر دیئے ہیں۔ ان کمپنیوں کے نزدیک ہر رقیب ہندوستانی کمپنی کو جو ان سے مقابلہ کرنے کی جرات کرے ختم کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ اگر ہندوستان امتیاز چاہتا ہے تو صرف اس لئے کہ بڑی برطانی کمپنی کے مقابلہ میں چھوٹی ہندوستانی کمپنی کی حفاظت ہو سکے۔ اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ برطانی کمپنی کو نقصان پہنچے یا ختم ہو جائے بلکہ صرف اس قدر مقصود ہے کہ ایک چھوٹی ہندوستانی کمپنی کو مراعات کے ذریعہ امداد مل سکے۔ اور وہ بھی مساوی حیثیت سے مقابلہ کر سکے۔ مجھے تعجب ہے کہ اگر مدبرین برطانیہ انصاف پسند اور منصف مزاج واقع ہوئے ہیں تو وہ برطانی رعایا کے دو طبقوں میں یعنی اس برطانی رعایا میں جو حکومت متحدہ میں آباد ہے اور برطانی ہند کی رعایا میں مساوات کیوں نہیں پیدا کرتے۔

اگر امتیاز کے خلاف قانون سے دونوں طبقوں کے مفاد کا تحفظ مقصود ہے تو اس پر اتنی عمدگی اور خوش اسلوبی سے عمل کرنا چاہیئے کہ ایک دوسرے کے مفاد میں تصادم واقع نہ ہو اور دونوں ایک دوسرے کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن مجوزہ قانون بجائے اس کے کہ دونوں کی مساوی حیثیت سے حفاظت کرے دراصل غیر مساویانہ صورت حال کو دائم و قائم بناتا ہے جن کے معنی یہ ہیں کہ برطانی کمپنیوں اور ان کے مخصوص مفاد کو مدنظر رکھنے کے لئے برطانی ہند کی رعایا کو ان کی صنعت و تجارت کی ترقی کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے بدیں وجہ ہندوستانی یہ احتجاج کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ قانون غیر منصفانہ قانون ہے۔ اس اصول کو بالکل تبدیل کر دیا جائے۔

[illegible] ایسی صورت حال پیدا ہو سکے جو کہ ملک کے لئے [illegible] سے مطلوب ہے۔

### ہندوستانی بنک

ہندوستانی بنک کے کاروبار میں دنیا کی سب سے پرانی قوموں میں سے ہیں۔ اس زمانہ کے صدیوں پیشتر جب کہ برطانی ساہوکار بنک کے کاروبار میں بالکل مبتدی تھے۔ ہندوستانی ساہوکار بنک کے کاروبار میں عالمگیر شہرت کے مالک تھے۔ وہ داخلی اور تبادلہ کے کام میں کامل مہارت رکھتے تھے جس کی تعریف میں ٹیورنیر فرانسیسی سیاح یوں رقمطراز ہے کہ:

"ہندوستانی ساہوکاروں کے مقابلہ میں یورپ کے بڑے بڑے ساہوکاروں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ ہندوستانی ساہوکاروں کی ماتحتی میں بطور شاگرد کے اس فن کو حاصل کریں۔"

مگر بدقسمتی سے ہماری تاریخ کا یہ زریں باب ختم ہو گیا۔ لیکن اب بھی دیسی بنک اپنا کام بخوبی انجام دے رہے ہیں اور سالانہ ۳۰۰ - ۴۰۰ کروڑ کی داخلی تجارت کا کام نہایت عمدگی سے سرانجام دے رہے ہیں جو ہندوستانیوں کی بنک کے کاروبار میں اہلیت اور قابلیت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ حالانکہ ان کو زمانہ کی ناساعدتوں کا جو سلطنت مغلیہ کے زوال اور بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے پیدا ہونے اور مسلسل خونخوار لڑائیوں سے پیدا ہوئیں مقابلہ کرنا پڑا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مستحکم قیام کے ساتھ برطانی ساہوکار بھی نمودار ہوئے جو صرف اپنا داخلی کام کرتے تھے لیکن آج وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آج وہی ہندوستان کے ایکسچینج بنک کے کاروبار کے واحد اجارہ دار ہیں۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس کو کوئی دوسرا ملک سوائے

(باقی اگلے صفحہ پر)

# سگریٹ اور بیڑی کی جنگ

(صفحہ ۱۸ سے آگے)

سے ایک نے جل کر اپنے مصنوعی بھڑکتی ہوئی آگ کو دباتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

سگریٹ بہن! اپنے ہوش میں رہو ذرا۔ اتنی بدحواس نہ ہو۔ مانا کہ تم حکومت کنان ملک کی ایک دلفریب ایجاد ہو۔ شکیل و جمیل ہو۔ اور گو تمہارے گورے رنگ پر آج بہتیرے کالے بھی ریجھے ہوئے ہیں۔ بلکہ پھر بھی تم اس ملک کی باشندہ ہو جو آج اپنے مہذب اور تعلیم یافتہ ہونے کا دعویدار ہے۔ تم پر تو ایسی خلاف تہذیب باتیں زیب نہیں دیتیں۔

اس طعن آمیز اور دلسوز جواب سے سگریٹ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے گرم لہجہ میں کہا۔ "نان سنس۔ بس۔ بس بیٹھ اُدھر۔ لو اور دیکھو۔ بڑی تہذیب والی بن کر آئی ہے۔ چھوٹے منہ لگتی ہے۔ سوکھیلی ذرا اپنی صورت تو دیکھ۔"

بیڑی نے کڑوے تیوروں سے دیکھ کر کہا۔ "اے کیوں۔ میری صورت میں کیا ہے۔ تم سے اچھی ہے۔ پیپا شلجم بنا ولی بناؤ سنگار پر تو یہ ناز نخرا ہے میں کہتی ہوں جو کہیں حسن ذاتی ہوتا تو معلوم کیا کرتیں؟"

سگریٹ بولی "ا ے کیا کہا؟ کیا کہا۔ پیپا شلجم۔ تیری بھی یہی اُلٹی ہے۔ انگور کھٹے ہیں۔ خیر خالی ہی سہی۔ پتھوالی تو ہے۔"

بیڑی نے جواب دیا۔ "واہ ری بیوٹی۔ گھٹا ایسا حسن کس کام کا۔ کھیانے کا گھی گرا۔ اس نے کہا ہیں اُبالی ہی جاتی ہے۔"

سگریٹ سلگ سلگ کر راکھ ہوئی جاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "تو بہت چلانا آگئی ہے۔ خالی بات۔ اس پر یہ گرما گرمی۔ ذرا اپنے آپے میں رہ۔ کیوں تجھے شامت نے گھیرا ہے۔"

بیڑی جیسی خنک مزاج کے لئے سگریٹ کی یہ باتیں ویسی تھیں جیسے کہ تیل کے لئے ماچس۔ وہ مشتعل ہوئی اور اس نے کہا۔

"دیکھ بہن! میں کہے دیتی ہوں۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ میرا منہ نہ کھلواؤ۔ میں جب تک تمہاری کا غذی عزت کی عزت کرتی ہوں۔ جبھی تک مجھے رہ رہ کر غصہ آتا ہے۔ مگر یہ سوچ کر طرح دیجاتی ہوں کہ ہوگا۔ ہٹاؤ بھی بات کو بڑھائے۔ آج کل کے زمانہ میں سخت سست سن کر غم کھانا ہی شرافت ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ جتنا میں تجھے اپنا مہمان سمجھ کر دبتی ہوں۔ اسی قدر تم مجھے دبے کلّے سے اور دبانا چاہتی ہو۔ مگر کب تک۔ بے پر جو اُڑتی ہو کاٹنی ہے جس دن مجھے غصہ آگیا۔ سچ جانو

میں نہ انگلی اُٹھا ہی نہیں۔ لڑ بھی جوبی کسی کی زبان ہو۔ اُوٹ پٹانگ بول جو منہ میں آیا بک گئیں۔ کسی کا پاس نہ لحاظ۔ صدا میں رو کر گھر بھوسے بہتر۔ بس بس یہ عزت ڈھے کسی اور کو دکھانا۔ سچ ہے بہن تم کیا کرو۔ نیکی کا زمانہ ہی نہیں رہا دو ہی نادان۔ نا عاقبت اندیش مگر صد ترس مشرق زدہ تم غلام جیسے معزز لفظ یاد کر رہی ہو کہ اس نے تمہیں سات سمندر اس پار کی ساد ہ اور بد تمیز سمجھتے ہوئے "گو بیک" نہ کہہ کر خوش آمدید المعروف بہ "ویلکم" کہا تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ تب ہی عزت بڑھائی۔ جان و دل سے تمہاری خاطر مدارات کی۔ اگر آج یہ کروڑ حلقہ بگوشان مغرب تم بے ساختہ منہ لگانا چھوڑ دیں تو مزاج ٹھنڈا ہو جائے۔ ہیکڑی نکل جائے۔ قدر و عافیت معلوم ہو جائے۔ ساری جوانی دھری رہ جائے۔ کوئی کوڑی کوڑی کو بھی نہ پوچھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بارہ برس میں خون مل جاتا ہے یہاں جگ گذر گیا۔ مگر مغرب کا سفید خون مشرق کے لال خون سے نہ ملا تھا۔ نہ ملا۔

بیڑی کی اس لمبی چوڑی تقریر سے سگریٹ کے منہ پر دھوئیں اُڑ رہے تھے۔ اس نے جل کر کہا۔

مجھے رشک ہوتا ہے تو انہیں جا کر منع کر دے کہ پھر منہ نہ لگائیں۔ ہم بے عزت ہیں رہنے دیں۔ کہدے کہ اب آئندہ ہماری عزت نہ بڑھائیں۔

بیڑی نے کہا۔ جائے میری بلا۔ میں کیوں کہوں۔ میری جوتی کو کیا غرض۔

سزا ہے منہ لگانے کی۔ ذرا یہ غلط فہمی تو دیکھو کوئی رفیق تنہائی سمجھ رہا ہے تو کوئی یکسوئی دل و دماغ کا آلہ کوئی دافع قبض کہہ کر معجون کون کی طرح کھا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک اگر تم مار آستین نہیں تو عجیب کی ناگن ضرور ہو۔ یا اک ایسی طاعون کے لئے ذاتی کہہ گئے ہیں۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

سگریٹ بولی ہاں ہاں میں تو ناگن ہوں۔ بلا ہوں۔ مگر تو؟

بیڑی نے کہا۔ میں تو کفایت شعاری کا درس دیتی ہوں۔ میرا مشرب تو گویا صلح کل ہے۔ بلا تخصیص غربت و امارت ہر شخص کے لئے ارزاں ہوں۔

سگریٹ نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے۔ ارزاں بعلت گراں بحکمت۔

چلیئے باتوں باتوں میں بات بڑھ گئی۔ زبانی مباحثہ نے جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ میں نے چاہا کہ بیچ بچاؤ کرادوں۔ مگر طرفین نے یہ کہتے ہوئے نامنظور کیا۔

مہربانی فرما کر جناب ہم لوگوں کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ آپ کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔ خاموش دیکھتے رہئے میں چپ ہوگیا۔ چشم زدن میں گولڈ فلیک کے رسالہ دس سگریٹوں کا اک دستہ بیچوں سے مسلح دستہ وار مرتب

کس لیں۔ جو مقابلۂ عظیم کی نوعیت سے کہیں زیادہ تھیں ایک بڑی بیڑی نے جو تمام بیڑیوں کی سپہ سالار معلوم ہوتی تھی اپنی فوج کو مخاطب کرکے جوشیلے انداز سے کہا۔

شیر دل بہنو! تمہاری غیر معمولی خاموشیوں سے دشمنوں کی جرأتیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ پانی سر اونچا ہوگیا۔ اب نرمی اور آشتی کا زمانہ نہیں۔ جان عزو ایک پیاری چیز ہے مگر غیرت مندوں اور عزت داروں کے لئے نہیں۔ وہ جان کو آبرو کا صدقہ سمجھتے ہیں ہماری فی الحال ترقی دشمنوں کی نگاہ میں نشتر بن کر کھٹک رہی ہے۔ ہماری ترقی کی راہ میں غنیم سگریٹ کا وجود ایک کانٹا ہے۔ اسکو ہمیشہ کے لئے مٹا دینا چاہیئے۔ یہ عزت کی جنگ ہے اسمیں لڑ بھڑ کر مر جانا بے غیرتی کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔

بلس ویرٹل زندہ باد! اور دراس دیسی کی جے کے پُر جوش نعروں کے ساتھ گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

دفعتاً ایک انڈین دیاسلائی جو اب تک خاموش تھی خبردار خبردار کہتی ہوئی بیچ میں آگئی۔ اس نے کہا۔

بُری بات۔ بُری بات۔ لڑنا بھڑنا کیا۔ شانتی شانتی ایسا ہی جنگ وجدل کا شوق ہے تو ستیا گرہ کرو۔ بس تمہاری بہادری اور جانبازی اسی میں ہے اور بہتر تو یہ ہے کہ گلے مل جاؤ۔

غرضیکہ صلح نامہ مرتب ہوکر فریقین کے دستخط ہوئے۔ چلیئے خانہ شہادت میں ہم دوسرے گئے۔ مجبوراً ہم نے بھی دستخط کر دیا۔

## (پچھلے صفحہ سے)

ہندوستان کے یہاں تک کہ خود حکمران نوآبادیات بھی جو برطانی اقتدار کے ماتحت ہیں برداشت نہیں کر سکتے۔ آسٹریلیا نے بھی اپنے داخلی معاملات کو برطانی ساہوکاروں کے غیر مساویانہ مقابلہ کی معیت سے محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن صرف ایک ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جو اس حق سے محروم ہے۔ حالانکہ وہ بھی بجز اس کے کہ اسکو بھی ایکسچینج بنکوں کا مساوی حیثیت سے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے اور کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔ ایکسچینج بنکوں کے کاروبار کا علم صرف یوروپ کے بنکوں کے ساہوکاروں تک محدود ہے۔ وہ ہندوستانیوں کو تعلیم دینے سے صرف اس وجہ سے گریز کرتے ہیں تاکہ ہندوستانی اس سے نابلد رہیں۔ اور جہاں تک بچتے رہیں کہ ان ہندوستانی بنکوں سے جو ان کے اشتراک سے ان کے ساتھ تبادلہ کا کام کرنا چاہتے ہیں اتفاق کرنے کو خلاف مصلحت سمجھتے ہیں۔

سنٹرل بنکنگ کمیٹی نے اس حقیقت کو نہایت رنج آمیز الفاظ میں بالتفصیل بیان کیا ہے جس کی طرف ارباب اختیار کی توجہ مبذول کرائی جاسکتی ہے تاکہ وہ اس غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ طرز عمل کے نتائج کو دیکھ کر مسرور رہیں۔ باوجود اس کے ہندوستانیوں سے کہا جاتا ہے کہ ان کو برطانی دستور کی وہ ایسے کسی دستور کا اگر ہم ان سے کچھ بچیں اور بچے کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔ اچھا ہے جب کہ قیمتوں کے اعتبار سے ہم دستور اس ماتحتی اور غیر مساویانہ حالت میں رہیں گے۔ اور اس میں سر مو کوئی فرق نہیں آئے گا اور ہندوستان کی مصنوعات برطانی تاجروں کے ہاتھوں میں رہنے کے لئے مجبور ہوں گی۔

## دیگر صنعتیں

موجودہ دستور کے ماتحت صنعت جہاز رانی کی بھی یہی حالت ہے۔ آج ہم اکثریت سے بل پاس کر کے اپنی ساحلی تجارت کو ہندوستانی کمپنیوں کے محفوظ کر سکتے ہیں۔ یا کم از کم ایسا بل پیش کر سکتے ہیں جیسا کچھ عرصہ قبل ایک ممبر نے پہلی مجلس مقننہ میں پیش کیا تھا۔ جس پر حکومت سے لیڈر کی مخالفت کے بغیر سرگرم تقریریں ہوئیں۔ لیکن مجوزہ دستور کے ماتحت ہم اس قسم کا کوئی بھی بل پیش نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ یہ امتیازی قانون کے عنوان کے ماتحت آجائے گا۔

اب دیسی سوتی صنعت پارچہ بافی کو لیجئے۔ فرض کیجئے کہ ہماری ملیں لنکاشائر سے مقابلہ کرتی ہیں۔ اور چونکہ لنکاشائر کو ہمارے قائم کردہ محصول سے نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی کچھ ملیں ہندوستان میں قائم کر دیتا ہے۔ اس صورت میں ہم صرف یہی نہیں کہ اس دست برد سے بچنے کے ناقابل ہوں گے۔ بلکہ اگر ہمارا لیجسلیچر کوئی امداد ہماری صنعت پارچہ بافی کے تحفظ کے لئے دیتا ہے تو مجوزہ دستور کے ماتحت مجبور ہوں گے کہ وہی مراعات مساوی طریقہ سے ہندوستان میں قائم شدہ لنکاشائر کی ملوں کو دیں۔

لہذا اس دستور کے ماتحت نہ صرف یہ کہ ہماری مجلس قانون ساز ہمیں کوئی مدد نہیں دے سکیگی۔ بلکہ ہم اس جائز امداد سے بھی محروم رہیں گے۔ جو ہر قوم اپنی صنعتوں کو بوقت ضرورت دیتی ہے۔

اس لئے یہ دعوے بالکل غلط ہے کہ دستور کو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ طریقہ پر مرتب کیا گیا ہے۔ صنعتوں کے قومی بنانے، غیر معقول قسم کے مقابلہ کی صورت میں مداخلت کرنے، صنعتوں کی مالی امداد کرنے، اور ان کے لئے ضمانتیں دینے کے الفاظ دستور میں سے نکال دینا چاہئیں۔ اور اگر ضروری ہی ہے تو ان کی جگہ تحفظات قائم کرنا چاہئیں۔ تاکہ جہاں ہز میجسٹی کی رعایا کے ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جہاں طاقتور اور زبردست کا کمزور اور زیردست کے کچل ڈالنے کا قوی امکان ہے۔ قانون اپنی معقول حدود سے تجاوز نہ کر جائے۔

# ہفتہ عالم کی خبریں

صدر امریکہ مسٹر روزویلٹ نے فلپائن کے نئے آئین دستور کی منظوری دیدی ہے جس کے مسودہ کو منظور کیا گیا۔ اس موقعہ پر فلپائن اور امریکہ کے بہت سے لیڈر موجود تھے۔

---

حکام برطانیہ اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ ہندوستان اور آسٹریلیا کے درمیان ہوائی آمد و رفت کے لئے اڑنے والی کشتیوں کو استعمال کیا جائے۔ اس سے دو فائدے مقصود ہیں ایک تو یہ کشتیاں جھیلوں اور دریاؤں پر اتر سکیں گی، دوسرے اس طریق سے راستہ میں عرصہ بھی کم لگیگا۔

---

لاہور اور سیلون کے درمیان ٹیلیفون لگ گیا ہے اس ٹیلیفون پر جو گفتگو کی گئی وہ بہت کامیاب رہی بات چیت دونوں مقامات پر بہت صاف سنی گئی۔

---

جمعیۃ اقوام کی کونسل کا ایک غیر معمولی اجلاس ۱۵ اپریل کو ہوگا جس میں جرمنی کی جبریہ بھرتی کے خلاف فرانس کے یادداشت پر غور و خوض کیا جائے گا۔

---

ایک خبر مظہر ہے کہ میرٹھ ڈسٹرکٹ بورڈ کے اجلاس میں جوبلی کے ضمن میں کمشنر میرٹھ ڈویژن کی چٹھی پر غور کیا گیا اور ریزولیشن پاس کیا گیا کہ بورڈ ملک معظم کی بہبودی کا دلی سے خواہاں ہے۔ اور ان کی درازی عمر کے لئے دعا کرتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ریزولیشن میں جوبلی میں سرگرمی کے ساتھ شریک ہونے سے معذوری کا اظہار کیا گیا۔

---

گورنر جنرل نے ریاست بیکانیر فوج کے مطالبہ میں ان تخفیفوں کو بحال کر دیا ہے جو اسمبلی نے پاس کی تھیں۔ اور جس کے ماتحت ان اخراجات کے واسطے صرف ایک ایک روپیہ منظور رہا تھا۔

---

لاہور گورنمنٹ جوبلی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے طالب علموں اور انتظامیہ بورڈ کے درمیان ایک عرصہ سے کشمکش تھی اس نے نئی صورت اختیار کر لی۔ اور پولیس نے سٹی مجسٹریٹ کے حکم سے ۵۰ طالب علموں کو گرفتار کر لیا۔

---

لینا گولڈ فیلڈ کمپنی (سونا برآمد کرنے والی کمپنی) اپنے حکومت روس کی منظوری سے روس کی تمام سونے کی کانوں کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ اور کمپنی قسطوں میں تیس لاکھ پونڈ ادا کرے گی۔

---

شریمتی بابو راجندر پرشاد صدر کانگریس نے اپیل کی ہے کہ ۶ اپریل سے ۱۳ اپریل تک قومی ہفتہ پوری شان و شوکت کے ساتھ منایا جائے۔ کیونکہ قومی عملی کو قائم رکھنا اہل وطن کا فرض ہے۔

---

ریاست گوالیار کی خبر ہے کہ پندرہ مسلح ڈاکوؤں نے علاقہ بھیلسہ پور میں ایک متمول گڈریے کے مکان پر ڈاکہ ڈالا۔ مکینوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں گرم لوہے کی سلاخ سے داغ دیا۔ اور تمام سامان لیکر فرار ہو گئے۔

---

آنریبل ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ نے ڈی۔ اے۔ وی کالج جالندھر میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک کو آزاد کرانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ نوجوان متحد ہو جائیں اور ذات پات کا خیال چھوڑ کر ملک کی خدمت کریں۔

---

لندن میں سب سے پہلے وہ تار برقی شروع ہوئی ہے جس میں تصویر نظر آجاتی ہے۔

---

دیہاتی صنعتوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے سلسلہ میں گاندھی جی نے تمام ہندوستان کا دورہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ گجرات سے اپنا دورہ شروع کریں گے۔ گجرات کے متعلق دورہ کا پروگرام سردار پٹیل کے مشورہ سے تیار کیا جا رہا ہے۔

---

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ احمد آباد نے ضلع کے تمام پولیس افسران کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان علاقوں میں کانگریس کی سرگرمیوں کے متعلق حکومت کو اطلاع دیں۔ کہا جاتا ہے کہ پولیس افسران کانگریسی کارکنان کے بارے میں مفصل حالات فراہم کر رہے ہیں۔ (ری۔ پا)

---

بمبئی کے چوپاٹی کے میدان میں ایک موٹر گیرج کے اندر دیسی ساخت کا ایک بم پھٹنے کا دھماکہ ہوا جب پولیس وہاں پہنچی تو اس نے موٹر ڈرائیور کو بیہوش پڑا پایا۔ چار مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ پولیس مزید تحقیقات کر رہی ہے۔

---

گورنر جنرل نے مسٹر این۔ جی رنگا اور مسٹر لوناتھ سنگھ چیٹیار کی ان ترمیمات کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جس کے ذریعہ انہوں نے سرجیمز گرگ کے پیش کردہ بجٹ بل میں چاول اور دھان پر درآمدی ڈیوٹی میں اضافہ کرنا تجویز کیا تھا۔

---

انڈین سائنس انسٹیٹیوٹ بنگلور کی مجلس عاملہ کا انتخاب ہونا تھا۔ جس میں بمبئی کے مشہور کانگریسی ممبر اسمبلی ڈاکٹر دیشمکھ اور ڈاکٹر دلال کا مقابلہ تھا۔

اب معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر دیشمکھ منتخب ہو گئے ہیں۔

---

شری یت راج گوپال آچاریہ نے تنگور تیسری تعلقہ سیاسی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم کانگریس کی قوت کو منظم کریں اور اس جماعت کی اعلیٰ روایات کو قائم رکھیں تو کوئی حکومت کو ہمارے مقابلہ کی تاب نہیں ہو سکتی۔

---

آسام میں زلزلہ کا ایک خفیف جھٹکا محسوس ہوا جو تین سیکنڈ تک جاری رہا۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔

---

سنگھائی کی اطلاع مظہر ہے کہ دریائے ایلو میں سیلاب آجانے کی وجہ سے چند ہفتوں میں دس ہزار سے زائد آدمی لقمۂ اجل ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ پانی کناروں تک پہنچ گیا۔ سینکڑوں میل تک پانی ہی پانی نظر آتا ہے جس کی وجہ سے کئی گاؤں تباہ ہو گئے۔ باشندے مایوس ہو کر ریت کی بوریوں کی فصیل بنا رہے ہیں۔

---

آنا سروپ رانی نہرو اتفاقیہ زیادہ علیل ہو گئیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ آپ کو بیہوشی کا عارضہ ہو گیا جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئیں۔ اور نصف شب کے قریب غسل خانہ میں گر پڑیں جس کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر چوٹ لگی۔

---

کمپنی باغ دہلی کا چوکیدار جب گشت کر رہا تھا تو اسے دو لفافے پڑے ہوئے ملے جب ان کو کھولا گیا تو ان میں سے ریوالور کے ۲۷ کارتوس برآمد ہوئے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے

---

۲۷ مارچ کی صبح کو دہلی۔ میرٹھ اور الہ آباد میں بہت سے نوجوانوں اور قومی کارکنوں کی پولیس نے خانہ تلاشی لی۔ مگر کسی جگہ سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ پولیس کو ضبط شدہ اور قابل اعتراض لٹریچر کی تلاش تھی۔

---

یو۔ پی کسان کانفرنس کے پہلے اجلاس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ استقبالیہ کمیٹی کا جلسہ شری یت بابو پرشوتم داس کی صدارت میں ہوا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس کی صدارت کے لئے سردار پٹیل سے درخواست کی جائے۔ کانفرنس ۲۷ تا ۲۸ اپریل کو ہوگی۔ بہت سے سرکردہ لیڈران کے شامل ہونے کی امید ہے۔

---

"امرت بازار پتریکا" کلکتہ کے نامہ نگار مقیم لندن کی خبر ہے کہ سلور جوبلی کے موقعہ پر حکومت کانگریس کے سرکردہ لیڈروں کو جن میں پنڈت جواہر لال نہرو۔ خان عبدالغفار خاں۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور مسٹر سرت چندر بوس شامل ہیں رہا کر دے گی۔

---

ایک خاص غیر ملکی تحقیقات کنندہ کے بیان کے مطابق گذشتہ سال کی خشک سالی کے باعث چینگی (چین) میں ایک کروڑ بیس لاکھ افراد قحط سالی میں مبتلا ہیں صرف نانکنگ میں ہی دس لاکھ سے بیس لاکھ تک افراد خیرات پر گذارہ کرتے ہیں۔ بہت سے آدمی بھی مر گئے ہیں۔

---

سردار پٹیل نے پلیگ کی وبا کے خلاف جہاد کرنے کے لئے بورسد میں قیام کرنے اور کیمپ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ علاقہ بورسد میں پلیگ کی وبا بڑے زور سے پھیلی ہوئی ہے۔

---

شریمتی امرت کور نے اپیل کے دوران میں کہا ہے کہ سیلون میں ملیریا سے ۶۰ ہزار جانیں ضائع ہو چکی ہیں جن میں چالیس ہزار بچے اور زچہ ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اہل وطن سیلون والوں کو موت کا شکار ہونے سے بچائیں۔

---

معلوم ہوا ہے کہ ۳۱ مارچ کو گورنر جنرل ایک آرڈیننس جاری کریں گے جس کے ذریعہ انڈین فائنینس بل کو ایک مہینہ کی توسیع دی جائے گی کیونکہ بحالات موجودہ یہ بل ۳۱ مارچ کی شب کو ختم ہو جائے گا۔ اور آئندہ جو ٹیکس وصول ہوں گے وہ ایکٹ کی توسیع معیاد سے وصول ہو سکیں گے۔ اس کی ضرورت یوں پیش آرہی ہے کہ ابھی بل کی دوسری اور تیسری خواندگی آئندہ جمعہ سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ فائنینس بل مالی سال ختم ہونے سے پہلے پاس نہیں ہوا۔

---

لکھنؤ کی اطلاع ہے کہ پنڈت کرشن کانت مالویہ نے منشی ایشور سرن کے انتخاب پر اعتراض کیا تھا وہ منظور کر لیا گیا ہے چنانچہ منشی ایشور سرن اب اسمبلی کے ممبر نہیں رہے حکومت ہند نے انتخاب کی تاریخ کے تقرر کے لئے حکومت یو۔ پی سے مشورہ کر رہی ہے۔

---

پنڈت مالویہ کو پھر ہلکا بخار ہو گیا کل دن میں آپکو دست آتے رہے اور شب کو کھانسی کا عارضہ رہا چنانچہ آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹروں نے آپکو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

# ہندوؤں کے زوال کے اسباب

(از شریت نریندر ایڈیٹر اخبار ویدک آدرش)

سکندر اعظم کے حملے کے بعد سے ہندوستان پر بے در بے شمالیہ، ہن اور تاتاریوں کے گروہ وسط ایشیا سے حملہ آور ہوتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے نہ صرف دیگر ممالک کو ہندوستان کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں بلکہ ہندوستان کے باشندوں اور راجاؤں کی کمزوریوں کو بھی اُن پر ظاہر کر دیا۔ یہی ایک سبب تھا کہ وسط ایشیا کے کئی گروہ ہندوستان پر فوج کشی کرنے کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار رہتے تھے۔ ایک طرف تو یہ حال تھا دوسری طرف غفلت اور کمزوری نے ہندوستانیوں کو تابع فرمان کر لیا تھا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہندو جد و جہد میں ہی اپنی زندگی سمجھتے تھے۔ لیکن آٹھویں صدی میں جبکہ لٹیرے پہنچے تو ان میں مقابلہ کی تاب باقی نہ رہی شکست پر شکست کھاتے رہے۔ غیروں نے ان کی فوج کو تاش کے پتوں کی طرح بکھیر دیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ہندوؤں میں مدافعت اور مقابلہ کی طاقت مر چکی تھی۔ جس قوم میں یہ طاقت مر جاتی ہے وہ قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر زندہ رہتی ہے تو بے عزتی کے ساتھ اپنی زندگی کے بے سود دن گذارتی ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنی کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

اب میں اُن اسباب کا تذکرہ کرتا ہوں جن کے باعث ہم تنزلی دلّت کے شکار ہو کر دُنیا میں کسی کام کے باقی نہ رہے۔ ہماری حالت ایسی ہی ہے جیسے آج اچھوتوں کی ہے۔ میں اُن اسباب کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں جن میں اُس کمزوری کا ذکر ہوگا جس کے باعث ہندو دن بدن کمزور ہو گئے۔ دوسرے میں اُن اثرات کا تذکرہ ہوگا جس کے باعث ہندوؤں میں مقابلہ کی طاقت مر چکی تھی۔ تیسرے میں اُن خصوصیات کا ذکر ہوگا جو حملہ آوروں میں ہندوستان سے زیادہ پائی جاتی تھیں۔ سب سے پہلی وجہ جو ہندوؤں کی زندگی اور موت کا سوال رکھتی ہے وہ آپس کی نا اتفاقی ہے۔ یہ ایک بلا مبالغہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اتفاق ہی ایک ایسی قوت ہے جس سے ہم اپنے نیک اور بلند ارادوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لمحہ لمحہ میں لہروں کے تھپیڑوں سے کتنے حُباب فنا ہو جاتے ہیں۔ جس قوم میں قومیت کا جوش، اخوت، و محبت نہیں ہوتی وہ قوم خود بخود ایک نہ ایک دن نیست و نابود ہو جاتی ہے دُنیا میں وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں جن کے رگ و ریشہ میں اتفاق و یگانگت کی چنگاریاں سلگ رہی ہوں اور جن کے پاس اتحاد جیسی قوت بازو موجود ہو۔ ہندو جاتی کا زوال آج سے صدیوں پیشتر کی غمناک داستان ہے۔

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ پانی پت کی تیسری لڑائی مرہٹوں اور احمد شاہ ابدالی کے درمیان ہوئی۔ اس وقت احمد شاہ ابدالی کو فتح نصیب ہونا دشوار تھا۔ ایک مدت تک مرہٹوں کی فتح اپنا اپنا کھانا پکانے میں مصروف تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے چڑھائی کی۔ لیکن جب اس نے ان کے خیموں میں بہت دور تک روشنی دیکھی تو اس کے پاؤں تلے زمین نکل گئی وہ فوج کی زیادتی کے خوف سے واپس ہونے کو تھا کہ یہ معلوم ہوا کہ یہ روشنی تو الگ الگ چوکوں اور چولہوں کی ہے اس وقت احمد شاہ ابدالی نے آسانی کے ساتھ مرہٹوں کو مغلوب کر لیا۔

دوسری مثال جے چند اور پرتھوی راج کی ہے اگر پرتھوی راج اور جے چند کے درمیان نفاق کی خلیج حائل نہ ہوتی تو شہاب الدین کو فتح کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

تیسری مثال مان سنگھ اور مہارانا پرتاب کی ہے۔ اگر مان سنگھ راجپوتی شان کو برقرار رکھتے ہوئے مہارانا سے دشمنی نہ کرتا تو اکبر جیسے بادشاہ کو بھی مہارانا کے مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوتا۔

یہ ہندو زوال کی ابتدائی تاریخ ہے اور قومی تصویر کا ایک رُخ جس کو قوم کی بدبختی کہا جائے تو مناسب [illegible] کمزور پر حکومت کرتا ہے۔ ہندوؤں کی طاقت کو باہمی نفاق اور ذات پات کی تقسیم نے کمزور ہی نہیں بلکہ مردہ بنا دیا اور اپنی اندرونی کمزوری کا اپنے ہی لوگوں سے اعلان کرایا۔

انگریزی تاریخ کے مورخ سر ولیم ولسن ہنٹر کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

"ہم نے ہندوستان کو مسلمانوں سے نہیں بلکہ ہندوؤں سے فتح کیا ہے شمالی ہند سکھوں سے اور جنوبی ہند مرہٹوں سے"!

یہ ایک تاریخی صداقت ہے جس کو سر ولیم ولسن نے تحریر کی ہے اس لئے آپ اپنی طاقت و حکومت کا پتہ چلا سکتے ہیں کہ ہندوؤں میں وہ جملہ صفات موجود تھے جو آج فاتح قوموں میں ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ ہندو اس قدر کمزور اور نکمے ہو گئے ہیں سب سے پہلی وجہ اتفاق

**ضرورت ہے**

نیو پاپولر بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور

موہن لعل روڈ کیلئے برانچ منیجروں کی

بینک کا تجربہ رکھنے والے اصحاب درخواستیں کریں

# فلمستان

## اداکاری کی وضعداری

(خاص مضمون [illegible])

یہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا کو اب یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ ہندوستانی اداکار ایک حد تک اپنے فرض کو سمجھ رہے ہیں اور رفتار زمانہ نے آہستہ آہستہ تمثیل نگاری کا ہر پہلو ان کے ذہن نشین کر دیا ہے۔

ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ ان کی مساعی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جو قابل ستائش ہے۔ مگر ایک آفت سے انہیں ابھی چھٹکارا نہیں ملا۔ وہ بلائے بے درماں ان کی "وضعداری" ہے

یوں تو وضعداری کے مختلف معنی ہو سکتے ہیں مگر یہاں پر مجھے ہندوستانی ماہرین تمثیل اور مکالمہ نویسوں کی وضعداری سے کچھ شکایت ہے

ایک زمانہ وہ تھا کہ سینما یا فلم ٹاکی کا وجود دنیا میں نہ آیا بلکہ علامہ اڈیسن کے دماغ لطیف میں بھی نہ ہوگا مگر جب بھی ہندوستان اپنی اداکاری کے اعلیٰ شاہکار ناٹک اور تھیٹر کی صورت میں پیش کیا کرتا تھا۔ یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے پہلے ایک وہ زمانہ بھی گزر چکا ہے جب کہ دنیا رسم الخط سے بالکل واقف نہ تھی اور ہر مصنف کا یہ فرض ہوتا تھا کہ وہ اپنی تصنیف کو [illegible] پیش کرے۔ تاکہ ہر کس و ناکس مجلس کے سامنے [illegible] کر سکے۔ چنانچہ مکالمہ نویس بھی اپنے ہر قصہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا کرتے تھے۔ اور اداکار اسکو اچھی طرح ملک کے عوام کے سامنے پیش کرتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا کہ اگر ایک غلام بادشاہ سلامت کے حضور میں اپنی عرضداشت شعروں میں پیش کرتا تھا تو بادشاہ وقت بھی اس کا جواب ویسی ہی شعری آواز میں [illegible] خیال، لکھتے ہوئے رہتے تھے

یہ نہ خیال کیجئے کہ آج کل کی طرح یہ بات بھی عیوب میں شامل تھی بلکہ بہت سی باتیں ان کے ایسی آڑے آتی تھیں جن کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ اور یہ اب سے دو ہزار برس پہلے کا زمانہ ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ بھارت ماتا کے بعض فطرتی اداکار ہیں۔ اس وجہ سے ان کو مکالمہ کا ذخیرہ کسی نہ کسی صورت سے رکھنا ہی پڑتا تھا۔ ایک آسان طریقہ صرف حفظ کر لینا تھا جو درحقیقت صرف اس زمانہ سے ایک فن رہا۔ جو ہمارے دوسرے مشاغل میں باعث [illegible] ہو رہا ہے۔ ہمیں زمانہ قدیم کے لوگوں سے اس امر میں کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ وہ تو مجبوراً ایسا کرتے تھے۔ ہاں دور جدید میں ہم اس امر کے بے حد شاکی ہیں کہ زمانہ بدل چکا اور اس کا سب کچھ بدل گیا۔ یا یوں کہئے کہ زمانے نے وہ پرانا لباس ہی بدل ڈالا۔ مگر مکالمہ نویس نہ صرف چھوٹے بلکہ بڑے بڑے کالی داس اور شکسپیر جیسے بھی وہی عبا زیب تن کئے ہوئے ہیں اگرچہ کچھ اصلاح ہو گئی ہے مگر پھر بھی جبل گردد جبلّت نہ گردد کے مصداق جب موقع پاتے ہیں عاشق و معشوق کو ایک ہی تال و سُر سے گانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ذرا خیال فرمائیے کہ دو شخص مدت مدید کے بعد ملنے پر فوراً ایک ہی سُر میں تان بڑھانی شروع کر دیں اور لطف یہ ہے کہ نظم کا مفہوم ایک دوسرے کی شکوہ و شکایتیں ہوں تو بھلا وہ کون بیوقوف ہے جو اس عمل کو تصنع اور ان کو صاف جھوٹا نہ کہیگا۔ یاد رکھئے کہ یہ ناٹک ہی کی وہ وضعداری ہے جو دور قدیم سے زمانہ جدید تک مکالمہ نویسوں کو ورثہ میں ملی ہے۔ بے شک ان کو یہ ورثہ مبارک ہو اور ہم بھی مبارکباد باآواز بلند کہنے کے لئے تیار ہیں مگر لبیک ہرگز نہ پکاریں گے۔

مجھے خدانخواستہ کسی ملک موسیقی یا ملک التمثیل کی ہجو منظور نہیں بلکہ یہ تو وہ نغمیں ہیں جو عوام گلے پھاڑے چلایا کرتے ہیں اور ہر تماشہ گھر میں اسی کا چرچا ہوتا ہے۔

عرصہ سے ملک کے ہر گوشہ سے بہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ اداکاروں کو اساتذہ بعض وقت بے محل گانے کا التزام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ خیر اداکار تو انکا

(باقی اگلے صفحہ پر)

مشہور فلم چندرسینا کے دلچسپ سین

یہ فلم رامائن کے ایک باب سے تیار کیا گیا ہے۔ آجکل فلمو اڈل سینما دھلی میں چل رہا ہے۔
(ڈسٹری بیوٹرز — فیمس پکچرز دھلی)

Registered L. No 1517 Registered L. No 1517

THE TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

No. 96, DELHI 8TH APRIL 1935 V. No 13

ایم- سٹیلن ڈکٹیٹر روس

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

ڈاکٹر ایم۔ اے انصاری
آپ خرابئی صحت کیوجہ سے کانگریس ورکنگ کمیٹی اور کانگریس پارلیمنٹری بورڈ سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

مسز سروجنی نائڈو
آپنے پنجاب پولیٹکل کانفرنس کی صدارت کے فرائض سرانجام دئیے

مسٹر کے۔ ایف نریمان
آپ سخت مقابلہ کےبعد بمبئی کارپوریشن کے میئر منتخب ہوئے ہیں

پنڈت مدن موہن مالویہ
آپکی صحت پہلے سے اچھی ہے خیال ہےکہ آپ اگلے ماہ کے شروع میں اینڈرز کمیونل اوارڈ وفد کی رہنمائی کے لئے لندن جائینگے۔

سر فضل حسین
آپ اس ہفتہ وائسرائے کی کونسل سے ریٹائر ہو رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ لئے پنجاب کونسل میں چیف منسٹر ہونگے۔

کنور جگدیش پرشاد
سر سپرو کے بعد آپ پہلےشخص ہیں جنھیں وائسرائےکی کونسل کیلئے صوبہ یو۔پی سے منتخب کیا گیاھے آپنےاسی ہفتہ سر فضل حسین سے اپنے عہدہ کا چارج لیاھے

سر جوزف بھور
آپ وائسرے کی کونسل کی ممبری سے ریٹائر ہو رہے ہیں اس ہفتہ آپکے اعزاز میں لالہ شری رام جی نے ایک شاندار پارٹی دی

مسٹر جگدیش پرشاد آڈیٹر انڈین اکاؤنٹنسی بورڈ کا ممبر کیا گیا ہے۔

لالہ شنکر لال
[illegible]

مسٹر اے۔ سی۔ جین
آپ نے ہندوستان سے خام مال منگانے اور ہندوستان کو جاپان کا مال روانہ کرنے کے لئے کوبے (جاپان) میں اے۔ وکرم اینڈ کمپنی قائم کی ہے۔

لیجئے حاضر ہے

ہندوستان کی
پیدا شدہ
بہترین
خالص ترین
بہت سستی
نہایت تروتازگی بخش

[illegible]

ایک پیالہ چائے

کروڑوں آدمی ہندوستانی چائے کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ کیا آپ بھی استعمال کرتے [illegible]

# ترے حضور سے اُٹھے ترے حضور آئے

از حضرت جگر مرادآبادی

(خاص نیرنگ خیال کیلئے)

ادا جو آئے وہ بے عیب و بے قصور آئے
خدا وہ دن نہ کرے آپ کو غرور آئے

نکل کے عشق جو حدِ ادب سے دور آئے
ادھر سے کعبہ چلے اُس طرف سے طور آئے

چلوں میں راہِ محبت میں بے نیازانہ
مری بلا سے اگر وہ بھی ناصبور آئے

ہزار [illegible] کرے رات رات بھر زاہد
جو دل ہی صاف نہو کیا جبیں پہ نور آئے

خود اپنی منزلِ دل محو ہوتی جاتی ہے
نظر میں جب سے مقاماتِ دور دور آئے

پئیں وہ شوق سے تنہا، مگر یہ کیا ممکن
ہمیں سرور نہ آئے انھیں سرور آئے

کسی کی مست خرامی کا واہ کیا کہنا
کہ جیسے حافظِ شیراز چور چور آئے

نظر ہی اپنی نہ اب دل ہی رہ گیا اپنا
سزا ملی ہے کہ ہم کیوں ترے حضور آئے

اجل جو آتی ہے آئے مگر اسی صورت
کہ جیسے بال پریشان وہ رشکِ حور آئے

مجاز ہو کہ حقیقت یہاں تو حال یہ ہے
ترے حضور سے اٹھے ترے حضور آئے

انھیں ہے عشق سے چشمک مگر یہ کون کہے
وہ خود حسین ہے اسکو نہ کیوں غرور آئے

مری طرف سے بھی اے کاروانِ شوق سلام
کہیں جو راہِ طلب میں مقامِ طور آئے

ہزار بار لکھے تو نیاز نامۂ شوق
ترے بلائے جگر آئے وہ ضرور آئے

# مُردوں کو زندہ کرنا

## سائنس کا ایک حیرت انگیز دلیرانہ اقدام

(تصویر صفحہ ۲۲ — ۲۳ پر دیکھئے)

ہزاروں برس سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ مرنے کے بعد پھر کوئی اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔ شیکسپیئر نے بھی کہا ہے کہ "موت کی منزل کا کوئی مسافر واپس نہیں آتا"۔ یہ تمام مقولے ہمیشہ سچ تسلیم کئے گئے ہیں لیکن اب دنیا ترقی کرتے کرتے اس منزل پر پہونچ گئی ہے کہ ان کے غلط ثابت ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے۔ موت اب وہ منزل نہیں رہی جہاں کی سرحد عبور کرنے کے بعد کوئی مسافر واپس نہیں آتا بلکہ اس کے اب مُردوں کو بعض حالات میں زندہ کر دینے کا تجربہ کامیابی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

یہ کوئی روحانیت یا سحر آفرینی نہیں ہے بلکہ اب اس بوتے کی ذمہ داری سائنس پر ہے۔ جس نے انسان کو اس لائق بنا دیا ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکے۔ پچھلے دنوں اس مسئلہ میں دو اہم تجربے کئے گئے ہیں جو کامیاب ہوئے ہیں

### رُوسی پروفیسر کا تجربہ

لینن گرڈ (روس) میں "دارالتحقیقات خون" کے انچارج پروفیسر زوچانینکو چند سال سے مُردے کو زندہ کرنے کا تجربہ کر رہے ہیں اور اب ان کے عمل سے ایک کامیاب اور دلچسپ نتیجہ برآمد ہوا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

پروفیسر موصوف نے ایک کتے کو کلوروفارم دے کر بے ہوش کر دیا۔ اور پھر ایک ایسا انجکشن دیا کہ اس کا خون منجمد ہونے نہ پائے اس کے بعد اس کا سینہ چاک کر کے اس کے قلب کی شریان کو اس طرح کس کر باندھ دیا کہ دورانِ خون بند ہو جائے۔ کتا فوراً مر گیا۔ اب انہوں نے ایک خاص آلہ کے ذریعہ جسے "آٹوجکٹر" کہتے ہیں تمام اصلی شریانوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ "آٹوجکٹر" ایک قسم کا وہ نقلی یا مصنوعی "قلب" ہے جس کا فعل یہ ہے کہ اصلی قلب کی جگہ لے لے اور شریانوں میں خون پمپ کر کے دورانِ خون کو جاری رکھے۔

یہ کتا ۱۵ منٹ تک مُردہ پڑا رہا۔ پھر ڈاکٹر زوچانینکو نے "آٹوجکٹر" کا عمل جاری کیا اور چند منٹ کے بعد کتے میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے سانس لی۔ پھر اس کی آنکھیں متحرک ہوئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک چھینک آئی اور اس کے ساتھ تمام حواس واپس آ گئے۔ بعد کو اصلی قلب بھی اپنا کام کرنے لگا۔ پروفیسر موصوف نے "آٹوجکٹر" کو شریانوں سے الگ کر لیا اور قلب کی بندھی ہوئی شریان کو کھول کر ان کو ملا دیا۔ پھر چاک سینے کو سی کر سائنس کے اس حیرت انگیز معجزہ کو ختم کیا یعنی ایک مُردہ جانور پھر زندوں کی دنیا میں واپس آ گیا۔ یہ کتا اب تک زندہ ہے اور سب کام کرتا ہے۔

### امریکن ڈاکٹر کا تجربہ

ایک تجربہ کار اور نوجوان امریکن ماہر سائنس ڈاکٹر رابرٹ ای کورنش بھی اسی طرح کا تجربہ دو سال سے کر رہے ہیں اور ان کو بھی اسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن ان کا طریق عمل جدا گانہ ہے۔ اگرچہ ابتدا میں انہوں نے بھی جانوروں ہی پر تجربہ کیا ہے مگر اب وہ انسانوں پر بھی عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے تین امریکن ریاستوں کے گورنروں کے پاس درخواست بھیجی ہے کہ ان کو اس اہم سائنٹفک تجربہ کے لئے کسی پھانسی پائے ہوئے مجرم کی لاش دیدی جائے۔ دو ریاستوں نے یہ درخواست نامنظور کر دی ہے اور تیسری ریاست اس پر غور کر رہی ہے۔

ڈاکٹر کورنش کا طریق عمل یہ ہے:۔

جس جانور کی موت واقع ہوتی ہے اس کے پھیپھڑوں میں پہلے وہ مصنوعی طریقے سے ہوا پہنچاتے ہیں تاکہ وہ سانس لینے لگے۔ اس کے بعد ایک انجکشن اس مخصوص شریان میں دیتے ہیں جو قلب کی حرکت کی محافظ ہے۔ اس سے یکایک اس کا جسم تھرتھرانے لگتا ہے لیکن اس سے ایسا سخت صدمہ پہونچتا ہے کہ ایک مؤثر تریاق اگر اس کا اثر کم کرنے کے لئے نہ دیا جائے تو جسم پھر تباہ اور مُردہ ہو جائے۔ اس تریاق کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ مریض کو فوراً نیند آ جاتی ہے یعنی وہ مُردہ جو ابھی ابھی زندہ ہوا ہے۔ وہ تین ہفتہ تک مسلسل بے ہوشی کی حالت میں رہتا ہے۔ اگر یہ تریاق نہ دیا جائے تو قلب کی حرکت اتنی تیز ہو جائے کہ جسمانی نظام اسے بارہ گھنٹے سے زیادہ برداشت نہ کر سکے۔ ڈاکٹر کورنش انجکشن کے لئے ایک دوسری دوا بھی استعمال کرتے ہیں جس کا نام "ہیپارن" ہے۔ اور جس سے جگر کا فعل بھی درست ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ میں صرف ایک خطرہ یہ ہے کہ جسمانی نظام کے یکبیک عمل کرنے اور متواتر انجکشن کے باعث دل کا دباؤ بہت تیز ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ اگر اس سلسلہ میں "انتقال خون" کا صحیح عمل کیا جائے تو بہت مفید ثابت ہوگا اور مریض مستقل طور پر زندہ ہو جائیگا لیکن ڈاکٹر کورنش نے مُردہ کتوں پر جو تجربات کئے ہیں ان میں "انتقال خون" کا عمل نہیں کیا ہے۔ اور پانچ چھ منٹ پہلے مرے ہوئے کتوں کو زندہ کر دیا ہے۔

جب ایک پریس انٹرویو کے دوران میں ڈاکٹر کورنش سے سوال کیا گیا کہ اگر انسانوں پر تجربات کرنے کی ان کو اجازت دی جائے تو وہ کیا عمل کریں گے؟ تو اس کا جواب ڈاکٹر موصوف نے یہ دیا:۔

"سب سے پہلے میں عمل جراحی کے جدید ترین آلات استعمال کروں گا اور بہتر سے بہتر مددگار ڈاکٹروں اور نرسوں کی خدمات حاصل کروں گا جو جانوروں پر تجربہ کرنے کے وقت مجھے حاصل نہ تھیں۔ اس لئے میں یہ دلیرانہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ:۔

> مُردہ کو زندہ کرنے کے جو تجربات اس مضمون میں بیان کئے گئے ہیں اُن کے متعلق ایک مؤقر انگریزی رسالہ نے ایک مشہور و معروف ڈاکٹر سے رائے طلب کی تھی اُنہوں نے بھی تین تجربے ایسے مریضوں کے متعلق بیان کئے ہیں جو حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث مر چکے تھے، لیکن ان کو قلیل مدت کیلئے دوبارہ زندہ کیا گیا۔
>
> (۱) پہلے کیس میں آنکھوں کو متحرک رکھ کر اور مصنوعی دورانِ خون جاری کر کے تیزی سے قلب کی مالش کی گئی۔ اس سے سانس تو چلنے لگی مگر قلب متحرک نہ ہوا۔
>
> (۲) دوسرے کیس میں مصنوعی دورانِ خون اور قلب کی تیز مالش کو ایک گھنٹہ تک جاری رکھ کر مُردہ زندہ کر دیا گیا لیکن وہ صرف چھ گھنٹہ تک زندہ رہکر پھر مر گیا
>
> (۳) تیسرے کیس میں جس مُردہ کو زندہ کیا گیا وہ ڈھائی روز تک زندہ رہا مگر ہوش میں نہ آیا۔ اس کے پیشاب میں "البومن" زیادہ آتا رہا اور پھیپھڑوں میں خشکی پیدا ہو گئی۔

**"میں ہر انسان کو جو پندرہ منٹ سے زیادہ دیر تک مُردہ نہیں رہ چکا ہے دوبارہ زندہ کر دوں گا"**

پندرہ منٹ کے بعد جسم کے اجزا خراب اور منتشر ہونے لگتے ہیں اور اُن کے نظام میں ایسی تبدیلی ہو جاتی ہے کہ ان سے پھر کوئی کام نہیں لیا جا سکتا۔ مجھے امید ہے کہ یا تو کیلی فورنیا یا کوئی دوسری ریاست مجھے کوئی ایسا مُردہ دیگی جس کی گردن پھانسی کے باعث مڑ کر یا ٹوٹ کر بیکار نہ ہو گئی ہو۔ یہ تجربہ میرے مقصد کو پورا کر دیگا"

ڈاکٹر کورنش کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آج تک جو حیرت انگیز کارنامہ کسی انسان نے پیش نہیں کیا۔ اس کا سہرا انہیں کے سر رہے گا۔ اس سلسلہ کی یہ بھی ایک دلچسپ خبر ہے کہ ایک ستر سالہ بڈھے مسمی دین دیال دولی نے اپنا جسم اس تجربہ کے لئے ڈاکٹر کورنش کو پیش کیا تھا مگر وہ اُسے قبول نہ کر سکے کیونکہ اس عمل کے لئے پہلے اس بڈھے کو مارنا ہوتا اور ایسی حالت میں وہ موجودہ قانون کے رُو سے قتل کے مرتکب ہوتے۔

اگرچہ اس امریکن سائنس داں نے انسانوں پر اب تک یہ تجربہ شروع نہیں کیا ہے مگر ابھی سے یہ بحث شروع ہو گئی ہے کہ آیا قانون اور مذہب کے رُو سے اُسے مُردے کو زندہ کرنے کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں۔؟ امریکن ماہر جرائم مسٹر اتیف سانگس کہتے ہیں کہ جس شخص کو ایک بار پھانسی دی گئی اُسے دوبارہ اس لئے زندہ نہیں کیا جا سکتا کہ اُسے قانون کے رُو سے پھر پھانسی دینی پڑیگی۔ اس کے خلاف امریکن جج مسٹر اینڈرسن کہتے ہیں کہ کسی جرم میں جو شخص ایک بار پھانسی پا چکا وہ اگر زندہ ہو جائے تو دوبارہ اس کو پھانسی نہیں دی جا سکتی بہرحال اگر ڈاکٹر کورنش کا تجربہ کامیاب ہوا تو خیال ہے کہ دنیا میں کیسا زبردست انقلاب آ جائے گا۔

# ہندوستان کیسا برطانیہ کے وعدے

(از جناب خواجہ عبدالرحیم بی۔ اے دہرہ دون)

(خاص نیرنگِ خیال کیلئے)

۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو مسٹر مانٹیگو نے دارالعوام میں ہندوستان کے آئندہ نظام حکومت کے متعلق بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔

"حضور ملک معظم کی حکومت کی پالیسی جس کے ساتھ حکومت ہند کو بھی پورے طور پر اتفاق ہے، یہ ہے کہ انتظام ملک کے ہر شعبہ میں ہندوستانیوں کو بتدریج بیش از بیش دخل دیا جائے۔ اور آہستہ آہستہ آزاد محکمے قائم کر دئے جائیں تاکہ ترقی کرتے کرتے ہندوستان میں برطانوی تاج کے ماتحت ایک آزاد نیابتی حکومت قائم ہو جائے"

اس کے بعد یہی فقرہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سنہ ۱۹۱۹ء کی تمہید میں بعینہٖ نقل کیا گیا ہے اور برٹش پارلیمنٹ نے مندرجہ بالا خیالات کی تائید کی۔ مسٹر مانٹیگو نے جو کچھ کہا تھا وہ ان کی ذاتی حیثیت سے نہ تھا۔ بلکہ برٹش منسٹری کا تسلیم شدہ اعلان تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت برطانیہ بھی اس اصول کو واضح طور پر تسلیم کر چکی ہے۔ اس کے بعد ۵ ارمارچ سنہ ۱۹۲۱ء کو ملک معظم کی طرف سے گورنر جنرل ہندوستان کے نام جو ہدایت نامہ جاری کیا گیا تھا اس کے متن جو ذیل اقتباس سے بھی اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ ملک معظم نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے ملک معظم تحریر فرماتے ہیں۔

"اوپر کے تمام امور کے لئے ہماری خواہش اور مرضی ہے کہ ہماری پارلیمنٹ نے جو اصول ہندوستان میں ایسی نیابتی حکومت کے قیام کے لئے جو ہماری مملکت کا جزو رہے تجویز کئے ہیں ان پر اس طرح عمل کیا جائے کہ آخرکار اس نتیجہ میں برطانوی ہندوستان ہماری نوآبادیات (DOMINIONS) میں اس مقام کو حاصل کر سکے جس کا وہ حقدار ہے"

ان اعلانات سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک معظم، پارلیمنٹ، وزارت برطانیہ اور حکومت ہند سب اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں ان کی حکومت کا طریق ایسا ہوگا کہ نتیجہ ہندوستان کے مختلف حصے خود مختار حکومت حاصل کر لیں گے اور ہندوستان بہ حیثیت مجموعی سیاسی حکومت حاصل کرے گا۔

ان صاف اور واضح اعلانات کے باوجود حکومت برطانیہ کا اب کوئی حق نہیں کہ وہ ان وعدوں سے منحرف ہو یا مختلف بہانوں سے کام لے کر اصل مقصد کے حصول سے گریز کرے۔

بعض مدبروں کا خیال ہے کہ اس اعلان میں درجۂ آبادیات کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف نیابتی حکومت کا تذکرہ ہے لیکن اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل جملے قابل ذکر ہیں۔

"ذیل ہندوستانیوں کی بڑھنے والی شمولیت تمام محکمہ جات میں"

اس جملہ میں "بڑھنے والی" کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ ہندوستانیوں کو ہر قسم کی ملازمتوں میں اس وقت تک حصہ دیا جاتا رہے گا جب تک کہ سب ملازمتیں ہندوستانیوں کے ہاتھ میں نہ آجائیں گی بالفاظ دیگر جب تک ایگزیکٹو (EXECUTIVE) پورے طور پر ہندوستانیوں کے ہاتھ میں نہ آجائے گی۔

دوسرا قابل غور جملہ "خود مختار محکموں کی تدریجی نشوونما ہے" میونسپل کمیٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ خود مختار محکمے نہیں ہو سکتے جب تک کہ صوبجاتی حکومتیں خود مختار نہیں ورنہ نظام میں ابتری پھیلنے کا اندیشہ ہے گا۔ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا خود مختار ہونا صوبجاتی حکومتوں کے خود مختار ہونے پر منحصر ہے۔ بالفاظ دیگر صوبجاتی حکومتوں کا قیام اس کے ووٹروں کی مرضی کے مطابق ہونا چاہئے۔ تیسرا قابل غور جملہ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ آخر برطانوی ہند میں ایک ایسی خود مختار حکومت بتدریج قائم ہو جائے جو برطانوی شہنشاہی کا جزو ہو۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ برطانوی ہند میں نیابتی حکومت قائم ہو جائے لیکن وہ برطانوی شہنشاہیت کا حصہ رہے۔ اس کے صاف معنی ہیں کہ پارلیمنٹ نے اس آخری حد تک ہندوستان کی خود مختار حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے کہ اگر اس سے زیادہ حق دیا جائے تو ہندوستان برطانوی ایمپائر کا حصہ نہ رہے۔ جس کا دوسرا نام ڈومینین سٹیٹس ہے۔ اس میں اور مکمل آزادی میں صرف ایک قدم کا فرق ہے۔ اور کوئی ڈومینین اس قدم کے اٹھانے کے بعد برٹش ایمپائر کا حصہ نہیں رہ سکتی۔

چونکہ صاف طور پر یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان کو اس حد تک آزادی دی جائیگی جس سے آگے قدم اٹھانا اسے برٹش ایمپائر سے الگ کر دیگا۔ اس کے بعد اب یہ کہنا کہ اس سے مراد ڈومینین سٹیٹس نہ تھا محض ایک بہانہ ہے۔ ان دلائل کے علاوہ یہ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ خود مختار حکومت کے معنی ہی ڈومینین سٹیٹس ہی ہے۔

ڈاکٹر ای۔ ایف۔ سٹرانگ ایم۔ اے بی۔ ایچ ڈی اپنی کتاب Modern Political Constitutions میں تحریر کرتے ہیں۔

"ایک خود مختار نوآبادی وہ ہے جسے نیابتی حکومت حاصل ہو اور جسے نیابتی حکومت کہتے ہیں وہ ملکی سیاست میں صرف اس امر کا نام ہے کہ ان نوآبادیوں میں وزارت کو ملکی نمائندوں کے تابع کر دیا جائے جہاں کہ اس سے پہلے وہ برطانوی حکومت کے تابع ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ نیابتی حکومت کے صرف یہ معنی نہیں کہ وہ نوآبادی جس قسم کی حکومت حاصل ہو اپنی اپنے فائدہ کے مطابق قانون وضع کریں آزاد ہے بلکہ یہ بھی اس کی وزارت آئندہ پوری طرح اور براہ راست ملک کے منتخب نمائندوں کے ماتحت ہوگی"

مسٹر وڈرو۔ ولسن سابق پریزیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ اپنی کتاب Constitutional Government in the United States

---

# پردہ

از زیب النساء بیگم صاحبہ

ترجمہ برائے نیرنگِ خیال

(زیب النساء بیگم ایک پندرہ سالہ خاتون ہیں اور اسی عمر میں شاعری میں خاصی شہرت حاصل کر رہی ہیں وہ رسم پردہ کی مخالف ہیں اور انہوں نے انگریزی میں ایک نظم ہندوستانی مردوں اور عورتوں سے اپیل کے عنوان سے شائع کی ہے، جس کا اقتباس ذیل میں ترجمہ کر کے شائع کیا جاتا ہے)

اے ہندوستان کی دیویو! پردہ کے پیچھے سے میری بات سنو!

ہندوستان کا مستقبل تمہاری ہی بھلائی اور بہبودی سے وابستہ ہے۔

خدا نے یہ خوبصورت دنیا ہم سب انسانوں کے لئے بنائی ہے۔

بیدار ہو اور اٹھو! آزادی کا جھنڈا لہراؤ۔

پردہ کے پیچھے تم کیوں پریشانیوں میں مبتلا ہو!

اس آزادی کے لئے جو تمہارا حق ہے مگر نہیں ملتی ہے ؛

(اس شاعرہ کی تصویر صفحہ نمبر ۲۱۱ پر دیکھئے)

ایک اینگلو انڈین معاصر کہتا ہے کہ ہندوستان میں تنکمہ کی صحت کو رفی ہدا مدی معدنیات کی آمدنی میں خسارہ برداشت کرکے دی گئی ہے

تمام ممالک میں دیسی صنعتوں کی ترقی اسی طرح ہوتی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مگر ہندوستان ہندوستان ہے۔ پبلک ریونیو کا پچاس فیصدی سے زیادہ حصہ فوج پر صرف کیا جاتا ہے۔

---

یہی اخبار لکھتا ہے کہ گذشتہ سال کی نہایت اطمینان بخش حالت یہ ہے کہ بنگال میں دہشت انگیزی کی تحریک بڑی حد تک کم ہوگئی ہے۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے سخت گیری اب تک کم نہیں ہوئی ہے۔ قانون ترمیم ضابطہ فوجداری اور تمام ریگولیشن موجود ہیں۔ حکومت کے ممبر قانون این۔ این سرکار کو اس پر غور کرنا چاہئیے۔

---

شمالی ہند کا ایک اخبار یہ سرخی دیتا ہے۔

ملاکنڈ میں امن و سکون۔

آفریدیوں نے قلعوں کی چھاؤنی پر گولی چلائی

معلوم نہیں یہ امن کس قسم کا ہے۔ شاید اسی کو کہتے ہیں کہ "باقی سب خیریت ہے"؟

---

حکومت ہند کے دفاتر اب دہلی سے شملہ جائیں گے۔ اس آمد و رفت کا شملہ اور اس کے اخراجات کے خلاف احتجاج تو اکثر تقریروں میں اور پریس اور پلیٹ فارم پر کیا جا چکا ہے۔ مگر یہ پرانی بیماری ہو چکی ہے۔ اس کا تذکرہ بیکار ہے

ہاں اتنا ضرور ہے کہ سر ہنری کریک جب دو سال گرمیوں میں دہلی رہ چکے تو اب یہ منطق صحیح ہے کہ ٹھنڈے پہاڑوں پر چلے جانا چاہئیے جب کسی چیز کو برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے تبھی تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ غالب نے غلط کہا تھا۔ ع

مشکلیں اتنی پڑیں ہم پر کہ آساں ہو گئیں

---

اس سوال کے جواب میں کہ جب دہلی ایسی ہی جگہ ہے کہ یہاں سے لوگ موسم گرما میں بھاگ جایا کریں۔ تو اسے دار الحکومت ہی کیوں بنایا تھا سر ہنری کریک نے جواب دیا کہ ان کو اس کا علم نہیں ہے۔

بس چلو چھٹی ہوئی۔ آخر کار ان کو کیا خبر کہ دہلی کیوں دار الحکومت ہے۔

---

## قومی ہفتہ

قومی ہفتہ جس واقعہ کی یادگار ہے وہ سب جانتے ہیں۔ اب اس ہفتہ کو منانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس ہفتہ میں زیادہ سے زیادہ کھدر کی فروخت ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ سودیشی کا پرچار کیا جائے۔ یہ ہفتہ ہر سال ۶ اپریل سے شروع ہوتا ہے اور ۱۳ اپریل کو ختم ہوتا ہے۔ اگر قومی ترقی کا راز بڑی سے بڑی قربانی ہی میں مضمر ہے تو ظاہر ہے کہ اس ہفتہ کو ہم قومی ترقی کا ایک ذریعہ بنا سکتے ہیں اور قوم کی اقتصادی حالت کو کھدر کی ترویج سے بڑا فائدہ پہنچا سکتے ہیں ہم اس موضوع پر خود لکھنے والے ہی تھے کہ دستی ڈاکسٹ "قومی ہفتہ" کے متعلق شری رام لال آمہری کا ایک مضمون وصول ہوا۔ چونکہ آج اس ہفتہ کے تیج ڈیکل کی آخری کاپی پریس میں جا رہی ہے اور اگر یہ روک رکھا جائے تو آئندہ اشاعت سے پہلے قومی ہفتہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے اس مضمون کو ہم اسی "آئینۂ خیال" میں شامل کر لیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ناظرین تیج ڈیکلی اس مقدس ہفتہ کو کھدر اور سودیشی کا سب سے بڑا تہوار سمجھ کر کانگریس کے تعمیری پروگرام کے مطابق منائیں گے۔

### قومی ہفتہ

تمام ممالک میں مختلف قوموں کی طرف سے مختلف قسم کے میلے یا تہوار منائے جاتے ہیں۔ یہ سب قریب قریب ان کے قومی لیڈروں، خاندان کے بزرگوں یا خاص خاص واقعات کی یادگاریں ہوتے ہیں شاید ہی کوئی میلہ یا تہوار ہو جو کسی خاص واقعہ یا انسان کی یادگار میں نہ ہو۔ ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگ سال بسال ان واقعات کو آنکھوں کے سامنے تازہ کریں۔ اور یاد رکھیں۔ اگر وہ واقعہ آنسو بہانے کا ہو تو آنسو بہائیں اور اس سے عبرت حاصل کریں اور اگر خوشی کا ہو تو دل کھول کر خوشیاں منائیں اور آئندہ کے لئے اسی قسم کے اسباب مہیا کریں کہ جن سے ہمیشہ خوشیاں منانے کا موقع نصیب ہو اور اگر کسی کی شجاعت، قربانی، اخلاقی جرأت، نیک چلنی یا ناموری وغیرہ کے لحاظ سے ہو تو اس تہوار کو مقدس ماننے والے اپنے میں بھی ویسی ہی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر آج کل جو معنی ہندوستان کے بعض لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں، وہ یہ ہیں کہ میلوں اور تہواروں کے موقع پر فیشن پرستی کو رونق دی جائے یا یہ سمجھا جائے کہ لوگوں نے یہ تہوار عزت، صحت اور دولت کو برباد کرنے کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔

جن میلوں یا تہواروں کی وجہ تسمیہ کا کچھ بھی پتہ نہ چلے اور ان کے منانے سے قوم یا خاندان کو کوئی نمایاں فائدہ یا آرام حاصل نہ ہوتا ہو۔ انھیں بالکل مٹا دینا چاہئیے اور یا ان میں کوئی ایسی نیک بات پیدا کر دینی چاہئیے جن سے لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچے۔ یا ان کے اخلاق پر اچھا اثر پڑے یا وہ کوئی اور قیمتی سبق سیکھیں۔

الغرض میلے یا تہوار وہ منانے چاہئیں جو کسی خاص واقعہ کی یادگاریں ہوں۔ جن کے منانے میں کوئی فائدہ حاصل ہو، کوئی اخلاقی سبق ملے یا کسی ملکی یا قومی کام کرنے کے لئے حوصلہ بڑھے، یا بزرگوں کی عزت و خدمت کرنے کا خیال پیدا ہو۔ اس کے علاوہ باقی سب میلے اور تہوار بے معنی اور فضول ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان سکھی نہیں ہوتا۔ بلکہ الٹا دکھی ہوتا ہے۔

ہمیں اس خیال سے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ کانگریس نے ہمیں سال میں دو تہوار نہایت عمدہ دن اور عمدہ پروگرام کے ساتھ منانے کے لئے بخشے ہیں یعنی جلیانوالہ باغ کی یادگار کو اپنے دلوں میں تازہ کرنے کے لئے اور مہاتما جی کی سالگرہ منانے کے لئے قومی ہفتہ اور گاندھی ہفتہ۔ میں یہ بآواز بلند اقرار کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ کانگریس نے دونوں تہواروں کے ذریعہ ہمیں سبق دیا ہے۔ کہ تہوار کس طریقہ سے منانے چاہئیں جس سے قوم اور ملک کو فائدہ حاصل ہو۔ آؤ اس آدرش کو قائم کرنے کے لئے کانگریس کے پروگرام کو آگے رکھ کر آج اس قومی ہفتہ کو منائیں۔ اور اس ہفتہ میں کھدر پہننے کا پرن کریں۔ کھدر کی فروخت کا انتظام کریں۔ کانگریس کے لئے ممبر بھرتی کریں۔ پربھات پھیری کریں جلسہ اور جلوس منعقد کرکے کانگریس کی ہدایت کے مطابق اسکے عملی پروگرام کا عموماً اور کھدر اور سودیشی کا خصوصاً پرچار کریں۔ اپنے دوستوں سے وعدے لیں کہ وہ اور ان کے گھر والے اب کھدر ہی پہنیں گے اور سودیشی چیزیں ہی استعمال کریں گے جس سے دیش کو فائدہ پہنچے گا۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ ہر وہ پیسہ جو سودیشی چیز کی خریداری میں صرف ہوتا ہے ملک کے کسی نہ کسی بھوکے کو روٹی پہنچاتا ہے۔ ہمیں چاہئیے کہ "قومی ہفتہ" کے اس عظیم الشان تہوار کو اسی طرح منائیں اور ایسا ہی احترام کریں جس کا یہ مستحق ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہندوستان کے ہر شہر، ہر قصبہ اور قریہ میں کھدر کے رواج کو پوری تقویت پہنچائی جائیگی۔ اور تمام برادران وطن اس سلسلہ میں اپنے فرض کو محسوس کریں گے!

مسٹر این۔ این سرکار کی منطق ملاحظہ ہو۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ تمام کانگریسی لوگ دہشت انگیز نہیں ہیں لیکن آپ کو شکایت ہے کہ اس سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متعدد دہشت انگیز اور بنگالی کانگریس کے ممبر ہیں

اب اس منطق کا جواب سنئیے۔ تمام بنگالی دہشت انگیز نہیں ہیں۔ مگر بنگالیوں کی پوری قوم اس سے منکر نہیں ہے کہ بعض دہشت انگیز تو بنگالی ہیں۔ اور بڑے کی بات یہ ہے کہ خود ممبر صاحب بھی بنگالی ہیں۔

---

یہ تو بہت اچھا ہوا کہ مسٹر لنڈن کو روس میں جو دعوت دی گئی اسمیں ایم لٹوینوف نے ملک معظم برطانیہ کے اعزاز میں ٹوسٹ کی تجویز کی۔

لیکن یہ نہیں ہوا کہ جب ایم سٹالین اور مسٹر ایڈن میں ملاقات ہوئی تھی تو اس کمرے میں کارل مارکس کی تصویر سب سے زیادہ نمایاں جگہ پر آویزاں تھی

---

سر فضل حسین نے کونسل آف اسٹیٹ کی تعریفوں کے جواب میں کہا تھا کہ ان کا منصوبہ ہے کہ ریٹائر ہونے کے بعد ملک کی خدمت کے لئے زیادہ جسمانی۔ ذہنی اور روحانی طاقت پیدا کریں۔

معلوم نہیں یہ حب الوطنی کا ایک وعدہ تھا یا پبلک کو چیلنج تھا؟

---

سر ہنری کریک نے اعلان کیا ہے کہ جوبلی کی تقریب کے سلسلہ میں سیاسی قیدیوں کی رہائی یا کسی طرح کی رعایت نہیں دی جائے گی

جوبلی کے متعلق یہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے نقطۂ نگاہ کی تصدیق ہے۔ شکریہ!

---

ڈاکٹر ٹیگور کہتے ہیں کہ ان کو اس امر کا شدید علم ہے کہ "ہندوستان پر جو ظلم ہو رہا ہے" ایسا ظلم امریکہ میں دکھایا گیا ہے۔

مگر چونکہ ڈاکٹر موصوف حکومت ہند کے ہوم ممبر نہیں ہیں۔ اس لئے سر ہنری کریک کا منطقی علم کہ یہ ظلم نہیں تھا بالکل بے تسلیم کرنا پڑے گا۔

---

ایک معاصر میں یہ علمی سوال شائع ہوا ہے کہ اگر لنڈن میں دوپہر کا وقت ہے تو برلن میں کیا ہوگا۔

اس کا صرف ایک ہی جواب ہے "ہیل ہٹلر"

---

اسٹاک ہوم کی ایک خبر کہتی ہے کہ ہر طرف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر ایڈن کا دورہ روس بہت کامیاب ثابت ہوا ہے:

معلوم نہیں اس سلسلہ میں مبارکباد کس کو دی جائے۔ مسٹر ایڈن کو مسٹر لٹوینوف کو۔ یا دونوں کو؟

## ایک [illegible] سال بعد کے انسان اور ہم

نوٹ:- دنیا میں کوئی چیز ایک حالت پر نہیں رہتی۔ انقلاب ہر وقت جاری ہے اور فطرت حالات کے مطابق ہمارے جسموں میں بھی تبدیلی کرتی چلی جا رہی ہے۔ آئندہ انسان کیا سے کیا بن جائے گا۔ اور موجودہ نسل کو کس طرح شیشوں کے کیس کے اندر رکھ کر حیرت سے دیکھا جائے گا۔ یہ محض تصور کی چیز ہے۔ مگر ہمارے آرٹسٹ نے اسی خیال کو اس کارٹون میں ظاہر کیا ہے۔

# ہندوستان میں تمباکو کی صنعت

## درآمد اور برآمد کے اعداد و شمار

ہندوستان میں حقہ پینے کا رواج بہت دنوں سے چلا آتا ہے۔ بیڑی، سگریٹ اور سگار کی عادت نے ہندوستان میں اب ایک نئی صنعت کو جنم دیا ہے۔ ان سب میں سگریٹ کی اہمیت بہت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ آج سے دس سال قبل صرف ایک ہزار ملین سگریٹ استعمال ہوتا تھا۔ مگر آج اس کی تعداد ۵۰۰۰ ملین ہو گئی ہے۔

جنگ عظیم سے پہلے کی بہ نسبت پچھلے چار برس میں درآمد بہت کم ہو گئی ہے۔ لیکن تمباکو جس سے سگریٹ بنایا جاتا ہے۔ اس کی درآمد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مندرجہ ذیل تجارت کے نرخ کو واضح کر دیں گے۔

### درآمد لاکھ پونڈ میں

| | سگریٹ | دوسری اقسام | میزان |
|---|---|---|---|
| جنگ سے قبل کی اوسط | ۱۷ | ۱۵ | ۳۲ |
| جنگ سے بعد کی اوسط | ۴۱ | ۲۲ | ۶۳ |
| سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | ۳۱ | ۱۹ | ۵۰ |
| سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | ۱۴ | ۳۱ | ۴۵ |
| سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء | ۸ | ۵۲ | ۶۰ |
| سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء | ۶ | ۴۳ | ۴۹ |

### قیمت لاکھ روپیہ میں

| | | | |
|---|---|---|---|
| جنگ سے قبل کی اوسط | ۵۳ | ۱۸ | ۷۱ |
| جنگ سے بعد کی اوسط | ۸۰ | ۴۳ | ۲۲۳ |
| سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء | ۱۲۲ | ۲۹ | ۱۵۱ |
| سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء | ۵۳ | ۴۱ | ۹۴ |
| سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء | ۲۹ | ۴۸ | ۹۷ |
| سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء | ۱۹ | ۵۳ | ۷۲ |

درآمد میں کمی کا سبب دیسی بنے ہوئے سگریٹ کی مانگ ہے۔ ہندوستان کی فیکٹریاں گھریلو ضروریات کے لئے سستے قسم کے سگریٹ زیادہ تر بدیشی تمباکو سے بنا رہی ہیں۔

گو ہندوستان اور برما کے بنے ہوئے سگار اب تک پسند کئے جاتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ قسم کی پتی سے بنے ہوئے بدیشی سگار۔ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو زیادہ تر برطانیہ۔ چین اور ممالک متحدہ امریکہ سے آتے ہیں اور جن میں برطانیہ سے آتے ہوئے مال کی سب سے زیادہ تعداد ہوتی ہے۔

سگریٹ کا تمباکو زیادہ تر ممالک متحدہ امریکہ سے آتا ہے۔ جس کی مقدار سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء سے ۵۰۱ ملین پونڈ سے سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء میں ۷۰۴ ملین پونڈ تک پہنچ گئی ہے۔ دوسرے درجہ پر برطانیہ سے درآمد ہوتی ہے جس طرح لوگ دیسی سگریٹ کو پسند کرنے لگے ہیں یہی معاملہ سگار کے متعلق ہے۔ زیادہ تر مدراس جہاں کئی برسوں سے یہ صنعت فروغ حاصل کر چکی ہے کا سگار بنا ہوا پسند کیا جاتا ہے

بیڑی جسے پہلے پہل تعلیم یافتہ طبقہ نے بدیشی سگریٹ کے مقابلہ میں استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ اب اوسط اور ادنیٰ طبقہ میں زیادہ تر مستعمل ہوتی ہے۔ اعلیٰ طبقہ دیسی سگریٹ پیتا ہے

مندرجہ ذیل نقشہ جنگ سے قبل اور جنگ کے بعد کی برآمد پر روشنی ڈالیگا۔

### برآمد لاکھ پونڈ میں

| | خام | سگار | دوسری اقسام | میزان |
|---|---|---|---|---|
| جنگ سے قبل کی اوسط | ۲۰۴ | ۱۵ | ۴ | ۲۲۳ |
| جنگ سے بعد کی اوسط | ۲۵۹ | ۵ | ۱۰ | ۲۷۴ |

(باقی مضمون صفحہ ۳۵ پر)

## کوٹہ میں ہندی کی تعلیم

ہندی پرچارنی سبھا ریاست کوٹہ نے اپنے ایک غیر معمولی اجلاس میں جو کوٹہ ریاستی کے جاگیردار کونوار درگادن صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا اتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا ہندی کانفرنس کا اجلاس ریاست کوٹہ میں مدعو کیا جائے۔ اجلاس مدعو کرنے کی درخواست کرنے کے لئے ایک وفد بنایا گیا اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اندور میں ہونے والی کانفرنس میں مسٹر شرما مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کریں تعلیم کو عام اور ہر دلعزیز بنانے کے لئے اس کانفرنس کی رائے ہے کہ ہندی کو ہی ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے اور راجپوتانہ کی انٹرمیڈیٹ جماعتوں کا امتحان بھی ہندی میں ہو چنانچہ یہ کانفرنس راجپوتانہ سی۔ پی اور گوالیار کے انٹرمیڈیٹ بورڈ آف ایجوکیشن سے اصرار کرتی ہے کہ ان جماعتوں کے امتحانات ہندی میں لئے جائیں۔

ہندی پرچارنی سبھا کی یہ تجویز معقول ہے کیونکہ جب تک کسی قوم کی تعلیم اس کی مادری زبان میں نہیں ہوگی اس وقت تک نہ اس کو ترقی ہو سکتی ہے اور نہ وہ فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جو دوسرے ممالک کو حاصل ہیں پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ ہندوستان میں مختلف صوبوں کی تقسیم ان کی زبان کے مطابق ہونی چاہیئے اور جس صوبہ میں جو زبان رائج ہے اسی کو تعلیم کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔

## ریاست کپورتھلہ کے ہریجنوں کی شکایات

تحصیل سلطان پور ریاست کپورتھلہ کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں کے ہریجنوں کا ایک نمائندہ جلسہ مسٹر کرشن کمار کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ریاست کپورتھلہ کے وزیراعظم کی خدمت میں ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو ان کے روبرو ہریجنوں کی شکایتیں پیش کرے۔ نیز وزیراعظم سے درخواست کی گئی کہ مہاراجہ کپورتھلہ نے حال میں ہی جو احکام صادر کئے ہیں ان پر پوری طرح عملدرآمد کیا جائے جلسہ میں سلور جوبلی منانے کا بھی فیصلہ کیا گیا اور ہریجنوں سے بیگار لئے جانے کے مسئلہ پر بھی غور کیا گیا

## اگروال ور کی ضرورت

ایک ۱۰ سالہ دیش اگروال بال ودھوا لڑکی کے لئے جو پانچویں تک پڑھی ہے۔ اور اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ گھر کے کام میں بڑی ہوشیار اور خوش شکل ہے ماں باپ زندہ ہیں۔ ایک ودھوا ور کی ضرورت ہے۔ جو برسر روزگار تعلیمیافتہ ہو۔ عمر ۲۸ سال سے زیادہ نہ ہو۔ حالات بلا مبالغہ صحیح لکھ کر بھیجے جاویں



ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ہندوستانی ریاستوں میں جشن کے انتظامات کے لئے نسبتاً بڑی بڑی رقمیں نکالی جا رہی ہیں ایسی صورت میں ریاستوں کو سب سے پہلے ہریجنوں اور غریبوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے تاکہ ان کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکے اور ان کی شکایتوں کا ازالہ ہو سکے۔

## بھوپال اسمبلی اور بجٹ

چھ روز کے مختصر اجلاس کے بعد بھوپال ریاست کی اسمبلی کی کارروائی ختم ہو گئی۔ اجلاس ختم ہونے سے پہلے شکار کے جنگلی جانوروں کے تحفظ۔ پریس ایکٹ وغیرہ اور جلوس کی آزادی پر پابندیوں۔ زراعت پیشہ لوگوں کی حفاظت وغیرہ کے متعلق حکومت کی جانب سے کئی ریزولیوشن پیش کئے گئے جو پاس ہو گئے

اجلاس میں ۴۴ ریزولیوشن اور ۱۸۲ سوالات پیش کئے گئے اور اجلاس مختصر ہونے کی وجہ سے بہت سے سوالات ترک کر دیا گیا۔ رئیس بلدہ میں مورتیوں کو توڑ پھوڑ کر دینے کی اطلاع کے متعلق سیٹھ راج مل کے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مورتیاں مسمار نہیں کی گئیں بلکہ ان کو عجائب خانہ میں رکھ دیا گیا ہے جو ریاست کے محکمہ تواریخ کے زیر نگرانی ہیں۔ سال رواں کے لئے بجٹ پیش کرتے ہوئے ممبر مالیات نے کہا کہ اس سال کے اخراجات کے لئے ۴۰ لاکھ روپیہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ جس میں سے چھ لاکھ روپیہ تقاوی کی صورت میں کسانوں کی امداد کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اسمبلی کے اجلاس کی صدارت سر لیاقت حیات خان نے فرمائی مگر کسانوں کی امداد کا موضوع بہت دلکش ہے۔ لیکن قحط پڑنے سے پہلے ہی اگر مفلس اور نادار کسانوں کی امداد کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

## جوبلی فنڈ کے لئے کشمیر میں لاٹری

دربار کشمیر کا ایک اعلان ہے کہ ملک معظم کی سلور جوبلی کے موقعہ پر ریاست میں لاٹری کی ایک اسکیم کی منظوری دیدی گئی ہے۔ اس اسکیم کا کنٹرول ذمہ دار افسران اور ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا۔ نیز وزیر مالیات اس کے صدر ہونگے لاٹری کے ٹکٹوں کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ اور صرف ۵۰ ہزار ٹکٹ فروخت کئے جائیں گے۔ اس رقم میں سے ۵۰ فیصدی جوبلی فنڈ میں جائے گا۔ باقی انعامات پر تقسیم کیا جائے گا انعامات دس روپیہ سے کر ۵ ہزار روپیہ تک ہونگے

(پچھلے صفحہ سے)

یہاں تک کہ اس کے دماغ میں کچھ اختلال بھی پیدا ہو چلا اور دیوانوں کی طرح بالکل خاموش پڑا رہتا۔ وہ بیحد نحیف و کمزور ہو چکا تھا دربار کے کہانی تصورات نے اس کے حالات میں ایک قسم کی ہیجان کی آمیزش کر دی تھی۔

آج پرتیما کو جنت سدھارے کئی ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن شیام کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جاتے ہیں اس نے آج خواب میں دیکھا کہ پرتیما کی روح اس کو اس کی انگوٹھی تلاش کرنے کی ہدایت کر کے غائب ہو گئی۔ اس نے صبح ہی ملازم کو گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ سائیس گھوڑا تیار کر کے لایا وہ سوار ہوا اور ایک جانب چل دیا۔ نیلم جیسے الفاظ بڑبڑاتا ہوا گھوڑے کو تیزی سے ہانک رہا تھا۔ سرسبز مناظر اس کے لئے سوہان روح تھے۔ لہلہاتے ہوئے پودے اس کے لئے جاذب توجہ ثابت نہ ہوئے صرف پرتیما کی تصویر اس کی آنکھوں میں رقصاں تھی۔ اور یہی ایک خیال تھا جو اس کی مایوسی پر جاری تھا سامنے ندی بہہ رہی تھی۔۔۔ شیام نے دفعتاً گھوڑے کو روکا۔ اور جو نیچے کود پڑا۔ گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ وہ کسی طرف چلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اسے ایک سحر آمیز نغمے نے اپنی طرف متوجہ کر لیا جس سے اس سبزہ زار کی فضا میں ایک مہیب سناٹا طاری تھا۔ اس نے دل میں کہا۔ ایسے سنسان مقام پر کون نغمہ ریزی کر رہا ہے۔ یہ آواز ندی کی طرف سے آ رہی ہے وہ جلدی جلدی ندی کی طرف بڑھا اس نے کچھ دیکھا اور دیکھ کر جھجک گیا ... یہ تو کوئی دوشیزہ لڑکی معلوم ہوتی ہے کس بے پروائی کے انداز سے ندی کی نازک موجوں میں پاؤں ڈال کر بیٹھی ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا۔ اب لڑکی نے اس کے پیروں کی چاپ سن لی اور مڑ کر دیکھا۔ شیام کی آنکھیں اس کی آنکھوں سے دوچار ہوئیں۔ وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور جلد جلد اپنی ململی ساڑھی کا آنچل سنبھالتے ہوئے ایک طرف چلنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ شیام نے اس سے سوال کیا۔

اے شریف اور خوبصورت لڑکی اس وقت یہاں کیا کر رہی تھی؟

**لڑکی۔** (اطمینان سے) میں کیا کر رہی تھی کچھ نہیں!

**شیام۔** (رنجیدہ ہو کر) آہ! پرتیما کے مر جانے کے بعد اب مجھ سے کوئی سیدھے منہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا

پرتیما کے نام پر لڑکی چونک گئی اور اب اس سے اسے ایک خاص دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس نے کہا ———

آپ گھبرائیے نہیں۔ آپ جو کچھ دریافت کریں گے میں اس کا جواب دوں گی۔ میں یہاں روزانہ اپنی گائے چرانے آتی ہوں۔ اس وقت ندی کے کنارے ایک گیت گا رہی تھی۔ کیا تم نے سنا نہیں؟

**شیام۔** ہاں سنا۔ بڑی سریلی اور میٹھی آواز تھی۔

یہ کہہ کر شیام نے دوشیزہ لڑکی کے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔ وہ حیران و ششدر رہ گیا جب اس نے اس حسین دوشیزہ کی صورت میں اپنی پرتیما سے مشابہت پائی۔ یہ ایک گلہ چرانے والی لڑکی ہے اس کے ہونٹوں سے پرتیما کا طرز تکلم کیوں عیاں ہے اس کی آنکھوں سے پرتیما کی نگاہیں اس کے حسن سے پرتیما کا جمال نگہیں ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ لڑکی پرتیما ہے نہیں نہیں۔ کئی ماہ کا عرصہ ہوا پرتیما سورگ کو سدھار چکی۔ لیکن اس لڑکی کے ناز و انداز میں اس کے حسن کا پرتو کیوں ہے؟ یا اس کی صورت سے کس قدر ملتی جلتی ہے۔ فطرت کا یہ کتنا اچھا مذاق ہے کہ جس چیز کو میں تصویر میں دیکھنا چاہتا تھا اب وہ میرے سامنے موجود ہے لیکن نہیں میں اس کو ہوس کی نگاہ سے دیکھ کر پرتیما کی روح کو صدمہ نہ پہنچاؤں گا۔ وہ اپنی خیالات میں کچھ ایسا کھو گیا تھا کہ اسے اپنی بھی سدھ بدھ نہ رہی۔ دفعتاً لڑکی نے سکوت توڑا

**لڑکی۔** کہاں تم بیٹھے بیٹھے کہاں کھو گئے جو اس قدر حیران ہو رہے ہو اور پرتیما تمہاری کون تھی کیا وہ مر گئی؟

**شیام۔** وہ میری اپنی جنت کی حور، میری شریک زندگی تھی۔ آہ! وہ مجھے ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئی۔

دوشیزہ لڑکی نے کچھ جواب نہ دیا خاموش کھڑی رہی۔

وہ کچھ سوچ رہی تھی،

**شیام۔** کیا تم پرتیما کو جانتی ہو؟

**لڑکی۔** ہاں

نہیں! نہیں! میں اسے نہیں جانتی، ابھی تم نے اس کا نام لیا تھا۔

**شیام۔** اچھا میں سمجھا لیکن یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟

**لڑکی۔** میرا نام پریم کماری ہے۔

**شیام۔** اچھا، جانتی ہو میں یہاں کس لئے آیا ہوں چند ماہ کا عرصہ گذرا میں یہاں تک آیا تھا اس درخت کے نیچے کچھ دیر بیٹھا اور میں اپنی ایک قیمتی انگوٹھی بھول گیا تھا۔ وہ انگوٹھی میری پیاری پرتیما کی تھی کئی مرتبہ تلاش کرتا رہا لیکن نہ ملی۔ اگر تم اس کے متعلق کچھ جانتی ہو تو بتاؤ۔

**پریم کماری۔** میں کچھ نہیں جانتی ———

البتہ میں آپ کی انگوٹھی تلاش کرنے میں آپ کی امداد کر سکوں گی۔

**شیام۔** کس طرح؟

**پریم کماری۔** ابھی کہیں یہاں آنے جانے والے لوگوں سے دریافت کروں گی۔ کہ کسی نے اسے پایا تو نہیں۔ یا جس طرح آپ بتلائیں؟

**شیام۔** پریم کماری تم خود کہہ رہی ہو، مجھے تمہارے حالات دلچسپ ہیں۔ میں یہاں روز آ کر تم سے دریافت کر لیا کروں گا لیکن

**پریم کماری۔** لیکن کیا

**شیام۔** کچھ نہیں میں یہ کہنے والا تھا کہ تمہارا گانا بہت اچھا ہے؟

**پریم کماری۔** آپ میرے گانے کی دو دفعہ تعریف کر چکے ہیں۔ اس کے کیا معنی؟

**شیام۔** اچھا اگر تم کو ناگوار گذرا ہے تو اب نہ کہوں گا مجھے معاف کر دو!

**پریم کماری۔** اچھا اب میں جاتی ہوں

یہ کہہ کر وہ اپنی گائے کے پاس گئی اور اسے لے کر گاؤں کی طرف چل دی۔ اس نے کئی مرتبہ مڑ کر دیکھا۔

شیام اسی جگہ کھڑا کچھ سوچ رہا تھا جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو شیام بھی وہاں سے چلا گیا۔

**(۴)**

مسلسل کئی روز کی آمد و رفت نے بالآخر شیام کی زندگی میں از سر نو ایک نئے اور کیف آگیں باب کا اضافہ کر دیا وہ روزانہ انگوٹھی کی جستجو میں آتا پریم کماری سے ہر روز ملاقات ہوتی اور ان ملاقاتوں کا نتیجہ ہوا کہ شیام اب پریم کماری کی باتوں میں غیر معمولی دلچسپی محسوس کرنے لگا اور آخر کار انہی باتوں نے ایک محبت کا سرمدی افسانہ بنا دیا۔

شیام ایک امیر گھرانے کا پڑھا لکھا یافتہ نوجوان تھا وہ ایک بڑی جائداد کا تنہا مالک ہونے کے باوجود تعلیمی مغرور نہ تھا اور اپنے پہلو میں ایک درد مند دل رکھتا تھا۔ غریبوں سے ہمدردی اس کا خاص شیوہ تھا۔ وہ اکثر خیال کیا کرتا کہ دنیا کتنے غلط راستے پر جا رہی ہے۔ یہاں غریبی کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے۔ کیا غریب ہونا بھی کوئی گناہ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں، پریم کماری غریب ہے اور ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کا سادہ اور دلکش حسن صورت کی پاک ادائیں اپنے اندر پہاں کئے ہوئے ہے۔ حقیقت وہ ایک دیوی سے بڑھ کر پاکباز ہے۔ وہ ایک لچھمی ہے جس کی برکتوں سے میرا کاشانۂ دل روحانی نعمتوں سے مالا مال ہو رہا ہے بھگوان کی کیسی انوکھی دلیلا ہے کہ اس کی صورت میری پرتیما کی صورت سے ملتی جلتی ہے۔ مجھے سماجی قیود سے آزاد ہو کر ابھی کچھ کرنا چاہئے جس کے لئے میری فطری انسانیت بھی اکسا رہی ہے!

یہ تھے شیام کے الجھے ہوئے خیالات جن کو وہ جلد تکمیل تک پہونچانے کی تیاری کر رہا تھا۔

**(۵)**

**شیام۔** میرا خیال تھا کہ پرتیما کی وفات کے بعد اب میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔ لیکن پیاری پریم کماری تم کو میں پرتیما سمجھ کر پیار کرتا ہوں کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ تم میری پرتیما ہو۔

**پریم کماری۔** تم جو چاہو کہہ سکتے ہو شیام! تم ایک غریب لڑکی سے محبت کر کے سماج میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے۔ اپنی عزت کا خیال رکھو۔ جاؤ اپنی مال و دولت سے دل بہلاؤ۔ مجھ جیسی غریب دکھیاری تمہاری کیا دلجوئی کر سکتی ہے!

**شیام۔** کیا دولت بھی کوئی ایسی چیز ہے جس کے لئے محبت جیسی لازوال نعمت کو قربان کر دیا جائے۔ پیاری پریم کماری تمہاری محبت میری دولت سے کہیں زیادہ ہے۔ تم اس دولت سے بالاتر ہو۔ میں تمہاری صرف ایک محبت بھری نگاہ پر اپنی ساری دولت نچھاور کر سکتا ہوں تم نیکی اور عصمت کا فرشتہ ہو۔ وہ اور لوگ ہوں گے جو انسان کی سب سے بڑی خوبی سرمایہ داری کو سمجھتے ہیں میرے نزدیک غریب ہونا کوئی جرم نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آج کا دولتمند ہمیشہ دولتمند ہی رہے گا۔ بڑے بڑے شہنشاہوں کو اس دنیا نے فقیر ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور بہت سے گدا گر امیر و کبیر بن گئے آج جن خاندانوں کو دنیا امیر اور دولتمند دیکھتی ہے ان کے متعلق اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ چند روز بیشتر وہ یا ان کے آبا و اجداد مفلس اور غریب نہ ہوں گے۔ پس دولت پر جو افراد کی تنظیم کا لحاظ کئے بغیر سماجی تفریق قائم کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ حاصل کرنے اور اپنی ذاتی عیش و آرام کو بہتر بنانے کی بیدردی کے ساتھ اڑانے سے کوئی انسان انسان نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف غریبی اور ناداری کے سبب کوئی بھی اپنی اخلاقی بلندیوں سے گر جائے۔ بہت سے مفلس بہترین انسان ہوتے ہیں اور بہت سے دولتمند بدترین شیطان، پیاری پریم کماری دولت کبھی انسانیت کا معیار نہیں بن سکتی!

"تم بڑے ہی نیک اور شریف ہو پیارے شیام!" پریم کماری نے اپنی آنکھوں کو شیلی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر اپنی آنکھوں کو شیام کے قدموں پر جھکا دیا چند لمحوں کے لئے وہ بالکل ساکت و خاموش رہی۔ پھر وہ بولی: کیا یہ ممکن ہے کہ مجھ جیسی غریب لڑکی تم جیسے دولتمند نوجوان ... ... ... ؟

**شیام۔** کوئی وجہ نہیں کہ تم میرے حالات میں شک و شبہ کی گنجائش دو۔ میں تمہارا پرستار ہوں۔ تمہارا ہو کر رہوں گا۔

**پریم کماری۔** جتنا تم سمجھے ہوئے ہو اس سے کہیں زیادہ میں تم سے محبت کرتی ہوں پیارے شیام! یہ کہتے ہوئے پریم کماری اپنی ساڑی کا آنچل سنبھالتے ہوئے اٹھی اور ایک جادو بھری ادا کے ساتھ اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

**(۶)**

**شیام۔** اب جبکہ تم میری بیوی بن چکی ہو تمہیں پرتیما ہی کہہ کر پکاروں گا۔

**پریم کماری۔** پران پتی! میں تو تمہاری داسی ہوں جو چاہو کہو۔

"لو، آج شب عروسی کی یادگار کے لئے میں تم کو یہ انگوٹھی دیتی ہوں" پریم کماری نے اپنے پتی شیام سے شرم آلود لہجہ میں کہا۔ "شیام۔ ارے یہ تو وہی میری گمشدہ انگوٹھی ہے پرتیما!"

**پریم کماری۔** ہاں وہی ہے۔

**شیام۔** پھر تم نے آج تک مجھے کیوں نہیں دی؟

**پریم کماری۔** اس لئے کہ میں نے اسے اپنے شوہر کو شب عروسی میں نذر دینے کے لئے رکھ چھوڑا تھا اسے قبول کرتے ہو کہ نہیں؟

**شیام۔** پیاری پریم کماری! دل و جان سے مجھے تمہارے ملنے سے کھوئی ہوئی محبت بھی مل گئی اور گمشدہ انگوٹھی بھی۔ اب تو تمہیں میری پرتیما ہو!

# تہذیب کی رفتار

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

از شری بیت موہن لال بھٹناگر ایڈووکیٹ

## آتما و پرماتما کا گیان (۱)

## آتما و پرماتما کا گیان

آتما و پرماتما کا گیان جس علم سے ہوتا ہے اسے دہرم یا مذہب کہتے ہیں دنیا میں بہت مذہب رائج ہیں بعض کا تو اب نام و نشان نہیں رہا۔ بعض ابھی تک رائج ہیں بعض اب نئے پیدا ہو رہے ہیں۔ جو دہرم اب تک رائج ہیں۔ ان میں سے ہندو دہرم۔ اسلام۔ عیسائیت۔ بدھ دہرم۔ جین دہرم۔ آتش پرست۔ چند ایسے مذہب ہیں جن کے نام سے عام ہندوستانی واقف ہیں۔ باقی اور بھی ہوں گے۔ مگر ہمیں ان سے واقفیت نہیں۔ مذہب کا مقصد آتما اور پرماتما یعنی انسان اور خدا کے سروپ یعنی ان کی حقیقت کو بیان کرنا اور ان کے تعلقات کو جتلانا ہے۔ اب ایک نیا مذہب پیدا ہوا ہے جس کو ارتقا اردو میں (evolution) انگریزی میں اور بکاش ہندی میں کہتے ہیں۔ یہ مذہب سائنس وانوں کا ہے۔ اس مذہب کو کسی پرانے دہرم سے پرخاش نہیں نہ کسی پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک مذہب کو برحق اور درست بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تمام دہرم بکاش دہرم کا حصہ ہیں۔ آج کل تمام ترقی یافتہ ممالک میں اس کا پرچار ہو رہا ہے۔ پرانے مذہبوں کو چھوڑ کر بعض لوگ اس مذہب کو گرہن کر رہے ہیں۔ اس مذہب والوں کا دعوٰی ہے کہ وہ دنیا میں تمام مذہبی تنازعات کو مٹا کر امن و امان قائم کر دیں گے۔ ہمیں جو کچھ اس مذہب کے متعلق معلوم ہے وہ بیان کئے دیتے ہیں۔ اختیار کرنے کی نیت سے نہ سہی۔ ارتقائی یا بکاشی لوگوں کے خیالات کو جاننے اور سمجھنے کی نیت سے ناظرین اس نئے مذہب کا مطالعہ کریں۔ اور حق و ناحق پہچاننے کی کوشش کریں۔ ہم نے اسی نیت سے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اب تک اپنے آبائی دہرم پر قائم ہیں۔ اور اسی نیت سے ناظرین کے سامنے رکھ رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس دہرم کو سمجھنے کے بعد بھی ناظرین اپنے آبائی دہرم پر قائم رہیں گے۔ اس دہرم کی خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اپنی دلائل میں کسی منطق یا فلسفے سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ دنیا کے واقعات سے اپنے اصولوں کو ثابت کرنے کا جتن کرتا ہے۔

## دُنیا کی ابتدا

بکاش دہرم کے مطابق انسان ترقی کر رہا ہے اور انسانی عقل و علم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ابتدائی زمانہ میں جس کا اندازہ آج سے بارہ ہزار برس پہلے کا کیا جاتا ہے انسان جانوروں کی طرح ننگا تھا جنگلوں میں رہتا۔ درختوں کے قدرتی پھل پھول کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا۔ قدرتی چشموں اور ندی نالوں سے پانی پیتا اور خطرہ کے وقت درختوں پر چڑھ جاتا۔ گرمی سردی بارش اور اولوں کی سختیاں برداشت کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے درختوں کے پتوں سے تن ڈھانپنا سیکھا موسم کی سردی گرمی سے بچنے کے لئے غاروں اور کھوؤں میں رہنے لگا۔ ان دونوں حالتوں کا زندہ ثبوت اب تک افریقہ کے اصلی باشندوں میں ملتا ہے جو لوگ افریقہ گئے ہیں اور جنہیں اصلی باشندوں سے واسطہ پڑا ہے۔ وہ بتلاتے ہیں کہ افریقہ کے اصلی باشندے ابتک ننگے جنگلوں میں پھرتے ہیں اور غاروں میں رہتے ہیں۔ بکاش دہرم کے مطابق انسان کی پہلے یہی حالت تھی۔

سرحدی پٹھان اب تک غاروں میں رہتے ہیں قرآن میں بھی قوم ثمود کی نسبت ذکر ہے کہ یہ قوم پہاڑوں کو کھود کر اپنے گھر بناتی تھی تاکہ گرمی سردی سے محفوظ رہے۔ انسان اس حالت سے آگے بڑھا اور اس نے مویشیوں سے دوستی لگائی۔ بھیڑ بکری اور گائے کا دودھ پینا سیکھا اور ان کو پالنے لگا اب وہ درختوں کے پھلوں کے ساتھ ساتھ مویشیوں کا دودھ بھی پینے لگا۔ مویشیوں کو پالنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایک جگہ مویشیوں کے لئے گھاس ختم ہو جاتا تو دوسری جگہ جانا پڑتا۔ اس ضرورت سے مجبور ہو کر انسان نے گڈریوں کی زندگی اختیار کی اور عارضی جھونپڑیاں بنانی سیکھیں۔ خانہ بدوش قومیں اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ سفر کی تکلیف اور چارے کی قلت سے تنگ آ کر انسان نے کھیتی باڑی کرنی سیکھی اور اناج پیدا کرنا سیکھا۔ کھیتی سے مقامی رہائش کی ضرورت پیدا کی اور انسان نے کچے مکانات بنائے اور اکٹھا رہنا شروع کیا۔ اس طرح گاؤں کی بنیاد پڑی۔ گاؤں سے شہر اور کچے مکانات سے پکے مکانات بنے کھیتی باڑی کے علاوہ دیگر دستکاریاں رائج ہوئیں۔ یہ کھیتی باڑی اور دستکاری کا زمانہ صدیوں تک رائج رہا اور اب بھی کئی ممالک میں موجود ہے۔ زمانہ نے پلٹا کھایا اور مشینری ایجاد ہوئی۔ دستی صنعت کا یورپ اور شمالی امریکہ میں تو قریباً خاتمہ ہو چکا ہے ایشیائی ممالک اور افریقہ میں بہت حد تک ابھی قائم ہے۔ مشینری نہ صرف دستکاری کا خاتمہ کر رہی ہے۔ بلکہ جانوروں کی ضرورت کا بھی خاتمہ کر رہی ہے۔ پہلے بیلوں کے رتھ تھے پھر بگھیاں اور تانگے ایجاد ہوئے۔ اب ریلیں اور موٹریں چلتی ہیں۔ بیلوں اور گھوڑوں کی اہمیت بہت حد تک جاتی رہی ہے۔ لڑائی میں پہلے لاٹھیاں استعمال ہوتی تھیں۔ پھر لوہے کے گرز استعمال ہونے لگے۔ مگر یہ نزدیک کی چیزیں تھیں۔ انسان نے ترقی کی اور تیر کمان کی ایجاد ہوئی اور دور بیٹھے بیٹھے دشمن پر وار ہونے لگے۔ اس کے بعد بندوق اور توپ بنیں جن سے نہ صرف دور سے بلکہ زیادہ وسیع پیمانے پر قتل و نقصان ہونے لگا۔ القصہ بکاش دہرم والے انسان کی زندگی کو چھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔:—

(۱) ابتدائی جنگلوں کی زندگی۔

(۲) غاروں کی زندگی۔

(۳) گڈریوں کی زندگی۔

(۴) مقامی زندگی

(۵) دستکاری کی زندگی۔

(۶) مشینری کی زندگی۔

ان چھ دوروں یا اوستھاؤں کا ثبوت نہ صرف واقعات سے بلکہ مذہبی کتابوں اور تواریخ سے ملتا ہے عیسائیوں کے مذہبی اعتقاد کے مطابق بھی خدا نے انسان کے پہلے جوڑے آدم اور حوا کو ننگا پیدا کیا اور بہشت کے باغ میں وہ مدت تک ننگے ہی پھرتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے علم کے درخت کے پھل کھائے اور انہیں گیان پیدا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ننگے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے درختوں کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھکنا شروع کیا۔ ان کی اس حرکت سے ناراض ہو کر ایشور نے اس جوڑے کو بہشت سے دنیا میں پھینک دیا۔ جہاں پر ان کی اولاد ہوئی اور بڑھی۔ اس اولاد نے پہلے غاروں کی بعد میں گڈریوں کی زندگی اختیار کی۔ آہستہ آہستہ مستقل رہائش ہو گئی ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق بہت سے انسان بیک وقت پیدا ہو گئے۔ ان ابتدائی انسانوں کے حالات میں ہر ایک گھرانے میں مویشیوں کے موجود ہونے کا تذکرہ کثرت سے موجود ہے۔ لڑائیوں میں بیلوں والے رتھوں کا ذکر ہے۔ مہابھارت کی لڑائی میں بھیسم کی گدا یعنی لوہے کے گرز کے کارنامے

بیان کئے گئے ہیں۔ رامائن میں تیروں کی لڑائی درج ہے۔ بعد کے تذکروں میں گھوڑوں کے رتھوں کا ذکر بھی ہے۔ شاہنامہ میں رستم اور افراسیاب کے گرزوں کی لڑائیاں بیان کی گئی ہیں۔ القصہ بکاشی لوگ انسانی زندگی کی رفتار کے ثبوت میں اسی قسم کی دلیلیں اور شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ ارتقائی دہرم والے تو یہ مانتے ہیں کہ بعض دفعہ کوئی قوم بجائے ترقی کے تنزل کی طرف چلی جاتی ہے۔ مگر دنیا بہ حیثیت مجموعی ترقی کر رہی ہے اور ان کا مسئلہ ارتقا یا بکاش صحیح ہے۔ اور دنیا میں علم یا گیان ہمیشہ بڑھتا ہی گیا ہے۔ پیر اور پیغمبر۔ رسول اور اولیا۔ اوتار اور دیوتا۔ رشی اور منی ارتقا کے سلسلہ میں ہی پیدا ہوئے ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ بعض قوموں نے جلدی جلدی اپنے مدارج طے کر لئے۔ اور بعض نے صدیاں گذار دیں۔ اب جب کہ دنیا تہذیب کی رفتار میں کہیں کی کہیں پہنچ گئی ہے۔ افریقہ کے اصلی باشندے ابھی تک ابتدائی حالت میں ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض قوموں نے زندگی کے ایک شعبہ میں نمایاں ترقی کر لی۔ مگر دوسرے شعبہ میں بالکل ابتدائی حالت میں رہی۔ مثلاً ہندوؤں نے فلاسفی اور حساب دانی میں بے حد ترقی کی۔ مگر پالیٹکس میں بہت تھوڑی۔ افغانوں نے فن سپہ گری میں حیرت انگیز ترقی کر لی ہے۔ مگر حساب دانی میں بالکل ابتدائی حالت ہے۔ مصری لوگ انجینئرنگ اور فن تعمیر عمارت میں صدیوں پہلے ایسے باکمال گذرے ہیں کہ وہاں کی عمارات کو دیکھ کر آج تک حیران ہوتی ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض قوموں نے اپنی زندگی ہی اسوقت شروع کی جب کہ تہذیب کی رفتار میں کافی ترقی ہو چکی تھی۔ مثلاً ہندوؤں کو ہی لیجئے۔ یورپین محققین کہتے ہیں کہ یہ لوگ وسط ایشیا کے میدانوں سے براہ افغانستان ہندوستان میں آئے اور پہلے پہل آریوں کے نام سے پنجاب میں رہائش اختیار کی بعد ازاں تمام ہندوستان میں پھیل گئے۔ اصلی باشندے یہاں کے بھیل سنتھال اور گونڈ ہیں جن میں ابھی تک ابتدائی تہذیب کے نشانات اور آثار پائے جاتے ہیں۔ سوامی دیانند کی رائے ہے کہ آریہ لوگ تبت کے پہاڑوں سے آئے اور پہلے پہل گنگا جمنا کے کناروں پر آباد ہوئے خواہ کسی راستے سے آئے ہوں مگر مورخوں کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ جس وقت آریہ لوگ ہندوستان

(باقی مضمون صفحہ ۲۰ پر)

شری بیت موہن لال بھٹناگر نے اس سلسلہ میں ایک مضمون ارسال کیا تھا جو پہلے بھی تیج ویکلی میں شائع ہو کر بہت مقبول ہوا تھا یہ دوسرا سلسلہ عجیب و غریب معلومات سے پُر ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہونگے۔ (ایڈیٹر)

# انسانی زندگی کے دو رُخ!

(از جناب ... بلرامی)
(خاص تیج دہلی کیلئے)

## بندۂ عیش

سامنے بیٹھا ہے وہ بے فکر ہستی شاد کام
گاؤں کے لوگوں کا حاکم حاکموں کا خود غلام

دولت و نخوت کا پتلا یعنی مغرور حسین
ابروؤں پر کبر سے جسکے رہا کرتی ہے چین

عزت و حشمت کا خواہشمند تا حد کمال
جس کو کچھ خوف خدا ہے اور نہ کچھ فکر مآل

آرہی ہے دور سے جس میں خودی کی صاف بو
جی حضوری کی بھی عادت ہے رعونت کی بھی خو

منہ لگا رکھے ہیں جس نے اپنے بیہودہ غلام
جو اشاروں سے لیا کرتا ہے شرفا کے سلام

بد زبان و بد نظر، گندہ سخن باتون ہے
سامنے جام و سبو ہے کچھ پھلوں کا خون ہے

مذہب و ملت سے ناواقف سیاست سے دور
خود پرستی کے نشے میں ہو رہا ہے چور چور

حسن کا ڈاکو ہے دولت کا لٹیرا، دھن کا چور
جو بسا اوقات دکھلاتا ہے کمزوروں کو زور

بس چلے اس کا تو شاید سب کی دولت چھین لے
گاؤں کی دوشیزہ نادانوں کی عصمت چھین لے

مشغلے دن رات جسکے سیر و تفریح و شکار
اپنا سالانہ منافع خرچ کر کے لے ادھار

سود میں جکڑا ہوا حالانکہ ہر موئے بدن
اسپہ عیش و طرب یہ رنگ و بو یہ بانکپن

ہونیوالی قرضخواہوں کی ہیں جسپر ڈگریاں
ختم ہو جائینگی جسکے عیش کی بے فکریاں

جائدادیں نذر عشرت ایکدن ہونیکو ہیں
صحبتوں کے ہنسنے والے اسپہ اب رونے کو ہیں

## بندۂ افلاس

جا رہا ہے وہ شکار گردش لیل و نہار
طعمۂ ہستی، صید دولت، لقمۂ سرمایہ دار

جسم پر بوسیدہ کپڑے جبیں ہے گرد ملال
جسکے ہونٹوں پہ ہے خشکی اور چہرہ ہے نڈھال

ہاتھ میں لاٹھی لئے اپنے سہارے کے لئے
قوت بازو سمجھ لیجئے بچارے کے لئے

جس کی ہمراہی میں غربت، نامرادی، بیکسی
چھین لی دولت نے جسکی مسکراتی ہی ہنسی

آدمی ہے نوجواں ہے خوبرو ہے مرد ہے
گرمیوں کے دن ہیں لیکن سر سے پا تک سرد ہے

آنکھ کے حلقوں میں غربت کے بہت گہرے نشاں
راز قسمت دور سے بتلا رہی ہیں جھریاں

تیسرا فاقہ ہے جس کا اور حالت زار ہے
موت ہے آسان جس کو زندگی دشوار ہے

ننگ عالم، ننگ ملت، ننگے پاؤں، ننگے سر
پھر رہا ہے قرض کی خاطر بچارا در بدر

فکر ہے بچوں کی دامنگیر اور سینہ میں درد
تھک کے بیٹھا چاہتا ہے بھر رہا ہے آہ سرد

حد سے زائد ہو چلا غمگین اور رنجور آہ!
ہاتھ پھیلانے پہ ہو جائے نہ اب مجبور آہ!

داور غربت کوئی حامی و پرساں ہی نہیں
یوں ہر اک بیگانہ ہے جیسے یہ انساں ہی نہیں

عیش و عشرت میں مگن سرمایہ داران وطن
رنج و غم میں مبتلا ہیں جاں نثاران وطن

درد ملت ہی نہیں دنیا میں کیوں حاصل ہو چین
ہو گیا ہے دولت و غربت میں بعد المشرقین

## کیوں؟

از ثروت ہزاری لال

میں سیر گل کو جاتا ہوں۔ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ عندلیب اپنی پرسحر خوش الحانی سے مجھے خوش آمدید کہہ رہی ہے۔ مجھے بلا رہی ہے۔ میرا طائر روح رقص کرنے لگتا ہے۔ مجھ پر محویت سی طاری ہو جاتی ہے۔ میں دنیا و مافیہا کے رنج و آلام بھول جاتا ہوں۔ کیوں؟

ٹھنڈے تڑکے جب میں پھولوں کی روشوں پر گھومتا ہوں تو گل تر اپنی معطر بیز دلفریبیوں سے مجھے گدگداتے ہیں، نرگس تو میری آنکھوں میں آنکھیں ہی ڈال دیتی ہے۔ میرا دل بے اختیار ہو کر ان کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ مجھ میں ترو تازگی آجاتی ہے۔ کیوں؟

نیلے گنبد پر ماہتاب اپنے مخصوص معصومانہ اور دلربانہ انداز سے بے نقاب ہوتا ہے۔ خاک کا ذرہ ذرہ چمک اٹھتا ہے۔ میرا پیمانۂ دل بادۂ حسن سے لبریز ہو جاتا ہے اور مجھ پر مسرت چھا جاتی ہے کیوں؟

اندھیری رات میں قدرت کی نیلگوں چادر پر ستارے مخمل پر ٹکے ہوئے موتیوں کی طرح چمکتے ہیں گویا میرے مضطرب دل سے باتیں کرتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے میں رنج و غم سے آزاد و بے نیاز ہو جاتا ہوں۔ کیوں؟

چاندنی رات آتی ہے۔ زمین و آسمان منور ہو جاتے ہیں۔ میرے سینے کے داغ بھی چمک اٹھتے ہیں۔ چاند کی ٹھنڈی روشنی دل کی جلن کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور میں سکون محسوس کرنے لگتا ہوں۔ کیوں؟

میں تمازت آفتاب سے خستہ حال اور محنت سفر سے تھکا ماندہ آم کے درخت کے سایہ میں ٹھہر جاتا ہوں اس کے مہک بھینی بھینی خوشبو میرے دماغ کو ترو تازہ کر دیتی ہے اور میری ساری تکان کافور ہو جاتی ہے۔ کیوں؟

میں ناہموار پہاڑوں کے سفر سے چکنا چور ہو کر بلوریں چشمہ اور دلکش آبشار کے پاس جاتا ہوں۔ ان کے ٹھنڈے پانی میں ڈبکیاں لگاتا ہوں۔ مجھ میں پھر جان آجاتی ہے میں پہلی کلفتیں بھول جاتا ہوں کیوں؟

میں شدت سرما کا مارا ہوا اور سردی سے کپکپاتا ہوا آفتاب عالمتاب کے حسن پر تجلی کو نگاہ شوق سے دیکھتا ہوں تو میرا بند بند کھل جاتا ہے۔ میری قوتوں میں چستی آجاتی ہے۔ مجھ میں نئی روح عود کر آتی ہے۔ کیوں؟

میں وفور گرما سے نیم جاں ماہیٔ بے آب سا بیقرار اور جینے سے بیزار ابر سیاہ کے قدموں میں جھک جاتا ہوں میرے تمام جسم کی سوزش اور جلن دور ہو جاتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں میرے بال بال میں داخل ہو کر مجھے زندہ دل بنا دیتی ہیں کیوں؟

اس لئے کہ "قدرت" ہر ذی روح کی بلا امتیاز "خدمت" کرتی ہے۔

جی میں آیا کہ منہ پکڑ کر نوچ لوں۔ نوکری کی امید لگا کر گیا تھا دفتر کے افسر صاحب نے کہا: جی میں آئے تو بیس روپیہ ماہوار کی نوکری کر لو۔ وہ بھی دو مہینے کے لئے۔

بھلا اس حماقت کا کوئی ٹھکانا ہے۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ مجھ سے چالیس روپیہ تک ماہوار خرچ پڑھنے کے زمانہ تک کرتا کوئی معمولی پڑھائی بھی نہ پڑھی۔ بی۔ اے پاس کیا۔ رذیل ڈویژن میں نہیں، سیکنڈ کلاس ملا اور نوکری بیجئے بیس روپیہ برابر۔ کمشنری نہیں۔ کلکٹری نہیں۔ ڈپٹی کلکٹری نہیں۔ یہ تیس روپے کی نوکری۔ اور اس پر یہ شان کہ بیس روپے ماہوار کی نوکری کر لو چھ۔ جھلا کر ہلا گوڈ بائی کہہ دفتر سے نکلا اور بڑبڑاتا اپنا راستہ لیا۔ سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ سارا جھگڑا دفتر والوں کا سب بدتمیزوں اور نامعقولوں سے بھرا پڑا ہے ان نادانوں کو بی۔ اے کی قدر ہی نہیں معلوم۔

یہی سب بکتا جھکتا چلا جا رہا تھا کہ ایک راہگیر نے ایک دکاندار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا "دیکھو یار دس ہی سال میں یہ شخص بیسیوں ہزار کا ہو گیا۔ بڑی کمائی ہے"۔ بات میرے کان میں جا پڑی کہ اس کی کمائی کے بارہ میں کچھ جاننا چاہیئے۔ ٹھٹک کر دکان کی طرف رخ کیا۔ پہنچتے ہی دکاندار نے سلام کر کے پوچھا "کہئے بابو صاحب کچھ بنوانا ہے"

"نہیں کچھ بنوانا تو نہیں ہے" میں نے ملکر کہا۔
"پھر کیسے تشریف آوری ہوئی"
"یوں ہی۔ تم سے کچھ دریافت کرنا ہے"
"فرمایئے! کیا ارشاد ہے؟"

## ایک سبق آموز مزاحیہ مضمون

# بی اے پاس

(از قلم جناب لکتا پرشاد وکیل گورکھپور)
(خاص پنچ دہلی کے لئے)

"تمہاری روزانہ آمدنی کیا ہے؟"
"یہی کوئی چار پانچ روپے روز"
"کتنے کی لاگت تمہاری دوکان میں لگی ہے"
"لاگت واگت تو کچھ نہیں ہے۔ یہی کوئی سو پچاس روپیہ کے اوزار خریدنے پڑے تھے"
"اچھا بھلا کتنے دنوں میں یہ کام سیکھ لیا تھا"
"یہی کوئی پانچ چھ برس لگے تھے۔ لیکن جب کام سیکھنا شروع کیا تب بھی دھیلی پاؤلی بنا ہی لیا کرتا تھا"
"اور پڑھا تم نے کس درجہ تک"
"خوب! گویا دستکاری کے لئے بی۔ اے پاس کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی چوتھی پانچویں تک پڑھا تھا پھر چھوڑ چھاڑ اپنے کام میں لگ گیا"

اتنا سن کر میں نے پھر اپنی راہ لی۔ سوچنے لگا کہ یہ شخص اپنے ہنر کا ایسا پکا ہے کہ ملا کسی لاگت کے ڈیڑھ سو روپے ماہوار کما لیتا ہے اور ایک میں ہوں کہ بولا نے کے آٹھ آنے ہو رہے ہیں۔ چالیس روپے ماہوار خرچ کر کے پڑھا اور بیس روپے ماہوار کی نوکری مل رہی ہے ہاتھ پھیلا کر۔ سڑا ٹیڑھ مار دوں کی طرح جو کبھی اور دن رات محنت ہو کی وہ مگھڑ سے گھلتے ہیں۔ یہی ادھیڑ بن میں چلا جا رہا تھا کہ راستہ کے بائیں طرف کھٹ کھٹ کی آواز آئی دیکھا کہ ایک مستری موٹر مرمت کر رہا ہے۔ کھڑا ہو گیا۔ دس پندرہ منٹ میں اس نے کچھ پرزے نکالا اور ٹھونک ٹھانک کر درست کر دیا۔ موٹر کے مالک نے پوچھا "مزدوری" مستری نے کہا "پانچ روپے"۔ موٹر کے مالک نے پانچ روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔ مستری نے نوٹ جیب میں رکھ لیا۔ نزدیک جا کر میں نے پوچھا: "مستری جی یہ کام کتنے دنوں میں سیکھا"
"جی۔ لوہار، تو آبائی پیشہ ہے۔ بچپن ہی سے اس کام کو کرتا ہے تو آبائی پیشہ ہے۔ بچپن ہی سے اس کے لئے اس زمانہ میں جبکہ نہ پہلے ہی ہوتا تھا۔ پیٹ بھی سنبھالنے سے پہلے ہو گیا"
"بھلا کتنے کی کمائی کر لیتے ہو گے؟"
"کچھ ٹھیک نہیں ہے موقع آ جانے کی بات ہے"
"تب بھی"
"کیا ٹھکانا ہے۔ کبھی کچھ نہیں ملتا کبھی کام لگ گیا تو بیس پچیس روپے ہاتھ لگ جاتے ہیں"
"اوسط کیا پڑتا ہوگا"
"پرماتما کی دین ہے۔ نہ دے تو بھوکوں نہ مر جائیں۔ کپڑا لتا، کھانا پینا، گھر کی پرورش سبھی تو اسی کمائی کے بھروسے ہے"
"تو بھیا تی ہو گی سو سوا سو کی آمدنی مہینہ بھر میں"
"ہاں اس سے کم ہو تو کام کیسے چلے"

یہی سب باتیں ہوتی چلی جا رہی تھیں کہ سامنے ایک صاحب کو درزی سے جھگڑا کرتے سنا۔ درزی کہتا تھا کہ وہ شیروانی کی سلائی چار روپے سے کوڑی کم نہ لے گا اور جنٹلمین صاحب کہتے تھے کہ درزی نے ان کے سامنے ہی آٹھ گھنٹہ کے اندر شیروانی طیار کر دی تھی۔ دن بھر کی مزدوری ایک جاہل کے لئے چار روپے بہت زیادہ ہے۔ درزی نے تنک کر کہا: "میں جاہل سہی۔ آپ اپنی بی۔ اے کی لیاقت اپنی جیب میں رکھے رہئے۔ مزدوری کی ہے۔ مزدوری لوں گا چار روپے ابھی بائیں ہاتھ سے رکھوا لوں گا"

(باقی مضمون صفحہ نمبر ۲۸ پر)

سائنس

# رنگدار فوٹوگرافی!

(از قلم شری ست جی۔ ڈی۔ تل۔ ایم۔ ایس سی)

(خاص پنچ ویکلی کے لئے)

رنگوں کے متعلق بغور کیا جاتا ہے کہ نیلا، ہرا اور لال صرف تین ہی رنگ ہیں جو اصلی ہیں۔ اور باقی تمام کے تمام رنگ ان کے ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر ایک پلیٹ پر کسی رنگدار چیز سے آتی ہوئی نیلی، لال اور ہری شعاعیں اپنا اثر کر سکتی ہیں تو اس چیز کا عکس ہو بہو اس پلیٹ پر آ سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم کو لازم ہے کہ ایک قدرتی نظارے کا یا کسی ایسی چیز کا ٹھیک ٹھیک عکس لیا جائے تو درست پلیٹ کو کسی ایسے طریقہ پر استعمال کیا جائے جس سے اس پر لال، نیلا اور ہرا تینوں رنگ اپنا اپنا اثر کر سکیں۔

انیسویں صدی کے آخر تک عام طریقہ جو رائج تھا وہ یہ تھا کہ آتی ہوئی شعاعوں کو پلیٹ تک پہنچنے سے پہلے ایک لال رنگ کی سکرین میں سے گزرنے دیا جاتا تھا جس سے صرف لال رنگ کی روشنی ہی پلیٹ پر اثر کر سکتی تھی۔ اس کے بعد لال کی جگہ نیلا شیشہ رکھ کر دوسری پلیٹ پر نیلی شعاعوں کا عکس لیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح اس کے بعد ہرے شیشے سے۔ تینوں پلیٹوں کو جوڑ کر دیکھنے سے چیز بالکل اپنے اصلی روپ میں نظر آ سکتی تھی۔ بعض دفعہ تینوں پلیٹوں کو ان تینوں رنگوں کی مدد سے رنگ دیا جاتا تھا۔ پھر جوڑ کر جب پردہ پر تصویر گرائی جاتی تھی تو وہ رنگین اور بالکل اصلی چیز کے مشابہ ہوتی تھی۔

اس طریقہ میں جہاں زیادہ محنت درکار تھی وہاں خرچ بھی زیادہ تھا۔ اس لئے کوئی اور طریقہ اختراع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں صرف ایک ہی پلیٹ سے کام چل جائے چنانچہ مدت کی تحقیق کے بعد پروفیسر جالی نے ایک طریقہ نکالا۔ شیشے کے ایک ٹکڑے پر لال، نیلی اور ہرے رنگوں سے اس نے فی مربع انچ ۵۰۰ لکیریں اس طرح کھینچیں کہ ایک لال کے ساتھ نیلی۔ ایک نیلی کے ساتھ ہری اور ایک ہری کے ساتھ لال لکیر آتی تھی۔ اس ٹکڑے کو پلیٹ کے سامنے رکھ کر جب چیز کا عکس لیا گیا تو معلوم ہوا کہ پلیٹ پر ہر ایک رنگ کی شعاعیں اپنا اثر کر سکتی ہیں۔ چند سال ہوئے لنکا گو کی مس فیڈانس وارڈ نے ایک نہایت اعلیٰ طریقہ ایجاد کیا جس سے ایک مربع انچ میں چھ سو سے زائد لکیریں تینوں رنگوں سے کھینچی جا سکتی تھیں۔ ایسی سکرین کو جب پلیٹ کے سامنے رکھا جاتا تھا تو بہترین تصویریں پروفیسر جالی کے اصول کے مطابق اتاری جا سکتی تھیں۔ یہ پلیٹ آجکل عام طور پر استعمال کی جاتی ہے اور بازار میں فینلس پلیٹ کے نام سے مشہور ہے۔

ایک دوسرا طریقہ جو آجکل عام طور پر رائج ہے وہ فرانس کی ایک کمپنی کا ایجاد کردہ آٹوکروم پراسس AUTO-CHROMATIC PROCESS کہلاتا ہے۔ نشاستہ کے تین برابر حصے کر کے ایک حصہ کو لال، دوسرے کو ہرے اور تیسرے کو نیلے رنگ میں اسی طرح ڈبو دیا جاتا ہے کہ جب وہ اپنا اپنا رنگ چڑھا لیتے ہیں تو ان تینوں حصوں کو شامل کر کے ملا دیا جاتا ہے اور خوب باریک پیس کر اس طرح ملایا جاتا ہے کہ ان کا رنگ بالکل نظر آتے۔ لال، ہرے اور نیلے رنگ کے ان ملے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات کو ایک شیشے کے ٹکڑے پر چھڑک کر ان کے اوپر وارنش کی ایک تہہ جما دی جاتی ہے اس کے بعد اسی ٹکڑے کے اوپر روشنی سے بدلنے والا مصالحہ چپکا دیا جاتا ہے جس سے یہ ٹکڑا سکرین اور پلیٹ دونوں کا کام ایک ساتھ دیتا ہے۔ سکرین پر چونکہ نیلے لال اور ہرے ذرات موجود ہیں اس لئے رنگدار چیزوں سے ہر قسم کی آتی ہوئی شعاعیں ان ذرات کی مدد سے پلیٹ پر اثر کرتی ہیں جس کی وجہ سے اس چیز کا عکس ہو بہو اتر آتا ہے۔

پیگیٹ پرائز پلیٹ کمپنی نے جو طریقہ اختراع کیا ہے اس میں پلیٹ اور سکرین علیحدہ علیحدہ ہیں۔ سکرین پر چھوٹے چھوٹے لال، نیلے اور ہرے رنگ کے مربعے کھینچے جاتے ہیں۔ اور یہ سکرین رنگدار چیز اور پلیٹ کے درمیان رکھی جاتی ہے۔ اصول میں یہ طریقہ بھی پروفیسر جالی کے نظریہ سے تعلق رکھتا ہے۔

پروفیسر لیپ منن کا طریقہ بھی کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے

اگر ایک رنگ برنگے پھولوں کے گلدستہ کی ایک معمولی پلیٹ پر لی جاوے تو ہر ایک قسم کے پھول تصویر پر کھلے ہوئے نظر نہیں آتے اور سوائے چند ایک رنگ کے پھولوں کے باقی اتنے ہی کالے ہو جاتے ہیں جیسے پھولوں کے ساتھ کی پتیاں اور یہاں تک کہ اگر اصلی گلدستے میں کوئی بیس بائیس پھول ہوں تو تصویر میں صرف تین یا چار نظر آتے ہیں۔ مگر اگر پلیٹ کو معمولی حرارت دیکر تصویر کھینچی جاوے تو سب کئی اور پھول نمودار ہو جاتے ہیں۔

رنگدار سکرین کی مدد سے تصویر اتارنے کا طریقہ عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ زیادہ صحیح ہے۔ آجکل اخباروں رسالوں یا کتابوں میں جو رنگدار بلاک کی تصویریں شائع ہوتی ہیں: وہ بھی اسی اصول پر بنائی جاتی ہیں۔

---

## دو جام

(از جناب ساغر نظامی)

(خاص پنچ ویکلی کے لئے)

(۱)

دنیا اک پیکرِ تصویرِ سیاست ساقی
تشنگی [illegible] زینت ساقی

[illegible] میکدہ میں مجھ کو
[illegible] روح اک حقیقت ساقی

(۲)

پیار [illegible] تصویرِ محبت ساغر
ہستی جاوید [illegible] ساغر

وہی [illegible] تہی دامن ہیں
[illegible] ساغر

---

(از جناب نندلال مظلوم ماتھور)

(خاص پنچ ویکلی کے لئے)

## نمبر (۱)

اُس کا نام سُندری تھا وہ شاعر کے خواب کی طرح لطیف تھی۔ پھول کی پنکھڑیوں کی طرح نازک۔ شبنم کے قطرے کی طرح پاک اور چاند کی روشنی کی طرح حسین ——

لیکن ——

اس کے باوجود بھی وہ بدنصیب تھی۔ کیونکہ وہ بیوہ تھی۔ سماج ودھوا وواہ کی مخالف تھی۔ حُسن کے جوہری اُس کے حُسن کو خریدنا چاہتے تھے۔ اور آوارہ نوجوان اُس کے حسین و نازک پاؤں تلے اپنی آنکھیں بچھا بچھا کر اُسے اپنے ناپاک دل میں قید کرنا چاہتے تھے

—— کیونکہ

وہ حسین تھی، نوجوان بھی اور بیوہ بھی،

لیکن اُسے دنیا کے گردو فریب سے کوئی کام نہ تھا وہ ہر وقت دیوی کے سامنے دو زانو ہو کر بھجن گاتی رہتی تھی اور بس۔

## نمبر (۲)

ایک روز رات کے وقت تھا۔ سُندری کی آنکھ معمول سے پہلے ہی کھل گئی۔ وہ دیوی کے سامنے بیٹھ کر بھجن گانے لگی۔ یکایک اُسے ایک آواز سُنائی دی۔

"مانگ لے تو کیا مانگتی ہے؟"

سُندری نے ستار کے تار پر سے انگلی اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا دیوی اپنا ہاتھ اٹھا کر اُس سے پوچھ رہی تھی: "مانگ لے تو کیا مانگتی ہے؟"

سُندری کی نرگسی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور وہ ستار ہاتھ سے رکھ کر بولی: "ماں! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے!"

دیوی نے حیران ہو کر آہستہ سے پوچھا: "پھر تو کیا چاہتی ہے؟"

سُندری نے ملتجی نگاہوں سے دیوی کی طرف دیکھ کر جواب دیا: "تم مجھ سے میری جوانی، میرا حُسن، میرا شباب، میری زندگی لے لو ...

ماں! میں اور کچھ نہیں چاہتی"

اور یہ کہہ کر وہ دیوی کے قدموں پر گر پڑی۔

دیوی نے اپنا ہاتھ نیچے کی طرف گرا کر جواب دیا۔

"ایسا ہی ہوگا"

اگلے روز صبح لوگوں نے دیکھا سُندری دیوی کے قدموں پر مُردہ پڑی تھی اور اُس کے مع

صوم چہرے پر خوشی رقص کر رہی تھی

وہ خوشی جو اس کے بیوہ ہونے کے بعد آج تک کسی نے بھی اُس کے جاذب نظر چہرے پر کھیلتی نہ دیکھی تھی ... کیونکہ آج دیوی نے اُسے اپنے آغوش میں لیکر اُسے اس دنیا کی حریص نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا تھا۔

# پراچین بھارت کی دیویاں

## دیو ہوتی

(از قلم جگت جیون لال عشا گربی۔ اے دہلوی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

کسی ملک کی ماضی ہی اس ملک کی ترقی کا باعث ہوتی ہے کیونکہ بچے ان کا عکس ہوتے ہیں اور بہت سی مائیں جن کی عادتیں بچپن میں ہی ان کے دماغوں میں رکھ دی جاتی ہے۔ وہ ماؤں سے ہی سیکھتے ہیں۔ اگر مائیں قابل ہوتی ہیں تو ملک میں بہادر عالم فاضل اور نیک خیال کے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ملک ہمیشہ ترقی پر گامزن ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جہاں عورتوں کی حالت ہو۔ ان کی تعلیم کا انتظام نہ ہو۔ وہاں اچھی مائیں کہاں سے بن سکتی ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ پستی کا زیادہ تر باعث یہی ہے کہ یہاں نسوانی طبقہ کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا اور نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ اور جس کا خمیازہ آج تک ہندوستانی قوم بھگت رہی ہے۔ پرانے ہندو زمانے کی دیویوں کے سوانح حیات پڑھنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس دیوتاؤں کے ملک میں واقعی ایسی ہی دیویاں پیدا ہو چکی ہیں جن کی عصمت پرستی۔ ذہانت۔ قابلیت اور بہادری نے ہندو تاریخ کو سنہری حروف سے مزین کیا ہے اور جن پر ہندو قوم کو بجا طور پر فخر حاصل ہو سکتا ہے۔ سیتا۔ ساوتری۔ دروپدی۔ گارگی۔ دمینتی وغیرہ کے بارے میں مختلف مذہبی روایات مشہور ہیں اور زبان زد عام ہیں لیکن جس دیوی کا حال ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اس سے عوام بہت کم واقف ہوں گے۔

دیو ہوتی منو مہاراج کی لڑکی تھیں۔ منو مہاراج اپنے زمانے کے بڑے زبردست پرتاپی راجہ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ہندو دھرم شاستر کی بنیاد ڈالی اور ہندوؤں کے مجلسی اور مذہبی اصول ایک جگہ قلمبند کر کے ہندوؤں کے لئے شاہراہ زندگی قائم کی۔ یہ آج شمع ہدایت کا کام دے رہی ہے۔ قانون میں ہندو دھرم شاستر کی بنا پر متعلق کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اور آج کے روز ہائیکورٹ کے سینکڑوں فیصلے منو کے دھرم شاستر پر مبنی ہوتے ہیں۔

منو جیسے بڑے مہاراجہ کی لڑکی ہوتے ہوئے بھی دیو ہوتی نے اپنی شادی کے لئے غریب مفلس اور تارک الدنیا رشی کردم کو پسند کیا۔ کردم رشی بڑے بھاری عالم تھے۔ اور یوگ ودیا میں بھی کافی ماہر تھے۔ منو مہاراج چاہتے تھے کہ دیو ہوتی کی شادی کسی پرتاپی راجہ سے رچائی جائے لیکن لڑکی کے رجحان طبع کے خلاف وہ کچھ نہ کر سکے اور دیو ہوتی کی شادی بڑی دھوم دھام سے رشی مہاراج کے ساتھ کر دی گئی۔ دیو ہوتی اپنے باپ کے محلوں کے عیش و آرام کو چھوڑ کر اپنے پستوی خاوند کے ہمراہ جنگل میں چلی گئی۔ اور خود بھی نہایت سادگی کی زندگی بسر کرنے لگی اور اپنے پتی مہاراج کی خدمت کرنے لگی۔

دیو ہوتی خود بھی بچپن سے علم کی دلدادہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے علم دوست رشی کردم سے شادی کی تھی۔ دنیا کے کٹھن مسئلوں کو حل کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ پرماتما کو جاننے اور پہچاننے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جو اپنے پتا کے محلوں میں رہتے ہوئے شاید ممکن نہ ہو سکتا۔ یہاں رشی مہاراج کی خدمت میں دن رات رہ کر اس نے بہت سی گتھیاں سلجھا ڈالیں اور دنیا کو اپنے نور علم سے منور کر دیا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس نے ہندو فلاسفی کو جنم دیا۔ اور اپنی شہرت کو ازلی اور ابدی بنا گیا۔ وہ ایسا نور تھا جسے تاریکی کا خوف نہ تھا۔ اس کا نام کپل منی تھا۔ کپل کا سانکھیہ درشن ہندو فلاسفی کی ان مشہور اور مستند کتابوں میں سے ہے جس پر ہندوؤں کو بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے۔ اس درشن میں انسان کے دل کے احساسات کا ذکر ہے اور خوشی اور رنج کے اسباب کا مفصل بیان ہے اور اسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح انسان ان سے آزاد ہو کر پورن آنند یا مسرت ابدی حاصل کر سکتا ہے۔

دیو ہوتی نے کپل سا لعل پیدا کر کے دنیا میں منطق جیسے دقیق علم کی بنیاد ڈالی۔ سانکھیہ شاستر پر ہی اپنا نظریہ قائم کر کے بہت سے ریفارمروں نے چلنے کی کوشش کی۔ آج بھی یورپ کے فلاسفر کپل کے سانکھیہ شاستر کا لوہا مانتے ہیں۔ اور اس کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں۔

دیو ہوتی جیسی دیویاں اگر ہندوستان میں پھر پیدا ہونے لگیں تو وہ دن دور نہیں جب کپل اور گوتم جیسے عالم یہاں جنم لے کر اس بدنصیب ملک کو سچائی اور حقیقت کا راستہ پھر دکھا دیں۔

# اسیر عورت کی فریاد

(از جناب ضمیر احمد صدیقی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

ابتدائے آفرینش سے مری حالت ہے زار — شیشۂ دل چور چور اور جامۂ تن تار تار

کس قدر ظلم و ستم مجھ پر ہوئے میں کیا کہوں — ایک مدت سے مری حالت جہاں میں ہے زبوں

میرے حق پر زمانہ یوں ستم ڈھایا گیا — دیکھ کر جس کو فلک بھی خون برسایا کیا

میں ازل سے مرد کی گو ہوں شریک زندگی — اس نے حیواں سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا کبھی

چار دیواری میں گھر کی رات دن میں قید ہوں — یعنی شوہر میرا اک صیاد ہے میں صید ہوں

اس اسیری نے پر اسلوں پہ وہ گہرا اثر — دیکھ کر انجام جس کا روتے ہیں اہل نظر

پرورش اور تربیت بچوں کی کیا میں جانتی — جبکہ میں مردوں کی ہر اک کام میں محتاج تھی

کچھ سمجھ اہل نے جب دیکھی مری حالت بری — حوصلہ کر کے دلانے آئے مجھ کو مخلصی!

علم و حکمت سے بنایا کالجوں میں بہرہ ور — تاکہ ہم دنیا کو سمجھیں اپنی آنکھیں کھول کر

عورتیں آخر نہ کیوں آمادۂ فریاد ہوں! — تلبکے پردے میں رہ کر وہ یونہی برباد ہوں

# شُکر گُذاری

(از قلم شریمت ماسٹر بہاری لال جی رام بالا مہرکی)

(خاص نیرنگِ خیال کے لئے)

اگر کسی بچے کے چوٹ لگ جائے تو جو آدمی اس کی مدد کرتا ہے لڑکا اس کی محبت اور مہربانی کو محسوس کرتا ہے اور فوراً اس کے منہ سے نکلتا ہے آپ کی مہربانی میں آپ کا مشکور ہوں۔ کوئی شخص تمہیں کوئی چیز انعام میں دے یا تمہاری تکلیف دور کرے۔ فوراً اس کا شکریہ ادا کرو۔

ہمیں معمولی سے معمولی بات میں بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس طرح نہ صرف ہماری طبیعت خوش ہوتی ہے بلکہ شکر گذار بچے سے ہر ایک محبت کرتا ہے۔

بچپن میں ماں باپ تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کپڑے پہناتے ہیں۔ رہنے کے لئے آرام دہ مکان دیتے ہیں۔ تمہیں نہلاتے دھلاتے ہیں۔ تمہیں سکول میں پڑھاتے ہیں۔ ان سب باتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ بچے ان چیزوں کے لینے کے عادی بن جاتے ہیں اس لئے اُس خوشی کو بھول جاتے ہیں اور بعض دفعہ کم چیز ملنے پر بے چین ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی کوئی اور چیز بچوں کو ملتی ہے تو ان کو خوشی ہوتی ہے اور وہ ان کے مشکور ہوتے ہیں۔

**شُکریہ کا اظہار** } بچوں کو ماں باپ سے، استادوں سے، دوستوں سے جو کچھ ملے اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ بچوں کو چاہیے اُسے بھول نہ جائیں جس نے اُن کے ساتھ مہربانی کی ہے اور اُن کو شکریہ ادا کریں۔

شکریہ کا اظہار کرنا چاہئے۔ اگر شکریہ کا اظہار نہ کیا جائے تو مہربانی کا احساس جاتا رہے گا۔ والدین، استاد اور دوستوں کو دکھ ہوگا۔ اگر بچے ناشکرے ہوں وہ سب سے بڑا معاوضہ یہی چاہتے ہیں کہ بچے شکر گذار بنیں۔ اگر کوئی بچہ چیز کو لے کر شکریہ ادا نہ کرے تو چیز دینے والے کو جو خوشی ہوتی ہے اُس کا اثر جاتا رہتا ہے۔

**شکریہ کس طرح ادا کریں** } (۱) الفاظ سے، اگر کوئی تمہارے لئے دروازہ کھول دے۔ تمہیں لکھنے کے لئے پنسل دے دے، تمہیں راستہ بتا دے، تمہیں پانی پلا دے، تمہیں وقت بتا دے، غرضیکہ تمہارے ساتھ معمولی سا سلوک بھی کرے تو فوراً کہو۔ میں آپ کا مشکور ہوں یا آپکی مہربانی

(۲) اشارے سے۔ بعض بچے چیز لے کر ایسی نظر سے دیکھتے ہیں گویا ان کو صبر نہیں ہے۔ خوش و خرم بچہ اپنے چہرے سے ہی شکریہ کا اظہار کر دیتا ہے۔ خوشی سے نظر بھر کر دیکھنا ہی ایک بڑا معاوضہ ہے۔ چند بچے منہ بناتے ہیں روٹھ جاتے ہیں۔ اداس ہو جاتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ ان کو ملا ہے بچے اُس کے لئے شکر گذار نہیں ہیں۔

(۳) عمل سے۔ اگر ہم اپنے ماں باپ اور اُستاد کا کہنا مانیں تو یہ سب سے بڑا معاوضہ ہے۔ ماں کی گود میں چلے جانا۔ ماں کے حکم کو ماننا۔ اور اپنے اسباق کو بخوبی یاد کرنا یہ شکریہ کے طریق ہیں۔ ہم کئی طریق سے ان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے عمل سے شکر گذاری کا اظہار نہیں کرتے تو محض بہت سے شکریہ کے الفاظ ادا کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

(۴) تحفہ و انعام کی قدر کرکے۔ اگر ہم چیز لے کر پھینک دیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم مشکور نہیں ہیں۔ اگر دوست ہمیں کوئی تحفہ دے تو وہ پسند نہیں کرے گا کہ اُسے پھینک دیا جائے۔ ماں باپ پسند نہیں کرتے کہ بچے کپڑے، خوراک اور کتابوں کو بے پرواہی سے استعمال کریں۔

**تحفہ کی قدر و قیمت** } کوئی چیز خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اس بات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس کی قیمت کس قدر ہے۔ لیکن اس شخص کی مہربانی کا خیال کرنا چاہئے جس نے دی ہے ہمیں محبت اور مہربانی کا شکریہ ادا کرنا ہے نہ کہ تحفہ کا۔ زمیندار کی چھاچھ ساہوکار کے مال پوڑوں سے زیادہ قابلِ قدر ہے۔

## سوالات

(۱) اگر ہمارے چوٹ لگ جائے اور کوئی شخص ہماری مدد کرے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

(۲) ماں باپ جب ہمیں کوئی چیز دیں تو ہمیں کس طرح پیش آنا چاہیے؟

(۳) انعام یا تحفہ کی چیز ہمیں کس طرح قبول کرنی چاہیئے؟

(۴) جو بچے چیز لیتے وقت روٹھ جاتے ہیں منہ بنا لیتے ہیں۔ اُن کی بابت تم کیا خیال کرتے ہو؟

(۵) ماں باپ اور استاد کا شکریہ ہم کس کس طریق سے ادا کر سکتے ہیں؟

(۶) کسی چیز کے ملنے پر اُسے پھینک دینا کیسا فعل ہے؟

(۷) زمیندار کی چھاچھ ساہوکار کے مال پوڑوں سے بڑھ کر ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

(۸) جو لڑکے ماں باپ کی خوشنودی کرتے ہیں لیکن سکول کا کام ٹھیک طور پر نہیں کرتے اُن کی بابت کیا بیان کرتے

# دُعا!

آؤ دُعا کو ہاتھ اُٹھائیں — اپنے خدا سے مُرادیں پائیں
اے مالک رکھ یاد ہماری — سُن لے تو فریاد ہماری
تن کو دُرستی رُوح کو پاکی — شکر ہے تیرا تو نے عطا کی
بخش ہمیں اب علم کی دولت — بخش ہمیں اب عقل کی نعمت
دُکھ سے ہم نہ کبھی گھبرائیں — صبر سے ہر سختی کو اُٹھائیں
سُستی کی زنجیریں توڑیں — بے پروائی سے منہ موڑیں
کام سے محنت سے نہ ڈریں ہم — خون پسینہ ایک کریں ہم
بولیں تو ہم سچ ہی بولیں — بات سے پہلے بات کو تولیں
ہندو، سکھ، مُسلم، عیسائی — ہو جائیں سب بھائی بھائی
راستہ سیدھا ایک دکھا دے — ہم سب کو تو نیک بنا دے

کوئی نہ کبھی اِترائے
خدمت کر کے عزت پائے

(بقیہ صفحہ نمبر ۵ سے آگے)

نجومی جیلمین نے ایسے ٹھانی لی۔

میرے دماغ میں چکر سا آنے لگا ایسا مقابلہ اس دردی سے کر کے میں دل ہی دل میں بوکھلا سا گیا۔

میں نے ساتھ آگے بڑھا چلا جاتا تھا کہ کسی کے بڑبڑانے کی آواز کانوں میں پڑی۔ دیکھا کہ ایک گاڑی بان اسٹیشن لادے ہوئے گاڑی ہانک رہا ہے۔ اور بڑا گلستہ میں سے ہے ایک بکھ والے نے جھڑک کر کہا۔ اسے، ہاکا ملے کہ گاڑی ہانکتا ہے، ہٹا گاڑی ایک طرف۔

گاڑی بان گاڑی پر کھڑا ہو کر بولا بڑا گھوڑا ہوں نہ اس میں میرے باپ کا اجارہ!

بات بڑھ گئی، گتھم گتھا کی نوبت آئی۔ اس ہی تھا لی میں ایک گھسیلے نے کو دھکا لگا گھسیارا بھی بگڑ کھڑا ہوا میوں کے تینوں لڑنے لگے۔ اتنے میں ایک تھانہ دار صاحب گھوڑے پر سوار آ نکلے جھگڑا رفع دفع کیا اور فیصلہ شروع کیا۔

گھسیلے نے کہا حضور گاڑی بان اور گھسیارے نے مل کر مجھے مارا ہے اور میں روپیہ دن بھر کی کمائی چھین لیا۔ گاڑی بان نے کہا غلط، الٹا یہ ہے اس نے مجھے مارا ہے دو روپے روزی آج میرے پاس بھی اسے بھی چھین لیا۔ گھسیارے نے دوبارہ کہا سرکار! غلط ہے مجھے ان کو بہر کردیا الٹی ابھی گھاس بیچ کر آ رہا ہوں ڈیڑھ روپیہ میری گرہ سے ان دونوں نے نکال لیا ہے۔

تھانہ دار صاحب نے تصفیہ کیا کچھ خبر نہیں لیکن میں نے دلی طور پر تصفیہ کر لیا کہ اس زمانہ میں جہاں تک کمائی کا تعلق ہے سیکنڈ کلاس گریجویٹ سے گھسیارہ ہی اچھا ہے سیالیس روپے ماہوار تو کما لیتا ہے۔ بی اے پاس کی طرح دو ڈھائی روپے ماہوار کی نوکری کے لئے ٹکریں نہیں کھاتا پھرتا ہے۔

## تہذیب کی رفتار (صفحہ ۱۵ سے آگے)

زیب آتے اس وقت کا فی تہذیب تھی وہ کپڑے پہنتا بلکہ کھانا پکانا بھی جانتے تھے۔ اب اگر ہندوؤں کے بزرگوں کی ابتدائی حالت کا ثبوت ڈھونڈنا ہو تو ہندوستان میں نہیں مل سکتا لیکن آریہ ورت یا وسط ایشیا میں ان کے بزرگوں کا سلسلہ ملایا جا سکے تو ممکن ہے کہ ابتدائی زندگی کا پتہ مل جاوے۔ اس وقت بھی گونڈ اور سنتھال ابھی تک تہذیب کی ابتدائی حالت میں ہیں۔ اور مسئلہ ارتقا کی شہادت بہم پہونچاتے ہیں۔ وہ ہیات کے جاہل اور توہمات کے ماننے والے ہیں اسلئے مسئلہ ارتقا کے لئے نہایت قیمتی ثبوت بہم پہونچاتے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں کو پوجنے والے انسانی تاریخ کی نہایت ضروری کڑی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو تہذیب کی رفتار کی تاریخ ہی گم ہو جاوے۔

ارتقائی دھرم والوں کا یہ دعوی ہے کہ وہ ہر ایک مذہب اور ہر ایک فرقہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ابتدائی حالت میں موجودہ افریقہ کے باشندوں کے لئے بھی ان کے دل میں محبت ہے۔ دوسرے مذہب والوں سے اگر ان کا اختلاف ہے تو اس قدر کہ دوسرے مذاہب والے اپنے بانئے مذہب پر تمام علم و عقل ختم کر دیتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے بانئے مذہب پر گیان کا خاتمہ ہو گیا مگر لطف کی بات یہ ہے کہ جب نیا مذہب بنتا ہے تو وہ پورانے دھرموں کو غیر مکمل بتلاتا ہے اور خود مکمل ہونے کا دعوی کرتا ہے مثلاً عیسائی دھرم کو لیجئے یہ حضرت عیسے پر تمام گیان ختم کر دیتے ہیں اس کے بعد اسلام پیدا ہوا مسلمان حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا گیان نا مکمل تھا حضرت محمدؐ نے اس کو مکمل کیا اور اسلام ایک مکمل مذہب ہے کہ آئیندہ اس پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر مسلمانوں میں ہی حال میں مرزا غلام احمد ساکن موضع قادیان ہوئے ہیں ان کے پیرو ہزاروں کی تعداد میں ہو گئے ہیں نہ صرف جاہل بلکہ گریجویٹ یا تعلیم یافتہ اور اعلیٰ سرکاری عہدہ دار ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اسلامی گیان کی تجدید مرزا صاحب نے کی ہے مگر ساتھ ہی وہ مرزا صاحب کو آخری مکمل انسان سمجھتے ہیں۔ ارتقائی مذہب والے گیان کے خاتمہ کے معتقد نہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک بانئے مذہب اپنے وقت کا بہت بڑا ہیا اور عقلمند انسان تھا دنیا کے لئے ترقی کا میدان کھلا ہے اور ابھی ایسے انکشافات ہونے والے ہیں کہ موجودہ دنیا کے سب سے عقلمند شخص کے وہم و گیان میں بھی نہ ہوگا۔ یہ دعوی سچا ہے یا غلط اس سے ہمیں بحث نہیں ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ارتقائی مذہب کے اصولوں کو ناظرین کے سامنے رکھدیں۔ دنیا کے متعلق ناظرین کی واقفیت بڑھیگی اور ہمارا مضمون نویسی کا منشا پورا ہو جاویگا۔

اس سلسلہ میں ہم یہ دکھلانے کی کوشش کریں گے کہ ارتقائی یا نکاشی دھرم میں ایشور کو کیا مانا گیا ہے اور اس کے ساتھ انسان کا کیا تعلق ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ کا نام آتما اور پرماتما کا گیان رکھا گیا ہے +

**تیج دہلی میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو ترقی دو**

# چھپ گئی چھپ گئی چھپ گئی

# جاپان کی ترقی کا راز

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ)

مسٹر چمن لال جرنلسٹ مقیم جاپان کی کتاب "جاپان کی ترقی کے راز" چھپ کر تیار ہو گئی ہے عنقریب ہی ہندوستان آنے والی ہے جسوقت کنسائنمنٹ پہونچ جائیگا، اخبارات میں اعلان کر دیا جاوے گا۔ ناظرین تاریخ کا انتظار کریں۔

**منیجر ایکسپریس بک ڈپو۔ بکس نمبر ۱۱۲ دہلی**

TELE. YARN. TELE PHONE. 5243

ہیڈ آفس :- دہلی

اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے، بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے،

اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی میں ایک نئی مل لائلپور میں جاری کیا ہے، سُوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں، جو یہ مل تیار نہ کرچکی ہو،

زین، ٹوئل، لٹھے کورے - دُھلے اور رنگین - دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی - ڈوریہ ململ - کریپ، شرٹنگ شوٹنگ چادر پلنگ - سُوزنی - تولیے روئیدار - رنگین وفینسی - جھاڑن - مسہری - دوسُوتی شیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی - آگرہ ریٹیل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں،

| | | | |
|---|---|---|---|
| میسرز دیاچند ہردیال | امرتسر | میسرز چند و لال سُورج مل | کانپور |
| میسرز دیاچند ہردیال | جموں | میسرز چند و لال سُورج مل | لکھنؤ |
| میسرز دیاچند ہردیال | سکھر | میسرز راجی داس شریرام | کلکتہ |
| میسرز دیاچند ہردیال | پالی | میسرز بابورام رام رتن | فرخ آباد |
| میسرز کنہیالال مولارام | جے پور | میسرز جیارام خوشی رام | ملتان |

لالہ کانشی رام ساہنی پشاور

نوٹ :- تولیے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے،
میسرز کھڑک سنگھ دیش راج - لاہور میسرز ایس - بے کو اوپریٹو سوسائٹی - کراچی
میسرز ایس بے کو اوپریٹو سوسائٹی، حیدرآباد

منیجر دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی

دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

# پُراسرار تصویر

## ایک جاپانی افسانے کا عکسِ لطیف

(از قلم جناب بابو کشن چند صاحب اظہر تسلیم دہلوی)
(خاص نیرنگِ خیال کے لئے)

جاپان کے ایک دیہات میں ابھی تک آئینہ کا گزر نہیں ہوا تھا۔ کوئی شخص اپنی شکل دیکھنے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ عورتیں اپنے پیپیوں کی زبانی اپنے حسن کے بارے میں جو کچھ سن لیتی تھیں اپنے آپ کو ویسا ہی سمجھنے لگتی تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں آئینہ بھی کوئی چیز ہے جو انسان کی شکل اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

گلشم ایک نہایت سادہ لوح انسان تھا۔ اتفاق سے اسے راہ میں ایک آئینہ پڑا ہوا مل گیا۔ نہایت خوشی اور حیرت سے اس نے سمیٹ لیا۔

"ہیں یہ کیا۔ یہ تو میرے والد آنجہانی کی تصویر ہے۔ یہ یہاں کیسے آ گئی؟ حضرت ہمارے خاندان کی بالکل پھرا جاتی ہے"

گلشم نے آئینہ اٹھا لیا، رومال میں لپیٹ لیا اور گھر پہنچ کر ایک الماری میں بڑی احتیاط کے ساتھ چھپا دیا۔ اس کی دانست میں اس آئینہ کا ملنا ایک زبردست ملاپ کے حاصل ہونے کا پیش خیمہ تھا۔

گلشم نہایت حیران و پریشان تھا۔ وہ اپنے دفتر سے دو دو بار آتا اور اپنے والد مرحوم کی تصویر نکال کر دیکھتا۔ اس کی بیوی بلشی نہایت شکی مزاج واقع ہوئی تھی۔ اس کے نزدیک اس کے خاوند کا دفتر سے بار بار آنا اور اپنے کمرہ میں دس دس منٹ بیٹھ رہنا نہایت اہمیت کا درجہ رکھتا تھا۔

بلشی ایک روز اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے اس کے کمرہ میں داخل ہو گئی اور دروازے کے پیچھے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔ اس نے غور سے اپنے خاوند کی نقل و حرکت کو دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا خاوند الماری میں سے کوئی چیز نکال کر دیکھ رہا ہے۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور وہ اس کے واپس جانے کا انتظار کرنے لگی۔

جب گلشم اپنے دفتر چلا گیا بلشی دبے پاؤں اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ بڑی احتیاط سے اس نے الماری کھولی اور رومال میں لپٹا ہوا آئینہ نکال کر اپنے مقابل رکھ لیا۔

"مجھے بھی ایسا ہی شبہ تھا ضرور وہ اسی چڑیل کے عشق میں مبتلا ہے۔ لیکن دیکھو تو اتنا بھدا چہرہ چیچک کے داغ کھایا ہوا، سر کے بال بکھرے ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں وہ مجھ ایسی پری چہرہ عورت کے مقابلہ پر اس چڑیل کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔"

آئینہ کا کیا قصور وہ تو جیسی شکل ہوتی ہے ویسی ہی پیش کر دیتا ہے۔

رقابت کا جوش۔ سوتیا ڈاہ اور عورت کی فطرت تینوں طاقتیں طغیانی پر آ گئیں۔ اس غریب کو کیا معلوم کہ آئینے نے اس کی شکل اسی کے پیش نظر رکھدی ہے بلشی قہر مجسم بنی ہوئی تھی۔ آنکھیں خون کبوتر ہو گئی تھیں غم و غصہ جوش پر تھا۔ اس نے اپنے خاوند کو پوری سزا دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اسی روز گلشم کو اس نے کھانا تک نہیں بنایا۔

گلشم شام کو دفتر سے گھر آیا تو چولھا ٹھنڈا پایا۔ بلشی ایک پلنگڑی پر پڑی سسکیاں لے رہی تھی

"کیا بات ہے آج ابھی تک کھانا نہیں بنا؟" گلشم نے محبت کے انداز میں پوچھا۔

"اسی کا کھانا مونڈی کے گھر جا، جس کی تصویر تم اپنے کمرے میں چھپا کر رکھتے ہو۔ وہی نہیں کھانا کھلائے گی"

گلشم کے بدن پر سانپ لوٹ گیا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟"

"اب کیوں سمجھو گے۔ میں کہتی ہوں کہ تمہیں کھانا وہی دے گی جس کو تم پیار کرتے ہو۔ اور جس کی تصویر تم اپنی الماری میں رومال میں چھپا کر رکھتے ہو"

"الماری میں تو میرے والد مرحوم کی تصویر ہے"

"ایسے بھلاوے کسی اور کو دینا۔ کیا میں عورت اور مرد کی شکل میں بھی تمیز نہیں کر سکتی؟"

جھگڑے ہوتے رہے۔ بلشی تمہارے والد مرحوم کے ہی نوٹ؟"

"کیا کہہ رہی ہو بلشی؟"

"میں تمہارے گھر میں نہیں آؤں گی"

گلشم نے نازک صورت اختیار کی، شور سن کر ایک پادری صاحب گھر میں امن قائم کرنے کی کوشش میں داخل ہوئے۔

"خدا کے لئے بتاؤ۔ کیوں ناحق لڑ رہے ہو؟"

"جناب پادری صاحب میری بیوی مجھ پر بڑی تہمت لگا رہی ہے"

"گھبراؤ نہیں۔ عورتوں کی طبیعت ذرا ایسی ہی واقع ہوئی ہے"

"جناب پادری صاحب میرے خاوند نے ایک غیر عورت کی تصویر اپنے کمرے میں چھپا کر رکھ چھوڑی ہے"

"جھوٹ! بالکل جھوٹ!! وہ تو میرے والد آنجہانی کی تصویر ہے"

"نہیں۔ وہ تصویر ایک عورت کی ہے"

"وہ تصویر میرے والد مرحوم کی ہے اور کسی عورت کی ہرگز نہیں ہو سکتی"

پادری صاحب بھی چکرائے آخر بولے۔

"میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کونسی تصویر ہے جسے تم اپنے والد مرحوم کی تصویر بتاتے ہو۔ اور تمہاری عورت کسی عورت کی تصویر کہتی ہے"

گلشم نے آئینہ لا کر پادری صاحب کے ہاتھ میں دیدیا ایک لمحہ تک پادری صاحب پریشان نظروں سے آئینہ کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔

"تم دونوں جھوٹ کہتے ہو۔ نہ تو یہ تصویر تمہارے والد آنجہانی کی ہی ہے۔ اور نہ یہ کسی عورت کی تصویر ہے۔ یہ تو ایک مقدس بڑے پادری کی تصویر ہے جس کا نام میں خود نہیں جانتا۔ اور اب یہ تصویر عبادت خانہ کے مقدس خانہ کی زینت ہوگی"

یہ کہکر پادری صاحب نے آئینہ جیب میں ڈال لیا اور ایک طرف کو چل دیئے۔

---

# تم سے محبت ہے

(از جناب حکیم محمد مظفر کامل الدصیانوی)
(خاص نیرنگِ خیال کے لئے)

(۱) اے مجھکو مجھ سے اور دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز میں ہر لحظہ ہر ساعت اور ہر پل تمہارے حیا سے کے دریائے عمیق میں غرق رہتا ہوں ——— اٹھتے بیٹھتے تمہیں اور صرف تم ہی کو یاد کرتا ہوں ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے

(۲) دن گیا جس خوبصورت انسان پر نظر ڈالتا ہوں مجھے اس کی شکل تمہارے ہی نقش و نگار سے مزین معلوم ہوتی ہے اور میں اس کو یہی سمجھتا ہوں کہ ——— تم ہو ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

(۳) کائنات کے عجائبات میں جس صنعت پروردگار پر نگاہ پڑتی ہے۔ اس میں تمہاری ہی جھلک پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس چیز کو جو قصداً یا اچانک نظر آ جائے جب بغور دیکھتا ہوں تو مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے۔ میری روح کو سکون۔ دل کو قرار چشم کو ٹھنڈک پہنچتی ہے ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

(۴) آسمان کی آبی سطح پر سحاب سے ستارے دیکھ دیکھ کر میں تمہارے ان آبدار موتیوں کو یاد کرتا ہوں۔ جو کسی وقت تمہاری پیشانی پر نمودار ہوتے تھے ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے

(۵) چاند کی خوبصورت نوری شعاعیں جب کائنات کو منور کرتی ہیں تو میں بغور دیکھتا ہوں اور بڑی محبت سے انکی تعریف کرتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ تمہارے حسن دل افروز کی پاکیزہ شعاعوں سے بالکل مشابہ ہیں ——— اس سے روح کو تازگی نصیب ہوتی ہے ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

(۶) گلستان میں جا کر رنگین گلوں کے عارض پُرنور کی زیارت کرتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے رخسار ہی کی قسم وہ بالکل ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے تمہارے رنگین رخسار۔ مجھے ان کو دیکھتے ہی جس قدر راحت نصیب ہوتی ہے اس کا اظہار یقیناً مشکل ہے ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے

(۷) میں چاہتا ہوں کہ تجھے دل کے پاک و صاف مندر میں بٹھا کر ہمیشہ اور ہمیشہ تیری پرستش کرتا رہوں۔ یا آنکھوں میں بٹھا کر اپنی پتلی بناؤں ——— کیوں؟ ——— صرف اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

---

# دلچسپ معلومات

جو ستارے ہمیں دکھائی دیتے ہیں ان کی روشنی بیس بیس ہزار سال میں ہم تک پہنچی ہے۔ روشنی ۱۸۶۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس حساب سے اب ستارے ہم سے ۲۸۸۸۰۰۰۰۰۰ میل دور ہیں۔ مگر کائنات میں ایسے ستارے بھی موجود ہیں جن کی روشنی چالیس ہزار سال میں ہم تک پہنچتی ہے۔

---

کہا جاتا ہے کہ نپولین بوناپارٹ عربی نسل سے تھا اور اس کا خاندانی نام "بوناپارٹ" دراصل "بنو فارس" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بنو فارس ایک عربی قبیلے کا نام ہے۔

---

برطانیہ کو چھوڑ کر دنیا کی کسی سلطنت کی سالانہ آمدنی امریکہ کی خیراتی انجمنوں کی سالانہ آمدنی کے برابر نہیں ہے

---

پچھلے سال امریکہ کے دولتمندوں نے ۶ ارب ۴۵ کروڑ ۹ لاکھ روپیہ خیراتی انجمنوں کو دیا۔ سلطنت فرانس یا جرمنی کی سالانہ آمدنی اس رقم سے ایک ارب پچاس کروڑ روپے سے کم ہے۔

---

دیگر ممالک کے باشندوں کے مقابلہ میں چینیوں میں حدیلی آب و ہوا کا اثر کم ہوتا ہے۔

## آثارِ تعمیر

# مدورا

(انتخاب نئی دہلی)
(از قلم جناب جگ جیون لال بھٹناگر بی اے۔ دہلوی)

مدورا جنوبی ہند میں مذہبی اعتقاد کے مطابق بڑی پاک اور متبرک جگہ سمجھی جاتی ہے۔ یہاں شوجی کا ایک مشہور عالیشان پرانا مندر ہے جو ایک چوکور عمارت ہے ۸۴۰ فٹ لمبی اور ۷۴۰ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے چاروں طرف ۹ گوپرا یا گیٹ ہیں جن میں ایک ۱۵۲ فٹ اونچا ہے۔ اس میں دراوڑ طرز کے سب مندروں کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک ہزار ستون والا دالان آریہ ناتک نے ۱۵۵۰ء میں تعمیر کیا تھا۔ یہاں کے وسیع تالاب کے اردگرد خوبصورت محراب دار راستہ ہے جس کا ۱۵۶۰ء میں وشوناتھ نے تعمیر کی تھی۔ اس عظیم الشان مندر کا تمام اندرونی حصہ کندہ شدہ مجسموں کا ایک وسیع مجموعہ ہے۔ مندر کی سنگتراشی کا کام بلاشبہ جنوبی ہند میں بہترین کام ہے۔ تالاب کے گرد محراب دار راستے میں کچھ عجیب و غریب تصاویر ہیں۔ ان میں سے چند کافی قابل اعتراض ہیں۔ پدو منڈپم جو ترومالا کا دالان بھی کہلاتا ہے ایک وسیع عمارت ہے۔ یہ ستونوں والا دالان ہے جو ۱۱۰ گز لمبا اور ۳۵ گز چوڑا ہے۔ اس میں ستونوں کی چار قطاریں ہیں جن کی تعداد کل ۱۲۰ ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں ان سب میں بہترین کھدائی کا کام کیا ہوا ہے اس دالان کی لاگت کا تخمینہ دس لاکھ روپیہ اور کل مندر کی لاگت کا تخمینہ چالیس لاکھ لگایا جاتا ہے۔ یہ عمارت تمام سنگ مرمر کی ہے۔ اور یہ تخمینہ مبالغہ آمیز نہیں کہا جا سکتا۔

دالان کے دروازوں پر کئی قسم کے دیوتاؤں کی تصاویر کندہ ہیں جو ہشت پہلوں کے شیروں کو دبائے ہوئے ہیں۔ یا ایسے گھوڑ سواروں کی ہیں جو آدمیوں وغیرہ کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ تمام عمارت مکمل حالت میں موجود ہے۔ اسے ترومالا نائک نے سترھویں صدی عیسوی میں شوجی کے مہمان خانے کے طور پر تعمیر کیا تھا اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شوجی سال میں دس روز کے لئے وہاں آنے کے لئے اس شرط پر تیار ہوئے تھے کہ ان کی شان کے لائق ایک دالان تعمیر کیا جائے۔ اس دالان میں داخل ہونے والے دروازے کے عین مقابل ایک غیر مکمل گنبد نما مندر ہے جسے ترومالا نائک ہندوستان بھر کی سب سے عمدہ عمارت بنانا چاہتا تھا۔ یہ ۲۵۰ گز لمبا ۱۴۰ گز چوڑا ہے۔ اس میں داخل ہونے کا دروازہ ۱۲ فٹ ۹ انچ چوڑا ہے اس عالیشان سنگ مرمر کے دروازے کے ستون ۲۰ فٹ بلند ہیں جن پر عجیب و غریب قسم کے نمونے مثلاً درختوں وغیرہ کے منقش کندہ ہیں۔

ترومالا کا محل بحالت موجودہ میں فن تعمیر اور کاریگری کا مکمل ترین نمونہ ہے۔ جو وسیع جگہ میں پھیلا ہوا ہے۔ بیشک اس کی عمارات عموماً سرکاری دفاتر کے طور پر استعمال کی جانے لگی ہیں۔

درمیانی محل کی مرمت اور درستی کے لئے سرکار انگلشیہ نے کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ تمام عمارت میں سب سے زیادہ عظیم الشان دالان ہے۔ صحن سو گز مربع ہے اور اس کے اردگرد غلام گردشیں ہیں جن پر کہیں کہیں گنبد بنے ہوئے ہیں۔ یہ دالان جو کہ عمارت کے پچھلے ایک طرف ہے۔ اس کا بڑا گنبد ۷۰ فٹ اونچا اور ۶۰ فٹ قطر میں ہے۔ اور پتھر سے بنے ہوئے سخت پتھر کے ستونوں پر قائم ہے۔ صحن اور میانی حصہ جنگلی جانوروں کی لڑائی اور دیگر تفریحات کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

تم کم دریا کے دوسری طرف واقع ہے ترومالا نے جنگلی جانوروں کی لڑائی اور دیگر قسم کے تماشوں کے لئے تعمیر کیا تھا۔ لیکن اس میں تعمیر کے لحاظ سے کوئی خوبی نہیں ہے۔

ٹپا کلم تالاب بھی ڈیڑھ میل لمبا چوڑا ہے اور شہر سے باہر واقع ہے اسے بھی ترومالا نے تعمیر کیا تھا۔ کناروں پر تراشیدہ پتھر نصب ہیں۔ جس کے چاروں طرف ایک اونچی دیوار ہے۔ اس کے نیچے ایک برآمدہ ہے جس میں پتھر جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے بیچوں بیچ ایک مربع جزیرہ ہے۔ جس کے بیچ میں ایک اونچے گنبد والا مندر ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار چھوٹی چھوٹی مورتیاں ہیں ہر سال میلے کے موقع پر دس ہزار چراغ جلائے جاتے ہیں اور مندر کی مورتیوں کا جلوس ایک لکڑی کے تختے پر نکالا جاتا ہے۔

مدورا کا بڑا دروازہ جسے وشوناتھ نے تعمیر کیا تھا۔ اب بھی مسمار حالت میں موجود ہے۔



# یورپ کی ازدواجی زندگی

## طلاقوں کی تعداد کی کثرت

یورپ کی ازدواجی زندگی کی حالت جس قدر ناگفتہ بہ ہے اس کا اندازہ ایک ہندوستانی دماغ نہیں کر سکتا۔ جدھر دیکھئے طلاق کی گرم بازاری ہے۔ وہ جوڑے جو کہ خوشی کے ساتھ محبت کرنے کے بعد رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں اپنی ازدواجی زندگی سے اکتا کر طلاق کے لئے عدالت کے دروازے پر کھڑے نظر آتے ہیں اور یہ سب نتیجہ اس بڑھتی ہوئی آزادی کا ہے جو یورپ والے تبلیغ میں سرگرم ہیں۔

یورپ کہتا ہے کہ شادی نام ہے قید کا اور معاشرہ قید کی سنہری زنجیروں کا۔ ظاہر ہے کہ ایک آزاد دل بہت دنوں تک قید خانہ کی سختیوں میں لذت نہیں پا سکتا۔ یورپ نے دماغی حیثیت سے بہت کچھ ترقی کی لیکن اس دماغی ترقی کے ساتھ اس کے ناقص نظام تربیت اس کی نفسانی خواہشوں کو بھی غیر معمولی قوت دیتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نتیجہ شیرازہ معاشرت کی پراگندگی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے تو تعجب کا کون محل ہے۔

یورپ کی ازدواجی زندگی بظاہر شروع ہوتی ہے محبت سے (جو در اصل محض ہوس ہوتی ہے)، اور تمام ہوتی ہے ناکامی پر آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر تجربے کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دنیا مغربی مفکرین کا اخلاقی فرض ہے۔ کیا یہ تو نہیں ہے کہ ان کے اصول ازدواج میں کوئی بنیادی نقص ہو؟ کامیابی کی راہوں کیا ہیں؟ یہ مسئلہ تجربے کا ہے کہ یورپ میں طلاق بازی کی بکثرت ہے اور روز افزوں اضافہ ہی اس کے واقعات ہوتے ہیں۔ یورپ میں ہر سال ایک

(باقی اگلے صفحہ پر)

# گردن توڑ بخار کا ایک نسخہ

آج کل دہلی میں اور ہندستان کے بعض دیگر شہروں میں ایک قسم کا بخار پھیلا ہوا ہے انگریزی میں [illegible] (... [illegible]) اور عرف عام میں گردن توڑ بخار کہتے ہیں۔ یہ بخار وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اکثر حالتوں میں مہلک ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے کرم فرما حکیم امیر الدین نظری مراد آبادی کے طبی اور حفظان صحت کے مضامین سے ناظرین تیج دہلی اکثر مستفید ہوتے رہے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ آیورویدک شاستر میں اس بخار کا علاج موجود ہے اور مغربی حکماء کی تحقیقات کے نتیجہ میں ابھی بہت دیر ہے۔ بہرحال یہ ویدک نسخہ مندرجہ ذیل ہے۔

## چترنج رس

چندر اودے۔ ایک جز۔ منسل مصفی۔ کستوری۔ کشتہ ہڑتال ہر ایک دو جز۔ سب کو ایک یوم پھسکلاکے رس میں کھرل کر کے گولا بنا کر ارنڈ کے پتہ میں لپیٹ کر چار یوم غلہ کے ڈھیر میں بند رکھ کر نکال کر پیس کر شیشی میں رکھیں۔

خوراک ۴ چاول سے ایک رتی تک۔ شہد ۲ ماشہ۔ عرق ادرک ۶ ماشہ میں ملا کر مریض کو صبح و شام چٹا دیا کریں۔ غذا میں صرف مسیل کا اونٹا ہوا دودھ دیں۔ علاوہ گردن توڑ بخار کے یہ دوا ضعیفی کی حالت کو جوانی سے تبدیل کر دیتی ہے۔ ضعف باضمہ، کھانسی کہنہ، لاغری جسم۔ اور رعشہ وغیرہ اس کے استعمال سے زائل ہو جاتے ہیں۔ مجرب ہے۔

# کرۂ ہوا کے اوپر اور سطح سمندر کے نیچے

(از شری بیتا حکیم سر نولیس شرما۔ مراد آباد)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

مادی دنیا کی تحقیق و تفحص میں جس سرعت و تیزی سے آج مغربی اقوام ترقی کر رہی ہیں تاریخ عالم میں اس کی نظیر غالباً مشکل سے ملیگی۔ زمین کا چپہ چپہ انہوں نے چھان مارا۔ قطبین کے یخ بستہ میدان ان کے شوق و ہمت و نصرت سے بچ نہ سکے۔ بڑے سے بڑا سمندر گہرے سے گہرا سمندر۔ اور اونچے سے اونچا پہاڑ ان کی حوصلہ پیمائی سے عاجز رہا۔ تنگنائے زمین جب ان کی وسعت شوق کی حریف نہ ہو سکی تو عالم بالا کی خبریں لانے کی سوجھی۔ ہوائی جہازوں کی فلک پیمائیاں اگرچہ کچھ کم حیرت انگیز نہ تھیں۔ لیکن ان کی وسعت پرواز ابھی محدود ہے۔ اس کمی کو برسلز یونیورسٹی کے پروفیسر پکارڈ نے پورا کر دیا۔ پچھلے دنوں اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ یہ پروفیسر صاحب اپنے معاون پروفیسر کپفر کی معیت میں ایک غبارے سے لٹک کر آسمان کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس واقعہ کی مختصر تفصیل بعد میں بہت جو انہوں نے شائع کی ہے۔ دلچسپ ہے۔ اور ہدیہ ناظرین ہے۔

پروفیسر پکارڈ نے المونیم کا ایک بڑا سا کرہ بنایا جس میں آپ نے سانس لینے کے لئے آکسیجن کا ذخیرہ اور دیگر ضروری زاد راہ رکھ کر دونوں پروفیسر اندر بیٹھ گئے۔ اس کرہ میں باہر کی دنیا دیکھنے کے لئے موٹے شیشے کے روزن لگا رکھے تھے۔ وہ کرہ ایک مضبوط غبارے سے لٹک رہا تھا۔ یہ غبارہ آکسبرگ ملک باویریا سے ۲۷ مئی کو ٹھیک تین بجکر ۵ منٹ پر آسمان کی طرف [illegible] ملاحظہ فرمائیے کس قدر جان جوکھوں کا کام تھا۔ ہمارے بڑے بوڑھے رات کو کہانیاں کہا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صاحب بہادر ہندوستان میں آئے تھے۔ انہیں [illegible] صاحب کہتے تھے۔ وہ غبارہ میں بیٹھ کر اڑا کرتے تھے۔ اوپر جا کر رنگ برنگ کے کاغذ کے ٹکڑے یہاں گراتے تھے۔ اور تھوڑی دور جا کر ایک چھتری کے ذریعہ نیچے اترتے تھے۔ وہ صاحب بہادر ہندوستانیوں کو تماشہ دکھا کر طلسم ہوشربا کی داستان میں ایک باب کا اضافہ کر گئے۔ ہاں تو غبارہ اڑتا اڑتا

(باقی اگلے صفحہ پر)

## (پچھلے صفحہ سے)

بلندی پر پہنچے جہاں اس سے قبل کسی ذی روح نے سانس نہیں لی تھی۔ بلندی ناپنے کا آلہ ساتھ لگا تھا۔ اس نے ۵۳۱۵۸ فٹ کی بلندی ریکارڈ کی (یعنی قریب دس میل)۔ یہ واضح رہے کہ ماؤنٹ ایورسٹ کی بلندی صرف ۲۹۱۴۱ فٹ ہے۔ دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی کی بلندی صرف ۲۹۱۴۱ فٹ ہے۔ اس تقابل سے کچھ اندازہ ہو سکیگا کہ غبارہ انہیں کہاں تک لے گیا۔

اترتے وقت ایک پرزہ خراب ہو جانے کی وجہ سے انہیں بڑی دقت کا سامنا ہوا۔ لیکن دو بجے رات کے قریب صحیح و سلامت ایک پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹی پر اترے۔ رات وہاں بسر کی۔ صبح گرد و نواح کے دیہات کے لوگ جمع ہو گئے۔ رستے بار ڈھونڈ کر پروفیسر صاحب کو نیچے لایا گیا۔ دو صبح پانچ ہی بجے کے قریب باقی سب خیریت سے گھومتے ہوئے اپنے اپنے گھر واپس آئے۔ پروفیسر کا بیان ہے کہ سفر ان کی توقع سے زیادہ مشکل تھا۔ اگرچہ وہ دس میل تک ہی گئے۔ لیکن دوربینوں کی مدد سے قریب ۵۰ میل کی بلندی تک عالم خلا کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے ابھی تک اپنے مشاہدات کی مفصل رپورٹ شائع نہیں کی۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ ان معلومات سے کرۂ ہوائی کی سائنس میں حیرت انگیز انکشافات کا امکان ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ آکسیجن اور نائٹروجن کا وجود ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ اگرچہ آکسیجن کی مقدار اس درجہ کم ہوتی جاتی ہے کہ جتنی آکسیجن ایک سانس لینے میں درکار ہوتی ہے (واضح رہے کہ یہاں اوسطاً ہر دو سیکنڈ کے بعد سانس لینے کی ضرورت پڑتی ہے) اتنی آکسیجن دس میل کی بلندی پر جاکر دس منٹ میں حاصل ہو سکیگی (یعنی ایک سانس لینے کے لئے متواتر دس منٹ تک منہ کھولے بیٹھے رہو اور اگر کوئی پوچھے تو کہا جائے کہ یہاں دم لے رہے ہیں) ان کا بیان ہے کہ اس بلندی تک اوزون نیگون گیس ابھی موجود ہے جو سورج کی شعاعوں کی ایک خاص تعداد کے سطح ارض تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب خیز درجہ حرارت کی تبدیلی کا مشاہدہ ہے۔ اب تک یہی خیال تھا کہ جوں جوں ہم اوپر جاتے جائیں سردی بڑھتی جائے گی لیکن مشاہدہ نے اس کی تردید کر دی ہے وہ کہتے ہیں کہ کرۂ ہوائی کے خط اور وہ یعنی چھ میل کی بلندی سے ۱۸ میل کی بلندی تک (اور ۳۰ میل کی بلندی میں منفی ۷۰ ڈگری فارن ہیٹ سے سطح زمین کے درجہ حرارت تک تدریجاً تبدیلی پائی گئی ہے۔ اس بلندی کے بعد حرارت اس سرعت سے بڑھتی گئی ہے کہ ۴۰ میل کی بلندی پر جاکر درجہ حرارت قریب ۲۱۲ فارن ہیٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی اتنی گرمی کہ پانی اس جگہ خود بخود ابلنے لگے۔

اسی طرح ہوا کے دباؤ کا بھی اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس سے پیشتر بڑے بڑے پھیلے ہوئے خالی غبارے اڑائے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک آلہ بلندی ناپنے کا اور دوسرا ہوا کے دباؤ ناپنے کا لگا دیا جاتا تھا۔ مختلف تجربات سے معلوم کیا گیا کہ ایک غبارہ اگر ایک انچ قطر کا بنایا جاتا تو ۱۰۰۰۰ فٹ پر جاکر وہ ۱½ انچ کا قطر ہو جاتا ۳۰۰۰۰ فٹ پر جاکر ۲ انچ ۵۰۰۰۰ فٹ پر اور ۱۰۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر قریب ۴ انچ یعنی سطح ارض سے قریب ۱۰۰۰۰۰ فٹ تک جاتے جاتے وہ چوگنا قطر ہو جاتا۔ غبارہ پھٹ جاتا اور ناپنے کا آلہ نیچے گر پڑتا۔ کسان اپنے کھیت میں سے اٹھا کر رصدگاہ میں لے جاتا۔ جہاں سے اسے اس کا انعام مل جاتا۔ اس دباؤ کی تصدیق پروفیسر کے مشاہدات سے بھی کی ہے۔ دنیائے سائنس پروفیسر کی مفصل رپورٹ کا بیتابی سے انتظار کر رہی ہے۔ یہ تو رہی عالم خلا کی بات۔ اب ذرا تحت الثریٰ کی خبر بھی سنئے۔ جنگ عظیم میں غوطہ خور کشتیوں نے جس قدر غدر بپا کیا تھا وہ ہم سب پر اپنی اپنی جگہ ظاہر ہے۔ پوشیدہ نہیں۔ لیکن ان میں ایک بڑا بھاری نقص یہ تھا کہ جب کسی چٹان سے ٹکرا کر وہ خود نیچے بیٹھ جائیں تو ان کے ملاحوں کے لئے کسی بھی قبر کی ضرورت نہ ہوتی۔ ابھی تھوڑے دنوں کی خبر ہے۔ اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ پاؤن ڈان کشتی جاپان کے سمندر میں ایک تجارتی جہاز سے ٹکرا کر ڈوب گئی۔ یہ ۹ جون کو ایک بجے کا واقعہ ہے۔ ۳۸ آدمی کشتی میں زندہ تھے اور امداد کے لئے سگنل کر رہے تھے۔ آکسیجن کا ذخیرہ موجود تھا۔ کئی گھنٹوں کی مدد جب کے بعد پتہ چلا کہ کشتی کہاں ڈوبی ہے۔ چھ غوطہ خور دو گروہوں میں کوشش کرنے لگے۔ دو آدمی ڈھائی گھنٹہ تک پانی میں ڈوبے رہے اور چار قریب چار گھنٹہ تک۔ آخر پتہ لگا لیا کہ کشتی میں جو لوگ ابھی تک زندہ تھے کشتی میں زنجیریں بھی باندھ دی گئیں لیکن وہ اس قدر بھاری ہو چکی تھی کہ اوپر آ ہی نہ سکی جس بے کسی تا مذہب ہم دعا کی کشش اور سختی میں جان نکلی ہوگی۔ ہم لوگوں نے نصیب ہیں کہاں کہ اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ دیکھیں۔ حضرت غالبؔ مرحوم کی دعا یہاں آ پوری ہوگی کہ ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

لیکن یہ موت یہاں والوں کی موت نہیں۔ کہ اتفاق سے کہیں گاڑی پٹڑی سے اتر جائے تو کئی کئی ہفتہ تک موٹر والوں کا رزق کھل جاتا ہے۔ یہ زندہ قوموں کے افراد کی موت ہے۔ ابھی اس واقعہ کو ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ایک آلہ کے ایجاد کی خبر شائع ہو گئی۔ یہ آلہ ملاحوں کو دے دیا جاتا ہے۔ کشتی ڈوبنے پر وہ کشتی کو وہیں چھوڑ دیتے ہیں اور یہ آلہ انہیں نہایت تیزی سے اوپر کو خود بخود ابھار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ سطح سمندر پر محفوظ پہنچ جاتے ہیں کشتی اوپر اٹھی نہ اٹھی اور یہی کوئی جان تلف نہ ہوئی۔ ایک خطرہ تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یہ ہے مغربی سائنس۔ ایسے ہی موقع کے لئے حضرت اکبرؔ مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مغرب نے خوردبیں سے کمر ان کی دیکھ لی
مشرق کی شاعری کا مزا کرکرا ہوا

---

مُردہ دلوں میں نئی رُوح پھونکنے والی

ایک نایاب کتاب

# شعرِ ہزار

## یوگراج پنڈت منظر سوہانوی کی تازہ تصنیف

اس کتاب میں منظر صاحب کی وہ شہرۂ آفاق نظمیں درج ہیں، جن کے پڑھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جو انسان کی زندگی میں ایک نیا انقلاب پیدا کر دیتی ہے، اس کتاب کی خصوصیت اور اہمیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگ جاتا ہے، کہ پنڈت جی نے یہ کتاب

### بھارت بھوشن پنڈت مالویہ جی

کی خدمت میں پیش کی تھی

لکھائی چھپائی نہایت عمدہ، کاغذ سفید چکنا۔ اور ٹائیٹل خوبصورت ہے، قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ (۱؎۸)

نوٹ، قیمت بذریعہ منی آرڈر آنے پر ڈاک خرچ معاف،

**مینیجر اکسپرٹ بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۱۱۲ دہلی**

# ایک پتے کی سرگذشت

ایک سو سال کا عرصہ ہوا جب سے ایک ایسا پتہ دُنیا کے کام میں آ رہا ہے جس نے تہذیب یافتہ لوگوں کی معاشرت اور عادت میں تبدیلی کر دی ہے۔ پہلے یہ آسام سے پرے جنگلوں میں پایا گیا تھا یہ ایک عام سی پودا تھا جو جنگل میں اُگتا تھا اور جسے چینی لوگ تاریخ لکھنے کے وقت سے پہلے جانتے تھے۔ لیکن وہ پہلا یورپین جس نے اس چائے کے پتے کو پسند کیا تھا نے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ تھوڑی سی جنگلی جھاڑیاں جو ہندوستان کے شمال مشرقی سرحد میں تھیں ان سے بھی ایک بڑی بھاری صنعت و حرفت بن جائے گی؟

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک وقت وہ تھا جبکہ ہندوستان میں اُگے ہوئے پتے کو اپنی پیدائش اور ملک کا فخر رکھتے ہوئے بھی چین سے منگوائے ہوئے پتوں کے سامنے جھکنا پڑتا تھا جس کا سبب یہ تھا کہ پہلے لوگ اپنے دل سے یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کس پودے کی کاشت کی جائے۔ وہ یہی سوچتے رہ گئے کہ وہ پودے جو خود بخود اُگے ہوئے ہیں اُن کی کاشت کی جائے یا چین کے پودوں سے تجربہ کیا جائے لیکن جب قسمت یاور ہوئی تو ہندوستان ہی کی چائے کو چین کی چائے پر فوقیت حاصل ہو گئی، اور یہ اچھی دست پھیلی کہ موجودہ وقت میں ہندوستان کی اعلیٰ صنعت و حرفت میں سے یہ بھی ایک اہم صنعت شمار ہونے لگی۔

یہ سولھویں صدی کی بات ہے جبکہ کچھ سیاح جو مشرق میں آئے تھے وہ چائے کی خوبیوں کا پیغام اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ ڈچ لوگوں نے جو ہالینڈ کے باشندے تھے سترھویں صدی میں پہلے پہل چائے کا مزہ یورپ تک پہنچایا تھا۔ اس وقت یہ ایک آرائش کی چیز سمجھی جاتی تھی اور تھوڑے سے خوش نصیب دولت مند لوگ اُسے حاصل کر سکتے تھے۔ انگلینڈ میں (۱۸) اٹھارویں صدی تک عاقل لوگ چائے کو ایک مشرقی عجوبہ سمجھتے تھے سیموئیل پیپس۔ اڈیسن۔ سوفٹ۔ اور پھر ڈاکٹر جانسن وغیرہ نے اس چائے کو پیا۔ لیکن جب وکٹوریہ کا دورِ حکومت آیا تو چائے مخصوص حلقوں کی بجائے عام لوگوں میں رائج ہو گئی اور بہت جلد ہی انگریزوں کو اس کے پینے کی عادت ہو گئی۔

یہ اس لئے ممکن ہوا کہ ہندوستان میں چائے کی کاشت بڑھ گئی تھی۔ ہندوستانی چائے کا پہلا نمونہ انگلینڈ کو ۱۸۳۹ء میں ملا تھا۔ اس نمونے میں ایک پونڈ چائے تھی۔ اور پھر تین سال بعد ہندوستان سے ۱۸۰ پونڈ وزن کی چائے تجارتی مال کے طور پر انگلینڈ میں پہنچی۔ اس وقت انگلینڈ کے ایک مشہور مصنف نے یہ لکھا کہ انگلینڈ میں تمام گھنے جن کی حالت اچھی تھی انہوں نے صبح ۵ ایک گھنٹہ کا قائم کر دیا جس میں وہ چائے پیتے اور روٹی مکھن کھاتے تھے۔ اسی طرح چائے کا پیالہ ہر ایک انگریز کے گھر میں گردش کرنے لگا۔ ایک معمولی پتے نے ایک مغربی قوم کی زندگی میں صرف ایک سو سال پہلے کیسی تبدیلی کر دی بعد کو یہ ہندوستانی چائے دُنیا کے دُور دراز حصوں میں پہنچ گئی۔

دنیا میں ایسا کوئی ملک نہیں جو ہندوستان کے مقابلے میں خوشنما اور خوشبودار چائے پیدا کر سکے قدرت نے یہ خصوصیت ہندوستان کو ہی بخشی ہے۔ دُنیا میں بڑے مشہور چائے کے باغیچے صرف ہندوستان میں ہی پائے جاتے ہیں۔ دُنیا کی چائے کی منڈی میں سب سے پہلا نمبر ہندوستان کا ہے۔ یعنی چائے میں یہی ملک سب کا رہبر ہے۔ اس پر بھی ہندوستان کی پیدا شدہ چائے کا خرچ ہندوستان میں کتنا ہے؟ ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے ہر ایک آدمی ہندوستان میں ہر سال ڈیڑھ چھٹانک چائے خرچ کرتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ محض اس لئے کہ ہندوستان اپنے ملک میں پیدا شدہ چائے کی خاصیت کو شناخت کرنے میں آگے نہیں بڑھا ابھی تک پورے طور پر یہ نہ جان سکا کہ اس میں کیا فائدہ ہے دُنیا کا چکر تیزی سے چل رہا ہے اور وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ ہندوستانی چائے ہندوستان کی معاشرتی اور کفایت شعاری کی نئی زندگی میں اپنی اصلی جگہ حاصل کرے گی۔

# مریخ میں نئی تحقیقات

گذشتہ سال رسدگاہ جمبلگ سے پروفیسر کرگنگ نے مریخ کے متعلق سے تحقیقات کی کہ وہاں کا درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے ایک درجہ اوپر ہے اور وہاں کی ہوا زیادہ کثیف ہے۔ پروفیسر مذکور نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہاں کے پہاڑ ۸۰۰ فٹ سے زیادہ بلند نہیں اور وہاں نباتات حیوانات کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔

# قابلیت کو معلوم کرنیکا آلہ!

دنیائے سائنس میں جرمنی نمایاں حیثیت رکھتا ہے اور ایک جرمن سائنس داں نے حال ہی میں ایک آلہ ایجاد کیا ہے اس حیرت انگیز آلہ کا نام بلیدان سویٹ رکھا گیا ہے جس سے انسان کے موروثی ذہنی، صلاحیتیں اور عادات، اور اسی طرح کے دوسرے سوالات کے بارے میں بالکل ٹھیک جواب دیتا ہے گویا اب انتخاب وغیرہ کے جھگڑوں سے حکام کو نجات مل جائے گی اور آلہ لگا کر دیکھ لیا جائیگا کہ فلاں آدمی ... امیدوار اہل ہے یا نہیں

# نئی سفری مشین

## ماڈل نمبر ۸۷

جو قیمت میں سستی، وزن میں ہلکی۔ دیکھنے میں سُندر اور برتنے میں پائیدار ہے، یہ موڈل اپنی بے شمار خوبیوں کی بدولت ایک انمول چیز ہے، اس کے سارے پُرزے نکل کئے ہوئے بہت خوبصورت اور مضبوط ہیں سنگل اسپرنگ موٹر، آٹومیٹک بریک ٹرن ٹیبل۔ ٹون آرم کے ساتھ ایک نہایت نفیس اور عمدہ ... آواز پیدا کرنے والے ساؤنڈ بکس سے مزین ہے وزن ۱۱ پونڈ ۶ اونس ہے، اور اونچائی ۱۱½ انچ چوڑائی ۱۶⅛ انچ ہے، ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے قیمت صرف پچاس روپے

مفصل ... ہز ماسٹرس وائس ... باضابطہ ڈیلران سے طلب فرمائیں۔

**دی گراموفون کمپنی لیمٹڈ۔ ڈم ڈم**

# دانت

بغیر درد کے نکالنے اور پائیریا کے مکمل علاج کیلئے ڈاکٹر گنیش داس اینڈ سنز مسجد پور دہلی کے سب سے بہترین ڈینٹسٹ ہیں

اس لئے

کہ یہ اُن کا پیشہ موروثی ہے
دوسرے علاوہ دانتوں کے ڈاکٹر ہونیکے وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں تیسرے وہ ولایت کے سب سے بڑے کالج رائل ڈینٹل ہاسپٹل آف لندن کے تعلیمیافتہ پاس شدہ ہیں۔

# کانپور میں عظیم الشان سودیشی نمائش

# آل انڈیا گریٹ انڈسٹریل اگزیبیشن

جو ۱۵ اپریل سے شروع ہوگی جس میں دوکانداروں کے آرام اور آسائش کا بہترین انتظام کیا گیا ہے، اور جس میں دوکانداروں کی بکری کے لئے عجیب وغریب طریقے ایجاد کئے گئے ہیں، سٹال جلد بک کرائیے۔

المشتہر

پنڈت گنج بہاری لال اگنی ہوتری بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

جنرل سکرٹری آل انڈیا گریٹ انڈسٹریل نمائش کانپور

# ہندوستان میں تمباکو کی صنعت

(صفحہ ۱۱ سے آگے)

| | خام | سگار | دوسری اقسام | میزان |
|---|---|---|---|---|
| سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء | ۲۸۰ | ۲ | ۹ | ۲۹۱ |
| سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء | ۲۵۴ | ۱ | ۷ | ۲۶۲ |
| سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء | ۲۰۹ | ۱ | ۶ | ۲۱۶ |
| سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء | ۲۹۱ | ۱ | ۷ | ۲۹۹ |

## برآمد قیمت لاکھ روپیہ میں

| | خام | سگار | دوسری اقسام | میزان |
|---|---|---|---|---|
| جنگ سے قبل کی اوسط | ۲۳ | ۱۳ | ۱ | ۳۷ |
| جنگ سے بعد کی اوسط | ۷۳ | ۶ | ۵ | ۸۴ |
| سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء | ۹۷ | ۳ | ۴ | ۱۰۴ |
| سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء | ۸۱ | ۱ | ۳ | ۸۵ |
| سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء | ۷۳ | ۱ | ۳ | ۷۷ |
| سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء | ۹۰ | ۱ | ۳ | ۹۴ |

مندرجہ ذیل ممالک کو زیادہ تر مال گیا ہے۔

## ملین پونڈ میں

| سال | برطانیہ | عدن | الیڈ-بلجیم | جاپان | ملایا | چین |
|---|---|---|---|---|---|---|
| سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء | ۱۰۶۵ | ۳۰۴ | ۱۶۰ | ۳۸۷ | ۳۶۳ | ۲۶۹ |
| سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء | ۹۵۰ | ۳۶۴ | ۱۲۹ | ۳۶۱ | ۱۵۲ | ۲۶۵ |
| سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء | ۱۲۶۳ | ۵۶۴ | ۳۶۵ | ۲۶۳ | ۱۶۶ | ۵۶۶ |

ہندوستان کے مال میں نقص یہ ہے کہ وہ کمتر درجہ کا ہوتا ہے۔ مختلف طریقوں سے اس کی خاصیت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ نے جو پسا نمبر ۲۸ تیار کیا ہے وہ بہترین قسم خیال کیا جاتا ہے۔ گنٹور میں جہاں وسیع پیمانہ پر تجارتی تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے وہاں ایگریکلچر کونسل نے بہتر قسم کے تمباکو کی کاشت کی ترقی کے لئے سب اسٹیشن قائم کیا ہے۔ پنجاب، بمبئی، بہار، برما، بنگال، ممالک متحدہ، صوبجات متوسط، حیدرآباد اور بڑودہ میں بھی تجربہ کے لئے فارم قائم کئے گئے ہیں۔

ابھی تک تجربات ابتدائی حالات میں ہیں اور بہت زیادہ ترقی کی گنجائش باقی ہے۔ تمباکو کو خشک کرنے اسموکنگ اور سگریٹ تیار کرنے کے قابل بنانے میں ابھی بہت محنت اور ریسرچ کی ضرورت ہے۔ تجربات کے نتائج حوصلہ افزا ہیں اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ چند برسوں میں ہندوستان ہر قسم کے تمباکو کو پیدا کرنے اور اس صنعت کو ترقی دینے کے قابل نہ ہو جائے۔

## انڈوں کے متعلق سائنٹفک دریافت

حشرات الارض کے انڈے پرندوں کے انڈوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ حشرات الارض کے انڈے بعض سفید اور چمڑے کی طرح ملائم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے انڈے [illegible] کی سختی میں ان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ مگرمچھ کے انڈوں کا چھلکا بہت سخت ہوتا ہے۔ ہوا اس کے اندر کے دونوں سرے یکساں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اکثر پرندوں کے انڈے مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ حشرات الارض کے انڈوں میں سرخ زردی ہے۔ جو کیسٹ [illegible] چلنے والے جانوروں کے انڈے ان کے قد و قامت کے مقابلہ میں بہت چھوٹے ہیں مثلاً مگرمچھ۔ اس کے انڈوں کا طول ۳ انچ سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن جب بچہ انڈے سے نکلتا ہے اس کا قد طول ۲۰ فٹ ہوتا۔

نسل پرست اور مگرمچھ! یہ انڈے گرم ریت میں دبا دیتے ہیں جن قدیم عظیم حیوانات کی نسلیں مفقود ہو چکی ہیں ان کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کھلے میدان میں انڈے رکھتے تھے اور اسی وجہ سے پرندے انہیں آسانی سے کھا لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان حیوانات کی نسل مفقود ہو گئی ہو گی۔ تمام پرندے گھونسلوں میں انڈے رکھتے ہیں جو پرندے کھلے مقام میں انڈے رکھتے ہیں ان کے ہم رنگ زمین ہونے کے باعث دوسرے پرندوں کی نظر سے بچے رہتے ہیں۔ حیوانات کے دشمن بہت ہیں وہ انڈے بکثرت تعداد میں رکھتے ہیں۔ مینڈک بھی ہزاروں کی تعداد میں انڈے دیتا ہے۔ [illegible] گندہ کر لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

# آئندہ تین مہینوں کو نہ بھولیے

ہندوستان میں مئی، جون، جولائی کے مہینے عام طور پر کساد بازاری کے ہوا کرتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں گرمی کی شدت کے سبب آدمیوں کے دل و دماغ قدرتاً پژمردہ رہتے ہیں، اور جسم بھی ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں، کاروبار میں طبیعت بہت کم لگتی ہے، نہ کچھ خریدنے کو جی چاہتا ہے، نہ بیچنے کو۔ اسی وجہ سے تجارت کی رفتار مندی رہتی ہے،

مگر امسال حالت کچھ اور ہے، مئی کے مہینہ میں شہنشاہ معظم کی سلور جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی جانیوالی ہے۔ ہر مقام پر غیر معمولی چہل پہل ہونیکی توقع ہے، خاص طور پر دہلی میں عجب رونق ہوگی۔ لاکھوں کا اجتماع ہوگا۔ ان مہینوں میں یقیناً تجارت کی گرمبازاری رہے گی، تجار اس موقعہ پر بڑی بڑی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں،

اگر آپ بھی اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو ان مہینوں میں اپنی اشیاء زیادہ سے زیادہ مشتہر کیجئے، ہم نے مشتہرین کو اس نادر موقعہ سے پورا پورا فائدہ پہونچانیکا خاص انتظام کیا ہے۔ اپنے اشتہاروں کے لئے ابھی سے جگہ ریزرو کرالیں، ورنہ پھر جگہ کی قلت کے سبب مایوس ہونا پڑے گا۔ مزید معلومات کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجئے،

برہمانند گپتا منیجر روزانہ "تیج" و "تیج ویکلی" دہلی

مشہور فرانسیسی فلسفہ دان مسٹر رومن رولینڈ نے مہاتما گاندھی [illegible] کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سر گاندھی نے اپنی مادر وطن کی خدمت کے لئے اپنی جان قربان کر دی اور محض مادر وطن کی خاطر ہی ایک [illegible] ملک میں جا کر دم توڑا۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ کی اور دیگر بے شمار بہادروں کی قربانی سے ہندوستان آزاد ہو جائے گا۔

---

ٹانون لنکا کے ماتحت گورنر جنرل نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا ہے کہ یکم اپریل سے ماہانہ ۱۲ پاؤنڈ سے کم تنخواہ پر [illegible] کوئی ٹیکس عائد نہ ہوگی۔

---

اٹلی کی سینٹ میں وزیر جنگ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جس قدر ممکن ہے اسی قدر تیزی کے ساتھ جنگ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور مختلف قسم کی توپیں تیار ہو رہی ہیں۔

---

وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے ریٹائر ہونے کے بعد سر فضل حسین لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اسٹیشن پر سرکاری اور غیر سرکاری ممبران کونسل آف اسٹیٹ اسمبلی اور دہلی کے بہت سے سرکردہ اصحاب کا اجتماع تھا۔

---

اسمبلی کے اجلاس کے ختم ہونے سے ایک روز قبل ہی کانگریس کی تحریک جس میں یہ سفارش کی گئی تھی کہ نمک پر سوا روپیہ کی بجائے بارہ آنہ ڈیوٹی عائد کی جائے ۵۵ کے مقابلہ پر ۶۳ ووٹوں سے پاس ہو گئی۔

---

بمبئی کے مشہور کانگریسی لیڈر مسٹر کے۔ ایف۔ نریمان بمبئی کارپوریشن کے ممبر منتخب ہو گئے۔ آپ کے مقابلہ پر مسٹر حسین علی رحمت اللہ اور مسٹر الیس۔ [illegible] کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کی کامیابی پر ممبران نے آپ کو خوب چیئرز دیئے۔

---

تحصیل قصور کے دیہات سے بڑی دردناک خبریں ملی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کے دیہات میں تقریباً پاؤ پاؤ بھر کے اولے پڑے جس کی وجہ سے کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ مویشیوں کے لئے چارہ نہیں رہا۔ لوگ دانہ دانہ کو ترس رہے ہیں۔

---

مس آشالتا سے کو جو میٹرک کے گذشتہ امتحان میں شریک ہوئی تھیں ایک سرکاری حکم ملا ہے کہ وہ ضلع ڈھاکہ کی حدود سے باہر نکل جائیں اور ایک سال تک واپس نہ آئیں۔

---

امسال برطانیہ کے بجٹ میں ۷۵۰۰۶۰۰ پونڈ کی بچت رہی۔ گذشتہ سال کے بجٹ میں جو بچت تھی امسال کی بچت اس سے دس گنا زیادہ ہے۔ اخبارات کا خیال ہے کہ اب ٹیکسوں میں کمی کر دی جائے گی۔ پل اخراجات [illegible] کا مطالبہ ہے کہ اب برطانیہ کی اسی [illegible]

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

ہو گئی ہے کہ وہ جنگی فرض ادا کرے۔

---

رل یامرد نامی مشہور روسی فلم جسے اجنتا سینی ٹون کمپنی نے تیار کیا تھا بہار اور اڑیسہ کے صوبہ میں غیر [illegible] قرار دے دی گئی۔

---

مسٹر جناح ممبر اسمبلی دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ بمبئی سے ۹ مئی کو لنڈن جائیں گے اور اسمبلی کی باقی کارروائی میں حصہ نہیں لیں گے۔ ابھی تک یہ [illegible] طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آیا آپ شملہ کے اجلاس میں بھی شریک ہوں گے کہ نہیں۔

---

احمد آباد میونسپل کمیٹی کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے حکومت کے خلاف اس بنا پر مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ حکومت نے گذشتہ چند برسوں سے اس کی تعلیمی امداد بند کر رکھی ہے۔

---

کانگریس کے صدر مسٹر راجندر پرشاد نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کے لئے جو جبلپور میں ہونے والی ہے مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی اور پنڈت گووند ولبھ پنت کو مدعو کیا ہے۔

---

حکومت ہند نے گرام سدھار کے لئے ایک کروڑ روپیہ کی جو رقم منظور کی ہے۔ اس میں سے سولہ لاکھ یو۔پی کے لئے اور بارہ لاکھ پنجاب [illegible] کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ باقی صوبوں کے متعلق ابھی معلوم نہیں ہوا ہے۔ حکومت یو۔پی گرام سدھار کی ایک مکمل سکیم تیار کر رہی ہے۔

---

جرمنی میں جبریہ بھرتی کا اعلان ہو گیا تھا اب وہاں ساڑھے سات لاکھ فوج تیار ہے اور ۴۰ سال پہلے تک کے سپاہی واپس بلائے جا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اب صورت حالات ۱۹۱۴ء سے بھی زیادہ خراب ہے۔

---

فرانسیسی وزیر جنگ نے ہوائی بیڑہ کا بل پیش کیا اس کی رو سے ۱۹۳۵ء کے آخر تک فرانس کی ہوائی طاقت جرمنی کے برابر ہو جائے گی۔ بل اتفاق رائے سے پاس ہو گیا۔ وزیر موصوف نے کہا کہ اگر فرانس کے ساتھ جارحانہ کارروائی کی گئی تو وہ تنہا مقابلہ کے لئے تیار ہے۔

---

خبر ہے کہ یونان کی سینٹ اس بنا پر توڑ دی گئی ہے کہ اس نے باغیوں کا ساتھ دیا ہے۔

اس جلسہ کی نسبت سر رحمت کمال الدین کی صحت کسی قدر اچھی ہے۔ بیشتر حصہ ان کا علاج [illegible] کی آب و ہوا [illegible] [illegible]

---

لاہور میونسپل کمیٹی نے سلور جوبلی فنڈ میں ۲۰ ہزار روپیہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ روپیہ میونسپل حد کی آرائش [illegible] پر صرف کیا جائے گا۔ ۵ ہزار روپیہ سکولوں کے بچوں میں مٹھائی تقسیم کرنے پر خرچ کیا جائے گا۔

---

فرانس میں سامان جنگ تیار کرنے کے لئے ایک بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ اس لئے بجٹ کو متوازن کرنے کی فکر ہو رہی ہے۔ چنانچہ وزیر مالیات کو خاص اختیارات دے دیئے گئے ہیں۔

---

مہاتما گاندھی نے قومی ہفتہ کے سلسلہ میں باشندگان سرحد کے نام ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ تمام باشندگان سرحد کو کھدر پہننا چاہیئے اور ہر ایک گھر میں چرخہ چلنا چاہیئے۔

---

دہلی کارپوریشن کی سٹینڈنگ کمیٹی میں بحث تمحیص کے بعد سلور جوبلی کے لئے ۲۵ ہزار روپیہ کی رقم منظور کی گئی۔

---

سرحد میں نئی اصلاحات کے نفاذ کے بعد جناب [illegible] آگئے ہیں حال ہی میں اس امر کی کوشش ہو رہی ہے کہ ان کو نئے پنجاب کونسل میں گرفتار کی جائے جہاں آپ ایک زبردست پارلیمانی [illegible] مسلمہ صورت حالات میں اپنے لئے جگہ پیدا کر سکیں۔

---

بمبئی کونسل کا اجلاس جمعہ ۲۰ اپریل میں سرکاری کی بجٹ [illegible] کہ دو ہزار روپیہ تک کی آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے ۴۷ کے مقابلہ پر ۴۰ ووٹوں سے پاس ہو گئی۔

---

ڈاکٹر انصاری صاحب نے خرابی صحت کی بنا پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کی ممبری اور کانگریس پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا ہے جسے بابو راجندر پرشاد صدر کانگریس نے نہایت افسوس کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔

---

شیانگ چیانگ کے قریب چھ گھنٹہ متواتر خوفناک جنگ ہونے کے بعد کینٹنگ فوج نے کمیونسٹوں کو شکست دے دی۔

---

خبر ہے کہ مسر سائمن نے فرانسیسی وزیر امور خارجہ کو ایک میمورنڈم روانہ کیا ہے جس میں مسر سائمن اور ہٹلر کی ملاقات کے حالات درج ہیں۔

# دنیائے موٹر سازی

## نئی فورڈ وی ۷ سنہ ۱۹۳۵ء

فورڈ موٹر کمپنی دنیا کی عظیم ترین موٹر کمپنی ہے جس کی کاریں دنیا کے کونے کونے میں استعمال ہوتی ہیں۔ فورڈ کی عظیم الشان کامیابی اور ترقی کا راز یہی ہے کہ یہ ہمیشہ ہر زمانہ کے مطابق بہترین کار تیار کرتی ہے جو پبلک کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے ۱۹۳۲ء میں فورڈ نے فورڈ V8 تیار کی تھی جس نے موٹر کی دنیا میں ایک تہلکا مچا دیا تھا اور اب فورڈ نے ۱۹۳۵ء کی نئی فورڈ V8 تیار کر کے موٹر انڈسٹری میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا ہے۔ سر میلکم کیمپبل نے فرمایا کہ V 8 بیسویں صدی کی بہترین کار ہے۔

۱۹۳۵ء کی نئی فورڈ V8 آجکل ہر فورڈ ڈیلر کے ہاں ملاحظہ کے لئے موجود ہے۔ جب آپ اس کا ملاحظہ کریں گے تو آپ کو اس کی چیدہ چیدہ خصوصیات کا احساس بخوبی ہو جائے گا۔ آپ دیکھیں گے کیا بلحاظ خوبصورتی شان و مضبوطی اور کیا بلحاظ آرام و آسائش و چلنے کی آسانی اور دیگر سہولتوں کے یہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کا رنگ اس کی خوبصورتی اس کی باڈی اس کا طرز اس کا ڈھنگ اس کا ڈیزائن اور اس کا فنش اور اس کی آرام دہ سیٹس سبھی قابل دید اور قابل تعریف ہیں!

۱۹۳۵ء کے نئے ماڈل میں چند نہایت مفید اصلاحیں کی گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ کار زیادہ آرام دہ اور زیادہ آسان ہو گئی ہے۔ اس کے نئے سپرنگ اور نئے بریک سسٹم نے اس کو پہلے سے آسان اور زیادہ محفوظ کر دیا ہے۔ نئے سپرنگ سسٹم سے حفاظت، مضبوطی اور آرام کا عنصر بڑھ گیا ہے۔ اس کی سیٹ اور اندر کا حصہ نہایت آرام دہ اور آسائشی ساز و سامان سے آراستہ ہے!

## انجن

V 8 انجن نہایت طاقتور اور مضبوط اور کم خرچ ہے۔ اس کی ہارس پاور ۹۰ اور رفتار ۸۵ میل فی گھنٹہ ہے۔ یہ انجن ایسے اصول کے مطابق بنایا گیا ہے کہ پٹرول بہت کم خرچ کرتا ہے۔ نہایت صاف اور بلا آواز کے چلتا ہے!

غرضیکہ نئی فورڈ V8 سنہ ۱۹۳۵ء کی ایک بہترین کار ہے جو موجودہ موٹروں کی تمام خوبیوں اور آرام و آسائش کا مجموعہ ہے ۱۹۳۴ء کی رپورٹ سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان، برما اور سیلون میں سب سے زیادہ فورڈ کاریں ہی خریدی گئیں۔ [illegible] ۱۹۳۴ء میں بھی ریکارڈ فورڈ کمپنی ہی کے [illegible]

TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

No. 103 DELHI 15TH APRIL 1935 V No 13

شریمت این سی کیلکر
اپنے دیموکریٹک سوراجیہ پارٹی کی صدارت سے استعفی دیدیا هے

شریمت راگهویل آچاریہ
آپ تیس سالہ سالدار فرض خدمت کے بعد ملازمت سے ریٹائر هو گئے هیں

شریمت بابو راجندر پرشاد
صدر کانگریس
اپنے ناسازئے طبع کی وجہ سے اپنا دورہ ملتوی کر دیا هے

شریمتی لکشمی پتی
آپ مدراس کونسل کے ضمنی انتخاب میں جسٹس پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ پر جیتنے والے هیں مخصوصہ نشست آپ کانگریس پارٹی کی امیدوار هیں

جنرل گوئرنگ
آپنے ایک مشہور فلم ایکٹریس سے شادی کی هے۔ آپ جرمن هوائی دستہ کے حاکم هیں۔

مهاراجہ صاحب دربهنگہ
کونسل آف سٹیٹ نئی دهلی کے اجلاس سے باهر آتے هوئے آپ پر دربهنگہ کے ایک نوجوان نے چاقو سے حملہ کیا۔ جسسے بہت زخمی هوگئے تفصیل صفحہ ۳۹ پر دیکھئے

هز رائل هائی نس ڈیوک آف کینٹ
خیال کیا جاتا هے کہ آپ یونان کے بادشاہ بنائے جائینگے۔

مسٹر روزولٹ
(صدر جمہوریہ امریکہ)
آپ موٹر کے حادثہ سے بال بال بچ گئے۔

مسٹر جے۔ پی۔ سنتھالیہ
آپ دهلی میونسپل کمیٹی کی ایگزیکٹو فائننس سب کمیٹی کے ممبر منتخب هوئے هیں۔

ڈاکٹر ضیاءالدین احمد
آپ علیگڑھ یونیورسٹی کی وائس چانسلر شپ کے لئے امیدوار هیں

چودهری ظفر اللہ خاں
اپنے وائسرائے کی کونسل کی ممبری کا چارج لے لیا هے

مسٹر کے۔ بی۔ سکسینا
جنہوں نے ٹینس اور کرکٹ کے کھیل میں بہت سے کپ اور تمغے حاصل کئے هیں اور کمرشل کالج کا چیمپین شپ بھی آپ کو عطا کیا گیا هے۔

پراسپکٹس کی ایک نقل بموجب دفعہ ۹۲ (۲) ایکٹ ۷ آف ۱۹۱۳ء فائل کی جاچکی ہے

# ستلج کوٹن ملز لمیٹڈ

(قائم شدہ زیر انڈین کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء)

منظور شدہ سرمایہ ............ ۲۵۰۰۰۰۰ روپے

جو دس دس روپے کے دو لاکھ پچاس ہزار حصص میں منقسم ہے،

اس وقت صرف پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کے ایک لاکھ پچاس ہزار حصص جاری کرنا تجویز کیا گیا ہے،

اڑھائی روپیہ فی حصہ درخواست کے ہمراہ اور اڑھائی روپیہ فی حصہ الاٹمنٹ پر اور بقایا حسب ضرورت ڈائرکٹران کمپنی ہذا ادا کیا ہوگا۔ جاری شدہ سرمایہ کا تقریباً ۴۰ فیصدی منیجنگ ایجنٹس ڈائرکٹرز اور ان کے دوستوں نے خرید کرنے کا اعادہ کر لیا ہے، جنرل میٹنگ میں ووٹ کا حق فی آرڈنری حصہ ایک ووٹ ہے اس وقت ترجیح فاؤنڈرز یا مینیجمنٹ کے حصص جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں

## ڈائرکٹرز

(۱) مسٹر جی۔ ڈی۔ برلا آف برلا برادرز لمیٹڈ

(۲) آنریبل رائے بہادر لالہ رام سرن داس سی۔ آئی۔ ای لاہور

(۳) لالہ بشمبر لال ہیتیوری سوداگر آف بمبئی

## بینکرز

امپیریل بینک آف انڈیا ۔ دی سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ

آڈیٹرز: میسرز ایس۔ آر۔ باٹلی بوائے اینڈ کمپنی کلکتہ،

منیجنگ ایجنٹس: میسرز برلا برادرز لمیٹڈ آف کلکتہ، بمبئی، دہلی وغیرہ،

رجسٹرڈ آفس: سبزی منڈی دہلی،

## پراسپکٹس

کمپنی ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری کی گئی ہے جو میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج ہیں، پراسپکٹس کے ہمراہ میمورنڈم بھی چھپا ہے جو اس کا ایک جزو ہے کمپنی کا خاص مقصد پنجاب میں جہاں خام مال مہیا ہونے اور کپڑا فروخت ہونے کی سہولتیں ہوں کوٹن اسپننگ اینڈ ویونگ مل قائم کرنا ہے

ایسے اصحاب کمپنی کی ڈائرکٹری کے مستحق ہو سکتے ہیں جن کے نام میں کم از کم دس ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص ہوں لیکن منیجنگ ڈائرکٹرز کو دو ایسے ڈائرکٹرز منتخب کرنے کا حق حاصل ہے جن کے نام میں متذکرہ بالا حصص کا ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ ترتیب کے لحاظ سے ریٹائرڈ ہوں گے اور نہ ہی یہ ڈائرکٹروں کی ریٹائرمنٹ کی ترتیب کا فیصلہ کرنے میں شمار کئے جاویں گے،

منیجنگ ایجنٹس کا سینئر نمائندہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیرمین ہوگا:

ڈائرکٹروں کی تعداد تین سے کم اور سات سے زیادہ نہ ہوگی:

ڈائرکٹروں کو ہر میٹنگ میں شامل ہونے میں تیس روپیہ فی کس ملیں گے، دیگر آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں متذکرہ ڈیوٹی کے علاوہ اگر ڈائرکٹرز کمپنی کا کوئی اور کام کرینگے تو ان کو اس کا معاوضہ ملیگا۔ ڈائرکٹروں کو میٹنگ کے سلسلہ میں سفر خرچ اور اخراجات ہوٹل بھی ملیں گے، اور دیگر اخراجات بھی جو کمپنی کے لئے ہوں ملیں گے،

مندرجہ بالا اصحاب نے کمپنی کا ڈائرکٹر بننا منظور کر لیا ہے، کمپنی کے منیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ہوں گے جن کا ہیڈ آفس ۸ رائل ایکسچینج پلیس کلکتہ میں ہے،

کم از کم سرمایہ جات کے وصول ہو جانے پر ڈائرکٹرز الاٹمنٹ شروع کریں گے، منظور شدہ سرمایہ کا ۵ فیصدی ہے۔ کمپنی نے ابھی تک کوئی جائداد نہیں خریدی ہے اور نہ ہی جائداد حاصل کرنے کا ابھی تک کسی کے ساتھ اگریمنٹ کیا ہے، حصص فروخت کرنے پر زیادہ سے زیادہ دو فیصدی تک کمیشن دیا جا سکتا ہے،

ابتدائی اخراجات کا تخمینہ تین ہزار روپیہ کا ہے،

آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی رو سے کمپنی کا روبار بورڈ آف ڈائرکٹرز کی نگرانی میں منیجنگ ایجنٹس انجام دینگے، کمپنی کے اول منیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ یا ان کے نمائندے یا ان کے دیگر منتخب شدہ اصحاب ہوں گے جو اسی نام سے یا کسی دیگر نام سے کاروبار چلا سکیں گے، کمپنی کے اول منیجنگ ایجنٹس تاوقتیکہ وہ خود مستعفی نہ ہوں کمپنی کی قائمی سے پچیس ۲۵ سال تک کمپنی کے منیجنگ ایجنٹس رہنے کے مستحق ہوں گے، اس مدت کے بعد بھی آئندہ پچیس سال اور اس کے بعد بھی کمپنی کا منیجنگ ایجنٹس رہنا ان کی مرضی پر ہوگا تاوقتیکہ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج شدہ کلاز نمبر ۱۱۶ کی رو سے ایکسٹرا آرڈنری میٹنگ میں ریزولیوشن کے ذریعہ ان کو علیحدہ نہ کر دیا جائے،

جب تک ملز میں اسپنڈلز اور لومز کی تعداد بالترتیب دس ہزار اور اڑھائی سو رہیگی، منیجنگ ایجنٹس کو پانسو روپیہ ماہوار ملیگا اور جب یہ تعداد بڑھ جائے گی ایک ہزار روپیہ ماہوار ملے گا۔ علاوہ ازیں منیجنگ ایجنٹس کو کمپنی کی کل فروخت پر دو فیصدی کمیشن بھی ملیگا۔ مندرجہ بالا شرائط کے لئے کمپنی اور منیجنگ ایجنٹس کے مابین ایک شرائط نامہ ہوگا

مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں کو کمپنی کا معاوضہ ملیگا،

(۱) مسٹر جی۔ ڈی برلا بحیثیت منیجنگ ڈائرکٹر آف میسرز برلا برادرز لمیٹڈ جو کمپنی ہذا کے منیجنگ ایجنٹس ہیں،

(۲) مسٹر بشمبر لال ہیتیوری کو منیجنگ ایجنٹس کے معاوضہ دو روپیہ سینکڑہ میں سے چار آنے کا حصہ ملے گا۔

(۳) ان کے علاوہ کسی دیگر ڈائرکٹر کا پروموشن یا کمپنی کی پروپرٹی میں کوئی مفاد نہیں،

(۴) کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی نقل کمپنی کے رجسٹرڈ آفس دہلی میں دوران ایام کارکردگی دیکھی جا سکتی ہے،

جی۔ ڈی برلا     رام سرن داس     بشمبر لال ہیتیوری

# مسٹر ریمزے میکڈانلڈ

یورپ سارا یورپ ایک ہیجان میں مبتلا ہے انقلاب کا بھی اندیشہ ہے تمام ممالک بن جاری ہے اور کسی ملک میں بھی اطمینان کی کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہے۔ وہاں کے لوگ اطمینان کا سانس لینے اور آرام کی نیند سونے سے محروم ہیں۔ اس لئے کہ ایک آنے والی جنگ کے خطرہ کا احساس سب کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے جرمنی نے سب سے پہلے بھرتی جاری کی ہے جس کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور روس، فرانس اور اطالیہ جیسے ممالک متعدد دستوروں اور معاہدوں میں مشغول نظر آتے ہیں۔

اطالیہ کے ڈکٹیٹر مسولینی اور سوویٹ روس کے ڈکٹیٹر اسٹیلین کی زندگی کے حالات اس سے پہلے ان صفحات پر دئے جا چکے ہیں۔ برطانیہ کی سیاسیات لیبر پارٹی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور اس کی نمائندگی اس کا وزیر اعظم کرتا ہے۔ اس لئے ہم اس سلسلہ میں آج مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کے مختصر سوانح حیات پیش کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں برطانیہ کی طرف سے جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر سے گفتگو کرنے کے لئے۔ لارڈ سائمن اور کیپٹن ایڈن گئے تھے اور وہاں سے سر جان سائمن واپس چلے گئے اور صرف مسٹر ایڈن نے روس جا کر مسٹر سٹالن سے گفتگو کی۔ اخباروں میں جو اطلاعات چھپی تھیں ان سے معلوم ہوا کہ صورت حالات بہت نازک ہے جرمنی آسٹریا کو اضافہ اسلحہ کی اجازت دینے کی جو کوشش ہو رہی ہے کانفرنس کے ذریعہ کی جا رہی ہے۔ اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ یورپ امن کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جرمنی پارلیمنٹ نہیں گئے تھے خود مسٹریسا کانفرنس میں مسٹر سائمن اور اطالیہ میں مسولینی سے گفت و شنید کر رہے ہیں اور سر جان سائمن ہم ساتھ ہیں۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت عبرت انگیز ہیں کیونکہ آپ ایک غریب گھرانے کے فرد ہیں اور خوشحالی سے اس قدر نا آشنا تھے جیسے کہ اب سونے ہیں آپ اسکاٹ لینڈ کے ہیں۔ آپ نے معمولی مدرسہ میں اور لندن کے اسکول میں تعلیم پائی تھی۔ آپ نے ... سے شروع کیا اور سنہ ۱۸۸۶ء میں لیبر پارٹی کے سکریٹری ہو گئے تھے۔ اس کے بعد آپ لیبر پارٹی کے صدر ہو گئے۔ سنہ ۱۹۰۶ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک مسٹر میکڈانلڈ صحافت اور مضمون نگاری کا کام کرتے رہے اور اقتصادی موضوعات پر آپ نے مضامین لکھے آپ کی بیوی ڈاکٹر ایل گلیڈسٹون ... اور زنانہ اصلاح و بہبودی کے کاموں میں ان کی ... سمجھی جاتی تھی۔ ان کا انتقال سنہ ۱۹۱۱ء میں ہوا۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ پارلیمنٹ میں کس طرح داخل ہوئے اس کی مختصر تاریخ یہاں پر بیان کر دینا ... سنہ ۱۸۹۵ء کے انتخابات میں ناکام ہوئے اس کے بعد ... لیسٹر کے حلقہ انتخاب سے بھی منتخب نہیں ہوئے۔ ... دو بار امیدوار ہوتے رہے ... سنہ ۱۹۰۶ء میں ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوئے۔ ... اسی حلقہ انتخاب کی نمائندگی کرتے رہے۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء ... انتخابات میں آپ ابراون کے حلقہ سے منتخب کئے گئے اور ... لیبر پارٹی کا رہبر بنا دیا گیا اس لئے آپ برطانوی پارلیمنٹ ... ورکنگ کمیٹی کے لیڈر ہو گئے۔ اس سلسلہ میں یہ

... تعلقات جناب بھی ہے پڑھے جائیں گے کہ سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک وہ لیبر پارٹی سے بھی مخالفت جنگ کی تحریکیں شریک تھے اور نہایت گرمجوشی کے ساتھ جنگ کی مخالفت کرتے رہے۔

دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء کے عام انتخابات میں لیبر پارٹی نے بہت سی نشستیں حاصل کر لیں اور ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء میں مسٹر بالڈون کی وزارت کا خاتمہ ہو گیا تو مسٹر ریمزے میکڈانلڈ وزیر اعظم ہو گئے۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کی یہ پہلی وزارت تھی۔ جو کمیونسٹوں کی کارروائیوں کے باعث صرف دس ماہ کی حیات کے بعد ختم ہو گئی۔

سے اور بہت دورہ کے اثنا میں آپ گزر کر آگرہ کی دیکھنے کے لئے ہر قدر تشریف لے گئے ہے اسٹیشن پر گورنمنٹ کل سے رعایاؤں کی بندش سے آپ کا سوآگت کیا۔ اس موقعہ پر پنڈت ... بھی ہو گئے سوامی شردھانند جی مہاراج تھے آپ سے کہا کہ میں سوامی شردھانند جی کی طرف سے ہندوستان کے ہونے والے وزیر اعظم کا سواگت کرتا ہوں۔ اس وقت مزدور پارٹی کے قصہ میں ... کی کیمپ سے زیادہ نشستیں تھیں۔ مسٹر میکڈانلڈ انگلستان کی سرخلست ... لیڈر ... کر لیا

## ماہرِ سیاسیات

(از قلم منشی گوپی ناتھ صاحب امنؔ لکھنوی)

(خاص نیرنگِ خیال کے لئے)

اصولوں کو ضرورت کیلئے قربان کر دینا　　تدبّر سے مخالف کا پھر اطمینان کر دینا

یہی بازِ حکومت ہے سیاست اسکو کہتے ہیں　　جو ماہر اسمیں ہو اہلِ فراست اسکو کہتے ہیں

وزیرِ اعظمِ برطانیہ ماہر ہیں اس فن میں　　جہاں میں دھوم ہے بجتا ہے ڈنکا انکا لندن میں

پئے ہندوستاں ملیں جو تھے جذبات آزادی　　باعہدہ تو نہیں ایکدم ہو گئی سردی

کہا تھا آپ نے ہندوستاں کا حق ہے آزادی　　عمل سے اپنے لیکن اسکی بنیاد آپ ہی ڈھا دی

تھے مزدوروں کے لیڈر ... سے　　حکومت کے لئے اب مل گئے رجعت پسندوں سے

زمانہ کی ہواؤں کے موافق رُخ بدلتے ہیں

جو جسمیں فائدہ اپنا وہ ایسی چال چلتے ہیں

مئی سنہ ۱۹۲۹ء کے عام انتخابات میں مسٹر میکڈانلڈ بھی ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوئے اور جون سنہ ۱۹۲۹ء میں جب مسٹر بالڈون وزارت مستعفی ہو گئی تو پھر وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اور اس کے بعد سنہ ۱۹۳۱ء میں نیشنل گورنمنٹ قائم ہوئی جس میں مسٹر میکڈانلڈ نے اپنے تمام اصولوں کو خیرباد کہہ دیا۔

یہ مسٹر میکڈانلڈ کی پارلیمنٹری زندگی کا مختصر سا خلاصہ ہے۔ مسٹر میکڈانلڈ سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۱۵ء تک انڈین سول سروس کمیشن کے ممبر تھے اور اس سلسلہ میں آپ سنہ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان بھی آئے

انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ دنیا میں زبردست انقلاب آنے والا ہے اس وقت سے اب تک نہیں معلوم دنیا کے تیور میں کس قدر لہریں آئیں۔ جنگ عظیم ہوا اور ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جو حالات رونما ہوئے ان سے کسی نے فائدہ اٹھایا ہو یا نہ اٹھایا ہو مسٹر میکڈانلڈ نے بڑا فائدہ اٹھایا اور وہ دن کہ جب ایک غریب گھر میں پیدا ہوا۔ غریبوں کا لیڈر بن کر ترقی کی سیڑھی سے اونچائی پر پہنچنے کی خواہش رکھنے والے اس مسٹر کو انگریزی قوم نے اپنے ووٹوں کے ذریعہ پارلیمنٹ

میں سب سے بڑی پارٹی کو لیڈر تسلیم کر لیا۔ اور وزیر اعظم کی گدی پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد جس طریقہ پر ٹوری اور لبرل پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ کر کے نیشنل گورنمنٹ کی بنیاد ڈالی اور اس کی طرف سے بھی خود وزیر اعظم بنے۔ یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس موقعہ پر پریس میں جو رائے زنی ہوئی۔ اس میں کئی اخباروں کی رائے تھی کہ ریمزے مسٹر میکڈانلڈ نے ایک سیاسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ پرانی سب باتیں ختم ہو گئیں۔ وہ سوشلسٹ ہے اور نہ وہ مزدوروں کی نمائندگی۔ اب تو دنیا کے اقتصادی مسئلہ اور تخفیف اسلحہ جات کا چرچا ہے۔ اگر کوئی غیر متعصب شخص میکڈانلڈ کی زندگی کے کارناموں پر تبصرہ کرے تو وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسٹر ریمزے ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جس سے ان کا نام یورپ کی سیاسی تاریخ میں امر ہو جائے۔ اصل خیرباد۔ پارٹی کا ساتھ دینا غلط۔ اگر کوئی چیز مقدم ہے تو دوام بننے کی خواہش۔ اب زمانہ بتائے گا کہ یہ طرز عمل کہاں تک جائز ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ مصنف بھی ہیں۔ آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کا نام سوشلزم ہے جس کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اور دوسری کا نام ہندوستان کی بیداری ہے۔ اگرچہ ہمارا خیال ہے کہ آپ تمام سوشلسٹ خیالات کو خیرباد کہہ دینے اور ایک قدامت پسند حکومت کی وزارت قبول کرنے کے بعد آپ ان دونوں تصنیفوں کو بھول چکے ہوں گے۔ مگر ہم اس سلسلہ میں آخر الذکر کتاب کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے کہا تھا کہ ہندوستان کا حق ہے کہ وہ آزادی کا خواہشمند ہو اور اگر لیبر حکومت کبھی برسر اقتدار آئے گی تو اس کا خیال کرے گی۔ مگر زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ مسٹر میکڈانلڈ کی پارٹی دو بار برسر اقتدار آئی۔ اور آپ خود وزیر اعظم ہوئے مگر اس عہدے نے تمام پچھلے وعدوں کو ان کے دل و دماغ سے خارج کر دیا۔ ان کے عہد وزارت میں ہندوستان پر جس سخت گیری سے حکمرانی کی گئی اس کی مثال کسی پچھلے وزیر کے زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا تھا اور ہندوستان کے متعلق آپ کا تازہ ترین کارنامہ "کمیونل ایوارڈ" ہے جس کے جداگانہ انتخاب کا اصول اور نشستوں کی تقسیم ہندوستان میں جھگڑوں کا باعث بنی ہوئی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ نے فروری سنہ ۱۹۳۳ء لوزان کانفرنس کی اور جون جولائی سنہ ۱۹۳۳ء میں عالمگیر اقتصادی کانفرنس کی صدارت کی تھی۔ فروری سنہ ۱۹۳۴ء میں آپ کی ایک آنکھ کا آپریشن بھی ہوا تھا۔ کام کی زیادتی کے باعث آپ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء میں تین ماہ کے لئے آرام کرنے کی غرض سے کناڈا چلے گئے وہاں سے صحتیاب ہونے کے بعد اب پھر لندن واپس آ گئے ہیں اور اپنے عہدے کے فرائض پھر بڑی سرگرمی کے ساتھ سر انجام دے رہے ہیں۔

# دیہاتوں میں اُون کی صنعت کی ترقی

## ہندوستان کے لئے ایک جاپانی سبق

(تیج کے خاص نمائندہ مسٹر چمن لال جرنلسٹ مقیم ٹوکیو کے قلم سے)

پروفیسر بارکر کی تازہ ترین رپورٹ میں جو آج کل نگرانی میں یوپی ہندوستان کے دیہات سدھار تحریک کے مفید مطلب ایک چیز ہے۔ یہ رپورٹ دیہات میں اُون کی صنعت کو ترقی دینے میں معاون ہوگی۔ پروفیسر اے ایف بارکر جو ایک بڑی مدت تک دنیا کے سب سے بڑے اُونی انسٹی ٹیوشن یعنی لیڈز کی یونیورسٹی کی صنعت پارچہ بافی کے انچارج رہے ہیں۔ انہوں نے چین سے پیرو تک اس صنعت کا وسیع تجربہ حاصل کیا ہے۔ مسٹر بارکر نے نصاب کی کتابوں کے علاوہ اُون کی پیداوار اور تیاری پر رپورٹ لکھی ہے۔ مسٹر بارکر کی یہ آخری رپورٹ یو۔ پی میں اس صنعت کی ترقی کے امکانات کے موضوع پر ہے جن لوگوں کو ہندوستان کی اُون کی صنعت میں دلچسپی ہے وہ اسے غور سے ساتھ پڑھیں گے۔ یہ رپورٹ ان لوگوں کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی جو موجودہ صنعتی مسائل کے حل کرنے میں مصروف ہیں۔

۱۹۳۱ء میں مہاراجہ کشمیر نے پروفیسر بارکر کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ کشمیر میں اُون کی پیداوار کے مسائل اور کشمیر کی گھریلو صنعتوں کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کریں۔ پروفیسر بارکر کی روانگی سے پیشتر انہیں یو۔ پی میں اس صنعت کی ترقی کے امکانات اور اس کے اقتصادی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے مامور کیا گیا۔ پروفیسر بارکر کی رپورٹ کی اشاعت میں اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ کیونکہ انہیں اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تنقیدی نظر سے غور کرنا پڑا۔ اور بعض مسائل کے لئے کئی نئے نئے تجربے کرنے پڑے۔

یو۔ پی میں باریک اُون کاتنے کا کام کسی جگہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ چرخہ۔ جسے مہاتما گاندھی نے ہر دلعزیز بنا دیا ہے کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ لیکن عام طور پر اون تکوے پر کاتی جاتی ہے اور بُنائی بالعموم کرگھا پر ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آبادی اتنی چلتی پھرتی ہے کہ بھیڑیں سردی کے موسم میں میدانوں میں رہتی ہیں اور گرمی میں پہاڑ پر چلی جاتی ہیں۔ درحقیقت تکوے پر کاتنا اتنا سہل ہے کہ چرواہے جنگل میں جہاں وہ اپنی بھیڑوں کو لے جاتے ہیں اُون کات لیتے ہیں۔

اس رپورٹ کے چوتھے۔ پانچویں۔ چھٹے۔ ساتویں آٹھویں اور نویں باب میں ہاتھ کے ذریعہ اُون کاتنے اور بُننے کی ترقی کے امکانات۔ برقی قوت کے ذریعہ بُننے۔ رنگ سازی۔ کپڑے کی نفاست اور دیگر پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔

اس رپورٹ میں مختلف قسم کے اُون کے ذریعہ بُنائی اور کتائی کے نتائج پر دلچسپ تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور بعض ایسی تجاویز پیش کی گئی ہیں جن پر عمل درآمد کرکے موجودہ حالات کے ماتحت زیادہ مقدار میں اور بہتر اُون حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں مشنری کے استعمال میں بتدریج اضافہ کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ رپورٹ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کوئٹہ اور کرگھے میں بھی اصلاح اور

بہت سی کی گنجائش ہے۔ اور اگر گورنمنٹ ان کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرے تو وہ حق بجانب ہوگی۔ اور

نئے طرز استعمال کے لئے اُون کی پیداوار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مشینری کے بند۔ بیج استعمال کے ہر ہر طریق پر کچھ خاص تجاویز اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

بھاپ کے ذریعہ کام لینے پر جو مصارف ہوں گے اس پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے اور بھاپ کی تیاری میں جو خرچ ہوگا اس کی تفصیل دسویں باب میں دی گئی ہے۔

اس رپورٹ میں بہت سی تصویریں اور نقشے ہیں اور اس میں جو تجویزیں رکھی گئی ہیں وہ قابل عمل ہیں۔ اگر اعداد و شمار سے اُون تیار کرکے مختلف طریقوں پر مصارف کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کے اقتصادی پہلوؤں پر کوئی عام بحث نہیں کی گئی ہے۔ اور یہ ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہر جگہ اُون کی پیداوار پر وہاں کے مخصوص حالات کے مطابق خرچ ہوگا۔ درحقیقت ایسی صورت میں جب ایک چرواہا جنگل میں ہی اُون کاتتا ہے خرچ کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس سے اسے جو آمدنی ہوتی ہے اس سے اس کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس آمدنی کو اس کی تنخواہ یا اُجرت میں سے وضع نہ کیا جائے۔

# ستاروں میں آندھیاں

شکاگو یونیورسٹی کے دو ہیئت دانوں نے سائنس کی ترقی کے امریکن ایسوسی ایشن میں ایک عجیب و غریب دریافت کا اعلان کرکے دنیا کو محو حیرت کردیا ہے۔

انہوں نے پہلی مرتبہ یہ دعوےٰ کیا کہ جس طرح زمین پر آندھی آتی ہے اسی طرح ستاروں پر بھی طوفانی آندھیاں آتی ہیں جو ۱۸ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں۔ یعنی ہماری آندھیوں سے ہزار گنا تیز ہوتی ہیں۔ یہ آندھیاں اگرچہ بہت تیز ہوتی ہیں لیکن وہ بے برصورت ہماری آندھیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ جس طرح ہماری دنیا کی فضا میں ہیجانی گیس موجود ہے جس کی توجہ سے آندھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ آندھیاں بھی ستاروں کی فضا میں پیدا ہوتی ہیں۔

ستاروں کی آندھیوں کی رفتار کا اندازہ کرنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ وہ زمین سے ڈھائی کروڑ میل کے فاصلہ پر چلتی ہیں۔ لیکن ان ہیئت دانوں نے ان کا صحیح اندازہ کرکے اپنی قابلیت کا لوہا منوا لیا ہے۔

ستاروں کی روشنی پر ان آندھیوں کا فطرتاً اثر پڑتا ہے چنانچہ "اسپکٹراسکوپ" کے ذریعہ سے اس روشنی کا معائنہ کیا گیا۔ اور ان آندھیوں کی وجہ سے اس میں جو فرق پڑا ہے اس سے آندھیوں کی رفتار کا اندازہ کرلیا گیا۔

اس نئی دریافت سے علم ہیئت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ اب تک ہیئت دانوں کا یہ خیال تھا کہ ستاروں کی فضا بالکل پرسکون ہے۔ ہیئت دان ستاروں کی روشنی میں اکثر فرق محسوس کیا کرتے تھے۔ اور یہ چیز برسوں سے ان کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن اس دریافت سے اب اس کی معقول وجہ معلوم ہوگئی ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ستاروں کی آندھیوں میں زمین کی آندھیوں کے مقابلہ میں ہوا بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ ستاروں کی فضا میں زمین کی فضا کے مقابلہ میں فی مربع گز کی مقدار کم ہے۔ ویسے دونوں گیسوں کے اجزا میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

بہرحال دیکھنا ہے کہ اس نئی دریافت سے ستاروں کے ساتھ گفت و شنید کرنے کی کوششوں میں کہاں تک کامیابی ہوتی ہے۔

جنگ عظیم کے دوران میں ہندوستان نے جو بے نظیر قربانی کی ہے اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ہندوستان کو اس جنگ سے کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا۔ اس کے باوجود اس نے اپنے حکمرانوں کو وقت پر ساتھ دیا۔ اور اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دیا۔

"غرض اس جنگ کے موقعہ پر جسے جنگ آزادی کہا جاتا ہے ہندوستان نے اپنی خدمات کے ذریعہ سے اپنے آپ کو مہذب دنیا میں برابری کے ساتھ شریک ہونے کا اہل ثابت کر دیا۔ اس لحاظ سے وہ آزادی کا مستحق ہے"

اب یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ہندوستان حصول آزادی کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ قابلیت کا لفظ بہت وسیع ہے۔ حکومت کرنے کی قابلیت صرف پڑھے لکھے لوگوں ہی میں نہیں بلکہ غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ لارڈ برائس اپنی کتاب ماڈرن ڈیماکریسیز جلد اول صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں:۔

# ہندوستان کے ساتھ برطانیہ کے وعدے

(ازجناب خواجہ عبدالرحیم بی۔ اے۔ دہرہ دون)

(خاص پنچ دیکل کے لئے)

"اس کی مثالیں مل سکتی ہیں کہ عوام الناس نے بعض ملکوں میں اس طرح اور اس خوبی سے اپنے رائے دہندگی کے حق کو ادا کیا ہے جس طرح کہ ان لوگوں نے جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں"

علاوہ ازیں تاریخ میں بھی ایسی مثالیں ہیں کہ بعض ممالک جن کے باشندوں میں تعلیم کم تھی ان میں اپنے ملک کے مناسب حال ذمہ دارانہ حکومت قائم کی تھی۔ اس لئے محض اس بنا پر کہ ہندوستان کے لوگ اتنے تعلیم یافتہ نہیں جتنے یوروپ کے لوگ ہیں۔ ہندوستان کو آزادی کے قابل نہ سمجھنا سخت غلطی ہے۔

"اصول سیاست کے مطابق قابلیت صرف حکومت کرنے کی خواہش کا نام ہے ..... اور جب کسی ملک میں یہ خواہش شدت کے ساتھ پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس قوم کو آزادی دے دینی چاہئے"

لارڈ برائس کی مندرجہ ذیل تحریر جو انہوں نے اپنی کتاب ماڈرن ڈیماکریسیز کی جلد دوم صفحہ ۵۴۰ پر لکھی ہے۔ بالکل واجب اور درست ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ بات جو کہی جاتی ہے بالکل سچی ہے کہ علم اور تجربہ نیز ذہانت کسی قوم کو آزاد حکومت کا مستحق بنانے کے لئے نہایت ضروری امور ہیں لیکن تجربہ نہ ہونے سے بھی زیادہ خطرناک نقص جو اس مقصد کے حصول کی راہ میں ہوتا ہے۔ وہ افراد قوم میں آزادی کی خواہش کا نہ ہونا ہے:

"خود مختارانہ حکومت بغیر عامۃ الناس میں خواہش آزادی ہونے کے نہیں ہو سکتی اور یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ خواہش جب کسی ملک کے باشندوں میں پیدا ہو جائے۔ تو ان کو آزادی سے محروم رکھنا لوگوں کو کچھ نہ کچھ سزا دینا ہے"

واقعات خود شاہد ہیں کہ یہ خواہش عوام میں موجود ہے۔ جو چند سال پہلے تعلیم یافتہ طبقہ کے سوا دوسروں میں معدوم تھی۔ اب یہ خواہش عام لوگوں میں بھی پھیل گئی ہے۔

اگر اس ملک میں اس سوال کے متعلق رائے عامہ لی جائے تو وہ لوگ جو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ایسی خواہش عوام میں موجود ہے مجبور ہو کر اسے تسلیم کریں گے۔ اس خیال سے کہ آزادانہ حکومت کا کوئی نیا تجربہ نقصان دہ ثابت ہوگا دل سے دور کر دینا چاہئے۔ لارڈ برائس ماڈرن ڈیماکریسیز جلد دوم صفحات ۵۴۷-۵۴۶ میں لکھتے ہیں:۔

"غلطیاں ہوں گی اور نقصان یقیناً اٹھانا پڑے گا۔ لیکن جب تک کسی قوم کو اس کا کوئی مصیبت زدہ ہمسایہ غلام نہیں بنا لیتا یا اپنے اندر جذب نہیں کر لیتا ناکامیاں شاذ و نادر ہی ناقابل اصلاح ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خود مختار حکومت کی برکات میں سے یہ ایک برکت ہے کہ نقص سے علم پیدا ہوتا ہے اور علم سے دانائی پیدا ہوتی ہے جب کہ اس کے برخلاف غیر حکومت خواہ کسی قدر خیر خواہ کیوں نہ ہو۔ اس کے ماتحت لوگوں کا علم اول تو بڑھتا ہی نہیں اور اگر بڑھتا ہے

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

# نمود سحر

(ازجناب سید منظور علی اشعر حیدری دہلی)

(خاص پنچ دیکل کے لئے)

بستر راحت سے سرائے دل اٹھا | رات کا وہ پردۂ حائل اٹھا
کیوں نہ اٹھے اس طرح دامان شب | تو کجے یہ پردۂ محمل اٹھا
محفل شب سے بہ ہنگام سحر | ایک اک تارا بصد مشکل اٹھا
اب ذرا کچھ نور پھیلا پو پھٹی | اب ذرا کچھ لطف آب و گل اٹھا
ناز سے انگڑائیاں لیتا ہوا | بزم عشرت سے مہ کامل اٹھا

محفل شب کی ہے باقی یادگار
صبح کا تارہ باندازِ بہار

اس تن تنہا میں بھی وہ نور ہے | نور سے سارا جہاں معمور ہے
کھل کھلا کر ہنس رہی ہے ہر کلی | مستئ دوشینہ سے جو چور ہے
کیوں نہ ذرے ریزۂ الماس ہوں | روشنی نزدیک ظلمت دور ہے
پنجۂ گل سے صبا لے جائیگی | جس قدر مٹھی میں زر مستور ہے
اپنے جوش انبساط عیش سے | عندلیب اظہار پر مجبور ہے
ہر طرف پھیلی ہوئی بکھری ہوئی | موج نکہت کیا ہے موج نور ہے
ڈالی ڈالی حور کی انگڑائی ہے | غنچۂ غنچہ شعلۂ طور ہے

صبح کے تارے کی ایک لمحہ حیات
رہ گئی بنکر بہار کائنات

چونک اے حیراں نصیب اہل دل | ہو چکا ہنگامہ راز و نیاز
وہ اٹھا گہوارۂ خاور سے مہر | وہ ہوئی برہم شعاع دل نواز
پھر زمین و آسماں روشن ہوئے | پھر نئے ذروں سے پھر کی ساز باز
پھر خمار شب سے بیگانہ ہوئی | آئی پھر گردش میں چشم نیم باز

ایں نمود صبح بس آزاد است
چشم ما روشن دل ما شاد است

اسٹریسہ کانفرنس میں اٹلی کی جانب سے مطالبہ پیش کیا جائیگا کہ آسٹریا کو بھی جنگی طاقت میں اضافہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر یہ مطالبہ منظور ہوا تو اٹلی، فرانس اور انگلینڈ مل کر جرمنی کے مقابلہ پر مشترکہ محاذ پیش کریں گے۔

# ہندوستان میں غیر ملکی اشیاء کی درآمد

## تیار کپڑے

| | ۳۰-۱۹۲۹ء | ۳۱-۱۹۳۰ء | ۳۲-۱۹۳۱ء | ۳۳-۱۹۳۲ء |
|---|---|---|---|---|
| تیار کپڑے | ۵۷ لاکھ روپے | ۵۰ لاکھ روپے | ۴۰ لاکھ روپے | ۴۰ لاکھ روپے |
| سنہری اور روپہلی زری | ۴۷ لاکھ " | ۲۰ لاکھ " | ۷ لاکھ " | ۱۰ لاکھ " |
| ٹوپی، ہیٹ وغیرہ | ۲۹ لاکھ " | ۱۹ لاکھ " | ۱۸ لاکھ " | ۱۷ لاکھ " |
| لاسٹیا | ۷ لاکھ " | ۶ لاکھ " | ۵ لاکھ " | ۶ لاکھ " |
| پہنے ہوئے کپڑے | ۱۹ لاکھ " | ۱۲ لاکھ " | ۱۱ لاکھ " | ۸ لاکھ " |
| واٹر پروف کپڑے | ۴ لاکھ " | ۴ لاکھ " | ۱ لاکھ " | ۳ لاکھ " |
| میزان | ۱۷۱ لاکھ | ۱۱۱ لاکھ " | ۸۲ لاکھ " | ۸۳ لاکھ " |

تیار کپڑوں میں ملک کا کتنا روپیہ باہر چلا جا رہا ہے۔ یہ مندرجہ بالا نقشے سے صاف ظاہر ہے۔ اس مالی مشکلات کے وقت ہمیں فیشن پرستی میں تیار کپڑے استعمال کرنا زیب نہیں دیتا۔ غیر ممالک سے ہیٹ، ٹوپی، زری، واٹر پروف، تیار کپڑے اور پہنے ہوئے جو کپڑے یہاں آتے ہیں وہ سب ہمارے اپنے ملک میں بھی بہت سی سہولیت سے تیار ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پھر بھی ہم میں سے بہتوں کی بدیشی کپڑے پہننے کی لت دور نہیں ہوئی۔ ایک وقت تھا جب ہندوستان کے زری گوٹ ٹھپے اور کارچوبی کے کام سے دنیا رشک کرتی تھی لیکن آج وہ دن آگیا ہے جب اسی ہندوستان کی اولاد اپنی زری کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دس لاکھ روپے کے قریب پردیسیوں کو بھینٹ کر دیتی ہے۔ اب بھی بنارس، سورت، پونہ، چیلہ وغیرہ شہروں میں مذکورہ بالا تمام چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق اکیلے سورت شہر ہی میں اس تجارت میں بیس ہزار کے قریب آدمی لگے ہوئے ہیں۔ اس وقت وہاں کا بڑی فیکٹریاں اور چھوٹے چھوٹے کارخانے ہیں۔ ہر ایک چھوٹے کارخانے میں پانچ سات آدمی سونے چاندی کے تار بنانے اور کارچوبی وزری وغیرہ کا کام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ سورت والوں کا یہ ایک طرح سے خاص پیشہ ہے۔ پونہ اور بھیونڈی میں بھی کئی ایک کارخانے ہیں جن میں بہت سے آدمیوں کا پیٹ پلتا ہے۔ خود بمبئی میں بھولیشور، بھنڈی بازار اپنے دکھنی وغیرہ حصوں میں یہ کاریگری اچھے پیمانے پر چل رہی ہے۔ اس کے علاوہ سورت میں گوٹے اور فیتے وغیرہ تیار کرنے میں صرف بارہ ہزار آدمی لگے ہوئے ہیں۔ اگر ہم لوگ صرف اپنے ہی ملک میں تیار کی ہوئی زری، گوٹہ، چکا پیل وغیرہ استعمال کرنے کا تہیہ کر لیں۔ تو صرف اس کاریگری میں ہی اب بھی ہزاروں آدمی اور لگ سکتے ہیں۔

## بوٹ اور جوتے

| | ۳۰-۱۹۲۹ء | ۳۱-۱۹۳۰ء | ۳۲-۱۹۳۱ء | ۳۳-۱۹۳۲ء |
|---|---|---|---|---|
| کینوس | ۴۱ لاکھ روپے | ۴۱ لاکھ روپے | ۴۲ لاکھ روپے | ۳۰ لاکھ روپے |
| چمڑے کے | ۲۱ لاکھ " | ۱۳ لاکھ " | ۱۱ لاکھ | ۱۴ لاکھ " |
| دیگر | ۲۵ لاکھ " | ۱۴ لاکھ " | ۱۲ لاکھ " | ۸ لاکھ " |

یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ہم لوگ اب بھی ۵۲ لاکھ کی بڑی رقم جوتوں کے لئے باہر بھیجتے ہیں۔ ہمارے ملک میں شاید ہی کوئی ایسا گاؤں یا قصبہ ہوگا جہاں اچھے موچی موجود نہ ہوں۔ ان موچیوں کے علاوہ اب ہندوستان کے ہر گلی کوچے میں کئی کارخانوں کے بڑھیا سے بڑھیا جوتے بھی مل سکتے ہیں۔

اس وقت ولیتی جوتوں کا بازار زیادہ تر جاپان اور زیکوسلوویکیا کے ہاتھ میں ہے۔ زیکوسلوویکیا کی باٹا کمپنی نے تو یہاں ایک کارخانہ کلکتہ میں کھول دیا ہے۔ جاپان کے جوتے سستے ہونے کی وجہ سے خوب بک جاتے ہیں۔ ہر ایک شہر میں ہزاروں جاپانی جوتے بکتے دکھائی دیتے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں ۵ لاکھ ۲۸ ہزار، سنہ ۱۹۳۰ء میں ۴۸ لاکھ ۴۴ ہزار اور سنہ ۱۹۳۱ء میں ایک کروڑ جوڑے جوتے اکیلے جاپان سے ہندوستان میں آئے۔ اگر یہی حالت چند سال اور رہی تو بھگوان جانے ہماری کیا حالت ہوگی۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں کل ۹۰ لاکھ جوڑے ایسے یہاں آئے جن میں ۸۰ لاکھ ۴۴ ہزار اکیلے جاپان سے آئے۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں یہ تعداد کم ہو کر ۸۰ لاکھ ۷۸ ہزار رہ گئی۔ اس میں بھی جاپان کا حصہ ۷۶ لاکھ ۹۲ ہزار رہا۔

از
حضرت مونس سیوہاروی

خاص تیج ویکلی کیلئے

ڈورا دنیا سے بے خبر تالاب کے کنارے بیٹھی رنگین مچھلیوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ کہ کسی نے پیچھے سے پکارا "ڈورا!"

ڈورا نے سنا لیکن قصداً توجہ نہ کی اور اسی طرح مچھلیوں سے کھیلتی رہی۔ آواز پھر آئی۔ "ڈورا!!"

اس مرتبہ ڈورا نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو وہی بچپن کا ساتھی موری یادا کھڑا مسکرا رہا تھا۔ موری یادا اس کے ساتھ ہی اسکول میں پڑھا کرتا تھا عجب بے پروا لڑکا تھا۔ پڑھنے لکھنے میں کبھی دل نہ لگایا۔ دو سال ہوئے اسکول چھوڑ چکا تھا۔ اسکول بھر میں موری یادا ہی ایسا لڑکا تھا جس سے ڈورا کو محبت تھی۔ وہی لڑکپن کی محبت۔ ساتھ کھیلنا۔ لڑنا۔ جھگڑنا اور روٹھنا منانا۔ اور بس۔ کتنا پُر لطف اور معصوم تھا وہ زمانہ!

چاند کی روشنی چیڑ کے گھنے درختوں میں سے چھن چھن کر پانی پر پڑ رہی تھی۔ تالاب کے چاروں طرف دور دور تک سبز گھاس اور خودرو جاپانی پھول اُگے ہوئے تھے ڈورا گردوپیش کے مناظر سے بے خبر تھی۔ لیکن فطرت غیر محسوس طریقے سے اپنا اثر کرتی ہے۔ ڈورا کے دل میں آج کچھ عجیب قسم کا ہیجان نمودار تھا۔ اُسے ہر چیز اصلیت سے کہیں زیادہ رنگین اور پُر کیف نظر آ رہی تھی۔

اس نے یوں ہی موری یادا کی طرف دیکھا۔ موری یادا کے ہونٹوں پر ایک حسین تبسم کھیلنے لگا۔ ڈورا کی دوشیزگی شرما کے رہ گئی۔ وہی لڑکپن کا ساتھی جس کے ساتھ پندرہ سال تک انہیں جنگلوں میں۔ اسی تالاب کے کنارے، ہزاروں کھیل کھیلے تھے آج جب تنہائی میں سامنے آیا تو کسی لطیف جذبے نے دل کی رگ رگ میں گدگدی پیدا کر دی۔

موری یادا نے قریب آ کر کہا:۔ "ابھی تک کیا کر رہی ہو یہاں ڈورا؟"

ڈورا نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک؟ کب بہت دیر ہوگئی ابھی تو چاند گرجا کے برج تک بھی نہیں آیا۔"

"نہیں دیر تو نہیں ہوئی۔ میرا مطلب تھا کہ اکیلی کیا کر رہی ہو" موری یادا نے کہا۔

"کرنا ہی کیا ہے بابا کو روٹی کھلا کر آئی تھی۔ جی چاہا کہ تھوڑی دیر جنگل میں گھوم لوں۔ گھر بھی تو کوئی کام نہیں تھا۔ مگر تم ادھر کیسے آ گئے یادا؟"

"تمہاری تلاش میں! پرسوں سے تم ملی ہی نہیں ابھی تمہارے گھر گیا تھا وہاں تم نہ ملیں تو ادھر چلا آیا۔"

"اچھا تو تم گھر گئے تھے لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں" ڈورا نے ایک عجیب انداز سے ہنستے ہوئے موری یادا سے دریافت کیا۔

"نہ معلوم کیوں دل نے کہا کہ تم اس وقت تالاب پر ہی ہوگی"

"تو تمہارا دل اب ایسا ہو گیا" کہہ کر ڈورا ہنسنے لگی موری یادا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

موری یادا ڈورا کے قریب ہی تالاب کے کنارے بیٹھ گیا۔ بڑی دیر تک وہ گاؤں میں لگنے والی پیٹھ کی باتیں کرتے رہے اپنے اسکول کی معلمہ کے متعلق مسخر آمیز انداز میں گفتگو کرتے رہے۔

یکا یک ڈورا نے گفتگو کا رُخ پلٹا اس نے اپنی لمبی لمبی سیاہ پلکوں کو آہستہ آہستہ اٹھا کر موری یادا کی طرف دیکھا۔ موری یادا کے جسم میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ اس نے آج سے پہلے کبھی ڈورا کو اتنا حسین نہیں سمجھا تھا۔

ڈورا نے کہا "یادا، سنا ہے اس اتوار کو پانچو والی لڑکی کی شادی ہے؟"

"ہاں! گاؤں بھر میں تو اس کی شہرت ہے۔ جس لڑکے سے اس کی شادی ہے وہ ہمارے ہی پاس رہتا ہے۔ اسی گھر میں جس میں شاہ بلوط کا بڑا درخت کھڑا ہے۔"

"اچھا۔" کہہ کر ڈورا خاموش ہوگئی۔ ایک منٹ کے بعد پھر اس نے دریافت کیا:۔ "کیا عمر ہوگی اس لڑکے کی یادا؟"

"بستر سال کا ہوگا کیوں تم یہ کیوں پوچھتی ہو؟"

ڈورا نے ہنس کر کہا: "یوں ہی۔ تمہاری عمر بھی تو اتنی ہی ہوگی تم شادی کیوں نہیں کرتے؟"

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

معاملہ کا بدترین پہلو یہ تھا کہ حسین ڈورا کا غریب باپ بڈھے چانگ لی کا مقروض تھا تین سوین! ایک جاپانی سکہ) کوئی ایسی رقم نہ تھی جس کے لئے انسان اولاد جیسی عزیز شے کی سرتوں کو قربان کردے۔ لیکن ڈورا کے باپ کے لئے تین سوین ہمارا جاپان کو بیچ کرنے سے کم نہ تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے دن رات وہ تصویریں گھومتی رہتی تھیں جسے ڈورا اور کریہہ المنظر چانگ لی کا خیال نے تباہ کر دیا تھا۔ وہ روہ کر افسوس کرتا تھا کہ اس نے کیوں آج سے بیس سال اس کی راتوں کا سکون بھی شادی کے وقت قرض لیا تھا کاش وہ یہ قرض حاصل ہی نہ کر سکتا اور بیٹیہ غیر شادی شدہ رہتا۔ قبل چانگ لی سے اپنی پندرہ سالہ پھول سی بیٹی کو چانگ لی پر قربان نہ کرنا پڑتا!

ہی قبلہ ہوتے آج اپنی ڈورا کا باپ خشک پتوں پر کروٹ بدل کر پھر سوچنے لگا کہ ضعیفی میں ہوس کس قدر تیز ہو جاتی ہے۔ کیا کم ہوگی جب اپنی شادی کے وقت میں نے اس سے قرض لیا تھا تو بھی اس کا چہرہ چانگ لی کی عمر ستر سال سے ہوا تھا۔ آج سے بیس سال پہلے بھی اس کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں برف کی طرح سفید تھیں جھریوں سے اس طرح چھپا سے دفن کر دینے کے بعد بھی ہوس کا وہی عالم ہے۔ اور ڈورا کو شریک حیات بنانے پر چار بیویوں کو اپنے ہاتھوں تُلا ہوا ہے۔ اُف اگر آج ڈورا کی ماں زندہ ہوتی تو اس کے دل پر کیا گذرتی؟ گر وہ تو اس مصیبت سے پہلے ہی اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکی تھی بیوی کی یاد نے غریب بڈھے کو اور بھی پریشان کر دیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ڈورا اپنے باپ کو روٹی کھلا کر ابھی چیڑ کے پیڑوں کے نیچے تالاب کے کنارے چلی گئی تھی وہ پندرہ سال کی حسین دوشیزہ تھی۔ ایک غریب باپ کی تیز فہم بیٹی! اس نے اپنے گاؤں کے چھوٹے سے اسکول میں معمولی تعلیم حاصل کی تھی لیکن اس نے تعلیم میں کوئی خاص دلچسپی نہ دکھائی۔ ہاں دستکاری کا اسے خاص شوق تھا جنگلی جھاڑیوں کی نرم نرم شاخوں سے وہ نہایت خوبصورت بکس بنا سکتی تھی جہاد میں کھیلنے والے گلابی پھولوں سے طرح طرح کے زیور تیار کر سکتی تھی۔

یہ چیزیں دارالسلطنت کے بازار میں بہت اچھی قیمت پر فروخت ہو جاتیں لیکن اس وقت۔ آج سے ایک صدی قبل۔ تجارت کے ذرائع اتنے وسیع نہ تھے۔ پھر ڈورا یا اس کے باپ نے تو کبھی اس طرف خیال بھی نہ کیا تہذیب و تمدن سے دور گاؤں میں پندرہ سال کا سن لڑکپن ہی میں ختم ہوتا ہے ڈورا کو اپنے حسن و شباب کی خبر بھی نہ تھی جس نے گاؤں کی دو ہستیوں کو اس کا پرستار بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک تو خواہ بڈھا چانگ لی۔ اور اس کے باپ کا قرض تھا دوسرا تھا ایک نوجوان موری یادا۔ ڈورا سے عمر میں تین سال بڑا۔ ڈورا کی طرح ہی غریب باپ کا اکلوتا بیٹا۔

پنچایت کا فیصلہ جو اس زمانے میں اٹل قانون تھا۔ ڈورا کو اچھی طرح معلوم تھا وہ جانتی تھی کہ پنچایت اور عدالتیں غریبوں کی نہیں بلکہ امیروں کی ہوتی ہیں اور پھر اس معاملے کا تو فیصلہ بالکل ظاہر ہے۔ اگر چانگ لی کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا تو ہمارا جھونپڑا ٹوٹے پھوٹے برتن چانگ لی کی ملکیت قرار دئے جائیں گے۔ میں اور میرا باپ چانگ لی کے یہاں روٹی کپڑے کے عوض تمام عمر اس کی خدمت گذاری کرنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ پھر چانگ لی کو مجھ پر پورا اختیار ہوگا۔ کیا وہاں اس کے ظالم ہاتھوں سے کوئی مجھے بچا سکے گا۔ ڈورا کے جسم کا ریشہ ریشہ کسی خوفناک خیال سے کانپنے لگا۔

# تہذیب کی رفتار

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

از شری پت موہن لال بھٹناگر ایڈووکیٹ

## پرماتما کیا ہے

ارتقائی مذہب والوں کی رائے میں ابتدائے دنیا سے آج تک پرماتما کے متعلق انسان کا یہ خیال رہا ہے کہ وہ ایسی ہستی ہے جو انسان کو دکھ سکھ دے سکتی ہے یا دیگر الفاظ میں سزا جزا دینے والی ہستی کا نام پرماتما ہے۔ اگر یہ طاقت یا اختیار ایشور میں نہ ہو تو انسان ایشور کی پروا ہی نہ کرے اور نہ اس کی ہستی کو تسلیم کرے۔ دکھ کا خوف اور سکھ کی امید انسان کو خدا کے سامنے جھکاتی ہے۔ یہ تعریف خواہ جزوی ہے یا مکمل ایسی ضرور ہے جس سے کسی مذہب والے کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لہذا ارتقائی مذہب یا بکاشی دہرم میں اس تعریف کو صحیح اور مکمل مانا گیا ہے۔ ناظرین اس تعریف کو بھول نہ جاویں آئندہ اس کا ذکر بہت دفعہ آئے گا۔ انسان کو پرماتما کا گیان کیسے اور کس طرح ہوا اور کیا ہوا۔ اس کو بکاشی دہرم میں اس طرح بتلایا گیا ہے۔

## ابتدائی منزل

جب انسان جنگلی حالت میں رہتا تھا تو گرمیوں کے دنوں میں سورج کی تپش سے تکلیف اور درختوں کے سایہ سے اس کو آرام ملتا تھا۔ سردیوں میں سورج کی دھوپ اسے آرام دیتی تھی۔ رات کے اندھیرے میں چاند کی روشنی اس کے آرام کا باعث تھی لہذا انسان نے سورج، چاند اور درختوں کو سکھ دکھ کا دینے والا خیال کر کے ان کی پرستش شروع کی۔ ہندوؤں میں چاند، سورج اور درخت کی پوجا ابھی تک قائم ہے۔ سورج کو پانی کا ارگ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی تپش کم ہو۔ اور چاند کی برابر پوجا کی جاتی ہے تاکہ وہ روشنی دیتا رہے۔ ہندوستان میں پیپل اور بڑ دو ایسے درخت ہیں جن کا سایہ بڑا گھنا ہوتا ہے۔ اور گرمیوں میں یہ سایہ نہایت ٹھنڈا اور آرام دہ ہوتا ہے اس لئے ان کی پوجا کا رواج اب تک قائم ہے۔ اور یہ نہایت متبرک سمجھے جاتے ہیں۔ چونکہ ان سے اس کو سکھ اور دکھ ملتا تھا اس لئے ابتدائی انسان کے لئے یہی ایشور تھے۔ اس نے ان کو ہی ایشور سمجھا اور کہا لہذا ابتدائی انسان کا ایشوری گیان صرف سورج، چاند اور درختوں تک محدود تھا۔

ایشوری گیان کے ساتھ ملتا جلتا انسان کا اپنے متعلق گیان ہے کہ وہ خود کیا چیز ہے۔ ارتقائی لوگ کہتے ہیں کہ ابتدائی انسان جب نیند کی حالت میں ہوتا اور خواب دیکھتا کہ وہ دور دراز مقامات میں پھر رہا ہے۔ دشمنوں سے لڑتا۔ اور بچھڑے ہوئے دوستوں سے ملتا اور باتیں کرتا ہے۔ ہوا میں اڑتا ہے۔ سمندروں دریاؤں میں تیرتا ہے۔ مگر بیدار ہونے پر وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ تمام چیزیں موجود نہیں ہیں۔ اور کہ وہ وہیں کا وہیں پڑا ہے۔ جاگنے والوں نے اس امر کی شہادت دی کہ اس کا جسم کہیں نہیں گیا۔ بلکہ اس تمام عرصے میں وہ وہیں رہا ہے۔ تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو اس دوڑ دھوپ میں رہتی ہے۔ اور جس نے یہ تمام کام کئے ہیں۔ آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ انسانی جسم میں جسم سے علیحدہ کوئی شے ہے جو یہ تمام کام کرتی ہے اور بیدار ہونے پر جسم میں آ جاتی ہے۔ اس شے کا نام اس نے آتما یا روح رکھا۔ روح کی اس کیفیت کو ناظرین خوب ذہن نشین کریں۔ آئندہ اس کا ذکر ہوئے گا۔ خواب میں کارنامے کرنے والی چیز کا نام روح رکھا گیا۔

## دوسری منزل

ابتدائی منزل سے گذر کر جب انسان دوسری منزل میں داخل ہوا۔ اور اس نے غاروں میں رہنا شروع کیا تو سورج کی گرمی اور درختوں کے سایہ سے کچھ حد تک بے نیاز ہو گیا پہاڑ کی غاریں یا گپھائیں گرمی اور سردی سے بچنے کا ذریعہ بن گئیں اس سے اس کے ایشوری گیان میں اضافہ ہوا۔ اور پہاڑوں کی بھی پوجا کرنی شروع کر دی۔ سورج، چاند، درخت تو اس کے سکھ دکھ کا کارن تھے ہی۔ اب پہاڑ بھی ہو گئے۔

گپھاؤں اور غاروں کی زندگی میں درندوں اور جنگلی جانوروں سے محفوظ رہنے کے لئے وہ غار کے منہ پر پتھر کی سل یا اور کوئی چیز رکھ لیا کرتا تھا۔ اس سے انسان کو اندھیرے کی تکلیف رہنے لگی۔ ان میں باہر کی نسبت روشنی کم تھی اور رات کو تو بالکل اندھیرا ہو جاتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے معلوم کر لیا کہ پتھر پر پتھر مارنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے اور آگ کا شرارہ نکلتا ہے۔ اس شرارہ کو درختوں کے پتوں اور گھاس پھوس پر ڈالنے سے اس نے آگ پیدا کر لی اس دریافت سے اسے بڑا فائدہ پہنچا۔ سردی کے موسم میں وہ ٹھٹھرنے سے بچ گیا۔ اور رات آگ کو گرم رکھنے لگا۔ اسی زمانہ میں درختوں کے پتوں سے اس نے اپنے آپ کو ڈھکنا بھی سیکھ لیا جنگلی حالت کی نسبت غاروں کی زندگی محفوظ اور آرام دہ تھی۔ پتوں کی پوشاک اور آگ کی گرمی نے اس کی زندگی کو نہایت آرام دہ بنا دیا۔ سورج، چاند اور پہاڑ تو قدرتی چیزیں تھیں جن کو انسان اپنی مرضی کے مطابق نہ پیدا کر سکتا تھا۔ نہ ہر وقت استعمال کر سکتا تھا۔ مگر آگ ایک ایسی چیز تھی جس کو وہ اپنی مرضی کے مطابق جلا سکتا تھا۔ اور جب چاہے بجھا دیتا۔ اس سے آگ اس کے سکھ کا بڑا بھاری کارن تھی اس لئے آگ کی پوجا شروع ہوئی۔ اور اس سے آگ کو بھی ایشور یا پرماتما کہنا شروع کیا۔ آگ کی پوجا یہاں تک بڑھی اور اس کو اتنا مان ملا کہ آتش پرستی مذہب بن گئی اور اس میں بڑی بڑی طاقتیں منسوب ہونے لگیں۔

آتما کے متعلق بھی اس کی واقفیت میں اضافہ ہوا۔ ابتدائی حالت میں جب وہ جنگلوں میں رہتا تھا۔ عام طور پر اس کو جنگلی درندے کھا جایا کرتے تھے۔ قدرتی موت کا موقعہ آتا ہی نہ تھا اور اگر آتا بھی تو مردہ کو فوراً جنگلی جانور کھا جاتے۔ پس دوسرے انسانوں کو مردہ کا نام و نشان ہی نہ رہتا۔ موت کے متعلق سوچنے اور بچار کرنے کا موقعہ ہی نہ آتا تھا۔ البتہ سکتہ کی حالت دیکھنے کا اس کو اتفاق ضرور ہوتا۔ موسم کی شدت سے یا درندوں کے حملوں کی وجہ سے اکثر سکتہ ہو جاتا۔ اور وہ بیہوش ہو جاتا۔ سکتہ اور بے ہوشی بند ہونے پر وہ بدستور سابق پہلے کاروبار میں لگ جاتا اس حالت کو اس نے نیند کی مانند ہی سمجھا کہ روح یا آتما جسم سے نکل گیا ہے اور کچھ عرصہ باہر رہ کر پھر واپس آ گیا ہے۔ نیند تو رات کو آتی تھی مگر سکتہ دن کو بھی ہو جاتا تھا۔ اور اس کی میعاد مقرر نہ تھی۔ بعض دفعہ کئی کئی دن اور رات تک یہ قائم رہتا اور سانس بھی چلتا ہوا معلوم نہ ہوتا۔ لہذا سکتہ کے عالم کو اس نے لمبی نیند کا نام دیا۔ مگر جب انسان تہذیب کی دوسری منزل میں پہنچا۔ اور غاروں اور گپھاؤں میں رہائش اختیار کرنے پر وہ درندوں اور جنگلی جانوروں کے حملوں سے محفوظ ہو گیا تو اسے قدرتی موت دیکھنے کا موقعہ ملنے لگا۔ اس حالت کو اس نے سکتہ کی شدید قسم سمجھا جو نہ معلوم کتنی مدت میں دور ہو۔ چونکہ دن کے وقت اس کو کھانے پینے کے لئے باہر جانا پڑتا تھا۔ اور غار کو کھلا چھوڑ جانے کی حالت میں درندوں کے گھس آنے اور مردہ کو ہلاک کرنے کا خیال تھا۔ لہذا غار کے منہ پر پتھر رکھنا ضروری تھا مگر ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ مردہ نیند سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھوکا ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ مدت سے سو رہا ہے لہذا اس کے کھانے کے لئے ضرور کوئی چیز چاہیئے۔ لہذا مردے کے ساتھ خوردنی اشیاء رکھنی شروع ہوئیں۔ اور آج تک یہ دستور کسی نہ کسی شکل میں چلا آتا ہے۔ تہذیب کی ان دو منزلوں کی نسبت ممکن ہے کہ ناظرین کو یقین نہ آوے کیونکہ دنیا تہذیب کی رفتار میں بہت آگے چل گئی ہے۔ اور آجکل یہ حالتیں نظر نہیں آتیں اور اگر دکھائی بھی دیتی ہیں تو دور دراز جنگلوں میں مگر تہذیب کی تیسری منزل جس میں انسان نے گذرانوں کی زندگی بسر کرنا شروع کیا تھا۔ ابھی ہندوستان کی خانہ بدوش قوموں میں دیکھی جاتی ہے۔ تیسری اور اس کے بعد کی منزلیں سمجھنے میں ناظرین کو کوئی دقت نہ ہوگی

سنہ ۱۹۱۹ء کی بات ہے کہ ہم ایک دفعہ مردم شماری ... کی تحریر کے سلسلہ میں [illegible] گئے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ [illegible] ذریعہ کا اصلی [illegible] درختوں اور غاروں میں رہتے ہوئے دیکھا ہے [illegible] ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی عادات اور دستور کے مطابق [illegible] سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ابتدائی انسانی [illegible] خیالات ہیں جنگلی اور ابتدائی [illegible] بہت سے اقوام میں بھی ابتدائی انسان کے [illegible] میں [illegible] ہیں۔ غرض آئندہ نمبر کا انتظار کریں۔

## غزل اختر

از جناب اختر مینوی، شاگرد نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

بیدار ہمارا بختِ خفتہ نہ ہوا / ظاہر یہ کبھی شوقِ نہفتہ نہ ہوا
چلتے ہیں نسیم صبحدم کے جھونکے / یہ غنچۂ دل مگر شگفتہ نہ ہوا

پابندی توبہ ہے جو ستانے کو / منہ بھی وہ لگاتا نہیں پیمانے کو
شکل خم و شیشہ و سبو یاد نہیں / مدت ہوئی چھوڑے ہوئے میخانے کو

وہ اور سبو و جام توبہ توبہ / شغل مے لالہ فام توبہ توبہ
ایسا کوئی پاکباز دیکھا نہ سنا / اختر پہ یہ اتہام توبہ توبہ

## آتما اور پرماتما کا گیان نمبر (۲)

از جناب ماسٹر ... سنگھ صاحب - گجرات (پنجاب)

تیج دہلی کے گذشتہ کئی اشاعتوں میں شرک تعلیم کے متعلق کئی اصحاب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن مجھے مشترک تعلیم کے نقصانات سے بڑھ کر تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ اس ملک میں ابھی تک تنگ نظر اور دقیانوسی زمانہ کے لوگوں کے خیالات والے حضرات موجود ہیں۔ جو اپنی ذاتی بہتری یا ایک طرف دوسرے راہ چلتے کی بھی ٹانگ کھینچ لیتے ہیں جن کا ابھی تک یہی خیال ہے کہ دنیا کی تہذیب و تمدن کا نام نہیں ان کے آباؤ اجداد نبا گئے ہیں جس کی رو سے زمانہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن ان اشخاص کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بیسویں صدی کے رحم پر ہیں۔ موجودہ صدی اس دنیا نورتن تا شرطیں کی طرز نہیں ہے اس کے اپنے اسٹیشن اور ورک شاپ ہیں اور رفتار زمانہ خود بخود واسطے منزل مقصود کی طرف لیجا رہا ہے۔ اگر پرانی کتابوں میں کسی بات کو غیر مفید اور ناکارہ لکھا گیا ہے تو ممکن ہے کہ اس زمانہ میں وہ معتبر ثابت ہو سکے۔ ممکن ہے جس وقت فعل کو سامنے رکھ کر انہوں نے ایک مسئلہ پر فتوے دے دیا ہو وہ احوال آج موجود نہ ہو۔

زمانہ حال میں زمانہ حال ہی کے مطابق چلنا دانشمندی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

پرانے زمانہ کی رفتار و گفتار اور رواج قائم ہے اور یا ہد ایسی ہی زمانہ کے مطابق مرتب کی گئی تھیں موجودہ زمانہ میں اُن کی پیروی ہمیں گمراہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی۔ زمانہ بدل گیا ہے اور اب فضا کچھ اور ہی ہے۔

رفتار کے اعتبار سے ہندوستان ابھی بہت پس ماندہ ہے اس کے اسباب میں سے یہ بھی ایک خاص سبب ہے کہ ہم نے ابھی تک اپنے بوسیدہ اور پرانے نظم و نسق کو ترک نہیں کیا۔ وہی قدیم طریقے اور وہی ذات پات کی رسم ہم کو مفلوج کر رہی ہے۔

تاریخ تجربہ اور مشاہدہ یہ بتلاتے ہیں کہ اگر ہم زمانہ ماضی کی رفتار اور چال ڈھال کو اس بیسویں صدی میں استعمال کرنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً ہمارا قدم تنزل کی طرف جائے گا۔ غیر ممالک کی رفتار ترقی قابل رشک ہے انہوں نے زمانہ کی رفتار کا بہترین فائدہ اٹھا کر دنیا میں ثابت کر دیا ہے کہ نئی نئی باتوں کا رائج کرنا اور پرانی بوسیدہ روایات کا چھوڑنا ہی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مشترک تعلیم کے چند برے نتائج کو مد نظر رکھ کر اس کے اوصاف کو نظر انداز کر دینا ایک مفید تحریک کے خلاف آواز بلند کرنا قوم کی بہبودی کی مخالفت کرنا ہے اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ مشترک تعلیم سے بعض برے نتائج کے پیدا ہو جانے کا امکان ہے تو ہم یقیناً ان کے انسداد کا بھی انتظام کر سکتے ہیں ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان بد نتائج کی ذمہ داری ہماری سوسائٹی کے اصولوں پر ہے نہ کہ مشترک تعلیم پر۔ مشترک تعلیم ہماری سوسائٹی کو شدھ کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے جس سے ہم فائدہ اٹھا کر اپنے تنگ و تاریک خیالات کو روشن خیالی اور وسیع النظری سے بدل سکتے ہیں۔ موجودہ دنیا میں گناہ میں اور توہم پرست کہتی ہے

انسانی جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے مشترک تعلیم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان سے اختلافات اور غلط فہمیوں کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔

مشترک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا ایک دوسرے کے جذبات، خصائل اور نیچر کو صحیح طور پر سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں، پیشتر اس کے کہ وہ گھریلو زندگی میں قدم رکھیں۔ ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے صحیح خیالات و جذبات کو جاننے کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھ کر اپنے فرائض کو پورا کریں سوسائٹی اب تک کوئی ایسا ذریعہ مہیا نہیں کر سکی جس سے یہ ضرورت پوری ہو صرف مشترک تعلیم ہی ایک ایسا وسیلہ ہے جس سے نوجوان طبقہ اپنے مستقبل کو صحیح روشنی میں دیکھ سکتا ہے۔

ہندوستان میں قدیم جہالت کے زیر اثر ابتک عورت مرد کے نام سے ڈرتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو سوسائٹی نے کبھی ایسا موقعہ نہیں دیا کہ وہ دل و دماغ کی اس کمزوری کو دور کر سکے۔ مرد نے اس کے تمام حقوق غصب کر رکھے ہیں اور اس بیچاری ابلا کی بے کسی اور مجبوری کو شرم و حیا کے نام سے منسوب کر رکھا ہے اگر وہ لب کشائی کرے

(باقی صفحہ ٢٦ پر)

تتمہ ڈرامہ بالی

اس امرسے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ موسیقی وہ لافانی علم ہے جس میں روح اور جسم ہم نوا ہوکر معبود کے عشق میں سرشار ہوجاتے ہیں۔ اس بات کو دنیا کے بڑے بڑے عالموں نے اپنے ڈراموں اور کتابوں کی صورت میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے کیف سے سرشار ہوکر آدمی اپنے آپ تک کو بھول جاتا ہے۔ اس لافانی علم سے پتھروں کا پگھل جانا۔ خشک درختوں کا ازسرنو ہرا بھرا ہوجانا۔ چراغ کا جل اٹھنا۔ بارش کا برس پڑنا اور ہرنوں اور دیگر جنگلی جانوروں کا دوڑ چلے آنا کچھ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ سپیرے کی پونگی پر سانپ کا ناچنا۔ ڈگڈگی اور بانسری پر بندر اور ریچھ کا رقص کرنا روزمرہ کے مشاہدے کی باتیں ہیں۔ ہم سرکس میں دیکھتے ہیں بینڈ کی تانوں پر ہندوستانی حیوان ایسے ایسے کرتب کر دکھاتے ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جونس اور ملٹن نے بھی کہا ہے "گانا جسم اور روح کو تسکین پہنچاتا ہے"

ہندوستان کا موسیقی مکمل ترین علم کہا جاسکتا ہے۔ ہندوؤں کے مقدس گرنتھوں میں بھی اس علم کی خوب تعریف کی گئی ہے۔ "سُر میں بھگوان نواس کرتے ہیں" یہ اکثر کہا جاتا ہے۔ مندروں میں گھنٹے گھڑیال سنکھ وغیرہ بجا کر ان کی آرتی اتاری جاتی ہے۔ گرجوں میں بھی پیانو وغیرہ بجتا ہے۔ سُر ایک لافانی کیف و سرور ہے۔ اور جب تک یہ فضا میں موجود ہے اس وقت

# ہندوستان کے علم موسیقی پر ایک سرسری نظر

(خاص نامہ نگار دہلی) (از قلم جناب جگجیون لال بھٹناگر بی۔اے دہلوی) (ہیں ہے)

تک دنیا کا نظام قائم ہے ہر ایک ذرہ ایک دوسرے سے وابستہ ہے جس روز ترنم کا خاتمہ ہوجائے گا اسی روز دنیا بھی ذرہ ذرہ ہوکر منتشر ہوجائے گی کچھ عرصہ سے موسیقی کو ڈوم اور میراثیوں کا پیشہ سمجھا جانے لگا تھا اسی لئے ہندوستان میں جو راگ کا گھر کہا جاتا ہے اس علم کو بہت نقصان پہنچا۔ لیکن شکر ہے کہ اب پھر لوگوں کو اس کی خوبی اور اصلیت کا احساس ہوا اور یہ شریف گھرانوں میں پھر قدر و منزلت پانے لگا ہے ہر تہذیب اور تمدن کے ساتھ موسیقی میں خصوصیات بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مثلاً ہندوستان کے دیہاتی طبقوں میں بجائے جانے والے باجے۔ ڈھول۔ ڈگڈگی۔ ڈمرو۔ نرسنگھا۔ نقارے اور کھرتال وغیرہ ہیں لیکن مہذب لوگوں میں (ایک ناکا باجہ) ستار۔ تنبورا۔ طبلہ۔ کمانچہ طاؤس۔ وائلن۔ سارنگی۔ ہارمونیم۔ مینڈولین۔ رباب۔ طبلہ۔ ڈھولک۔ نفیری۔ پیانو۔ بگل وغیرہ کا رواج زیادہ ہے ہندوستان کے بزرگ ہستیاں جن سے سُر کا باریک ترین حصہ نکالا جاسکتا ہے عموماً تار یا تانت سے بنائے جاتے ہیں اور ان کے سُروں کو ٹھیک ٹھیک ملانے میں کافی قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہندوستان کے علم موسیقی کا آغاز ویدوں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے ویدوں کا پاٹھ تال اور سُر کے ساتھ ہوتا تھا۔ شوجی نے اس علم کو ایجاد کیا۔ سام وید کو ان ودیاؤں کا ذخیرہ کہا جاتا ہے۔ علم موسیقی کے موسم۔ وقت اور خوبی کے لحاظ سے راگ اور ٹھاٹھ الگ الگ ہیں۔ ٹھاٹھ دس ہیں پہلا کلیان ٹھاٹھ دوسرا بلاول ٹھاٹھ تیسرا کھماج ٹھاٹھ چوتھا بھیرو ٹھاٹھ پانچواں بھیرویں ٹھاٹھ چھٹا آساوری ٹھاٹھ ساتواں ٹوڈی ٹھاٹھ آٹھواں پوربی ٹھاٹھ نواں مارو ٹھاٹھ اور دسواں کافی ٹھاٹھ ہے۔

ان ٹھاٹھوں کی الگ الگ راگنیاں ہیں جن میں ایک ایک دو دو سُر کا فرق ہے۔

۱۔ کلیان ٹھاٹھ کی اصلی راگنیاں۔ کلیان۔ ایمن۔ بھوپالی۔ ہمیر۔ کیدارا۔ چھایا نٹ۔ ہنڈول آدھا گوڑ سارنگ ہیں۔

۲۔ بلاول ٹھاٹھ میں بہاگ بہاگڑا۔ پہاڑی۔ شنکرا نٹ۔ الہیا بلاول راگنیاں شامل ہیں۔

۳۔ کھماج ٹھاٹھ میں جھنجھوٹی۔ کھماج۔ سورٹھ۔ دیس۔ تلنگ۔ جے جے ونتی۔ گوڑ ملار اور تلک کامود راگنیاں ہیں۔

۴۔ بھیرو ٹھاٹھ کی راگنیاں بھیرو۔ کالنگڑہ۔ جوگیا۔ رام کلی۔ دھناس اور گوری ہیں۔

۵۔ بھیرویں ٹھاٹھ میں بھیرویں۔ مالکوس۔ دھناسری شامل ہیں۔

۶۔ آساوری ٹھاٹھ کی راگنیاں آساوری۔ جونپوری سندھورا۔ اڈانا۔ اور درباری ہیں۔

۷۔ ٹوڈی ٹھاٹھ میں ٹوڈی۔ گوجری۔ ملتانی راگنیاں ہیں۔

۸۔ پوربی ٹھاٹھ پوربی۔ گوری۔ دیپک۔ مالوی۔ شری۔ بسنت۔ پرج دھناسری سے بنا ہے۔

۹۔ مارو ٹھاٹھ میں مارو۔ پوریا۔ للت۔ سوہنی۔ براری۔ وغیرہ راگنیاں ہیں۔

۱۰۔ کافی ٹھاٹھ۔ کافی۔ دھناسری۔ سیندورا۔ بھیم پلاسی۔ بہار۔ باگیسری۔ میگھ ملار۔ شاہانہ راگنیوں پر مشتمل ہے۔

راگ و دیا میں رس آٹھ قسم کے ہیں۔ شرنگار رس، ویر رس۔ کرونا رس۔ ادرس۔ ادبھت رس۔ ہاسیہ رس

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

عورتوں کی ہاکی ٹیم
بمبئی زنانہ ہاکی لیگ جسنے مردوں کا مقابلہ کیا۔

مسز سالتی پٹوردھن
جو امریکہ میں ہندوستان کیلئے کام
کررہی ہیں

مسز ہند میں
پرنسپل لیڈی ارون کالج دہلی۔

گرین وچ ہسپتال کی لیڈی ڈاکٹر میری
واکسر جنہوں نے پروسٹگمن کے نام سے
ایک نئی دوا ایجاد کی ہے جو فالج کے
مریض کو فوراً اچھا کر دیتی ہے۔ بائیں
طرف ڈاکٹر صاحبہ اور دائیں طرف اِنکی
مریضہ ہے۔

مسز حامد علی اور بیگم کمالدین — جو بین الاقوامی زنانہ کانفرنس میں ہندوستانی خواتین کی
نمائندگی کرینگی ۔ انگلستان کو روانہ ہوگئی ہیں۔

کیلیفورنیہ کی زنانہ کمیونسٹ
[illegible] لوگی ٹوٹ جیسے جودہ

## پیرس میں مشرقی عمارت

فرانس میں یہ پہلی مسجد ہے جو ۱۹۲۶ میں چودھویں صدی کے طرز تعمیر کے مطابق بنائی گئی ہے۔

## جہاز "کوین میری" کی مشینری

دنیا کے اس سب سے بڑے جہاز کو چلانے کے لئے ہزاروں ٹن وزنی مشینری اس پر نصب کیجا رہی ہے۔ یہ کام کلائڈ بنک سکاٹ لینڈ میں ہو رہا ہے۔

## ایرانی بلی کے بچے

یہ بچے کرسٹل پیلس لندن کی نمائش میں نیشنل کیٹ کلب کی طرف سے رکھے گئے ہیں۔ لندن میں بلیوں کا ایک قومی کلب ہے جس کا

Bombay Phono General Agency
KALBADEVI ROAD, BOMBAY
PRIMAPHONES
Premier Phones of Perfect Tone!


501

## اقوال زرین

ہر چیز اپنی جگہ پر مناسب ہے نہ کوئی ذلیل ہے اور نہ کمتر

سب کیساتھ محبت سے پیش آؤ، ہر دل عزیز ہو جاؤ گے۔

جو دوسروں پر اعتبار نہیں کرتا اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

جس کا یہ اعتقاد ہو کہ کسی کا دل صاف نہیں اُس کے دل میں خود کھوٹ ہے۔

محبت کے ضایع ہونیکا ڈر فضول ہے کیونکہ محبت ضایع ہونے والی شے نہیں۔

مصیبتیں دلیر بنانے کے لئے آتی ہیں پست ہمت کرنے کے لئے نہیں۔

بُرے کاموں کا انکشاف ہونے پر بدکار کو رنج ہوتا ہے اس کی وقعت نہیں رہتی صرف اسی قدر ہی نہیں بلکہ وہ بدکاری اُسے نقصان بھی پہونچاتی ہے۔

نادان کو اپنی نادانی کا جب علم ہوتا ہے تو وہ بالآخر ہوشیار ہو جاتا ہے۔ مگر جو نادان اپنے آپ کو ہوشیار سمجھتا ہے وہ درحقیقت نادان ہے۔

مسافر کو اپنے سے بہتر یا اپنے ہمعصر مسافر کی صحبت ملے تو اس کو استقلال کیساتھ تنہا ہی سفر کرنا بہتر ہے۔ مگر نادان جاہل کے ساتھ سفر کرنا کسی حالت میں بھی مناسب نہیں۔

جس طرح بالکل تازہ دودھ اسی وقت نہیں پھٹ جاتا اسی طرح بُرے کاموں کا پھل بھی اسی وقت نہیں مل جاتا۔ راکھ میں دبی ہوئی آگ کی مانند وہ۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی جلاکر ہی چھوڑتی ہے۔

جو جاگتا ہے اس کے لئے رات بڑی ہے جو تھک جاتا ہے اس کے لئے کوس بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ جس کو سچائی کا راستہ معلوم نہیں ہے ایسے نادان شخص کو دنیا خوفناک نظر آتی ہے۔ اور اپنی زندگی دشوار گذار معلوم ہوتی ہے۔

## پروانہ بنادو

(از ابو البیان جناب مائل لکھنوی)

| | |
|---|---|
| کہنے کو تو کہدوں مجھے دیوانہ بنادے | ایسا نہ ہوا اپنے ہی سے بیگانہ بنادے |
| پاسے تو ابھی اک تری مخمور نگاہی | ہر ذرہ میخانہ کو میخانہ بنادے |
| صحرا بھی جسے ایک نظر دیکھ کے شرمائیں | ایسا مرے غمخانہ کو ویرانہ بنادے |
| محروم تمنا بھی ہوں ناکام وفا بھی | اب چاہے جس عنوان پہ افسانہ بنادے |
| تیرے لئے ہاں اے مرے معبود محبت | ہر تار نفس سبحۂ صد دانہ بنادے |
| برعکس تمنا ہی جو کرنا ہے تو اچھا | فرزانہ کہوں میں مجھے دیوانہ بنادے |
| تھم تھم کے جلانا ہو تو دے شمع صفت دل | اک دم سے جلانا ہو تو پروانہ بنادے |

کچھ دیر و حرم پر نہیں موقوف ہے مائل

بن جائے جو جلوہ جانانہ بنادے

## زر و مال کی حفاظت کی نایاب سکیم

**حفاظتی والٹ**

**جب فرصت ہو تشریف لاکر ملاحظہ فرمایئے**

- صرف چوبیس ۲۴ روپے سالانہ خرچ کرکے آپ اپنے قیمتی کاغذات، زیورات اور جواہرات اور نوٹ اور روپیہ وغیرہ ہمارے سیف ڈپازٹ والٹ میں پوری حفاظت سے رکھ سکتے ہیں اور صبح کے ۹ بجے سے شام کے ۶ بجے تک جتنی مرتبہ چاہیں دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔
- اس والٹ میں مختلف سائز کے سیف ہیں اور ہر سیف کی چابی جدا ہے جو سیف لینے والے کے پاس رہتی ہے، صرف وہی کھول اور بند کر سکتا ہے۔ اس سیف کو چوری، ڈاکہ، نقب، آگ، پانی وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں۔ جب آپ اس والٹ کو دیکھیں گے تو اس کی مضبوطی اور حفاظت آپ پر خود بخود روشن ہوجائیں گی۔

مفصل حالات، پتہ ذیل سے طلب کیجئے

**سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ چاندنی چوک دہلی**

## موج تبسم

ایک بڑھیا سے ایک سرپر لڑکے نے کہا:
"گدھوں کی اماں سلام"
بڑھیا نے جواب دیا "بیٹا جیتے رہو"۔

ایک امیر نے ایک سائل کو عقیق کی انگوٹھی دیکر دعائے خیر کی خواہش کی
فقیر نے دعا دی۔ "خدا تم کو جنت میں پتھر ہی کا مکان دے گا"

مالی۔ آم کے درخت پر ایک لڑکے کو آم توڑتے ہوئے دیکھکر اشریر لڑکے تو اس درخت پر کیا کر رہا ہے۔
لڑکا۔ ایک آم ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا اس کو دوبارہ شاخ پر لگا رہا ہوں۔

"میں نے سنا ہے کہ تمہارا ملازم فرار ہوگیا ہے کچھ چیز تو نہیں لے گیا؟"
"میری بیوی کو لے گیا کمبخت"
خیر گذری کہ کوئی قیمتی چیز نہیں لے گیا

باپ۔ کیا تمہارے ماسٹر نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان سوالات کے جواب لکھوانے میں میں نے تمہاری امداد کی تھی؟
لڑکا۔ ہاں وہ کہتے تھے کہ یہ کام دو آدمیوں کا ہے صرف ایک آدمی اتنی غلطیاں نہیں کرسکتا

گراہک۔ آپ کے اشتہار میں لکھا ہے کہ جو چیز پسند نہیں ہو وہ واپس لے لی جاتی ہے۔
دوکان دار۔ ہاں
گراہک۔ گذشتہ سال میں نے آپ سے لمبا کوٹ خریدا تھا۔ اب یہ مجھے پسند نہیں رہا کیونکہ میا اوورکوٹ زیادہ بہتر ہوگا۔

وکیل (گواہ سے جرح کرتے ہوئے) تم گاڑی ہانکتے ہو؟
گواہ۔ جی نہیں۔
وکیل۔ لیکن ابھی تو تم نے حلف اٹھاکر کہا تھا کہ میں گاڑی بان ہوں۔
گواہ۔ جی۔ ہاں۔ لیکن میں گاڑی نہیں ہانکتا۔ گھوڑا ہانکتا ہوں۔

میاں۔ یہ بات تو بہت بیوقوف کی سمجھ میں آسکتی ہے
بیوی۔ اسلئے تو میں کہتی ہوں کہ تم ضرور سمجھ گئے ہوگے

آرہی ہے آرہی ہے آرہی ہے

# جاپان کی ترقی کے راز

## (SECRETS OF JAPAN)

از

## مسٹر چمن لال جرنلسٹ

مسٹر چمن لال جرنلسٹ کی انگریزی کی کتاب جاپان کی ترقی کے راز چھپ چکی ہے۔ اور اس کا پہلا کنسائنمنٹ جاپان سے روانہ ہوگیا ہے، جو غالباً ایک ماہ کے اندر اندر ہندوستان پہونچ جائے گا۔

کتاب مذکور کا اسجگہ تھوڑا سا تذکرہ کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کتاب کا سائز ۲۲×۱۸/۸ ہے۔ عمدہ قسم کے اینٹیک پیپر پر چھپی ہوئی ہے ضخامت ۲۲۰ صفحات ہے۔ جلد بہت خولصورت کپڑے کی ہے۔ اور ٹائیٹل پر مہاتما بدھ کا نہایت دلفریب فوٹو ہے، جس نے کتاب کو ایک نئے رنگ میں رنگ دیا ہے، مسٹر چمن لال نے جاپان کے قدیمی اور موجودہ حالات اور واقعات کو اس خوبی اور عقلمندی سے ترتیب دیا ہے، کہ ہندوستان اور جاپان کے روحانی تعلقات کی کڑی جو گردش زمانہ کی وجہ سے ٹوٹ گئی تھی پھر جڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔

جاپان کا سوشل اور پولیٹیل نظام اور اقتصادی اور تجارتی ترقی کے راز نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں، جاپانیوں کے عادات اور اخلاق۔ انکا طرز رہائش اور طرز معاشرت، اُنکی حب الوطنی اور شہنشاہ پرستی۔ اُنکی جانبازی اور نیچر ورشپ۔ انسانی ہمدردی اور پریس پریم کا فوٹو ایسا صاف صاف کھینچا ہے۔ کہ ایک زندہ قوم کے اوصاف کا مجسمہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ جاپان کی سین سینریوں وہاں کے مردوں اور عورتوں اور لڑکیوں اور لڑکوں اور گھریلو دستکاریوں اور دیگر انڈسٹریل اور ملٹری وغیرہ کے پچاس کے قریب نہایت دلکش فوٹو خاص طور پر دیئے گئے ہیں۔

کتاب کی قیمت اور اُس کے ہندوستان پہونچنیکی تاریخ کا اعلان

دوسرے اشتہار میں کیا جاوے گا۔

**مینجر اخبار تیج بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۱۱۲ دھلی**

PAINTED SIN
BEAUTY
CARAVAN

## ڈورا

(صفحہ ۲۰ سے آگے)

اس کے باپ سے پچاس کے فیصلے کے لئے تیار رہنے کے لئے کہا گیا۔

علی الصبح عدالت لگی ڈورا کے اس ہیجان کے باعث ذرا سی بات پر وہ بگڑ بیٹھتا۔ مگر غلطی اس کی تھی وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ ڈورا اور اس کے باپ نے اس کی گردن پکڑ کر مکان سے باہر کر دیا۔ بوڑھا جانگ لی غصے میں بھرا ہوا گھر لوٹا۔ وہ سمندر کے واقعہ کو قریباً بھول چکا تھا۔ اس وقت وہ ڈورا اور اس کے باپ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے اسی وقت پچاس طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مشاورت کے لئے اونچے درخت پر چڑھ کر ڈھول پیٹا گیا۔ گاؤں کا بچہ بچہ بڑ کے نیچے جمع ہو گیا۔ ڈورا اور اس کا باپ بھی ڈھول کی آواز سنتے ہی وہاں پہنچ گئے۔

پنچایت منعقد ہوئی جانگ لی نے اپنا مطالبہ پیش کیا ایک منٹ میں پنچایت نے فیصلہ سنا دیا کہ اسی وقت تین سو ین ادا کر دئیے جائیں ورنہ ڈورا اور اس کا باپ جانگ لی کی خدمتگاری قبول کریں۔ اور اس کا کل اثاثہ جانگ لی کی ملکیت قرار دیا جائے۔

ہر شخص اس مصیبت سے پہلے ہی واقف تھا۔ لیکن پھر بھی بھی صورت کو سامنے دیکھ کر گاؤں کے دلوں میں ڈورا اور اس کے باپ کے لئے جذبۂ رحم پیدا ہو گیا۔ لیکن اس فیصلے کا اگر کسی پر اثر نہ ہوا تو ان پر۔ جن پر اس کا اثر سب سے زیادہ ہونا چاہئے تھا۔ ڈورا اور اس کا باپ نہایت اطمینان سے کھڑے تھے۔

ایک شخص نے ڈورا کے باپ کو جھنجوڑ کر کہا: خاموش کیوں ہو۔ کچھ کہو ورنہ یا جانگ لی کو اجازت دی جائے تو یہ سے مجھو سٹہ اب اپنے جاہد بندھوا دے اور تمہیں اس کی خدمت پر مامور کر دے۔ وہ اب بھی کچھ نہیں بولا۔ اس نے اپنی کمر میں سے کپڑے میں بندھی ہوئی کوئی چیز نکالی اور نہایت حقارت سے جانگ لی کی طرف پھینک کر یہ کہتا ہوا اپنے گھر کی جانب چلا گیا۔

”لے اٹھا۔ یہ ہیں تیرے تین سو ین۔ جن کے عوض تو اپنی پوتی کے برابر ڈورا کا خریدار ہونا چاہتا تھا۔“

اس غیر متوقع جواب نے ہر شخص کو حیرت زدہ کر دیا جانگ لی نے پوٹلی اٹھائی اور منہ لٹکائے ہوئے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

## نمبر (۵)

شام کو تالاب کے کنارے موتی یادا اور ڈورا مصروف گفتگو تھے۔

موتی یادا نے کہا۔ ڈورا۔ جب میں سیاہ لبادہ پہن کر مندر میں گیا اور جانگ لی کے سامنے سے تھیلی اٹھائی تو بوڑھا خوف کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میں تھیلی لے کر بڑے بت کے پیچھے چلا گیا۔

لیکن دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں بوڑھا بت کے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا تو سب راز فاش ہو جائے گا۔ لیکن اس نے تو پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔

دونوں نے ایک پرزور قہقہہ لگایا۔

تھوڑی دیر میں ڈورا نے گفتگو کا رخ پلٹا۔

”اس رہا بھیجے والی لڑکی کی شادی اللہ کو ہے موتی یادا؟“

”اس مہینہ کو ہی تو اتوار ہے۔“

ڈورا نے سارے زمانے کی نسوانی نزاکتیں آواز میں بھر کر کہا۔

”تم اپنی شادی کب کرو گے موتی یادا؟“

موتی یادا نے ڈورا کی حسین مٹھوڑی اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”جب تم اجازت دو گی ڈورا“

نیچی نگاہیں کر کے ڈورا نے کہا۔

”اب پرسوں کو اتوار ہی کے دن۔“

موتی یادا نے ڈورا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اس کے نازک ہونٹوں پر پیار کی مہر ثبت کر دی۔

چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دونوں کے سروں پر چمک رہا تھا۔

---

ادب لطیف

## آنکھیں

(رام پرشاد تبسم ایڈیٹر روزنامہ صداقت جالندھر شہر)

(خاص بزم و یکلی کے لئے)

میرے تخیلات کی تاریک دنیا میں ان جلتے ہوئے چراغوں نے روشنی پھیلا دی۔

یہ خزاں رسیدہ پودے ان گلوں سے لدگئے
ہوئے اور خبر نہیں کیوں ادھر سے نکلے
یہ آنکھیں ہیں یا بادل کے دو معتبر نکڑے ؟

---

رات کی تاریکیوں میں بھی انہیں چین نہیں
دن کو بھی انہیں جستجو رہتی ہے۔
نرگس کو دیکھ کر یہ بے قرار ہو جاتی ہیں
یہ آنکھیں ہیں یا کنول کے دو پھول ؟

---

پتہ نہیں تمہارے شباب کی مستیوں کا عرق کھنچ کر ان میں آ گیا ہے۔
خبر نہیں یہ کیسی دل سوزی ان میں پنہاں ہے
نامعلوم یہ میرے گیت ہیں
یہ آنکھیں ہیں یا ابلتے ہوئے آبشار ؟

# مرثیہ اور اُس کی اجمالی تاریخ

(خاص تیج کیلئے) (از جناب ریاض ماہروی) (ک ے)

نوٹ :- محرم کے پہلے عشرہ میں اور اکثر مسلمانوں کے گھروں میں اس کے بعد بھی مجلس عزا منعقد ہوتی ہے - اس میں شک نہیں کہ مرثیہ نے اردو شاعری میں بہت بڑی جگہ حاصل کرلی ہے اور بالخصوص میر انیس اور مرزا دبیر نے اس صنف سخن کو جس بلند منزل پر پہنچایا ہے اس کا کہنا تحصیل حاصل ہے ہمارے ایک کرم فرما نے صنعت شاعری کی حیثیت سے مرثیہ گوئی کی ایک اجمالی تاریخ لکھ بھیجی ہے جس کی حیثیت ایک دلچسپ مقالہ کی ہے۔ (ایڈیٹر)

مرثیہ کے لغوی معنی ہیں کسی فوت شدہ شخص کے اوصاف کو اس طرح بیان کرنا کہ سننے والوں کو رحم آئے مگر ہمارے ملک میں مرثیہ کا اطلاق رفتہ رفتہ واقعات کربلا کے بیان اور شہیدوں کے لئے اظہار غم پر ہونے لگا ہے اس لئے اس کی جامع تعریف یہ ہوئی کہ مرثیہ وہ نظم ہے کہ جس میں اہل بیت کی شہادت کے واقعات نہایت درد انگیز طریقے پر بیان کئے جائیں جو سامعین کے دل پر اثر کریں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مرثیہ کا منبع اس وقت سے ہوا جب سے کہ اردو کی ابتدا ہوئی ہے اسی لیاقت دوسرا سوال یہ بھی پیدا کرتے ہیں کہ مرثیہ گوئی کا رواج ہمارے ملک کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے لیکن یہ ایک غلط فہمی ہے جس میں زبان اردو کے اکثر مورخ مبتلا ہوگئے ہیں بہتر یہ ہے کہ اس وقت مختصراً مرثیہ گوئی کی اجمالی تاریخ لکھ کر ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے۔

سب سے قبل عرب میں شاعری کی ابتدا مرثیہ گوئی سے ہوئی اور اصول فطرت کے موافق جو جو جذبات دلی ہوتے تھے وہ اشعار کے اندر ادا کئے جاتے تھے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے قبل ہی مرثیہ گوئی کو کافی ترقی ہوچکی تھی۔ عبدالمطلب اور دیگر نامور لوگوں کے مرثیے اب بھی عربی لٹریچر میں محفوظ ہیں پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد بھی مرثیہ گوئی کو کسی طرح زوال نہیں ہوا حسان بن ثابت نے آپکی وفات پر وہ مرثیہ لکھا جو درد و غم کا مجسم آئینہ ہے۔

فاطمہ زہرا نے بھی آپ کی وفات پر ایک ایسا مرثیہ لکھا جو حشر برپا کرنے والا ہے۔

خلیفہ دوم نے اپنے بھائی کا مرثیہ متمم بن نویرہ سے فرمائش کرکے لکھوایا - اس زمانہ میں خنسا ایک عورت تھی جس نے اپنے بھائی کا مرثیہ لکھا - ہاں بنو امیہ کی سطوت اور جباری نے تمام شعرا کی زبانیں بند کردی تھیں پھر بھی لوگ مرثیہ کہے بغیر نہ رہ سکے - فرزدق نے السید زین العابدین کی شان میں چند شعر کہے تھے جس کی بدولت جیل بھگتنی پڑی - اگر شعرا کیساتھ ایسا سخت برتاؤ نہ ہوتا تو کربلا کا قیامت انگیز واقعہ جو اس وقت پیش آیا اس پر بھی مرثیے ضرور لکھے جاتے جب عباسیہ دور آیا تو بھی مرثیہ گوئی اپنی پرانی روش پر قائم رہی اسی وقت میں دعبل اور خزاعی نے ...

مرثیے کی شعاعیں ایک ہی جگہ محدود نہ رہیں بلکہ انہوں نے ایران میں بھی پورے آب و تاب سے روشنی ڈالی۔ سعدی اور امیر خسرو کے دو مرثیے اس وقت بھی اردو کی تاریخ میں رہبر و زینت کا کام دے رہے ہیں۔

محتشم کاشی نے شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ میں آٹھ دس بند کا ایک مرثیہ لکھا جس کو شاہ موصوف نے تین قلم سے لکھ کر لکھوایا تھا کیونکہ آپکا خاندان رسالت سے نہایت عقیدتمندانہ نیازمندی تھی

محتشم کے بعد مقبل نے مرثیہ کی طرف خاص توجہ کی اس نے مرثیے ہی کو شاعری کا موضوع قرار دیا نہایت کثرت سے مرثیے لکھے اور بڑا کام یہ کیا کہ کربلا کے تمام واقعات سادہ طریقہ سے اور تفصیل کے ساتھ ہی مثنوی میں ادا کئے - مقبل کے بعد ایران میں ایسے بہت سے شاعر ہوئے جنہوں نے مرثیہ گوئی کو ہی اپنا شعار بنا لیا۔

اسی طرح ہندوستان میں مرثیہ کا رواج ہوا مگر ابتدا دکن سے ہوئی سلطان بیجا پور اور گولکنڈہ نے اس کی سرپرستی کی وجہ اس کی یہ تھی کہ سلطان خود سخن سنج تھے اور شاعروں کی عزت کرتے تھے دوسری خاص وجہ یہ تھی کہ ان کا مذہب شیعہ تھا تاجدار ابوالحسن جو شعر و سخن کا دلدادہ تھا اس کے وقت میں ایک شاعر قلی خان تھے جو اکثر مرثیے کہتے تھے مگر اس وقت مرثیے کی شکل بہت ہی بے ڈھنگی تھی سے ملتا نہیں کا غیر سے کوئی جھوٹ کے کوئی بیچ کر کس کا منہ مردوں سخن کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے۔

شمس ولی اللہ جو اردو کے باوا آدم کہلانے ہیں انہوں نے ویسے تو کوئی مرثیہ نہیں لکھا مگر اتنا احسان اردو پر ضرور کیا کہ عام فہم اردو میں شہدائے کربلا پر ایک طویل مثنوی لکھی۔

سودا اور میر سے قبل بھی مرثیہ کا رواج تھا سودا نے اپنے مخمس شہر آشوب میں میاں سکین مرثیہ گو کا ذکر کیا ہے۔

میر کے کلام میں مرثیہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا ہے لیکن مرثیہ انہوں نے بھی کہا ہے جس کا رد سودا نے لکھا ہے۔

دلوں پہ محبوں کے حالت عجب ہے
مصیبت ہے ماتم ہے غم ہے تعب ہے
غرض کیا کہوں کس روش کا غضب ہے
حسین علی کی شہادت کی شب ہے

سودا کے بعد سکندر نے مرثیہ کو اور زیب و زینت بخشی۔ سودا، سکندر کے بعد اب وہ زمانہ آتا ہے جبکہ شاعری کا مدار تمسخر اور خوشامدانہ باتوں پر ہوتا ہے اسی لئے انشاء اللہ خان نے اپنی دریائے لطافت میں لکھا ہے کہ "بگڑا شاعر مرثیہ گو، اور بگڑا گویا مرثیہ خواں"۔ مگر ایسے نازک وقت میں بھی ضمیر نے دکھلا دیا کہ حقیقت میں مرثیہ گوئی کیا چیز ہے۔ مرثیہ میں بہت سی نئی جدتیں پیدا کیں۔

(۱) رزمیہ لکھا (۲) سراپا لکھا (۳) اسلحہ جنگ کی تعریف لکھی (۴) غلط الفاظ ترک کئے اور صاف شستہ اردو استعمال کی۔ (۵) تحت الفاظ پڑھنے کا رواج ڈالا۔

اسی زمانہ میں خلیق - دلگیر - فصیح بھی ہوئے مگر ضمیر کے آگے سب کا بازار شاعری سرد ہوگیا ضمیر کے بعد ان کے شاگرد دبیر نے اپنا علیحدہ رنگ جمایا آپکی مرثیہ خوانی کو چرچا تمام اہل لکھنؤ کی زبان زد ہوگیا - ادھر خلیق کے فرزند ارجمند میر ببر علی انیس نے مرثیہ خوانی میں قدم رکھا اب ضمیر اور خلیق مجلسی چوکی پر سے اتر گئے اور دونوں شاہ سخن کو جگہ دی - ان اساتذہ نے اپنے کلام سے تمام ہندوستان کو فیض پہنچایا کہ فصاحت و بلاغت کا دریا اب بھی اسی آب و تاب سے لہریں مار رہا ہے انیس و دبیر کے بعد ان کے شاگرد اور عزیزوں نے بھی مرثیے کہے لیکن ان پر سبقت نہ لے جا سکے۔

ان اساتذہ کے مرثیے اب بھی ایام محرم میں مجالس کے گرما نیکو کافی ہیں اب اس سے معلوم ہوگیا کہ مرثیے کی ابتدا کس طرح ہوئی اور کس طرح اس نے بتدریج ترقی حاصل کی قسمت نے اگر آئندہ مساعدت کی تو انیس و دبیر کی زندگی اور ان کے کلام پر کافی روشنی ڈالی جائیگی۔

(پچھلے صفحہ سے)

گھروں کو چلے گئے لیکن میں اسی جگہ ٹھہرا رہا۔ جہاں تک کہ اس دیوی کے پاس جانے اور بات کرنے کی باری آئی مگر اس جگہ سے ہلا تب ایک آدمی میری طرف آتا ہوا دکھائی دیا اور کہنے لگا تم کیوں نہیں جاتے اس کا جواب میں نے دیا نہ کہیں اول اول کرتا اٹھ بیٹھا تو وہاں وہ دلفریب جگہ اور نہ وہ دیوی تھی۔ میں اپنی کرسی پر لیٹا ہوا اس خواب کی بات سوچنے لگا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ آدمی کو دنیا میں شاکر و صابر رہ کر رہنا چاہئے کسی دوسرے آدمی کی حالت کو حسد کی نظر سے دیکھنے میں بڑا دکھ ہے۔

## کاروانِ حُسن

کاروان حسن کی شوٹنگ ختم ہوچکی ہے۔ پکچر ایڈیٹنگ روم میں ہے۔ جہاں نصف سے زیادہ ایڈیٹنگ ہوچکا ہے اور ایڈیٹنگ ہوتے وقت کارلٹن سینما کے مشہور سینما ایمپیرئل ٹاکی میں تو اچھی تعداد سے ڈسٹری بیوٹرز بھی موجود تھے۔ جو دیکھنے کے بعد پکچر اور فلم ڈائرکٹر مسٹر ستی ایم ریج کی بہت تعریف کی اس قابل ادیب نے فلم لی تھا یا ایڈیٹنگ دو ہفتوں میں ختم ہو جائیگی۔ اور امید واثق ہے کہ اپریل کے دوسرے یا تیسرے ہفتے میں یہ کامیاب فلم ریلیز ہو جائیگا۔

عنقریب دوسرے فلم کی شوٹنگ بھی ... میں شروع کیا جائیگا۔ دوسرے شاہکار کا نام "رنگین گناہ" یا (PAINTED SIN) ہے۔

# مضبوط مسلم

چند سال گذرے لندن کے ایک تھیٹر میں دلفریب فن موسیقی میں ایک یہ گانا بھی شامل تھا کہ "ٹی فار ٹو" یعنی دو کے لیے چائے۔ یہ گیت اتنا پھیلا کہ ہر ایک کی زبان پر ہو گیا۔ اس کی شہرت اس لئے ہی نہیں ہوئی کہ یہ ایک بھڑکیلا گیت تھا بلکہ انگریزوں کو اپنے خیال کے مطابق یہ بہت پسند تھا جس ملک میں چائے پینا ایک قومی عادت ہو گئی تھی وہاں اس گانے کی بڑی قدر کیوں نہ ہوتی۔ دراصل "دو کے لئے چائے" کا مطلب اس سے بھی زیادہ تھا۔ کیونکہ ایک چھوٹا سا گانا تھا جو ہر ایک کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ لوگ اس سے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔ دو آدمی جو چائے کے پیالے پر بیٹھے ہوئے ہوں وہ بڑی خوش مزاجی سے ادھر ادھر اور اپنے مطلب یا غیر مطلب اور دنیا کی باتیں کر سکتے ہیں اور وہ کبھی نہیں اکتاتے۔

یہ چیز لطف پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اس سے لوگوں کی آپس میں جان پہچان بھی ہوتی ہے یعنی دوستی اور جان پہچان کرانے میں بھی چائے بڑی مدد کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ ایک پیالہ چائے جس میں مزا۔ دلی سفیتی ہیں اس کے بغیر زندگی ہی خشک ہے۔ جب وقت آتا ہے اور اس وقت چائے کا پیالہ نہ پیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ چھوٹ گیا ہے۔ صبح بھی چائے پینی چاہیے؟ ضرور پینی چاہیے اور وہ کون ہے جو دوپہر کے بعد چائے کا پیالہ پیئے بغیر باہر نکلتا ہو؟

لیکن صبح یا دوپہر کو وقت ہی چائے پینے کے لئے کیوں مقرر کیا جائے۔ چائے ایسی چیز نہیں ہے جو دن کے کسی حصہ یا رات کے کسی خاص مقررہ وقت پر ہی پی جائے۔ اس کو آپ کسی وقت پی سکتے ہیں۔ کوئی خاص وقت کی پابندی نہیں اسے جس وقت بھی پیو اسی وقت مزہ دیتی ہے لیکن مزہ لینے کے لئے کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی کرنی ہوگی اور وہ تکلیف بھی اٹھانے کے لائق ہے کیونکہ مزہ حاصل کرنے میں کون شخص معمولی سی تکلیف نہیں اٹھاتا۔

اس سلسلہ میں چند قیمتی نصیحتیں بھی ہیں۔ وہ یہ کہ اچھی چائے استعمال کرو۔ وہ چائے جو خوشبودار ہو وہ چائے جس میں سراپا آواز ہو۔ وہ چائے پینے والا جسے پہچان ہو وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر اگر کیتلی کا پانی زیادہ ابل گیا ہو یا کم ابالا گیا ہو تو چائے پھیکی اور بدمزہ ہوگی۔ اس میں چائے کا کیا قصور ہے قصور پانی کا ہے۔ اس لئے دو کے لئے چائے دو چمچہ چائے کی تیار ہونی چاہیے۔ اگر دو چمچے سے کچھ زیادہ بھی ڈال دی جائے جو کہ تیار ہونے۔ اسے برتن کے لئے ہو تو کوئی نقصان کی بات نہیں۔ جب پانی ٹھیک ابل جائے تب چائے کو پانچ منٹ تک اس میں بھگوئے رکھو اور پھر کچھ بھی کرنا باقی نہیں رہتا۔ پانچ منٹ کے بعد تیار چائے کو پیالوں میں ڈالو اور تھوڑی تھوڑی پیتے ہوئے باتیں کرو۔

چائے بھی پیو اور باتیں بھی کرو۔ اس سے ایک نشہ سرور کا ساتھ نہیں چھوٹتا۔ دو آدمی مثلاً جب چائے پینے میں تو بات چیت ان کو میٹھی معلوم ہوتی ہے اور کوئی چیز دنیا میں گفتگو لانے میں عجیب نہیں مل سکتی۔ چائے کے پتوں سے گھر بھر میں خوشبو پھیل جاتی ہے۔

ایک ہزار سال سے زیادہ کی بات ہے جبکہ چائے کی تعریف چین کے ایک شاعر نے لکھی تھی جس کا مقابلہ دراصل آج تک کوئی نہ کر سکا۔ شاعر نے لکھا تھا کہ چائے روح تک پہنچتی ہے دل کو نرم کرتی ہے یعنی رحم دل بناتی ہے اور تھکاوٹ بھی رفع کرتی ہے"۔ سوچنے کی طاقت کو جگاتی ہے جسم کو تروتازہ کرتی ہے اور خیالات کو بھی پاکیزہ کرتی ہے" چائے ایک ایسی تصویر ہے جس کی خوبی میں امتداد زمانہ کے باعث کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ ایک لمحے کے لئے ذرا اس پیالہ کا خیال کرو جو فوراً آغوش کر دیتا ہے۔ اور اس کی طرف بھی ذرا توجہ کرو جبکہ دو آدمی جن کے سامنے چائے کے پیالے رکھے ہوئے ہیں اور دل کھول کر باتیں کر رہے ہیں ان کا خیال کرتے ہوئے دنیا کو پھر کیا آپ کوئی چیز ایسی مکمل بنا سکتے ہیں جیسے کہ اس نامکمل دنیا میں چائے ہے



# برطانیہ کے وعدے

(صفحہ ۸ سے آگے)

تو نہایت سست رفتار ہے"

آئین اساسی کا ماہر اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۰ پر لکھتا ہے:

"قوموں پر ایسے وقت آیا کرتے ہیں جب آگے بڑھنا کھڑے ہونے سے بہرحال بہتر ہوتا ہے جب کہ اختیارات دینا زیادہ دانشمندی کے مطابق ہوتا ہے۔ خواہ ان کے غلط استعمال کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ بہ نسبت اس کے کہ اختیارات کو روک کر بے چینی پیدا کی جائے"

وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کو وہ تجربہ کرنے کا موقعہ دیا جانا چاہیے جس کے لئے وہ سخت بے تاب ہو رہا ہے اور وقت نہ آ چکا ہوتا تو یہ بیتابی کی رو اس طرح نہ پھیلی ہوتی۔

" ہندوستان کی آزادی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہندوستان میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب میں اس قدر اختلاف ہے کہ انہیں حکومت خود اختیاری دینا گویا ان کو تباہ کرنا ہے۔ گو اختلافات کی موجودگی میں ذمہ دارانہ حکومت کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ اختلافات بغیر ذمہ دارانہ حکومت کے مٹ بھی نہیں سکتے۔ اس کا صرف یہی علاج ہے کہ ہندوستان میں ذمہ دارانہ حکومت کی بنیاد رکھی جائے۔ تاکہ ہندوستانیوں کو تجربہ سے اس اصلاح اور آشتی کے فوائد معلوم ہوں۔ ورنہ بغیر اس کے یہ نقص کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ بالفاظ دیگر اس طرح ہندوستان کبھی آزادی کا مستحق ہی نہیں سمجھا جا سکتا۔

صرف یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ آئینی نظام حکومت میں فسادات اور باہمی رنجش کو کس طرح کم اور ختم



کیا بالکل دور کیا جا سکتا ہے؟

... یہ کہ اس اختلاف کی موجودگی میں ہندوستان کو آزاد حکومت ہی نہ دی جائے۔

حال ہی میں سر لیفلاٹ گلر نے جو ہندوستان کا تیسری مرتبہ دورہ کرنے کے بعد ولایت تشریف لے گئے ہیں بندرگاہ مدراس پر "مدراس میل" کے نمائندے سے دوران انٹرویو میں ہندوستان کے تبدیل شدہ حالات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کی بے چینی کا صرف ایک علاج ہے اور وہ یہ کہ برطانی پارلیمنٹ ہندوستان کو درجہ نو آبادیات دیدے"۔ انگلستان میں چھ افراد پر مشتمل ایک کونسل ہونی چاہیے جس میں تین یوروپین اور تین ہندوستانی ہوں۔ ان میں سے دو یوروپین اور دو ہندوستانی عوام کے ذریعہ منتخب کئے جائیں اور باقی کو ملک معظم نامزد کریں۔ ان کے فیصلہ کی پشت پر ملک معظم کی اعانت (Authority) ہونی چاہیے"

آپ نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان وفادار قوم ہے اور ملک دستی میں اس تبدیلی کو پسند کریگا۔

اسی طرح سے دیگر ذی فہم انگریز مدبر اس بات کو سمجھ رہے ہیں اور اس امر کا پرزور مطالبہ بھی کر رہے ہیں کہ ہندوستانیوں کے جائز حقوق جن کا وہ صحیح طور پر مطالبہ کر رہے ہیں ان کو دے دینے چاہئیں۔ لیکن مسٹر چرچل اور ان کے دوسرے ہمنوا اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں

سب سے زیادہ حیرت انگیز اور مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ سر سیمویل ہور نے اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ حکومت ہندوستان کو ڈومینین اسٹیٹس دینے کے وعدے پر قائم ہے۔ لیکن معلوم نہیں کن وجوہات کی بنا پر وہ لفظ (Dominion Status) نئے آئین میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس سے اور بھی شک و شبہ کی گنجائش ہو گئی ہے کہ برطانیہ اپنے وعدے کو پورا نہیں کرنا چاہتا۔

## ریویو

### پیسہ فنڈ کا جوبلی نمبر

مہاراشٹر ایک زراعتی صوبہ ہے۔ یہاں دریا بھی بہت کم ہیں اور بارش نہیں ہوتی ہے وہ جو کسان کرتے ہیں اس سے یہ صوبہ بلی دار صوبہ نہیں ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے آج سے پچیس سال پیشتر مسٹر انتاجی وامن کارکر وکیل نے اس بات کو بیان کیا اور معاصرین بال گنگا دھر تلک نے اس کے ساتھ پیسہ فنڈ قائم کر کے صنعتی ترقی کے لئے ملک کے ساتھ ایک کلاس ورکس قائم کیا گیا جس نے اس صوبہ کی بڑی ضرورت کو پورا کر دیا۔ اور دراصل یہ ایک نئی صنعت کی بنیاد ڈالی۔ سینکڑوں آدمیوں کو برسر روزگار لگا دیا۔ اور ملک کا بے شمار روپیہ غیر ممالک کو جانے سے بچ گیا۔ نیز اس ملک کو یہ دکھا دیا کہ سرمایہ دار و تجارت کی وجہ سے گورنمنٹ کی امداد اور غیر ملکی ماہرین کے بغیر بھی منظم کوشش سے کیا کیا کام سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔ اب پیسہ فنڈ نے اپنی سلور جوبلی کے موقعہ پر ایک نمبر نکالا ہے جس میں گلاس کی صنعت کے متعلق کئی مضمون اور اہم مضامین شائع کئے گئے ہیں جن سے اقتصادی مسائل میں دلچسپی رکھنے والے اصحاب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ "پیسہ فنڈ" کی کمیٹی کے چیئرمین شریمت این۔ سی۔ کیلکر منتخب ہوئے ہیں اور امید ہے کہ آپ کے دور میں پیسہ فنڈ اور بھی ترقی کرے گا۔ یہ نمبر لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے قیمت فی جلد دو روپیہ۔ ڈاک خرچ آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ سیکرٹری پیسہ فنڈ ۲۰۶۲ شنوار پیٹھ پونہ سٹی۔

## گذارش

جو حضرات تیج ویکلی میں ریویو کے لئے کتابیں۔ رسائے یا دیگر اخبار رسائل فرماتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ "تیج ویکلی" کے نام پر بھیجیں روانہ کیا کریں کیونکہ ریویو کا تعلق براہ راست شعبہ ادارت سے ہے۔

(ایڈیٹر)

### دھاتو شبد اودھ

بانی پت کے پنڈت بسدیو ویاکرن شاستری نے رگھونندن شرما نے یہ کتاب لکھی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت اچھا ہے علاوہ ازیں مڈل تک کے لڑکوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ قیمت صرف ۶ آنے ہے۔

ملنے کا پتہ: جیوتش کاریالیہ پانی پت۔

### نٹ کھٹ

یہ نام خود بتاتا ہے کہ اس نام کا رسالہ کن کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بچے بڑے نٹ کھٹ ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر ملن موہن اگروال کی زیر ادارت "نٹ کھٹ" ایک ماہانہ رسالہ المورڑہ سے ہندی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ رسالہ بچوں کے لئے بہت مفید ہے اور آسان زبان میں بچوں کو نصیحت آمیز باتیں سنائی جاتی ہیں۔ سرورق بھی بہت خوبصورت ہے۔

## گورنمنٹ آف انڈیا کا شملہ کو تبادلہ

ہمارے خریداران کے لئے یہ بہتر ہوگا۔ کہ وہ اپنی تولیئے۔ ڈسٹر۔ نیپکن۔ دسترخوان۔ چادر پلنگ۔ سوزنی وغیرہ شملہ کی ضروریات کو روانہ ہونے سے پیشتر ہمارے رٹیل ڈپو (اتنی سٹورز) دہلی سے پورا کرکے ریل خرچہ و درمیانی شخص کے منافع کا نقصان نہ اٹھاویں۔

**دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ۔ دہلی**

## تیج ویکلی فروخت کرنے کیلئے

انوپ شہر۔ حصار۔ بھیوانی۔ بہادر نگر۔ نینی تال۔ پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ برنالہ۔ ڈیرہ غازی خاں۔ ایبٹ آباد۔ بستی۔ میانوالی۔ امراوتی۔ سنگرور۔ مدک وال۔ کوہ مری۔ وزیر آباد۔ کالکا۔ گورداسپور اور حیدر آباد دکن میں سول ایجنٹ کی بہت جلد ضرورت ہے۔

**ایجنسی منیجر تیج اخبار دہلی**

# آئندہ تین مہینوں کو نہ کھوئیے

ہندوستان میں مئی، جون، جولائی کے مہینے عام طور پر کساد بازاری کے ہوا کرتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں گرمی کی شدت کے سبب آدمیوں کے دل و دماغ قدرتاً پژمردہ ہوتے ہیں، اور جسم بھی ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں، کاروبار میں طبیعت بہت کم لگتی ہے، نہ کچھ خریدنیکو جی چاہتا ہے نہ بیچنے کو، اسی وجہ سے تجارت کی رفتار مندی رہتی ہے۔

مگر امسال حالت کچھ اور ہے، مئی کے مہینہ میں شہنشاہ معظم کی سلور جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی جانیوالی ہے ہر مقام پر غیر معمولی چہل پہل ہونیکی توقع ہے، خاص طور پر دہلی میں عجب رونق ہوگی۔ لاکھوں کا اجتماع ہوگا، ان مہینوں میں یقیناً تجارت کی گرم بازاری رہے گی، تجار اس موقعہ پر بڑی بڑی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں،

اگر آپ بھی اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں، تو ان مہینوں میں اپنی اشیاء کا زیادہ سے زیادہ مشتہر کیجئے، ہم نے مشتہرین کو اس نادر موقعہ سے پورا پورا فائدہ پہنچانیکا خاص انتظام کیا ہے، اپنے اشتہاروں کے لئے ابھی سے جگہ ریزرو کرالیں، ورنہ پھر جگہ کی قلت کے سبب مایوس ہونا پڑیگا، مزید معلومات کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجئے۔

برہمانند گپتا منیجر روزانہ تیج و تیج ویکلی دہلی

## فلمستان

(پچھلے صفحہ سے)

اور جذبات پر اس قدر قابو نہ در کر سکتی ہیں۔ میں نے کہا، مگر یہ تو مجبوری کی بات رہی ورنہ یہ تو آپ ضرور چاہتی ہوں گی کہ آپ کا ساتھی اداکار کے کر آپ کی خواہش کے مطابق ہی ۔ فلمی نمبر ۹ آپ نے کہا۔ بات تو قدرتی ہے۔ میں نے کہا تو یہ بات بھی قدرتی ہے کہ ایک خواہش کے مطابق اداکار کے ساتھ کام کرنے سے اس پارٹ میں ایک نئی زندگی ڈالی جا سکتی ہے۔ مسز روپی نے اس سے اتفاق کیا۔

میں نے کہا تب تو سامانِ حقیقی پردہ سکرین کے ہیروؤں کی نسبت زیادہ اچھا پارٹ کر سکتے ہیں۔

مسز ستی روپی نے کہا کہ اگر دونوں سچے دل سے ایکٹنگ کر رہا ہے تو لاشبہ ان کا ایکٹنگ زیادہ اچھا اور دلچسپ ہوگا۔

اس سلسلہ کو یہاں پر ہی چھوڑ کر میں نے ان سے پوچھا کہ اس کام میں شامل ہونے کے بعد آپ کی سیرت میں کوئی فرق آیا ہے یا نہیں۔

مسز ستی روپی نے کہا کہ جہاں تک انہوں نے محسوس کیا ہے وہ پہلے جیسی ہی ہیں۔ ان کے مطابق ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

میں نے پوچھا کیا آپ کے پتی بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں یا ان کے خیال میں آپ کے اندر کوئی تبدیلی ہو گئی ہے؟

مسز ستی روپی نے کہا کہ یہ بات تو آپ ان کے پتی سے ہی پوچھ لیں وہ اس کا کیا جواب دے سکتی ہیں۔ میں نے مسز ستی روپی سے یہ سوال اس لئے پوچھا تھا کہ ایک مرتبہ مشہور پروفیسر ہندی سے میں نے سوال کیا تھا کہ کیا سچے گھر کی استریوں کا سینما لائن میں جانا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ جانا تو ہو سکتا ہے مگر یہ دلوں کا جذبات ہی پر بس کرنے لگیں گے کہ ان کی استری کے سبھاؤ میں کچھ تبدیلی آگئی ہے اس پر میں نے پوچھا تھا کہ کس قسم کی تبدیلی سے آپ کی مراد ہے تو انہوں نے کہا تھا کہ وہ محسوس کریں گے کہ ان کی استریاں آزاد بہت ہو گئی ہیں وہ آزادی کس حد تک آگئی ہے اس کا جواب لینے کے لئے ہی مسز ستی روپی سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ ان کے جواب سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی آزادی ان کے گھر یلو جیون کی خوشگواری کو نشٹ نہیں کر رہی ہے۔

### سٹیج اور سکرین یعنی (پردہ)

مسز ستی روپی "رونق" میں داخل ہونے سے پہلے سٹیج کی ایک کامیاب ایکٹرس تھیں۔ اس لائن میں دلچسپی رکھنے والے اصحاب ان کے نام سے بخوبی واقف ہیں۔ سکرین پر آنے کا ان کا پہلا ہی موقعہ ہے میں نے ان سے پوچھا کہ وہ سٹیج اور سکرین میں سے کسے زیادہ پسند کرتی ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ سکرین پر ایکٹنگ کرنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔

میں نے کہا کہ سٹیج کا ایکٹنگ سکرین کے ایکٹنگ کی نسبت زیادہ دلچسپ اور پرجوش ہوتا ہے۔ مسز ستی روپی نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر سکرین کے ایکٹنگ کا فائدہ زیادہ ہے وہ زیادہ ہر دل عزیز ہے۔ اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ایکٹنگ دکھایا جا سکتا ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ بہت جلد ہی سینما کے پردہ پر ایکٹنگ کرنے والے ایکٹر اور ایکٹرس سٹیج کی طرف اپنا رخ بدل لیں گے۔ یورپ اور امریکہ میں یہ میلان بہت صاف نظر آ رہا ہے۔ اچھی اور کامیاب ایکٹرس ہی پردہ کے ایکٹنگ کو بے جان سمجھ کر سٹیج کے ایکٹنگ کو پسند کر رہی ہیں +

---

کانسٹنس بینٹ بھی ایک مشہور ایکٹرس ہے۔ اس کے پاس یورپ کے تمام بادشاہوں کے سکے ہیں۔

رابرٹ منٹگمری کو کالی بلی سے ڈر لگتا ہے کہ اس نے "گربۂ سیاہ" نامی ایک تصویر میں ہیرو کا کام کیا ہے!

---

جینٹ گینر مشہور آفاق ایکٹرس کو مشاہیر موسیقی کے عکس اور ان کی استعمال کی ہوئی چیزیں جمع کرنے کا خبط ہے اور اس پر بڑی رقم ہر سال خرچ آتی ہے۔

---

جارج آبس ایک مقبول کیریکٹر ایکٹر ہے وہ سمندر کے کنارے ٹہلنا اپنی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین و ہدایت کرتا ہے

---

ہندوستانی وابستگان فلم کی بابت کوئی خاص قابل ذکر بات معلوم نہیں ہو سکی جن صاحبوں کو ایسی دلچسپ معلومات ہوں وہ اس کالم میں بغرض اشاعت بھیجیں تاکہ مغربی وابستگان فلم کی حالت جاننے کے ساتھ ہمارے فلمی احباب مشرقی اور ہندوستانی فلمسٹاروں

دردِ الفت کا ایک سین

یہ فلم عنقریب ہی سنٹرل ٹاکیز دہلی میں آنیوالا ہے

مسٹر بٹ

کنول مووی ٹون لمیٹڈ لاہور کے مشہور فلم " کاروان حسن " میں کام کرتے ہیں
عنقریب ہی آنیوالا ہے

TEJ ILLUSTRATED WEEKLY

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

شری بھولا بھائی دیسائی
خیال ہے کہ صدر کانگریس آپ کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ممبر مقرر کرینگے۔

سردار پٹیل
آپ الہٰ آباد میں یو۔پی کسان کانفرنس کی صدارت کرینگے اور الہ آباد میونسپل بورڈ آپکو ایڈریس پیش کریگا

ڈاکٹر خان صاحب
آپ کا پشاور میں شاندار خیر مقدم کیا گیا اور ایڈریس دیا

رائے نند لال
آپ کانپور میں ہونے والے ہندو سبھا کے اجلاس کے صدر منتخب ہوئے

پنڈت وشنو پرشاد صاحب فدا
آپ پنجاب کے مشہور شاعر — اہل قلم اور تیج ویکلی کے خاص قلمی معاون ہیں اس مرتبہ آپکی نظم صفحہ ۵ پر ملاحظہ کریں۔

مہنت دامودر لال جی
آپ مہاراجہ اودے پور سے ملنے کے لئے گئے ہیں۔ خیال ہے کہ آپ کو ذاتیہ دوارا کی گدی واپس مل جائے گی۔

مولانا شوکت علی
کہا جاتا ہے کہ آپ نے علیگڈھ ریلوے سٹیشن پر وائس چانسلر کی کنونسنگ کے سلسلہ میں یونیورسٹی سٹاف کے ایک ممبر کے ساتھ تشدد کا سلوک کیا۔

پراسپکٹس کی ایک نقل بموجب دفعہ ۹۲ (۲) ایکٹ ۷ آف ۱۹۱۳ء فائل کی جا چکی ہے۔

# ستلج کوٹن ملز لمیٹڈ

(قائم شدہ زیر انڈین کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء)

منظور شدہ سرمایہ ۲۵،۰۰،۰۰۰ روپے

جو دس دس روپے کے ۲ لاکھ ۵۰ ہزار حصص میں منقسم ہے۔

اس وقت صرف پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کے ایک لاکھ پچاس ہزار حصص جاری کرنا تجویز کیا گیا ہے۔

اڑھائی روپیہ فی حصہ درخواست کے ہمراہ اور اڑھائی روپیہ فی حصہ الاٹمنٹ پر اور بقایا حسب ضرورت ڈائرکٹران کمپنی ہذا ادا کرنا ہوگا۔ جاری شدہ سرمایہ کا تقریباً ۳۰ فیصدی مینیجنگ ایجنٹس ڈائرکٹرز اور ان کے دوستوں نے خریدنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ جنرل میٹنگ میں ووٹ کا حق فی آرڈنری حصہ ایک ووٹ ہے۔ اس وقت ترجیح فاؤنڈرز یا مینجمنٹ کے حصص جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔

## ڈائرکٹرز

(۱) مسٹر جی۔ڈی برلا آف برلا برادرز لمیٹڈ
(۲) آنریبل رائے بہادر لالہ رام سرن داس سی۔آئی۔ای۔ لاہور
(۳) مسٹر بشمبر لال مہیشوری سوداگر آف بمبئی

## بینکرز

امپیریل بنک آف انڈیا۔ دی سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ۔
آڈیٹرز :- میسرز۔ایس۔آر۔ باٹلی بوائے اینڈ کمپنی کلکتہ۔
مینیجنگ ایجنٹس :- میسرز برلا برادرز لمیٹڈ آف کلکتہ، بمبئی، دہلی وغیرہ
رجسٹرڈ آفس :- سبزی منڈی دہلی۔

## پراسپکٹس

کمپنی ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری کی گئی ہے، جو میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج ہیں۔ پراسپکٹس کے ہمراہ میمورنڈم بھی چھپا ہے، جو اس کا ایک جزو ہے۔ کمپنی کا خاص مقصد پنجاب میں جہاں خام مال مہیا ہونے اور کپڑا فروخت ہونے کی سہولتیں ہوں۔ کوٹن اسپننگ اینڈ ویونگ ملز قائم کرنا ہے۔

ایسے اصحاب کمپنی کی ڈائرکٹری کے مستحق ہو سکتے ہیں جن کے نام میں کم از کم دس ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص ہوں، لیکن مینیجنگ ڈائرکٹرز کو دو ایسے ڈائرکٹرز منتخب کرنیکا حق حاصل ہے جن کے نام میں متذکرہ بالا حصص کا ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی یہ ترتیب کے لحاظ سے ریٹائرڈ ہوں گے۔ اور نہ ہی یہ ڈائرکٹروں کی ریٹائرڈمنٹ کی ترتیب کا فیصلہ کرنے میں شمار کئے جاویں گے۔ مینیجنگ ایجنٹس کا سینئر نمائندہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیرمین ہوگا۔

ڈائرکٹروں کی تعداد تین سے کم اور سات سے زیادہ نہ ہوگی۔

ڈائرکٹروں کو ہر میٹنگ میں شامل ہونے میں تیس روپیہ فی کس ملیں گے۔ دیگر آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں متذکرہ ڈیوٹی کے علاوہ اگر ڈائرکٹرز کمپنی کا کوئی اور کام کرینگے، تو ان کو اس کا معاوضہ ملے گا۔ ڈائرکٹروں کو میٹنگ کے سلسلہ میں سفر خرچ اور اخراجات ہوٹل بھی ملیں گے۔ اور دیگر اخراجات بھی جو کمپنی کے لئے ہوئے ہوں، ملیں گے۔

مندرجہ بالا اصحاب نے کمپنی کا ڈائرکٹر بننا منظور کر لیا ہے۔ کمپنی کے مینیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ ہوں گے جن کا ہیڈ آفس ۸ رائل ایکسچینج پلیس کلکتہ میں ہے۔

کم از کم سرمایہ جس کے وصول ہو جانے پر ڈائرکٹر الاٹمنٹ شروع کرینگے منظور شدہ سرمایہ کا پانچ فیصدی ہے۔ کمپنی نے ابھی تک کوئی جائیداد نہیں خریدی ہے، اور نہ ہی جائداد حاصل کرنیکا ابھی تک کسی کے ساتھ ایگریمنٹ کیا ہے۔ حصص فروخت کرنے پر زیادہ سے زیادہ دو فیصدی تک کمیشن دیا جا سکتا ہے۔

ابتدائی اخراجات کا تخمینہ تین ہزار روپیہ کا ہے۔

آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی رو سے کمپنی کا کاروبار بورڈ آف ڈائرکٹرز کی نگرانی میں مینیجنگ ایجنٹس انجام دینگے۔ کمپنی کے اول مینیجنگ ایجنٹس میسرز برلا برادرز لمیٹڈ یا ان کے نمائندے یا ان کے دیگر منتخب شدہ اصحاب ہوں گے، جو اسی نام سے یا کسی دیگر نام سے کاروبار چلا سکیں گے۔ کمپنی کے اول مینیجنگ ایجنٹس تاوقتیکہ وہ خود مستعفی نہ ہوں، کمپنی کی قائمی سے پچیس سال تک کمپنی کے مینیجنگ ایجنٹس رہنے کے مستحق ہوں گے۔ اس مدت کے بعد بھی آئندہ پچیس ۲۵ سال اور اس کے بعد بھی کمپنی کا مینیجنگ ایجنٹس رہنا ان کی مرضی پر ہوگا۔ تاوقتیکہ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں درج شدہ کلاز نمبر ۱۱۶ کی رو سے ایکسٹرا آرڈنری میٹنگ میں ریزولیوشن کے ذریعہ ان کو علیحدہ نہ کر دیا جائے۔

جب تک ملز میں اسپنڈلز اور لومز کی تعداد بالترتیب دس ہزار اور اڑھائی سو رہے گی، مینیجنگ ایجنٹس کو پانسو روپیہ ماہوار ملے گا۔ اور جب یہ تعداد بڑھ جائے گی، ایک ہزار روپیہ ماہوار ملے گا۔ علاوہ ازیں مینیجنگ ایجنٹس کو کمپنی کی کل فروخت پر دو فیصدی کمیشن بھی ملے گا۔ مندرجہ بالا شرائط کے لئے کمپنی اور مینیجنگ ایجنٹس کے مابین ایک شرائط نامہ ہوگا۔ مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں کو کمپنی کا معاوضہ ملے گا۔

(۱) مسٹر جی۔ڈی۔ برلا بحیثیت مینیجنگ ڈائرکٹر آف میسرز برلا برادرز لمیٹڈ جو کمپنی ہذا کے مینیجنگ ایجنٹس ہیں۔
(۲) مسٹر بشمبر لال مہیشوری کو مینیجنگ ایجنٹس کے معاوضہ دو روپیہ سیکڑہ میں سے چار آنے کا حصہ ملے گا۔
(۳) ان کے علاوہ کسی دیگر ڈائرکٹر کا پروموشن یا کمپنی کی پراپرٹی میں کوئی مفاد نہیں۔
(۴) کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی نقل کمپنی کے رجسٹرڈ آفس دہلی میں دوران ایام کارکردگی دیکھی جا سکتی ہے۔

جی۔ڈی برلا　　　رام سرن داس　　　بشمبر لال مہیشوری

AFGHAN Snow
FROM FACTORY TO THE MARKET
USED THROUGHOUT THE EAST
FACTORY
AFGHAN SNOW
PATT REGD No 52274
Manufactured by E. S. PATANWALA,

# افسانہ نگار کی بیوی

از قلم شری دوارکا پرشاد سکسینہ بی۔ اے



اُن کے گھر اگرچہ دُور تھے۔ لیکن گھروں کی دُوری محبت میں مانع نہ ہوئی۔ محبت آنکھوں سے خطوط پر اور خطوط سے زبان پر اُتر آئی۔ روز مرہ راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں۔ عمر کے ساتھ جذبۂ محبت بڑھا۔ اور دل بدن محبت کے ڈورے میں اور بھی مضبوط گرہیں پڑ گئیں۔ چندر بھان اور ساوتری نے نہ معلوم کتنی دفعہ یہ محسوس کیا کہ اُن کی زندگی ایک دُوسرے کے لئے کتنی ضروری ہے۔ دونو سمجھ گئے تھے کہ محبت کیا ہے؟ فقط دلوں کا تبادلہ ہے۔ ایک نے دُوسرے کے پاس اپنا دل بطور امانت رکھ دیا ہے جس کی حفاظت کرنا اُن کا اخلاقی فرض ہے۔

چندر بھان نے بارہا گوشۂ تنہائی میں وہ درد جگر محسوس کیا تھا جس کی خریداری اُس نے ساوتری سے اپنی آنکھوں کے ذریعہ کی تھی اور اُس کی قیمت اُس کا اپنا دل تھا محبت کی خریداری بھی عجیب ہے انسان پہلے درد مول لیتا ہے پھر اُس کی دوا کرتا ہے چندر بھان اور ساوتری دونوں شریف تھے دونوں تعلیم یافتہ تھے اور یہی سبب تھا کہ چار برس کے طویل عرصہ تک دونوں نے ضبط سے کام لیا۔ لیکن اب دونوں کے صبر و استقلال کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ اور دلوں میں محبت اُمڈی آ رہی تھی۔ کہاں وہ وقت تھا کہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا لینا ہی کافی سمجھتے تھے اور کہاں اب یہ حال تھا کہ بات چیت میں گھنٹوں کا گذر جانا روز کا معمول ہو گیا تھا

چندر بھان ایک مشہور افسانہ نگار تھا اُس کا وقت یا تو افسانہ نویسی میں گذرتا تھا یا ساوتری کی یاد میں اُس کے افسانوں نے ہندوستان کے ادبی حلقوں میں ایک دُھوم مچا رکھی تھی۔ انسانی جذبات اور واردات کی صحیح ترجمانی اُس کا خاص حصہ تھی۔ اس کے افسانے عام طور پر اخلاقیات ... رسالہ جات اصلاحات کے

تعلق ہوتے تھے۔ لیکن سحر کار قلم سے محبت ہی

چونکہ اب وہ مبتلائے محبت تھا۔ اس لئے اُس کے قلم سے محبت ٹپکتی تھی۔ بقول شاعر ؎

ہو گا تری محفل میں کوئی اور بھی جلوہ
مجھ کو تو محبت ہی محبت نظر آئی

اُس کے افسانوں کا پڑھنے والا محبت کی اُن گہری وادیوں میں چلا جاتا تھا جہاں پر انسان سب کچھ بُھول جاتا ہے۔ اور بالکل بیخود ہو جاتا ہے۔

چندر بھان بی۔ اے پاس کر چکا تھا۔ باپ کا سایہ بچپن ہی میں اُٹھ گیا تھا۔ اور غریب ماں دنیا کے نشیب و فراز دیکھنے کو زندہ تھی۔ گھر میں روپیہ پیسہ کافی تھا۔ اس لئے فکر معاش چندر بھان کی بلند خیالی اور تحریر اشتغال میں مانع نہ ہوئی۔

تیج کا تہوار۔ جھولے کی پینگ تو بڑھ ہی رہی تھی لیکن محبت بھی اپنی پوری طاقت سے جلوہ آرا ہوتی جاتی تھی۔ ساوتری اپنی چند سہیلیوں اور کچھ سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ جھولے کا لطف اُٹھا رہی تھی۔ چندر بھان کے گھر تقریباً ہر تہوار کو موسم کے مطابق کسی نہ کسی قسم کی رنگ رلیاں ضرور ہوتی تھیں۔ کیونکہ ایک تو اُس کی ماں بہت ملنسار تھی اور دُوسرے اُس کا مکان بہت وسیع اور محلّے کے وسط میں تھا۔ تیسرے دولت بھی کافی تھی جو تہواروں پر لوگوں کی خاطر مدارت میں صرف کی جاتی تھی۔ چندر بھان کی ماں نے اپنے اخلاق اور خوش مزاجی سے اپنے گھر کو محلہ والوں کا مہمان خانہ بنا رکھا تھا:

ساوتری اور چندر بھان کو اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ آج کا تہوار اُن کے لئے کتنے رنج و غم اور دُکھ درد کا پیش خیمہ بن جائے گا:

جھولا جھولنے کے لئے آنا تو ساوتری کا ایک بہانہ تھا۔ دراصل جھولے کی آڑ میں محبت بیٹھی جھانک رہی تھی۔

ساوتری کی آنکھیں ہر لحظہ چندر بھان کی متلاشی تھیں۔ اس لئے وہ اُس کے کمرے میں گئی۔ کہاں چلے گئے " یہ سوچتے ہوئے

چندر بھان ساوتری کو لے کر گھر پہنچا۔ ساوتری رات بھر کچھ نیند اور کچھ بے ہوشی میں پڑی رہی ؛

وہ محض وقت گذارنے کی خاطر اس کی واپسی کی اُمید میں الماری میں رکھی ہوئی کتابوں کو دیکھنے لگی کہ اچانک اُس کی نظر ایک کاغذ پر پڑی۔ جس پر لکھا تھا: "میرے پیارے! تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی میں خود تمہاری محبت میں بہت بے چین ہوں۔ آہ! اب کب ملو گے؟"

ساوتری کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اس کے جسم میں ایک کپکپی محسوس ہوئی وہ فوراً کمرے سے باہر نکل آئی اور تہوار کی ساری خوشی مایوسی میں تبدیل ہو گئی۔ دماغ میں خیالات کا ایک محشر بپا ہوا۔ اُس نے سوچا یہ کون دُوسری عورت ہے جو چندر بھان سے محبت کرتی ہے

باقی مضمون اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے

# پچھلے سمے

...ور بے وفائی اُس کی آنکھوں میں پھر گئی اور محبت اسے ایک فضول سی چیز دکھائی دینے لگی۔

لگے روز چندر بھان ساوتری کے گھر گیا۔ محبت بھرے دل میں ہزاروں ارمان تھے۔ لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ ساوتری بدل چکی ہے۔ ساوتری نے پہلے تو ایک نفرت کی نگاہ ڈالی اور پھر کچھ کہے بغیر واپس لوٹ گئی۔ چندر بھان کلیجہ تھام کر سکتہ کا شکار ہو گیا۔

دوسرے روز چندر بھان کو ایک خط ملا:

چندر بھان۔

میں تمہیں پیارے چندر بھان لکھ کر محبت کی توہین کرنا نہیں چاہتی۔ مجھے خبر مل گئی کہ تم غیر کے ہو چکے ہو۔ تمہارا شغل محبت نہیں بلکہ حسین عورتوں کے دلوں سے کھیلنا ہے میں کیا جانتی تھی کہ تمہاری محبت بالکل بے اصل ہے ظاہری ہے، دھوکے کی ٹٹی ہے۔ شاید قصور میرا ہی ہے کیونکہ میری محبت اتنی نہ تھی کہ تمہیں اپنا کر لے اگرچہ بظاہر میں وہی ساوتری ہوں۔ لیکن میرے پہلو میں جو دل ہے وہ بدل چکا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم امانت میں خیانت کر رہے ہو۔ اور میری ملکیت کسی دوسرے کے سپرد کر چکے ہو میرا خیال تھا کہ تم میرے ہو چکے ہو۔ لیکن یہ میری بھول تھی جس کی سزا میں پا رہی ہوں۔ جو کچھ تم نے کیا وہ اچھا کیا میں اس قابل نہیں کہ مجھ سے محبت کی جائے۔ میرے مکان کی طرف بھی اب کبھی محبت بھری نگاہوں سے نہ دیکھنا کیونکہ اس میں اب وہ ساوتری نہیں رہتی۔ جو تم سے محبت کرتی تھی۔ افسوس ہے کہ تم نے ایک بلا کا دل لے کر اسے بے رحمی سے مسل ڈالا۔ میں شاید کسی کی زبانی سُن کر ایسی اَن ہونی باتوں کا یقین نہ کرتی لیکن جب تحریر میرے ہاتھ میں ہے تو شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا ہے جاؤ اور دنیا کے مزے لوٹو یہ دنیا شریف اور باوفا انسانوں کے واسطے نہیں اس میں تمہارا کیا قصور تم ابھی ایک دل کی قدر نہیں جانتے ہو۔ لیکن اس کی قدر تمہیں معلوم ہو جائے گی اور اب رخصت اس خط کے ساتھ ہمارا رشتہ محبت بھی ٹوٹتا ہے کیوں! یہ میں نے تم کو استار تحریر کر دیا ہے۔ میری تحریر کی ... خود تمہارا ہی ضمیر دے گا اور پھر تم خود سمجھ جاؤ گے کہ کہاں تک حق بجانب ہوں۔ میں ایک روحانی اضطراب محسوس کر رہی ہوں۔ خیر! تم خوشیاں مناؤ اور مجھے بھول جاؤ

ابھاگی ساوتری

یہ خط کیا تھا ایک سر تھا جو سن سے چندر بھان کے سر میں لگا۔ خط پر آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ جس کے خط کو دیکھ کر وہ خوش ہوا کرتا تھا آج اسی کے ساتھ کراہ رہا ہے۔ روز رہا تھا جب ذرا طبیعت ٹھہری تو چندر بھان نے لکھا۔

پیاری ساوتری میں تو تمہیں "پیاری" ہی لکھوں گا

میں تم کو ملزم نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ ہی اس میں تمہارا کچھ قصور ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ تمہارا خط میری بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح غیر کا ہو چکا ہوں۔ میں نے آج تک اپنے دل کے آئینہ میں سوائے تمہاری تصویر کے اور کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ خیر اگر تم مجھے چھوڑتی ہو تو چھوڑ دو۔ لیکن میرے پہلو میں ایک دل ہے جو تم پر نثار ہو چکا ہے۔ اگر تمہیں نے مجھے چھوڑ دیا تو میرے لئے اس دنیا میں کیا رکھا ہے۔ اگر میری محبت میں اثر ہے تو تمہیں جلد ہی پتہ لگ جائے گا کہ دل کی قدر کون نہیں جانتا۔ تم اگر مجھ کو چھوڑتی ہو تو چھوڑ دو لیکن میں تمہاری محبت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس چیز کو میں نے دل راتوں کی جانفشانی سے حاصل کیا ہے اس کو اتنی آسانی سے ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔ میرا خیال ہے کہ شاید تم نے اب جذبہ محبت کو خیرباد کہہ کر خط لکھا ہے اور میرے گناہ کو جس کا کہ مجھ کو مطلق علم نہیں ہے میری محبت پر ترجیح دیتی ہو۔ پیاری ساوتری۔ کیا واقعی میں نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو ناقابل معافی ہے۔ آخر وہ کیسی غلطی ہے کیسا گناہ ہے جو مدت کی پالی پوسی تمناؤں کو اس طرح برباد کرنے والا ہے کیا میری محبت جھوٹی اور کیا میرا شغل انسانی دلوں سے کھیلنا ہے۔ ایسا تو کبھی مجھے خیال بھی نہ آتا تھا۔ میں تو محبت کو بہشت سے ایک نہایت لطیف اور سچی چیز سمجھتا ہوں۔ لیکن معلوم نہ تھا کہ کسی روز یہ جدائی کی گھڑیاں بھی دیکھنی پڑیں گی۔ ایسی جدائی جس کا اختتام ایک مایوس کن موت پر ہوگا۔ میں گنہگار سہی لیکن کیا تم میرا گناہ معاف نہ کرو گی۔ غلطی کرنا انسان کا کام ہے۔ پیاری ساوتری مجھ کو میری غلطی بتا دو تاکہ میں اپنے آپ کو بے قصور سمجھوں۔

جب تمہاری محبت کا رشتہ ہی ٹوٹا تو دنیا کی تمام اچھی اور خوبصورت چیزیں بھی گئیں۔ آنسو ٹپکتے ہیں اور گرم آہیں نکلتی ہیں۔ نہ معلوم یہ سینہ کب تک آتش فشانی کرتا رہے گا۔ نہ معلوم یہ آنسو کب تک تمہاری یاد کو بجھانے کی ناکام کوشش کریں گے۔ محبت کی آگ بھی عجب آگ ہے۔ جتنا بجھاؤ اتنی ہی بھڑکتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں ہر چیز کی انتہا ہے لیکن محبت اور عشق کی کیا انتہا ہو سکتی ہے

پیاری ساوتری یہ دل تمہارا ہے اور جب تک مجھ میں محبت کا جذبہ رہے گا یہ دل تمہارے ہی نام کی مالا جپتا رہے گا اور تمہاری یاد موت کے ساتھ ہی ختم ہو گی قسمت نے یاوری کی تو پھر ملیں گے کیونکہ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ سچی محبت ... وہ محبت جس کو کہ میں نے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھا ہے کیا یونہی رائیگاں چلی جائے گی؟

پیاری ساوتری تمہاری خوشی میری خوشی ہے لیکن اس طرح مجھے قصوروار نہ ٹھہراؤ۔ میری محبت کو ... ہزاروں ارمانوں کو ... لاکھوں تمناؤں کو اس طرح نہ مٹاؤ۔ ان کا خون اس طرح نہ کرو۔ اگر میری خاطر نہیں تو انسانیت کی خاطر محبت کی خاطر۔ میرے گناہ سے مجھ کو آگاہ کر دو۔ میں نے تم کو اپنا دل بطور امانت دیا تھا۔ تم اس میں خیانت کرنے والی کرنا چاہتی ہو۔ اسے بھی تم ہی رہنے دو۔ اب یہ تمہارے رحم پر ہے۔ اس خط کے جو دو چار لفظ آنسوؤں سے خراب ہو گئے ہیں ان کو بھی پڑھ لینا۔

ہمیشہ تمہارا۔ چندر بھان

ساوتری کو غصے نے اندھا کر دیا تھا۔ رشک بھی محبت ہی کا ایک پہلو ہے اور وہ بھی اس پر غالب آ چکا تھا۔ وہ اپنے ہوش کھو بیٹھی تھی۔ اس خط نے اور بھی آگ پر تیل کا کام کیا۔

چندر بھان نے ایک دو روز تک خط کا انتظار کیا لیکن آخرکار یہ مایوس محبت کف افسوس مل کر رہ گیا۔ ساوتری نے اس خط کا جواب خاموشی سے دیا۔ چندر بھان کو دفعتاً مایوسیوں نے گھیر لیا۔ اور وہ سوچنے لگا۔

"دنیا کو جس قدر گہری نگاہ سے دیکھا اتنا ہی اُسے ناپائیدار اور بے وفا پایا۔ اور جس قدر دنیا کے نشیب و فراز کو سمجھا اتنی ہی طبیعت بے چین ہوتی گئی کیا کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں دل کی راحت پر بھی دلی فانی حسن کے ذریعہ چھینی نہ جاتی ہو۔ ایشور کی عطا کی ہوئی برکات اس قدر مہنگی اور کمیاب ہیں کہ انسان اُن کو حاصل نہ کر سکے!

ایسی بربادی بھی عجیب بربادی ہے جس میں خوشی ہے، لطف ہے، لیکن انجام ایک خوفناک مایوسی اور پھر اس کا علاج ایک دردناک موت! انسان جب دنیا داری میں پھنس جاتا ہے تو ضمیر کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگ ماہ و مہ کے دریا میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا میں وفا کہاں ہے؟ یہاں امیدیں کچلی جاتی ہیں خود غرضی اور احسان فراموشی جگہ جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ جس نے اس دنیا میں اپنی ظاہری آنکھوں پر اعتبار کیا۔ اور سچائی کو ٹھکرا دیا اس نے ہمیشہ دھوکا کھایا۔ کیا ساوتری نے بھی ایسا ہی نہیں کیا ہے؟"

چندر بھان نے پوری ایک رات اپنی خیالات میں اور کرب و اضطراب میں گزاری اور صبح ہونے سے پہلے گھر چھوڑ کر لاپتہ ہو گیا۔

(۲)

ساوتری کو اس سے پیشتر کبھی اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اور نہ کبھی اس نے یہ خیال کیا تھا کہ اس کا یہ فیصلہ . وہ فیصلہ جس نے چندر بھان کو آٹھ آٹھ آنسو رلایا تھا نظر ثانی کا محتاج ہے: اور انصاف کے دائرے سے قطعی باہر ہے، وہ اس فیصلہ کو انسانی جرأت سے وابستہ کرتی تھی۔ وہ چندر بھان کو اب تک دھوکہ باز اور مردوں کو بے وفا اور جذبۂ محبت سے خالی سمجھتی تھی۔ یہ خیال اس کے دل میں اتنا پختہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی پر محبت کرنا اپنے سر مصیبت کی بلا لینا اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی جانکنی میں ڈالنا خیال کرتی تھی۔ صرف چندر بھان کی محبت کا تلخ تجربہ (؟) اس کے دماغی توازن کو درہم برہم کر چکا تھا۔ ساوتری محبت کی اس پہلی ٹھیس سے کچھ ایسے افسانے پڑھنے کی عادی ہو گئی تھی جس میں انسانی محبت کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔

ساوتری آج بھی بیٹھی ہوئی مطالعہ میں مصروف تھی۔ اپنے قصور کا اُس کو کچھ پتہ نہ تھا۔ اپنی غلطی سے وہ بالکل بے خبر تھی۔ اُس نے ایک مشہور رسالہ اٹھایا سب مضامین کے عنوان دیکھنے شروع کئے۔ ایک افسانہ کا عنوان "مایوس محبت" تھا۔ وہی اس کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ساوتری ہمہ تن پڑھنے میں مصروف ہو گئی ابھی افسانہ کی چند سطریں بھی نہ پڑھی ہوں گی کہ اس کی نظر دفعتاً افسانہ نگار پر پڑی: "از قلم چندر بھان بی۔ اے" شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کس کا اخبار اور کیسا افسانہ۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ گذرے ہوئے دن کی تصویریں سینما کے پردے کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگیں۔ افسانہ کے ایک خط میں یہ الفاظ اُسے دکھائی دئے:

"میرے پیارے۔ تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی میں خود تمہاری محبت میں بہت بے چین ہوں۔ آہ! کب ملو گے؟" دل سے کہنے لگی۔ کیا وہ پرچہ جو میں نے چندر بھان کی الماری سے نکالا تھا کسی حسینہ کا اصلی خط نہ تھا۔ بلکہ صرف اس خیالی افسانے کا ایک حصہ تھا چند آنسوؤں کے ساتھ پھر اس کی زبان سے نکلا؟ "پیارے چندر بھان۔ تم کہاں ہو؟"

ساوتری خیالات میں غرق ہو گئی اس کا سویا ہوا جذبۂ محبت پھر جاگ اٹھا۔ اے ایشور لوگ کہتے ہیں کہ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ لیکن اس میں کیا بھید تھا۔ میں کس طرح کہہ دوں کہ جو تو کرتا ہے وہ اچھا ہی کرتا ہے۔ میں تو ایک قاتلہ ہوں ایسی قاتلہ جس کے واسطے سزائے موت بھی ناکافی ہے۔ میں نے خون کیا ہے۔ چندر بھان کی ہزاروں تمناؤں کا۔ اس کی سزا . . . ایسی زندگی جو موت سے ہزار درجہ بدتر ہے۔ پیارے چندر بھان میں واقعی دل کی قدر نہیں جانتی۔ اور تمہارے دل کو لے کر مسل ڈالنا مجھ ڈائن ہی کا کام ہے۔ افسوس میں نے تمہارے الفاظ پر تمہاری تحریر کو ترجیح دی۔ میں اُس وقت غصہ کی آگ میں جل رہی تھی۔ اب دکھ کی آگ میں جل رہی ہوں۔ آج میں اُس وطن سے دور پڑی ہوں جہاں میں نے تمہارا دل توڑا تھا۔ پتاجی کی تبدیلی نے امیدوں کا ایک اور دروازہ بند کر دیا اور اب تم بھی وہاں پر نہیں ہو۔ اگر آج تم مل جاؤ تو میں تمہارے اشارے پر، تمہاری خاطر، تمہاری ذرا سی آرزو کی خاطر اپنی پیاری جان کو قربان کر دوں۔

آج پھر تیج کا تہوار تھا۔ یہی وہ منحوس دن تھا جس روز ساوتری نے ایک افسوسناک غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ آج وہ روز کی نسبت زیادہ غمگین اور پژمردہ نظر آتی تھی۔ گذری ہوئی باتیں بالکل آج ہی کی سی معلوم ہو رہی تھیں۔

(باقی مضمون صفحہ نمبر ۳۲ پر)

# تہذیب اور رفتار

## آتما اور پرماتما کا گیان ۳

(منی تیج دہلی)

(ازقلم شریت لالہ موہن لال صاحب بھٹناگر ایڈوکیٹ)

### تیسری منزل

جب انسان تہذیب کی تیسری منزل میں داخل ہوا تو پہاڑوں اور جنگلوں کو چھوڑ کر میدانوں میں اُتر آیا تو مویشیوں کو پالنا اور ان سے کام لینا سیکھا جب ایک جگہ چارہ ختم ہو جاتا تو چارہ کی تلاش میں دوسری جگہ نقل مکانی کرتا۔ اس طرح اس نے گڈریوں کی زندگی اختیار کی۔ آ سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے پہاڑوں کی غاریں نہ تھیں۔ اور سانپ اور درندوں کا خوف بھی نہیں تھا لہذا اس نے سرکنڈوں اور گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنائیں جو ہر ایک نئی جگہ میں آسانی سے بن سکتی تھیں۔ درختوں کے پتوں اور دیگر چیزوں سے تن ڈھانپنا بھی سیکھ گیا تھا اس کی خوراک میں اضافہ ہوا اور قدرتی پھل پھول کے علاوہ مویشیوں کا دودھ پینے لگا۔ بلکہ مویشیوں کا دودھ اسکی خوراک کا جزو اعظم بن گیا۔ آج کل بھی گڈریے زیادہ تر دودھ پر ہی گذارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ دودھ ہمیشہ ان کے پاس ہوتا ہے پھل پھول کے لئے تردد کرنا پڑتا ہے علاوہ ازیں دودھ خوش ذائقہ اور جسمانی پرورش کے لئے بڑھیا چیز ہے مویشیوں کے لئے چونکہ ہمیشہ پانی کی ضرورت رہتی ہے لہذا انسان زیادہ تر دریاؤں اور ندی نالوں کے نزدیک رہنے لگا۔ مصر میں دریائے نیل کی وادی میں اور ہندوستان میں دریائے گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقہ اور دجلہ فرات کے دوابہ میں پرانی تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ اس زندگی میں دو چیزیں اس کے سکھ کا باعث تھیں۔ دریا اور ندی نالے اور دودھ دینے والے مویشی۔ لہذا ایشوری گیان میں اضافہ ہوا۔ دریاؤں۔ ندی نالوں کی پرستش ہونے لگی۔ دودھ دینے والے جانور بھی متبرک سمجھے گئے۔ چنانچہ مصر میں بچھڑے اور ہندوستان میں گائے کی پوجا ہونے لگی بلکہ اب تک جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھینس یا تو ہندوستان کا جانور ہی ہے اور بعد میں کسی غیر ملک سے اسکو یہاں لایا گیا ہے یا گائے کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد اس کی دریافت ہوئی۔ کیونکہ ہندوؤں کی قدیم دھرم پستکوں میں گائے کا ذکر تو بہت کثرت سے آتا ہے۔ مگر بھینس کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ حالانکہ بھینس گائے کی نسبت بہت زیادہ دودھ دیتی ہے

گڈریے کی زندگی میں قدرتی موت کے مشاہدہ کرنے کے مواقع انسان کو زیادہ ملے۔ پہلے تو وہ غاروں میں رہنے والے بزرگوں کی طرح یہ سمجھتا رہا کہ موت ایک لمبی نیند ہے جو چند دنوں کے بعد رفع ہو جائے گی۔ چونکہ گڈریے کی زندگی میں چند دن وہ ایک جگہ رہ سکتا تھا۔ اور چارہ ختم ہو جانے پر اسکو پرانی جگہ چھوڑ کر نئی جگہوں میں جانا پڑتا تھا۔ اس لئے ذاتی مشاہدہ سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ موت دنوں کا معاملہ نہیں بلکہ اس کی میعاد بہت لمبی ہے۔ اب مشکل یہ درپیش ہوئی کہ جب وہ اس جگہ سے چلا جائے گا تو مُردے کی حفاظت کون کرے گا۔ بلا حفاظت جنگلی جانور اس کو کھا جائیں گے۔ لہذا اس کے ذہن میں دو طریقے آئے۔ اول تو یہ کہ مُردے کو کسی اونچی جگہ پر رکھدے اسکو یہ معلوم تھا کہ اس کے بزرگ درختوں پر رہ سکتے تھے اس لئے اس نے اس خیال سے مُردے کو درخت پر رکھ دیا کہ جب وہ جاگے گا تو خود درخت سے اُتر آئے گا۔ اور اپنی ضروریات پوری کرے گا۔ مگر ایسے درختوں کا ملنا مشکل تھا جن پر مُردہ آسانی سے رکھا جا سکے لہذا اس نے ٹیلوں اور چٹانوں پر مُردوں کو رکھنا شروع کیا۔ چنانچہ یہ رسم اس زمانہ میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ پارسیوں میں یہ رواج ہے کہ شہر کے باہر وہ ایک بہت اونچا مینار بناتے ہیں۔ اور اپنے مُردوں کو اس پر رکھ آتے ہیں جہاں پر پرندے اسکو کھا جاتے ہیں۔ نقصانی لوگوں کا خیال ہے کہ پارسیوں کی یہ رسم پرانے طریقہ کی یادگار ہے۔ لہذا اس ابتدائی انسان کو یاد آیا کہ غاروں کا طریقہ باقی طریقوں سے زیادہ اچھا ہے۔ چونکہ میدانوں میں غاریں نہیں تھیں۔ اس لئے انسان نے مصنوعی غاریں بنائیں اور ان کا نام قبریں رکھا۔ پرانے زمانہ میں قبریں اتنی لمبی چوڑی بنائی جاتی تھیں کہ انسان ان میں اچھی طرح چل پھر سکے۔ مُردے کے ساتھ کھانے پینے اور ضروریات زندگی کی دیگر چیزیں کر دی جاتی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ قافلے نے تو ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا ہے۔ قافلہ کے چلے جانے کے بعد اگر مُردہ اپنی نیند سے بیدار ہو گیا تو اتنی چیزیں اسکو ضرور مل جائیں جن کی اسکو فوراً ضرورت ہو۔ بعد میں وہ خود ہی قبر سے باہر نکل کر اپنا بندوبست کرے گا چنانچہ اس زمانہ میں قبروں پر نہایت ہلکی چھت ڈالی جاتی تھی۔ تاکہ مُردے کو نکلنے میں تکلیف نہ ہو۔ قبر گویا ایک اچھا خاصا سونے کا کمرہ ہوتا تھا۔ تواریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض قوموں نے زندگی کے ایک شعبہ میں تو کمال کی ترقی کر لی مگر دوسرے شعبہ میں انکی حالت بالکل ابتدائی رہی ہے مصر اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ دیگر معاملات میں بہت زیادہ ترقی کر جانے کے باوجود مُردے کے اُٹھنے کا خیال نہیں

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ پر)

# غروبِ آفتاب

(ازجناب شادؔ عارفی۔ رامپوری)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

کھینچتا ہوں آج تصویرِ غروبِ آفتاب
فیصلہ کیجے کہاں تک ہو سکا ہوں کامیاب

جا رہا ہے اُڑ کے مغرب کی طرف لالے کا پھول
یا کوئی تتلی گئی ہے گلستاں کی راہ بھول

یا فلک کے حاشیہ پر ہے مُدوّر آئینہ
جس میں پورے چاند کی تصویر ہے ہر آئینہ

یا چمک کر برق ٹھہری اور تھالی بن گئی
فطرتاً جو شے جلالی تھی جمالی بن گئی

یا انصاری نے اُچھالا ہے ترنجِ خسروی
دیں شفق کو سُرخیاں جس نے برائے دلکشی

یا ہمٹ کر رہ گئی رنگینیٔ قوسِ قزح
نور کے سانچے میں ڈھل کر بن گئی زریں قدح

یا دکھانے کیلئے خورشید کا روشن جواب
ماہ نخشب مانگ لایا جگنوؤں سے آب و تاب

یا مئے گلرنگ ساقی نے بھری شیشے میں ہے
دوسرے لفظوں میں یوں کہئے پری شیشے میں ہے

یا افق میں بہتی ہے وہ کشتیٔ نازک حسین
ڈوبنا مدِنظر ہے جس کو ساحل کے قریں

یا ہوئی حل کہکشاں کر زمیں تارا بن گئی
بن کے تارا حُسن کے ماتھے کی بندیا بن گئی

یا گلابی رنگ کی ساری کوئی باندھے ہوئے
بامِ مغرب سے اُترتا ہے نظر پھیرے ہوئے

یا کسی گلرو کے چہرہ پر پڑی ہلکی سی نقاب
مدعا ہے یہ کُھل جائے کہیں رازِ عتاب

یا یہ بزمِ قدس کے ایواں کا روشندان ہے
جس کے ہر گوشے سے ظاہر نور اور ایمان ہے

یا یہ وہ منبع ہے جس سے موجزن ہے بحرِ نور
دشت جس سے دشتِ ایمن کوہ جس سے کوہِ طور

یا کوئی جادو کی ہانڈی ہے حجابِ نے کوہ ہے
دن کے سر پر شام ہے برقِ غضب گرنے کو ہے

یا وہ روزن ہے کہ جس سے جھانکتا ہے دیوِ شب
اور کہتا ہے کہ لیٹیں نیند اب سو جائیں سب

---

یا منور ہو رہا تھا شمع بے فانوس ہے
آنیوالی تیرہ بختی کے سبب مایوس ہے

یا نمونہ دوپہر کو تھا رُخِ محبوب کا
اور اب اُترا ہوا چہرہ کسی محجوب کا

شام آئی اب یہ اپنے فرض سے معزول ہے
شادؔ یہ سورج ہے یا مرجھا کا پھول ہے

# ایک دلچسپ صنعت

## دریائے جہلم میں بلّوں اور سلیپروں کا منظر

تصویریں صفحہ ۲۴ پر دیکھئے

جو لوگ وادی جہلم سے گذر کر کشمیر میں داخل ہوتے ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا کہ دریائے جہلم کی سطح پر ہزاروں بڑے شہتیر اور سلیپر بہتے ہوئے اپنے ساحل مقصود کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ تمام سلیپر جب شہر جہلم میں پہنچتے ہیں تو دریا سے باہر نکال لئے جاتے ہیں۔ مقام اوڑی پر جہاں دریا بہت ہی تنگ گذرتا ہے ان سلیپروں کے بہتے ہوئے گرنے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے کا منظر اس قدر دلچسپ ہوتا ہے اور اسی طرح رامپور اور بارامولہ کے قریب جب یہ چپ چاپ اور خاموش دریا میں بہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو یہ نظارہ بھی نہایت دلکش ہوتا ہے۔

اگرچہ دریائے جہلم سے ان سلیپروں کے گذرنے کا منظر بہت لوگوں نے دیکھا ہے۔ مگر بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کو دریا میں ڈالے جاتے ہوئے دیکھا ہو۔ کیونکہ جن جنگلوں میں بڑے بڑے درخت کاٹے جاتے ہیں اور شہتیر بنا کر دریا میں ڈالے جاتے ہیں وہاں تک صرف وہی لوگ جاتے ہیں جن کو اس کام سے کوئی تعلق ہو۔ بہت سی دور دراز وادیوں کی خاموش فضا ان عظیم الشان درختوں کے ٹوٹنے اور گرنے سے گونج اٹھتی ہے اور ہزاروں سال سے جہاں پرندوں کی صدا اور بہتے ہوئے چشموں اور ندیوں کی موسیقی کے سوا کوئی دوسری آواز پیدا نہ ہوتی ہو وہاں درخت کاٹنے والے قلیوں کے کلہاڑوں کی کھڑکھڑاہٹ اور سلیپروں کو گھسیٹ کر دریا تک لے جانے اور اس میں ڈالنے کا شور غل وادی کشمیر کے سناٹے کو چند دنوں کے لئے توڑ دیتا ہے۔

کشمیر میں اس کام کی حیثیت ایک تجارتی صنعت کی ہے۔ جب درخت کاٹ کاٹ کر دریا کے کنارے لائے جاتے ہیں تو پہلے ان کی چھال الگ کر دی جاتی ہے۔ پھر ان کو آرے سے چیر کر ایک مخصوص لمبائی اور چوڑائی کے شہتیر بنائے جاتے ہیں۔ اور بعد کو بہتے ہوئے دریا کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ ان دور افتادہ مقامات سے چل کر اپنا آبی سفر طے کرکے شہر جہلم تک پہنچ جائیں۔ لیکن یہاں تک ان کے پہنچنے میں کبھی کبھی بڑی تاخیر ہوتی ہے اور برسوں لگ جاتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ بعض نشان کردہ شہتیر پچیس برس میں جہلم تک پہنچے ہیں۔

درختوں کے گرانے اور شہتیروں کے کاٹنے کا کام خاص ہنرمندی کا طالب ہوتا ہے اور جو لوگ ان جنگلوں میں آرا چلاتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں وہ اس کام کے ماہر ہوتے ہیں اور ان کو بہت اچھی تنخواہ دی جاتی ہے۔

دریائے جہلم کی اوپری شاخوں اور چشموں میں ان سلیپروں کے سفر کرنے کی رفتار پانی کی طغیانی پر منحصر ہے۔ جہاں پانی زیادہ گہرا ہوتا ہے وہاں سے تو شہتیر آسانی سے گذر جاتے ہیں۔ لیکن جہاں پانی کم بہاؤ والا اور چٹانیں اور سنگریزے موجود ہیں وہاں سیکڑوں شہتیر آکر جمع ہونے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کا تودہ ایک ایسا پل سا بن جاتا ہے جس کو دیہاتی باشندے اپنی گذرگاہ بنا لیتے ہیں۔ ان تودوں کو توڑنے اور سلیپروں کو دھکا دے کر وہاں سے پھر بہانے کے لئے قلیوں کی بڑی بڑی جماعتوں سے کام لیا جاتا ہے۔ جو نہایت ہوشیاری کے ساتھ بڑی بڑی لاٹھیوں کی مدد سے اور اپنے ہاتھوں سے زور لگا کر ان کو پھر بہاؤ پر ڈالتے ہیں۔ اس کام کے لئے بڑی جسمانی طاقت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور قلیوں کے لئے خطرے سے خالی نہیں ہے۔

قلیوں کی ہر جماعت کا ایک سردار ہوتا ہے جو سلیپر کو بہاؤ پر ڈالتے وقت زور سے سیٹی بجاتا ہے تاکہ جو قلی نیچے کی طرف کام کر رہے ہوں وہ آگاہ ہو جائیں اور ایسا نہ ہو کہ یہ سلیپر بہاؤ پر اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہوا کسی قلی کا خاتمہ کر دے۔

اکثر لوگ جو دریائے جہلم کے ان حصوں میں مچھلی کا شکار کھیلنے جاتے ہیں ان کو اس صنعت کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور کبھی کبھی شہتیروں کے یہی تودے ان کی شکارگاہ بن جاتے ہیں جن پر بیٹھ کر وہ مچھلیاں پکڑتے ہیں کیونکہ دریا کے جن حصوں تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا وہاں بھی انہی عارضی پلوں کے ذریعہ ان کی رسائی ہو جاتی ہے۔ ان سلیپروں پر سے گذرنے کے لئے ایک خاص قسم کا جوتا کشمیری دیہاتوں میں بنایا جاتا ہے جس کا تلا گھاس کا ہوتا ہے۔ اس جوتے کا پہننا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ تمام سلیپر بہت چکنے ہو جاتے ہیں اور ان پر سے پھسل کر گر جانا بڑے خطرے کا باعث ہوتا ہے۔

کشمیر کی یہ صنعت جسے انگریزی میں "[illegible]" کہتے ہیں صرف دیکھنے والوں کے لئے دلچسپ ہی نہیں بلکہ ریاست کشمیر کے لئے بہت مفید ہے اور آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک مزید فائدہ اس سے یہ ہے کہ بہت سے آدمیوں کو اس سلسلہ میں کام مل جاتا ہے اور بیکاری دور ہوتی ہے۔

---

ایک دلچسپ تاریخی مقالہ

# سمرو بیگم

(از قلم پنڈت آنندی پرشاد صاحب مصر اجرنلسٹ۔ مراد آبادی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

جنوب میرٹھ میں سردھنہ ایک پرانا مقام ہے اور اسی نام کی تحصیل کی صدر جگہ ہے۔

سمرو کا اصل نام Walter Reinhard تھا۔ وہ ایک فرانسیسی سپاہی تھا جو کسی وقت میں ۲۰ روپیہ تنخواہ لے کر فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ہندوستان آیا۔ جس وقت لارڈ کلائیو نے اپنے عہد کے خلاف چندن نگر پر قبضہ کر لیا تو یہ سپہ سالار لاء کی جماعت کے ہمراہ آ کر بنگال کے نواب کے یہاں نوکر ہو گیا۔ ۱۷۶۰ء میں نواب کے شکست کھا جانے کے بعد سمرو نے گرگین خاں آرمینی کے پاس جو کہ میر قاسم کا جرنیل تھا ملازمت کر لی۔ انگریزوں کے ذریعہ میر قاسم کو دوبارہ نواب بنائے جانے پر اس کے اختیارات میں بھی بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اس وقت والٹر رین ہارڈ سمرو کے نام سے مشہور ہوا۔ لفظ سمرو دراصل ملک فرانس کی زبان میں سومبر ہے جس کے معنی کالے رنگ والا ہوتے ہیں۔

آہستہ آہستہ سمرو نواب کی فوج کا جرنیل بن گیا۔ اور اس نے ۱۷۶۳ء میں گیریا کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف بڑی بہادری سے جنگ کی۔ اس کے بعد پٹنہ اور مونگیر کو دھوکہ سے اپنے قبضہ سے نکلا ہوا دیکھ کر نواب نے پٹنہ میں جتنے انگریز قیدی تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ کہا جاتا ہے کہ پٹنہ کو قتل گاہ بنانے والا خود سمرو تھا۔ لیکن تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۱۷۶۴ء میں جنگ بکسر میں نواب کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد سمرو مغل بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے وزیر کی طرف سے بندیلکھنڈ کے باغی راجہ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ اس وقت انگریزوں کی طرف سے دیسی راجاؤں کے نام ایک نوٹس جاری ہوا تھا کہ سمرو اور اس کی فوج کو پکڑ کر انگریزوں کو سونپ دیا جائے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے سمرو نے راجہ بھرت پور کے پاس ملازمت کر لی۔ جہاں کہ وہ سات آٹھ سال تک رہا۔ اس وقت سمرو کے پاس ایک پلٹن پیدل۔ ایک رسالہ اور چھ توپیں تھیں جن کو وہ کرایہ پر ایک دوسرے راجہ کو دے دیا کرتا تھا۔

۱۷۷۲ء میں بھرت پور کے راجہ رنجیت سنگھ کا قبضہ آگرہ سے دہلی تک ہو گیا۔ اور انہوں نے سمرو کو آگرہ کے قلعہ کا آزاد حکمران مقرر کر دیا۔ ۱۷۷۴ء میں جس وقت سمرو نے راجہ بھرت پور کی طرف سے دہلی کے قلعہ کو گھیر رکھا تھا۔ اس کا تعارف تاریخ میں مشہور بیگم سمرو سے ہوا۔

یہ مشہور بہادر عورت جس کا کہ اصلی نام زیب النساء تھا۔ عرب کے ایک مالدار لطیف خاں کی بیٹی تھی اور ۱۷۵۰ء کے قریب پیدا ہوئی۔ اس کے والد میرٹھ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر موضع کوتانہ میں سکونت پذیر تھے جب یہ صرف چھ سال کی تھی۔ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی ماں اور زیب النساء سوتیلے بھائی کے پریشان کرنے پر دہلی چلی آئیں جہاں اس کی شادی سمرو سے ہو گئی۔

مغل بادشاہ شاہ عالم بہت ہی کمزور خیال میں رہا اس وقت اس نے نواب نجیب الدولہ کو دہلی کے صوبہ کا حکمران کر دیا۔ نواب نے مرتے وقت اپنے اختیارات اپنے بیٹے ضابطہ خاں کو دے دیئے۔ مگر شاہ عالم نے دہلی چھین کر یہ اختیارات نجف خاں ایرانی کے سپرد کر دیئے۔ اس لئے ضابطہ خاں اپنی بے عزتی سمجھ کر باغی ہو گیا۔ نجف خاں نے ضابطہ خاں کو شکست دینے کے لئے سمرو کو معہ اپنی فوج کے بلایا۔ سمرو نے بڑی بہادری سے غوث گڑھ کو جو شوالک پہاڑ پر واقع ہے اور جہاں ضابطہ خاں رہتا تھا۔ فتح کر کے اسے اودھ میں بھگا دیا۔ اس فتح کے سبب سمرو کا بڑا نام ہوا۔ اور شاہ عالم نے اسے اپنی ملازمت میں لے لیا۔ اور چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کی ایک جاگیر بھی دہلی کے قریب اسکو دی۔ اس طرح سردھنہ کی جاگیر کی ابتداء ہوئی۔ یہ ۱۷۷۶ء کا واقعہ ہے۔ یہ جاگیر گنگا سے جمنا ندی تک ایک طرف اور ضلع مظفر نگر سے علیگڑھ تک دوسری طرف تھی۔

۱۷۷۷ء میں نجف خاں نے سمرو کو راجہ بھرت پور کے خلاف جنگ کرنے کو بھیجا۔ جس کو کہ سمرو نے متھرا کے قریب برسانہ میں شکست دی۔ ۱۷۷۸ء میں سمرو کا انتقال ہو گیا۔

سمرو کے انتقال کے تین سال بعد سمرو کی بیگم عیسائی ہو گئی۔ اور اس کا نام جوانا رکھا گیا۔ یہ بڑی بہادر عورت تھی۔ اس نے اپنی اور شاہ عالم کی طرف سے مرہٹوں، سکھوں اور مسلمان سامنتوں کے خلاف کئی بار کامیابی کے ساتھ جنگ کی۔ یہ بہت معتدل مزاج اور دلیر تھی۔ میدان جنگ میں اس کی بہادری کسی طرح بھی مردوں سے کم نہ تھی۔ اس کی رعیت اس کے دوران حکومت میں اس کے برتاؤ سے کبھی ناراض نہ رہی۔

سمرو کے انتقال کے بعد بیگم کی فوج نے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

# ہوا سے خوراک

(از قلم شریمت جی۔ ڈی۔ تلی۔ ایم۔ ایس۔ سی)

خاص "تیج و بجلی" کے لئے

اگرچہ نائیٹروجن انسانی اور حیوانی جسم کا ایک نہایت ضروری جزو ہے۔ حیوانات ہوا کے نائیٹروجن سے براہ راست کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس کے برعکس اگر کسی حیوان کو نائیٹروجن سے بھرے ہوئے کمرہ میں بند کر دیا جائے تو وہ چند ہی لمحوں میں سسکیاں بھرتا ہوا نظر آئیگا۔ وہی گیس جو پودوں کی صورت میں ایک اعلیٰ خوراک ہے۔ اپنی اصلی حالت میں زندگی کے لئے دشمن ہو جاتی ہے۔

انسان اور حیوان اپنی نائیٹروجن کی ضروریات صرف پروٹین سے ہی پورا کر سکتے ہیں اور چونکہ پروٹین نباتات اور حیوانات کا ضروری جزو ہے اس لئے نباتاتی یا حیوانی خوراک انسان کے لئے لازمی ہے۔ پودے نائیٹروجن سے پروٹین تیار کرتے ہیں۔ خوردبین کی مدد سے نظر آنے والے چھوٹے چھوٹے زمینی بکٹیریا جن کا ذکر ان صفحات میں پہلے کیا جا چکا ہے۔ ہوا سے کر نائیٹروجن زمین میں ڈالتے رہتے ہیں مگر یہ کام ایک نہایت سست کام ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے کہ مدت تک زمین کو بغیر کاشت کے رکھا جائے جلد کاشت کے لئے ہم نائیٹریٹس NITRATES کی صورت میں نائیٹروجن زمین میں داخل کرتے ہیں تاکہ پودوں کی نشوونما مکمل طور پر ہو سکے۔ یہ نائیٹریٹس کھاد کا سب سے قیمتی حصہ ہیں۔

ایک اعلیٰ قسم کی کھاد نسالٹ پیٹر ہے جو آج سے دس پندرہ برس پہلے جنوبی امریکہ کے علاقہ چلی سے بہت سے ممالک کو بڑی مقدار میں روانہ کی جاتی تھی۔ اسی سالٹ پیٹر سے شورے کا تیزاب تیار ہوتا ہے اور یہ تیزاب گولہ بارود، مختلف قسم کے رنگوں اور دیگر دواؤں اور کیمیاگری میں استعمال ہوتا ہے۔ مسلسل استعمال سے تو قارون کا خزانہ بھی خالی ہو جاتا ہے۔ ان شورے کے کھیتوں کی کیا مجال۔ اس لئے بیسویں صدی کے شروع سے ہی سائینداں اسی دھن میں ہیں کہ کسی طرح یہ شورے کا تیزاب نقلی طور پر تیار ہو سکے۔ تاکہ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات ایک غیر ملکی چیز کی درآمد پر نہ رہیں۔

ہوا سے گندھک کا تیزاب اور پھر اس تیزاب سے مختلف قسم کے نائیٹریٹس اور دیگر کھادوں کی نقلی طور پر تیاری کا سہرا جرمنی کے سر ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں جب چلی سے سالٹ پیٹر کی درآمد جرمنی میں کم ہونی شروع ہوئی تو اس کے مایۂ ناز کیمیاگروں نے اپنے دماغ کھپانے شروع کئے کہ کوئی ایسا طریقہ نکالا جائے جس سے شورے کا تیزاب ہوا سے تیار ہو سکے اور اس کی مدد سے گولہ بارود، فراہم کئے جائیں اور گولہ بارود کے علاوہ زراعت ہو۔ حضرت ایجاد کی ماں ہے شروع ۱۹۱۲ء ہی میں دو کامیاب طریقے ثابت ہوئے اور اسی سال سے بجائے چلی سالٹ پیٹر کی جگہ "ہوائی سالٹ پیٹر" جو ہوا سے تیار کیا ہوا شورے کا تیزاب بارود خانوں میں استعمال ہونے لگا۔

شکل نمبر (۱)

شکل ۱ پہلے طریقہ سے تعلق رکھتی ہے ا ا دو بڑے مقناطیس ہیں اور ب ب ان کے اوپر لپٹی ہوئی بجلی کی تاریں۔ ہوا اور آکسیجن مقام ج سے اندر داخل ہو کر جب اس بجلی کے شعلہ میں سے گذرتی ہے تو نائیٹروجن اور آکسیجن کے آپس میں ملنے سے نائیٹروجن کا آکسائیڈ بن جاتا ہے جو بذریعہ "د" باہر نکلتا ہے۔ اس آکسائیڈ کو پانی میں حل کرنے سے شورے کا تیزاب تیار ہو جاتا ہے۔ گیسوں کا رستہ تیروں کی مدد سے واضح کیا گیا ہے۔

دوسرے طریقہ میں ہوا اور ہائیڈروجن کے مکسچر میں سے معمولی سی بجلی کا SPARK پلاٹینم کی موجودگی میں گذارا جاتا ہے جس سے ان دونوں کو ملنے سے امونیا تیار ہو جاتا ہے۔ اس امونیا کو آکسیجن کی مدد سے نائیٹرک ایسڈ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

لازم نائیٹروجن جو کہ آجکل کھاد کے طور پر بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ہوا کی نائیٹروجن سے ہی بنایا جاتا ہے۔ سائیکل کے لیمپوں میں استعمال کئے جانے والے کیلسیم کاربائڈ پر جب ہوا دباؤ کے ساتھ گذاری جاتی ہے تو ایک مرکب کیلسیم سائنا مائڈ CALCIUM CYANAMIDE تیار ہو جاتا ہے جو اوپر کے نام سے بازار میں بکتا ہے اور کثرت سے استعمال ہوتا ہے اس طریقہ میں ہوا میں ہوتی ہوئی نائیٹروجن کاربن کے ساتھ مل کر یہ پتھر کی سی چیز تیار کر ڈالتی ہے جو کہ پودوں کی خوراک ہے۔ یہی پودے ہمارے لئے پھل پھول اور اناج تیار کرتے ہیں۔

# سائینٹفک نوٹ

موٹرکار کی سواری میں لطف تو بہت ہے مگر اگر رستے میں پھٹ ہو جائے اور پاس کوئی دوسرا ٹائر نہ ہو تو سب مزہ دوسروں کے مذاق کا ذریعہ بن جاتا ہے موٹرکار کی صنعت کے اس نقص کو دور کرنے کے لئے جرمنی کی ایک فرم نے ایک پنکچر پروف ایجاد کیا ہے۔ جو کہ ایک لوشن ہے۔ اور ٹائر کے سوراخ کے ذریعہ سے ٹائر میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہر وقت ٹائر ہی میں چکر کاٹتا رہتا ہے اور جہاں کہیں پنکچر کا امکان ہوا جھٹ اس جگہ پہنچ کر سوراخ کا منہ بند کر دیتا ہے۔

کیلسیم اور بیریم کے گندھک کے مرکب جن کو کیمیاگر کیلسیم سلفائڈ اور بیریم سلفائڈ پکارتے ہیں۔ ایک خاص خوبی رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی قدر خاص طور پر بڑھ گئی ہے اگر ان کو چند منٹ کے لئے روشنی میں رکھا جائے اور بعد ازاں کسی اندھیرے کمرے میں لیجایا جاوے تو یہ اندھیرے میں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں آپ نے ریڈیم والی گھڑیاں سنی ہوں گی وہ اصل ریڈیم نہیں ہوتا بلکہ یہی مرکب جو کہ گوند کے ساتھ ملا کر گھڑی کی سوئیوں اور ہندسوں پر لگائے ہوتے ہیں دن کے وقت یہ سورج کی روشنی جذب کرتے رہتے ہیں اور رات کو جب اندھیرا ہوتا ہے تو یہ چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس وجہ سے رات کے وقت گھڑی پر سے وقت معلوم کیا جا سکتا ہے لندن کے تھیٹروں اور سینما گھروں میں اور بہت سے بعض اعلیٰ ہوٹلوں میں بجلی روشن کرنے والے بٹنوں پر یہ مرکب چپکائے جاتے ہیں جس سے وہ اندھیرے میں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور لوگوں کو بٹن وغیرہ ڈھونڈنے کی تکلیف گوارا نہیں کرنی پڑتی۔

## سمندر اور نمک

سمندر کے ایک ٹن پانی میں قریباً ۰ پونڈ میں تقریباً ۲۸ پونڈ عام نمک، ۰ پونڈ میگنیشیم کلورائیڈ، ساڑھے تین پونڈ میگنیشیم سلفیٹ ۱ پونڈ پوٹاسیم سلفیٹ اور ڈھائی اونس میگنیشیم برومائیڈ پائے جاتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ان کی کم سے کم قیمت انگلینڈ میں کتنی ہوتی ہے۔ اگر ایک پونڈ نمک کی قیمت ۱ فارتھنگ اور پونڈ پوٹاسیم سلفیٹ اور میگنیشیم سلفیٹ کی قیمت ۱ فارتھنگ میگنیشیم برومائیڈ کی قیمت کم سے کم ۳ فارتھنگ مان لی جائے اور باقی کے نمک چھوڑ دئے جائیں تو ایک ٹن سمندری پانی سے نکلنے والے پانی کی قیمت قریباً ۲ پینی اور ایک کیوبک میل سمندری پانی سے نکلنے والے نمک کی قیمت ۲۰ پونڈ ہوتی ہے۔

از نتیجۂ فکر بابو جگدیشور چند صاحب عیتی دہلوی

(خاص تیج و بجلی کے لئے)

میں تجھے ڈھونڈھ رہا ہوں۔ میری تجسس بھری نگاہیں تیرے دیکھنے کے لئے بیتاب ہیں۔ بتا تو کہاں ہے؟

جب لیلائے شب اپنے سیاہ اور دراز گیسو وسعائے عالم پر پھیلا دیتی ہے۔ اور کائنات کی ہر شے سکون کا جامہ پہن لیتی ہے۔ میں تجھے دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہوں۔ بتا تو کہاں ہے؟

جب نیلگوں آسمان کے تارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ مجھے ڈراتے ہیں، میرے دل پر خوف طاری ہوتا ہے اس وقت بھی میں بصد حسرت۔ و یاس تیرا متلاشی رہتا ہوں لیکن تو نظر نہیں آتا۔ بتا تو کہاں ہے؟

جب نور کا تڑکا ہوتا ہے۔ لوگ اپنے اپنے محبوب کو سامنے رکھ کر نشقہ و چندن لگاتے ہیں۔ بناتے ہیں سنوارتے ہیں تو اس وقت میرا دل بے چین ہو جاتا ہے کاش تو میرے پاس ہوتا۔ بتا تو کہاں ہے؟

رات کے پرسکون لمحات میں جب تمام عالم خاموش اور مدہوش ہوتا ہے۔ میں تیری یاد میں آہ و نالہ کرتا ہوا دیوانہ وار صحرا میں پھرتا ہوں۔ مگر تو نہیں ملتا بتا تو کہاں ہے؟

جب شام کے وقت پھولوں کی مہک سے تمام گلشن کائنات معطر ہوتا ہے تو میں اس میں تیری بو پا کر دیوانوں کی طرح تجھے پکارتا ہوں۔ میرے محبوب بتا۔ تو کہاں ہے؟

جب میری نگاہیں گلشن میں رقص کرتی ہیں تو میں اس خوشنما منظر کو دیکھ کر تیری عدم موجودگی میرے لئے اضطراب کا باعث ہوتی ہے اور تجسس نگاہیں تیرے دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جاتی ہیں تو کہاں ہے؟

اے بانسری والے پریتم تیری منھنی بانسری کا سریلا راگ اب تک میرے کانوں میں اب تک گونج رہا ہے۔ میرے مالک پھر ایک مرتبہ وہی مدہوش کرنیوالا راگ الاپ یاد۔۔۔۔

بتا تو کہاں ہے۔

## عورتوں کا صفحہ

باندرا سکول کی لڑکیاں روسی بھالوں کی ورزش کر رہی ہیں۔

مسز جے۔ کماری ورت بی۔ اے۔ دہلی یونیورسٹی کے گذشتہ سالانہ کانووکیشن میں آپکو بی۔ اے۔ کی ڈگری عطا کی گئی۔ آپکے ساتھ اور دیگر لڑکیوں کو بھی ڈگریاں ملی ہیں

مسز ڈلہارڈس — آپ سال رواں کے لئے بمبئی پریذیڈنسی کی خواتین کونسل کی صدر منتخب ہوئی ہیں۔

**شریمتی کملا نہرو**

آپکی صحت پہلے سے اچھی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اس ہفتہ پھر آپ سے ملاقات کی ہے۔

مسز کملادیوی چٹوپادھیائے

آپ مہا کوشل صوبجاتی کسان کانفرنس کی صدر منتخب ہوئی ہیں۔

انڈین ویمن کانفرنس کے تعلیمی شعبہ بمبئی کی انعام پانے والی لڑکیاں۔ وسط میں لیڈی کیکا بھائی پریم چند کھڑی ہیں جنہوں نے انعامات تقسیم کئے ہیں۔

ایمی کولی

آپکو پیرس کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی قرار دیا گیا ہے۔ آپ اپنی کامیابی پر تحسین و آفرین کا جواب دے رہی ہیں۔

## دو سو انچ قطر کا ایک عکسی شیشہ

کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں یہ شیشہ کوہ پالومار پر نصب کیجانے والی دوربین کیلئے تیار کیا جا رہا ہے۔

## "نثرامون"

یہ سب سے زیادہ طاقتور آتشگیر مادہ سائنس کی ایک جدید دریافت ہے جو تانتالائٹ کے کارتوس سے پھٹتا ہے۔

ڈاکٹر کلانڈرک
جاہوں نے دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ قلب کے مرض (اینجیوا پکٹورس) کا کامیاب آپریشن کیا ہے۔

ھرھٹلر ڈریسڈن میں جدید فوجی بھرتی کا معائنہ کر رہے ہیں اور عمارت کے نیچے فوجی مظاہرہ ہو رہا ہے۔

## اطالیہ کی جنگی تیاریاں

اطالیہ کے بادشاہ کنگ وکٹر مسلح ٹینکوں کی نقل و حرکت کا معائنہ کر رہے ہیں۔

## تمباکو پینے کا جنون

لندن میں پائپ پینے والوں کا ایک دلچسپ مقابلہ جسمیں انعام اس آدمی کیلئے مقرر کیا گیا ہے جو سب سے زیادہ دیر تک اپنے پائپ کو جلتا رکھ سکے۔

سورگیہ لالہ ویلہ جی — آپکے سورگباس سے دہلی کی طبی دنیا کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔

دریائے جہلم میں بلوں اور سلیپروں کے چند دلکش مناظر

رادلی دیسو میں درختوں کا ایک جنگل جنگو کاٹکر سلیپر بنائے جاتے ہیں۔

دریائے جہلم کی روانی کے ساتھ ساتھ سلیپر تیزی سے بہتے ہوئے چلے آتے ہیں۔

سلیپروں کے چیرنے کا عمل—جس میں بڑی جسمانی طاقت درکار ہوتی ہے

سلیپروں کا بہتا ہوا بیڑا پتھر کی چٹانوں میں آکر رک گیا ہے اور قلی اُسے پھر بہاؤ پر ڈال رہے ہیں۔

ایک دشوار گذار تنگ نائے جہاں سے سلیپروں کا نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض بلے کشمیر سے شہر جہلم تک تیس تیس برس میں پہنچتے ہیں۔

بہت سے بہتے ہوئے بلے دریائے جہلم میں ایک جگہ جمع ہو کر پل بنا دیتے ہیں۔

(نوٹ—اس سلسلہ میں مضمون صفحہ ۷۱ پر دیکھئے)

# جانوروں پر رحم کرنا

(از شریمتی ماسٹر بہاری لال جی مہرولی (نرم تالاب) دہلی)

(ننھے بچے بچیوں کے لئے)

**پالتو جانور** بعض آدمی طوطے پالتے ہیں۔ کبوتر پالتے ہیں۔ مینا کی پرورش کرتے ہیں۔ بلیاں پالتے ہیں۔ خرگوش گھر میں رکھتے ہیں۔ گائے کی پرورش کرتے ہیں۔ ان کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پانی پلاتے ہیں۔ اس طرح ان جانوروں کی عادت اور سمجھ کا پتہ لگتا ہے۔ طوطا مینا کی آواز سن کر بچے خوش ہوتے ہیں۔ لوگ ان جانوروں کو سکھاتے ہیں کہ وہ اپنے مالک کو پہچانیں اور اس کا حکم مانیں۔ اس طرح بزرگوں کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ان جانوروں کی عادت کا مطالعہ کرنا کیسی دلچسپ بات ہے۔

**مفید جانور** ان جانوروں کو پالنے سے نہ صرف ہی خوشی نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ ان جانوروں سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ گائے دودھ دیتی ہے۔ اس کے بچھڑے ہل میں گاڑیوں میں کام آتے ہیں۔ کبوتر ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام لے جانے کا کام دیتے ہیں چٹھیاں لے جاتے ہیں اور واپس لے آتے ہیں۔ کتے مالک کی اور گھر کی رکھوالی کرتے ہیں۔ بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرتے ہیں۔ بلیوں سے گھر میں چوہے نہیں رہنے پاتے۔ گھوڑا سواری کے کام آتا ہے۔ بھیڑ سے اون اتارتے ہیں۔ بعض جانور ایسے بھی ہیں جو بظاہر مفید نہیں جیسے کہ جنگلی پرندے۔ مگر پرماتما نے انھیں بھی کسی نہ کسی مطلب کے لئے بنایا ہے۔ پرندوں کے بغیر جنگل سنسان ہوتا۔ اپنے رنگین گانوں اور کلیلوں سے پرندے ہماری خوشی کو دوبالا کرتے ہیں۔ اس لئے جانوروں اور پرندوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنا چاہیئے۔ ان کی طرف پتھر پھینکنا بالکل غیر واجب ہے۔

**بے رحمی کس طرح کی جاتی ہے** بعض بچے جانوروں پر پتھر پھینکتے ہیں۔ انھیں چھڑی سے چھیڑتے ہیں طرح طرح سے ان کو دق کرتے ہیں۔ یہ سراسر ناواجب بات ہے۔ بعض بچے ان کے گھونسلے نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ ان کے انڈے بچے نکال کر ان کو تنگ کرتے ہیں۔ بعض بچے جانوروں اور پرندوں کو وقت پر کھانا نہیں کھلاتے نہ ان کو وقت پر پانی پلاتے ہیں نہ ان کے گھونسلے، پنجرے صاف رکھتے ہیں۔

جب جانوروں کو گاڑیوں میں جوتتے ہیں تو گاڑی میں بہت سی سواریاں بیٹھ جاتی ہیں یا بہت سا اسباب لاد دیا جاتا ہے جس سے ان جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

بعض آدمی زخمی جانوروں سے کام لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ بے رحمی سے پیش آتے ہیں۔ ان کے بھی ہماری طرح جان ہے۔ اگر یہ جانور تھک جائیں یا لنگڑے ہو جائیں تو بھی ان سے کام لئے جاتے ہیں۔

جانوروں کو وقت پر کھانا دینا چاہیئے۔ وقت پر انھیں پانی دیا جائے ان کا پنجرا اور گھونسلا صاف ستھرا رکھا جائے۔ جو آدمی ایسا نہیں کرتا۔ اسے ان جانوروں کو پالنے کا حق نہیں ہے۔ ان جانوروں کو کبھی کسی صورت میں تنگ نہ کیا جائے۔ ہمیں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہیئے اور تمام جانوروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے کا سبق سیکھنا چاہیئے۔

**جانوروں پر کیوں رحم کریں؟** جانور بھی ہماری طرح تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ انھیں بھی درد ہوتا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح بھوک پیاس سے تنگ ہوتے ہیں۔ ہم کبھی پسند نہیں کرتے کہ ہمیں مدت تک اکیلی کوٹھری میں بند کر دیا جائے یا تازی ہوا اور سورج کی روشنی سے محروم رکھا جائے۔ جانوروں کو ہم سے بھی زیادہ تازہ ہوا اور روشنی کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ہمیشہ تازہ ہوا اور روشنی میں رہنے کے عادی ہیں۔ وہ اپنے خیالات ہم پر ظاہر نہیں کر سکتے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان پر اور بھی رحم کریں اور خیال رکھیں کہ ان کی ٹھیک دیکھ بھال ہوتی ہے یا نہیں؟ لڑکے پتھر مار کر کسی پرندے اور بلی کتے کو زخمی کر دیتے ہیں وہ کئی دن ان زخموں کی وجہ سے تڑپتے رہتے ہیں۔ ذرا خیال کرو۔ ان کے دکھ کا کیا حال ہوگا۔ اگر وہ منہ میں زبان رکھتے تو اپنی مصیبت کی دکھ بھری داستان تمہیں سناتے اور پھر ان کی بے بسی کا بھی خیال کرو کہ وہ اس دکھ سے خود نجات بھی نہیں پا سکتے۔

جانور مفید بھی ہوتے ہیں اور وفادار بھی۔ بلکہ یہ اپنے آقا کے زیادہ وفادار ہیں۔ انسان باہم اس قدر وفاداری نہیں کر سکتے۔ کتوں کی وفاداری کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ جانور آدمی کے خدمت گار بھی ہیں۔ کتوں نے بہت سے آدمیوں کی جان بچائی۔ بہت سے کتوں نے اپنے مالک کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دے دی۔ اگر ہم ان جانوروں کے ساتھ رحم کا سلوک کریں تو وہ بہت پیار کریں گے وہ بھی دل رکھتے ہیں۔ وہ بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ کتوں کی ذہانت کے قصے مشہور ہیں۔ جانور محبت کو محسوس کرتے ہیں جب ان پر مہربانی کرو تو وہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ کتے اپنے مہربان آقا کے بڑے وفادار ہوتے ہیں گھوڑے چابک کے ڈر کی نسبت مہربانی کے لفظ سن کر زیادہ کام کرتے ہیں مہربانی سے پرندے خوف کو بھول جاتے ہیں اور اڑ کر ہمارے پاس آ جاتے ہیں۔ جنگلی جانور بھی مہربانی سے پالتو بن جاتے ہیں۔

# طوطا

(از جناب محمد شفیع الدین نیر مدرس ماڈرن ہائی سکول دہلی)

طوطے والا طوطے لایا — طوطے لو طوطے "چلایا"
سبز پروں کی وردی سب کی — ٹیڑھی چونچ نرالے ڈھب کی
طوطے والے کو بلوا کر — اک طوطے کے دام چکا کر
قیمت دی اور ہم نے خریدا — لوہے کے پنجرے میں رکھا
پنجرے میں اک روٹی ڈالی — خوش ہو کر طوطے نے اٹھالی
آپ تو بس تھوڑا ہی کھایا — کتر کتر کر ڈھیر لگایا
ہم نے اسے کچھ بول سکھائے — لفظ بہت سے یاد کرائے
دن بھر ٹیں ٹیں کرتا رہتا — پھل لے لے کے کترتا رہتا
لفظ بہت سے جان گیا تھا — جملے بھی پہچان گیا تھا
صبح اندھیرے شور مچاتا — شور مچا کر سب کو جگاتا!
قید کا یوں دکھ سہتے سہتے! — مدت گذری رہتے رہتے
اک دن کھڑکی ٹوٹی پائی — پھر تو طوطے کی بن آئی
دیکھو طوطے کی استادی — اڑ کر حاصل کی آزادی
اب یہ باغوں میں جائے گا — یاروں میں جی بہلائے گا

قید سے اس کا اڑنا اچھا
آزادی سے پھرنا اچھا

ادب لطیف

# خواب

( جناب شجاع الرحمن اشؔ دہلوی )

مجھے اچھی طرح یاد ہے ——— کہ ———

ایک روز [illegible] سفید بادلوں کی اوٹ میں [illegible] تھی۔ اور اُن میں سے [illegible] تیری [illegible]

——— [illegible] رہا تھا ———

اور ——— جب بادلوں میں بجلی ——— [illegible] جانے لگے ——— تو ——— [illegible]

میں [illegible] سبز سبز مخمل [illegible] فضا [illegible] کوئل کوکو کر رہی تھی [illegible] کی صدا [illegible] تھا ——— غرض ———

ہر [illegible] شجر و حجر خوش نصیبوں کے گیت گا رہے تھے ——— لیکن ——— میں تیری یاد میں [illegible] اس [illegible] ڈھونڈتا ہوا پھر رہا تھا ———

——— میں یکایک تیری خیالی صورت میں نو [illegible] گھاس کے ایک خوبصورت قطعہ میں لیٹ گیا ——— اور ———

میں نہیں کہہ سکتا کہ کب نسیم [illegible] کے سرد اور [illegible] جھونکوں نے مجھکو خواب [illegible] کر دیا۔

و کیا! دیکھتا ہوں ——— کہ ———

میں ایک [illegible] کے [illegible] انتظار

میں تھی۔ ہوں ———

——— کہ ——— تھوڑی دیر کے بعد ——— [illegible]

کی آواز آئی ——— وہ ——— [illegible] یاد [illegible]

تھی ——— اور ——— میں نے دیکھا ———

کہ ——— تو اپنی اسی دلکش ادا سے خوش خرام ہے ———

——— [illegible] طرح ——— کہ گویا تو نے مجھکو بالکل بھلا [illegible] کیا تھا ———

——— اور ——— میں تیرے پاس گھٹنوں کے بل کھڑا تھا ——— اور ——— [illegible] تھا ———

کہ ——— تیرے [illegible] ——— اور ———

——— [illegible] حسن کا [illegible]

تمہاری ایک [illegible] بے باعث حیات ہے ——— تمہارے [illegible] کے [illegible] ———

——— اور ——— پھول سے زیادہ نازک چہرہ کا دیدار میرے لئے آب حیات سے بڑھ کر ہے۔ اتنے ہی میں آواز آئی ——— شام ہو گئی پھول چن لئے اب جلدی چلو ———

——— پھولوں کی آواز تھی ——— اور ———

وہ ——— [illegible] پھیرے ——— سامنے [illegible] ———

——— پھر تو ——— ایک [illegible] ———

کے قہقہہ لگایا ——— پھر ——— [illegible] طرح اُن کے ہی ہنسنے کی آواز آئی ——— اور ———

——— وہ ہنستے ہنستے [illegible] میں گم ———

——— اور ——— تو نے مجھکو بھی تڑپتا ہوا چھوڑ دیا

# تہذیب کی رفتار

صفحہ ۱۵ سے آگے

بہت مدت تک قائم رہا جیسا کہ مصر کے [illegible] ثبوت ہیں۔ [illegible] بادشاہوں کی قبریں ہیں۔ اور آج سے ۵ ہزار برس پہلے بنائے گئے تھے [illegible] تو بیشمار ہیں۔ مگر [illegible] ہیں۔ [illegible] میں بنا ہوا

پھر ——— انہیں [illegible] کے ہمراہ [illegible]

[illegible] ——— [illegible] میں دولت پر

——— [illegible] ——— اور ———

[illegible] سے آ کر گری ——— اور ———

——— میں بیدار ہو گیا ———

——— [illegible] تیرا مسرت افزا دیدار [illegible]

اور ——— [illegible] قہقہے ———

——— [illegible] ——— اور ———

——— لیکن ——— میں اب بھی اُن قہقہوں کی آواز سن رہا تھا ——— اور ——— جب بھی میں اس باغ میں جاتا ہوں ——— تو ——— وہ آوازیں مجھکو برابر آتی ہیں ———

——— [illegible] پھول چن لئے اب جلدی چلو

——— پھر ——— تیرے قہقہوں کی آواز آتی ہے ———

——— اور ——— میں دیوانہ وار [illegible] رہ جاتا ہوں ———

[illegible] لمبائی چوڑائی [illegible] ۵۰ فٹ اونچا ہے۔ اس کے نیچے بڑے بڑے [illegible] بادشاہوں کی شان کے شایاں ہیں۔ باہر نکلنے کے لئے [illegible] اور سیڑھیاں بھی ہیں۔ شاہدرہ میں جہانگیر بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس میں جو زمین کے اندر قبر ہے۔ وہ ایک اچھا خاصہ کمرہ ہے اور اس میں اترنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور دروازہ لگا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں میں آج تک یہ اعتقاد موجود ہے کہ قبر میں مردے کو دفنانے کے بعد منکر اور نکیر دو فرشتے مردے کے پاس آتے ہیں اور مردے سے اس کے ایمان کے متعلق بات چیت کرتے ہیں۔ اُن کا جواب دینے کے لئے مردے کو اٹھ کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اس لئے قبر اتنی لمبی چوڑی اور اونچی ہونی چاہئے کہ مردہ آسانی سے اٹھ کر بیٹھ سکے۔ پرانے مصریوں میں صدیوں تک یہ خیال جاگزیں رہا کہ موت ایک قسم کی نیند ہے جس سے وہ جلد یا بدیر اٹھ بیٹھیگا۔ مسلمانوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن تمام مردے قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ یہ اعتقاد بھی موت کو ایک قسم کی نیند سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ انگریزی شاعروں نے بھی موت کو دائمی نیند (eternal sleep) کہا ہے اور مردہ کی نسبت اس قسم کے شعر ملتے ہیں

He slept the sleep that
Knows no waking

وہ ایسی نیند سویا جس سے بیداری نہیں ہوتی۔ دنیا میں یہ دستور ہے کہ مردے کو رات کے وقت نہ دفناتے ہیں نہ جلاتے ہیں۔ اگر موت سر شام ہو جائے یا رات کے کسی حصہ میں ہو جائے تو صبح کی انتظار کی جاتی ہے۔

# برٹش ٹریڈ رجسٹر

پبلیشرز برٹش ٹریڈ رجسٹر کی طرف سے مسٹر ڈبلیو۔ ایچ۔ ہنڈرسن جو تین سال کے لئے سلطنت کا دورہ کرنیکے واسطے روانہ ہوئے ہیں۔ ممبئی پہونچ چکے ہیں۔ آپ کمپنی کے جنرل غیر ملکی نمائندہ کے طور پر ہر بڑے شہر و قصبہ میں جاکر کلاسیفائڈ ٹریڈ لسٹ تیار کرینگے۔ ٹریڈ رجسٹر کے لئے اشتہارات حاصل کرینگے۔ اور سب ایجنٹس مقرر کرینگے۔ ایسے مینوفیکچررز کی ایک خاص لسٹ تیار کیگئی ہے۔ جنہیں ایجنٹس کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح ایسے ایجنٹس کی لسٹ بھی تیار کیگئی ہے جس نئی ایجنسیوں کی ضرورت ہے۔ یہ لسٹ خاص طور پر مشرقی ممالک مصر۔ پیلسٹائن سیریا اور ایران وغیرہ سے متعلق ہے۔

نئے مارکٹس۔ نئے ڈسٹری بیوٹرز اور سپلائی کے نئے طریقوں کے لئے برٹش ٹریڈ رجسٹر بہترین ذریعہ ہے

مزید معلومات اور اشتہارات کے لئے جگہ ریزرو کرانیکے واسطے پتہ ذیل پر خط وکتابت کریں

مسٹر ڈبلیو۔ ایچ ہنڈرسن برٹش ٹریڈ رجسٹر معرفت تھامس کک اینڈ سنز کشمیری گیٹ دہلی

# اُردُو شاعری

(از شری پریم چند جی۔ گورودت بھون لاہور)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

شاعری ایک وجدانی شے ہے اور فطری جذبات کو اشتعال دینے میں جتنا اس کا ہاتھ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ انسان کے دل میں کسی چیز کے دیکھنے سننے یا کسی واقعہ کے پیش آنے سے ذوق، شوق، عشق و محبت وغیرہ جو کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں ان کو ایسے رنگ میں ظاہر کرنا کہ جو اثر اس کے دل میں ہے وہی دوسروں پر چھا جائے۔ اسی کو شاعری کہتے ہیں۔

اُردو زبان کی شاعری کی عمر بالکل تھوڑی سی ہے۔ گو محمود غزنوی کے ہندوستان میں آنے سے پہلے بھی ہندوستانی۔ افغانی اور ایرانی زبان کے اتصال کے ثبوت مل چکے ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے ہی نہیں بلکہ فردوسی نے بھی شاہنامہ میں ایسے شعر کہے ہیں جن میں خالص ہندوستانی زبان کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے مثلاً ؎

چو آگاہ شد کوتوال حصار
برآشفت [illegible] ستم نا بکار

کوتوال دراصل ہندوستانی زبان کے لفظ کرٹ پال کا بگڑا ہوا ہے۔ اسی طرح منوچہری نے لکھن یعنی لکشمن (روپیہ) کو استعمال کیا ہے۔ فرخی اور منوچہری کے اشعار میں "چندن" موجود ہے۔ لیکن تذکرہ نویسوں نے اردو شاعری کی ابتدا فخر سخن امیر خسرو سے کی ہے۔ جس نے برج بھاشا کی ترکیب سے انشا پردازی کا طلسم خانہ تیار کیا۔ اور اردو شاعری کی داغ بیل ڈالی۔

امیر خسرو کے اشعار میں دلاویزی اور شیرینی غضب کی ہے۔ ایسے بھلے اور سادہ انداز میں کہتے ہیں کہ بس سحر آفرینی ہی کرتے جاتے ہیں مثلاً ؎

شبان ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلت چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

---

میرا جو من تم نے لیا ہے اٹھا غم کو دیا
غم نے مجھے ایسا کیا جیسے پتنگا آگ پہ

امیر خسرو کے بعد اردو شاعری کے سنہ دکن کی ہوا راس آئی۔ دہلی میں قطب الدین ایبک سے لے کر اکبر تک وہیں بادشاہ رہے اور شاہی زبان فارسی تھی۔ لیکن گولکنڈہ۔ بیجاپور اور دکن میں بیرونی حملوں سے بے خطر آزاد حکومتیں تھیں۔ پھر دکن میں عصبیت کے مادہ کی فراوانی نے دکنی آمیز شعر کی بنیاد استوار کر ڈالی ہندی اور فارسی تراکیب کے اتصال سے ایک ایسا دلفریب جادو ظاہر ہوا جس نے آج ایک مقبول زبان کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری اور محمد قلی قطب شاہ والئے گولکنڈہ کے کلام قدیم اردو کا نمونہ ہیں۔ مگر قطب شاہی خاندان میں شاعری نے ایسے پاؤں پھیلائے کہ شاعروں کی ٹکسال تیار ہو گئی۔ عبد اللہ قطب شاہ گولکنڈہ کا تیسرا فرمانروا تھا کہتا ہے ؎

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ہوں نور ہے مجھ میں نہ تاب

دکن میں اردو شاعری ابتدائی ایام گذار رہی تھی۔ پھر اورنگ زیب کے حملوں نے جہاں حیدرآباد کو تباہ کر ڈالا وہاں شاعری بھی دکن سے دہلی کی طرف منتقل ہو گئی۔ محمد شاہ کے دور نے وہ رنگ دکھایا کہ ولی جیسے ناخدائے سخن بھی دہلی پہنچ گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ؎

دل ولی کا لے لیا دلی نے چھین
جا کہو کوئی محمد شاہ سوں

اس وقت کے شعراء میں آبرو۔ شاہ حاتم۔ [illegible] مظہر۔ گلشن۔ فغاں۔ تاباں۔ [illegible] برا درجہ رکھتے تھے۔ چونکہ تمام شعرائے کرام فارسی کے جید عالم تھے اس لئے اردو بھی فارسی خصوصیات کی حامل بن گئی۔ مثلاً معشوقوں کے خط و خال کی تعریف یعنی نرگس۔ سوسن۔ بنفشہ وغیرہ کی تشبیہیں۔ لیلیٰ، شیریں وغیرہ کا حسن۔ مجنوں و فرہاد کا عشق اردو شاعری میں شامل ہو گیا۔

مرزا جان جاناں مظہر نے ایہام اور [illegible] قدیم شاعری کا طرز [illegible] کم ہوتا جاتا ہے اس دور کے شاعروں نے دھوم مچا دی۔ قصائد میں سودا سب سے بڑھ گئے غزل اور مثنوی میں میر کی سب سے اعلیٰ ہیں مرثیہ۔ سلام اور دیگر اصناف سخن کے ساتھ ہجو گوئی بھی کم نہیں پائی جاتی۔ لیکن خواجہ میر درد کے رنگ تصوف نے وہ کمال کیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہیگا۔

اس دور کے شعراء نے عاشقانہ مضامین اسلوب بیان کو بدل کر معمولی بول چال میں ادا کئے۔ مثلاً ؎

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن میں لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

(مظہر)

---

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

(سودا)

---

آشیانے میں رات بلبل کے
آتش گل سے آگ بھڑک اٹھی

(درد)

اسی طرح تشبیہ اور استعارہ کو اعتدال سے کام میں لاتے ہوئے اشعار کو از حد زندگی بخش بنا ڈالا۔ مثلاً ؎

آتش کہو شرارہ کہو کوئلہ کہو
مت اس ستم رسیدہ کو دل کہا کرو

(مظہر)

---

فلک کو منہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانے کا
ستم شریک نوا نار ہے زمانے کا

(میر)

---

دنیا کی سعادت کا سلسلہ ہے مرا دل
اگر آرزوئی دنیا کی اسکو پاک رہنے دے

(حالی)

---

اس کے بعد اردو شاعری کو ایسے شعراء سے واسطہ پڑا جنہوں نے طرز بیان میں کوئی خوبی پیدا نہیں کی۔ بلکہ پاکیزہ خیالات کو وہم بجز کر کے ہوس پرستی کا ہولو اٹھا کر بیٹھے مثلاً ؎

کیا کیا وہ صدمہ سے جو گھر سے نکل کر
جب میں نے پکارا اسے آواز بدل کے

(جرأت)

---

اس دور کے شعرائے ریختہ کے علاوہ ریختی میں بھی [illegible]۔ رنگین کا کلام صنف نازک کی زبان کا صحیح ترجمان ہے مثلاً ؎

[illegible] کی نہیں ساکن کی اور ڈھنی
اچھی [illegible] جھلا جھل کی اوڑھنی

میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" اور اثر کی "خواب و خیال" روزمرہ کی صفائی اور ترکیب کی چستی کا زندہ ثبوت ہیں۔

تیسرے دور میں زبان کی شیرینی اور غیر مانوس الفاظ کا استعمال بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ مومن اور غالب نے فارسی تراکیب اور خیال آفرینی میں کمال کر دیا۔ ذوق و ظفر روزمرہ میں [illegible] گو پھر بھی کسو کبھو۔ لیجیو۔ تئیں وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ لیکن غالب اور مومن کا معمولی مضامین میں قدرت پیدا کر دینا۔ اور بادی النظر میں کلام کو بیہودہ سا کر لطیف معنی پیدا کر دینے کا ڈھنگ قابل داد ہے مثلاً ؎

حیف کر کہساں اسیر محبت کی زندگی
ناصح بہ بسمل غم ہیں قید حیات ہے

(مومن)

---

تو نیں باندازہ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں وہ قطرہ ہے کہ گوہر نہ ہوا تھا

(غالب)

---

نصرت مضامین آفرینی کی بنیاد ڈالی تھی اور بعید الفہم استعاروں سے زمین شعر کو تنگ کر دیا تھا چنانچہ اس دور کے شعراء نے اس بات کی تقلید میں کن کن اقسام کی گلکاریاں کیں وہ بھی دیکھنے چاہئیں۔ ؎

خیال زلف بتاں میں نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

(نصیر)

---

تھی وطن میں شان کیا غالب کہ غربت میں ہو قدر
بے تکلف ہوں وہ مشت خس کہ گلخن میں نہیں

(غالب)

---

شب ہجراں میں کیا ہجوم بلا ہے
زباں تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

(مومن)

---

پیش سفیدی میں چھپی ظلمت شب
اس کو ہم سمجھے کہ کرنا گزر صبح

(ذوق)

---

متاخرین نے زبان کی تراش خراش میں یہاں تک جرأت دکھلائی کہ غزل گوئی سے سادگی مفقود ہو گئی اور عربی الفاظ بکثرت داخل ہو گئے مثلاً ؎

بے خطر [illegible] دوڑاتا ہوں [illegible]
دوڑ لگتی ہے جس طرح نقصان [illegible]

(ناسخ)

---

اس دور کے شعراء نے [illegible] لفظی کی اعانت اور صنعت طرازی سے شاعری کو کس قسم کا سوانگ بنا دیا وہ اس طرح ہے مثلاً ؎

[illegible] خورسند بڑے لوگ ہیں ذاہل
کون ہے [illegible] آج خورسند نہیں

(ناسخ)

---

شوکہ کرکا سٹا ہرا ہر ایک جنوں
خسار دار اس ہاتھ کی تھیلی ہوئی

(وزیر)

---

تشبیہ اور استعارہ کے استعمال میں اعتدال سے بڑھتے ہوئے کہاں تک دوڑ لگائی۔ ذرا آتش کے شعر دیکھئے ؎

چشم بد دور [illegible] آئے نظر میں گال صاف
سرمۂ صفا [illegible] چشم کا چارہ ہوا

وقت [illegible] نے ثقالت۔ لوچ اور صفائی سے حد درجہ کام لیا

حالی اور اکبر مرحوم موجودہ دور کی آخری یادگار ہیں۔ جب حالی کے کلام کا مطالعہ کیا جائے ایک عجیب رنگ [illegible] ان کے ہاں دیکھنے میں آئے گا۔ حالی اپنے زمانے کا مصور تھا۔ جن کی ہر تان ماضی پر ٹوٹتی تھی اس لئے بجا طور پر انہیں ماضی کا شاعر کہہ سکتے ہیں۔

اکبر مرحوم کس کس بیرسی حکومت کے استبداد کو دیکھ کر تو سے دو کا رنگ پیدا کرنے والا تھا اور ایسے ڈھنگ سے شعر بیان کرتا کہ سنجیدگی قربان ہونا چاہتی تھی اسی لئے آج لسان العصر کہا گیا ہے۔

عاشق :- اگر میں سگرٹ پیوں تو کیا تمہیں کچھ اعتراض ہوگا ؟
محبوبہ :- نہیں۔ اگر تمہارے مُنہ میں آگ بھی لگ جائے جب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

بیوی :- تم میری بلی کو پیار کیوں نہیں کرتے !
مصوّر شوہر :- خدا کی مار تمہاری بلی پر۔ جب میں کسی ملیدے کی تصویر بنا رہا ہوں تو یہ کم بخت اس کے رنگ لیجا جاتی ہے۔

لڑکا :- کیا آپ ہی مجھے پڑھانے کے لئے ماسٹر مقرر کیے گئے ہیں۔
ماسٹر :- ہاں۔
لڑکا :- تو یاد رکھیے کہ مجھ پر صرف مہربانی سے حکمرانی کی جاسکتی ہے۔

جج :- (ملزم سے) تم بے قصور ثابت ہوئے اسلئے تم کو رہا کرتا ہوں۔
ملزم :- مگر مجھے ایک ماہ تک حراست میں رکھا گیا ہے۔ کیا اس سزا کے عوض میں کوئی چھوٹا سا جرم کر سکتا ہوں !

اُستاد :- منافق کس کو کہتے ہیں ؟
شاگرد :- وہ لڑکا جو اسکول میں ہنستا ہوا آئے

ایک دوست :- معلوم نہیں کاستی ناتھ اتنی فضول خرچی کیوں کرتا ہے نہ پرسوں اس کے پاس روپیہ تھا نہ کل تھا اور نہ آج تھا۔
دوسرا دوست :- کیا اس نے تم سے کچھ قرض مانگا تھا!
پہلا :- نہیں میں نے اُس سے قرض مانگا تھا۔

مجسٹریٹ :- تم کہتے ہو کہ ملزم نے دو ماہ پہلے تمہاری چھتری چُرائی تھی۔
مستغیث :- جی ہاں۔
مجسٹریٹ :- پھر تم نے استغاثہ دائر کرنے میں اتنی دیر کیوں کی !
مستغیث :- اس لئے کہ وہ چھتری کی مرمت کرالے

ایک دوست :- غالباً دنیا کا سب سے بڑا آدمی نپولین تھا
دوسرا دوست :- تمہیں کیسے معلوم ہوا !
پہلا :- میں نے اس کی بیوہ سے شادی کرلی +

## دورِ جدید

از قلم حضرت بسملؔ الہ آبادی

(خاص تیج دہلی کے لئے)

| | |
|---|---|
| قوم تقریر آپس کی گرہ اُس نے کھولی ہے | تعجب ہے کہ دل بے بخت لیکن نرم بولی ہے |
| نئے فیشن کی بی بی کام بن رکھتی ہے ماکٹ ہے | اُسے اسکی خبر مطلق نہیں کیا چیز چولی ہے |
| سب آپس کا مدین لیڈی پہ اب ترجیح دیتے ہیں | مس لندن کی صورت موہنی ہے شکل بھولی ہے |
| نکلنا کام اب سگرٹ سے ہے یا چائے بسکٹ سے | کہاں بیدر کا وہ حقّہ کہاں پانوں کی ڈھولی ہے |
| نہیں ٹی پارٹی دیں تو بٹھائیں کوچ کرسی پر | یہاں تو ٹاٹ کا ٹکڑا ہے یا ٹوٹی کھٹولی ہے |
| بھلا موٹر کے آگے کون ان چیزوں کو پوچھے گا | نظر میں ہیچ اب اگلا میانہ اور ڈولی ہے |

کسی قاتل کا تار آیا ہے میرے پاس یہ بسملؔ
گلے مل جاؤ خنجر سے کہ اب مقتل میں ہولی ہے



## عجائبات

جاپان میں ایک گھنٹہ کے اندر ۲۴۴ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی ایک منٹ میں ۴ اور سے ایک گھنٹہ میں ۲۴۰ ہیں۔ یہ اضافہ پیدائش ہی جاپان کی جدوجہد کا سبب ہے۔

دُنیا میں اندھوں کی تعداد تین کروڑ ہے۔ ان میں سے ۷۵ فی صدی ہندوستان اور چین میں بستے ہیں ڈاکٹر ولیا کا بیان ہے کہ مادرزاد اندھوں کو چھوڑ کر باقی اندھوں کی بڑی وجہ خرابی خوراک ہے۔

جزیرہ برطانیہ میں ہر سال تقریباً تین بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کی دُم ہوتی ہے۔

کانگو کی وادی میں ایک ایسے نئے پودہ کی دریافت ہوئی ہے۔ جو جانوروں کو کھاتا ہے۔ اگر کوئی پرندہ اس کی شاخوں پر بیٹھ جاتا ہے تو پتے اس کے گرد لپٹ جاتے ہیں اور اُسے اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک کہ سوکھ کر اُس کی ہڈیاں نہیں رہ جاتیں۔

جرمنی میں ایک سائنس دان نے ایک ایسی دوائی تیار کی ہے کہ جو ملزم کو کھلانے سے اس سے تمام واقعات صحیح صحیح کھلوا دیتی ہے۔ مگر جب انسان اس کی پیدا کردہ غنودگی سے بیدار ہوتا ہے تو اُسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ اس سے کیا کہا تھا۔

اب سائنس دانوں نے مختلف جانوروں کے میل جول سے نئی قسم کے جان دار پیدا کر دکھلائے ہیں

بعض سائنس دانوں نے قیاس لگایا ہے کہ چند ستارے ایسے ہیں جو کہ حرارت کے لحاظ سے سورج کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں

انگلینڈ میں آج کل کبوتروں کی پرواز کا ایک عالمگیر مقابلہ ہو رہا ہے۔ جیتنے والے کبوتر کو پانچ ہزار پونڈ انعام میں ملیں گے۔

ماں۔ میرے لال۔ جب تمہیں نیند آجائے گی تو فرشتے اس کمرے میں آئیں گے۔ اور تمہاری حفاظت کریں گے۔
لڑکا۔ امی جان۔ تو میری مٹھائیاں جو طاق میں رکھی ہیں انھیں میرے تکیہ کے نیچے رکھ دیجیے۔
(ماخوذ)

TELE. YARN
TELEPHONE:-5243
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس - دہلی
اس مل کا شمار نہ صرف شمالی ہند کی چند بہترین ملوں میں ہے۔ بلکہ ہندوستان کی دیگر بڑی بڑی ملیں بھی اس کی روز افزوں حیرت انگیز اور شاندار کامیابی پر رشک کرتی ہے۔
اس مل کی تیار کردہ کپڑوں کی مانگ دن بدن ہر اطراف میں بڑھتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ پبلک کی ضرورت کو پورا کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حال ہی ایک نئی مل جاری کی ہے۔ سوتی کپڑے میں کوئی کوالٹی ایسی باقی نہیں جو یہ مل تیار نہ کر چکی ہو۔
زین۔ ٹوئیل۔ لٹھے کورے۔ دُھلے۔ ورنگین دھوتیاں اور ساڑھیاں اعلیٰ وضع کی ڈوریہ ململ، کریپ، شرٹنگ، سوٹنگ، چادر پلنگ سوزنی۔ تولئے رونیدار، رنگین وفینسی۔ جھارن مسہری۔ دوسوتی۔ شیٹنگ وغیرہ وغیرہ مختلف کوالٹی و وضع میں ہماری مل کے دہلی، آگرہ، ریل ڈپو سے اور نیز حسب ذیل ایجنسیوں سے ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں۔
میسرز دیا چند ہردیال امرت سر
میسرز چندولال سورج مل کانپور
میسرز دیا چند ہردیال جموں
میسرز چندولال سورج مل لکھنؤ
میسرز دیا چند ہردیال سکھر
میسرز رامجی داس شیر رام کلکتہ
میسرز دیا چند ہردیال پالی
میسرز بابورام رام رتن فرخ آباد
میسرز کنہیا لال مولارام جے پور
میسرز جسیارام خوشی رام ملتان
لالہ کانشی رام ساہنی پشاور
نوٹ:- تولئے ہر قسم و ڈیزائن حسب ذیل جگہ سے علاوہ مندرجہ بالا ایجنسیوں کے بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔
میسرز کھڑگ سنگھ دیش راج لاہور
میسرز ایس جے۔ کواپریٹو سوسائٹی کراچی
میسرز ایس۔ جے۔ کواپریٹو سوسائٹی حیدرآباد
میسرز دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ بمبئی
دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

(صفحہ نمبر (۱۴) سے آگے)

اُس کو حافظِ خیال کے آئینہ میں چندربھان کی کتابوں کی الماری نظر آرہی تھی یا دہ اُس کے گھر کا نقشہ اُس کی آنکھوں میں پھر رہا تھا۔ بیمار آدمی تنہا پسند ہو جاتا ہے وہ بھی بیمار ہو گئی تھی۔ بیمارِ محبت ——— وہ چاہتی تھی کہ اِس خاموشی اور تنہائی کی حالت میں کوئی اُس کے تخیل میں خلل انداز ہو۔ اُسے معلوم تھا کہ سب دن اور کنارے سب ہمیشہ ایک جیسے نہیں ہوتے۔

(۳)

شام کا وقت تھا بارش ہو کر رک چکی تھی اور مطلع بالکل صاف تھا۔ دریائے گنگا کی لہریں بل کھاتی ہوئی اُٹھ اُٹھ کر سبزہ ساحل کو چھیڑتی تھیں اور بھینی بھینی خوشبو کی دلاویز مسرت آمیز نوید دے رہی تھیں۔ دریا اتنی زور سے بہہ رہا تھا کہ جیسے آج بہہ کر پھر تھمے گا۔ ساحل بالکل سنسان تھا۔ چند مرد اور عورتیں حواس باختہ گھر جانے کی فکر میں اِدھر اُدھر دوڑے پھرتے تھے۔ دریا کی لہریں پھول پتے آغوش میں لئے چلی جا رہی تھیں کہ اچانک دریا کے وسط میں سے کسی کی چیخ سُنائی دی "مجھے بچاؤ میں ڈوبی"۔ لیکن کون بچائے۔ کس کی ہمت، کس کی طاقت، آدمی آگ سے بھاگ کر بچ سکتا ہے لیکن پانی سے رہائی مشکل ہے۔ یہ دردناک آواز دریا کے کنارے ایک جھونپڑے کے دروازہ میں بھی فضا کو چیرتی ہوئی داخل ہو گئی۔ چندربھان کی رگوں میں جوانی کا جوش

موجزن ہو گیا۔ زندگی! وہ زندگی کس کام کی جو دوسروں کی بھلائی میں صرف نہ ہو بہادری کی موت، گمنامی کی موت سے بدرجہا بہتر ہے۔ چندربھان نے ایک کشتی کھولی دونوں ہاتھوں سے چپو چلایا

لمحہ بھر میں ایک نازک اندام عورت اُس کی آغوش میں تھی۔ اُس کے سیاہ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اُس پر ایک نیم بے ہوشی کی حالت طاری تھی۔ چندربھان نے کھلے ہوئے بھیگے بال اُس کے چہرے پر سے ہٹائے۔ کیا ساوتری! خوشی اُس کی دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی جسم میں محبت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ زیادہ طاقت سے کشتی کھینے لگا۔

چندربھان ساوتری کو لے کر گھر پہنچا ساوتری رات بھر کچھ نیند اور کچھ بیہوشی میں پڑی رہی صبح سویرے اُس نے آنکھیں کھولیں۔ چندربھان اپنی ماں سے کہہ رہا تھا: ماں ساوتری کی حیات ہی تھی جو بچ گئی ورنہ اگر کچھ دیر اور ہو جاتی تو پانی کی لہروں نے لے ہی جانا تھا

کے واسطے موت کی گود میں سُلا دیا ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ بھی بیچاری شہر سے دُور تن تنہا تین میل کی مسافت طے کر کے اپنی خبر دھا کے پھول گنگا جی پر چڑھانے آئی تھی"

ساوتری نے نظر بھر کر چندربھان کی طرف دیکھا اُس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ آنکھوں میں چمک تھی . . . خوشی کی اور محبت کی۔

ساوتری بولی:-

چندربھان! ایسے وفاؤں کا یہی انجام ہوتا ہے میری ساتھ اس وقت جو ہوتا وہ کم تھا۔ میں بدنصیب اسی لائق تھی کہ مجھے مچھلیاں کھا جائیں۔ تم نے میری خاطر بہت تکلیف اُٹھائی۔ مجھ کو مر جانے دیا ہوتا۔ میں اپنی غلطی پر خود نادم ہوں جس کو میں کسی عورت کا خط سمجھتی تھی۔ وہ تمہارے افسانہ کا ٹکڑا تھا۔ تمہارے احسانات سے میں تا زندگی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ میری خوشی یہ ہے کہ جہاں تم نے میری اتنی تمناؤں کا خیال رکھا ہے وہاں

اپنی اس بیوی کی اجازت اور دے دو۔ میں تمہاری ہوں اور تمہاری رہوں گی۔ افسوس تو جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے جاہل لوگ اپنی کوتاہ بینی سے اس پر الزام لگاتے ہیں

چندربھان نے کہا: ہاں اس کی طاقت بے شمار ہے کسی محدود نہیں، وہ چاہتا ہے تو جنگل میں بھی منگل کر دیتا ہے ۔

مشترکہ تعلیم (صفحہ ... سے آگے)

کی دیہی جائے مرد کو کوئی ہاتھ اس میں نہ ہونے پائے۔ دوئم اس کے درس گاہ مردوں سے قطعی علیحدہ اور مردوں سے کوسوں دور ہونے چاہئیں۔ سوئم ان کا تعلیمی کورس مردوں سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہو جائے۔ جس قدر اخراجات گورنمنٹ مردوں کی تعلیم میں لگاتی ہے اس کا نصف تعلیم نسواں کے واسطے علاوہ کرے۔ غرضیکہ یہ رعایتیں حقوق میں برابر ملنی چاہئیں میں مولانا ہسوی سے خواہش کروں گا کہ وہ کالج کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے مضمون کو غور سے دیکھیں اور اگر اس سے اطمینان ہو سکے تو جرمنی کے ڈاکٹر ہر شلر کے مضامین جو اخباروں میں مارچ کے آخری ہفتہ میں نکل چکے ہیں ان کو ضرور تسلی بخش جواب دیں گے۔

تار کا پتہ:- شوگر کھتولی

تار کا پتہ:- شوگر کھتولی

## ہندوستان میں شکر سازی کا عظیم الشان کارخانہ

# اپر انڈیا شوگر ملز لمیٹڈ دہلی

## فیکٹری کھتولی ضلع مظفر نگر

یہ ملز بہترین قسم کی مشینری اور اپ ٹو ڈیٹ سامان سے آراستہ ہے۔ شروع سے آخر تک چینی بنانے میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کا کل سرمایہ اور انتظام ہندوستانی ہے۔ اور ہندوستان کے ہی کاریگر ماہرینِ فن شکر سازی کی زیر نگرانی کام کرتے ہیں۔ عمدہ اور نفیس کھانڈ تیار کرنے میں اس نے وہ حاصل کیا ہے کہ آج ہر جگہ اسی ملز کی کھانڈ استعمال ہونے لگی ہے۔ اور اسی کی مانگ ہے۔ اس کی کھانڈ اعلیٰ نفیس، خوش ذائقہ اور خوشنما ہونے کے علاوہ شدہ، پوتر اور میل مٹی سے پاک ہے۔ اس لئے جب آپ بازار سے کھانڈ خریدیں۔ تو اپر انڈیا شوگر ملز دہلی کی کھانڈ طلب کریں۔ ایک بار استعمال کرنے کے بعد آپ ہمیشہ اسے ہی پسند کیا کریں گے۔

**سرمایہ** کمپنی کا جاری شدہ سرمایہ قریب قریب فروخت ہو چکا ہے۔ صرف تھوڑے حصص باقی رہ گئے ہیں۔ جو اب بھی ایٹ پار دیئے جا سکتے ہیں۔ سرمایہ داروں کے لئے اس سے اچھا موقعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کارخانہ جات بافندگی روئی، سن ولوہے کی نسبت بہترین اور فائدہ مند صنعت ہے۔ محبانِ ملک و تجارت پیشہ اور سرمایہ داروں کو شامل ہو کر اس کو فروغ دینا چاہیئے۔

**ڈپازٹ** کمپنی نے ایسے سرمایہ داروں کی سہولیت کے لئے جو موجودہ حالات میں بنک کی شرح سود گر جانے سے اپنے روپیہ پر معقول سود چاہتے ہیں۔ ڈپازٹ اکاؤنٹ بھی کھولا ہوا ہے۔ اس لئے خواہشمند اصحاب معقول شرح سود پر اپنا روپیہ جمع کرا سکتے ہیں۔ بالکل محفوظ ہے۔ لاگت کارخانہ ۱۶ لاکھ روپیہ ہے۔ حصص کی خرید اور ڈپازٹ کے مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب فرماویں۔

## منیجر اپر انڈیا شوگر ملز لمیٹڈ کھتولی ضلع مظفر نگر

دنیا میں جس قدر تباہ کن عادات اور عیوب ہیں۔ اُن میں سے اکثر بیکاری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں گویا عام طور پر ہر قسم کی برائیوں کی جڑ بیکاری ہے۔ امیر ہو یا غریب اس کا اثر دونوں پر مساوی پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عقلمندوں نے اسے عیب تسلیم کیا ہے۔

میرے خیال میں کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سات سال ابتدائی زمانے انسان کے واسطے بیکاری کے ہیں۔ اس کے بعد حتی الامکان ایک منٹ بھی فضول گنوانا نہ چاہیے۔ تعلیم، ورزش۔ اور دیگر ضروری کاروبار دینوی میں مشغول و مصروف ہو جانا واجب ہے۔

ہندوستان کی آبادی دو حصوں میں منقسم ہے۔ شہری زندگی آرام طلبی کی زندگی تصور کی جاتی ہے

## بھارت انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

کمپنی کو حال ہی میں اپنے ایکچوریز مقیم لندن سے کیبل گرام موصول ہوا ہے جس میں تاحیات پالیسیوں پر ۲۲½ روپیہ ہزار اور ساٹھ ونٹ پالیسیوں پر ۱۷½ روپیہ ہزار بونس کا اعلان کیا گیا ہے۔ کمپنی پانچ سالہ ویلیوایشن سال مختتمہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کا نتیجہ ہے، ڈائرکٹران کمپنی اس شاندار کامیابی پر اپنے پالیسی ہولڈران کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں،

## ساگر سٹوڈیو نیوز

ساگر نے اپنے نئے فلم "سلور کنگ" میں ایک نئے باب کا اضافہ کر کے فلم میں ایک نئی دلچسپی پیدا کر دی ہے آپ سیتا دیوی کو عین وقت پر دشمن پر ریوالور چلاتے ہوئے دیکھیں گے، مسٹر موتی اور یعقوب عجیب طریق پر ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں،

مسٹر کے۔ پی۔ گھوش نے بھی مستعدی کیساتھ اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اور مسٹر سروتم بدامی مسٹر کے۔ ایم۔ منشی کے نئے ڈرامہ پرتھوی ولا کی تیاری کر رہے ہیں۔ کمپنی عنقریب ہی آؤٹ ڈور سین لینے کے لئے میسور جائے گی،

**بنگلور سٹی**۔ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۵ء مکرمی تسلیم۔ میرا دماغ سخت کمزور تھا۔ یادداشت بالکل ردی تھی۔ درد سر دائمی رہتا تھا۔ زندگی سے بیزار تھی، برین ٹانک رجسٹرڈ نے جادو کا اثر کیا۔ واقعی یہ آپکی تعریف کے مطابق ضعیف دماغ اور کمزوری حافظہ کا مکمل علاج ہے اور طالب علموں اور دماغی کام کرنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ براہ مہربانی تین شیشیاں اور بھیج دیجئے، میں نے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ آپکی ممنون خورشید جہاں بیگم۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ، محصول ڈاک ایک سے تین شیشی تک ۲ علاوہ، آج ہی مینیجر پیرامونٹ کیمیکل ورکس لاہور کے نام رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجکر چند شیشیاں منگوا لیجئے، اور اس کے حیرت انگیز فوائد ملاحظہ فرمایئے۔

# بیکاری

(از قلم جناب رام لال صاحب آدمپوری، ایم ۔ اے) (خاص تیج دہلی کیلئے)

عیاشی اور آرام طلبی یہ دونوں عادتیں انسان کی جان و جسم کو تباہ و برباد کرنے والی ہیں۔ جس طرح زہر انسان کے اندر ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے اسی طرح یہ عادتیں انسان کی صحت۔ دولت۔ اور اقبال کی دشمن ہیں۔ اور انسان کو بہت جلدی بربادی و خستہ حالی کے

کو دکھلا دیتے کہ دولت کو کیونکر آگ لگایا کرتے ہیں اور اڑانے والے کس طرح دونوں ہاتھوں سے اڑایا کرتے ہیں۔

تاریخ میں اس امر کی سینکڑوں کیا ہزاروں شہادتیں موجود ہیں۔ اور آئے دن ہم سنتے

## میں اگر قول سے ہٹ جاؤں وفادار نہیں

(از جناب شاد عارفی رامپوری)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

چشمک برق صراحت کی طلبگار نہیں
اعتبارات کے کانٹوں میں الجھنے والو
ضبط اے محفل دیدار طلب ہوش بجا
ہم تو رنگینیٔ آغاز کے دلدادہ ہیں
اپنی نظروں کی حقیقت نہ سمجھنے والے
میرے احباب کی کوشش مرے سر آنکھوں پر
تم اگر عہد سے پھر جاؤ تو ہے خوبیٔ حسن

رنج یہ ہے کہ نشیمن ابھی تیار نہیں
پھول ہی پھول ہیں گلشن میں کوئی خار نہیں
وہ کہیں یہ نہ سمجھ لے کوئی ہشیار نہیں
نقص انجام محبت سے سروکار نہیں
تیری آنکھوں پہ جو مرتے ہیں گنہگار نہیں
دشمن عہد جفا ہو کے مجھے درکار نہیں
میں اگر قول سے ہٹ جاؤں وفادار نہیں

شاد پھر اُن سے تکلم کی ضرورت ہے مجھے
ابھی گلدستۂ معنی مرے اشعار نہیں

تاریک غار میں گرا دیتی ہیں۔ بعض لوگ عیاشی کی زندگی کو نہایت مبارک اور خوش نصیب خیال کرتے ہیں جنکو زیادہ دولت میسر نہیں۔ وہ اکثر دولت مندوں کو دیکھ کر سرد آہیں بھرنے اور زبان سے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ اگر اتنی دولت ہمارے پاس ہوتی تو ہم دنیا

واقعات مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔ کہ ان عادتوں کی بدولت بڑوں سے چھوٹے تو ہزاروں بن چکے اور بن رہے ہیں مگر چھوٹوں سے بڑے نہ کبھی کسی کو بنتے دیکھا نہ سنا۔ شریف سے رذیل بنتے ہزاروں کو ان آنکھوں سے دیکھا۔ اور کانوں سے سنا مگر کبھی۔ رذیل کو ان عادتوں کی بدولت نہ کبھی شریف بنتے دیکھا نہ سنا الغرض ان عادتوں سے سکھ کبھی کسی کو نہیں ہوا۔ اور دکھ اور مصیبت میں مبتلا ہوتے سینکڑوں کو دیکھا اور سنا۔ عیاشی کا نتیجہ آرام نہیں بلکہ ہلاکت ہے۔ عیاش لوگ جو تھوڑی دیر کی عارضی خوشی پر لٹو ہو جاتے ہیں۔ اور عیاشی کو سرچشمہ عیش

(باقی اگلے صفحہ پر)

دہلی نمائش نے

## میسرز بی۔ ایم۔ آہوجہ کو پانچ سونے چاندی کے تمغے

یہ خبر نہایت مسرت کیساتھ سنی جائیگی کہ آل انڈیا انڈسٹریل اگزبیشن دہلی نے میسرز بی۔ ایم۔ آہوجہ اینڈ کو سودیشی سلک ڈیلرز چاندنی چوک دہلی کو انکے پانچ مینوفیکچرز کے لئے جن کے وہ نمائندے ہیں، سونے اور چاندی کے پانچ تمغے اور سرٹیفکیٹس عطا کئے ہیں،

۱۔ سونے کا تمغہ اور سرٹیفکیٹ آف میرٹ میسرز گوڈ لک سلک لمیٹڈ بمبئی کو مالٹ سوٹس کے اعزاز میں،
۲۔ سونے کا تمغہ اور سرٹیفکیٹ آف میرٹ میسرز بنگال سلک ملز لمیٹڈ کلکتہ کو ریشمی کپڑوں کے اعزاز میں
۳۔ سونے کا تمغہ اور سرٹیفکیٹ آف میرٹ بمبئی سلک ملز کو سلک جارجٹ کوالٹی نمبر ۳۴ کے اعزاز میں
۴۔ چاندی کا تمغہ اور سرٹیفکیٹ آف میرٹ، میسرز جینتی لال ورکس سورت کو بارڈرز کے لئے،
۵۔ چاندی کا تمغہ اور سرٹیفکیٹ آف میرٹ میسرز ٹی۔ جی۔ دیسائی اینڈ کمپنی سورت کو سلک سوئٹنگ کیلئے

یہ امر قابل ذکر ہے کہ جو اشیاء ملاحظہ کے لئے ارڈر میں پیش کی گئی تھیں سب انعام کی مستحق ثابت ہوئیں،

علاوہ ازیں میسرز بی۔ ایم۔ آہوجہ اینڈ کمپنی کا سٹال نمائش میں ایک نہایت موزوں جگہ پر واقع تھا۔ جہاں پر لاکھوں آدمیوں نے اسے دیکھا ہے،

## جوتش کا نیا تجربہ

پنڈت شو آنند شرما جوتشی شاہدرہ دہلی دھرم شالہ تحصیل اروائی میں مقیم ہیں، علم جوتش کے نئے تجربات کر رہے ہیں، آپ انسان کے جسم کو دیکھکر یہ بتلا دیتے ہیں، کہ یہ شخص کتنے روپیہ ماہوار کی آمدنی کر سکیگا، مقابلہ کے امتحان میں کامیابی ہوگی یا نہیں، افسران کو یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ افسر بن سکیں گے یا نہیں پیشہ ور اصحاب کو بھی بتلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیشہ میں کامیاب ہونگے یا نہیں اور ان کو کامیابی تجھے تو کس قدر کامیابی حاصل ہوگی۔ استریوں کو بھی اولاد وغیرہ کے متعلق حالات بتلائے جاتے ہیں،

کسی سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ پنڈت جی اتوار اور تعطیل کے روز ہر وقت ملتے ہیں۔ اور دیگر ایام میں صبح ۷ بجے سے ۹ بجے تک ملتے ہیں،

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

الہ آباد کی خبر ہے کہ ایک مسافر گاڑی پٹری سے اتر گئی۔ خوش قسمتی سے کوئی مسافر مجروح نہیں ہوا۔ گاڑی کے پٹری سے اتر جانے کی وجہ سے آمد و رفت کچھ دیر بند رہی مگر اب پھر سلسلہ آمد و رفت شروع ہو گیا۔

تحصیل فیروز آباد ضلع آگرہ میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ پولیس نے بیس بارہ فائر کئے جس سے ایک مسلم ہلاک اور سات ہندو اور سات مسلمان مجروح ہوئے۔ فساد میں گیارہ ہندو گھروں کے اندر جلا دیئے گئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس موقع واردات پر پہنچ گئے۔ کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا۔

مانکی کی اطلاع ہے کہ وہاں بھی ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ فوراً شہر میں گشت لگا۔ سی ایس ڈی مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا ہے اور مسلمانوں کو جلوس نکالنے کی مخالفت کر دی۔

بودھ گیا مندر کے سلسلہ میں بابو راجندر پرشاد نے خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے اپنی رپورٹ میں بودھوں کے اس مطالبہ کو منظور کیا تھا کہ انھیں اس مندر پر قبضہ کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس رپورٹ کے حق میں ہوں۔

[illegible] کے سلسلہ میں بمبئی میں ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کانگریس پارٹی کے لیڈر شری بھولا بھائی ڈیسائی نے اسمبلی میں کانگریس کی کامیابی پر تبصرہ کیا اور کہا کہ وہ بہت پُرامید ہیں۔ مسٹر نریمان نے آپ کو مبارکباد دی کہ اسمبلی میں کانگریس پارٹی کی باگ ڈور آپ کے قابل ہاتھوں میں ہے۔

مہاراجہ دربھنگہ پر حملہ کرنے والے مسمی سورج پرشاد کو پہلے قانون زیر ضابطہ فوجداری کے ماتحت گرفتار کیا گیا تھا لیکن [illegible] پولیس نے اس شخص کو رہائی کے بعد زیر دفعہ ۵ ضابطہ فوجداری گرفتار کر لیا۔ مقدمہ کی سماعت کے بعد مجسٹریٹ نے طبی معائنہ کے لئے اس کو ہسپتال میں بھیج دیا۔

بابو موہن لال سکسینہ ممبر اسمبلی نے انڈمان میں نظر بندوں کی مصائب کی تحقیقات کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کی تھیں مگر حکومت نے آپ کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دی۔

فتح گڈھ کی خبر ہے کہ وہاں مالہ مدن لال کے وسیع احاطہ میں آگ لگ گئی جو ۲۴ گھنٹہ تک جلتی رہی۔ شورہ کے گودام کو سخت نقصان پہنچا۔

دربھنگہ اور مظفر پور میں پھر زلزلہ کے شدید جھٹکے محسوس ہوئے جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ خوش قسمتی سے جان و مال کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

دھول پور میں [illegible] کے علاقہ کے موضع [illegible] میں شدید بلوہ ہو گیا جس میں کئی افراد مجروح ہوئے۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔

آسام میں سخت طوفان باد و باراں آنے سے سخت نقصان ہوا۔ نقصانات [illegible] ہیں۔ [illegible] اموات واقع ہوئیں۔ ایک عورت اپنے بچے سمیت ہلاک ہو گئی۔

کلکتہ کے سیالدہ اسٹیشن کے احاطہ میں آگ لگ گئی۔ ہوا کی تیزی کی وجہ سے گاڑی کے ڈبوں میں بھی آگ پہنچی جس سے پانچ ڈبوں کو شدید نقصان پہنچا۔

سالانہ برطانوی بجٹ پیش کرتے ہوئے سر [illegible] چمبرلین نے دارالعوام میں کہا کہ برطانیہ میں خوشحالی کا دور دورہ ہے آمدنی زیادہ ہو گی اور خرچ کم ہو گا۔ تنخواہوں میں جو کمی کی گئی تھی وہ بحال کر دی گئی ہے۔

تحصیل [illegible] میں ایک بم پھٹنے کی اطلاع ملی ہے۔ ایک تیرہ سالہ لڑکے نے بم کو چھیڑا جو درخت کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ بم پھٹ گیا اور لڑکے کی ٹانگ کٹ گئی۔ پولیس نے آٹھ آدمیوں کو گرفتار کیا ہے۔

کنیا مہا ودیالیہ کے بانی شری دیو راج سوندھی کچھ ہی بیماری کے بعد اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی ارتھی کے ساتھ معززین شہر کا بڑا ہجوم تھا۔

چاندنی چوک دہلی میں بعض [illegible] دکانیں آگ کی نذر ہو گئیں۔ نقصان کا اندازہ بیس ہزار روپیہ لگایا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دکانیں بیمہ شدہ تھیں۔

[illegible] کے مشرقی حصہ میں زبردست طوفان۔ جو آدھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار مکان گر گئے اور تمام بڑے بڑے درخت اکھڑ گئے۔ انڈسٹریل اسکول کی دیواریں [illegible] گز کے فاصلہ پر جا گریں۔

لکھنؤ سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ضلع بارہ بنکی کے موضع [illegible] گنج میں پولیس کو گولی چلانی پڑی جس کی وجہ مسلمانوں سے تعزیوں کے جلوس کے وقت ہندوؤں سے [illegible]۔ مکانوں کو آگ لگنے کی [illegible]۔ کہا جاتا ہے کہ کئی آدمی زخمی ہوئے۔

[illegible] مارچ کے متعدد دیہاتوں میں چھوٹے چھوٹے فرقہ وارانہ فساد ہو گئے۔ لیکن کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوا۔ ہزاری باغ شہر میں کل تعزیئے برآمد نہیں لیجائے گئے۔

معلوم ہوا ہے کہ سی۔ پی۔ بہار [illegible] سے ایک [illegible] لینے کے سلسلہ میں [illegible] دلیپورہ کے قریب واقع ہیں اپنے حقوق تسلیم کرانے کے لئے [illegible] کا ایک جتھہ بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ایک نوجوان مسلم کسان ساکن [illegible] نے اپنی بیوی اور ساس کے کلہاڑی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اسے اپنی بیوی کے چال چلن پر شبہ تھا۔ پولیس کی آمد تک یہ نوجوان لاشوں کے پاس بیٹھا رہا۔

اڑیسہ کی علیحدگی کے سلسلہ میں کام کرنے کے لئے ایک اسپیشل افسر مقرر کر دیا گیا۔

ریاست [illegible] کی اطلاع ہے کہ موضع رام پور کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ جس میں دس ہندو زخمی ہو گئے۔ جھگڑے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ کچھ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ایک جلوس پر سنگ باری کی۔ زخمیوں میں ایک کی حالت نازک ہے۔

فرانس کا وہ ریزولیوشن پاس ہو جانے پر جس میں جرمن کی پالیسی کی مذمت کی گئی تھی جرمن اخبارات نے سخت نکتہ چینی کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ ریزولیوشن جرمنی کی توہین کے مترادف ہے۔

پیپلز بنک کے دہلی کے امانت داروں کی ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ بنک کو دیوالیہ قرار دیا جائے۔ اور امانت داروں کو بنک کے موجودہ ڈائرکٹروں پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے۔

ڈاکٹر خان صاحب ممبر اسمبلی پشاور پہنچ گئے۔ آپ کا شاندار جلوس نکالا گیا اور اہالیان شہر کی طرف سے آپ کو ایڈریس دیا گیا جس میں مادر وطن کے لئے ان کے خاندان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر سرت چندر بوس نے جو بنگال میں شاہی نظر بند ہیں اور شہر کلکتہ کی طرف سے اسمبلی کے ممبر ہیں گورنر جنرل کے نام اسمبلی سے استعفیٰ بھیج دیا ہے۔ آپ نے پنڈت مالویہ صدر نیشنلسٹ پارٹی کو بھی اطلاع دے دی ہے۔

شاہ آباد ضلع ہردوئی میں [illegible] کے روز فساد ہو گیا۔ جس میں بہت سے ہندو مجروح ہوئے۔ چند آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ صورت حالات قابو میں ہے۔

گذشتہ پندرہ روز سے کینیا کے گرد و نواح میں زبردست بارش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے درجنوں آدمی ہلاک ہو گئے۔ معلوم ہوا ہے [illegible] روڈ پر بھی کئی آدمی فوت ہو گئے۔

الہ آباد میونسپل بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل جب ۱۱ اپریل کو یو۔پی کسان کانفرنس کی صدارت کرنے الہ آباد تشریف لائیں تو انہیں ایک ایڈریس پیش کیا جائے۔

کوچہ [illegible] امرتسر میں ایک مسجد کے غسل خانہ میں بم پھٹنے کا زبردست دھماکا ہوا۔ ابھی تک اس سلسلہ کی کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

سب انسپکٹر پولیس [illegible] نے [illegible] کے جلسہ کے موقعہ پر دو گولیاں چلائیں۔ کہا جاتا ہے کہ دیہاتیوں کی دو پارٹیوں میں فساد ہو گیا۔ گولی چلنے سے لوگ بھاگ گئے۔ ایک زخمی کو ہسپتال بھیج دیا گیا۔

[illegible] کمپنی کا سٹیمر [illegible] جو رنگون سے [illegible] جا رہا تھا ڈائمنڈ کے قریب سمندر میں بیٹھ گیا۔

رنگون میں موضع [illegible] کے قریب واقع ہے [illegible] ڈاک خانہ کے جل گیا [illegible] روپیہ کا کثیر نقصان ہوا۔

[illegible]

## "رتن منجری"

امرت ٹاکیز صدر بازار دہلی میں یہ دلچسپ اور نیا فلم جس کا دوسرا نام [illegible] ہے ۱۹ اپریل سے دکھلایا جا رہا ہے۔ اس فلم کو ساسا اسٹوڈیو میں [illegible] کے ڈائریکشن میں تیار کیا گیا ہے۔ اس کے بعض سین نہایت حیرت انگیز اور قابل دید ہیں۔ خصوصاً رتن کو ایک [illegible] طلسمی کنگن دیا ہے۔ [illegible] الف لیلیٰ کے مشہور چراغ علاء الدین سے بہت ملتا جلتا ہے۔ [illegible] منجری کے محل کا [illegible] اور بعض دیگر طلسمی سین بہت دلکش ہیں۔ رتن سنگھ کا پارٹ [illegible] نے ادا کیا۔ منجری کا پارٹ مس [illegible] نے اور جس کا پارٹ [illegible] نے نہایت خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ مس آذوری کا ناچ بھی بہت اچھا ہے۔ دہلی میں یہ فلم بہت مقبول ہو رہا ہے اور امرت ٹاکیز میں ہر شو کے وقت شائقین کا ہجوم رہتا ہے۔

## "انقلاب"

اس نام کا فلم [illegible] سینماٹون دہلی میں کافی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اس کے [illegible] کو صوبہ بہار کے مشہور زلزلہ کے بعد کے حالات [illegible] تیار کیا ہے جس کے بعض سین [illegible] میں اور بعض سین کلکتہ میں دکھلائے جاتے ہیں۔ واقعات، سینری اور ایکٹنگ کے اعتبار سے یہ فلم دلچسپ ہے اور خصوصاً مسٹر [illegible] نے اس فلم میں اپنی اداکاری کا بہترین کمال دکھلایا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ [illegible] زیادہ مضبوط اور دلچسپ بنانا چاہئے تھا۔

## "چندر سینا"

یہ فلم [illegible] سینما میں [illegible] دکھلایا گیا ہے۔ ایک مذہبی پلاٹ کو دلچسپ افسانہ کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ [illegible] کہانی ہے کہ مشہور [illegible] فلم کمپنی کے اسٹوڈیو کی پیداوار ہے۔ اس کا ساز و سامان اور سینری وغیرہ لاجواب ہے۔ مس [illegible] اس کی مدح [illegible] ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی تعلیم یافتہ ایکٹرسوں میں ان کا درجہ بلند ہے۔ بعض سین بہت طویل ہونے کے باعث غیر دلچسپ ہو گئے ہیں۔ یہ ڈائریکشن کا نقص ہے۔

## ساگر اسٹوڈیو

ساگر مووی ٹون [illegible] کے نام سے جو فلم تیار کیا جا رہا ہے اس میں لوگوں کی دلچسپی کے لئے مزاحیہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ سیتا دیوی بھی دلاور سے اپنے دشمن پر عین وقت پر حملہ کرتی ہوئی دکھائی دی گئی ہے۔ مسٹر موتی اور یعقوب ایک [illegible] کے ساتھ عجیب طریقہ پر ملتے ہیں۔

مسٹر کے۔ پی۔ گھوش نے بھی ساگر کے نئے اسٹوڈیو میں پورے انہماک کے ساتھ کام شروع کر دیا ہے۔ سیتا دیوی اور مسٹر موتی بھی اکٹھے کام کرنے میں مشغول ہیں۔ [illegible] کے مشہور کھیل [illegible] پر مسٹر [illegible] پوری توجہ دے رہے ہیں۔ اس کھیل کے بیرونی مناظر وغیرہ کے لئے کمپنی [illegible] جا رہی ہے۔ مسٹر محبوب بھی دوسرے کھیل کی جانب رجوع ہونے والے ہیں۔

## ہندوستانی کاشتکاروں کی غربت

صفحہ [illegible] سے آگے

اصلاح کی ضرورت ہے اور اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ان خامیوں کو ضرور دور کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی چاہے کہ اصلاح کا کام کم سے کم وقت میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے تو یہ ناممکن ہے۔ ہر کام آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ وقت پر ہوتا ہے۔ صدیوں کی پرانی عادت ایک دو یا چار سال میں نہیں بدل سکتیں۔ محض گھبراہٹ اور جلد بازی کے خیال سے کسانوں کو مجرم ٹھہرانا خلاف دانش و مصلحت ہی ہے۔

چونکہ اس پر مہنگی زمین خریدنے کا الزام لگاتے ہیں وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ حالات کسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسا کرے ورنہ کہاں ایسے آدمی کے جس کا دماغ ہی خراب ہو چکا ہو معمولی سے معمولی عقل کا آدمی بھی سستی چیز کے مقابلہ میں کبھی مہنگی چیز خریدنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

غیر ممالک میں کسانوں کو حکومت نے بہت سی سہولتیں بہم پہنچائی ہیں جو ہمارے ملک کے کسانوں کے لئے مفقود ہیں۔ مثلاً وہاں ایسے ادارے پائے جاتے ہیں جو بہت کم یا برائے نام سود پر زمین خریدنے کے لئے روپیہ قرض دیتے ہیں۔ اکثر اوقات پر کم قسطوں پر قیمت ادا کرنی ہوتی ہے۔ چونکہ کسان کا گذر اوقات ہی کاشت پر ہے اس لئے جب کبھی کوئی اس قسم کا موقع آتا ہے وہ زمین حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعض اوقات اسے قرض لے کر بھی زمین خریدنی پڑتی ہے۔

میرے خیال میں اس کا سارا الزام کسان کے سر تھوپنا سراسر انصاف کے خلاف ہے۔ جو ایک حد تک اس کی ذمہ داری اس پر بھی عائد ہوتی ہے اسے اس کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

# ضرورت ایجنٹس

روزانہ تیج "اور تیج ویکلی" کی فروخت کے لئے ہر شہر و قصبہ میں قابل اور ہوشیار ایجنٹوں کی ضرورت ہے، شرائط نہایت آسان اور کمیشن معقول، جو صاحب تھوڑی سی محنت سے معقول روزگار پیدا کرنا چاہتے ہیں، فوراً شرائط ایجنسی اور نمونہ اخبارات مفت طلب کریں؛

منیجر اخبار "تیج" دہلی

TEJ ILLUSTRATED WEEKLY
تیج ویکلی دہلی
باتصویر ہفتہ وار اخبار

# ہفتہ کی مشہور شخصیتیں

بابو راجندر پرشاد
آپنے جبلپور میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔

شریمت سوبھاش چندر بوس
وائنا میں آپکی آنتوں کا آپریشن کیا گیا جو نہایت کامیاب رہا۔ اب آپکی حالت پہلے سے اچھی ہے۔

پنڈت مدن موہن مالویہ
آپنے ہندی لٹریچر کے فروغ کے لئے ایک اپیل کی ہے۔

دان ویر برلا برادرز

مسٹر آصف علی
(ممبر اسمبلی)
بلندشہر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کی جانب سے آپکو ایڈریس پیش کیا گیا۔

شریمت سیٹھ گھنشام داس برلا
آپنے ہندی کے کورس کیلئے موزوں کتابیں تیار کرنے کیلئے پچاس ہزار روپیہ کا گرانقدر دان دیا ہے

شریمت سیٹھ جگل کشور برلا
آپنے صوبہ بہار میں زلزلہ سے تباہ شدہ مندروں کی تعمیر کیلئے ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ دیا ہے۔

مسٹر سعید مورتی
آپ چار ماہ کیلئے اناملائی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر کئے گئے ہیں

شریمت اینڈریوز
آپ ۹ مئی کو ہندوستان آ رہے ہیں۔ جبکہ اپنا زیادہ وقت شمالی بہار میں صرف کرینگے۔ انگلینڈ اور امریکہ سے آپکو زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے روپیہ ملا ہے۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ
(وزیر اعظم برطانیہ)
آپنے ایک مضمون کے دوران میں لکھا ہے کہ جرمنی نے اسلحہ بندی کر کے صلح کے راستہ کو نہ صرف بند کردیا بلکہ خطرناک بنا دیا ہے۔

مسٹر کے۔ ایف نریمان
کانگریس ورکنگ کمیٹی نے آپ کو مہاکوشل صوبجاتی کانگریس کے جھگڑوں کی تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

# صبحِ نوبہار

از جناب ساغر نظامی

(خاص "[illegible]" کے لئے)

رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

شجر شجر ہے گُل بہ کف، کلی کلی ہے بوستاں، کلی کلی ہے زر فشاں، تمام قدم ہے گلستاں
روش روش نگار ہے
چمن چمن بہار ہے
فضول ہے روش روش، ہر روش پہ مور کی پکار ہے
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

ادھر ہیں گُل، اُدھر ہیں گُل، بہار بام و در ہیں گُل، نشاطِ ہر نظر ہیں گُل، جمیل نغمہ گر ہیں گُل
بہشت بن گیا جہاں
زمیں سے تا بہ آسماں
خزاں کا ذکر آج کیا، بیاں نہ کر یہ داستاں
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

ورق ورق حریمِ گُل، نفس نفس شمیمِ گُل، شمیم ہے ندیمِ گُل، طیور ہیں کلیمِ گُل
ساعتِ صبوح ہے
دمِ نمازِ روح ہے
اذانِ کعبۂ چمن ترانۂ ہزار ہے
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

یہ طائرانِ خوش نوا، حسین اور دلربا، مغنیانِ سحر زا، ندیمِ عالمِ فضا
اکڑتا اور جھومتا
چمن میں مور آ گیا
کہ آسمانِ باغ سے ستارہ ٹوٹ کر گرا
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

افق بساطِ طور ہے، طلوعِ رنگ و نور ہے، غم آج دل سے دور ہے، حکومتِ سرور ہے
لطیف و نرم اور حسیں
حسین دست و نازنیں
دمک رہی ہے شیشہ گوں عروسِ صبح کی جبیں
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

وہ مالن آئی جھومتی، مذاقِ گُل کو چومتی، وہ موہنی و کامنی، دوپٹہ سر پہ جامنی
لبوں میں کرشن بانسری
مجسّم ایک بیخودی
نسیم جیسے باغ میں، چلی بہار راگنی
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

کنارِ آبشار ہے، ہوائے جوئبار ہے، فضائے کوہسار ہے، بہشتِ لالہ زار ہے
نگار در کنار ہے
بہار ہی بہار ہے
نہ کہہ کہ جشنِ زندگی فریبِ اعتبار ہے
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

بہار ہی چمن چمن، چمن چمن سخن سخن، چمن سے تا سرِ ختن، ختن سے تا لبِ چمن
بہار ہی بہار ہے
نگار ہی نگار ہے
ہے زرقِ گُل پہ [illegible] بہار شہریار ہے
رباب اٹھا مغنیہ کہ صبحِ نوبہار ہے
بہار در بہار ہے نگار در کنار ہے

# جاپان کی عجیب و غریب دوائیں

(از مسٹر چمن لال جرنلسٹ، ٹوکیو جاپان)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

ہندوستان کی طرح جاپان میں بھی نہ صرف تمدن و معاشرت، مذہبی توہمات، خاندانی قصوں کی بلکہ گھریلو دواؤں کی روایات بھی قائم ہیں۔ جس طرح دہلی، لاہور، بمبئی وغیرہ میں اکثر سڑکوں کے کنارے پر عطائی دوائیں بیچنے والے بیٹھا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاپان میں، ٹوکیو کے بالکل ایک کنارے پر ان دواؤں کی دوکانیں ہیں۔ جاپان کے سیدھے سادے دیہاتیوں کو ان دواؤں پر اعتقاد ہے۔ جو پہلی نظر میں تو بڑی خوفناک معلوم ہوتی ہیں کیونکہ مختلف امراض کی یہ اکسیر دوائیں سوکھے ہوئے جانوروں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں جو مٹی کے برتنوں میں رکھے ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ [illegible] کے رنگ، دوائیں چین سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس کے بعد ذاتی معلومات کے ذریعے انہوں نے اضافہ کیا۔ یہ تمام دوائیں جانوروں وغیرہ، پھل پھولوں اور جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور جدید خیال کے لوگ بھی ان پر کافی عقیدہ رکھتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے مٹی کے ٹکڑوں میں مکڑیاں، مینڈک، کھنکھجورے، چھچھوندریں بھون یا اُبال لی جاتی ہیں اور اسی طرح رکھ دی جاتی ہیں۔ پھر کوئی نہ کوئی بڑھیا عورت کسی نہ کسی مرض کے لئے انہیں لے جاتی ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ بندر کی کھوپڑی سر کے درد کے لئے مفید ہے۔ بھنا ہوا سانپ جلد کے امراض کے کام آتا ہے۔ اور بھنے ہوئے چمگادڑ سے بال بڑھتے ہیں۔ سوکھی ہوئی چھپکلیاں ننھے بچوں کے امراض میں استعمال کی جاتی ہیں۔ گوریا کے بچوں سے کھانسی کو شفا ہوتی ہے۔ اور بھنی ہوئی پدی گنٹھیا کے لئے مفید مانی جاتی ہے۔ اسی طرح حلق کے درد اور نزلہ وغیرہ میں الو کی راکھ کام آتی ہے۔ بڑی مکھی اور سنہری مچھلی تیز بخار کو اتارتی ہیں۔ زہریلا سانپ اور بیلد کا دماغ دیوانہ پن کا علاج ہے۔ سمندری مچھلی بدہضمی کو اور کیکڑا میلے بخار کو فائدہ کرتا ہے۔ شاہ بلوط کا عرق گنج دور کرتا ہے۔ اور دریائی بیل بالوں کی کمزوری وغیرہ کا علاج ہے۔ گونگے آدمیوں کو جھینگر بھون کر کھلاتے ہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ شور مچاتے ہیں۔ گوشت میں اگر کانٹا چبھ جائے اور آسانی سے نہ نکل سکتا ہو تو مرغ کا کیس استعمال کرایا جاتا ہے۔

گردوں کی بیماری کے لئے چوہے اور سوکھی مکھی کے پھل اور شہد کی مکھیاں مفید ہیں۔ پھیپھڑوں کے لئے جلے ہوئے کالے سانپ کی راکھ سے زیادہ کوئی مجرب چیز نہیں ہے۔ پھر سانپ کی کھال یا بستر کے کیڑے اور لوکی استعمال کرایا چاہیئے۔

ان دوائیوں کے علاوہ دوکان میں اور بہت سی دوائیاں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہاتھی کے دانت اور آنکھیں، گھونگے، چوہے کے بال، کیڑے مکوڑے، بندر کے پھوڑے وغیرہ۔

## سفوف محبت

لیکن سب سے دلچسپ اور عجیب چیز سفوف محبت ہے۔ صدیاں ہوئیں جب یہ چیز چین سے جاپان میں آئی تھی۔ اکثر لوگ اس بہانے سے اسے خریدتے ہیں کہ ان کے بچے تاثیر سے مل جائیں۔ لیکن حقیقت میں اسے عاشق مزاج لوگ استعمال کرتے ہیں جبکہ انسان کسی سے محبت ہو جائے لیکن معشوق بہت دور دور رہے اور کسی طرح ہاتھ نہ آئے۔ علاوہ ازیں بری بڑھیاں میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کے لئے بھی اسے استعمال کرتی ہیں۔ یہ سفوف جلی ہوئی چھپکلی کا بنایا جاتا ہے۔ عاشق معشوق دونوں پر چھڑک دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا فوری اثر ہوتا ہے۔ گویا فوراً عشق ہو جاتا ہے اور معشوق کھچے ہوئے کھینچا ہوا چلا آتا ہے۔ ناظرین بھی ان معلومات سے لطف اندوز ہوں لیکن برائے مہربانی کسی چیز کا تجربہ نہ کریں۔

# سائنس اور قدیم مشرق

(از شریمت رگھناتھ سنگھ [illegible] دھولپور)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

کلکتہ کے ماہوار رسالہ "ماڈرن ریویو" کے ایک تازہ پرچہ میں انسانی پرواز کے عنوان پر ایک مدلل اور دلچسپ مضمون حوالہ قلم کیا ہے۔ مضمون نگار نے اس عنوان کو تاریخی اور علمی نکتہ نگاہ سے اچھی طرح بحث کرنے کی۔ وہ انسانی پرواز کی ابتدا کو ناظرین کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر قدیم اہل ہند فن پرواز جانتے تھے تو اس کا حوالہ یا ثبوت کس جگہ کس کتاب سے ملتا ہے؟ اور اگر یہ ثابت نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے کہ یہ من گھڑت اور فرضی کہانیاں ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ رامائن اور مہابھارت میں ویدک زمانہ کے علمی اور تاریخی حالت پر مفصل روشنی پڑتی ہے مگر ان میں کسی خاص مضمون کے متعلق اس پر اچھی طرح سے روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت شاید رگ وید میں ہے۔ کیونکہ حال میں ڈاکٹر [illegible] ساکن حیدرآباد دکن نے "رگ وید" کے کچھ منتروں کو انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جس میں آپ نے ان شلوکوں کے ارتھ سے زہریلی گیس کے بنانے کا طریقہ ثابت کیا ہے۔ صرف تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ رائل سوسائٹی آف لندن میں ایک پرچہ پڑھا گیا تھا جس پر ایک انگریز مقرر نے قدیم اہل ہند کے عمل جراحی پر کافی روشنی ڈال کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہندوستان میں اس عمل کے بہترین آلات استعمال کئے جاتے تھے۔ فاضل مضمون نگار کوشش کرتے تو ان کو قدیم کتابوں میں سے ایسا مسالا بھی مل جاتا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ فن پرواز کو بعض قدیم قومیں بھی جانتی تھیں۔ پرانے زمانہ میں یونان، مصر، روما اور ہندوستان علم و ہنر کے ساتویں آسمان پر تھے۔ لیکن آج مغرب نے مشرق پر فتح اور فوقیت حاصل کر لی ہے پھر بھی ان کے بہت سے علوم و فنون مشرق ہی کے ممنون ہیں۔

## انٹر یونیورسٹی بورڈ کی رپورٹ

"انٹر یونیورسٹی بورڈ" یعنی ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے نمائندوں کا بورڈ ہندوستان میں تقریباً دس سال سے قائم ہے۔ اس بورڈ کے فرائض یہ ہیں کہ ان اہم تعلیمی مسائل پر جن کے متعلق تمام ہندوستانی یونیورسٹیوں کا تعاون عمل حاصل کیا جا سکتا ہو تحقیقات کرے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی تجویزیں پیش کرے۔ اس کی دسویں سالانہ رپورٹ جو یکم اپریل ۱۹۳۴ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء تک کی کارگزاریوں پر مشتمل ہے پچھلے دنوں شائع ہوئی ہے۔ اس بورڈ نے پچھلے سال مختلف یونیورسٹیوں سے بعض مسائل پر رائیں طلب کی تھیں جنمیں ہندوستان کے اقتصادی حالات کے پیش نظر سب سے زیادہ اہم مسئلہ یونیورسٹیوں میں صنعتی تعلیم کے اجرا و ترقی کا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی یونیورسٹیاں جس تعلیم کو "عام تعلیم" کہتی ہیں اور جس کے ذریعہ گریجوئٹوں کا ایک قافلہ ہر سال ملک کے بیکاروں میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے کسی طرح بھی مفید ثابت نہیں ہوئی۔ اس طرح کی تعلیم درحقیقت اس وقت جاری کی گئی تھی جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو کلرکوں اور ملازموں کی ضرورت تھی۔ اب جبکہ تمام دفاتر ضرورت سے زیادہ بھرے ہوئے ہیں اور "عام تعلیم" کی سالانہ پیداوار بڑھتی چلی جاتی ہے، تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں کو اپنے وجود کا جواز اور منفعت ثابت کرنے کے لئے اس قدیم طریقہ تعلیم کو بالکل بدل دینا پڑے گا۔ اور کچھ ایسی صورتیں نکالنی پڑیں گی جن کے ذریعہ نوجوانوں کو صنعتی اور حرفتی تعلیم دیکر ان کو خود ان کے لئے، سوسائٹی کے لئے اور ملک کے لئے مفید اور کارآمد بنایا جا سکے۔

مذکورہ بالا بورڈ نے چار تعلیمی مسائل پر مختلف یونیورسٹیوں سے استفسار رائے کیا تھا۔

(۱) پبلک سروس کمیشن کے تحت میں جو امتحانات لئے جاتے ہیں ان کے متعلق امیدواروں کو رائے دینے کے لئے "مشاورتی بورڈ" کا قیام۔

(۲) چونکہ تمام یونیورسٹیاں تقریباً ایک ہی طرح کی تعلیم دیتی ہیں اس لئے اس تضیع اوقات کو روکنے کی کوشش اور باہمی اتحاد عمل۔

(۳) ڈگریوں کے امتحانات کے لئے تعلیم کو دو سال کی بجائے تین سال کی مدت پر تقسیم کرنے کی تجویز۔

(۴) صنعتی تعلیم کی ترویج و ترقی کے لئے عملی اسکولوں کی ترتیب۔

اول الذکر تین مسائل پر ہم کوئی طویل تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ پبلک ملازمتوں کے امتحانات کے لئے "مشاورتی بورڈ" کا قیام یقیناً مفید ثابت ہوگا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام یونیورسٹیاں مختلف موضوعات پر تعلیم دیں اور ایک موضوع کی تعلیم اگر ایک یونیورسٹی میں دی جاتی ہو تو دوسری یونیورسٹی اس شعبہ تعلیم کو اپنے نصاب سے خارج کر دے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندوستان ایک براعظم ہے۔ مختلف صوبوں میں فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مختلف ملکوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف چار یونیورسٹیوں کو لیجئے۔ شمالی ہند میں پنجاب یونیورسٹی، وسطی ہند میں پٹنہ یونیورسٹی، مشرقی ہند میں کلکتہ یونیورسٹی اور جنوبی ہند میں مدراس یونیورسٹی۔ تو اگر پنجاب یونیورسٹی صرف تاریخ و ادب کی تعلیم دے، پٹنہ یونیورسٹی صرف فلسفہ اور اقتصادیات پڑھایا کرے، کلکتہ یونیورسٹی صرف سائنس اور ریاضی کا شعبہ اختیار کرے اور مدراس یونیورسٹی صرف علم حیوانات و نباتات پر اکتفا کرے، تو پنجاب کا کوئی طالب علم اگر علم نباتات کا ماہر بننا چاہے تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ اور کتنی دور کا سفر کرنا ہوگا۔ اسی طرح دوسرے صوبوں کی حالت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی مخصوص یونیورسٹی کا ماحول کسی خصوص شعبہ تعلیم کے لئے زیادہ امکانات رکھتا ہو تو وہ اس سپیشل شعبہ کا خاص خصوصیت سے جاسکتا ہے۔

ڈگریوں کی تعلیم کے نصاب کو دو سال کی بجائے تین سال پر تقسیم کرنا بھی ایک غلط تجویز ہے۔ اسمیں طلباء کا وقت بھی ضائع ہوگا اور ان کے والدین یا مربیوں پر اخراجات کا بار بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ اب رہا صنعتی اور حرفتی تعلیم کا مسئلہ تو ہندوستان کے لئے سب سے بڑی اہمیت سردست اسی شعبہ تعلیم کی ہے۔ اور تمام یونیورسٹیوں کو سب سے پہلے اسی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اس وقت دیسی صنعت و حرفت کی کمی کا یہ حال ہے کہ ہندوستان کی خام اشیاء کوڑیوں کے مول دوسرے ممالک کو جاتی ہیں اور وہاں سے جب یہ مصنوعات کی صورت میں تبدیل ہو کر واپس آتی ہیں تو اصلی لاگت پر سو سو گنا منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر "عام تعلیم" پانے والے نوجوانوں کو اس قدیم طریقہ تعلیم سے باز رکھا جائے اور انہیں مختلف صنعتوں اور حرفتوں کی "خاص تعلیم" دی جائے تو اس کے نہایت مفید اور عظیم الشان نتیجے برآمد ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ ملک کی بہت سی خام اشیاء خود ملک کے اندر ہی کارآمد مصنوعات میں تبدیل ہو جائیں گی، اس لئے لوگوں کو بدیسی مصنوعات خریدنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی اس روز افزوں بیکاری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جو ملک کو خطرناک حالات کی طرف تیزی سے لئے جا رہی ہے بیکاری اور افلاس کے باعث متعدد نوجوانوں کے خودکشی کرنے کی اطلاعات آئے دن اخباروں میں شائع ہوتی رہتی ہیں دہشت انگیزی کی تحریک بھی بیکاری ہی کی پیداوار ہے۔ یہ تمام حالات بدل جائیں گے اور ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے گی۔

سر سی۔ وی۔ رامن نے اپنی جو تجویز انٹر یونیورسٹی بورڈ کو بھیجی ہے اس میں انہوں نے ابتدائی صنعتی تعلیم میں دو موضوعات پر زیادہ زور دیا ہے۔ ایک علم ہیئت اور دوسرے علم کیمیا۔ اول میں ہر طرح کی معمولی اور برقی انجینئرنگ شامل ہے، اور دوسرے میں وہ کیمیاوی معلومات جو صنعت و حرفت کی ترقی میں کارآمد ثابت ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ ہر یونیورسٹی کو اپنا صنعتی نصاب تعلیم مرتب کرنے میں متعلقہ صوبہ کی خاص صنعت و حرفت اور خاص ماحول و پیداوار کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ مثلاً بمبئی کی یونیورسٹی نے اپنی رپورٹ میں صنعت پارچہ بافی اور اس کے متعلق کیمیاوی معلومات کو زیادہ پیش نظر رکھا ہے۔

یونیورسٹیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی موضوع کے صرف علمی پہلو کو نہ دیکھیں بلکہ عملی پہلو بھی پیش نظر رکھیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ صنعتی اور حرفتی تعلیم کے لئے اگر ایک طرف لیبوریٹری ہو تو دوسری طرف "ورک شاپ" یعنی کارخانہ بھی ہو، جہاں مصنوعات کو تیار کرنے کی عملی تعلیم دی جا سکے۔ اور جو لڑکے وہاں سے تعلیم پاکر نکلیں وہ براہ راست کسی مفید کام میں مصروف ہو جائیں اور قوم کے کارآمد افراد بن سکیں۔

# آئینہ خیال

## "حاضری کھائے سپاٹو میں تو لنڈن میں پن"

یہ مشہور اور ضرب المثل مصرعہ آتش کا ہے۔ اگر آج آتش زندہ ہوتے تو ان کو یہ دیکھ کر کتنی حیرت ہوتی کہ جس چیز کو وہ اپنے زمانہ میں ایک شاعرانہ مبالغہ یا پرواز خیال سمجھے تھے۔ وہ اب حرف بحرف ایک اصلیت اور حقیقت بن گئی ہے یہاں تک کہ یہ بالکل آسان ہو گیا ہے کہ ایک شخص اگر صبح کی چائے لنڈن میں پیئے تو سہ پہر کا لنچ نیو یارک (امریکہ) میں کھائے لیکن ظاہر ہے کہ معمولی رفتار والی ہوائی پرواز اس خواب کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتی کیونکہ زمین پر بھی وہ طیارے جو کرہ ہوا سے ہو کر گذرتے ہیں اتنی سرعت رفتار حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کا سبب ایک تو یہ ہے کہ مسافروں کے ہوائی جہاز ہوائی دوڑ کی طرح بہت تیز نہیں لیجائے جا سکتے کیونکہ یہ عمل خطرے سے خالی نہ ہوگا اور دوسرا سبب یہ ہے کہ خود ہوا کی مدافعتی طاقت اس کی سرعت رفتار میں حائل ہوتی ہے۔

اس لئے اب انگلستان کی ہوائی وزارت کے تحت میں بالکل نئی وضع کے دو ہوائی جہاز بنائے جا رہے ہیں جو کرہ ہوا سے بھی اوپر جا کر "اسٹریٹوسفیر" (STRA TOS PHERE) کے کرہ میں پرواز کریں گے اور ان کی سرعت رفتار کے باعث یہ ممکن ہو جائے گا کہ لنڈن سے نیو یارک کا فاصلہ صرف چند گھنٹوں میں طے ہو جائے۔ اسی موسم گرما میں جبکہ بالائی فضا کے حالات موافق ہوں گے۔ یہ تجربہ کیا جانے والا ہے۔ ان میں سے ایک طیارہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر جا کر پرواز کرے گا اور دوسرے کی ساخت ایسی ہے کہ دور دور کے سفر میں بھی اسے دوبارہ پٹرول لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(باقی شذرات اگلے صفحہ پر)

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے ایک سوشل سکیوریٹی بل امریکن لیجسلیچر میں پیش کیا ہے۔ ہندوستان میں بھی ایک بار سکیوریٹی بل یعنی "قانون تحفظ" پیش ہوا تھا۔ مگر دیکھئے کہ ان دونوں قسم کے "تحفظ" میں کتنا فرق ہے۔ ہندوستان کا بل اس لئے تھا کہ گرفتاری اور سزا یابی کی دفعات میں اضافہ کیا جائے۔ اور امریکہ کا بل اس لئے ہے کہ بیکاروں اور بوڑھوں کی زندگی کا تحفظ کیا جائے۔ اس سکیم پر چار کروڑ پونڈ خرچ ہوں گے۔ یہ "تحفظ" آزادوں کا ہے اور ہمارا "تحفظ" محکوموں کا تھا۔

---

جنیوا میں ۱۳ حکومتوں نے مل کر جرمنی کے طرز عمل کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ جرمنی نے بے پروائی سے کہا کہ "تمہیں کوئی اختیار نہیں کہ جرمنی کے معاملہ میں اپنے آپ کو خود بخود جج مقرر کر لو" بات معقول ہے لیکن حکومتوں کی تعداد چونکہ ۱۳ تھی اس لئے ان کا جلسہ منحوس ثابت ہوا۔

---

علیگڑھ کی وائس چانسلری کے انتخاب کے بعد ایک اخبار کا نامہ نگار پوچھتا ہے کہ

"اب کیا ہوگا؟"

اس کا جواب ہم دیتے ہیں اب یہ ہوگا کہ ڈاکٹر ضیاءالدین کو آئندہ کسی وقت پھر علیحدہ ہونا پڑا تو دوسری دفعہ جب میں جانسلری کا عہدہ حاصل کرنا یقینی ہے۔ ہر پستی کے بعد بلندی۔ اور ہر زوال کے بعد کمال۔

---

مشہور ہوا باز مس ایمی جانسن کے حادثہ کے متعلق ایک اخبار یہ سرخی دیتا ہے کہ:-

"مس ایمی بال بال بچ گئیں"

لیکن جو موٹر سائیکل والا اس حادثہ میں مر گیا اس غریب کا کوئی ذکر نہیں۔ مس ایمی تو بچ گئیں بس اور کیا چاہئے تھا۔

---

سر دینے راگھوینہ چاریہ نے کہا ہے کہ برطانی پارلیمنٹ کو ہندوستان پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے اس لئے ہمیں جلد آئین براہ راست ملک معظم سے طلب کرنا چاہیئے۔

لیکن مشکل تو یہ ہے کہ سلور جوبلی کے موقعہ پر بھی ملک معظم کو اتنا اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو سوراج عطا کر دیں۔

# آئینۂ خیال

اس کے نام، اردھین، کی بجائے اسٹرٹوپلین ہو جائیں گے بس میں بھی اس طرح سے تجربات کئے جائیں گے اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا میں نقل و حرکت کا مستقبل کیا ہے؟

اس نئے اسٹرٹوپلین کے ملاحوں کے لئے یہ ضرور ہوگا کہ وہ برقی حرارت سے گرم کئے ہوئے کپڑے پہنیں کیونکہ فضا کی اتنی بلندی پر سردی حد سے زیادہ ہوگی اس کے لئے سانس لینے کے لئے آکسیجن مہیا کرنے کے آلات بھی ساتھ رکھے جائیں گے اس کا سبب ظاہر ہے کیونکہ اسٹرٹوسفیر میں ہوا موجود نہ ہوگی۔

## حمام یا قحبہ خانے؟

بمبئی کے چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں بمبئی کے ان قحبہ خانوں پر سخت نکتہ چینی کی ہے جو اب فی "حمام" کے نام سے قائم ہیں اور جو انسداد بدکاری قانون ۱۹۲۳ء سے بچنے کے لئے ان بدکاری کے اڈوں کو حمام کا نام دے کر اپنا گندہ اور کمینہ کاروبار چلاتے ہیں۔ مجسٹریٹ موصوف کہتے ہیں کہ جو لوگ ایسے قحبہ خانے حماموں کے نام سے رکھتے ہیں ان کو قانونی گرفت میں لانا بہت مشکل ہے اور صرف ایک دو آدمیوں کی سزایابی سے کسی شہر کی بڑھتی ہوئی خرابی دور نہیں کی جاسکتی کہ نوجوان لڑکیاں لڑکی بڑی تجربوں کے صلہ میں اس شرمناک کام میں مصروف رکھی جاتی ہیں۔

اس طرح کے حمام تمام بڑے بڑے شہروں میں عام طور پر تیزی سے پھیلتے جا رہے ہیں اور دہلی بھی اس لعنت سے خالی نہیں ہے۔ مجسٹریٹ موصوف نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جو حمام صحیح معنوں میں حمام ہوں ان کو سرکاری لائسنس دیئے جائیں اور باقی حماموں کو خلاف قانون سمجھا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ تمام شہروں میں جن میں دہلی بھی شامل ہے جلد سے جلد انسدادی کارروائیاں کرنی چاہئیں تاکہ حمام کے نام سے کوئی قحبہ خانہ باقی نہ رہنے پائے۔

## ملیریا کا جدید ترین علاج

سوویٹ روس کے تین ماہرین کیمیا ایک مدت سے اس تحقیقات میں لگے ہوئے تھے کہ ملیریا بخار کے علاج کے لئے کوئی ایسی موثر دوا ایجاد کی جائے جو کونین کا بدل ہوسکے اور پھر اس کے پیدا کئے ہوئے جراثیم کو فوراً ہلاک کردے۔ اب ان لوگوں نے جن کے نام کونزین، چیلنٹ تیبر اور میگانڈ ہیں اب اس دوا کو دریافت کر لیا ہے اور اس کا نام "آرہین" (AREHIN) رکھا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ یہ دوا کونین سے سات گنا زیادہ مفید و بااثر ہے اس میں تلخی بھی نہیں ہے اور وہ خراب نتائج بھی پیدا نہیں ہوتے جو کونین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس دوا کے بنانے میں ۴۵ روز لگتے ہیں اور دو سو ٹن خام مادہ سے ایک ٹن دوا نکال جاتی ہے۔ اس دوا کی تیاری کے لئے ماسکو میں ایک کروڑ پچاس لاکھ کی رقم سے ایک فیکٹری تعمیر کی جارہی ہے۔ طبی حلقوں میں اس جدید ایجاد سے ایک سنسنی پھیل گئی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ ملیریا کے علاج کے سلسلہ میں اس دوا سے طبی دنیا میں ایک انقلاب آجائے گا۔

## برطانی جہازوں کے ہندوستانی ملازم

مسٹر جناح اس ہفتہ سے اس سلوک کے خلاف جو برطانی جہازوں کے ہندوستانی ملازمین کے ساتھ برطانی لیبر پارٹی کی طرف سے کیا جانے والا ہے ایک زبردست احتجاجی نوٹ انگلستان بھیجا ہے بہت سے ہندوستانیوں کو غالباً یہ معلوم نہ ہوگا کہ جہازوں کے بہت سے ہندوستانی ملازمین نے برطانیہ میں مستقل بود و باش اختیار کر لی ہے، وہاں انہوں نے شادیاں کی ہیں اور جب یہ لوگ سفر سے ساحل پر اتر آتے ہیں تو اپنے اپنے گھرانوں میں رہتے ہیں۔ ساحلی شہروں پر ان کی چھوٹی چھوٹی نو آبادیاں ہیں لیکن اب چونکہ جہازوں کے برطانی ملازمین میں بیکاری کا اضافہ ہوتا جارہا ہے، اس لئے ان کو کام مہیا کرنے کی غرض سے ہندوستانی ملازموں پر تخفیف کا کلہاڑا چلایا جارہا ہے، حالانکہ جرمن، یونانی اور دیگر قوموں کے ملازموں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جاتا۔ مسٹر خالد شیلڈریک نے مسٹر جناح کی اس ہفتہ کی تائید میں ایک گشتی مراسلہ شائع کیا ہے اور جہازوں کے ہندوستانی ملازمین کی افسوسناک حالت پر روشنی ڈالی ہے۔ اگر "ایمپائر پریفرنس" یعنی ترجیح کے بلند آہنگ دعوے کوئی معنی رکھتے ہیں تو کیا اس وقت اس اصول کا استعمال اس طرح نہیں ہوسکتا کہ ہندوستانیوں کو غیر ممالک کے جہازی ملازموں پر ترجیح دی جائے؟ برطانیہ کی لیبر پارٹی جو اپنے آپ کو ہندوستان کا دوست کہتی ہے کیوں اس رنگ و نسل کے امتیاز روا رکھتی ہے؟ ضرورت ہے کہ ہندوستان میں بھی اس مسئلہ پر صدائے احتجاج بلند کی جائے تاکہ جہازوں کے ہندوستانی [illegible]

# چٹکیاں

دہرہ دون کے مسٹر لال نے مسلسل تقریر کا ریکارڈ قائم کیا ہے، وہ چھیانوے گھنٹے تین منٹ اور پندرہ سکنڈ تک مسلسل تقریر کرتے رہے، فولسکیپ کاغذ کے ایک ہزار تختے سیاہ کر ڈالے اور ایک سو بیس قلم کی نبیں توڑ ڈالیں۔ اس کمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیشنل لبرل فیڈریشن کی تقریروں اور رزولیوشنوں کو قلمبند کرنے کے لئے ان سے زیادہ بہتر آدمی نہیں مل سکتا۔

---

ہندوستان اگر قلم دوڑانے اور تقریر کرنے کا ریکارڈ قائم کرے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے پچھلے دنوں مسٹر گھوش نے کلکتہ میں تیرنے کا ریکارڈ قائم کیا تھا بالکل اسی طرح جیسے کہ ہمارے لبرل حضرات اپنے حالات کے سمندر میں تیرتے رہتے ہیں۔

ہندوستانیوں نے دنیا کا جو سب سے بڑا ریکارڈ قائم کیا ہے وہ ان کی فاقہ کشی کی زندگی ہے

---

آج کل ہندوستانی سیاسیات میں ایک نئی قسم کا انقلاب رونما ہوگیا ہے کچھ لوگ تو سیاسی زندگی سے ریٹائر ہو رہے ہیں اور کچھ لوگ پبلک لائف سے الگ رہنے کے بعد پھر واپس آنے والے ہیں۔ سر سکندر حیات خان کا اعلان ملاحظہ فرمایئے

---

بعض لوگوں نے ستیاگرہ جیسے اعلیٰ اور مقدس عمل کو گوارا حد تک پہنچا دیا ہے۔ پچھلے دنوں کرناٹک میں ایک شخص نے ناریل کے درخت پر بیٹھ کر ستیاگرہ کی تھی۔ بمبئی پر کسی اور شخص نے اس بات پر ستیہ گرہ کی تھی کہ بجلی کی کمپنی نے ریٹ زیادہ رکھا ہے۔ یہ لوگ تو ستیاگرہ کرتے ہیں اور اخبار نویسوں کو خبروں کی سرخیاں بنانی پڑتی ہیں۔ تنگ آکر بیچاروں نے ناریل ستیہ گرہ اور بجلی ستیہ گرہ کے فقرے ایجاد کئے۔ اور کیا کرتے!

---

مسلم طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ہے کہ "اب سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

مسٹر جناح یہ سوال بہت دنوں سے کر رہے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ صرف سوال ہی سوال کرتے ہیں خود کوئی جواب نہیں دیتے ہمارے پاس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مسٹر جناح کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح کام شروع کریں کہ چودہ نکات میں سے چند نکتے کم کر دیں۔

(پچھلے صفحہ سے)

یہ باغ لگا دیا۔ دور دور سے عمدہ قسم کے مشہور اور خوش ذائقہ آموں کی قلمیں منگا کر لگائیں۔ چھ سات مہینے کی مسلسل اور متواتر کوشش سے آخر یہ باغ مکمل ہو گیا۔ پختہ چہار دیواری بھی تیار ہو گئی۔ وسط میں ایک خوشنما اور مختصر بنگلہ بھی تعمیر ہو گیا۔ لیکن اس کا تمام نقد سرمایہ ختم ہو گیا۔ تاہم وہ خوش تھا کہ اس نے ایک ایسی جائداد حاصل کر لی تھی جو مستقبل قریب میں بہت قیمتی اور نفع بخش ثابت ہونے والی تھی۔

## نمبر (۳)

اشرف دو بیٹیوں کا باپ تھا جو، جوان تھیں۔ اسی کے ساتھ وہ مسرف بھی تھا۔ اس کے پاس جس قدر روپیہ آتا تھا وہ سب کا سب صرف ہو جاتا تھا اور باوجود کوشش کے وہ اس میں سے کوئی معمولی رقم بھی پس انداز نہ کر سکتا تھا۔ اس میں بڑا عیب تھا کہ وہ جو چیز خریدتا تھا اپنی ضرورت کے خیال سے نہ خریدتا تھا۔ بلکہ طبیعت کے جوش اور اپنی اولوالعزمی سے!

وہ کپڑے کی دوکان پر جا بیٹھتا تو اُسے یہ خیال بالکل نہ رہتا کہ وہ کتنے کا کپڑا لینے آیا ہوں اور کتنے کا لے چکا، اسی طرح وہ جس چیز کی خریداری کے لئے جاتا اپنی ضرورت کا قطعاً لحاظ نہ کرتا۔ اس کی اس عادت سے گھر والے سب تنگ تھے!

ایک دفعہ وہ اپنی بچیوں کے لئے گھر میں پہننے کو سلیپر لینے گیا۔ ضرورت اور فرمائش تو صرف دو جوڑ سلیپروں کی۔ لیکن وہ لے کر آیا پچاس روپے کے جوتے۔ بیوی کے لئے، ماں کے لئے اور خود اپنے اور اپنی لڑکیوں کے لئے کئی کئی جوڑے مختلف قسم کے،

ماں سے ضبط نہ ہو سکا، اس نے جھنجھلا کر کہا۔ بیٹا اشرف! تم فضول خرچی کی عادت نہیں چھوڑتے۔ میں نے ہزار دفعہ سمجھایا کہ ضرورت سے زیادہ کبھی کوئی چیز مت لایا کرو۔ مگر تم اپنی عادت نہیں چھوڑتے، بھلا کیا ضرورت تھی اتنے جوتوں کی؟ اپنا خیال نہیں کرتے تو خدا کے لئے ان بچیوں کی طرف دیکھو اور اپنا پیسہ اس طرح بے جا صرف مت کرو۔

مگر اشرف بلا جواب دئے ہنستا ہوا باہر چلا گیا۔

اشرف کی ماں نہایت دانشمند عورت تھی اس نے خیال کیا کہ معلوم اشرف کے پاس کچھ ہو یا نہ ہو اس کا رزق اسلئے ہے کہ [illegible] کی آمدنی کسی طرح اس کا معاملہ نہیں کر سکتی جس طرح بھی ممکن ہو بچیوں کی شادی کر دینی چاہئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا [illegible] اس کے پاس ہے وہ خرچ ہی کر ڈالے جب تک [illegible] گا۔ چنانچہ اشرف نے [illegible] ماں اور بیوی کی رائے سے [illegible] معاوت حسین کے چھوٹے بیٹے سے اپنی بڑی لڑکی رضیہ [illegible] کر دی۔

اشرف نے رضیہ کی شادی میں پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ گھر میں جو پونجی تھی وہ سب لگا دی۔ اور تھوڑا بہت قرض بھی کر لیا۔

## نمبر (۴)

اشرف رفتہ رفتہ کافی مقروض ہو گیا تھا۔ اور فصلوں کی مسلسل تباہی کے باعث وصولی بھی بالکل گر گئی تھی۔ حسبِ سابق بس چار ہزار روپے سالانہ کی آمدنی ہو جایا کرتی تھی۔

ان حالات میں ضرورت تھی کہ وہ اپنا خرچ کم کر کے قرض ادا کرنے کی فکر کرتا۔ اور کوئی کام ایسا نہ کرتا جس میں اس کی حیثیت سے زیادہ روپیہ صرف ہوتا۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ اشرف نے اپنے مصارف کو بہت حد تک کم کر دیا تھا۔ اور اگر سکون کے ساتھ وہ اسی طرح زندگی بسر کرتا تو جلد ہی قرض کے بار سے سبکدوش ہو جاتا۔ لیکن انسان کا ارادہ اور اس کا عمل مشیت کا تابع ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ انسانی ارادے اگر ہمیشہ کامیاب ہو جایا کریں تو وہ خدا کے وجود کا کس طرح قائل ہو؟

اسی زمانہ میں جب اشرف پوری سرگرمی سے اپنی اقتصادی حالت کے سدھارنے میں مصروف تھا۔ اس کی چھوٹی لڑکی حمیدہ کی رخصتی کا مرحلہ سامنے آ گیا۔ منشی فرزند علی کے یہاں اس کی نسبت قرار پائی تھی وہاں سے تقاضہ ہوا کہ جس طرح بھی ہو سکے جلد شادی کر دی جائے۔

اشرف کا خیال تھا کہ دو تین سال کی مہلت مل جاتی تو وہ اپنے گھر کا اچھی طرح بندوبست کر کے اطمینان سے شادی کرتا، مگر شادی بیاہ کے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ فریقین کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر لڑکی کا معاملہ تو بہت ہی نازک ہے ویسے بھی لڑکے والوں کا تھوڑا بہت خیال کرنا پڑتا ہے چار و ناچار اشرف کو بھی منشی فرزند علی کی حسب منشاء اس کام کے لئے تیاری کی ضرورت پیش آئی۔

احباب کا مشورہ تھا کہ حمیدہ کی شادی میں زیادہ روپیہ صرف نہ کیا جائے، بہت سادہ طریقہ پر اس کو بیاہ دیا جائے۔ لیکن اشرف اس رائے کو بالکل ناپسند کرتا تھا اس نے کہا رضیہ کو میں نے آٹھ دس ہزار کا جہیز دیا ہے حمیدہ کے لئے کم سے کم اتنا تو ہو ورنہ اس کی سسرال والے کہیں گے باپ کو بڑی لڑکی سے زیادہ محبت تھی یا رضیہ امیر گھرانے میں بیاہی گئی تھی اس وجہ سے اس کو جہیز زیادہ دیا گیا۔ اور حمیدہ غریب گھر آئی ہے لہذا اس کی شادی بھی اسی حیثیت سے کی گئی۔

اس میں میری حمیدہ کی ذلت ہوتی ہے میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا، اور خواہ میری ساری جائداد فروخت ہو جائے شادی بالکل اسی پیمانے پر کروں گا جس پر رضیہ کی شادی کر چکا ہوں۔ بہت سے کام اشرف کی بیوی اور اس کی ماں کے حسن انتظام سے پورے ہو گئے۔ پھر بھی اشرف کو آٹھ ہزار روپیہ قرض لینا پڑا۔

اس نے ساہوکاروں سے قرض کے متعلق بات چیت کی، مگر اشرف نے جس ساہوکار سے بھی روپیہ مانگا اس نے باغ پر حریصانہ نگاہیں ڈالیں، مکان یا دوسری جائداد کی کفالت سے کسی نے بھی روپیہ دینے کی حامی نہ بھری۔

اشرف قرض لینا چاہتا تھا اور قرض کے یہ معنی ہیں کہ وہ واپس کیا جائے گا۔ اس لئے باغ رہن کرنے میں اسے کوئی تامل نہ ہوا۔ اور سیٹھ مصدی لال اشرف کا "آموں کا باغ" رہن رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔

## نمبر (۵)

صبح کا وقت تھا۔ اشرف اپنے باغ کی ایک خوشنما روش پر بنگلہ کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ جس کے دونوں جانب خوبصورت گملوں کی لمبی لمبی قطاریں رکھی ہوئی تھیں۔

اشرف اگرچہ پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ اپنے تمام مصارف کو کم کر کے جلد سے جلد قرض ادا کر دیگا مگر وہ ساہوکاروں کی حرص سے واقف تھا اور اسے معلوم تھا کہ اس قسم کے قرض بہت کم ادا ہوا کرتے ہیں اور بالعموم انجام یہ ہوا کرتا ہے کہ جائداد اصل مالک کے قبضے سے نکل کر ساہوکار کے پاس پہنچ جاتی ہے، اس خیال سے اس کی روح کانپ جاتی تھی اور اس کے چہرے پر مردنی چھا جاتی تھی۔

بنگلہ کے سامنے والے میدان میں لوہے کی ایک بینچ اور چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک چھوٹی سی میز پر کچھ کاغذات اور قلم دوات رکھا ہوا تھا۔ آج کا دن دستاویز کی رجسٹری کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ کاغذ لکھا جانے والا تھا۔ تاکہ اول ہی وقت رجسٹری ہو جائے اشرف عرائض نویس کا انتظار کرتے کرتے گھبرا گیا تو اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے خیالات میں ایسا گم ہوا کہ اسے وقت کا اندازہ بھی نہ رہا اور مجنونانہ انداز سے برابر ٹہلتا رہا۔ دفعتاً کرسی زمین پر کھسکنے کی آواز آئی جس نے اشرف کے سلسلۂ خیالات کو توڑ کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو رائے بہادر سیٹھ موہن لال کرسی پر بیٹھے ہوئے لمبے لمبے سانس لے رہے تھے۔

رائے بہادر سیٹھ موہن لال ضلع کے بہت بڑے رئیس اور ساہوکار تھے۔ اشرف کے بزرگوں سے ان کے دوستانہ اور مخلصانہ مراسم تھے۔ میر صاحب سے بھی رائے بہادر صاحب کے تعلقات بالکل برادرانہ تھے۔ اشرف بھی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ اور رائے بہادر اس کو بہت پیار کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ مہینہ میں ایک دو مرتبہ ضرور اشرف کو دیکھنے آتے تھے۔ اور جب کبھی وہ اشرف کے یہاں تشریف لاتے تھے تو اشرف کو یقین ہو جاتا تھا کہ اس سے بزرگانہ محبت کرنے والی ایک ہستی ماں کے علاوہ اور بھی ہے۔

اشرف نے سر ٹہل رہا تھا وہ رائے بہادر کو دیکھتے ہی بنگلے میں گھس گیا اور جلدی سے ٹوپی درست کرتا ہوا نکل آیا۔

اشرف نے قریب پہنچ کر ادب سے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ لالہ جی بندگی!

جیتے رہو للو! باغ تو بھگوان کی کرپا سے خوب پھل گیا تمہارا۔ رائے صاحب نے عینک کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

آپ کی دعا سے امسال بہار بھی خوب آئی ہے۔

ہم نے سنا ہے تم اسے مصدی لال کے پاس گروی رکھ رہے ہو؟

جی ہاں۔ یہ خبر صحیح ہے۔

کیوں؟ بھلا۔

شادی کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔

گھر کی ساری ردکڑ (پونجی) اڑا دی تم نے اشرف! رائے بہادر صاحب نے تعجب سے دریافت کیا۔ اور اشرف شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

کتنا روپیہ لے رہے ہو؟

آٹھ ہزار۔

سود کیا ٹھہرا ہے؟

روپیہ سیکڑہ۔

جیتے رہو! رائے صاحب نے طنز سے کہا۔ ہماری دوکان سے روپیہ تم نے کیوں نہ لیا۔ ہم تمہیں آٹھ آنے سیکڑہ پر دیدیتے!

ابھی کاغذ نہیں لکھا گیا۔ اشرف نے جلدی سے کہا۔

مصدی لال اچھا ساہوکار نہیں ہے۔ اس کے یہاں تم مت پھنسو میاں اشرف! ہمارے یہاں سے روپیہ تم کو دے دیا جائیگا۔ کب ضرورت ہوگی؟

ابھی ہفتہ میں۔

اچھا تم ہمارے ساتھ ٹم ٹم میں بیٹھ جاؤ۔ ہم منیب جی سے کہہ دیں گے وہ آج ہی کارروائی کر دیں گے۔

## نمبر (۶)

اشرف نے بہت دھوم سے حمیدہ کو رخصت کیا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ رضیہ کی شادی سے زیادہ اشرف نے اس موقعہ پر صرف کیا۔

اشرف چار پانچ سال تک قرض کی مختلف اور چھوٹی چھوٹی رقمیں ادا کرتا رہا۔ رائے صاحب کے روپے کا سود بھی وہ اس عرصہ میں نہ دے سکا، اس رقم کے معاوضہ میں وہ اپنا باغ مکفول کر چکا تھا۔ اس لئے تقاضہ کی اس کو فکر نہ تھی۔ پہلے اس نے وہی روپیہ ادا کیا جس کے تقاضے کا خطرہ تھا۔ پانچ سال کے بعد جب وہ مطمئن ہوا تو بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ باغ سے اب تم ہاتھ دھو بیٹھو! پانچ سال کا سود بھی اب اصل رقم کے قریب قریب پہنچ گیا ہوگا۔ یہ سود در سود کا چکر ہی ایسا ہے کہ اس سے نکلنا بہت دشوار ہے!

مگر لالہ جی سے یہ امید نہیں کہ وہ میرا باغ دبا لیں۔

بس رہنے دو۔ اس حسن ظن کو۔ ساہوکار کسی کے

(باقی مضمون صفحہ (۲۳) پر دیکھئے)

# تہذیب کی رفتار

(خاص تیج دہلی کے لئے)

از شریمت موہن لال بھٹناگر ایڈوکیٹ

## چوتھی منزل

انسانی تاریخ میں چوتھی منزل اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ انسان نے گڈریوں کی زندگی میں اپنے مال مویشی کے لئے چارہ کافی نہ ملنے اور نت نئے سفر کی تکلیف کو محسوس کیا۔ علاوہ ازیں انسانی آبادی بڑھنی شروع ہوئی اور چراگاہوں پر مستقل قبضہ کر لینے کی انسان کو سوجھی۔ ان حالات میں اس نے مستقل رہائش اختیار کی اور کھیتی باڑی کی ابتدا ہوئی۔ اور دیہات کا آغاز ہوا اور انسان نے اکٹھا رہنا سیکھا۔ عقلمند کہتے ہیں کہ انسان خیالات کا پتلا ہے۔ تبادلہ خیالات سے اس کی معلومات بڑھتی ہیں۔ لہذا مستقل رہائش نے اس کی معلومات میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ اس نے روئی پیدا کرنا اور اس سے کپڑا بنانا سیکھا اور تن پوشی ہونے لگی۔ کچے مکانات بننے شروع ہوئے۔ اناج سے روٹی بنانا بھی سیکھ گیا نت نئی آرام و آسائش کی چیزیں ایجاد ہونے لگیں۔ گڈریوں کی زندگی میں ہر ایک کنبہ جداگانہ اپنے ریوڑ لئے پھرا کرتا تھا جب مستقل رہائش اختیار کی تو کنبے کنبے نے اپنا علیحدہ علیحدہ گاؤں بسایا۔ انگریزی عملداری کے پرانے بندوبستوں کے کاغذات میں ہر ایک گاؤں کے آباد ہونے اور گاؤں کے نام کی وجہ تسمیہ مفصل درج ہے۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کے اکثر دیہات کے جملہ مالکان اراضی صرف ایک ہی بزرگ کی اولاد ہیں۔ اور اسی کے نام پر گاؤں کا نام رکھا گیا ہے۔ لہذا ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابتدا میں ہر ایک گاؤں ایک کنبہ کی بستی تھی۔ مستقل رہائش اختیار کر لینے پر انسان کو قدرتی موت کے مشاہدہ کرنے کے زیادہ موقعے ملے۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ کچھ عرصہ کے بعد مردہ کا جسم قائم نہیں رہ سکتا۔ کیڑے مکوڑے اس کو کھا جاتے ہیں یا چرند پرند اور جنگلی جانور اس کو چٹ کر جاتے ہیں اور ان سے حفاظت کی جائے تو بھی جسم خود بخود سڑ گل جاتا ہے۔ پرانے مصریوں میں صدیوں سے یہ رواج رہا کہ وہ مُردے کے جسم کو آلائش سے پاک صاف کر کے خوشبودار مصالحے بھر دیتے تھے تاکہ وہ جلد گل سڑ نہ جائے۔ اس فن کو انہوں نے کمال درجہ تک پہنچا دیا تھا چنانچہ ان کے مُردے ایک سال تک خراب نہ ہوتے تھے یہ تمام سر دردی انسان اس لئے کرتا تھا کہ روح کے واپس جسم میں آنے کا اسکو یقین تھا۔ قیامت کے دن مُردوں کے اسی جسم میں جاگ اٹھنے کا اعتقاد اسی یقین کا نتیجہ ہے۔ اب انسان کے سامنے دو سوال پیدا ہو گئے ایک تو یہ کہ جب جسم باقی نہیں رہتا تو روح کہاں جاتی ہے اور اس کا کیا بنتا ہے۔ دوسرا یہ کہ بچے میں روح کہاں سے آ جاتی ہے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب اس کو فوراً مل گیا کہ وہ روحیں جن کا جسم باقی نہیں رہا وہ نئے جسموں میں آ جاتی ہیں اسی خیال نے ترقی کرتے کرتے مسئلہ تناسخ جس کو ہندی میں آواگون کہتے ہیں کی شکل اختیار کر لی۔ آواگون کے معنی ہی آنا جانا ہے یعنی روح ایک جسم میں سے چلی جاتی ہے اور دوسرے میں آ جاتی ہے یا جسم میں آتی ہے اور نکل جاتی ہے۔ مگر اسی کے ساتھ متعلقہ سوال ایک اور پیدا ہو گیا اور وہ یہ کہ بچہ میں پہلے تین ماہ تک حرکت نہیں ہوتی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں روح نہیں آئی۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ پہلے تین ماہ تک جسم ہی تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آنے والی روح جسم کے بننے کا انتظار کرتی رہتی ہے۔ اس انتظار کے خیال کو ایک اور طرح سے بھی تقویت پہنچی۔ اسے یقین تھا کہ خواب کی حالت میں روح کچھ عرصہ کے لئے نکل جاتی ہے اور بغیر جسم کے باہر رہ سکتی ہے اسی طرح نئے جسم کے انتظار میں باہر پھرتی رہتی ہے۔ اس انتظار کے [illegible] عرصہ کا نام [illegible] اس نے تبدیلی رکھا جس سے مراد روح بلا جسم کی حالت ہے۔ انسان نے دیکھ لیا تھا کہ خواب کی حالت میں جسم ایک جگہ پڑا رہتا ہے مگر ایسی کوئی ہستی ہے جو طرح طرح کے کرتب کرتی ہے اور جن کرتبوں کو وہ خواب میں دیکھتا ہے ان کرتبوں کے کرنے والی ہستی کو اس نے روح یا آتما کا نام دیا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ یہ ہستی ایسے ایسے کرتب کرتی ہے جو جسم کے ساتھ نہیں کر سکتی تھی مثلاً پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنا۔ دریاؤں اور سمندروں کو پھاند جانا۔ طرح طرح کی شکلیں اختیار کر لینا۔ کبھی انسان کبھی حیوان کبھی پرندہ بن جانا اور کبھی ایسی شکل اختیار کر لینا جو نیم انسان اور نیم حیوان یا نیم پرندہ ہو۔ خواب میں اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ وہ اپنے دشمنوں سے لڑتا اور دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ آنکھ کے پلک مارتے وہ دور دراز مقامات میں چلا جاتا ہے۔ اس کے مرے ہوئے بزرگ اسکو ملتے ہیں اور خوش ہو کر اسکو سکھ دینے والی چیزیں دیتے ہیں ناراض ہو کر طرح طرح سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کے دشمن اسکو تنگ کرتے ہیں اور طرح طرح کا دکھ دیتے ہیں۔ انسان کا خیال بلکہ یقین تھا کہ خواب میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض خیال نہیں ہے بلکہ حقیقی فعل ہے جو روح کرتی ہے اور دیکھتی ہے۔ اسی خیال کی بنیاد رکھ کر وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ موت کے بعد جب روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور تبدیلی اختیار کر لیتی ہے تو وہ تمام کام کر سکتی ہے بلکہ کرتی ہے جو خواب دیکھے جاتے ہیں۔ اور کہ تبدیلی میں بعض کی روحیں کام کرتی ہیں اور نیک انسانوں کی روحیں دنیا کو سکھ دیتی ہیں۔ تبدیلی میں ان کی تذکیر و تانیث بھی قائم رہتی ہے۔ یعنی مردوں کی روحیں مرد بن کر اور عورتوں کی روحیں عورت [illegible] بن [illegible] کر رہتی ہیں۔ چنانچہ نیک مرد کی روح کو پتر لوک نیک عورت کی روح کو پتر لی کہا گیا۔ بدکار مرد کی روح کو بھوت اور بدکار عورت کی روح کو چڑیل کا نام دیا گیا۔ چونکہ ابتدائی انسان درختوں پر رہتا تھا اس لئے اس نے یہ تصور کر لیا کہ بھوت اور چڑیل دیوی اور دیوتا درختوں پر جنگلوں میں رہتے ہیں۔ ابتدائی انسان رات کے وقت چاند کی چاندنی میں رقص و سرود کیا کرتے تھے۔ اور خوشی منایا کرتے تھے۔ اسی نمونہ پر تصور کر لیا گیا کہ دیوی۔ دیوتا۔ بھوت اور چڑیل چاند کی چاندنی میں رقص و سرود کیا کرتے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھیل کود کرتے ہیں۔ اگر ایسے وقت میں کوئی انسان مخل ہو تو سخت ناراض ہوتے ہیں اور مداخلت کرنے والے کو سزا دیتے ہیں۔ پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہیں۔ دریا اور ندی نالوں کو پھاند جاتے ہیں ہر طرح کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ اپنی اولاد یا اپنے عزیزوں کو سکھ دیتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ چنانچہ جو جو باتیں بالعموم انسان خواب میں دیکھا کرتا تھا وہ تمام طاقتیں اور کام روحوں کے متعلق اور ان کے اختیار میں سمجھے گئے۔ لہذا انسان نے روح یا آتما کے متعلق نئی نئی باتیں سیکھیں اور اس کے گیان میں اضافہ ہوا۔ اب ہم انسانی تہذیب کے اس مرحلہ پر پہنچ گئے ہیں جبکہ انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا اور باقاعدہ انسانی تاریخ لکھی جانی شروع ہو گئی تھی۔ یورپین مورخوں نے انسانی تہذیب کے مرکز تین قائم کئے ہیں (۱) دریائے نیل کی وادی جہاں پر انسان کو نہ ہل چلانا پڑتا ہے نہ کاشتکاری کرنی پڑتی ہے۔ دریائے نیل کی طغیانی سے زمین سیراب ہو جاتی ہے اور طغیانی اتر جانے پر زمین خود بخود پھٹ جاتی ہے۔ انسان صرف بیج بکھیر کر چلا آتا ہے اور وقت مقررہ پر کھیتی لہلہانے لگتی ہے اور انسان فصل کاٹ لیتا ہے نہ ہل کی ضرورت ہے نہ مویشیوں کی۔

(۲) دریائے دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ جس کو آج کل میسوپوٹیمیا کہتے ہیں اس کے جنوبی علاقہ میں جہاں پر یہ دونوں دریا ملتے ہیں گندم خود رو ہوتی ہے۔ وہیں سے انسان نے گیہوں دریافت کی تھی اور اس کو اپنی خوراک بنایا تھا۔

(۳) دریائے گنگا و جمنا کی وادی۔ جہاں پر اگرچہ نہ تو گندم خود رو ہوتی ہے اور زمین خود بخود پھٹ جاتی ہے مگر نہایت تھوڑی سی محنت سے غلہ پیدا کر لیا جاتا ہے۔ پرانی تہذیب کے نشانات بھی ان تینوں علاقوں میں ہی ملتے ہیں۔ پرانی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پرانی قوموں میں تناسخ یعنی آواگون اور تبدیلی پر یقین تھا۔ ہندوستان میں پرانی تہذیب ابھی نمایاں اور ظاہرا شکل میں دکھائی دیتی ہے اور سناتنی ہندوؤں کے رسم و رواج میں اس کی شہادت ملتی ہے اور وہ اپنے آپ کو سناتنی یا قدیم کہتے ہیں۔ دوسری قومیں یا تو دنیا کے صفحہ سے بالکل مٹ گئی ہیں یا تبدیل شدہ شکل میں موجود ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں بھی یہ اعتقاد موجود ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح ایک مقام پر رہتی ہے جس کو عالم ارواح کہتے ہیں۔ تمام روحیں قیامت تک عالم ارواح میں رہیں گی قیامت کے دن وہ سب کی سب اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو کر کھڑی ہو جائیں گی۔ اس کا نام ہندی میں تبدیلی ہے جس کے لفظی معنی روح کی حالت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ہندو اعتقاد کے مطابق تبدیلی کا عرصہ بہت تھوڑا ہے اور نئے جسم میں داخل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے مگر عیسائی اور مسلمانوں کے اعتقاد کے رو سے یہ عرصہ قیامت تک لمبا ہے اور اس وقت ختم ہوگا جبکہ وہ اپنے پرانے جسم میں داخل ہوں گی۔ اگر ہم عرصہ اور نئے اور پرانے جسم کے فرق کو نظر انداز کر دیں تو دونوں اعتقاد مل جاتے ہیں۔ جہاں تک ہمارے مضمون کا تعلق ہے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ تبدیلی کا اعتقاد بہت پرانا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ نیک روحیں اس کو سکھ اور بد روحیں دکھ دیتی ہیں۔ اس طرح سے ان کے گیان میں اضافہ ہوا اور اس نے پتروں سے رابطہ و اتحاد پیدا کرنا سیکھا اور ان کو اپنا پرماتما سمجھا۔

---

ادب لطیف

## تراشا

آشا نے تسلی دیتے ہوئے مجھے خیالی دنیا کا راجہ بنا دیا۔ اور میں نے سر پر پریم اندر کا پہنایا ہوا تاج دیکھنے لگا۔ میں نے ایک نئی دنیا بسالی۔ رنج و غم فکر اور دکھ سے دور تھی۔ کوسوں دور۔ اس میں پھول ہی پھول تھے گیت ہی گیت تھے۔ حسن ہی حسن تھا یہی پریم تھا یعنی اس نئی دنیا کا راجہ تھا اور تم میری مہارانی۔ اس وقت تمہارا نام تھا "آشا"۔ ہم پھولوں کی ایک بستی میں تمہارے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ مجھے ٹھوکر لگی اور میں گر پڑا کسی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا۔ لیکن وہ ہاتھ تمہارا ہاتھ نہ تھا۔ کیونکہ تمہارا ہاتھ پھولوں سے بھی زیادہ نازک تھا اور وہ ہاتھ لوہے سے بھی سخت۔

میں نے چاروں طرف دیکھا صحرا ہی صحرا تھا۔ اور میرے جسم پر وہی پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ ایک ڈراونی سی صورت میرے سامنے کھڑی تھی وہ تھی تمہاری بہن "تراشا"

من موہن دیوانہ کا

---

## آتما اور پرماتما کا گیان

نمبر ۴

## صحت

# جرمنی کا ورزش خانہ

(از قلم پنڈت آنندی پرشاد صاحب مصرا - مراد آبادی)

(خاص نیچ دہلی کے لئے)

اس مضمون کو پڑھ کر خود دیکھئے کہ دوسرے ممالک میں قوموں کی دماغی ترقی اور جسمانی صحت کے لئے کیا کیا انتظامات ہو رہے ہیں اور ہندوستان کے عوام کی صحت اور تندرستی کا کیا حال ہے۔ (ایڈیٹر)

شہر برلن (دارالسلطنت جرمنی) سے کچھ فاصلہ پر نہایت دلکش اور پر فضا مقام پر ایک عالیشان عمارت ہے۔ اس عمارت کے چاروں طرف میلوں تک کوئی دوسرا مکان نہیں۔ صرف یہی ایک سربفلک عمارت کھڑی ہے۔ اس مکان کے سامنے ایک گول حلقہ بنا ہے اس کے چاروں طرف کچھ بنا ہے۔ بیچ میں سبز گھاس کا فرش ہے۔ یہ مقام ڈھلواں حوض کی طرح بنایا گیا ہے۔ یہاں ایک تماشہ ہوتا ہے۔ گھوڑ دوڑ کا میدان اس مکان کے قریب ہے مکان کی داہنی جانب ایک بہت بڑا حوض ہے جس میں مرد و زن تیرنا سیکھتے ہیں۔ حوض کے بائیں جانب کپڑے پہننے کی جگہ ہے۔ اس مکان کے اندر داخل ہونے کے لئے بہت بڑا دالان ہے۔ دالان کی کارنسوں پر انسان کی مورتیں ورزش کرنے کے طریقے بتلاتے ہیں۔

اس ورزش خانہ میں دماغی جسمانی - اعصابی - قوت بڑھانے کی اور کمزوری دور کرنے کے لئے ورزشیں مختلف طریقوں سے سکھائی جاتی ہیں - ایک بڑا کمرہ ہے جس میں صرف دماغی ورزش کے سامان ہیں - ایک گول چرخہ ہے اس کے اوپر قبہ نما سرپوش ہے جسے بجلی کی روشنی کرتے ہیں - نیچے کا حصہ بالکل گول ہے - اس کو آدمی پکڑے رہتا ہے - اگر اس کو ضعف دماغ ہے تو یہ خیال کرکے کہ نیچے کا حصہ گرم ہو گیا ہوگا - ہاتھ جلدی سے نکال لیتا ہے - یہ خیال دماغ سے دور کرنے کے لئے یہ ورزش کرائی جاتی ہے - ایک اور آلہ ہے جس کو جلدی جلدی ہاتھ اور پیر سے چلاتے ہیں جس کی دماغی حالت درست ہے - وہ شروع ہی سے تیزی سے چلاتا ہے ورنہ اس کو تیز چلانے کی مشق کرنی ہوتی ہے۔

موٹر چلانے کے لئے یہ طریقہ ہے کہ بجلی کے چار چھوٹے چھوٹے چراغ روشن رہتے ہیں۔ ان کو دیکھتے جانا۔ پاؤں ایک وقت اٹھانا - ہاتھ ایک وقت اٹھانا جب اس کو یہ اچھی طرح آ جاتا ہے تو موٹر چلانا سکھایا جاتا ہے - جو آدمی اس ورزش خانہ میں آتا ہے اس کا امتحان طبی طریقہ سے لیا جاتا ہے جس کے مختلف طریقے ہیں - جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون سا جزو بدن کمزور ہے - نتیجہ امتحان سے مریض کو مطلع کر دیا جاتا ہے اور اس سے کہدیا جاتا ہے کہ شکایت کے لحاظ سے تمہارا علاج ہوگا، یعنی فلاں قسم کی ورزش کرنی ہوگی - جو شخص آتا ہے اس کے پیشاب اور خون کا امتحان بھی ہوتا ہے۔

ایک بڑے ہال میں مختلف قسم کی جسمانی ورزش ہوتی ہے - مرد و عورت دونوں سے ایک ہی ہال میں ورزش کرائی جاتی ہے - قریباً طریقہ بھی ایک ہی ہے لیکن بعض مشکل طریقے کی ورزش عورتوں سے نہیں کرائی جاتی ہے اس بڑے ہال میں جب ورزش کرائی جاتی ہے تو گراموفون بھی بجایا جاتا ہے، اس کے تال اور سر کے ساتھ ورزش ہوتی جاتی ہے - ایک وقت چار چار آدمیوں سے ورزش کرائی جاتی ہے - جاڑوں کے دنوں میں اسی ہال میں گیند کو کھیل بھی کھلایا جاتا ہے، ورزش کے بعد سرد پانی سے حمام کرایا جاتا ہے - لیکن سر پر سرد پانی نہیں ڈالا جاتا - حمام بہت سے بنے ہیں - ایک کمرے میں صرف اس بات کا امتحان لیا جاتا ہے کہ ورزش کرنے کے بعد مریض کتنا تھکا - خون لیکر دیکھتے ہیں اور اس سے اندازہ کرتے ہیں - قد کے لمبا کرنے کے لئے بھی ایک خاص ورزش مقرر ہے - ایک کمرے میں مختلف طریقوں کی ورزش کی تصویریں آویزاں ہیں ایک بڑا ہال کھانے کا ہے - کھانے کی میز کے دونوں طرف چالیس کرسیاں رکھی ہیں - یہاں غذا بہت اچھی کھلائی جاتی ہے تاکہ ورزش سے فائدہ ہو ایک آلہ قلم کی طرح ہے جس میں ایک ربڑ کی تلی لگی ہوئی ہے اس کو پھونکنا ہوتا ہے اس سے سینہ کا امتحان کیا جاتا ہے ایک بڑے ہال میں بذریعہ سینما کے ورزش کے طریقے بتلائے جاتے ہیں برلن میں یہ عام قاعدہ ہے کہ ورزش گاہوں میں سینما کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی ہے ایک کمرہ اس ورزش خانہ میں اس لئے مخصوص ہے کہ جو مریض وہاں داخل ہوتے ہیں بوقت داخلہ ان کے اعضاء رئیسہ جسم کے اندرونی حصوں کی تصویر لے کر رکھتے ہیں اور اس کا مقابلہ مقابلہ بعد کو کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ ورزش سے کس قدر فائدہ ہوا۔

ایک کمرے میں مُردوں کی ہڈیوں کا ڈھانچہ اور کھوپڑیاں رکھی ہیں۔ سر کا بھیجا اور آنتیں مصنوعی لگا دیتے ہیں تاکہ مریضوں کو معلوم ہو کہ صحت کی حالت اور بیماری کی حالت میں کیا فرق ہے اس لئے ہر عضو

(باقی صفحہ ۱۳۴ پر)

# بجلی کے لیمپ!

(خاص تیج دہلی کے لئے)

از شری جی - ڈی - تلی ایم - ایس - سی

اگر ایک لوہے کی سلاخ کو آگ پر رکھا جائے تو رفتہ رفتہ آگ کی حرارت کی وجہ سے اس کا رنگ بدلنے لگتا ہے۔ سفید چمکدار لوہے کی سلاخ پہلے ایک سیاہی مائل رنگ اختیار کرتی ہے۔ اس کے بعد دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ اور آخر میں پھر سفید۔ اس آخری حالت میں سلاخ سے زبردست روشنی کی شعاعیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ دھات کی ایک پتلے تار کے لئے بجلی اس آگ کا کام دیتی ہے۔ تار کے ذرات بجلی کے راستہ میں حائل ہیں۔ اور اس رکاوٹ کی وجہ سے تار کا ٹمپریچر رفتہ رفتہ بڑھنے لگتا ہے حتیٰ کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی تار سے زبردست روشنی کی شعاعیں نکلنے لگتی ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ تار میں بجلی کے ذریعہ حرارت کی پیدائش تار کی لمبائی نہیں بلکہ اس کے قطر سے تعلق رکھتی ہے۔ جتنا قطر کم ہو گا اتنی ہی حرارت زیادہ پیدا ہوگی۔

ناظرین نے ایڈیسن اور سوان یا ایڈیسن سوان بیٹری کا نام سنا ہو گا۔ تھامس ایڈیسن امریکہ کا مشہور موجد تھا۔ اور مسٹر جوزف سوان ایک تجربہ کار انگلشمین۔ یہ ہی دونوں کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ کہ آج جا بجا مختلف قسم کے بجلی کے لیمپ جگمگ جگمگ کرتے ہوئے اندھیری سے اندھیری رات میں روز روشن کو شرمانے کی کوشش میں ہیں۔

دھات کی تاروں کے استعمال میں ایک زبردست نقص سد راہ تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ ایک خاص ٹمپریچر کے بعد پگھلنی شروع ہو جاتی تھی۔ اور چونکہ ان دنوں میں ٹنگسٹن (TUNGSTEN) یا ٹینٹالم (TANTALUM) کی مکمل خاصیتیں معلوم نہ تھیں۔ اس لئے ایڈیسن نے اپنے تمام لیمپوں میں کاربن کو استعمال کیا۔ کاربن چونکہ ہوا کی موجودگی میں راکھ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بلب میں ایک زبردست خلا پیدا کیا جائے تاکہ لیمپ عرصہ تک کارآمد ہو۔ ابتداء میں ایڈیسن نے بانس کی پتلی تار پر کاربن کی تہہ جما کر اس کو استعمال کیا۔ مگر آج کل کاربن لیمپ کی تیاری میں جو طریقہ استعمال کیا جاتا ہے وہ ذرا مختلف ہے۔ روئی کو زنک کلورائیڈ کے سلیوشن میں ڈبو دیا جاتا ہے جس میں یہ حل ہو جاتی ہے۔ اس حل کو پھر ایک نہایت باریک سوراخ میں سے دباؤ کے ساتھ نکالا جاتا ہے اور یہ پتلی سی دھار بالکل اسی طرح زنک کے تیزاب کے ایک ٹمپریچر میں گرتی ہے جہاں یہ ایک سخت دھاگے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس دھاگے کو گرافائیٹ کے ایک بلاک کے ارد گرد لپیٹ دیا جاتا ہے اور یہ بلاک پسے ہوئے کوئلہ کے ہمراہ ایک برتن میں بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس برتن کو آگ میں پھینک دیا جاتا ہے تھوڑی دیر کے بعد نکالنے پر کاربن کی ایک پتلی سی چمکدار تار تیار ہو جاتی ہے۔ اس تار کو لیمپ کے اندر آئے ہوئے پلاٹینم کے سروں کے ساتھ جوڑنے کے لئے دونوں کو گانٹھ کر بینزین (BENZINE) میں رکھ کر بجلی دبا دیا جاتا ہے جس سے گانٹھ کے مقام پر بینزین کے جلنے کی وجہ سے ایک ہموار کاربن کی تہہ جم کر جوڑ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لیمپ میں سے ائیر پمپ کی مدد سے ہوا خارج کر دی جاتی ہے۔ اور جب مناسب مقدار کا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ تو بلب کا منہ بند کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ پلاٹینم کا پھیلاؤ اور سکڑاؤ بالکل شیشہ جیسا ہے اس لئے بجلی کو کاربن تک لانے کے لئے شیشہ میں سے آتی ہوئی پلاٹینم کی تار استعمال کی جاتی ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز پر دھات کی تاروں کے لیمپ پھر اپنا سر نکالنے لگے۔ سب سے پہلے آسمیم (OSMIUM) کی تار سے تیار کئے ہوئے لیمپ میدان میں آئے۔ خالص اسمیم کی تار چونکہ معمولی دباؤ سے ٹوٹ جاتی ہے اس لئے اس میں ملاوٹ ڈال کر مختلف کمپنیوں نے اپنے اپنے طریقے اختراع کئے۔ اوسرم (OSRAM) لیمپ سے لوگ ناواقف نہیں۔ اس کے بعد ٹنگسٹن، ٹینٹالم اور دیگر کئی قسم کی ملاوٹ آمیز اشیاء تار کھینچنے کے لئے استعمال کی گئیں۔ اور سال کے سال نئے طریقے اختراع ہونے کی وجہ سے یہ لیمپ جو کہ دیرپا اور کم خرچ ہیں مقبول عام ہو گئے ہیں۔ بجلی کے لیمپوں میں جو نہایت باریک تار استعمال کئے جاتے ہیں ان کے بنانے کا طریقہ ایک ایسا ہنر ہے جو قابل داد ہے۔ اس کے متعلق پھر کبھی لکھا جائے گا۔ ساتھ کی شکل کی مدد سے ۱۹۳۵ء کے ایک لیمپ کے مختلف حصوں کو واضح کیا گیا ہے۔

(۱) شیشے کی بنی ہوئی ٹوپی

(۲) شیشے کی بنی ہوئی چوکھٹ۔ اس کے اندر سے بجلی لانے والی تاریں آ رہی ہیں اور ان کی مدد سے تار اپنی جگہ پر اور بلب کے عین درمیان میں رہتی ہے

(۳) لیمپ کی تار اور بجلی لانے والی تاروں کے درمیان جوڑ۔

(۴) ٹنگسٹن دھات کی کھینچی ہوئی لمبی باریک تار۔

(۵) خلا۔

(۶) پیتل کی بنی ہوئی ٹوپی جو کہ بلب کے اوپر بالکل فٹ آتی ہے اور ایک خاص سیمنٹ کی مدد سے شیشے کے ساتھ جوڑی جاتی ہے۔

(۷) پلاٹینم کی تار جو کہ شیشے کے اندر سے گذرتی ہوئی بجلی اندر کی تار تک پہنچاتی ہے۔

(۸) تار کو پکڑنے کے لئے کھونٹی۔ اس کی مدد سے تار کو بلب کے اندر چکر دیئے جاتے ہیں۔

(۹) شیشے کا بلب۔

(۱۰) دوسری طرف کی کھونٹی۔

(۱۱) بلب کو بند کرنے کے بعد اس جگہ کو مضبوط کر دیا گیا ہے۔

WIRE
8TH PATENT

# امریکہ کے شیش محل!

شیش محل در اصل مشرق کے فن تعمیر کی یادگار ہے۔ مغرب نے دیکھا دیکھی اس قسم کے محلات بنانے شروع کئے ہیں۔ امریکہ میں ایک کمپنی نے گلاس کی اینٹیں اور چادریں بڑی کافی تعداد میں بنائی ہیں اور اب شیشے کے مکانات بن رہے ہیں۔ شیشے کی اینٹوں اور چادروں کے یہ مکانات بہت مضبوط اور مفید ثابت ہوئے ہیں اور عجائب پرست مغرب اب اسی فن کی تکمیل میں مصروف لگ گیا ہے۔ مکانات میں کاغذ کے دروازے بھی استعمال ہونے شروع ہو گئے ہیں جو بالکل کاغذ کے بنائے جاتے ہیں اور ہر قسم کی لکڑی کا مقابلہ کر [؟]

# گُلِ مُراد

(از جناب ایم - اے جعفری جھانسی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

نام ہے ایک گل پژمردہ کا جو شگفتہ ہو تو زندگی پُر بہار ہو جائے اور نہ ہو تو عالم امید خزاں رسیدہ رہے

جب نور کا تڑکا ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد روشن شعاعیں نمودار ہو کر شعلۂ حسن کو بھڑکا دیتی ہیں تو میں اس وقت گل مراد کی شگفتگی کا بے چینی کے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

جب شام کے آخری لمحوں میں ڈوبتے ہوئے سورج کی ہلکی ہلکی اور سنہری کرنیں کائنات عالم پر ضو فگن ہوتی ہیں تو میں اس وقت بھی گل مراد کے کھلنے کی آرزو کرتا ہوں۔

جب لیلائے شب بے نقاب ہو جاتی ہے اور آسمان کے تارے اس کو اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اس وقت بھی گل مراد کو خنداں نہیں پاتا۔

جب شبنم کے قطرے سبزہ زاروں کو نم آلود کر دیتے ہیں اور جب گلزاروں میں پھولوں کے کٹورے آب خنک سے بھر جاتے ہیں۔ تو میں اس وقت بھی گل مراد کی پنکھڑیوں کو پژمردہ پاتا ہوں۔

جب سمندر کے بخارات اٹھ اٹھ کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ساحل سمندر کی ٹھنڈی ہوائیں ان بادلوں کو آغوش میں لے کر اٹھکھیلیاں کرتی ہیں اس وقت بھی "گل مراد" کو مرجھایا ہوا دیکھ کر آنسوؤں کے دریا بہاتا ہوں۔

جب موسم سرما آتا ہے اور کوہستان برف پوش ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی میری آنکھیں گل مراد کی سرد مہری دیکھ دیکھ کر پتھرا جاتی ہیں۔

جب موسم گرما اپنی تپش اور تیزیوں کے ساتھ کائنات ارضی میں نمودار ہوتا ہے۔ تو میں اس وقت خوف کھاتا ہوں کہ کہیں گل مراد جھلس نہ جائے۔

جب ابر گہر بار سے موتیوں کی بارش ہونے لگتی ہے تو اس وقت بھی گل مراد کو ایک ان کھلی کلی کی طرح محفوظ گوشہ میں لئے ہوئے بیٹھا رہتا ہوں۔

جب صحراؤں کے تپتے ہوئے میدانوں میں خاک کے بگولے گردش کرتے ہیں تو میں اس وقت بھی گل مراد کو پژمردہ دیکھ کر اپنی بدقسمتی پر سر دھنتا ہوں۔

اے کاش میرا گل مراد شگفتہ ہوتا اور شب ہم!

## عالم نسوان

# ہندوستان کی لڑکیاں

لڑکیاں عموماً تیز طبیعت ذی فہم نرم دل اور متجسس طبیعت ہوتی ہیں اور ان کو یہ تمام خصلتیں قدرت کی جانب سے ودیعت ہوئی ہیں اگر ان کی وجہ کو تبدیل نہ کیا جائے اور ان کے مزاج میں وہ خصوصیات داخل نہ کی جائیں جن سے ان کو اپنی زندگی میں آئندہ کام لینا پڑے گا بلکہ ان کی دماغی قوتوں کی نشوونما کو محض قدرت کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے تو بے شک وہ دنیا میں ایک اولوالعزم اور فتح مند ہستیاں بن سکتی ہیں اور ان کی دماغ سوزیاں مردوں کی نازک حالتوں اور بلند پروازیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ثابت ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ بچپن ہی میں وہ قدرتاً لڑکوں سے زیادہ سمجھدار اور سلیقہ شعار ہوتی ہیں بہ نسبت لڑکوں کے وہ جلد ہی توتلی زبان میں اپنے مافی الضمیر کو اپنے والدین اور سرپرستوں پر ظاہر کرنے لگتی ہیں اور چونکہ ان میں تجسس اور تحقیقات کا مادہ موجود ہوتا ہے اس لئے اپنے سامنے کی اشیاء سے جلد واقف ہو کر ان کے نام زبان یا اشاروں سے بتلانا شروع کر دیتی ہیں جب کچھ ذرا بڑی ہو جاتی ہیں تب تو ایسے ایسے سوالات کرنا شروع کرتی ہیں جن سے مخاطب کی عقل دنگ ہو جاتی ہے اور وہ ان کی ذہانت اور متجسس طبیعت کا قائل ہو جاتا ہے۔ باتیں اس قدر میٹھی کرتی ہیں کہ ہر شخص کا جی خواہ مخواہ ان کو پیار کرنے کو چاہتا ہے ان کی یہ طفلانہ اور معصومانہ حرکتیں اور دل لبھانے والی ادائیں جو بناوٹ اور تصنع کی آمیزش سے پاک ہوتی ہیں۔ گھر اور باہر والوں پر جادو کا اثر کرتی ہیں۔ اگر ان میں ایسی باتیں اور کشش مقناطیسی نہ ہو تو شاید ان سے کوئی مخاطب بھی نہ ہو اور ان کی پرورش بھی مشکل ہو جائے۔ یہ لڑکیاں ان دیر آشناؤں کا مکمل سروپ ہیں جو ایک دن دنیا کے بہادروں کے دلاوروں اور ریفارمروں وغیرہ بڑی بڑی شخصیتوں کو وجود میں لاتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قوم ان لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتی ہے؟۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ملک میں دختر کشی بڑے زور کے ساتھ رواج پذیر تھی ادھر لڑکی پیدا ہوئی اور ادھر اس کا گلا دبا دیا۔ اس قاتلانہ رسم کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ قریب قریب تمام مشرقی قوموں کا اس وقت ہی نہیں بلکہ اب تک عام عقیدہ ہے کہ لڑکی کے بیاہ کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے اس گھر کے آدمیوں کی تابعدار۔ غلام اور زیر ہو جاتی ہے

جس گھر میں وہ لڑکی بیاہی جاتی ہے۔ اور محض اس ذلت سے بچنے کے لیے اس عقل کے دشمنوں نے یہ تدبیر سوچی تھی کہ گھروں سے لڑکیوں کے وجود ہی کو معدوم کر دیا جائے گورنمنٹ نے قانوناً اس مذموم اور وحشیانہ رسم کو بند کر دیا۔ بالکل اسی قسم کا حال رکھنے والا ایک دوسرا گروہ اور بھی تھا جو اگرچہ دختر کشی کا مرتکب نہ ہوتا تھا لیکن بے زبان لڑکیوں کے گلشن ہستی کو پامال کرنے کی اس نے بھی قسم کھائی ہوئی تھی۔ اور ہے۔ عمل تقریباً تمام مذہب اقوام کا ایک پیدا طریقہ تھا جس کا مظاہرہ اکثر محلوں اور گھروں میں اس طور پر دیکھنے میں آتا تھا کہ جوان لڑکیاں غیر شادی شدہ بٹھائی جاتی تھیں اور عمر بھر اسی حالت میں جلنے اور سلگنے رہنے پر مجبور کی جاتی تھیں۔ اب اگرچہ یہ باتیں بہت کم ہیں مگر بھی معمولی گھروں میں اگر کسی گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں غمی ہو گئی ہے۔ عورتیں بچے اور مرد حتیٰ کہ نوکر چاکر تک سب کے سب خاموش اور منہ لٹکائے ہوئے اور سناٹے کے عالم میں نظر آتی ہیں۔ نہ زچہ کی خبر گیری کی جاتی ہے۔ نہ بچہ کی پروا۔ برعکس اس کے لڑکے کی پیدائش میں خوب جشن منایا جاتا ہے۔ گھر کا ہر چھوٹا بڑا خوشی سے جامہ میں پھولا نہیں سماتا۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتی ہیں۔ دعوتیں دی جاتی ہیں اور خوب دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے۔ بہت سے آدمی لڑکی کی پیدائش کو فال بد اور نحوست کا پیش خیمہ خیال کرتے ہیں۔ مانا کہ اب دختر کشی اور قوانین قدرت کے خلاف لڑکیوں کو تاحیات گھر میں بن بیاہا بٹھائے رکھنے کے ہولناک نظارے مٹ چکے ہیں لیکن پھر بھی ابھی تک جو سلوک لڑکیوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے وہ سخت قابل اعتراض ہے جس ناز و نعم سے ایک لڑکے کی پرورش کی جاتی ہے اور اس کی ضد اور خواہشیں پوری کی جاتی ہیں اسی طرح پر ایک لڑکی کی نہیں اور زیور تعلیم سے محروم رکھنا تو اس کے ساتھ انتہائی زیادتی ہے۔ لڑکیاں چونکہ شروع سے ذہین ہوتی ہیں اس لئے عہد طفلی میں ہی وہ اس فرق کو محسوس کر لیتی ہیں جو ان میں اور ان کے بھائیوں میں ماں باپ اور گھر والوں کی طرف سے برتا جاتا ہے۔ پس کچھ تو قدرتاً ان میں انسیت اور محبت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور کچھ اس خاص فرق سے ان کا ننھا سا دل متاثر ہوتا ہے جس کے باعث وہ بھی اپنے بھائیوں کی رضا جوئی کا ہر وقت خاص خیال رکھتی ہیں اور اپنی ضد کو ان کی ضد کے مقابلہ میں دبا دیتی ہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے میں ماں باپ دراصل اس خود غرضی سے مغلوب ہوتے ہیں جس کو انہوں نے غلطی سے اپنے لئے سمجھ لیا ہے۔ فی الواقع ان کی بیوقوفیت محض فرض کی ہوئی ہے کہ لڑکے ان کے لئے وسیلۂ معاش بن کر پیری میں ان کی امداد اور دست گیری کریں گے۔ برخلاف اس کے لڑکیوں کی شادیوں میں بھاری رقم خرچ کرنا پڑے گی۔ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے اصولاً بہن بھائیوں کو مساوات حاصل ہونا چاہئے۔ لڑکیاں تو ہمیشہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی جان و مال کی دعا گو اور ان پر اپنا تن من دھن نثار کرنے کو تیار رہتی ہیں۔ اگر والدین تنگ نظری سے کام نہ لے کر ان کو بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ بنا دیں تو انہیں بھی ان کی امداد سے کبھی گریز نہیں ہو سکتا لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی جہاں لڑکوں کی تعلیم و تربیت اور شادی بیاہ وغیرہ میں کثیر رقومات خرچ کی جاتی ہیں تو اگر اس کا کوئی جزو لڑکی کی تعلیم میں بھی صرف ہو جائے تو کیا گناہ ہے اور کیوں اعتراض کے قابل ہے۔ لڑکوں کی شادیوں پر جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اس میں بھی لڑکیوں کی بھلائی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نام و نمود کی خاطر زیادہ روپیہ صرف کر دیا جاتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کے بیاہ میں مصارف کی زیادتی کا باعث خود ان کے ماں باپ بنے ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر شادی کے پاک اور اعلیٰ مقصد کو سامنے رکھا جائے تو کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی۔ اس لئے ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ قوم اس امر کی طرف خاص توجہ کرے اور بھولی بھالی بچیوں پر رحم کر کے انہیں اعلیٰ تعلیم دلائے۔

## عورت کی بہادری

گرگنام کی عدالت میں آج ایک واقعہ بیان کیا گیا جب کہ ایک عورت کی دلیری ایک ڈاکو کی گرفتاری کا موجب ہوئی۔ ایک مسمی محمد گذشتہ رات ایک عورت کے مکان میں گھس گیا اور اسکو چھرا دکھا کر مطالبہ کیا کہ اپنی الماری کی تمام چابیاں اس کے حوالے کر دے جس میں اس کی قیمتی اشیاء رکھی ہوئی تھیں لیکن عورت نے چابیاں دینے سے انکار کیا جس پر ڈاکو نے عورت کی پشت میں چھرا گھونپ دیا لیکن عورت نے بہادری سے کام لیتے ہوئے ڈاکو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی عورتوں کی کمزوری اس ماحول کا

## عورتوں کا صفحہ

ڈاکٹر خانصاحب کا خاندان (بائیں طرف سے)--ڈاکٹر صاحب کے لڑکے کی بیوی مس موفیہ سومعی- سرحدی گاندھی کی لڑکی مس مہر تاج- اور ڈاکٹر صاحب کی دختر مس مریم-

---

چہرے کے حسن کو قائم رکھنے اور اس کے مسامات کو بند کرنے کے لئے مشہور فلم سٹار جین ہارلو برف کے ٹکروں کا استعمال کرتی ہیں-

جاپانی لڑکیاں "بیس بال" کا کھیل کھیل رہی ہیں- یہ کھیل جاپان میں بہت مقبول ہے-

---

شاردا مندر گرلز سکول بمبئی کے سالانہ جلسے پر لڑکیوں کا کھیل-

---

بیگم شاہ نواز کا کوری کیچر جسے مشہور آرٹسٹ مائیکل فلورنت نے بنایا ہے-

ڈاکٹر دھیوا رام کے ۲۰ سالہ پتا اور ایک پوتے اور پوتیاں۔ ڈاکٹر دھیوا رام کی تصویر اوپر گوشہ میں ہے۔
یہ سارا خاندان جس میں سے صرف دو آدمی بچے فیروزآباد کے ہندومسلم فساد میں نذرآتش کر دیا گیا۔

## پنڈت اکشیتر پال شرما

(مالک سکھ سنچارک کمپنی متھرا)

جنہوں نے اپنی اقتصادی زندگی بہت قلیل رقم سے شروع کی تھی اور اب ایک بہت بڑے کارخانہ کے مالک ہیں۔

☛

"ہاتھوں میں جو طاقت نہیں۔ آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے۔"
دہلی کے مشہور آرٹسٹ مسٹر بھوپ روپ نے مرزا غالب کے مشہور شعر کو تصویر کا جامہ پہنایا ہے۔

ترتیب اطفال کا ایک صفحہ

# بوائے اسکوٹ سسٹم

(از مسٹر شیخ افتخار الرسول بی اے بیرسٹر ایٹ لا)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

قوموں کی ترقی کے لئے تعلیم سے زیادہ تربیت اہم ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اس وقت تک تعلیم مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ساتھ صحیح اور بااصول تربیت بھی نہ ہو۔

تربیت کا اصلی وقت بچپن ہے۔ اس لئے کہ اس وقت بچہ کا مزاج ایک غیر متشکل مادہ ہوتا ہے جس کا اچھے یا بُرے قالب میں ڈھالنا مربی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس لئے جو قومیں زیادہ زندہ رہنا چاہتی ہیں یا اس وقت زندہ ہیں اور آئندہ بھی زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ ان معصوم ہستیوں کی تربیت غور، اہتمام اور اعتنا، کامل کے ساتھ کرتی ہیں جن کا نام آئندہ چل کر قوم ہوگا۔

صحیح تربیت کیا ہے؟ وہ نظام جو اخلاق، دماغ اور جسم تینوں کی پرورش و بالیدگی پیش نظر ہو۔ کیونکہ جس طرح اس کائنات حیات میں زندہ رہنے کے لئے معلومات میں وسعت اور افکار و خیالات میں روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح بلکہ اس سے کئی چند زیادہ نظر میں ترفع، حوصلہ میں بلندی، ارادہ میں حزم، نیتوں میں اخلاص، عمل میں ایثار، دل میں شجاعت اور جسم میں صحت و قوت کی بھی ضرورت ہے۔ پس جو نظام تربیت ان صفات کے اشخاص پیدا کرنے میں کامیاب نہیں وہ نہ صرف ناقص ہے بلکہ ایک داخلی خطرہ ہے۔ جو قومی حیات کے لئے تمام خارجی خطرات و اعداء سے کہیں زیادہ مہلک و قاتل ہے۔ کیونکہ ناقص تعلیم و تربیت قومی زندگی کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اور جب کسی عمارت کی بنیادیں اندر سے خالی ہو جائیں، تو انجام اچھا نہیں رہ سکتا۔

آج ہندوستان میں جس قسم کی تعلیم و تربیت دی جا رہی ہے اس کے نقائص بار بار مدبرین تعلیم تک زبانی بیان میں آ چکے ہیں۔ اس تعلیم و تربیت سے ایک طرف تو دماغ کا مبلغ علم چند کتابوں کی سطح سے آگے نہیں بڑھتا۔ دوسری طرف جسمانی قوتوں اور اخلاقی محاسن کے نشوونما کا اس میں کوئی انتظام نہیں۔

ہم ایک تعلیم یافتہ ہندوستانی کا جب تصور کرتے ہیں جس نے نئے عہد تربیت میں تعلیم پائی ہے تو ایک ضعیف البصر، نحیف الجثہ، کمزور دل، محروم الحس اور اپنے تمام قومی اور مذہبی شعائر و خصوصیات سے متنفر انسان کی مکروہ تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

لیکن جس معلم کی تربیت کے نتائج ہندوستان میں یہ نظر آتے ہیں۔ وہی جب اپنے گھر میں فرائض تعلیم و تربیت انجام دیتا ہے تو اس کے نتائج عموماً تندرست، طاقتور، شجاع، جاں نثار اور سرفروش وطن اشخاص کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس اختلاف حالت کے اسباب کیا ہیں؟

اس سوال کے جواب کے لئے اس نظام تربیت و تعلیم کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ جو یورپ اور علی الخصوص انگلستان اپنے لئے اختیار کرتا ہے۔

بوائے اسکوٹ سسٹم جو اس مضمون کا موضوع بحث ہے۔ انگریزی تربیت کا ایک نو پیدا اور مگر مقبول عام اور سریع الانتشار نظام ہے۔ بوائے اسکوٹ جس کو "بچوں کی فوج" کہنا چاہیئے۔ حقیقت اخلاقی اور فوجی تعلیم کا ایک بہترین مجموعہ ہے جس میں دونوں قسم کی زندگیوں کی خوبیوں کو ہر طرح کے نقصانات اور خطروں سے پاک کرکے یکجا کر دیا ہے۔

فی الحقیقت یہی فوجی زندگی ہے جس کے اعمال قومی تربیت کی اصلی روح ہیں اور یہی روح ہے جس سے ہندوستان کا قالب بالکل خالی ہے۔

فوجی زندگی پر تمدن کی ترقی کا اثر ہمیشہ بُرا پڑا ہے جب کسی قوم میں تمدن آتا ہے تو جس قدر تمدن بڑھتا چلا جاتا ہے اسی قدر جنگی جوش گھٹتا جاتا ہے۔ ایسا ہونا ایک قدرتی امر ہے کیونکہ فوجی زندگی محنت کشی۔ سنگدلی، خونخواری اور ناعاقبت اندیشی کی طالب ہے۔ اور تمدن اپنے ساتھ جو چیزیں لاتا ہے وہ علم، راحت طلبی، تن آسانی، عشق پرستی، انجام اندیشی اور حُبِّ نفس و مال لاتا ہے۔

چنانچہ اس وقت یورپ کی مختلف قوموں میں جس نسبت سے تمدن ترقی کر رہا ہے اسی نسبت سے ان کے جنگی جوش اور فوجی زندگی میں بھی تنزل ہو رہا ہے۔ اور اگرچہ یورپ کے ایک متمدن سپاہی کا جسم پُر شوکت پوشاک اور تازہ ایجاد اسلحہ سے آراستہ ہوتا ہے، مگر اس کا سینہ اس دل سے خالی ہوتا ہے جو اصلی سپاہی کا اصلی ہتھیار ہے۔ ہر حکومت اس کو محسوس کر رہی ہے۔ اور اس کے تدارک کی فکر میں ہے مگر عموماً جس قدر تدبیریں کی جا رہی ہیں وہ اس لئے چنداں سودمند نہیں ہوتیں کہ ان کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب طبیعت کے صفحۂ سادہ پر تمدن کا نقش بیٹھ جاتا ہے۔

یہی غلطی ہے جس کا انسداد بوائے اسکوٹ سسٹم کا اصلی مقصد ہے۔ سب سے پہلے مسٹر بیڈن پاول نے (جو اب لارڈ بیڈن پاول ہیں) اس کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اور اس کے قیام کے لئے ملک کو توجہ دلائی۔ سر فلپ گبس اس نظام کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے "گرافک" میں لکھتے ہیں: کہ اس کے بانی نظام کو اپنا عہد طفلی یاد تھا اور اب وہ بڑا ہو گیا تھا۔ جنگ اور موت کو اس کی حقیقی خوفناک شکلوں میں دیکھ چکا تھا۔ اسے اپنی تندرست بچپن کے وہ شاندار خیالات یاد آ گئے۔ جبکہ وہ ایک قدیم وحشی کے نقش قدم پر چلتا تھا اور جنگلوں میں شکار کھیلا کرتا تھا اس نے اپنے ذہن ثاقب کی ایک فوری تابش سے یہ محسوس کیا کہ بچوں کی زندگی کا آغاز منچلے پن کی روح سے ہوتا ہے۔ جو تخیل کے حدود کے اندر محدود ہوتی ہے پس اگر کوئی ایسا انتظام ترتیب دیا جائے جو بچوں کو ادب نفس (Self - decipline) عزت، ہمت اور مطمح نظر پر اعتماد و اعتماد کی تعلیم دے تو یہ میلان طبعی قابو میں آ سکتا ہے اور پھر اس سے نہایت مفید کام لئے جا سکتے ہیں۔"

لارڈ بیڈن پاول کا مقصد محض ایسے قوی، تندرست اور شجاع شہری پیدا کرنا تھا جو اپنی اور اپنے وطن کی آزادی کے حامی و محافظ اور اپنی سوسائٹی کے لئے مفید اور کارآمد رکن ہوں، اور وہ مقصد آج پورا ہو رہا ہے۔

ہر ایک بوائے اسکوٹ کے چند فرائض ہیں جنہیں وہ روزانہ پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا اولین فرض یہ ہے کہ ہر روز کوئی نیک کام کرے۔ اپنے آرام کو قربان کر دے۔ دوسرے کو آرام پہونچائے بوڑھوں ناتوانوں اور جانوروں کے ساتھ لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آئے۔ اسے خیالات، افعال اور الفاظ میں پاک رہنا چاہیئے۔

ہندوستان میں اس نظام کو وسیع پیمانہ اور پائیدار بنیاد پر لانے کی سخت ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ اس کی طرف فوری توجہ کی جائے گی۔

(ہمارا خیال ہے کہ چونکہ ہندوستان کا نظام تعلیم اور تعلیمی پالیسی ملک اور رائے عامہ کے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ سرکاری عمال کے تحت میں ہے اس لئے یہاں کے طلبہ کو بوائے اسکاؤٹ سسٹم سے ایسا فائدہ نہیں پہنچ رہا جیسا کہ پہونچنا چاہیئے تھا لیکن ہمیں اس کا کامل اطمینان ہے کہ بوائے اسکاؤٹ سسٹم اگر کوئی جسمانی دماغی اور اخلاقی تربیت کا نہایت موثر ذریعہ ہے اور قوم کو ارباب حل و عقد کی فوری توجہ کا محتاج ہے۔ ایڈیٹر)

## بچے کا گیت

(از جناب محمد شفیع الدین صاحب فائق مدرس موڈرن ہائی اسکول دہلی)

میں بچہ ہوں، میں بچہ ہوں کبھی میں بھی بڑا ہوں گا ۔ ابھی کیسے بتلا دوں کہ اس دُنیا میں کیا ہوں گا
میں جی بچپن سے پڑھنے اور لکھنے میں لگاؤں گا ۔ کبھی کھیلوں گا خوش ہوکر کبھی پڑھنے کو جاؤں گا
مصیبت کچھ بھی پیش آ جائے ہرگز منہ نہ موڑوں گا ۔ اصول جس کام کے کرنے کو پورا کرکے چھوڑوں گا
میں اس دنیا کے ہر علم و ہنر سے آشنا ہوکر ۔ بجا لاؤں گا ملک اور قوم کی خدمت بڑا ہوکر
میں اپنے صبر اور ہمت سے دُکھ پر فتح پاؤں گا ۔ میں تکلیفیں اٹھاؤں گا مگر کچھ کر دکھاؤں گا
مسلماں اور ہندو، جینی، بدھ، سکھ اور عیسائی ۔ مری کوشش سے اک دن سب کے سب ہو جائیں گے بھائی
یہ ساری طاقتیں مل کر وطن کے کام آئیں گی ۔ نئی اک روح اس میں پھونک کر اسکو جلائیں گی
نئے سر سے وطن کے دل میں پھر اک جوش اُٹھے گا ۔ صناعت کا، زراعت کا، تجارت کا، حکومت کا
بڑھے گی ملک کی رونق بڑھے گی اسکی آبادی ۔ جدھر دیکھو اُدھر راحت، جدھر دیکھو اُدھر شادی
ہوا ایسا تو فائق ہم خوشی کے گیت گائیں گے ۔ پرانے عہد کے غم کی کہانی بھول جائیں گے

# جاپان کیساتھ تجارت

اے وکرم اینڈ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱

KOBE JAPAN

ہندوستان سے خام مال منگاتے ہیں، اور ہندوستان کو جاپان کا ساختہ مال سپلائی کرتے ہیں، ہندوستان کے سوداگر اور تجارت پیشہ اصحاب جو جاپان کیساتھ تجارت میں دلچسپی رکھتے ہوں، مندرجہ بالا پتہ پر خط و کتابت کریں، صرف انہی خطوط پر عملدرآمد کیا جاوے گا۔ جو اصلی ہونگے، خط و کتابت انگریزی میں ہونا ضروری ہے،

منیجر کمپنی ہذا

---

ماں کے دل کی کسک

بے زبان آنسوؤں کے تار

# بکھرے موتی

جس میں

شریمتی کملا دیوی چٹوپادھیائے

شریمتی ریکھا کانیلکر

شریمتی روہنی

وغیرہ کام کرتی ہیں

**روپم آرٹ پروڈکشن**

۱۳ ادیاوہ روڈ اندھیری بمبئی

---

# آیندہ تین مہینوں کو نہ بھولیے

ہندوستان میں مئی، جون، جولائی کے مہینے عام طور پر کساد بازاری کے ہوا کرتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں گرمی کی شدت کے سبب آدمیوں کے دل و دماغ قدرتاً پژمردہ ہوتے ہیں اور جسم بھی ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں، کاروبار میں طبیعت بہت کم لگتی ہے، نہ کچھ خریدنے کو جی چاہتا ہے، نہ بیچنے کو، اسی وجہ سے تجارت کی رفتار مندی رہتی ہے

**مگر امسال** حالت اور ہے مئی کے مہینہ میں شہنشاہ معظم کی سلور جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی جانیوالی ہے۔ ہر مقام پر غیر معمولی چہل پہل ہونیکی توقع ہے، خاص طور پر دہلی میں عجیب رونق ہوگی۔ لاکھوں کا اجتماع ہوگا۔ ان مہینوں میں یقیناً تجارت کی گرم بازاری رہے گی، تجار اس موقعہ پر بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں،

**اگر آپ** بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ان مہینوں میں اپنی اشیاء زیادہ سے زیادہ مشتہر کیجیے، ہم نے مشتہرین کو اس نادر موقعہ سے پورا پورا فائدہ پہنچانیکا خاص انتظام کیا ہے۔ اپنے اشتہاروں کے لئے ابھی سے جگہ ریزرو کرالیں، ورنہ پھر جگہ کی قلت کے سبب مایوس ہونا پڑیگا۔ مزید معلومات کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجیے،

بسمبھا نند گپتا : اخبار تیج و تیج ویکلی دھلی

# ہندوستانی چاء

## ہندوستان کی سب سے سستی پینے کی شے ہے
## فی پیالہ ایک پائی سے کم خرچ آتا ہے

### چائے تیار کرنیکا طریقہ

تاکہ چائے لذیذ بنے اور آپ کے لئے مفید ثابت ہو صحیح طریقہ پر تیار کرنی چاہیئے ذیل میں چند آسان قواعد دیئے جاتے ہیں اگر لذیذ چائے تیار کرنے کیلئے ان قواعد کی ضرور پیروی کرنی چاہیئے:

(۱) ہمیشہ اچھی ہندوستانی چائے استعمال کیجئے

(۲) اگر ممکن ہو سکے تو ہمیشہ مٹی کا بنا ہوا چائے کا برتن استعمال کیجئے اور اس میں چائے کی خشک پتیاں ڈالنے سے پیشتر اس کو کھولتے ہوئے پانی سے دھو لیجئے:

(۳) ہر شخص کیلئے خشک چائے کی پتیوں کا ایک چائے کا چمچہ ڈالئے اور ایک ایسا چمچہ برتن کیلئے

(۴) ہمیشہ تازہ پانی استعمال کیجئے (جو پانی ایکمرتبہ ابلا جا چکا ہو وہ استعمال نہ کیجئے)

(۵) برتن میں ڈالنے کو پیشتر دیکھ لیجئے کہ پانی زور سے کھول رہا ہے ایسا پانی کبھی استعمال نہ کیجئے جو کچھ عرصہ کھولنے کے بعد پھر گرم ہو گیا ہو

(۶) ہمیشہ پہلے خشک چائے ڈالئے اور اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالئے:

(۷) کم از کم پانچ منٹ تک چائے کو اسی حالت میں پڑا رہنے دیجئے حسب ذائقہ اس میں شکر اور دودھ شامل کر کے ابھی چائے پیجئے:

ہندوستانی چاء اسقدر سستی ہے کہ ہر شخص اسکو دنیں کئی مرتبہ پی سکتا ہے۔ ہندوستانی چاء کو کروڑوں اشخاص روزانہ پی کر ہی لطف اندوز ہوتے ہیں، اور وہ اس ہندوستان کی خالص پینے کی شے کو کسی اور پینے کی شے سے زیادہ محرک قوت اور تازگی بخش پاتے ہیں،

ہندوستانی چاء ہندوستان کی قومی پینے کی شے ہے یہ ہندوستان کی اپنی زمین میں پیدا ہوتی ہے اور اس کی تیاری میں ہندوستانی مزدور کام کرتے ہیں، آپ خود اپنی چائے کو کیوں نہیں آزماتے؟ اس کو اپنے گھر میں استعمال کے لئے خریدیئے، اور دیکھئے کہ ہندوستانی چائے کیسی لاجواب پینے کی شے ہے،

**ہندوستانی چائے۔ آپ کی پینے کی چیز آپ کے اپنے ملک میں پیدا ہوتی ہے**

(صفحہ ۱۶ سے آگے)

کی وجہ سے حرکت میں آتی ہے جس کو مغربی ماہر نفسیات سائیکو نرجی ( PSYCHOENERGY ) کہتے ہیں اور جس طرح سے کوئی انرجی ضائع نہیں ہو سکتی اسی طرح سائیکو انرجی کا بھی ضائع ہونا ناممکن ہے جب کوئی لڑکی یا لڑکا بالغ ہوتا ہے۔ اس میں قدرتی طور پر خواہشات جنسی پیدا ہو جاتی ہیں اور جب ان خواہشات کو ایک زمانہ تک پورا ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ملتا اور نہ کوئی امید ہوتی ہے تو وہ سائیکو انرجی جو ان خاص خواہشات کو حرکت میں لاتی ہوتی ہے اپنے صرف کرنے کا دوسرا راستہ تلاش کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس وقت اس شخص کا خواہ وہ مرد ہو یا عورت دماغی اور جذباتی توازن بگڑ جاتا ہے۔ ذہنوں کے اس جذباتی نظام کے خراب ہو جانے کو ہسٹیریا ( HYSTERIA ) کہتے ہیں اور جاہل لوگ اس کو جن یا بھوت یا شہید مرد آنا بولتے ہیں۔ اور لڑکوں میں یہ باتیں ان مخصوص غیر فطری افعال میں سے کسی ایک یا دونوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ ماہر نفسیات لوگوں نے جذباتی الجھنوں کے سلجھانے کے طریقہ نکال لئے ہیں لیکن وہ بہت مشکل ہیں اور ہر ایک کے لئے ہر جگہ مہیا نہیں کئے جا سکتے۔ مثل مشہور ہے کہ "مرض کا روک تھام اس کے علاج سے بہتر ہے" اور ہر شخص جو کسی بیماری میں مبتلا ہوا ہو اس کی قدر خوب جانتا ہے۔ اس لئے سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ ہم ایسے طریقے کیوں نہ اختیار کریں۔ جن سے لڑکے اور لڑکیوں میں دماغی امراض یا جذباتی الجھنیں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں دماغی امراض کے انسداد کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں میں اپنے بزرگوں اور پرانے خیال کے لوگوں کو ایک نہایت ضروری بات سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ لوگ جو لڑکیوں میں زبردستی کا "اخلاق" پیدا کر کے اطمینان سے بیٹھ رہتے ہیں محض خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ جبر کر کے کبھی حقیقی طور پر کامیابی نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ کہ جب اس کو بغیر وجہ بتائے ہوئے کسی بات پر پردہ ڈال دیا جائے اور راز کی شکل میں پوشیدہ کر دیا جائے تو وہ اس کو معلوم کرنے کی ضرور کوشش کرتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں علیحدہ علیحدہ رکھے جانے میں لفظوں میں ایک دوسرے کو دیکھنے اور بات چیت کرنے کا شوق زیادہ پیدا ہو جاتا ہے اور جتنی روک تھام زیادہ کی جاتی ہے اتنا ہی ان میں شوق بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے بلکہ اکثر اوقات یہ شوق

حد کی حد تک پہونچ جاتا ہے اور جب بھی ان کا قابو چلتا ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے اور گفتگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسی حالت میں فلاں ایک دوسرے سے خاص قسم کی دلچسپی محسوس کرتے ہیں کیونکہ لڑکے نے غیر لڑکیاں اور لڑکی نے غیر لڑکے کبھی نہیں دیکھے ہیں۔ شاعر اس کو پہلی نظر کا عشق کہتے ہیں جس سے کوئی معنے نہیں ہوتے۔

نوجوان لڑکے جو جگہ جگہ لڑکیوں کو گھورتے پھرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہ غیر لڑکیوں سے کم دیکھ ناواقف ہوتے ہیں اور ان سے قدرتی طور پر دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ میں جناب ہماری پرانی تہذیب اور ہمارے بزرگوں کے جبر سے سکھائے ہوئے اخلاق کے کرشمے۔ کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ زبردستی کی سکھائی ہوئی نیک چلنی سکھانے میں دراصل در پردہ بداخلاقی اور بدمستی کی تعلیم دیتے ہیں اگر چہ ان کا مدعا نہیں ہوتا۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اس بات کا کافی ثبوت دے دیا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ رکھ کر صرف ان میں اخلاق ہی نہیں پیدا کیا جا سکتا بلکہ ایک دوسرے کی طرف

مزید کشش کی تعلیم دی جاتی ہے گو کہ یہ ہمارے بزرگوں کا دلی مقصد نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہم اس کے برعکس پالیسی عمل میں کیوں نہ لائیں اور دیکھیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بچپن سے لے کر نوجوان ہونے تک ساتھ ساتھ رکھنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کا ایک ہی بہت آسان طریقہ ہے جس میں کوئی بھی دقت نہیں ہو سکتی۔ یہ طریقہ لڑکے اور لڑکیوں کی مشترکہ تعلیم ہے۔

ہندوستان میں مشترکہ تعلیم جاری کرنا کسی معنی میں بھی اندھا دھند تقلید نہیں کہی جا سکتی کیونکہ

سچ پوچھیے تو مغرب میں سوائے روس اور جرمنی کے عام طور پر مشترکہ تعلیم کہیں نہیں ہے اور بالفرض ہوتی بھی تو ہمارا کسی بات کو محض مغربی خیال کر کے برا سمجھنا اور محض مشرقی خیال کر کے اچھا قرار دے لینا یا اس کے برعکس مغربی کو اچھا اور مشرقی کو برا کہنا انتہائی تنگ دماغی کا ثبوت ہے بجائے اس کے ہم مغربی اور مشرقی کے لفظ کو بالکل نظر انداز کر کے دنیا کے عالی دماغ ہوشیار لوجسٹ اور

سائیکولوجسٹ لوگوں کے نظریوں اور تجربوں پر اپنا معیار قائم کرنا چاہیے جو لوگ امریکہ، یورپ اور انگلستان کے ہوں یا چین جاپان یا ہندوستان کے اس وقت دنیا کے بڑے اعلیٰ سوشیالوجسٹ اور سائیکولوجسٹ (ماہر نفسیات) کی یہی رائے ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ساتھ تعلیم دینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب لڑکوں

(باقی اگلے صفحہ پر)

# طاعون اور اس کا علاج

(از قلم ڈاکٹر رامیشور دیال سنہا۔ ایچ۔ ایم۔ بی۔ ہومیوپیتھ۔ بلند شہر)

(آج کل ہندوستان کے متعدد شہروں سے طاعون کے پھیلنے کی خبریں آرہی ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون میں اس کے ہوموپیتھک طریق علاج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آئندہ اشاعتوں میں یونانی اور طریقہ علاج درج کئے جائیں گے۔) (ایڈیٹر)

اس موذی مرض کے جراثیم انسان کے بدن میں بہت تیزی کے ساتھ پیوست ہو جاتے ہیں جہاں تک علم طب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے یہ مرض دنیا کے مرضوں میں سے ایک پرانا مرض ہے۔

یہ مرض چودھویں صدی تک درمیان یونان۔ فارس۔ مصر۔ وغیرہ ملکوں میں سے ہوتا ہوا سترھویں صدی میں خاص لندن میں وارد ہوا اور ستر ہزار آدمیوں کو قریب موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ اس کے بعد انیسویں صدی میں ہانگ کانگ کا سفر کرتا ہوا ۱۸۹۶ء میں اول اول ملک ہندوستان میں بمبئی پہنچا اور ۱۹۰۵ء میں اس نے وہ زور پکڑا کہ صرف صوبہ پنجاب میں دس بارہ لاکھ آدمیوں کو فنا کر دیا۔ اور اب اس مرض کی جڑ اس قدر مضبوط ہو گئی ہے کہ اکھاڑنے سے بھی نہیں اکھڑتی۔

## ہدایات

جہاں کہیں کسی قصبہ یا شہر یا گاؤں میں پلیگ شروع ہو یا اندیشہ ہو تو بہتر ہے (Ignatia Bean) بیج کا بیج سوراخ کر کے ریشمی فیتے میں پرو کر بازو پر باندھا اور Ignatia کی ایک خوراک ہر روز کھانا چاہیئے اس طور پر انسان پلیگ سے محفوظ رہیگا مگر احتیاطات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ اگنیشیا اعلیٰ درجہ کا موثر مانع بیماری ہونا چاہیئے۔ اگر مرض قریب پہنچ گیا ہے تو ایسی حالت میں اس دوا کو روزانہ استعمال کرنا مناسب ہوگا ورنہ ایک روز کا وقفہ دے کر استعمال کرنا چاہیئے۔

(۲) جن مقامات پر پلیگ کا اثر ہو رہا ہو ان کو فوراً ترک کر دینا چاہیئے۔

(۳) مکان مرطوب نہ ہونا چاہیئے اگر موسم سرما ہے تو کوئلہ سے کمرہ گرم رکھنا مناسب ہوگا اور گندھک وغیرہ خوشبودار چیزوں کی دھونی مکانات میں دینا مفید ہوگا۔

(۴) مکانات کو چوہوں سے پاک رکھنا چاہیئے کیونکہ چوہے ہی موجب پلیگ ہیں۔

(۵) مریض کو علیحدہ کمرہ تندرست آدمیوں سے رہنا چاہیئے نیز کھانے کے برتن علیحدہ رکھنے چاہیئے۔

(۶) پلیگ سے مرے ہوئے مریض کی لاش کو مع اس کے کل استعمالی کپڑوں کے جن کو دوران مرض میں استعمال کر رہا ہے جلد دفنا دینا مناسب ہوگا۔

(۷) خوش و خرم۔ پر مذاق بنا ایام پلیگ میں کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ مرض پلیگ کا وہم سوار نہ ہونے دے۔

(۸) ایام پلیگ میں ننگے پیروں پھرنا خطرناک ہے جب تک کہ آپ سونے کے واسطے چارپائی پر بچھونا نہ رکھیں جوتا۔ موزہ پٹی وغیرہ نہ اتاریں کیونکہ پلیگ کے جراثیم [illegible]

اس لئے بالاخانہ میں سکونت اختیار کرنا بنسبت نیچے کی منزل کی سکونت کے زیادہ سودمند ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر ڈی ای راسے کا ذاتی تجربہ ہے کہ یونی پلیگ ۳۰ تا ۲۰۰ کی گولیاں استعمال کرنے سے انسان پلیگ سے محفوظ رہتا ہے اس کے بعد ہم کو انڈین ہوموپیتھک ریویو جون ۱۹۰۹ء سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر مزومدار نے اپنے تجربہ میں آرنیکا اور اگنیشیا دوران علاج میں مفید پایا ہے اور انہی قدر Rhus tox کو بھی مفید بتلایا ہے۔ بالخصوص بابت ان کا ذاتی تجربہ ہے کہ غدودوں کے ورم اور سرسامی حالت میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

مرض کی ابتدائی حالت میں اگنیشیا اعلیٰ درجہ کی دوا ہے ہوموپیتھک ادویات میں سے اگر اس کی ۲-۳ خوراک دینے سے مرض میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہو تو اس دوا کو بند کر دینا مناسب ہے اور دیگر ادویات مطابق علامات ذیل سے منتخب کرنا چاہیئے۔

Aconite 3x ہر گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ بعد۔ جبکہ بخار تیز۔ جلد خشک پیاس زیادہ۔ نبض بھاری۔ آنکھیں وحشت ناک۔ دردسر۔ بیقراری۔ موت کا خطرہ ہو دینا مناسب ہوگا۔ اگر ایکونائٹ اور [illegible] کے بعد دیگر [illegible]

نمونک پلیگ میں اینٹی م ٹارٹ کی ازحد تعریف لکھی ہے ڈاکٹر [illegible] جو کہ سلیٹر انفیسر کلکتہ میں تھے ان کا تجربہ لکیسس۔ ناجا اور فاسفورس کے متعلق ہے جس کی نسبت انہوں نے ہوموپیتھک جلد ۱۲ ریویو میں مضمون تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر لاری کا تجربہ ہے کہ بخار کے لئے آرسنک اور کثرت اسہال کے لئے [illegible] کا کام دیتا ہے۔ گلٹیاں اگر پک گئی ہوں تو سلیشیا اور اگر گلٹی نہ پکی ہوں تو مرکیوریس مفید ہے۔

### پلیگ کے اقسام

(۱) بیوبونک پلیگ یعنی گلٹی والا پلیگ

(۲) نمونک پلیگ۔

(۳) سپٹک پلیگ

(۴) گیسٹرو انٹسٹائنل

(۵) کاربنکل پلیگ

پلیگ میں بعض حالتوں میں سردی لگ کر بخار چڑھنا شروع ہوتا ہے جس کے باعث دردسر ہوتا ہے۔ اور آنکھوں کو روشنی بری معلوم ہوتی ہے۔ ناک میں درد۔ اور رانوں میں بھاری پن محسوس ہوتا ہے۔ زبان خشک کانٹے دار بعض وقت سیاہی مائل ہو کر غشی طاری ہو جاتی ہے رانوں میں یا بغل میں گلٹی نکل کر خاتمہ کر دیتی ہے۔

بوبانک پلیگ یعنی گلٹی والے پلیگ سے اول بھی سردی لگ کر تپ چڑھنا شروع ہو جاتا ہے سستی ہوتی ہے درد سر۔ رانوں میں۔ درد محسوس ہوتا ہے چلنے پھرنے میں پیر لڑکھڑاتے ہیں۔ ایسے مریض کی حرارت ۱۰۳ سے ۱۰۵ تک ہو جایا کرتی ہے۔ نبض کی رفتار تیز۔ زبان میلی یا سیاہی مائل خشک حتیٰ کہ ہونٹ بھی خشک ہو جاتے ہیں بعد گردن یا بغل میں یا ران میں گلٹی نمودار ہو جاتی ہے اگر گلٹیاں پک جاویں تو بہت ممکن ہے کہ مریض شفا پا سکے مگر زیادہ تر مریضوں کا خاتمہ گلٹیوں کے پکنے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ ایسے مریض کے لئے آئوڈین کے دو تین قطرے آدھ آدھ گھنٹہ بعد دینا مفید ہوتا ہے۔

بلاڈونا بخار۔ دردسر نے اور دستوں کیلئے مفید دوا ہے لاکے سس۔ بوبانک میں گلٹی پکانے کی حالت میں لاکے سس ۳۰ اور ضعف کی حالت آرسنک ۳۰ کا مفید ہوگا۔

سپٹی سیمک پلیگ میں گلٹی نہیں نکلتی ہے بلکہ بخار بہت تیز اور دن سے ہوتا ہے اور ۱۰۵-۱۰۶ تک بخار ہو کر مریض کو غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پیٹ پھول جاتا ہے کبھی دست آنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات پیشاب بند ہو جاتا ہے کبھی پیشاب یا پاخانہ کے ہمراہ خون آنے لگتا ہے اور ۴۸ گھنٹہ کے اندر اندر مریض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس مرض میں ارسنک مقدم دوا ہے لیسرٹ انتھرس نامز [illegible] سائی ۳ قطرہ پانی ملا کر دینے سے بے ہوشی رفع ہوگی۔ کاربالک ایسڈ۔ لاکے سس۔ کمفر حسب علامات ایسے میں دینا مفید ہوگا۔

نمونک پلیگ میں تمام علامات مثل نمونیہ ہوتے ہیں مگر حرارت ۱۰۳ یا ۱۰۴ کے علاوہ چھاتی میں جلن۔ اور درد کی حالت میں خون منہ سے آنے لگتا ہے۔ اس مرض میں دو چار فیصدی ہی مریض صحتیاب ہوتا ہے اس مرض میں مقدم دوا فاسفورس۔ برائیونیا۔ سنگوینریا۔ ارسنک۔ اور آئیوڈین۔ کیمفر۔ ہیں اس قسم کے مریضوں میں بھی دردسر بیہوشی۔ سرسام تشنگی پائی جاتی ہے۔

انٹسٹنل پلیگ میں بھی تپ زور کا اور پیٹ میں درد ہوتے دست کثرت سے اور دیا جاتا ہے اس میں مرکیوریس دوا خاص ہے آرسنک ویراٹرم البم اپیکاک بھی دوا استعمال کی جاتی ہے۔

کاربنکل پلیگ کسی حصہ جسم میں کاربنکل نمودار ہو جاتا ہے جس کا رنگ نیلا یا سیاہ ہوتا ہے بخار بہت تیز ہوتا ہے۔ اس مرض میں بھی لاکے سس [illegible] - ارسنک دینا مفید ہوتا ہے۔

(اس بیماری کی اور بھی متعدد ہوموپیتھک دوائیں ہیں لیکن اگر طبی امداد حاصل ہو سکے تو جلد سے جلد کسی ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیئے)

# نقاب پوش مردوں کا ملک

ایک انگریز خاتون جس نے افریقہ کے وسطی علاقوں کے صحرا وغیرہ کی سیاحت کی ہے کا بیان ہے کہ جب دریائے نائجر سے جو مغربی وسطی افریقہ میں ہے اپنا سفر اوپر کی جانب شروع کیا تو ہمدردوں نے مجھے تنبیہہ کی تھی کہ تم نقاب پوش مردوں سے بچنا۔ جو توارگ قوم سے ہیں۔ میں نے افریقہ کے سفر میں اس قوم کے نسبت بہت کچھ سنا تھا کہ اس کے لوگ پُراسرار مذہبی مجنون اور خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ مرد ہر وقت چہروں پر نقاب ڈالے رہتے ہیں اور گوری اقوام کے لوگوں سے بڑی نفرت کرتے ہیں اور بہت خطرناک ہیں۔ وہ گوروں کو پکڑ لے جاتے ہیں اور انہیں عذاب دیتے ہیں یہ لوگ ہاتھ سے کام نہیں کر سکتے۔ بلکہ حبشی غلام ان کے تمام کام انجام دیتے ہیں مرد لوٹ مار یا شکار میں وقت گذارتے ہیں اور عورتیں خیموں میں پڑی رہتی ہیں۔ یہ قوم صحرا کے دور دراز علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

میں نے اپنی کشتی دریائے نائجر کے پاس چھوڑ دی تھی تنہا ریگستانی علاقوں میں اپنی بندوق اٹھائے جا رہی تھی کہ نقاب پوش مردوں کی ایک جماعت آگئی اور اس نے میرا راستہ روک لیا ان کی حرکات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا رویہ میرے متعلق پُرامن ہے۔ ان میں سب سے آگے جو سوار تھا اس نے میرے آگے آ کر کہا کہ میں ایک قدم آگے بڑھاؤں میں جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اور گو خوفزدہ رہی مگر میں انتظار میں کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے اس شخص نے عربی زبان میں جو میں بھی سمجھتی تھی کچھ باتیں کیں میں نے اس کے سوال کا جواب دیا اس نے میری عمر اور میرا نام اور میری قومیت دریافت کی اور میرے سفر کی غرض بھی پوچھی آخر میں کہا کہ میں اس کے ہمراہ اس کے کیمپ میں چلوں۔ میں نے نہایت رعب سے کہا کہ اگر میرے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی تو تم لوگوں پر برٹش حکومت اور فرانسیسی حکومت کا عتاب نازل ہوگا مگر ساتھ ہی یہ کہا کہ تمہاری قوم عجیب دلیر ہے اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ آپ کا بال بھی بانکا نہ ہوگا۔

# آموں کا باغ

(صفحہ ۳۲ سے آگے)

... صاحب نے کہا تمہارا تو دماغ چل گیا ہے
... تمہارا حساب ہی کہاں ہے۔
... الماری سے میرا صندوقچہ لے آؤ۔
... صاحب نے صندوقچہ کھول کر اشرف کی دستاویز نکالی! اور اشرف کو واپس کرتے ہوئے کہا۔
—— اشرف تمہیں یہ خیال ہوگا کہ میرا "آموں کا باغ" تم سے چھین لوں گا۔ یہ اپنی دستاویز اس کو کہیں لے جا کر آگ میں جھونک دو ——
—— آٹھ ہزار کی بات ہی کیا ہے
بے وقوف! میں تمہارا چچا ہوں اتنی رقم تمہیں ویسے بھی شادیوں میں خرچ کر دینی چاہئے تھی۔ یہ ترکیب صرف تمہارا باغ بچانے کے لئے میں نے کی تھی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم ... لال سے روپیہ لیتے۔ اور یقیناً اتنی مدت گذر جانے کے بعد باغ تمہیں واپس نہیں مل سکتا تھا۔ وہ نیلام کرا دیتا اور تم مجبور ہو جاتے۔ میں نے احتیاطاً پہلے سے اس دستاویز پر روپیہ کی وصولی کر کے اپنے دستخط کر دئے تھے تاکہ اگر میں مر جاؤں تو میری اولاد تم سے روپیہ کا مطالبہ نہ کرے۔ اشرف میرے صاحب میرے منہ بولے بھائی تھے اور تم تنہا ہو۔ اولاد کے لئے میں نے تقریباً چھ لاکھ روپیہ نقد جمع کر لیا ہے۔ کیا تمہیں آٹھ ہزار بھی نہیں دے سکتا!

... صاحب کی گفتگو کا اشرف پر بہت اثر ہوا اور وہ اپنی بدظنی پر بہت شرمندہ ہوا۔ اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے ... صاحب نے اٹھ کر اشرف کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا

اشرف اچھا اب باغ کو رہن کرنے کی ہمت ہرگز کبھی مت کرنا۔ اپنے مصارف کو قابو میں رکھو۔ اور روپیہ کو سنبھالو، وہ آدمی، آدمی نہیں ہے جو آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ بلکہ جانور ہے جو اپنی حوائج کے علاوہ ... بات نہیں سوچ سکتا، آدمی کا سب سے بڑا جوہر دور اندیشی ہے جسمیں یہ جوہر نہیں وہ آدمی نہیں: —— حیوان ہے!



# گرام سدھار اور دیہاتی اقتصادیات

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

(۳) ... ہر ایک بڑے گاؤں کے مرکز میں ایک آشرم قائم ہو ... جہاں کاتنا، بننا، دھرم شالہ، چوپال ... سے کام لیا جا سکتا ہے۔

(۴) ... ہر ایک گاؤں ... کے مختلف قسم کی ... اور ان کو قیمت وغیرہ کے ساتھ ساتھ ... رکھا جائے۔

(۵) ... ایسے ماہروں کی خدمات حاصل کی جائیں جو دستکاری سے خاص واقفیت رکھتے ہوں۔ مثلاً نرولی میں ایک سنار ہے جو ہر ایک چیز کی نقل آسانی سے کر لیتا ہے۔ ... مجھے ... میں ... جنہوں نے دستکاری کی تعلیم حاصل نہیں کی اور انگریزی کی تعلیم بھی نہیں پائی ... لیکن دستکاری کا خاص ملکہ ہے۔ نہ صرف چمڑے کا کام۔ لکڑی کا کام۔ کھدی بنانا۔ کاتنا بننا خود بخود سیکھ لیا ... ہونے انجن سے بجلی کی روشنی تیار کر دی۔ غرضیکہ جگہ جگہ سے ایسے آدمی مہیا کئے جائیں جن کا ذمہ ... کی جانب خاص رجحان ہے مہرولی میں ایک لوہار ہے جو اب گھڑی سازی کے سلسلہ میں ان کو اس کا خاص شوق ہے۔

(۵) ایسے اشخاص کو مختلف دستکاریاں سیکھنے کے لئے تیار کیا جائے۔ وہ یہ بھیجا جائے یا ملک میں ان کو کام سکھایا جائے۔

(۶) ... دستکاری پر تمام لٹریچر جمع کیا جائے۔ رسالے منگوائے جائیں اور ... رسالہ گرام سدھار محکمہ کی طرف سے جاری ہو ... دستکاری پر ہی بحث ہو۔

(۷) مختلف لوگ لٹریچر کی مدد سے یا عملی کام دیکھ کر تجربات شروع کریں۔ اشیاء تیار کریں۔ اور سکھائیں۔

(۸) آشرم میں ایک ایک دستکار لے اور ایک اور کرگھا جاری کر دیا جائے۔ پھر آگے آشرم میں جانے اس طرح دستکاریاں پھیلتی چلی جائیں گی اور مختلف لوگ مختلف دستکاریاں سیکھ لیں گے

(۹) بہت بڑے شہروں میں ایسے کارخانے قائم ہوں جو قیمتی اشیاء مثلاً گھڑی۔ انڈی پینڈنٹ پن وغیرہ کے پرزے تیار کریں اور اسکول میں ان کو فٹ کیا جائے۔ فٹ کرانے کی اجرت دی جائے۔

(۱۰) ہفتہ میں ایک دن ہر آشرم میں پینٹھ لگا کرے جہاں یہ چیزیں بکیں۔ لوگوں کو انعام ملے شہروں میں یہ چیزیں بکیں۔



(۱۱) تیسرے ... ماہر ... شہروں میں ... کی نمائش ہو

(۱۲) ماہرین ... چیزیں ... ان کے گراف بنا کر شائع کئے جائیں۔ ان کا مطالعہ ... کی تصاویر بنائی جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کون کون سی چیزوں کی بدولت کتنا روپیہ باہر جاتا ہے اور وہ ان اشیاء کی طرف متوجہ ہوں۔

(۱۳) چرخہ سنگھ ... حرفتی مال تیار کرنے اور کھپانے کی ذمہ داری لے۔

غرضیکہ تمام ذرائع دستکاریوں کی ترقی و بہبود کے استعمال کئے جائیں۔ ایسی نمائشیں ہوں جن میں وہ اشیاء دکھائی جائیں اور ساتھ ساتھ ان کے بنانے والے دیسی دستکار بھی ہوں۔ جو نمائشیں دیسی اشیاء بنائی جائیں وہ دستکاری کی ترقی کے لئے ان تمام امور کا خیال بھی رکھا جائے جو اس سے پہلے تیج دہلی کے کسی گذشتہ ایڈیشن میں شائع کی گئی تھیں ماہرین صنعت و حرفت اس پر مزید روشنی ڈال سکتے ہیں اور بہترین رہنمائی کر سکتے ہیں۔

(زراعت کی اصلاح اور مویشیوں کی پرورش وغیرہ کے متعلق آئندہ قسط میں روشنی ڈالی جائیگی)

# ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

جزیرہ فارموسا میں [illegible] قیامت خیز زلزلہ میں ۲۰۰ اشخاص ہلاک ہو گئے ۲۹۹۰ مجروح ہوئے اور تقریباً پانچ ہزار مکانات تباہ ہو گئے۔ زلزلہ کے جھٹکے تمام فارموسا میں محسوس ہوئے۔ زلزلہ کا مرکز [illegible] کے شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر بیان کیا جاتا ہے۔ [illegible] کے قریب شہروں میں سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ بہت سے شہروں میں آگ لگ گئی اور پھیل گئی ہے۔

سرویا کی خبر ہے کہ یوگوسلاویہ کی سیاسی صورت حالات نازک صورت اختیار کر گئی ہے۔ مسٹر [illegible] کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ وہ ۷۰ سال کے ہیں اور پرانے خیالات رکھتے ہیں جس سے ملک میں ان کے بہت کم ہمدرد ہیں۔
مسٹر [illegible] کے انتخاب سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ مسٹر [illegible] سابق شاہ [illegible] کے گہرے دوست ہیں اور [illegible] کے انقلاب پسندوں سے ان کے تعلقات ہیں۔

وائنا کی اطلاع ہے کہ گذشتہ اتوار آسٹریا کے لئے [illegible] کرتے ہوئے چانسلر آسٹریا نے اعلان کیا کہ عنقریب مستقبل میں جبری بھرتی کی تیاریوں پر دس لاکھ اسٹرلنگ صرف کئے جائیں گے۔

لکھنؤ سے خبر آئی ہے کہ کمیونسٹ مسٹر ایم۔ این۔ رائے کی رہائی کے لئے ایجی ٹیشن کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے اس کے سکرٹری کو مہاتما گاندھی کا تار ملا ہے جس میں مسٹر ایم۔ این۔ رائے کی فوری رہائی کے مطالبہ کی حمایت کی ہے۔

سلہٹ کا ایک نوجوان بنگالی جو گرفتاری سے فرار ہو گیا تھا اور جس کی پولیس کو چٹاگانگ میں اسلحہ جات وغیرہ برآمد ہونے کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک جہاز پر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد دو اور مبینہ مفرور کلکتہ سے گرفتار کئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے قبضہ سے کچھ کاغذات بھی برآمد ہوئے ہیں۔

جزیرہ فارموسا میں قیامت خیز زلزلہ کے سلسلہ میں تازہ ترین اطلاع مظہر ہے کہ سرکاری طور پر جو اعداد و شمار فراہم کئے گئے ہیں ان کے مطابق ہلاک شدگان کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ دس ہزار مکانات گر گئے ہیں۔ اور گیارہ ہزار مکانوں کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔
ریلیں چلنی شروع ہو گئی ہیں اور [illegible] کا کام تسلی بخش طریق پر شروع ہو گیا ہے۔
نقصان کا اندازہ ایک کروڑ ین (جاپانی سکہ) لگایا جاتا ہے جس سے مکانوں کے نقصان کا اندازہ ۶۰ لاکھ ین ہے۔ باقی ۴۰ لاکھ ین کا نقصان ریلوں کا ہوا ہے۔

شنگھائی کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۱۳ برطانوی اور امریکی اشخاص جن میں گیارہ سال کے بچے بھی شامل ہیں چینیوں میں زندہ پائے گئے۔

مسٹر محمد علی جناح لیڈر انڈین انڈیپنڈنٹ پارٹی اسمبلی اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں انگلستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ دسمبر کے وسط تک ہندوستان واپس نہیں آئیں گے اس لئے آپ اسمبلی کے شملہ کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ نے مقامی دیہاتی افسروں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسان کانفرنس کے کارکنوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔

اطلاع ملی ہے کہ لاہور سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر موضع کیمبالیہ میں گذشتہ رات ایک بم پھٹا جس سے ایک شخص شدید مجروح ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کریم بخش آدھی رات کے قریب اپنے مکان سے باہر آیا تھا۔ دروازے کے باہر اس کے پیر سے کوئی چیز لگی ہوتے ہی پھٹ گئی جس سے وہ مجروح ہو گیا۔ اس کو میو ہسپتال لاہور میں لایا گیا۔

موسلا دھار بارش نے جس کے ساتھ اولے بھی پڑے آل انڈیا ہندی ساہتیہ سمیلن کی کارروائی میں رکاوٹ ڈال دی جب کہ اس کا اجلاس مہاتما گاندھی کی زیر صدارت شروع ہوا۔ آل انڈیا کھدر اور دیہاتی صنعتی نمائش کو کافی نقصان پہنچا۔ کیونکہ نمائشی اشیاء کو بارش کی وجہ سے اٹھانا پڑا۔
اجلاس میں ایک ریزولیشن کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا کہ ہندی بولنے والے صوبوں میں اسکول نیز انٹرمیڈیٹ کالجوں میں ہندی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ ریاست کے زراعت پیشہ لوگوں کے ادھار کے لئے دربار ریاست کپورتھلہ نے ایک لاکھ روپیہ کی رقم وقف کی ہے جو زمینداروں کو بیج اور مویشی وغیرہ خریدنے کے لئے تقاوی کے قرضہ کی صورت میں دیا جائے گا۔

بھوالی سینی ٹوریم میں تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ مسز کملا نہرو کی عام حالت اب قدرے بہتر ہے لیکن بخار ابھی تک باقی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنا علاج کرانے کے لئے مئی کے تیسرے ہفتہ میں سوئٹزر لینڈ جانے کا ارادہ کر رہی ہیں۔

ناگپور میں زبردست آندھی آئی۔ اس کے ساتھ ہی بارش ہوئی اور اکثر اولے گرے اور بجلی چمکی۔ اس کی وجہ سے شہر کے کئی حصوں میں بہت دیر تک تاریکی کا عالم رہا۔
رات گئے تک ہوا کے تیز جھونکے چلتے رہے جس کی وجہ سے بہت سے درخت جڑ سے اکھڑ گئے اور موسم میں خنکی پیدا ہو گئی ہے۔

رنگون کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ گیارہ مسلح ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے کیدا ریلوے اسٹیشن کے قریب ڈاکہ ڈالا۔
کہا جاتا ہے کہ ڈاکوؤں نے جمعدار اور اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر پر حملہ کر دیا اور سو روپے لے کر بھاگ گئے۔

طہران سے ایک آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ فارس کے صوبہ مزندران میں ۱۲ اپریل سے زلزلوں کے متواتر جھٹکے محسوس کئے جا رہے ہیں جن سے ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ساری کے نواحی علاقوں میں اس وقت تک تباہ شدہ عمارتوں کے نیچے سے ۴۰۰ آدمیوں کی نعشیں برآمد ہوئی ہیں نقصان کا اندازہ بہت زیادہ بتایا جاتا ہے۔ پیغام رسانی کے سلسلے منقطع ہو گئے۔ زلزلوں کے جھٹکے ۲۰۰ میل دور تک محسوس ہوئے۔

تین ڈاکو ہلاک ہو گئے اور دو مجروح ہوئے اور بہت سے ہتھیار اور کارتوس پکڑے گئے۔ جب کہ اگرے [illegible] کے قریب [illegible] میں مشہور ڈاکوؤں کے گروہ اور پولیس کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔
بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس کو جب یہ اطلاع ملی کہ رنجیت سنگھ کا گروہ آ رہا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے مستعد ہو گئی اور لڑائی ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ بھاگ گیا۔

شرومنی اکالی دل نے اعلان کیا ہے کہ ۶ مئی کو سلور جوبلی ہے اور اسی دن شہید گنج میں گولی چلی۔ فرقہ وارانہ فیصلہ میں سکھوں سے بے انصافی کی گئی۔ ان حالات میں سکھ سلور جوبلی کی تقریبات میں حصہ نہ لیں۔

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر [illegible] سیکرٹری [illegible] پارلیمنٹری بورڈ دیوان بہادر ایس۔ ای۔ رنگا ناتھم کی جگہ چار سال کے لئے انا ملائی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے ہیں۔

گورکل کانگڑی کا سالانہ جلسہ ۲ اپریل کو ختم ہو گیا جلسہ میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی ۲۰ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ ۸۴ نئے بچے داخل کئے گئے۔ ۲۰ [illegible] کو ڈگریاں دی گئیں۔

برطانوی اور جرمنی فوجوں کے افسران کے درمیان پھر تبادلۂ خیالات اور گفت و شنید شروع ہوئی ہے۔ آئندہ چند ہفتوں میں تین جرمنی افسروں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کیا جائے گا۔ دو برطانوی افسران کل جرمنی کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔

پریزیڈنٹ روزولٹ نے خام روئی کی قیمتوں میں اضافہ کرنے کے متعلق اپنی پالیسی کی خامیوں پر غور کرنے کے لئے دو کمیٹیاں مقرر کی ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ روئی کی کاشت پر بلحاظ اراضی پابندی عائد کرنے سے جنوبی علاقہ کے کسانوں کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے صنعت پارچہ بافی بالکل تباہ ہو گئی ہے اور برآمدی تجارت کی بہت سی منڈیاں امریکہ کے ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

۱۳ اپریل کی صبح کو تقریباً ۸ بجے علی پور کے مقام اور [illegible] میں زلزلہ کا خفیف جھٹکہ محسوس کیا گیا۔
زلزلہ کی ابتدا کلکتہ سے ۲۳۰ میل کے فاصلہ سے شروع ہوئی۔
کرشن نگر۔ فرید پور۔ بہرام پور۔ چنسرہ۔ بینگور [illegible] میں بھی زلزلہ کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔

وائنا سے ایک سرکاری تار موصول ہوا ہے کہ کل پروفیسر ڈیمل نے مسٹر سوبھاش چندر بوس کا وائنا میں اپریشن کیا اور اپریشن نہایت کامیاب رہا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر سوبھاش چندر بوس کی حالت بہتر بتائی جاتی ہے۔

احراری لیڈر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا جو ان کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳ (الف) تعزیرات ہند گذشتہ سال احرار کانفرنس میں تقریر کرنے کے سلسلہ میں چل رہا تھا۔ مولانا موصوف کو ۶ ماہ قید کی سزا دی گئی ہے اور بی کلاس دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

موضع ڈھوڈکا کے نزدیک چند مسلمانوں اور پٹھانوں کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہوئی جس میں دھاریاں۔ لاٹھیاں بندوقیں اور چاقو کا آزادانہ استعمال کئے گئے۔ جس سے ۸ پٹھان شدید مجروح ہوئے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی لیکن وہ دیر سے پہنچی۔ مجروحین کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ تحقیقات جاری ہے۔

جونہی (کراچی) کی اطلاع مظہر ہے کہ وہاں پر آگ لگ گئی جس سے متعدد مکانات جل کر خاک ہو گئے تقریباً ۷۰ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔

## فلمستان

# خاموش اور بولتے فلموں کا مقابلہ

(خاص تیج دہلی کے لئے)

فلموں پر گفتگو کرنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ جو موضوع بحث بنتی ہے وہ یہ ہے کہ خاموش فلم بہتر ہیں یا بولنے والے فلم۔ مطلب یہ ہے کہ آرٹ کے کمالات بولتے فلموں نے ختم کر دیئے یا اس نے ترقی دی۔ اکثر کا یہ خیال ہے کہ خاموش فلموں میں روح کی تسکین اور آرٹ کی ماشائیوں کا جو دل پسند جوہر ہوتا تھا وہ بولتے فلموں میں موجود نہیں بلکہ بعض مشہور لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ فلم فیل ہو گئے۔ اس کے مقابلہ پر بعض لوگ نہایت شدت کے ساتھ بولتے فلموں کی حمایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سائنس کی اس ترقی سے صنعت کو بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے اور صنعت نے چند ہی سال میں اتنی ترقی کر لی ہے کہ اپنے پہلو ذہنی اور روحانی رجحان کے نکالتے ہیں کہ خاموش تصویریں سالہا سال میں بھی پیدا نہ کر سکتی تھیں۔ بولتے فلموں کے شوقین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ بے زبان تصویریں بچوں کا کھیل ہیں۔ کھلونوں اور تصویروں سے بچے خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب سائنس ان بے حقیقت چہروں کو جاندار اور اصلی بنا سکتی ہے تو ہم کیوں نہ اس پر عمل کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ بچوں کی طرح معمولی تماشوں اور تصویروں سے کب تک دل بہلاتے رہیں گے۔ علاوہ ازیں موسیقی نے بولتے فلموں میں ایک ایسا اضافہ کیا ہے کہ جس کی خوبیوں اور دلچسپی کے پہلوؤں سے مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس کے برعکس خاموش تصویروں کے حامی کہتے ہیں کہ بولتے فلموں کی ایجاد سے اطمینان اور سکون کی تفریح کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ تصویر گھروں میں اس قدر شور و شغب ہوتا ہے۔ اس قدر ہنگامہ ہوتا ہے۔ وہ دو ڈھائی گھنٹے ایسی جھنکار اور شور میں گذارنے پڑتے ہیں کہ تفریح کی بجائے اور کوفت ہوتی ہے۔ دن بھر کی دماغی اور جسمانی محنت و مشقت کے بعد جب انسان کو مکمل پر سکون تفریح و تفنن کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت اسے گانے ناچنے شور، طبلوں کی جھنکار اور اداکاروں کی آوازیں تکلیف دیتی ہیں۔

مزید برآں یہ کہ خاموش فلموں کے دور میں آرٹ نے بہت ترقی کر لی تھی اور بولتے فلموں کی ایجاد سے یہ ترقی رک گئی۔ اداکاری کے مخصوص کمالات حرکات و سکنات۔ آنکھوں اور جسم سے جذبات کے عکس چہرہ سے ظاہر کرنا۔ نقالی اور بہروپ کی خوبیاں دکھانا۔ کیفیات قلب کو حرکت سے ظاہر کرنا سب غتر بود ہو گئے۔ اب تمام کام ڈائیلاگ [illegible] گفتگو سے پورے ہو جاتے ہیں۔ جن باتوں کے لئے اداکاروں کو گھنٹوں کوشش کرنی پڑتی تھیں اب ایک لمحہ کی گفتگو میں انہیں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

بولتے فلموں نے بعض حیثیتوں سے بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ جن لوگوں نے "محاذ مغرب پر سکوت مطلق" اور "دوزخ کے فرشتے" اور "انجام سفر" نامی مشہور جنگی فلم دیکھے ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر یہ فلم خاموش ہوتے تو ہرگز وہ اثر پیدا نہ کر سکتے جو بولتے فلموں نے کیا۔ جنگ کی دھواں دھار حالت۔ توپوں کی گرج۔ بندوقوں کی آواز سپاہیوں کی چیخ پکار ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ اور جنگ کی دیگر آوازیں اور ہولناک صدائیں خاموش فلموں میں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس لئے یہ فلم خاموش فلموں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اصل اور حقیقت بنا کر جنگ کو ظاہر کر دیا۔ جنگل کے فلموں میں بھی آواز نے بہت کچھ کام کیا ہے۔ خاموش فلم جنگل کے جانوروں کی اصلی حالت دکھانے سے قاصر تھے۔

لیکن بحیثیت مجموعی خاموش فلمیں بولتے فلموں پر اس بات میں فوقیت رکھتی ہیں کہ وہ صنعت کے کمالات کے دکھانے کا بہت موقع دیتی ہیں۔ گفتگو کی وجہ سے جو آوازیں فضا میں گونجتی ہیں وہ فلموں کی رعنائی ختم کر دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں زبان کی مشکلات اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ ہم تمام دنیا کے لئے ایک مستقل اور واحد زبان تو نہیں بنا سکتے اس لئے ہم ان فلموں کی خوبیوں سے اچھی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے جن کی ہم زبان نہیں جانتے دوسرے ملکوں کے فلم کیسے ہی عمدہ اور شاندار کیوں نہ ہوں ہم ان کی خوبیوں سے بخوبی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اور نہ ان کے کمالات کو پرکھ سکتے ہیں ہندوستان کا حال لیجئے۔ یہاں انگریزی فلم خاموش بہت چلتے تھے لیکن بولتے فلم نہیں چل سکتے کیونکہ

(باقی آگے صفحہ پر)

## (پچھلے صفحہ سے)

وہ زبان کی وجہ سے نہیں چل سکتے۔ انگریزی جاننے والے بہت کم ہیں۔ اور جو جاننے والے ہیں ان میں بھی بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اچھی طرح فلم کی خوبیاں کو سمجھ سکیں۔ ہندوستان کے فلم امریکہ یا روس میں زبان کی وجہ سے نہیں چل سکتے۔ جاپان اور جرمنی کے فلم ہمارے ملک میں زبان کی وجہ سے نہیں چل سکتے اور کوئی عالمگیر زبان بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ممالک میں سمجھی جا سکے۔ اس لئے خاموش فلموں کی "زبان خاموشی" ہی ایک ایسی چیز ہے جو عالمگیر اپیل کر سکتی ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ خاموش فلموں کو بولتے فلموں نے مارکیٹ سے بالکل باہر نکال دیا ہے اور کوئی امید نہیں ہے کہ اب خاموش فلموں کا دور واپس آئے گا۔ خاموش فلموں کی دوبارہ زندگی کا ایک ذرا سا موقع نہیں ہے انہیں ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے۔ یہ خیال کچھ بہت زیادہ وزنی نہیں ہے۔ کیونکہ دیکھنے والوں کی رائے ہے کہ اگرچہ بولتے فلم تفریح کے اعتبار سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں لیکن اور پہلوؤں سے بالکل بیکار ہوتے ہیں۔ صنعت کے کمالات، آرٹ کی ترقی۔ اداکاری کی رعنائیاں اور بین الاقوامی اتحاد خیال کی نا بہبوس صرف خاموش فلموں سے ہی حاصل ہو سکتی تھیں۔ بولتے فلموں میں ان کا عنصر بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ بولتے فلم ضرور دیکھتے ہیں لیکن ان کی بھی یہ رائے ہے کہ اگر شور و شغب سے نجات مل جائے اور خاموش فلم اگر دیکھنے کو مل جائیں تو وہ زیادہ بہتر اور افضل تفریح ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت خاموش فلم بیک گراؤنڈ میں چلی گئی ہیں اور ہر شخص بولتے فلموں کا شوقین نظر آتا ہے۔ لیکن ہر نئی چیز کی بابت انسانی طبائع کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ کچھ عرصہ تک لوگ خاموش فلموں کے بھی اتنے ہی شوقین تھے اور جب بولتے فلم آئے تو لوگوں کو یقین نہ تھا کہ خاموش فلموں کی خوبیوں پر یہ فلم فوقیت لے جائیں گے۔ لیکن بالآخر آندھی آئی اور خاموش فلم اس میں اڑ گئے اور اب ہر طرف بولتے فلموں کی صدائے بے ہنگام سنائی دے رہی ہے۔ اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جب شور و غل کے دنوں سے طوفانی ہوائیں نکل جائیں گی اور طبیعتیں پرسکون ہوں گی تو پھر خاموش فلموں کی طرف لوگوں کی نگاہیں جائیں گی اور اب بھی امریکہ میں ایک جماعت فلمی شوقینوں کی بن گئی ہے جو بولتے فلموں کے خلاف پرچار کر رہی ہے اور لوگوں کو اکساتی ہے کہ وہ بولتے فلموں کو دیکھنا ترک کر دیں۔

ہمیں یقین ہے کہ بولتے فلم کچھ بہت زیادہ عرصہ تک نہیں چلیں گے۔ یہ بھی یقین ہے کہ خاموش فلموں کی طرح وہ ایکدم مارکیٹ سے باہر نہیں نکال دیئے جائیں گے بلکہ ان کی طرف رغبت کم ہو جائے گی اور اس قدر شور و شغب نہیں رہے گی جیسی اس وقت ہے رفتہ رفتہ لوگوں کی رغبت پھر خاموش فلموں کی جانب جائے گی اور آہستہ آہستہ بولتے فلم سینما گھروں میں کم دکھائی دیں گے۔ خاموش فلم اور بولتے فلموں کے مقابلہ میں خاموش فلموں کی جیت ضرور ہو گی اور اس کی چند وجوہ یہ ہیں:۔

(۱) خاموش فلم سکون و اطمینان کی تفریح ہے۔ بولتے فلم لوگوں کو دلچسپی کا سامان تو بہم پہنچاتے ہیں لیکن پوری طرح ان کی طبیعتیں بھرتی نہیں اور وہ اس کے شور و شغب سے نجات کے متلاشی ہیں۔

(۲) بولتے فلموں کی ایجاد سے آرٹ کی خوبیاں اور اداکاری کی رعنائیاں ختم ہو گئیں جس کے باعث سستی تفریح نے قدم جما لئے۔ جس کو ذرا سا بھی موقع ملا تھا اسے فلمستان میں جگہ مل گئی اور آرٹ کی نشوونما بند ہو گئی۔

(۳) بولتے فلم زبان کی خامیوں کے باعث تمام دنیا میں نہیں چل سکتے۔ اس لئے ہر ملک میں اپنے ہی ملک کے فلم چل سکتے ہیں اور صنعت فلم سازی کی عالمگیر مقبولیت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن چونکہ تمام دنیا کے فلمی شوقین اس بات پر مصر ہیں کہ عالمگیر فلم اور عالمگیر تفریح اور صنعت فلم بنائے جائیں۔ اس لئے خاموش فلموں کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب خاموش فلموں کی رغبت عود کر آئے گی۔ اگرچہ بولتے فلم بالکل مفقود نہیں ہو جائیں گے لیکن ان کی یہ طوفانی مقبولیت یقیناً کم ہو جائے گی بلکہ اس کے آثار اگر ہندوستان میں نہیں لیکن دوسرے ممالک میں ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

(۴) اقتصادی نقطۂ نظر سے خاموش فلم زیادہ مفید تھے۔ کیونکہ بولتے فلموں کے لئے اس قدر کثیر رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اور آلات اور مشینری وغیرہ پر اتنا سرمایہ لگانا پڑتا ہے کہ لوگ اس طرح پر کم از کم دو یا تین فلم بنا سکتے تھے۔ چونکہ خاموش فلم افادی نقطۂ نظر سے اور اقتصادی نقطۂ نظر سے دنیا کے سب سے زیادہ مفید ہیں اس لئے ارباب فکر غور کر رہے ہیں کہ کس طرح اخراجات کم کئے جائیں۔ اور خاموش فلموں کو دوبارہ رائج کرنے کا معاملہ پھر زیر غور ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں آ رہی ہیں۔ اور جن کے باعث یقین ہوتا ہے کہ خاموش فلمیں ضرور برسر منظر آئیں گی اور بولتے فلم پورے طور پر نہیں تو بہت بڑی حد تک بیک گراؤنڈ میں چلے جائیں گے اور ان کی وجہ سے جو مطلب دیا ہے اس صنعت کی طرح گھس آیا تھا آخرکار صاف ہو جائے گا۔

مگر کمبخت خاموش بنانے سے شوقین مایوس ہو جائیں گے اس لئے یہ تجویز زیادہ مناسب ہے کہ فلموں کو نیم خاموش بنا دیا جائے۔ بیک گراؤنڈ میوزک اور کہیں کہیں گفتگو بھلی [illegible] ہے اس نیم خاموشی کا کنڈیشن [illegible]

---

# ساگر فلم کمپنی بمبئی کے تازہ ترین شاہکار

آگیا — **الہلال** — آگیا

اس فلم میں دنیائے سنیما کے مشہور آرٹسٹ کمار (اندرا) اختری، یعقوب اور پانڈے بابو وغیرہ کام کرتے ہیں۔ یہ فلم الف لیلوی ہے کہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ مسٹر محبوب نے ڈائرکٹنگ میں کمال کیا ہے۔ اس فلم کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ علاوہ اور دلفریب ناچوں کے ایک بہت بڑا ناچ دکھایا گیا ہے جس میں پچاس مشہور رقاصہ ہائے ایک ساتھ ناچتی ہیں۔ یہ ڈرامہ لکھنؤ کے مشہور افسانہ نویس منشی احسن کا لکھا ہوا ہے!

## سلور کنگ

یہ ۱۹۳۵ء کا نہایت دلچسپ فلم ہے۔ مس سبیتا دیوی، مسٹر موتی اور مسٹر یعقوب وغیرہ مشہور آرٹسٹ کام کرتے ہیں۔ مسٹر موتی لال دہلوی کی بہادری کا سین قابل دید ہے اس کے ڈائرکٹر مسٹر مہتہ لوہار ہیں!

## آرہے ہیں

ڈسٹری بیوٹرز برائے شمالی ہند

## ویر کا بدلہ

یہ فلم بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ اس میں مس سبیتا دیوی، مسٹر یعقوب، مسٹر محبوب اور دیگر مشہور آرٹسٹ کام کرتے ہیں۔ اس کا ڈائرکٹنگ مسٹر سروتم نے کیا ہے

### انڈیا ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک — دہلی

کاروان حسن

شہور فلم کاروان حسن کے دلچسپ سین

مسز درگا بائی کھوٹے

دیوکی بوس کے مشہور فلم "جیون ناٹک" کی ہیروئن—جس کے لاجواب ایکٹنگ سے پبلک بخوبی واقف ہے۔